

سینس ڈائجسٹ کا مقبول ترین سلسلہ

دلونا

ستائیسواں حصہ

PDFBOOKSFREE.PK



سپنس ڈائجسٹ میں سلسلے وار شائع ہونے والی مقبول ترین کہانی
سوچ نگر کے شہزادے فرہاد علی تیمور کی سرگزشت

PDFBOOKSFREE.PK

دیوتا

ستائیسواں حصہ

داؤی: — فرہاد علی تیمور

مصنف: — محی الدین نواب



کتابیات پبلی کیشنز ۰ پوسٹ بکس نمبر ۲۳-کراچی-۱



ایک دراز دست
شخص کی سرگزشت۔ ایک
ملاحماق اور سحرانگین آدمی کے شب و روز
اس نے جیسے چاہا فتح کر لیا اور جب چاہا
کچھ کومات دے دی۔ خیال خوانی میں ایک
نیاجہان معنی متعارف کرانے والے شخص کی
جولانے طبع کی ضبوط کاری۔ اس کی
نقہ ریت چار دانگ پھیل
چکی ہے۔

تھا۔ جالندھر پہنچے تک تمام فوجیوں نے اپنے ہتھیار کیمین کے اندر
پنچا دیے۔ جب طیارہ دن دے پر پہنچ کر روک گیا تو جلا دھکے نے
بانٹک کے ذریعے متعلقہ افسران سے کہا ”میرا مطالبہ سنو، مکہ آزاد
تحریک کے پیچھے جو ان دہلی سنٹرل جیل میں ہیں۔ انہیں فوراً رہا کر
کے خاص فلاٹ میں امر تر پٹھایا جائے۔ جب تک وہ امر تر نہیں
پہنچیں گے اس طیارے کے مسافر یا ہر نہیں نکلیں گے اور کوئی مسلح
فحص طیارے کے قریب نہیں آئے گا۔“
مسافروں میں خوف و ہراس پھیلا ہوا تھا۔ وہ ایک دوسرے
سے کہہ رہے تھے کہ تمام ہتھیار کیمین میں پھینچ گئے ہیں۔ جلا دھکے
ان ہتھیاروں سے سب کو مار ڈالے گا۔ کچھ لوگ تسلیاں دے رہے
تھے کہ اس کا مطالبہ پورا ہو جائے گا تو وہ کسی کو نقصان نہیں
پہنچائے گا۔

میں نے جلا دھکے کو پیاس کا احساس دلایا۔ سوہ سوہنے لگا ”میں
پانی یا بوتل طلب کروں گا تو ہو سٹس یا اسٹوارڈ مجھے پانی میں کچھ ملا
گروں گے۔ میں مراؤں گایا بیوٹس ہو جاؤں گا۔“
میں نے اس کی سوچ میں کہا ”اگر پائلٹ اپنے لئے پانی طلب
کرے تو اسے صحیح پانی پینے کے لئے دیا جائے گا۔“
اس نے پائلٹ سے پوچھا ”تمہیں پیاس لگی ہے؟“
پائلٹ نے انکار میں سر ہلایا۔ سوہ بولا ”انکار نہ کرو۔ تمہیں
پیاس لگی ہے۔ ہو سٹس سے کہو کہ تمہارے لئے پانی لا آئے۔“

”ٹھیک ہے۔ طیارہ ہمارے دن دے پر اتر سکا ہے۔“
میں نے پارس سے کہا ”میں جلا دھکے کو صرف اس لئے ڈھیل
دے رہا ہوں کہ میری کسی حرکت سے خیال خوانی کا شبہ نہ ہو۔“
”میں سمجھ رہا ہوں۔ آپ اطمینان رکھیں۔ جب یہ طیارہ
جالندھر کی زمین پر ہو گا تو میں اس سے نٹ لوں گا۔“
لاڈا اپیکر سے آواز آنے لگی۔ ”لیڈر اینڈ جنٹلمین! آپ
سے درخواست ہے کہ کسی بھی ناگمانی مصیبت کے وقت مہو جنل
سے اپنی جگہ بیٹھے رہیں۔ یہ طیارہ ہائی جیک کر کے جالندھر کے دن
دے پر اتار جا رہا ہے۔“

یہ سن کر سبھی پریشان ہو گئے۔ ہندو عورتیں رونے لگیں کیوں
کہ باقی کچھ ہندوؤں کو بھی نقصان پہنچاتے تھے۔ اپیکر کے ذریعے
کہا جا رہا تھا ”اس طیارے کو جلا دھکے اغوا کر رہا ہے۔ طیارے
میں بیٹھے ہوئے دس فوجی جوانوں کو حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ مسافروں
کی سلامتی کی خاطر کوئی چالاکی نہ دکھائیں۔ سوہ ایک ایک کر کے
پائلٹ کیمین کے دروازے پر آئیں۔ اس دروازے کو صرف چھ
انچ کھولیں اور اپنے ہتھیار اندر پھینکتے جائیں۔ دروازہ زیادہ کھلے گا
اور کوئی یہاں داخل ہونے کی حماقت کرے گا تو پک جھپکتے ہی
پائلٹ اور کوپا پائلٹ کو شوٹ کر دیا جائے گا۔ چلو آؤ ورنہ کرو۔“
فوجی اپنی جگہ سے اٹھ کر ایک ایک کر کے حکم کی تعمیل کرنے
لگے۔ مسافروں کی سلامتی کے لئے ہتھیار ڈالنا ضروری ہو گیا

رکھو پانی اپنے لئے طلب کرو گے، میرا ذکر نہیں کرو گے۔
پاکت نے اپنی تکر کے ذریعے ہوش کو مخاطب کر کے کہا۔
”مجھے پاس لگی ہے۔ مسٹر جلا دھکے پانی لانے کی اجازت دے رہے
ہیں۔ تم دروازہ کھول کر باہر سے ہاتھ دھو کر پانی دے سکتے ہو۔“
یہ سنتے ہی پاس اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ تیزی سے چلا ہوا
اٹرو ہوش کے پاس آیا۔ پھر سرگوشی میں یولا ”اس میں بے ہوشی
کی دو امداد۔“

وہ بولی ”نہیں۔ پاکت بے ہوش ہو جائے گا۔“
”کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اگر جلا دھکے پاکت کے بہانے پانی
منگو رہا ہے تو ہمیں فائدہ پہنچے گا۔“
”لیکن یہاں بے ہوشی کی دو امدادیں ہیں۔“

”میرے پاس ہے۔“
میں نے ہوش کو کسی دوسرے کام سے دوسری طرف مھما
دیا۔ پاس نے اپنی انگوٹھی کی سونے کی باہر نکال کر مجھے ہونے لگا
میں ڈوبی پھر نکال دی۔ اس سے کہا ”اسے لے جاؤ اور خیردار ایک
لفظ نہ کہنا۔ دروازہ بھی اتنا ہی کھولنا کہ یہ گلاس اندر چلا جائے۔“
وہ میرا ہوا گلاس لے کر کہیں کے دروازے تک آئی پھر کہا۔
”میں پانی لاتی ہوں۔ یہ گلاس لے لو۔“

اس نے دروازے کو ذرا سا کھول کر ہاتھ اندر کیا۔ جلا دھکے
پاکت کو نشانے پر رکھے بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے کو پاکت سے کہا۔
”گلاس لے کر یہاں آؤ۔“

اس نے اپنے پاکت سامنے کو دیکھا۔ جلا دھکے کے ٹھیکر
دباتے ہی اس کی موت واقع ہو سکتی تھی۔ وہ کوئی چالاکی نہیں دکھا
سکتا تھا۔ اس نے بڑی فرماں برداری سے گلاس کو ہوش کے ہاتھ
سے لیا۔ ہوش کا ہاتھ باہر چلا گیا ہے۔ کو پاکت نے دروازہ بند
کر کے پاکت کو وہ گلاس پیش کیا۔ جلا دھکے نے اس کے ہاتھ سے
گلاس لے کر کہا ”پاس اسے نہیں مجھے لگی ہے۔“

حالاں کہ اسے پانی کی طلب نہیں تھی۔ میں نے طلب پیدا کی
تھی۔ اس نے گلاس کو منہ سے نکال کر غصاٹ لی لیا۔ پھر گلاس ایک
طرف رکھ کر موچیں آستین سے پچھتے ہوئے بولا ”عجب سا پانی
تھا لیکن تم لوگوں کو یہ بھی اس وقت تک نصیب نہیں ہو گا جب
تک میرا مطالبہ پورا نہیں ہو گا۔ مطالبہ پورا ہونے کے بعد میں
ایک مسلمان نوجوان کو کوئی ماموں گا۔ پھر خود کو قانون کے حوالے
کروں گا۔ میں اپنی بے عزتی برداشت کر کے زندہ نہیں رہوں
گا۔“

وہ بولتے بولتے چپ ہو گیا۔ اسے کمزوری محسوس ہو رہی
تھی۔ وہ ایک ہاتھ سے سینے کو سسلانے لگا۔ چلا صرف سینے میں
تکلیف نہیں ہے۔ سر بھی جکڑا رہا ہے۔ ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑنے لگے
ہیں۔ وہ سنبھلنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کے باوجود روپو اور اس کے
ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑا۔ کو پاکت نے اپنی جگہ سے چلا نک

لگائی۔ جلا دھکے کو ایک لات ماری۔ وہ کسے ہوئے شہتیر کی طرح
فرش پر گر پڑا۔ کو پاکت نے روپو کو اٹھایا۔ پھر دروازہ کھول کر
خوشی سے چپچپے ہوئے بولا ”ہم نے جلا دھکے پر قابو پایا ہے۔ خطرہ
نہل گیا ہے۔“

فونی جان دوڑتے ہوئے اندر آگئے۔ انہوں نے اپنے اپنے
جتھار اٹھا لے جلا دھکے کو فرش پر پھینکے ہوئے میارے کے
آخری سرے کی طرف لے جانے لگے۔ پاکت نے متعلقہ افسران
کو بھی وائزس کے ذریعے بتایا ”خطرہ نکل گیا ہے۔ جلا دھکے گرفتار
ہو گیا ہے۔ مسافروں کے لئے یہاں میاں لگائی جائیں۔“
پھر اس نے مسافروں سے کہا ”اب حضرات لاؤنج میں جا کر
کچھ کھا پی کر تازہ دم ہو جائیں۔ پھر آپ کو دہلی تک پہنچایا جائے
گا۔“

تمام مسافر نئی زندگی پا کر خوش ہو رہے تھے۔ جہاز کا عملہ اور
تمام افسران اٹرو ہوش کی بروقت فہانت کی تعریفیں کر رہے
تھے۔ پریس رپورٹرز اس سے سوالات کر رہے تھے۔ فونو گرافرز اور
اُدھر سے اس کی تصویریں اندر رہے تھے۔ وہ خوشی سے پھول نہیں
سارے تھی۔ تعریفوں کے جھوم میں بھول گئی تھی کہ پانی میں کچھ
ملانے سے انکار کر رہی تھی۔ ایک مسافر فونو جان نے کمزوری کی کوئی
دوا پانی میں حل کی تھی۔

دیش پانڈے نے پوچھا ”عماد! دو تو تم نے پانی میں ملائی
تھی؟“

پاس نے کہا ”اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ میں نے ملائی ہو، تم
نے ملائی ہو یا ہوش نے سکھڑوں مسافروں کی جائیں بچ
گئیں۔ ہم نے باغیوں کا مطالبہ پورا نہیں ہونے دیا، یہی ہم سب کی
کامیابی ہے۔ ہوش واد وصول کر رہی ہے اور ہم تم نیکی سمیٹ
رہے ہیں۔“

”شاباش! تمہارے خیالات اور جذبات بہت اچھے ہیں۔ تم
بہت عروج حاصل کرو گے۔ دیے جو حقیقت ہے اس کی رپورٹ
میں ہینڈ کو راز میں پیش کوں گا۔ تمہارے ریکارڈ میں یہ کارنامہ
ذبح ہو گا۔“

لوگ کھانے پینے میں مصروف تھے ”ایک دوسرے سے نہیں
بول رہے تھے۔ ہوش ابھی تک پریس رپورٹرز اور فونو گرافرز وغیرہ
کی بھیڑ میں تھی۔ مسکرا مسکرا کر سوالوں کے جواب دے رہی
تھی۔ تمام دنیا کے اخباریوں اور رسالوں میں اس کا کارنامہ اور
تصویریں شائع ہونے والی تھیں۔ ایسی اچانک شہرت کسی کو نصیب
نہیں ہوئی تھی اور ایسی بد نصیبی بھی شاید کسی کے حصے میں نہیں
آئی تھی۔ غنائیں کی آواز کے ساتھ کہیں سے کوئی چلے۔ وہ جی بھی
نہ سکی۔ سینے پر کوئی لگتے ہی دم لگ گیا۔ بے دم ہو کر آس پاس کے
لوگوں سے ٹکرا کر فرش پر گر پڑی۔

دہاں بھگدڑ مچی گئی۔ لوگ یوں بھاگتے گئے جیسے ان پر بھی

مکولیاں چلنے والی ہوں۔ فونی جان قافل کو تلاش کرنے لگے۔ ایک
لابی سے کوئی چلنے کی آواز آئی تھی۔ ادھر جانے پر ایک گئی فرش پر
بڑی ہوئی نظر آئی۔ اوپر سے حصے میں سکھ مسافروں کی خاصی تعداد
تھی۔ انہیں روکا جا رہا تھا۔ ان سے سوالات کئے جا رہے
تھے۔ قافل کو پہچاننے کی کوششیں جاری تھیں۔ لیکن ایک قافل
کو پکڑنے کے لئے سیکڑوں سیکڑوں کو گرفتار نہیں کیا جا سکتا
تھا۔ جب کہ تعین تھا کہ کسی باغی سکھ نے ہوش کو اس لئے قتل
کیا ہے کہ اس نے جلا دھکے کو پچیس قیدی رہا کرانے کا موقع نہیں
دیا تھا۔

دیش پانڈے نے ہوش کی خون آلود لاش دیکھ کر افسوس کا
اعتراف کیا ”بے چاری!“

پاس نے کہا ”اگر یہ بے چاری نہ ہوتی تو ابھی تم مجھے بے
چاہہ کہہ رہے ہوتے۔“

اس نے پاس کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھ کر کہا ”واقعی
بعض حالات میں بڑے کے پیچھے نہ کہی کام کرنا چاہئے۔“
ہوش کے قتل کے طیارے کی روانگی میں اور تاخیر کوئی وہ
رات کے آٹھ بجے دہلی پہنچے۔ فونی چھاننی کے علاقے میں ایک
مہم بڑے احاطے میں ٹرننگ سینٹر کی عمارت تھی۔ اس کا ایک کرا
پاس کے لئے مخصوص کیا گیا تھا۔ دیش پانڈے نے اسے اس
گھر سے تک پہنچا کر کہا ”یار عماد! تم نے میرا دل جیت لیا
ہے۔ لڑکیاں تو تم پر مرتی ہوں گی۔“

”کیا اس سینٹر میں لڑکیاں ہیں؟“
”ہاں! ان کا ہوشل عمارت کے پیچھے ہے۔“

”کیا تمہارے خیال کے مطابق وہ اتنی دور سے مجھ پر مرنے
آئیں گی؟“

”کیا کہتے ہو؟ عشق تو کمزور کی دھار پر چل کر چلا آتا ہے۔
یہاں رات کو ایک دوسرے سے ملنے پر پابندیاں ہیں۔ ایک
دوسرے کو حاصل کرنے کے لئے یہ سرگم بن جاتے ہیں۔“
”یہاں جاسوس بننے کی ٹرننگ حاصل کی جاتی ہے۔ یہ بھی
ٹرننگ کا ایک حصہ ہے کہ سخت پابندیوں کے باوجود ایک دوسرے
تک کیسے پہنچا جاتا ہے۔“

پاس نے اپنے کمرے کا جائزہ لیا۔ وہاں اس کی ضرورت کا ہر
سامان میاں کر دیا گیا تھا۔ پاکستان کی سرحد پر قانونی طور پر پار کرنے
کے لئے وہ اپنے ساتھ کوئی سامان نہیں لایا تھا۔ صرف ایک جوتا
لباس اور تھیں خریدے۔ اس نے پوچھا ”میرے لباس کا کیا
ہو گا؟“

”کل مچ دہلی شہر دیکھو اور خریداری بھی کرو۔ میں جا رہا
ہوں۔ کل ملاقات ہو گی۔“

وہ دیش پانڈے کے ساتھ کمرے سے باہر آیا۔ زینے کے
قریب دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ دو مسلح

ٹائٹ چوکیدار ایک طرف سے دوڑتے ہوئے آ رہے تھے۔ ان میں
سے ایک ٹائیچ کی روشنی اور دوسرا پھیک ہا تھا۔ وہ کسی کو تلاش
کر رہے تھے۔

دیش پانڈے نے آواز دے کر پوچھا ”کیا بات ہے؟“
ان میں سے ایک پاس کے کمرے میں گیا۔ دوسرے نے
قریب آ کر کہا ”میرا رہتا پانڈے اپنے کمرے میں نہیں ہے۔ کہیں
غائب ہے۔“

زینے سے نچے فرش منسل سے بھی گئی ٹائیچ کی روشنیوں اور
اُدھر بھگ رہی تھیں وہاں کے کسی کارڈز اسے تلاش کر رہے
تھے۔ ایک کارڈز نے پاس کے کمرے سے نکل کر کہا ”وہ یہاں نہیں
ہے۔“

وہ دونوں دوسرے کمروں میں جا کر تلاش کرنے لگے پاس
نے پوچھا ”یہ رہتا پانڈے کون ہے؟“

دیش پانڈے نے کہا ”ایک اسٹوڈنٹ ہے۔ اپنے ہوسل کے
کمرے سے غائب ہے۔“

”کیا غائب ہے کا مطلب مفروز ہے؟“

”نہیں! وہ اسی احاطے میں کہیں رو پڑا ہے۔ یہاں ایک
ٹرننگ سینٹر کی اور دو ہاسٹل کی عمارتیں ہیں۔ وہ ان تین عمارتوں میں
کہیں ہے۔ اگر یہاں پرا دینے والے چھ ٹائٹ چوکیدار اسے صبح
تک تلاش نہ کر سکتے تو ان سب کی ایک ایک دن کی بخواہ کٹ
جائے گی۔“

”اور اس اسٹوڈنٹ کو کیا سزا ملے گی؟“

”اسے انعام ملے گا۔ اس کے ریکارڈ میں دس برسوں کا اضافہ
ہو گا۔ جاسوسی آٹھ پچلی کا مکمل بھی ہے۔ اس مکمل میں چھ ٹائٹ
چوکیدار کسی بھی غائب ہونے والے اسٹوڈنٹ کو نظر آتے ہی کوئی
مار کر ڈھکی کرتے ہیں۔ کل سے تم یہاں کے اسٹوڈنٹ
رو گے۔ تمہیں بھی کسی رات یہ مکمل کھلنا ہو گا۔“

”اس کا مطلب ہے رہتا پانڈے کہیں نظر آئے گا تو کوئی کھا کر
ڈھکی ضرور ہو گا۔“

وہ ہنسنے ہوئے بولا ”رہتا پانڈے کوئی حو نہیں لڑکی
ہے۔ میرے بھائی میشل پانڈے کی بیٹی ہے۔“

پاس نے اسے سب سے دیکھا پھر پوچھا ”وہ تمہاری بیٹی
ہے اور تم اس ادارے کے بہت بڑے عہدیدار ہو۔ کیا پھر بھی
اسے کوئی مار کر ڈھکی کیا جائے گا؟“

”اس ادارے میں رشتے داری اور دوستی کا لحاظ نہیں کیا جاتا
ہے۔ یہاں صرف ہنرمند اور باصلاحیت اسٹوڈنٹس کی قدر کی جاتی
ہے۔“

وہ گھڑی دیکھ کر یولا ”یہاں دس بجے کے بعد کوئی اسٹوڈنٹ
کمرے سے باہر نہیں نکلتا۔ ٹائٹ چوکیداروں کو کوئی چلانے کی
اجازت ہے۔ تم بھی اپنے کمرے میں جاؤ۔ کل ملاقات ہو گی۔“

وہ مصافی کر کے چلا گیا۔ پارس نے پلٹ کر اپنے کمرے کی طرف جانے لگا۔ دوسرے گزرنے والے ایک ناٹ چوکیدار نے بلند آواز سے کہا "یو مینسٹر کمر فوراً اپنے کمرے میں جاؤ۔"

اس نے کمرے میں آکر دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ رات کے سیاہ بج گئے تھے۔ سینٹر کے احاطے میں دور تک دیواری تھی۔ تمام اسٹوڈنٹس اپنے کمروں میں بند تھے یا ہر صرف چھ ناٹ چوکیدار اپنی تختیں لے کر بھر رہے تھے۔ پارس نے سوچا۔ اس احاطے میں صرف تین عمارتیں ہیں اس میں صبح تک چھپ کر نہیں رہا جا سکتا تھا۔ چھ گھنٹے والے کو تلاش کر سکتے تھے اور ابھی تلاش کرنے کے لئے ان جیسے لوگ پاس سات گھنٹے تھے۔

اس نے بستر کے سرے پر بیٹھ کر جوتے اتارے۔ پھر آرام سے ہاتھ پاؤں پیلا کر لیٹ گیا۔ کل سے ایک اسٹوڈنٹ بن کر یہاں رہنا تھا۔ یہاں کی مختلف آزمائشوں میں کامیاب ہو کر اور زیادہ سے زیادہ نمبر حاصل کر کے یہی وہ "را" تنظیم میں داخل ہو سکتا تھا۔

مجھے اور میرے بیٹوں کو وقت پر کھانے اور وقت پر سونے کا موقع کبھی کسی ملتا تھا۔ آج اسے جلد سونے کا موقع مل رہا تھا۔ اس نے اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ داغ کو ہدایات دیں کہ صبح پانچ بجے تک سوتا رہے۔ اگر نیند کے دوران کمرے میں کوئی خطرہ پیش آئے یا کوئی غیر معمولی بات ہو تو فوراً آنکھ کھل جائے۔

ہم ہمیشہ اپنے داغوں کو ایسی ہدایات دے کر گمری نیند سوتے ہیں۔ اور نیند پوری ہونے تک محفوظ رہتے ہیں۔ ہماری چار دیواری میں کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آنے تو فوراً آنکھیں کھل جاتی ہیں لیکن اس رات پارس کی آنکھ نہیں گلی۔ داغ کو ہدایات دینے کے باوجود اسے نیند نہیں آئی۔

اس نے ذرا انتظار کرنے کے بعد آنکھیں کھول کر سوچا "کیا بات ہے۔ داغ ہمیشہ ہدایات قبول کرتا ہے۔ آج نیند کیوں نہیں آ رہی ہے؟"

اس نے اپنے ہی لیے کمرے میں ہر سمت نظریں دوڑائیں۔ کوئی غیر معمولی بات نظر نہیں آئی۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ پھر بستر سے اتر کر چلا ہوا ہاتھ روم کے دروازے پر آیا۔ اسے کھول کر دیکھا۔ اندر کوئی نہیں تھا۔ ہاتھ روم خالی تھا۔ اس نے دروازے کو دوبارہ بند کیا۔ پھر کمرے میں رکھی ہوئی الماری کو کھول کر دیکھا۔ الماری بھی اندر سے خالی تھی۔ کہیں کچھ نہیں تھا۔

وہ پھر بستر پر آکر لیٹ گیا۔ یہ خیال آیا کہ داغ کو ہدایات دینے وقت کوئی غلطی ہو گئی ہے۔ دوبارہ یہ عمل ہونا چاہئے۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں، معمول کے مطابق داغ کو ہدایات دیتے لگا۔ اس کے بعد سوچنے لگا کہ نیند آ رہی ہے۔ نیند آ رہی ہے۔ اب وہ نیند کی واہوں میں پھنسنے والا ہے۔

عمل کامیاب تھا لیکن داغ اسے سونے نہیں دے رہا تھا۔

پارس کہہ رہا تھا کہ کمرے میں کوئی غیر معمولی بات ہو تو آنکھ کھل جائے جب آنکھ کھلنے سے پہلے ہی کوئی غیر معمولی بات تھی تو پھر داغ اسے سونے کیسے دیتا؟

پھر گمری خاموشی میں بہت دھیمی دھیمی آواز سنائی دی۔ وہ آنکھیں کھول کر توجہ سے سنتے لگا۔ بہت جلد ہی پہلی خراٹوں جیسی آواز تھی۔ وہ پھر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ بستر سے چلا نکلا کہ فرش پر آیا۔ پھر جب کہ فرش کے نیچے دیکھا۔ وہ آرام سے فرش پر لیٹی ہوئی تھی۔ ہینک کے نیچے نیم تاری تھی۔ مگر جلد جیسا سر پانچ ہا تھا اس کی آنکھیں بند تھیں۔ پورے چاند کی چاندنی سوری تھی۔ اس نے اپنے ایک بازو کا ٹکچہ بنایا تھا اور یوں ٹکچہ بنا کر جیسے آرام دہ بستر پر بیٹھ گئی تھی۔

وہ تھوڑی دیر تک اسے دیکھتا رہا پھر بولا "کمال ہے۔ تم سو رہی ہو جیسے ہاں کی گود میں پڑی ہو۔ اے انھو۔"

وہ سوئی رہی۔ اگر اس کا بدن سانسوں کی آمد و رفت کا پتہ نہ دیتا تو وہ بالکل مرہی نظر آتی۔ حاورے کے مطابق گھوڑے بچ کر سو رہی تھی۔ یہ حاورہ شاید یوں استعمال میں آیا کہ کسی گھوڑوں کے سوداگر کو یہ دھڑکا لگا رہتا تھا کہ اس کے گھوڑے چور لے جائیں گے۔ یہ فکر اسے سونے نہیں دیتی تھی۔ آخر اس نے تمام گھوڑے بچ دے۔ اب چرائے جانے کا کوئی خوف نہیں تھا اس لئے وہ دوا چڑھے۔ تک گمری نیند کے مزے لیتا رہا۔ اسی لئے یہ حاورہ استعمال میں آیا۔ بے لگزی سے سونے والے کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ گھوڑے بچ کر سو رہا ہے۔

لیکن وہ دوشیرہ کیسے بے فکر ہو گئی تھی۔ اس کے پاس گھوڑے نہیں تھے لیکن جوانی کا مال چراغ تھا۔ کوئی بھی چور ایسی غفلت میں اسے لوٹ سکتا تھا۔ ایک اجنبی کے کمرے میں آکر بیٹھنے وقت اور سوتے وقت یہ دھڑکا کیوں نہ رہا کہ لوٹ مار ہو سکتی ہے۔

وہ خود کو سنا کر نے والی لڑکی تھی یا اسے اپنے کردار کی چنگی پر پورا بھروسہ تھا۔ اس لئے وہ یہاں آئی تھی۔ بے لگزی کی گمری نیند بتا رہی تھی کہ وہ نیند کی عادی ہے۔ سونے کا وقت ہو تو اسے کانٹوں کے بستر پر بھی نیند آ جاتی ہے۔

پارس نے پھر اسے آواز دی "اے انھو۔ کیا تم رہنا پناہ دے ہو؟"

وہ نیند میں اوں اوں کی آوازیں نکالتی ہوئی کھٹ بٹل کر چاروں شانے چت ہو گئی۔ یہی بات ہے، خوابیدہ لڑکی کو دیکھنا نہیں چاہئے۔ وہ نیند میں کتاب کی طرح کھلتی اور بند ہوتی رہتی ہے۔ سونے والی کو اپنا ہوش نہیں رہتا اور دیکھنے والے کے ہوش اڑتے رہتے ہیں۔

پارس نے اس کے صحت مند بازو کو گرفت میں لیا۔ پھر جھجھکتے ہوئے کہا "اے کیوں میری آنکھوں کو گناہ گار بتا رہی ہو۔"

اس نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں۔ فوراً ہی سمجھ میں نہیں آیا کہ کہاں پڑی ہے۔ گھبرا کر اٹھنا چاہا تو ہینک کی چمکی رخ سے سر ٹکرا گیا۔ وہ ہانپنے لگا کہ پھر جوتے ہو گئی۔ پارس نے پھر اس کے بازو کو پکڑ کر فرش پر کھینچے ہوئے ہینک کے نیچے سے نکالا۔ وہ پچھلی جھینکے ہوئے پٹی "اے! میں سمجھ گئی۔ تم ناٹ چوکیدار ہو۔ تم نے مجھے پکڑ لیا ہے۔"

وہ اس کا بازو چھوڑ کر بولا "جو چھوڑ دیا۔ میں ناٹ گاڑ نہیں ہوں۔"

وہ جلدی اٹھ کر اس کے سامنے فرش پر پچھلی مار کر بیٹھنے ہوئے خوشی سے بولی "ناٹ گاڑ نہیں ہو۔ یعنی کہ میں ابھی پکڑی نہیں گئی یعنی کہ تم دوست ہو۔ یعنی کہ میں صبح تک یہاں بھی رہوں تو میری مار کس شیٹ میں دس نمبر کا اضافہ ہو جائے گا۔"

"یعنی کہ تمہارا ٹکچہ کلام ہے؟"

"یعنی کہ میرا ٹکچہ کلام نہیں ہے۔ تم یہ نہ سمجھنا کہ میں یعنی کہ بولنے کی عادی ہوں۔ جاسوسی کے پیشے میں ٹکچہ کلام نہیں ہونا چاہئے یعنی کہ ہمیں بدلے والا جاسوس اپنے یعنی کہ سے پہچان لیا جاتا ہے۔"

پارس اس کے سامنے اڑوں بیٹھا ہوا اس کا منہ تک رہا تھا۔ وہ بول رہی تھی "میں نے اپنے ہاتھ سے نکلنے وقت سوچ لیا تھا کہ لڑکوں کے ہاتھ میں جاؤں گی۔ جو کرا کھلا لے گا اس کے اندر جا کر چھپ جاؤں گی۔ میں نے نیچے سے دیکھا۔ اس منزل پر تمہارے کمرے کی کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔ میں پاپ کے ذریعے چڑھتی ہوئی کھڑکی کے راستے اندر آئی۔ اس کھڑکی کو اندر سے بند کیا پھر ہینک کے نیچے چلی گئی۔ کو کیسی رہی؟"

"اب تک تو اچھی رہی لیکن اب بند کمرے میں جو ان لڑکی

ایک جوان لڑکے کے ساتھ ہے۔ اب چوہے ملی کا کھیل شروع ہو گا۔ تم بھاگو گی میں پکڑوں گا۔ پھر چھوڑوں گا کیوں کہ باہر نہیں جاسکتی۔ کمرے سے نکلنے ہی کوئی ناٹ گاڑ کوئی چلا کر تھیں زخمی کر دے گا۔ میں نہیں پکڑوں گا، چھوڑوں گا۔ پھر پکڑوں گا پھر چھوڑوں گا۔ تم ملے سے آواز نہیں نکال سکتی کیوں کہ تمہاری آواز پر کوئی مارنے والے ملے آئیں گے۔ تم وہ کوئی کھاؤ گی یا ہوس کی لڑکی کوئی کھا کر جس دس نمبر حاصل کر دگی۔ کو کیسی رہے گی؟"

وہ پارس کے شانے پر ہاتھ مار کر بولی "یار! تم ہو پڑی فٹنا سنگ اور میں ہوں بہت ہی نیرنگی لکیر میں سے کاہوں آنا سیکھا ہی نہیں ہے۔ ابھی ایک چچ ناموں کی اور تمام گاڑز دوڑے ملے آئیں گے۔ میں دس نمبر بار جاؤں گی۔ سزا کے طور پر کوئی کھا کر زخمی ہو جاؤں گی لیکن اپنی عزت کو زخمی نہیں ہونے دوں گی۔"

"اتنا ہی عزت کا پاس ہے تو لڑکوں کے ہاتھ میں نہیں آتا چاہئے تھا۔"

"یہ سوچ کر آئی ہوں کہ سب شیطان نہیں ہوتے۔"

"سب نہیں ہوتے۔ کچھ ہوتے ہیں۔ اور پھر جو ان لڑکی کو سب سے پہلے شیطان ہی گھیرتا ہے۔"

"میں کہہ چکی ہوں کہ ایسے وقت کیا کروں گی۔ اگر تم چاہتے ہو کہ میں نقصان نہ اٹھاؤں تو دوست بن کر صبح تک مجھے عزت آبرو سے بچا لینے دو۔ آئندہ میں تمہارے کسی بے وقت میں کام آؤں گی۔"

وہ مسکرا کر بولا "ابنا برا وقت تب آئے گا جب میں بھی یہاں کے آزمائشی دستور کے مطابق کسی رات اپنے کمرے سے نکلوں گا دس نمبر حاصل کرنے کے لئے تمہارے پاس آؤں گا تو تم اپنے

مشہور پورٹلک ویلوٹ جو بے قیمت چیزیں گرا نقد معادضہ پر چراتا ہے

ان چوریوں کی دلچسپ کہانیاں

نک ویلوٹ کی چوہیاں

وہ تمام کہانیاں جو اب تک لکھی گئی ہیں

قیمت ۴۰ روپے

ڈاک خنچ ۱۶/۰ روپے

کتابیات پبلیکیشنز پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی ۱

کمرے میں پناہ دوگی۔"

"یہ بگڑ بگڑی، یہی بات ہے۔"

"لیکن میں کسی عورت کے آنچل میں چھنا بدلی سمجھتا ہوں۔ میں صبح تک چھپنے کے لئے تمہارے کمرے میں بھی نہیں آؤں گا۔"

"وہ ہاؤس ہو کر بولی، "یعنی کہ میں باہر چلی جاؤں؟"

"نہیں۔ ایک لڑکی کو زخمی ہوتے دیکھنا مردانگی نہیں ہے، تم یہاں صبح تک نہ سکتی ہو۔"

"یعنی کہ مجھ پر احسان کر رہے ہو اور میرا احسان بھی نہیں لو گے؟"

"یہی بات ہے۔ یہ ہماری پہلی اور آخری ملاقات ہے۔ نرسنگ کے دوران کبھی سامنا ہو تو میں تمہیں پہچاننے سے انکار کر دوں گی۔"

"تم کچھ زیادہ سی مغرور ہو رہے ہو۔"

"وہ غرور اچھا ہے جو لڑکیوں سے دور رکھتا ہے۔"

"تپا ہے میں باہر نفسیات ہوں۔ مرنے کو مزاج کو خوب پہچان لیتی ہوں۔ مرنے کو دور دور رہے تو لڑکی اس کی طرف کبھی آتی ہے۔ تم کی طرح مجھ پر آزمائے ہو۔ تمہیں ہاؤس ہو گی۔"

"مجھے ہاؤس ہونے کا شوق ہے۔ چنگ کے نیچے جاؤ اور مجھے اوپر سوئے دو۔"

"وہ اندھ کر بستر پر آگیا۔ اور وہ فرش پر بیٹھی رہی۔ اس نے پوچھا۔

"کیا بیٹھی رہو گی؟"

"مجھے نیند نہیں آئے گی۔"

"تھوڑی دیر پہلے کیسے آتی تھی؟"

"اس وقت میں اکیلی تھی۔ اب ایک اجنبی مرد ہے۔ میں کیسے سو سکتی ہوں؟"

"اس اجنبی مرد کو تم سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"تم میری انسلٹ کر رہے ہو۔ کیا میں اتنی کمزری ہوں کہ مجھ میں دلچسپی لینے والی کوئی بات نہیں ہے؟"

"یہاں لگا ہوں کہ سامنے جاگتی رہو گی تو میرے اندر کا شیطان دلچسپی لینا شروع کر دے گا۔"

"وہ فرش پر لیٹ گئی۔ پھر اٹھتی ہوئی چنگ کے نیچے چلی گئی۔

لگا ہوں سے اوپر چلے ہوئے ہی پاس کے خیالوں میں وہ حسین سراپا چمکنے لگا۔ اگر سرعام کہیں سامنا ہوتا تو وہ اسے نظر انداز کر کے گزر جاتا۔ مگر وہ بند کمرے میں تھی اور ہاتھوں کی پہنچ تک تھی۔

چنگ کے نیچے تھی۔ جب ذرا گردن جھکا کر دیکھ لی جب ذرا ہاتھ بڑھایا پکڑ لیا۔

وہ بند کمرہ دروغا رہا تھا۔ شیطان کو بند رکھو تو وہ بہت زیادہ بوکڑتا ہے۔ پاس اٹھ کر بیٹھ گیا۔ بستر سے اتر گیا۔ پھر تیزی سے چلتے ہوئے دروازے کے پاس آکر اسے کھول دیا۔ ٹھنڈی ہوا کا جھونکا باہر سے اندر آیا اور اندر سے شیطان کا گرم جھونکا باہر

چلا گیا۔ دروازہ کھلا رہے گا تو یہ اندیشہ رہے گا کہ کوئی بھی آسکتا ہے۔ وہ چنگ کے نیچے سے نکل نہیں سکے گی اور وہ نکال نہیں سکے گا۔

وہ دروازہ کھولنے کے بعد بستر پر آکر لیٹ گیا۔ باہر اندھیرا تھا۔

کمرے کی روشنی کھلے دروازے سے باہر جاری تھی۔ وہ نیچے سے سرکوشی میں بولی "یہ تم نے کیا کیا؟ کوئی ہانٹ پوکیدار آجائے گا۔"

اس نے سرکوشی میں جواب دیا "خاموش رہو گی اور نیچے سے نکل کر جلوہ نہیں دکھاؤ گی تو کسی ہانٹ گارڈ کو شبہ نہیں ہوگا۔ دروازہ کھلا رہے گا تو انہیں یقین ہو جائے گا کہ تم کم از کم اس کمرے میں نہیں ہو۔"

"ہاں یہ تم نے عقل کا کام کیا ہے۔"

"تم بولتی رہو گی تو عقل کا کام تمام ہو جائے گا اور ہمارے مکالے سن کر کوئی چلا آئے گا۔"

وہ خاموش ہو گئی۔ آدمی گھٹتے گھٹتے قدموں کی آواز سنائی دی۔

ایک ہانٹ گارڈ نے دروازے کے پاس آکر پوچھا "یہ کھلا کیوں ہے؟ اسے بند کرو۔"

پاس نے کہا "بند کمرے میں ٹھنڈی ہو رہی ہے۔"

"سب لوگ بند کمرے میں راتیں گزارتے ہیں۔"

"میں آج یہاں آیا ہوں۔ پلیر کل سے مجھے پابند کرو۔"

"آج کا کام کل پر ڈالو۔ آج ہی سے پابند رہو۔ ویسے بھی ڈیوٹی بدل رہی ہے۔ میں تمہیں اجازت دے کر جاؤں گا تو دوسرا گارڈ آکر اسے بند کرائے گا۔"

پاس نے اٹھ کر دروازے کو بند کر دیا۔ پھر بستر کے پاس آیا۔

وہ نیچے سے سر نکال کر بولی "گھٹے کی ہوا یہاں تک نہیں آ رہی ہے۔"

"میں کیا کروں؟ کیا مجھے سونے میں دو گی؟"

"تم مجھے پناہ دے کر تنگی کر رہے ہو۔ کیا تنگی کرنے کے لئے نیند قربان نہیں کر سکتے؟"

"وہ تو کر رہا ہوں۔"

"ذرا خوشی سے کرو۔ ویسے تمہارا نام کیا ہے؟"

"میرا کوئی نام نہیں ہے۔"

"یہ تمہارے ماں باپ نے ظلم کیا ہے۔ کوئی تو نام رکھنا ہی چاہئے تھا۔ میرا نام رتنا ہے۔ یہ تو تم جانتے ہی ہو۔ ایک برس کی

نرسنگ میں پچاس پچاس نمبر حاصل کر چکی ہوں۔ مزید پچاس حاصل کر لوں گی تو کامیاب قرار دی جاؤں گی پھر میں خفیہ تنظیم میں مددگار سرانگ رسائی کی صلاحیتوں کا مظاہرہ کرتی رہوں گی۔ مجھے ایسی ایڈوکیٹ لائف بہت پسند ہے۔ میرے انکل دیپ پانڈے اس تنظیم کے

بہت بڑے عہدیدار ہیں لیکن میں ان کی سفارش سے نہیں اپنی ذہانت سے مارکس حاصل کر رہی ہوں۔"

"کیا تم صبح تک بولتی رہو گی؟"

"کیا صبح تک کہہ سکتے ہو کہ میں رتنا اچھا لگے گا؟"

پاس ایک گھنٹے تک اسے برداشت کرتا رہا۔ پھر اٹھ کر دروازے کو کھول دیا۔ وہ فوراً ہی چنگ کے نیچے چلی گئی۔ اسے خاموشی رکھنے کا بھی ایک راستہ تھا۔ دوسرے قدموں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ پاس کھلے ہوئے دروازے پر یوگا کا ایک آسن بنا کر بیٹھ گیا۔ وہاں دو ہانٹ گارڈز آکر رک گئے۔ ایک نے پوچھا "یہ کیا ہو رہا ہے؟"

پاس سانس روکے غلامیں تک رہا تھا۔ دوسرے گارڈز نے اپنے ساتھی سے کہا "یہ یوگا کی مشقیں کر رہا ہے۔ ہمیں اپنی کارروائی شروع کرنا چاہئے۔"

پہلے نے کہا "ٹھیک ہے میں اس کمرے سے تلاشی لیتا ہوا اور ہاؤس کا تم اس کمرے سے تلاشی شروع کرو۔"

ایک گارڈ پاس کے دائیں طرف کے کمرے میں گیا۔ دوسرا بائیں طرف والے کمرے کی تلاشی لینے گیا۔ پاس کا کار کا تلاشی سے پہلے ہی کھلا ہوا تھا۔ عقل کتنی بھی کر رہنا پانڈے کھلے ہوئے کمرے میں چھپنے کی حماقت نہیں کرے گی۔

آدھی رات کے بعد ڈیوٹی پر آنے والے چھ گارڈز لوگوں اور لڑکیوں کے باہر کی تلاشی لینے رہے۔ احاطے کے اندر باغیچے اور جھاڑیوں میں بھی دیکھ لیا۔ رہنما کہیں نظر نہیں آئی۔ دستور کے مطابق وہ ایک کمرے کی تلاشی ایک ہی بار سے کئے تھے۔ بار بار اسٹوڈنٹس کی نیندیں غل نہیں ہو سکتے تھے۔ صبح چار بجے وہ ہاؤس ہو گئے۔ ایک گارڈ نے کہا "تمام اسٹوڈنٹس پانچ بجے بیدار ہوتے ہیں۔ اگر چھ بجے لیٹی کے لئے میدان میں قدم رکھتے سے پہلے اسے گولی مار کر زخمی کریں گے تو ہماری ملازمت پر حرف نہیں آئے گا۔"

پاس نے صبح پانچ بجے سے پہلے دروازہ بند کر کے پوچھا "اب لیٹی کے لئے باہر میدان میں کیسے جاؤ گی؟"

"میں نے پہلے ہی تدبیر سوچ لی ہے۔"

"کیا ہے وہ تدبیر؟"

وہ چنگی بجا کر بولی "منا سنگ آئیڈیا ہے۔ دیکھو ہر کمرے سے ایک لڑکا نکلے گا۔ کیوں کہ ایک کمرے میں ایک ہی اسٹوڈنٹ ہوتا ہے۔ اس لئے میں تمہارا لباس پن کر نکلوں گی تو یہی سمجھا جائے گا کہ تم نکل کر جا رہے ہو۔"

"تم جاؤ گی تو میں لیٹی کے لئے میدان میں کیسے جاؤں گا؟"

"میرے بعد تم آگے ہو۔"

"تم میرا لباس پن کر جاؤ گی تو میرے بدن پر کچھ نہیں رہے گا۔ کیوں کہ میں ایک ہی لباس میں سرحد پار کر کے یہاں آیا ہوں۔"

"کیا واقعی تمہارے پاس دوسرا لباس نہیں ہے؟"

"تم کمرے اور ہاتھ دھو میں دیکھ لو۔"

اس نے الماری اور ہاتھ دھو میں دیکھا۔ پھر بولی "تمہارے پاس لباس تو کیا دوسرا سامان بھی نہیں ہے۔ تم زندگی کیسے گزارتے ہو؟"

"جہیز کے انتظار میں گزارتا ہوں کہ دس آئے گی تو زندگی گزارنے کا تمام سامان لے آئے گی اور مجھے نئے کپڑے بھی پٹائے گی۔"

"تمہیں جہیز لیتے ہوئے شرم آتی چاہئے؟"

"تم مجھے شرم دلاؤ گی یا میں سے نکلے گی تدبیر کوئی؟"

"تم بائیں ایسی کرتے ہو کہ میں اصل بات بھول جاتی ہوں۔ چلو اپنے کپڑے اتارو۔"

"شادی سے پہلے تمہارا حکم نہیں مانوں گا۔"

وہ جھنجھ کر بولی "کیوں نہ کرو۔ ہاتھ دھو میں جاؤ۔"

اس نے ہاتھ دھو میں آکر لباس کو اتارا۔ اپنے اطراف ایک بڑا توپہ لپیٹ لیا پھر کمرے میں آکر بولا "ہاتھ دھو لباس پن لو۔"

وہ چنگ کے نیچے سے ایک بیک نکال کر ہاتھ دھو میں چلی گئی۔ چھ بجے تمام اسٹوڈنٹس اپنے کمروں سے نکل کر میدان میں جاتے ہیں۔ جب چھ بجتے ہیں صرف دو منٹ ہو گئے تو وہ ہاتھ دھو سے نکلی۔ پہلی نظر میں ایک سکھ نوجوان نظر آئی۔ چہرے پر داڑھی سر چھیں اور سر پر پجڑی تھی۔ یہ سامان وہ بیک میں چھپا کر لائی تھی۔

پاس نے پوچھا "اتنا سامان لائی تمہیں کیا ایک مردانہ لباس نہیں لائے گی؟"

"مجھے کیا معلوم تھا جہاں چھپنے جاؤں گی وہاں ایک ہی لباس ہو گا۔"

وہ لباس اگرچہ رتنا کو بہت ڈھیلا ڈھیلا سا لگ رہا تھا۔ تاہم فوراً ہی اس پر شبہ نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ بولی "ویل مسٹر گنام اتم میرے احسان کا بدلہ نہیں لو گے لیکن بھی تمہارے کام ضرور آؤں گی۔"

اس نے مسکرا کر آنکھ ماری۔ پھر دوڑتی ہوئی باہر چلی گئی۔ میں نے بیٹے کے پاس آکر پوچھا "کیا ہو رہا ہے؟"

"تمام رات حسن و جمال کی ایک لکھ میرے کمرے میں رہی۔ اور میں نے شرافت کی تیج پڑھتے ہوئے صبح کر دی۔ ایسا تو فرشتے کرتے ہیں۔"

"بیٹے! انسان بھی کرتے ہیں۔ تمہارے جیسے قوت ارادی رکھنے والے انسان اب آگے بولو۔"

وہ مجھے رو دھو اتارنے ہوئے کمرے سے باہر آیا۔ پھر بیٹے سے اتر کر میدان کی طرف جانے لگا۔ میدان میں پہنچا تو تمام اسٹوڈنٹس لڑکیاں اور لڑکے اسے تو لے میں دیکھ کر ہنسنے لگے۔ رہنا بھی لڑکیوں کی قطار میں کھڑی رہی تھی ایک گارڈ نے پاس کے سامنے آکر کہا "اچھا تو بچہ لی رات تم نے یوگا کے بہانے میں اتنا کیا تھا۔"

پارسی نے کہا "تمہیں تو اوپر والے نے بنایا ہے۔ میرے بنانے کے لئے تمہیں نہیں چھوڑی۔"

وہ مچھلیوں پر ناؤ دیتے ہوئے بولا "تم بھی ایسے ہی امتحان سے گزر لو گے تب میں تم سے ملتوں گا۔"

ٹریزور ایک اعلیٰ عہدہ دار نے آکر کہا "نیز اسٹوڈنٹس! تم سب نے دیکھا ہے۔ رہنا اس آزمائش میں کامیاب رہی ہے۔"

سب لوگ تائیاں بجانے لگے اعلیٰ عہدہ دار نے کہا "رہنا پچھلی رات کی عمل مددوا لکھ کر ہمارے سامنے پیش کرے گی اس کے بعد اس کی مارکس شیٹ میں دس نمبروں کا اضافہ کر دیا جائے گا۔"

پھر ایک بار تائیاں بچنے لگیں۔ ٹریزور نے کہا "مجھے غرے کر رہنا میری ٹریننگ سے فائدہ اٹھایا ہے۔ آج رات ایسی ہی آزمائش سے کون گزرے گا؟"

اسٹوڈنٹس اپنا اپنا نام پیش کرتے ہوئے ہچکچانے لگے کوئی ناکامی کی صورت میں کوئی کھا کر زخمی نہیں ہونا چاہتا تھا۔ پارسی نے کہا "سرا! آج رات میں اپنے کمرے سے نکلے گا اور صبح دس نمبر حاصل کرے گا۔"

ٹریزور نے اسے گھور کر دیکھا۔ پھر کہا "تم سن رہے ہو۔ تم نے مجھ سے ٹریننگ حاصل نہیں کی ہے۔"

"سرا! کل تمام رات رہنا آپ کی باتیں کرتی رہی اور آپ کی ٹریننگ کے طریقے پتے پتے بتائی رہی۔ میں یہ سب کچھ سننے کے بعد آپ کا شاگرد ہونے کا دعویٰ کرتا ہوں۔ کل صبح آپ کا نام اونچا کر دیا گیا۔"

وہ اپنی تعریف سن کر خوش ہو گیا اس نے پارسی کو اجازت دے دی۔ لپٹی کے بعد رہنا نے قریب آکر کہا "مجھے تمہارا نام معلوم ہو گیا ہے۔ مگر تم نے آج رات آزمائش سے گزرنے کی اجازت لے کر بہت بڑی حماقت کی ہے۔"

پارسی نے پوچھا "تم کون ہو؟"

"میں گواس مت کرو۔ میں بہت پریشان ہوں۔ تمہیں وہ ٹائٹ چوکیدار نہیں چھوڑے گا۔ انتقام لینے کے لئے ضرور تم پر گولی چلائے گا۔"

"تم پریشان کیوں ہو؟ کیا میری گھروالی ہو؟"

وہ اپنے ہاتھ کی طرف جانے لگا۔ اتنے میں دلش پانڈے آگیا۔ اسے تو لے میں دیکھ کر ہنسنے ہوئے بولا "میں آؤں سے تمہاری اور رہنا کی رپورٹ سن کر آ رہا ہوں۔ دیکھ لو میری بیٹی کتنی چالاک ہے۔ تمہارے کپڑے اتروا لے۔"

پارسی نے پانڈے کے کان میں کہا "سوچ سمجھ کر بولا کرو۔ پہلے اس نے آؤں سے تب میرے پٹے تمہاری بیٹی کا لباس اب تک میرے کمرے کے باہر روم میں ہے۔"

وہ تھینپ کر بولا "مجھ سے ایسی باتیں کرتے ہوئے شرم نہیں

آتی؟"

"جواب پورے سینئر والوں کو معلوم ہو چکا ہے اس میں شرم کیسی؟"

"مجاڑا زیادہ باتیں نہ کرو۔ بازار چلو اور خریداری کرو۔"

"کیا تو لے میں چلوں؟"

پانڈے نے اپنی بیٹی کو دکھا۔ وہ پارسی کا لباس پہنے اپنے ہاتھ کی طرف جاری تھی۔ وہ بولا "چلو کسی اسٹوڈنٹ سے لے کر

وہ پانڈے کے ساتھ ہاتھ کی طرف گیا۔ میں اس ٹائٹ گارڈ کے خیالات پڑھنے لگا جس نے میرے بچے کو چھینچ کیا تھا۔ میں نے چھ چوکیداروں کا طریقہ کار کے متعلق معلوم کیا کہ وہ رات کو کس طرح کسی اسٹوڈنٹ کو ڈھونڈ نکالتے ہیں۔ وہ ایسے دو چار مقامات کے بارے میں بھی جانتا تھا۔ جہاں کوئی اسٹوڈنٹ چھپنے کے لئے نہیں جاسکتا تھا۔ میں نے ایسے ہی ایک مقام کے متعلق پارسی کو بتا دیا۔"

وہ پانڈے کے ساتھ وہی شہر دیکر رہا تھا۔ ضرورت کی چیزیں خرید رہا تھا۔ پانڈے کہہ رہا تھا "تم نے حاضر دماغی سے کسی خون خرابے کے بغیر بیکیوں مسافروں کی جائیں پچائی تھیں۔ اس کے انعام میں تمہیں بیس نمبر دئے گئے ہیں۔"

وہ بولا "اس کا مطلب ہے اب مجھے اسی بارکس اور حاصل کرنے ہوں گے۔ کل تک دس نمبر اور مل جائیں گے۔ مجھے بتاؤ زیادہ سے زیادہ مارکس حاصل کرنے کے لئے اور کیا کرنا چاہئے؟"

"اتنی تیزی سے نہ دوڑو۔ منہ کے بل گرو گے۔"

"جہاں گروں گا وہاں سے بھی کچھ لے کر انھوں گا۔ میری فکر نہ کرو۔"

"ٹریننگ سینٹر میں سخت آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ اگر رہنا ناکام ہوتی تو کوئی بھی گارڈ اسے گولی مار دیتا اور وہ اس وقت اسپتال میں ہوتی۔ پھر یہ تو زخمی ہونے کی بات ہے۔ چند آزمائشوں میں جان بھی چلی جاتی ہے۔ اسی لئے خفیہ تنظیم میں بہت ہی کم افراد داخل ہوا کرتے ہیں۔ باقی ناکام ہو کر سینٹر چھوڑ دیتے ہیں۔ ٹریننگ کے دوران کچھ لوگ مر چکے ہیں۔"

"کیا تم مجھے کیا باتیں بنا کر ڈرا رہے ہو؟"

وہ مسکرا کر بولا "یہ ہم اچھی طرح سمجھ گئے ہیں کہ تم ڈرنے اور پیچھے ہٹنے والوں میں سے نہیں ہو۔ جانتے ہو میں نے تنظیم کے خفیہ پتیل میں تمہاری کیا رپورٹ بھیجی ہے؟"

"میں سننا پسند کر رہا ہوں۔"

"میں نے لکھا ہے کہ تمہارے جیسے حاضر دماغ اور فلوئیدی فائزر کو "را" تنظیم کی سیکرٹ سروس میں رکھا جائے۔"

"تنظیم کی سیکرٹ سروس میں کیسی خدمات لی جاتی ہیں؟"

"ان دشمنوں کا سراغ لگایا جاتا ہے جو آئینہ کے سانپ

ہوتے ہیں۔ دوست بن کر رہتے ہیں اور اندر سے جڑیں کاٹنے کی کوششیں کرتے ہیں۔ اسرا نکل سے ہمارے بہترین تعلقات ہیں۔ ہم نے پاکستان کے خلاف جاسوسی کرنے کے لئے ان کی جاسوسی تنظیم "موساد" کو اجازت دی ہے کہ وہ یہاں اپنا خفیہ ادارہ قائم کرے لیکن یہودی قابل اعتماد نہیں ہوتے۔ وہ ہماری کمزوریاں اور اہم راز معلوم کرنے کی دوغلی حرکتیں کر سکتے ہیں۔ ہمارے چند جاسوس ان کی نگرانی کرتے ہیں۔ میں نے پُر زور سفارش کی ہے کہ خفیہ "موساد" کے خلاف جاسوسی کرنے کے مواقع دئے جائیں۔"

"میں پانڈے تم واقعی دوستی کا حق ادا کر رہے ہو۔ کیا ایسے لوگوں کے نام اور پتے بتا سکتے ہو جن کا تعلق موساد سے ہے؟"

"تم پھر تیز دوڑنا چاہتے ہو۔"

"تم ساتھ ہو اس لئے تیز رفتار ہوں۔ گرنے سے پہلے تمہارا ہاتھ تھام لوں۔"

پارسی نے اس انداز میں تعریف کی جیسے اسی کے سارے کارنامے انجام دے رہا ہو۔ اس کا نفسانی اثر ہوا۔ وہ خوش ہو کر بولا "میری کوشش ہوئی کہ تم کبیں ٹھوکر نہ کھاؤ۔ مجھے ایک فیملی پر شبہ ہے۔ میں اس فیملی کے کسی ممبر سے تمہاری ملاقات کراؤں گا۔"

میں نے پانڈے کی سوچ سے اس فیملی کے متعلق معلوم کیا

جب تک وہ پارسی کے لئے کی جانے والی شاپنگ سے فارغ ہوا اور اسے سینٹر کے ہاسٹل میں چھوڑ کر اپنے گھر آیا تو اس وقت تک میں بہت کچھ معلوم کر چکا تھا۔

اس ہیڈ آف ڈی فیملی کا نام شیوچرن تھا۔ چھ برس پہلے اس نے ایک جرمن شیوچرن سے شادی کی تھی۔ وہ یہودی تھی لیکن خود کو عیسائی ظاہر کرتی تھی۔ جب اسے معلوم ہوا کہ شیوچرن ہجرت میں وزارت داخلہ کا ایک اہم عہدہ دار ہے تو وہ اس پر ہزار جان سے عاشق ہو گئی تھی اور اس کی خاطر ہندو دھرم قبول کرنے کو تیار ہو گئی تھی۔ شیوچرن کے لئے یہ فخر کی بات تھی پہلا ایسی چاہنے والیاں کہاں ملتی ہیں؟ وہ تو مقدس سے مل گئی تھی۔ اس لئے اسے بیاہ کر ہندوستان لے آیا۔

دلش پانڈے کو شبہ تھا کہ شیوچرن دوست نماد دشمنوں کا ایجنٹ بن گیا ہے۔ وہ یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ اس کی جرمن بیوی یہودی ہے۔ میں نے پانڈے کے ذریعے شیوچرن کے دماغ میں بیج کر دیے حقیقت معلوم کی۔

پتا چلا ابتدا میں اس کی جرمن بیوی انیکلا اسے خوب شراب پلا کر ہوش کر دیتی تھی۔ وہ نشے میں سرکاری معاملات سے تعلق رکھنے والی باتیں بڑبڑاتا تھا اور یوں ملکی راز فاش ہوتے رہتے تھے۔ لیکن ہوش و حواس میں رہنے کے دوران وہ بڑا دلش بھگت ہوتا تھا۔ اپنے دلش کے خلاف کوئی بات سننا گوارا نہیں کرتا تھا۔

سینس ڈائجسٹ میں شائع ہونے والی سچی کہانیاں

مزا اچھی بیگ کی یادداشتیں

دستِ انتقام

اسیرِ ہوس

شیطانِ صفت

سبزِ قدم

قانونی پیسہ بدگیاں عدالتی کارروائی کے اہم دفعہ و نکات

زنا، زور اور زمین کے تنازعوں سے جنم لینے والے مقدمات

ایک نیا رڈمی ایس بی پی پیشہ وارانہ زندگی کے بے پناہ کیسیوں کی واد

جرم و سزا کی وہ کہانیاں جو انسانی جسم و دھوکے کا آئینہ ہیں

تجربہ کی کتاب: ۳۰۰ روپے، ڈاک خرچ ۱۴ روپے، چاروں کتابیں ایک ساتھ منگوانے پر ڈاک خرچ معاف

کتابیات پبلی کیشنز

پوسٹ بکس نمبر ۲۳۔ رمضان چیمبرز

نورہ دفاتر اخبار جنگ، آئی آئی چند رنگ روڈ، کولمبیا ۱۲۳

انچیلہ بھی سرکاری معاملے پر کوئی بات بھجھتی تو اسے سختی سے کہہ دیتا "خبردار! صرف اپنے معاملات پر متکبر کرو۔ تمہیں میرے دفتری معاملات سے کیا دلچسپی ہے؟"

"مجھے کیوں دلچسپی ہوگی؟ میں تو یہ سمجھتا چاہتی ہوں کہ آپ ایسا کیا کام کرتے ہیں کہ تھک جاتے ہیں۔ کبھی پریشان بھی نظر آتے ہیں کیا آپ کی پریشانی میری پریشانی نہیں ہے؟"

"بے شک ہے۔ لیکن سرکاری پریشانی تمہاری نہیں میری ہے۔"

شیوچرن واقعی محب وطن تھا۔ اس کی حب الوطنی کے باعث بہت سی باتیں معلوم نہیں ہو سکتی تھیں۔ نئے میں پوری طرح بول نہیں پاتا تھا۔ اس سے خاطر خواہ معلومات حاصل کرنا ممکن نہیں رہتا تھا۔ کچھ عرصہ بعد اسرائیلی حکومت کو ٹیلی جمنی جانے والی ایلا مل گئی۔ ایلا نے شیوچرن کی آواز سنی اس پر غریبی عمل کر کے یہ بات ذہن میں نقش کر دی کہ وہ ہر رات خیر سرکاری باتیں نیند میں بزدلایا کرے گا۔ دوسری بات یہ نقش کر دی کہ جرمی سے اس کی ایک نوجوان سالی ایلا جون آرہی ہے۔ وہ ایلا کی دوستی را سٹیم کے کپٹن رنجیت سے کرانے لگا۔ شیوچرن اور کپٹن رنجیت بچپن کے دوست تھے اور ایلا نے شیوچرن کے خیالات سے معلوم کر لیا تھا کہ رنجیت حسن پرست ہے۔ شاپ کے ساتھ شراب کا بھی پیا سارہتا ہے لیکن بہت محتاط رہ کر کسی حینہ سے دوستی کرنا ہے اور یہ کسی کو نہیں بتاتا کہ اس کا تعلق ایک بہت سی خفیہ تنظیم سے ہے۔

دو ماہ پہلے ایلا بھارت آئی تھی۔ بہانہ یہ تھا کہ ہندوستانی کلچر کتاب لکھنے آئی ہے۔ کپٹن رنجیت اس حینہ پر مرہٹا تھا۔ خینہ جاتی تھی کہ سرو کس طرح دیوانہ بنایا جاتا ہے۔ وہ اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دیتی تھی "باتی بدن چرا لیتی تھی۔ ایسے میں ایلا نے اس پر عمل کیا تھا اور غریبی عمل کے ذریعے ایلا کا تاجدار عاشق بنادیا تھا۔

میں نے پارس کو یہ تمام باتیں تفصیل سے بتادیں۔ اس نے کہا "شکر ہے پاپا! آج رات ہاشل کی آزمائش سے گزر کر کل شیوچرن اور رنجیت سے منٹ لوں گا۔"

زیٹنگ سینٹر میں تمام دن طرح طرح کی مشقیں کرائی جاتی تھیں کچھ اسٹوڈنٹ فائٹنگ اور فائٹنگ کی زیٹنگ حاصل کرتے تھے لیکن زیادہ تر پیچیدہ معاملات کو سمجھنے اور سلجھانے کی عملی کوششیں کرائی جاتی تھیں۔ حاضر دماغی کی مشقوں میں کتنے ہی اسٹوڈنٹس ناکام رہتے تھے اور سینٹر سے نکال دئے جاتے تھے۔

سینٹر کے ایک حصہ میں کئی دلوٹ ایک دوسرے کے سامنے دو قطاروں میں کھڑے ہوتے تھے ان کے دونوں ہاتھوں میں ڈنڈے تھے۔ ایک ٹھن آن کرتے ہی تمام دلوٹ کے اوپر نیچے ڈنڈے یوں چلاتے تھے کہ ان کے درمیان سے کوئی گزر نہیں سکتا تھا۔ نیز نے ایک نوجوان سے کہا "ان کے درمیان سے ڈنڈوں کی مار کھائے بغیر

گزر جاؤ۔"

ڈنڈے تو چلتے ہی رہے۔ وہ ایک دلوٹ کو دوکنا تو دوسرے دلوٹ کے ڈنڈے پر پڑے۔ نوجوان توڑی دیر سوچنے کے بعد دو لائے ہائس لے آیا۔ اس نے ایک قطار میں کھڑے ہوئے سات دلوٹ کے ہاتھوں سے اس طرح ہائس کو گزارا کہ ان کے چوہ ہاتھ ڈنڈے چلاتے وقت ہائس کی وجہ سے رکنے لگے۔ اس نے دوسری قطار کے دلوٹ کے ہاتھوں کو بھی دوسرے ہائس کے ذریعے روک دیا۔

تمام اسٹوڈنٹس اس کی ذہانت کی داد دیتے ہوئے تائیاں بجانے لگے۔ وہ نوجوان فخر انداز میں دلوٹ کے درمیان آیا۔ پھر پیچھے ہی گزرنے کے لئے قدم بڑھایا ان دلوٹ کے فولادی ہاتھوں کے درمیان دونوں ہائس ٹوٹنے لگے۔ نوجوان کے سر اور بدن پر ڈنڈے پڑنے لگے۔ وہ چٹا ہونے لگا کہ کوششیں کرنا قطار کے دوسرے سرے سے باہر آیا تو غاصا زخمی ہو چکا تھا۔

نیز نے رمانے سے کہا "تم جاؤ۔"

وہ بڑی دیر سے دلوٹ کے ہاتھوں کی حرکتوں کا مطالعہ کرتی رہی تھی۔ ان کے ہاتھوں کے ڈنڈے اوپر سے نیچے حرکت کرتے تھے لیکن گھنٹیوں سے نیچے نہیں جاتے تھے۔ وہ دلوٹ کے قریب آکر ان کے قدموں میں لیٹ گئی پھر دونوں کنبیوں کے بل رہ گئی ہوئی دو قطاروں کے درمیان سے گزرنے لگی۔ ڈنڈے تیزی سے چل رہے تھے لیکن اس کے جسم تک نہیں پہنچ رہے تھے۔ وہ سانس روکے رہتی جاری تھی۔ ہر لمحہ میں معلوم ہوتا تھا کہ اب ڈنڈے پڑنے ہی والے ہیں۔ آخری دلوٹ کے ہائس سے گزرتے وقت اس کا پاؤں ایک دلوٹ سے ٹکرایا تو وہ دلوٹ دوسرے دلوٹ سے ٹکرایا۔ وہ ہر کسی طرف سے بھٹکنے کے باعث ڈنڈوں کی حرکت سبھی ہو گئی آخری دو دلوٹ نے رمانا کی پٹائی کر دی۔ وہ فوراً ہی غلابا زیاں کھا کر ان کے درمیان سے نکل آئی۔

سب لوگ تائیاں بجانے لگے۔ وہ بڑی حد تک کامیاب ہوئی تھی اس نے ذہانت کا ثبوت دیا تھا۔ صرف ذرا سی غفلت سے مار کھائی تھی۔ نیز نے کہا "ایک اسٹوڈنٹ جو طریقہ آزمائے گا وہی طریقہ دوسرا اختیار نہیں کرے گا۔ اب جو اسٹوڈنٹ آئے گا وہ اپنی ذہانت سے اپنی تدبیر آزمائے گا۔"

رمانے مگر اکر پارس کو دیکھا پھر نیز سے کہا "میرے انکل کہہ رہے تھے تمہاری کھوپڑی میں بہت بڑا بھجھا ہے۔ اس سے کہ اپنی کھوپڑی آزمائے۔"

نیز نے پوچھا "کیا خیال ہے تمہارا ایک لڑکی چٹخ کر رہی ہے؟" پارس نے کہا "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ بے جان دلوٹس کے درمیان سے گزرنے کے لیے غیر معمولی ذہانت کیوں ضروری ہے۔ ایک معمولی عقل کا آدمی بھی ان کے درمیان سے گزر سکتا ہے۔"

رمانے نے کہا "لیکچر دو۔ گزر کر دکھاؤ۔"

پارس نے تمام اسٹوڈنٹس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "دوستو! تربیت حاصل کرتے وقت آنکھوں کے ساتھ ذہن کو بھی بیدار رکھو۔ ابھی توڑی دیر پہلے تم آنکھوں سے دیکھ چکے ہو کہ کس طرح ان دلوٹ پر غائب آسکتے ہو۔"

ایک نے کہا "رمانا کی تدبیر دوبارہ آزمائے کی اجازت نہیں ہے۔"

پارس نے کہا "میں لڑکیوں کی تدبیر نہیں آزماتا۔ بلکہ ان کی حماقتوں سے عقل سیکھتا ہوں۔"

وہ دلوٹس کے قریب جا کر بولا "نیز صاحب کا حکم ہے کہ ہم ان کے درمیان سے گزریں خواہ ڈنڈوں کے نیچے سے گزریں یا دلوٹس کی کھوپڑیوں پر سے چلتے ہوئے جائیں۔ ہمیں بس پارس سے اس پار جانا ہے۔"

نیز نے کہا "ہاں کسی طرح بھی جاؤ۔ محروم قطاروں کے درمیان سے گزرتے جاؤ۔"

پارس نے کہا "میں بھی تم لوگوں نے دیکھا تھا۔ رمانا کا پاؤں ایک دلوٹ کے ہائس سے ٹکرایا تھا اور یہ دلوٹس اپنی جگہ قائم نہیں رہے ایک دوسرے سے ٹکرا کر بھٹکتے چلے گئے۔"

اس نے ایک دلوٹ کے ہائس میں ٹھوکر ماری۔ وہ ہر کسی طرف سے بھٹکتا ہوا دوسرے دلوٹ سے ٹکرایا۔ دوسرا بھی بھٹکتے لگا۔ پارس نے دوسری قطار کے دلوٹ کو بھی ٹھوکر ماری۔ اس قطار کے دلوٹس بھی ایک دوسرے سے ٹکرا کر بھٹکتے لگے۔ ایک منٹ کے اندر ہی تمام دلوٹس ایک دوسرے کے سامنے جمدے میں تھے ان کے ڈنڈے چل رہے تھے۔ پارس جس ڈنڈے پر پیر رکھتا تھا وہ ڈنڈا راک جاتا تھا۔ پھر دوسرے پیر تیرے ڈنڈوں پر چلتا جا رہا تھا۔ پیچھے گزرنے والے ڈنڈے پھر حرکت میں آگئے تھے لیکن پارس آگے نکلا جا رہا تھا۔

سب لوگ تائیاں بجانے لگے۔ رمانا جینپ ری تھی۔ ایک نوجوان کہہ رہا تھا "واقعی نہیں لڑکیوں کی غفلت یا حماقت سے سبق حاصل کرتے رہنا چاہئے۔ حماقہ کی ہے۔"

دوسرے نے کہا "پوری مروجائی کی ہے۔"

رمانے نے پارس کے قریب آکر کہا "تم سمجھ رہے ہو گے؟ میں تمہیں ڈنڈوں کی مار کھانا چاہتی تھی۔ سوچ تو یہ ہے کہ تمہاری بے بے کار کرنا چاہتی تھی۔ دیکھو کیسی تعریف اور واہ وا ہو رہی ہے۔"

وہ منہ پھیر کر جانے لگا۔ وہ پیچھے پیچھے آتے ہوئے بولی "مروہو کر عورت کی طرح غصے کیوں دکھاتے ہو؟ دوستی کرو۔"

ایک سپاہی نے آکر کہا "تم دونوں کو دفتر میں طلب کیا گیا ہے۔"

وہ پارس کے ساتھ دفتر کی طرف چلتی ہوئی بولی "دوستی کر رہے

ہو؟"

"دوستی کا مطلب ہے کچھ لینا اور کچھ دینا۔ میں تمہارا احسان لینا نہیں چاہتا۔ تم سے کوئی تعاون نہیں چاہتا۔ پھر دوستی کا فائدہ؟"

"انسان کو انسان سے قائمہ پہنچنا ہی ہے۔ میں کبھی تو کسی کام آؤں گی۔"

"تم میرے کسی کام نہیں آؤ گی۔"

"اے رمانا! سمجھ کر ہی مجھے جیب میں رکھ لو۔ تاک چومجھے کے کام آؤں گی۔"

پارس کو ہنسی آگئی۔ وہ چلتے چلتے رک گیا۔ رمانے ہنکراتے ہوئے دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔ وہ ہاتھ تمام کر آگے بڑھ گیا۔ دفتر میں تنظیم کے دو اعلیٰ عہدیدار بیٹھے ہوئے تھے۔ دیش پانڈے بھی موجود تھا۔ ایک نے پارس اور رمانا کو بیٹھنے کی اجازت دی۔ پھر کہا "حماد تم نے حیارے کے سیکڑوں مسافروں کی جانیں بچا کر بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ تمہیں اس سلسلے میں میں بھر دئے گئے ہیں۔"

پارس نے کہا "فینک لاسرا"

دوسرے عہدیدار نے کہا "پچھلی رات رمانا ایک جاسوس کی طرح چھپنے میں کامیاب رہی ہے لیکن اس کامیابی میں تمہاری ذہانت ہے۔ اس زیٹنگ سینٹر میں ذہانت اور حاضر دماغی کو اہمیت دی جاتی ہے۔ تم نے کرے کا دو ماہ کھول کر اور چوکت پر یوگا کا مظاہرہ کرتے ہوئے تلاش لینے والوں کو بھٹکا دیا۔ رمانا کو جو س نمبر ملے والے تھے اس میں سے پانچ نمبر تمہیں دئے جاتے ہیں۔"

وہ مگر اکر بولی "میرے پانچ نمبر کتنے گئے پھر بھی خوش ہوں۔ حماد کو اس کا حق مل رہا ہے۔"

دیش پانڈے نے کہا "شام کے چہ بیچنے والے ہیں اور حماد آج تمہیں ایک جاسوس کی طرح چھپنا اور چھپناٹ کا ڈنڈا کو ڈانچ دینا ہے۔ مجھے تمہاری کامیابی کی امید ہے۔ اب جا سکتے ہو۔"

رمانا دفتر کے باہر آکر بولی "مجھے ذرا لگ رہا ہے۔ ایک ٹائٹ گاڑو تم سے فار کھا رہا ہے۔ اگر تم رات کو نظر آگئے تو وہ تمہیں ضرور گولی مار دے گا۔"

"تم ایسے زیٹنگ سینٹر میں ہو جہاں کسی وقت بھی جان جا سکتی ہے پھر جان جانے کا خوف کیوں ہے؟"

"میں بزدل نہیں ہوں۔ اپنی جان کی بازی لگا سکتی ہوں۔ مگر تمہارے لئے ڈنڈی ہوں۔ تمہیں بہت زیادہ پسند کرتی ہوں۔ تم بہت اچھے ہو۔ بہت سی باتیں ہو۔"

"میں کل صبح اچھی حالت میں لوں گا۔ کل نہ کرو۔"

ہاشل کے پاس آکر ان کے واسطے بدل گئے۔ انہوں نے مصافحہ کیا۔ رمانے مضبوطی سے اس کا ہاتھ تمام لایا جیسے چھوڑنا نہ چاہتی ہو۔ اس نے کہا "میرا بس چلے تو آج رات تمہیں اپنے

گھر میں چھپا ہوا لیکن نائٹ گارڈز سب سے زیادہ میرے ہی کمرے کی تلاشی لیں گے۔
 ”ہاں وہ تمہارے دروازے پر جم کر بیٹھ جائیں گے اور ان کی ایسی ہی طاقتوں سے مجھے فائدہ پہنچے گا۔ اچھا اب جاؤ۔“ شہ راتری (شب تیر)

وہ اپنے ہاسٹل کی طرف چلا گیا۔ رنما اسے جاتے ہوئے دیکھتی رہی۔ جب وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا تو وہ اپنے کمرے میں آگئی۔ لیکن کمرے میں دل نہیں لگ رہا تھا۔ شام کے سامنے کمرے ہو کر شب میں تبدیل ہو رہے تھے۔ ہاسٹل کے ڈانگ ہال میں جا کر کچھ کھانے کو بیٹھ گئی تھیں۔ چاہتا تھا۔ ایک طرح کی بے چینی اور گھبراہٹ سی تھی کہ پتا نہیں محلو کے ساتھ کیا ہوگا؟
 ڈیڑھ گھنٹے کے بعد نائٹ گارڈز نے سونے کا وقت ظاہر کرنے کے لئے گھنٹی بجائی۔ اس گھنٹی کے بعد کسی کو کمرے سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں تھی۔ باہر قدم رکھنے والا اپتال پیچ جاتا تھا۔
 رات کے دس بجے وہ چھ گارڈز ہاسٹل کے پردوازے کے سامنے سے گزرتے ہوئے گئے جارہے تھے۔ ”معاذ اپنے کمرے میں نہیں ہے۔ اگر کسی نے اسے چھپایا تو باہر نکال دے۔ ورنہ آدھی رات کے بعد ہر کمرے کی تلاشی لی جائے گی۔ اپنی نیندیں حرام کرنے سے بہتر ہے کہ اسے ہمارے سامنے پیش کر دو۔“
 رنما کی بے قراری اور بڑھ گئی۔ یہ جذبی سر اٹھا رہا تھا کہ کمرے سے نکل اس کے پاس چل جائے اس کے ساتھ جھپٹی پھرے اور گولی لگے تو دونوں کو لگے۔ پھر یہ خیال آتا تھا کہ محبت کرنے والے بچے دھماکے سے بندھے چلے آتے ہیں۔ محاذ اس کے کمرے میں آیا اس کے آچل میں جھپٹے ضرور آئے گا۔

وہ نہیں آیا۔ آدھی رات کے بعد چیکنگ شروع ہوئی۔ جو نائٹ گارڈز پاس کے لئے بغض اور کینہ رکھتا تھا اس نے رنما کے کمرے کی اچھی طرح تلاشی لی۔ تمام سامان الٹ پلٹ کر رکھ دیا۔ رنما نے کہا ”میرا بس مجھے دیکھ لو شاید اس کے اندر ہو۔“
 ”بوشٹ اپ یہ میری ڈیوٹی ہے۔“
 ”ڈیوٹی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم اپنی اور تھیلے میں ہاتھ ڈال کر دیکھو۔ اتنا بڑا آدمی تھیلے میں ہوگا؟“

وہ غصے سے بڑبڑاتا ہوا چلا گیا۔ رنما نے دروازے کو بند کر دیا۔ مگر چٹنی نہیں لگائی۔ دل کہہ رہا تھا وہ جیسے جیسے اوجھڑے گا۔ تمام نائٹ گارڈز کی پریشانی اور جھڑپا ہٹ تباری تھی کہ وہ نظر نہیں آ رہا ہے۔ انہوں نے سینٹر کی عمارت اور دونوں ہاسٹل کی عمارت اور دونوں ہاسٹل کا کونا کونا جاننا مارا تھا۔ گارڈز اور بھائیوں میں ڈھونڈ لیا تھا۔ پانچ بجے وہ چھ گارڈز ایک جگہ جمع ہوئے۔ ایک نے کہا ”تجربہ ہے۔ وہ یہاں نیا آیا ہے۔ ہم سے زیادہ اس جگہ کو نہیں جانتا ہے لیکن اب جگہ چھپا ہوا ہے کہ ہم وہاں تک نہیں پہنچ رہے ہیں۔“

دوسرے نے کہا ”یہ لگتا ہے کہ وہ جاو جا رہا ہے۔“
 تیسرے نے کہا ”مختل باتیں نہ کرو۔ کیا رنما بھی جاو جانی تھی۔ کل اسے بھی ہم تلاش کرنے میں ناکام رہے تھے۔“
 ”وہ کسی چالاکی سے ہمیں الٹا رہا ہے۔“

ایک نے ہنسی بجا کے کہا ”ہم نے اپنے گھر کی تلاشی نہیں لی ہے۔ بہت مت مکار ہے ہم میں سے کسی کے گھر میں چھپ سکتا ہے۔“
 سب نے تائید کی کہ ایسا ہو سکتا ہے۔ سینٹر کی عمارت کے پیچھے بارہ نائٹ آؤڈز گارڈز کے لئے کوارٹر بنائے گئے تھے وہ اپنی مختصر فیلڈ کے ساتھ وہاں رہتے تھے۔ پارس پر جھٹلائے چوکیدار نے کہا ”وہ میرے گھر میں کھس نہیں گئے گا۔ میں نے اپنی جو دوسے کہہ دیا تھا کہ میں بھی دروازے پر آکر آواز دوں تو ہرگز نہ کھولتا۔ وہ مکار میری آواز بنا کر دروازہ کھولا سکتا ہے اور میری جو دوسے کو دھکی دے کہ چھپ سکتا ہے۔“

دوسرے نے کہا ”دیوے میں سے بھی اپنے گھروالوں کو سمجھا دیا تھا پھر بھی ہمیں چپک کرنا چاہئے۔“
 وہ سب اپنے اپنے.... کوارٹرز میں گئے اور ان چھ گارڈز کے کوارٹرز میں بھی گئے چون کہ ڈیوٹی کرتے تھے اور راتوں کو سوتے تھے۔ جس گارڈز نے اپنی بیوی کو چھٹی سے تائید کی تھی کہ دروازہ نہ کھولے۔ وہ اپنی بیوی کی آواز سن کر بھی نہیں کھول رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا ”اے بھلی باس! میں تمہارا ہی ہوں۔“
 آخر وہ دروازہ کھول کر بولی ”اے بی! تم نے ہی کہا تھا کہ تمہاری آواز پر بھی نہ کھولوں۔ پھر کیوں اپنی باتیں منواتے ہو۔“
 اس نے اندر آکر چاروں طرف دیکھتے ہوئے پوچھا ”کوئی آیا تھا؟“

وہ دوسرے کمرے میں گیا۔ وہاں پارس سو رہا تھا۔ لیکن اسے نظر نہیں آیا۔ میں نے گارڈ کو غائب دماغ کر دیا تھا۔ پارس کی طرف سے پلٹا کر پھر حاضر رہا گیا۔ وہ وہاں سے پہلے کمرے میں آیا۔ پھر بیوی سے بولا ”دروازہ بند کرلو۔ چھ بجے سے پہلے نہ کھولنا۔“

وہ باہر چلا گیا۔ چھ بجنے والے تھے۔ اس کی گھروالی صبح اٹھان کر کے پوچھا کہ نے کی عادی تھی۔ وہ غسل خانے میں چلی گئی۔ ٹھیک چھ بجے لیٹی کے لئے گھنٹی بجنے لگی تو پارس ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں آیا پھر دروازہ کھول کر دوڑنا ہوا لیٹی کوارٹر میں پہنچ گیا۔ تمام اسٹوڈنٹس تالیاں بجانے لگے۔ رنما خوشی کے مارے دوڑتی ہوئی آکر پلٹ گئی ”وہ آئی لیو۔ پورے دو سو رنفل۔ تم رٹلی فنڈ سنگ ہو۔“

پارس نے سر جھکا کر کان میں کہا ”یہ بندہ ہم نہیں ہے۔“
 وہ الگ ہو کر بولی ”میں ہے تو کیا ہو! میں ڈنکے کی چوٹ پر ساری دنیا سے بولوں گی کہ تم میرے ہیرو ہو۔“
 نرسز نے آکر اس کی چیخے چیکتے ہوئے کہا ”تم بہت اچھے

جارہے ہو۔ بہت ترقی کرو گے۔“ پچھلی رات کی رپورٹ لکھ کر دفتر میں پہنچاؤ۔ شاہین۔“
 لیٹی کے بعد رنما نے کہا ”میں ساری رات تمہارے لئے جاگتی رہی۔“
 ”اور میں ساری رات راجو گارڈ کے کوارٹر میں آرام سے سو رہا۔ وہ ایک بار اپنے گھر کی بھی تلاشی لینے آیا تھا۔“
 ”پھر کیا ہوا؟“

”میں چھت والے پچھے پر بیٹھا تھا۔ اس نے پورے کوارٹر کا ہر گوشہ دیکھا لیکن سر اٹھا کر نہیں دیکھا۔“
 ”وہ ہنسنے لگی پارس نے کہا ”اب جا کر سو جاؤ۔ ہم ایک بجے کھانے کے بعد کھوٹے جائیں گے۔“
 ”اجازت نہیں ملے گی۔“
 ”میں نے تمہارے اکل سے کہہ دیا ہے۔ ہمیں شام تک چھٹی مل جائے گی۔“

اچانک فائینگ کی آواز کے ساتھ ایک گولی سنائی ہوئی ان کے درمیان سے گزر گئی۔ پارس رنما کو کھینچتا ہوا دیوار کی آڑ میں چلا گیا۔ راجو گارڈ کہہ رہا تھا ”میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ تم نے میری جو روکے ساتھ رات گزار دی ہے۔“
 ”دوسرا گارڈ اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہہ رہا تھا ”راجو! یہ کیا حرکت ہے؟ کیا تمہاری پٹائی پر لگتا ہے۔“
 وہ اپنے ساتھی چوکیدار کو نشانے پر رکھ کر بولا ”خبردار! میرے نزدیک نہ آنا۔ میرے سر پر خون سوار ہے۔“
 ”بھئی تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ تمہاری بیوی کے پاس رات بھر تھا۔“

”میری عورت نے کہا ہے کہ وہ غسل خانے میں تھی تو کوئی دروازہ کھول کر باہر چلا گیا۔“
 ”کیا تمہاری عورت نے اسے دیکھا تھا۔“
 ”نہیں دیکھا تھا۔“
 ”پھر تو اس نے تمہاری جو روکے ساتھ رات نہیں گزار دی۔“
 ”میں گزار دی تو وہ اندر کیسے پہنچا ہوا تھا۔ اندر سے بند رہنے والے دروازے کو کھول کر باہر گیا تھا۔“
 ”تم دفتر میں رپورٹ کرو۔“

”میں پہلے اس کو لیٹا ہوا پھر رپورٹ کروں گا۔“
 اتنی دیر میں پارس پہلی منزل پر پہنچ گیا تھا۔ اس نے اوپر سے اس پر چھلانگ لگائی۔ اس کے ہاتھ سے کن نکل گئی۔ دونوں زمین پر گرے پھر پارس نے تابوڑ ڈھکونے جاتے ہوئے اسے زمین پر سے اٹھایا۔ اس کے بعد دونوں ہاتھوں پر اٹھا کر اپنے سر سے بلند کرتے ہوئے دور پیچیدہ دیا۔

نرسز اور دوسرے گارڈز آگئے تھے۔ انہوں نے راجو گارڈ کو حراست میں لے لیا۔ سینٹر کے اچانچان نے پارس سے پچھلی رات

کی روداد اپنی سر پر کما ”راجو! ایک جاسوس چھپنے کے لئے کسی بھی جگہ جا سکتا ہے۔ تمہاری غفلت نے تمہاری بیوی کی بے پروائی سے محاذ کو تمہارے ہاں چھپنے کا موقع مل گیا۔ وہ میرے گھر میں بھی چھپتا اور بعد میں مجھے معلوم ہوا تو میں ڈینگ سینٹر کے قواعد کے مطابق اعتراض نہ کرتا۔ تم نے کوئی چلا کر محاذ کو قتل کرنے کی کوشش کی۔ جس میں ملازمت سے برائت کیا جاتا ہے۔ حکیم کی طرف سے تم پر مقدمہ چلے گا۔ اسے لے جاؤ۔“

دوسرے گارڈز اسے وہاں سے لے گئے۔ دیش پانڈے نے ایک درخواست دی تھی کہ وہ محاذ اور رنما کو ایک خفیہ مشن کے لئے لے جا رہا ہے۔ اس سلسلے میں انہیں جو ہیں گھنٹے کے پہلے چھٹی دے دی گئی۔

رنما نے دن کے بارہ بجے تک نیند پوری کی۔ پارس دیش پانڈے کے ساتھ بیٹھا انجیلہ اور ایلا کو بے نقاب کرنے کے پروگرام بناتا رہا۔ پھر وہ ایک بجے رنما کے ساتھ ڈینگ سینٹر کے احاطے سے باہر آیا۔

دیش پانڈے ڈرائیو کرتے ہوئے بولا ”معاذ! میں دوری سے شیو چرن کی کوٹھی دکھاؤں گا۔ فون نمبر نہیں بتا چکا ہوں۔ یہ گاڑی بھی تمہیں دے جاؤں گا۔ تم فون کے ذریعے مجھ سے رابطہ رکھنا۔“
 اس نے نکات سرکس میں سوک کے کنارے گاڑی روک دی۔ دور ایک کوٹھی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ”وہ جو لال اینڈوں والی کوٹھی ہے اس میں شیو چرن اپنی بیوی انجیلہ اور سالی ایلا کے ساتھ رہتا ہے۔ کینٹن رنجیٹ ہر رات یہاں شراب پیتے اور ایلا سے عشق فرماتے آتے ہیں۔“

اس نے کوٹھی کی نشان دہی کر کے کارڈ دوسرے راستے پر موڑ لی۔ ایسے وقت میں شیو چرن کی بیوی انجیلہ کے دماغ میں ایلا کی باتیں سن رہا تھا۔ وہ کہہ رہی تھی ”انجیلہ! بندوستانی جاسوس تم پر شبہ کر رہے ہیں۔ ان کی نظرس تمہاری بہن ایلا پر بھی ہیں۔“
 ”کیا تم ہمارے دشمنوں کے دماغوں میں جاری ہو؟“

”ابھی تک موقع نہیں ملا ہے۔ وہ جاسوس تمہارے قریب آنے والے ہیں۔ پھر تمہارے ذریعے میں انہیں قابو میں کروں گی۔“
 ”وہ کون لوگ ہیں؟ نام اور حلیہ بتا سکتی ہو؟“

”صرف ایک دیش پانڈے کو پوچھا گیا ہے۔ ہمارے موساد کے جاسوس نے مجھے بتایا ہے۔ دیش پانڈے ڈینگ سینٹر میں ایک نوجوان لڑکی اور لڑکے کو اپنی کار میں بٹھا کر تمہارے علاقے میں آیا تھا۔ تمہاری کوٹھی سے ذرا فاصلے پر اپنی کار روکی تھی اور کوٹھی کی طرف دیکھتے ہوئے اس نوجوان سے کہہ رہا تھا۔ پھر وہ وہاں سے ڈرائیو کرتا ہوا اپنے گھر گیا۔ اور کار سے اتر گیا۔ وہ نوجوان اس لڑکی کے ساتھ کار میں کہیں گیا ہے۔ ہمارا جاسوس اس کے تعاقب میں ہے۔“

انچیلے نے کہا "مگر ہمارا جاسوس اس نوجوان سے گفتگو کرے اور ہمیں اس کی آواز سنانے تو تم اس کی کھوپڑی گھما سکتی ہو؟"

"پہلے یقین کرنا ہوگا کہ وہ نوجوان یوگا کا ماہر نہیں ہے۔" ٹرننگ سینٹر میں بیٹھنا یوگا کی مشقیں کرائی جاتی ہوں گی۔

انچیلے نے کہا "ہمارا ایک جاسوس اس ٹرننگ سینٹر میں نائٹ گارڈز میں رہتا ہے۔ اس کا نام دھرم راج ہے اور گارڈز کلاتا ہے۔ میں ابھی اسے فون پر ملائی ہوں۔ وہ سینٹر میں بیٹھ کر اس سلسلے میں کھل کبات نہیں کر سکے گا۔ تم اس کے خیالات پڑھ سکو گی۔"

انچیلے نے سینٹر کے دفتر میں فون کیا۔ انچان نے پوچھا "کس سے بات کرنا چاہتی ہو؟"

"میں دھرم راج نائٹ گارڈ کی بہن بول رہی ہوں۔ بھائی سے میری بات کرادیں۔"

"آپ بول رہی ہیں۔"

انچان نے چڑی سے کہا "راج نائٹ چوکیدار کو بلاؤ اس کا فون ہے۔"

چڑی اس نے کہا "جی صاحب! ابھی ملتا ہوں۔"

اپنا انچان کو چھوڑ کر چڑی کے پاس آئی۔ چڑی اس نے کوارٹس میں آکر کہا "راج بھائی! آپ کا فون ہے؟"

"کس نے فون کیا ہے؟"

"یہ تو میں نے نہیں پوچھا۔"

دھرم راج نے کہا "مگر وہ۔۔۔ میں کوارٹس میں نہیں ہوں۔ خواہ مخواہ فون سننے اتنی دور دفتر میں جانا ہوتا ہے۔ تم لوگوں کو پوچھنا چاہئے کہ فون پر کون بلا رہا ہے۔"

چڑی چلا گیا۔ "انچیلے رسیور رکھ دو۔ میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ دھرم راج کے پاس آئی۔ اس کے خیالات نے بتایا۔ آج حمار نامی ایک نوجوان کو وہ غصہ میں قتل کرنا چاہتا تھا۔ اسے ملازمت سے نکال دینے کی دھمکی دی گئی تھی۔ اس پر اقدام قتل کا مقدمہ چلایا جانے والا تھا لیکن خفیہ تنظیم کے چند بھوں نے اسے وارننگ دے کر ملازمت بحال کی تھی اس کی سچل خدمات کے سلسلے میں اسے معاف کیا گیا تھا۔

الپا نے اس کے اندر سوچ پیدا کی "کیا یہاں کے اسٹوڈنٹس یوگا کے ماہر ہیں۔"

"سب نہیں ہیں۔ اس کی مشقیں کرتے ہیں۔ کچھ کا سیاب رہتے ہیں کچھ کچے نہ جاتے ہیں۔"

الپا نے اسے دیش پانڈے کے متعلق سوچنے پر مجبور کیا۔ وہ سوچنے لگا "پانڈے خفیہ تنظیم کا کوئی بہت بڑا عہدیدار ہے۔ اب تک بتائیں چلا کر کیا ہے؟ وہ حمار کا ساتھی ہے۔"

"یہ حمار کون ہے؟"

وہ جواب سوچنے لگا "ایک رنکھوت ہے۔ بہت سمجھ دار بہت حاضر دماغ ہے۔ دوسروں کو بڑی آسانی سے الوداعا ہے۔ یہاں کی

آزاد کشیں اتنی سخت اور جان لیوا ہوتی ہیں کہ کالیانی کا ایک نمبر حاصل کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس نے صرف چھپتیں گھنٹوں میں ہفتیس نمبر حاصل کئے ہیں۔"

الپا نے اس کی سوچ میں کہا "وہ اس قدر ذہین ہے۔ شاید اسی لئے دیش پانڈے اس کی حمایت کرتا ہے۔ شاید اسی جوان کو آج سینٹر سے باہر لے گیا ہے۔"

"ہاں حمار اور رتنا کو چوبیس گھنٹوں کی خصوصی چھٹی دی گئی ہے۔ مجھے یقین ہے وہ آج پھر کوئی کارنامہ ایسا کرے گا کہ اس کے نمبر بڑھ جائیں۔ یہاں آنے والے دو برس کی ٹرننگ کے بعد کا سیاب ہو کر جاتے ہیں۔ حمار کی تیز رفتاری تمہاری ہے کہ وہ دو ہفتے ہی میں تمام امتحانات پاس کر لے گا۔"

الپا نے انچیلے کے پاس آکر کہا "جس نوجوان کو تم دونوں بھوں کے پیچھے لگایا جا رہا ہے اس کا نام حمار ہے۔ وہ بہت شاطر ہے۔ اگر وہ یوگا کا ماہر ہوگا تو میرے پیچھے ہی سانس روک لے گا۔ پھر حمار ہو جائے گا۔ اسے غفلت میں مارو۔ ایلا سے کہو اس سے دوستی کرے اور اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کرے۔ پھر میں اس سے نمٹ لوں گی۔"

"ٹھیک ہے۔ میں انتظار کرتی ہوں کہ وہ ہمارے قریب آنے کے لئے کسی چالیں چلتا ہے۔ پھر میں ان چالوں کا توڑ کروں گی۔"

اس نے اپنی بہن ایلا کو یہ باتیں بتائیں۔ ایلا نے فون کے ذریعے کیپٹن رنجیت سے رابطہ کیا۔ پھر کہا "ہیلو کیپٹن!"

دوسری طرف سے آواز آئی "کب تک مجھے فیروں کی طرح کیپٹن کبھی روگی؟ رنجیت کہہ کر مخاطب کرو۔ ڈال رنگ! اپنا رنجیت۔"

"کیسے اپنا کسوں۔ ہمارے درمیان ظالم سماج ہے۔"

وہ ہنسنے ہوئے بولا "ظالم سماج تو ظلموں میں ہوتا ہے۔ تم کب تک مٹاتی رہو گی۔"

میں نے تو جوتھا آج تمہاری ہو جاؤں گی۔ لیکن۔۔۔"

"لیکن کیا؟"

"کچھ ایسی بات ہے کہ میں فون پر نہیں کہہ سکتی۔"

"تمہارے گھر آ جاؤ؟"

"مگر آنا مناسب نہیں ہے۔ گاندھی پارک میں ملو۔"

"تم پارک کے رستوران میں پہنچو۔ میں ابھی آ رہا ہوں۔"

ایلا نے رسیور رکھ کر کہا "مگر حمار ہماری ناک میں ہے تو میرے باہر نکلتے ہی پیچھا کرے گا۔ مس الپا! تم ہمارے جاسوسوں سے کہہ دو وہ حمار پر نظر رکھیں۔ کوئی ضروری تو نہیں کہ اسے اعصابی کمزوری کی دوا دی جائے۔ ہمارے آدمی اسے دشمنی کر کے تمہیں اس کے دماغ میں پہنچائے ہیں۔"

الپا نے کہا "ایسا ہرگز نہ کرنا۔ ورنہ "را" تنظیم کو یقین ہو جائے گا کہ موساد کے یہودی دوستی کے پورے میں دشمنی کر رہے

ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تمہاری ہدایت پر عمل کروں گی۔"

میں نے دونوں بھوں کے خیالات پڑھ کر یہ معلوم کیا تھا کہ ان کے گھر میں اور ان کے بندہ میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کے ذریعے ان پر دیش دشمنی کا الزام عائد کیا جاسکے ان کا طریقہ کار یہ تھا کہ انچیلے اپنی جی کی خاص باتیں دیکھا کرتی تھی۔ ایلا بھی کیپٹن رنجیت سے باتیں کرتے وقت مٹی دیکھا کرتی تھی۔ ایلا میں جہاں کہیں گئی تھی۔ پھر وہ مٹی کیسٹ موساد کے ایک جاسوس کے حوالے کر دیتی تھی۔ پھر ایسے ہی وقت انہیں بے نقاب کر سکتا تھا۔

میں نے اپنے جینے کو بتایا کہ کس طرح الپا ان کی مدد کر رہی ہے اور ایک یہودی جاسوس اس کے اور رتنا کے تعاقب میں ہے۔ پھر اس نے ایک سنیما کے سامنے رتنا کو کارروئے کے لئے کہا۔ وہ کارروائی ہوئی تو "کیا فلم دیکھنے کا ارادہ ہے؟"

وہاں فلمی شائقین کی بہت بھیڑ تھی۔ ٹھیکس بلک میں فروخت ہو رہی تھیں۔ وہ دونوں کار سے اتر کر بھیڑ سے گزرتے ہوئے جانے لگے۔ فرنٹ کلاس کا ٹکٹ گھر دوسرے کو دیکھ کر دیا تھا۔ وہاں سے دوسرا راستہ باہر جاتا تھا۔ پھر رتنا کا ہاتھ پکڑ کر اس راستے سے باہر آیا۔ پھر بولا "دشمن ہمارے تعاقب میں ہے۔ کہاں ہے؟"

"میں نے اسے داغ دیا ہے۔ وہ ہماری کار کے قریب ہوگا۔ تم کسی رکشے والے کو ایسے پڑے ہوئی میں پلے کو کہو جہاں ہمیں رہائش کے لئے کراہل سکے۔"

وہ رکشے میں آکر بیٹھ گئے۔ رکشے والے نے انہیں ہوٹل تاج محل میں پہنچایا۔ پھر اس نے ایک کرا حاصل کر کے کہا "تم یہاں رہو۔ میرے واپس آنے تک باہر نہ نکلتا۔"

"حمار! میں بھی جاسوس ہوں۔ تم مجھے گھیر لو عورت کی طرح چار دیواری میں کیوں چھوڑ کر جا رہے ہو؟"

"جاسوسی کا وقت آئے گا تو تمہیں ساتھ لے جاؤں گا۔ ابھی تمہارے انکل کی کار واپس لانے جا رہا ہوں۔ آؤ مجھے گھنٹے میں آ جاؤں گا۔"

وہ راضی ہو گئی۔ اسے ہوٹل میں چھوڑنے کا مقصد یہ تھا کہ الپا کیسے کے ذریعے اس کی آواز سن کر اس کے دماغ کو اپنی مرضی میں لے سکتی تھی۔ لہذا اسے موساد والوں سے دور رکھنا ضروری تھا۔

میں نے سوچا پتا نہیں کب تک رتنا اور پارس کا ساتھ رہے گا۔ وہ بیٹھ کر عالم جی رہے گی۔ یہ مسئلہ حل کرنے کے لئے میں نے رتنا کو بستر پر ملا دیا۔ پھر اسے معمولی کراٹس کے دماغ کو ہدایت دی کہ وہ میری سوچ کی لمبوں کو محسوس نہیں کرے گی۔ باقی کبھی بھی پرانی سوچ کی لمبوں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیا کرے گی۔

اور حمار اس جان بوجھ کر پھر سنیما کے سامنے آیا۔ کامیابی کا دعویٰ کھڑی تھی۔ اس نے اسٹریٹک سیٹ پر بیٹھ کر اسے اشارت کرنا چاہا تو وہ اشارت نہیں ہوئی۔ اس نے کار سے اتر کر بوٹ کو اٹھایا تو پتا چلا انجن میں خرابی پیدا کر دی گئی ہے۔

صاف ظاہر تھا کہ دیشمنوں کی کارستانی ہے وہ چاہتے ہیں کہ کار آگے نہ بڑھے یعنی پارس کا وقت انجن کی خرابی دور کرنے میں ضائع ہوتا رہے۔ قریب ہی کاروں کی حرکت کا ایک چھوٹا سا دور کشاپ تھا۔ اس نے ایک مسز کو وہاں سے بلایا۔ وہاں کام کرنے والے کار کو دور کشاپ میں لے گئے۔

دوسری طرف ایلا نے پارک کے رستوران میں کیپٹن رنجیت سے ملاقات کی۔ وہ بولا "یہ میری خوش قسمتی ہے کہ تم نے مجھے ملاقات کے لئے یہاں بلایا ہے ورنہ میں ہی پیاسے کی طرح تمہارے پاس آتا ہوں۔"

"میں نے وہاں سے لے نہیں بلایا ہے۔ تمہاری تنظیم کے جاسوس ہم پر شبہ کر رہے ہیں۔"

"وہ کون ہے وہ وقف ہے۔ میں اس کے خلاف کارروائی کروں گا۔"

"اے ہمارے خلاف انکو ایسی سے دوکے تو شبہ یقین میں بدل جائے گا۔ یہ سمجھا جائے گا کہ میں تم پر ڈورے ڈال رہی ہوں۔"

"وہ تو ڈال رہی ہو۔"

"تفاتی میں وقت ضائع نہ کرو۔ اس جاسوس کا نام حمار ہے۔ تم اسے جانتے ہو گے؟"

"حمار تو ایک رنکھوت کا نام ہے۔ وہ ابھی ٹرننگ حاصل کر رہا ہے۔ دیش پانڈے نے اسے چوبیس گھنٹوں کی چھٹی دلائی ہے۔ اور اچھا سمجھ گیا۔ دیش پانڈے اس جوان کے ذریعہ جاسوسی کر رہا ہے۔"

"کیا بات ہے۔ وہ نوجوان حمار کی سنیما کے قریب ایک کار کو دور کشاپ میں بیٹھا ہوا ہے کیا اسے دیکھ کر کیپٹن لوگے؟"

"ہاں میں نے اس کی تصویر دیکھی ہے۔"

"تو پھر جاؤ اور محبت سے اسے یہاں لے آؤ۔ ہم دونوں اسے اپنی طرف مائل کر دیں گے۔ تم اعلیٰ عہدیدار ہو۔ وہ تمہارا فریاد بردار بن کر رہ سکتا ہے۔"

"اگر وہ دیش پانڈے سے زیادہ مٹا ہوگا تو ہماری باتوں میں کبھی نہیں آئے گا۔"

"مکو مشن کرنے میں کیا صبر ہے۔ اسے یہاں لے کر تو آؤ۔ میں یہیں انتظار کروں گی۔"

کیپٹن رنجیت نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر کہا "میں تمہاری ہر بات ماننا ہوں۔ وعدہ کرو آج میرے پیچھے میں رات گزار دو گی۔"

"اگر تم دشمن جاسوس سے نجات دلاؤ گے تو تمہاری دعوت

قبول کروں گی۔“

”تو پھر سمجھو تو جوان جاسوس ہماری تابعداری قبول کرے گا یا میں اسے ترک میں پہنچا دوں گا۔“

وہ اٹھ کر چلا گیا۔ ایلا اور ایلا کو یقین تھا کہ اصرانی کوری کی دوا ملتی ہے اترتے ہی عماران کا معمول اور تابعدار بن جائے گا۔ ایلا نے دیکھا کہ ایلا کو پوچھا ”ابھی جو صاحب میرے ساتھ تھے تم نے انہیں دیکھا تھا؟“

”جی نہیں رنجیت صاحب کو ابھی طرح جانتا ہوں۔“
”میں گاؤں میں ٹپٹے جا رہی ہوں۔ رنجیت صاحب آئیں تو انہیں یہاں انتظار کرنے کو کہہ دیتا۔“
”جی مت اچھا۔“

ایلا نے اس کی آواز سنانے کے لئے اسے بلا کر بات کی تھی۔ ایلا نے چند سیکنڈ کے لئے اس کے دماغ پر قبضہ نہ کیا۔ ایلا نے دوا کی کتنی سی شیشی دیکھ کر جیب میں رکھ دی۔ پھر وہاں سے اٹھ کر ٹپٹے چلی گئی۔

کچھ نہیں رنجیت اپنی کارڈ رانیو کرتا ہوا اس ورکشاپ کے پاس آیا پارس ورکشاپ کے باہر ایک کرسی پر بیٹھا تھا۔ رنجیت نے کارڈ روک کر آواز دی ”ہیلو مسٹر عمار۔“

پارس نے چونک کر اسے دیکھا۔ پھر کرسی سے اٹھا اور قریب آکر بولا ”آپ کون ہیں؟ مجھے کیسے پہچانتے ہیں؟“

اس نے مسکراتے ہوئے اپنا شناختی کارڈ دکھاتے ہوئے کہا۔ ”میں تمہارا افسر ہوں۔“

پارس نے دیکھی تھی۔ تم یہاں کیا کر رہے ہو؟“
”پانڈے صاحب کی کار خراب ہو گئی ہے، مرمت کروا رہا ہوں۔“

رنجیت نے مسرتی سے پوچھا ”کیوں بھی کتنی دیر لگے گی؟“
”صاحب! آج بھر میں ٹھیک ہوگی۔“

”تم کون عمار! جب تک ہم کہیں سے ٹھنڈی بوتل پی کر آئیں گے۔“

پارس اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ رنجیت نے ڈرائیو کرتے ہوئے کہا ”میں کسی جو نیز کو لٹ نہیں دیتا لیکن تم نے امرتسر سے یہاں تک بڑے کارنامے انجام دیے ہیں اس لئے تمہاری قدر کر رہا ہوں۔“

”تھنک یو سرب! آپ کا بڑک پنا ہے۔“
”بڑک پن“ رنجیت نے ہنستے ہوئے کہا ”تم ہندوستانی الفاظ سیکھ گئے ہو؟“

”نہیں۔ سیکھ رہا ہوں۔“
ایسے وقت ایلا اگر رنجیت کے دماغ میں ہوتی تو نا، کاغذ اور آواز سن کر چونک جاتی۔ پارس عمار کے روپ میں رہ کر اپنے مخصوص لباس میں ہوتا تھا اور یہ لوجہ ایلا خوب پہچانتی تھی۔ وہ پارس

کو کبھی بھول نہیں سکتی تھی۔

میں نے اس بات کا خاص خیال رکھا تھا کہ ایلا پارس کی آواز نہ سن پائے۔ میں نے پہلے ہی علی تھور سے کہہ دیا تھا ”ایلا ہندوستان میں موساد کے سائبر سائنس کے ساتھ مصروف رہتی۔ آج وہ پارس کی آواز وہاں سن سکتی ہے اور ایسا نہیں ہونا چاہئے۔“

علی نے پوچھا ”آپ چاہتے ہیں۔ میں اسے اپنی طرف مصروف رکھوں۔“

”ہاں“ آج رات تو بچے وہ تم سے شیرن کے ڈانگ ہال میں لٹے والی ہے۔ اور ابھی اسی بیب میں دن کا ایک بچا ہے۔ تم اسے بچے کے لئے بلاؤ۔“

”ابھی بات ہے۔ کوشش کرتا ہوں۔“
اس نے ریسورٹ اٹھا کر خبردار کل سکے۔ رابطہ قائم ہونے پر ایلا کی آواز سنائی دی ”ہیلو ایلا کوڈ نمبر؟“

علی نے کہا ”محبت کے ایک چراغ سے دو سرا چراغ جلتا ہے۔“

وہ خوش ہو کر بولی ”کارمن! یہ کوڈ ورڈز میں نے بتائے تھے اور تم نے اعتراض کیا تھا۔ کیوں کہ تم محبت کے نام سے بھاگتے ہو۔“
”ہاں“ میں نے دوسرے کوڈ ورڈز مقرر کئے تھے کہ محبت کو بھول جاؤ اور فرض کو یاد رکھو۔“

”اس کا مطلب ہے تم میری محبت کو نہیں بھلا پائے ہو؟“
”ہاں ایسا لگتا ہے جیسے تم میرے اندر چپکے سے آگئی ہو اور میرا مزاج اور میرے اصول بدلتی جا رہی ہو۔“

”تم مجھے اپنے اندر آنے نہیں دیتے۔ مگر دیکھ لو میری محبت تمہارے دل اور دماغ پر قبضہ تمہاری ہے۔“

مجھے ہموک لگ رہی ہے۔ میں شیرن جا رہا ہوں، بولو آؤں؟“

”ابھی؟“ وہ مائی گڈنس مجھے خوشی ہوگی لیکن میں ایک اہم معاملے میں مصروف ہوں۔“

”کیا محبت سے بڑا اہم کوئی معاملہ ہو سکتا ہے؟“
”ایسا نہ کہو۔ ورنہ پر لگا کر چلی آؤں گی۔“

”پلیز آجاؤ۔ میں بہت خالی محسوس کر رہا ہوں۔“
”تمہاری بیوی کہاں ہے؟“

”بیوی بیوی ہوتی ہے مجھ پر نہیں ہوتی۔“
وہ فون پر کھٹکھٹا کر بٹھنے لگی۔ عورت دوسرے کی بیوی پر ترجیح حاصل کر کے بہت خوش ہوتی ہے۔ علی نے کہا ”میں تمہیں فرض کی ادائیگی سے نہیں روکوں گا لیکن تم اپنی ڈیوٹی سے جو مورگن کوڈ سے سکو تو جلی آؤ۔“

”ٹھیک ہے۔ تم چلو میں مورگن سے بات کر کے آتی ہوں۔“

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ پھر جے مورگن کے خبردار کل سکے۔ رابطہ ہونے پر بولی ”ہیلو“ ایلا ہوں۔ کوڈ نمبر اے ایل اے ڈیل نہ۔“

”ہیلو ایلا! پوچھو کیسے یاد کیا؟“
”میرا ایک کام کوڈ ہے؟“

”ہاں بولو۔“
”ابھی میں ”را“ تحفہ کے معاملے میں مصروف تھی۔ تم وہاں

لے معاملات ابھی طرح جانتے ہو۔“
”ہاں جانتا ہوں۔“

”پلیز دو چار گھنٹوں کے لئے میری ڈیوٹی سنبھال لو، میں دوسری مصروف رہنا چاہتی ہوں۔“

”ابھی بات ہے۔ وہاں کے موجودہ حالات بتاؤ۔“
ایلا نے اسے دیکھ کر پانڈے اور عمار کے متعلق بتایا پھر کلمہ

میں نے دیکھ کر جیب میں دوا کی شیشی رکھوا دی ہے۔ تم ایلا کے سہ ماہی کے معاملے میں کون رنجیت ہے اور کون عمار ہے۔“

اس نے جے مورگن کو ایلا کے پاس پہنچایا وہ بھولوں کی باری کے پاس ٹپٹ رہی تھی۔ اس نے کہا ”ایلا! میں ضروری کام سے جا رہی ہوں، عمار دو سرا خیال خوانی کرنے والا ہے مورگن جو ہے۔ اس سے باتیں کرو۔ میں پھر آؤں گی۔“ اس نے جے

مورگن کو دیکھ کر پاس بھی پہنچایا۔ پھر چلی گئی۔ مورگن نے ایلا سے پوچھا ”عمار کو جو دوا دی جانے کی اس کی تاثیر کیا ہے؟ کیا وہ

نکڑوری کے بعد اس رستوران سے اٹھنے کے قابل رہے گا؟“
”نہیں“ میں اور رنجیت اسے سارا دے کر کار میں لے جائیں گے۔ دوا بہت تیز ہے۔ میں چاہتی ہوں فوراً اثر کرے اور تم اسے

اپنا معمول اور عمار تابعدار بناؤ۔“
”کیا رنجیت سے ابھی اہم معلومات حاصل ہوئی گی؟“

”وہ میرا عاشق کسی وقت بھی اہم باتیں شروع کر دیتا ہے۔ میں اپنے پاس میں مٹی دیکھا ڈر رہتی ہوں اور اس کی باتیں دیکھا ڈر رہتی ہوں۔“

دو دیے ایلا خیال خوانی کے ذریعے بہت کچھ معلوم کر لیتی ہے لیکن اس کی آواز کا کیمت رکھنا بھی ضروری ہے تاکہ اسے

کبھی ہلکے میل کرنے کے لئے اس کی آواز کا دیکھا نہ ہو۔ پارس موجود رہے۔“

”وہ ہم پر دوانہ دار مرتا ہے پھر بھی اس پر مجھوس نہیں ہے۔“
”وہ مجھوڑا ہے ایک پھول سے دوسرے پھول پر منتلا آتا ہے۔“

جس دن مجھے حاصل کرنے کا اس کی دیوانگی ختم ہو جائے گی۔ آئندہ کبھی مجھ سے دل بھر جائے گا تو مجھ سے پہنچا چھڑانے کے لئے غیر ملکی جاسوس ہونے کا الزام لگا سکتا ہے۔ مجھے اس ملک سے جانے پر مجبور کر سکتا ہے۔“

وہ رستوران میں آکر بیٹھ گئی۔ اسی وقت کچھن رنجیت پارس کے ساتھ آیا۔ اس نے کہا ”ایلا! اس جوان سے طوطہ یہ ہمارے

نڑنگ سینئر کا بہت ہی قابل اسٹوڈنٹ ہے۔ نام ہے عمار اور یہ مس ایلا ہے۔ میری فریڈ۔“

ایلا نے مسکرا کر بڑی گرم جوشی سے مصافحہ کیا پھر کہا ”مسٹر عمار تشریف رکھیں۔ کیا پیاز پند کریں گے؟“

پارس نے کہا ”ہاں“ افسر کے سامنے پینے والی گرم فرمائش نہیں کر سکتا۔ ٹھنڈی ہی چلے گا۔“

ایلا نے کہا ”مگر گرم فرمائش۔ واہ بات کہنے کا کتنا خوب صورت انداز ہے۔“

رنجیت نے کہا ”یہاں میں افسر نہیں ہوں۔ ہم تین دوست ہیں۔ آج رات میں تمہیں اسکاچ پلاؤں گا۔“

وہ بولی ”جی ایلا! اور جے جس پر گزارہ کیا جائے۔“
اُس نے اسی دیکھ کر بولا کہ جس کے لئے آؤ رہا ہے۔ جے مورگن

اس دیکھ کر پاس چلا گیا۔ وہ جس تیار کرانے لگا۔ جب وہ تیار ہو گیا تو ایک زبے پر تین جوس بھرے گلاس رکھ کر جانا چاہتا تھا۔

مورگن اسے ایک خالی کیمین میں لے آیا۔ وہاں اس نے جیب سے شیشی نکال کر ایک گلاس میں اس کی دوا ڈالی۔ شیشی کو بند کر کے جیب میں رکھا پھر کیمین سے نکل کر ایلا کی میز پر آیا۔ جے

مورگن نے ضرور ساں جوس کا گلاس پارس کے سامنے رکھوایا۔ باقی دو گلاسوں کو ایلا اور رنجیت نے اٹھا لیا۔ پھر مورگن نے ایلا سے کہا ”میں نے دوا آؤ گلاس عمار کے سامنے رکھوایا ہے۔“

ایلا نے مسکراتے ہوئے اپنے گلاس سے ایک گھونٹ پیا۔ پھر عمار سے کہا ”یہاں کا اور جے جس بہت مزیدار ہوتا ہے۔ بہت

مشہور ہے۔ اسے پی کر دیکھو۔“
پارس نے اسے اٹھا کر ایک گھونٹ پیا۔ پھر سوچا۔ ایلا نے

پوچھا ”ٹھیک کیا ہوا؟“ جہاں نہیں ہے۔“
پارس نے پھر ایک گھونٹ پیا پھر کہا ”واقعی مزیدار ہے۔“

وہ دونوں خوش ہو گئے۔ رنجیت نے کہا ”ایک ہی سانس میں پورا گلاس پیا جائے تو اور مزیدار ہے۔ یہ دیکھو۔“ اس نے گلاس

کو منہ سے لگایا۔ پھر غصے سے لگا۔ آخری گھونٹ پینے کے بعد اس نے گلاس کو منہ سے الگ کرتے ہوئے کمری سائیں لیتے ہوئے کہا ”اس لیے۔“

پارس نے بھی گلاس کو منہ سے لگایا۔ ایلا کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ وہ بھی غصے سے لگا۔ سانس روک کر پی رہا تھا۔

بھلا ایک گلاس ختم کرنے میں وقت ہی کتنا لگتا ہے۔ ایلا اور رنجیت کو یوں لگ رہا تھا جیسے وقت ٹھہر گیا ہے اور گلاس لہبا ہو گیا ہے۔ ختم ہونے میں نہیں آ رہا ہے۔

دونوں ایک دوسرے کو چہرے نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ آخر گلاس ختم ہو گیا۔ پارس نے خالی گلاس میز پر رکھ دیا۔ ٹشو پیپر سے منہ پونچھتے ہوئے کہا ”بہتر فل۔“ جی منہ ٹھیک۔“

وہ ماریہ کا ڈسا ہوا تھا اس پر زہر اثر نہیں کرتا تھا پھر بھلا

اعصابی دوا کیا اثر کرتی۔ مورگن نے سوچ کے ذریعے پوچھا "ایلا! تم صبح دوا لے کر آئی تھیں۔"

"یہ دوا مجھے ماساد کے ایک جاسوس نے دی تھی اس کا دعویٰ تھا کہ اس نے کامیابی سے اسے ایک دشمن پر آزمایا ہے۔"

"تو پھر اس پر اثر کیوں نہیں کر رہی ہے؟"

"میں تو حیرانی ہے کہ نسبت بالکل نارمل ہے۔"

مورگن نے کہا "میں ابھی اس دوا کو آزما رہا ہوں۔"

وہ ہمدردی کے پاس آیا۔ وہ دوسرا میز کے لئے میٹگو جس نے جا رہا تھا۔ اس نے جس کے ایک گلاس میں اسے دوا ملانے پر مجبور کیا۔ تو دیر بعد نتیجہ ظاہر ہو گیا۔ جس شخص نے وہ جس پنا تھا اس کے ہاتھ سے گلاس چھوٹ گیا تھا اور وہ کمزوری کے باعث میز پر جھک گیا تھا۔

مورگن نے کہا "ایلا! اس شخص کے حلق سے وہی دوا اتری تھی اس کاوری اثر ظاہر ہوا ہے۔ آخر یہ نوجوان ہے کیا چیز؟"

وہ بولی "مورگن! برا نہ مانتا۔ تم سے کوئی غلطی ہوئی ہے۔ پلیر ایک بار پھر اسے جوس پلایا جائے اور تم توجہ سے وہ دوا حل کرو۔"

میٹگو جس پینے والے دستوران کے مالک سے پوچھ رہے تھے "یہ جوس میں تم نے کیا ملا ہے۔"

مالک نے کہا "میں نے کچھ نہیں ملا ہے۔ آپ کا ساتھی کسی اندرونی مرض کا شکار ہے۔ وہ عرض میاں ظاہر ہوا ہے۔"

اس نے میٹگو کا دوسرا گلاس خودی کر دکھایا۔ وہ لوگ قائل ہو گئے اور اپنے بیمار ساتھی کو سارا دے کر لے گئے۔ ایلا نے کہا۔ "یہ لوگ غلط الزام دے رہے تھے۔ میاں کا میٹگو جوس تو پورے شہر میں مشہور ہے۔ حماد کی خیال ہے۔ ایک ایک گلاس اور ہو جائے؟"

پارس نے کہا "تم زہر بھی پلاؤ تو انکار نہیں کروں گا۔"

ایلا نے تین گلاس میٹگو جوس کا آڈر دیا۔ اس بار بچے مورگن نے پوری توجہ سے دیکھ کر معمول بنایا۔ اس کے ہاتھ سے شیشی کھول کر ایک گلاس میں وہ دوا ملائی۔ پھر جب میٹر نے وہ گلاس پارس کے سامنے رکھا تب اس نے مطمئن ہو کر ایلا سے کہا "میں نے پہلے بھی کوئی غلطی نہیں کی تھی۔ اب بھی نہیں کی ہے۔ وہ گلاس حماد کے سامنے ہے۔"

اس بار وہ غصہ شہر کر پینے لگے اور کن انھیں سے پارس کو دیکھنے لگے وہ بھی مزے لے لے کر پی رہا تھا اور جوس کی تحریف کرتا جا رہا تھا۔ حتیٰ کہ گلاس خالی ہو گیا۔ ایلا شدید تیزی سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھ رہی تھی اور سوچ کے ذریعے کہہ رہی تھی۔ "بائی گاؤ! یہ انسان نہیں جن ہے۔"

مورگن نے کہا "اس نوجوان کا اعصابی نظام غیر معمولی ہے۔ میں کسی ڈاکٹر سے اس سلسلے میں معلوم کروں گا۔"

"معلوم کر کے بھی اس کا کچھ نہیں لگاؤ ڈسکوس اب ایک ہی راستہ ہے۔ میں اسے رنجیت میں لے چکی ہوں۔ وہاں چار دیواری کے اندر اسے زخمی کیا جائے گا۔ پھر ہمارے لئے راستہ صاف ہو جائے گا۔"

پھر وہ رنجیت سے بولی "میاں کچھ گری سی لگ رہی ہے۔ کیا خیال ہے تمہارے انڈرٹینڈنٹ بنگلے میں چلیں؟"

"یہ تو میری خوش قسمتی ہے۔ ہم راستے میں حماد کو کار در کشاں میں ڈراپ کریں گے۔ پھر وہاں سے۔۔۔"

وہ بولی "حماد کو ڈراپ نہیں کریں گے۔ میں کچھ ضروری باتیں حماد سے کروں گی۔ کیا تمہیں اعتراض ہے؟"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا "نہیں بالکل نہیں چلو۔"

اس نے بل اور ایک۔ پھر وہ تین کار میں آخر بیکر گئے۔ رنجیت ناگوری سے منہ بنا رہا تھا وہ ایلا کو اپنے بیڑ دم کی تھالی میں لے جانا چاہتا تھا لیکن پارس کباب میں ہڈی بن رہا تھا۔ ایلا بہت مشکل لگ رہی تھی اسے حاصل کرنے کی بے چینی شدید ہوتی جا رہی تھی۔

اپنے بنگلے میں پہنچ کر اس نے پارس سے کہا "حماد! تم میاں ڈراٹنگ دوم میں بیٹھو۔ ہم ابھی آتے ہیں۔"

پارس وہاں بیٹھ گیا۔ وہ ایلا کے ساتھ دوسرے کمرے میں آکر بولا "اسے میاں لانے کی کیا ضرورت تھی؟"

وہ بولی "تم نے دیکھا ہے۔ ہم نے حماد کو دوبار اعصابی کمزوری کی دوا جس میں ملا کر پلائی لیکن وہ نارمل رہا۔"

"حماد کو گولی مارو۔ میں تمہارے حسن و شباب کا طلب گار ہوں۔ میری طلب کی بات کرو۔"

"میں! ابھی تمہاری طلب پوری کروں گی لیکن اس سے پہلے حماد کو زخمی کرو۔ جب تک وہ کمزور نہیں ہوگا۔ ہمارا ٹیلی بینک جانے والا اس کے دماغ پر قبضہ تھا کہ اسے اپنا تابعدار نہیں بنائے گا۔"

"ذرا ہوش کی باتیں کرو۔ وہ ہمارے ٹرننگ سینٹر کا رگروند ہے۔ میرے گھر میں زخمی ہو گا تو ہمیں کھل جائے گا۔"

"میں کھلے گا۔ زخمی ہوتے ہی اسے توبی عمل کے ذریعے اپنا غلام بنایا جائے گا۔ وہ ہمارے تمہارے خلاف بیان نہیں دے گا بلکہ ہمارے لئے جاسوسی کرتا رہے گا۔"

رنجیت نے سوچتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھا۔ پھر پوچھا "وعدہ کرتی ہو کہ تم اسی وقت سے میرے بیڑ دم میں رہو گی؟"

"وعدہ کرتی ہوں۔ چلو یہ نہ کرو۔"

اس نے الماری کھول کر ایک ریو اور ٹکالا۔ اس کی نال میں سائنس لکھا۔ پھر ایک مشکلی سینک کی جوتی سے کھینچنے کے لئے اپنے ہی ملک کا غدار بن کر اپنے ہی جاسوس کو نقصان پہنچانے کے ذراغ دوم میں آیا۔

پارس صوفے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ رنجیت نے اس کی ایک ہانک کا نشانہ لیتے ہوئے کہا "پب چاپ کھڑے ہو۔ میں تمہاری ایک ہانک زخمی کرنا چاہتا ہوں۔"

"واہ کیپٹن! کوئی اپنی خوشی سے کمزوری گولی نہیں ڈالتا۔ اور تم مجھے گولی مارنا چاہتے ہو۔ میرا قصہ رتاز۔"

ایلا نے کہا "مقصود یہ ہے کہ تم دیش پائزے کے نیچے ہو اور پوچھ کے ماہر ہو۔ ہمارے دوست نہیں ہونگے۔ ہمارے کام نہیں آؤ گے۔ ریو اور سے زخمی ہونے کے بعد سانس نہیں دوک سکو گے۔ ہمارا ٹیلی بینک جانے والا تمہیں ہمارا تابعدار بنائے گا۔ اگر چاہتے ہو کہ گولی نہ چلائی جائے تو ہماری خیال خوافی کرنے والے کے لئے دماغ کا دروازہ کھول دو۔"

پارس نے کہا "میں تم سے پوچھتا ہوں کیپٹن رنجیت! یہ غدار کی سلسلہ کب سے چل رہا ہے۔ کیا ایلا کی طرح اس کی بہن ایلا بھی ماساد سے تعلق رکھتی ہے؟"

رنجیت نے کہا "میں پوچھ کر کیا کراؤ گے۔ جب تم پر توبی عمل کر کے تمہیں ماساد تنظیم کا وفادار بنایا جائے گا تو تمہیں بہت کچھ معلوم ہو جائے گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے فاز کیا۔ پارس کی نظر اس کے ریو اور پر تھی۔ ریو اور کی ہلکی سی جنبش پر ہی وہ اچھل کر ایک جگہ سے دوسری جگہ چلا گیا تھا۔ میرے دونوں بیڑوں کو ایسے وقت بچاؤ کے طریقے آتے تھے۔ اس کے باوجود میں نے رنجیت کا نشانہ خطا کر لیا تھا۔

پارس کی جیب میں مٹی ریکارڈر تھا۔ جس میں ایلا اور رنجیت کی باتیں ریکارڈ ہو رہی تھیں۔ دوسرا ریکارڈر ایلا کے پرس میں تھا۔ پارس ایسی باتیں پچھتا رہا تھا جس کے جواب میں رنجیت اور ایلا کا اعتراض جرم ہو جاتا تھا۔

اس نے کہا "رنجیت! تم نے ایک فاز کیا۔ میں بھی کیا؟ دوسرا کرو گے تب بھی پہنچے گی کو شش کروں گا۔ چاہے اس کو شش میں میری جان چلی جائے لیکن میں زخمی ہو کر ایلا دل اور دماغ پر بیڑوں کے حوالے نہیں کروں گا۔ تم اس سینک کے ساتھ رات گزارنے کے لئے اپنے ملک سے اور دریا تنظیم سے غدار کی کر رہے ہو۔ آج میں تمہیں ضرور بے نقاب کروں گا۔"

ایلا نے ہنسنے سے کہا "رنجیت! اس کی باتیں کیا سن رہے ہو۔ گولی چلاؤ۔"

پھر گولی چلی اور نشانہ بھگ گیا۔ پارس نے اچھل کر ایک فلائنگ کلک اس کے سینے پر ماری۔ وہ دیوار سے ٹکرایا۔ دوسری کلک ریو اور پر پڑی۔ ریو اور ایک طرف جا کر فرش پر گر کر آؤ ایلا دوڑتی ہوئی مٹی اسے بھگ رہا تھا لیکن منہ پر ایسی شوکر پڑی کہ الٹ کر فرش پر گری۔ پھر اٹھ نہ سکی۔ بے ہوش ہو گئی۔

بچے مورگن نے رنجیت کے ذریعے پارس پر حملہ کیا لیکن گولی

چلتے ہی وہ اوندھے منہ گر پڑا۔ اپنی ہانک پکڑ کر تکلیف سے کرا رہے لگا۔ پارس اطمینان سے چلتا ہوا ٹیلی فون کے پاس آیا۔ صوفے پر بیڑ کر رہی اور اٹھا کر نبڑاؤں کے پھر رابطہ قائم ہونے پر بولا "جبلو پائزے! کیپٹن رنجیت کے ڈراٹنگ دوم سے بول رہا ہوں۔ شکار ثبوت کے ساتھ تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ چلے آؤ۔"

اس نے ریو اور رکھ دیا۔ رنجیت نے تکلیف سے کراچے ہوئے کہا "تم اور دیش پائزے مجھے سمجھتے کیا ہو؟ میرے خلاف بھی ثبوت پیش نہیں کر سکو گے۔"

پارس نے جب سے مٹی ریکارڈر نکال کر اسے ریو اور کیا پھر اسے سنایا۔ وہ اپنی آواز اور اعتراض جرم بن کر رتپ گیا۔ تکلیف کی پروا کے بغیر ایک ہانک پر اٹھ کر اچھلتا ہوا اس کی طرف آیا تاکہ مٹی ریکارڈر چھین لے لیکن گولی کے زخم سے ایسی میس انھیں کہ وہ پھر اوندھے منہ فرش پر گر پڑا۔

پارس نے کہا "ایسا ہی ایک ریکارڈر ایلا کے پرس میں ہے۔ تم دو ریکارڈر کے درمیان ہو۔ نہ اور آتے ہو نہ اور جا سکتے ہو۔"

وہ بے بسی سے کہتے ہوئے بولا "دوست بن جاؤ۔ میرا یہ جرم چھپاؤ۔ آئندہ میں تنظیم سے غدار نہیں کروں گا۔"

"جرم چھپانے کی قیمت کیا دو گے؟"

"میری بساط کے مطابق جو مانو گے وہ دوں گا۔"

"تمہاری بساط کیا ہے؟"

"اس لاکھ روپے۔"

"کیا تم مجھے دس لاکھ دو گے؟"

"ہاں۔ آج ہی دوں گا۔"

"کیا یہ باتیں ریکارڈ کروں؟"

اس نے مٹی ریکارڈر دکھایا۔ وہ گڑگڑا کر بولا "میں! بھگوان کے واسطے ریکارڈ نہ کرنا۔ مجھ پر رشوت دینے کا بھی الزام آجائے گا۔"

"تو پھر منہ بند رکھو۔ زبان کھولو گے تو میں ریکارڈر کو آن کروں گا۔"

اس نے دونوں ہونٹوں کو سختی سے بند کر لیا۔ وہ کہتے ہی طریقوں سے پارس کو بھلا پھسلا کر ان معاملات پر مٹی ڈالنا چاہتا تھا۔ لیکن بھلانے پھسلانے اور لالچ دینے کے لئے زبان کھولنا ضروری تھا اور یہ بیڑی تھی کہ زبان کھولنے سے مٹی ریکارڈر کے کان کھل جاتے۔

بچے مورگن وہاں سے ناکام ہو کر الپا کے پاس آیا۔ مخصوص کوڈ ڈیڈاؤا کر کے بچہ کتا چاہتا تھا۔ الپا نے کہا "میں پہلے کہ جنگی ہوں مجھ سے فون کے ذریعے رابطہ کیا کرو۔"

اس نے سانس روک لی۔ مورگن چلا آیا۔ پھر ناگوری سے بڑھاتے ہوئے الپا کا فون نبڑاؤں کل کرنے لگا۔ وہ رپورٹ دینا چاہتا تھا کہ حماد کو قابو میں کرنے کے سلسلے میں ناکامی ہوئی ہے اس کے

برعکس ایلا اور نجیت حماد کے قابو۔ میں آگے ہیں اور اب ان کے ساتھ اچھا اور شیوہ بھی بیٹے قاب ہوئے والے ہیں۔
 فون کی گھنٹی دوسری طرف بجی رہی لیکن الپا نے فون اینڈز نہیں کیا۔ دراصل اس کا موبائل فون اس کے پرس میں رہتا تھا اور ایک جگہ سے وہ پرس ایک جگہ نہ گیا تھا اور وہ علی کے ساتھ دوسری جگہ پہنچی آئی تھی۔
 قصہ یوں تھا کہ علی تیمور ہوئی شیرن کے سامنے الپا کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ کارڈز انیو کرتی ہوئی بارنگ ایریا میں آئی پھر کار سے اتر کر ہوئی کے اندر جانا چاہتی تھی، علی اس کی طرف آ رہا تھا۔ اچانک غامض کی آواز کے ساتھ علی نے چھٹاٹ لگائی۔ الپا کے اوپر آکر اس سے لپٹ کر زمین پر گرے اور اس کے ساتھ لڑھکتے ہوئے ایک عمرانی دیوار کے پیچھے چلا گیا۔
 فائز علی پر کیا کیا تھا۔ الپا نے سمجھا اس پر کیا کیا ہے۔ وہ بولی۔
 ”شکر یہ کار میں آئم نہ ہوتے تو ابھی میں اس دنیا سے جا چکی ہوتی۔“
 علی نے وضاحت نہیں کی۔ اس کا وقت نہیں تھا۔ وہ دو رنگ نظریں دوڑاتا رہا تھا۔ ہوئی کے باہر کھڑی ہوئی تھی۔ اسی بھاگ دوڑ کے باعث کوئی چلانے والا نظریں آ رہا تھا۔ وہ الپا کا بازو پکڑ کر بولا۔ ”میرے ساتھ دوڑتی چلو۔ پہلے اس دیوار تک پھر اس دیوار سے میری کار تک۔“ ٹاکم آن۔“
 الپا کو احساس ہوا کہ اس کا بازو ٹوڑی جھٹکے میں ہے وہ فائز تک کو کھول کر سکرانے لگی۔ اس کے ساتھ دوڑتے ہوئے پھر پور حلقہ کا نہیں ہو رہا تھا۔ وہ اگلی دیوار کے پیچھے آئے وہاں سے کار تک جاتے جاتے پھر فائز کی آواز سنائی دی۔ علی نے الپا کو گرتے کرتے نہ ہلا۔ اسے ایک بٹل میں دبا کر کار تک آیا۔ پھر دو اڑہ کھول کر اسے اندر دھکیلا۔ وہ گھسکی ہوئی دوسری سیٹ پر گئی۔ علی نے ایک ہاتھ سے دو اڑہ بند کیا۔ دوسرے ہاتھ سے چالی گھما کر کار اشارت کی میسر بنایا۔ پھر اسے ریس میں لے گیا۔
 دوبارہ میسر بنایا اور کار کو ٹرن کرتے ہوئے تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتا ہوا ہوئی کی گاڑی سے باہر چلا آیا۔
 شب الپا کو خیال آیا کہ کار کے اندر بیٹھے سے پہلے پرس کہیں گر گیا ہے۔ اس کا شناختی کارڈ اور موبائل فون پرس کے اندر تھا۔ انہیں لینے کے لئے وہ واپس نہیں جاسکتی تھی۔ آج سے پہلے وہ جب بھی اپنی بارش گاہ سے باہر جاتی تھی تو کسی کو خبر نہیں ہوتی تھی کہ ٹیلی فنی جیسے جاننے والی ایسا شریک شاہرہوں اور تفریح گاہوں میں ہے۔ آج پہلی بار اس نے علی تیمور کو گھر سے باہر آنے کی اطلاع دی تھی۔ یہ اطلاع فون پر دی تھی اور فون پر کوئی بھی دشمن یہ سن سکتا تھا۔
 وہ بولی ”تم مجھے داغ میں آنے نہیں دیتے۔ اس کا نتیجہ دیکھ لو۔ میں نے فون پر کمالا قات کرنے آ رہی ہوں اور دشمن مجھ سے پہلے پہنچ گئے۔“

”تمہارا فون کسی دشمن نے نہیں سنا ہے اور نہ ہی کسی تم پر گولی چلائی ہے۔“
 ”کیا ہوئی کے سامنے دل لگی ہو رہی تھی۔“
 ”وہ مجھ پر گولیاں چلا رہے تھے۔“
 ”وہ حیرانی سے بولی۔ ”کیا واقعی؟“
 ”میں نے پہلی کوئی سے بچنے کے لئے تم پر چھٹاٹ لگائی۔ کیونکہ دوسری تیری گولیاں تمہیں بھی لگ سکتی تھیں۔“
 ”وہ کون ہو سکتے ہیں؟“
 ”جو بھی ہیں، پیچھے آ رہے ہیں۔“
 ”وہ گاڈ آف اس نے سر ہٹھا کر پیچھے دیکھا۔ بہت سی گاڑیاں آگے پیچھے چلی آ رہی تھیں۔ علی نے کہا۔ ”غیر رنگ کی کار ہے اس کی ڈیڑھ ٹیڈ کھڑے اور اوپر پڑنا ہوا ہے۔“
 ”وہ بولی۔ ”ایسی ٹھوڑا کلاس کار میں کوئی تھوڑا رٹ کا ہی غصہ ہو گا۔“
 ”ٹھیک سمجھ رہی ہو۔ کسی کرائے کے قاتل کو معاوضہ دے کر اس کی خدمات حاصل کی گئی ہیں۔“
 ”اے وہ کار تو دوسرے راستے پر مڑ گئی ہے۔ تمہارا اندازہ غلط تھا۔“
 ”درست تھا۔ تعاقب کرنے والوں کا طریقہ کار یہ بھی ہوتا ہے کہ ایک کار والے کی جگہ دوسری کار والا آ جاتا ہے۔ اب کوئی دوسرا ہمارا تعاقب کر رہا ہو گا۔ یہ کچھ دیر بعد معلوم ہو گا کہ تعاقب کرنے والی گاڑی کون سی ہے۔“
 ”میں دیکھتی رہوں گی۔ مسلسل پیچھے آنے والی گاڑی بچان میں آ جائے گی۔“
 ”میںاں قریب ہی فوراً اشار ہوئی ہے۔ ہم وہاں رکیں گے اور فوراً ایک کمرہ حاصل کریں گے۔ اس طرح ہوئی کی چار دیواری میں اسے کھل کر سامنے آنا ہو گا۔“
 ”وہ تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا اشار ہوئی کے احاطے میں داخل ہوا پھر اسے پورچ میں روک دیا۔ الپا نے کار سے اترتے ہوئے کہا۔ ”ہوئی کی گلی میں ہمارے پیچھے دو گاڑیاں آئی تھیں لیکن وہ آگے چلی گئیں۔“
 ”وہ علی کا بازو تمام کر اس کے ساتھ چلتی ہوئی۔ گاؤنٹر پر آئی علی نے اپنا کارڈ دکھا کر ایک کمرہ حاصل کیا۔ انہیں بائیں فلوپر پر کمرہ ملا۔ وہ چالی نے گرفت میں آگئے۔ علی نے سرگوشی میں کہا ”گاؤنٹر گرل اور دیگر ڈیوٹی کے خیالات پر مبنی رہو۔“
 ”میں نے اس بات کا خیال رکھا ہے۔ کوئی بھی ہمارا کمرہ انہر معلوم کرنے آئے گا تو گاؤنٹر گرل اسے میری مرضی کے مطابق غلط نمبر بتائے گی۔“
 ”وہ بائیں فلوپر پر آئے۔ ایک ویڈیو ان کے لئے پانچ سو نمبر کا کمرہ کھولا۔ اُس نے اس سے بات کی تاکہ اس کے داغ میں بھی

جماعتی رہے۔ علی نے کمرے میں لڑکھا ”انسان اپنے طور پر ہر ممکن احتیاطی تدبیر کرتا ہے اس کے باوجود مصیبتیں نازل ہوتی رہتی ہیں۔“
 ”تم اندازہ کر سکتے ہو کہ تم سے یہ دشمنی کون کر رہا ہے؟“
 ”میری ذات سے جان لیوذا کہ بہت زیادہ نقصان پہنچا ہے۔ اس نے ہمارے ایک گاؤنٹر برن کو اپنا معمول بنا رکھا تھا۔ میں نے اس کا یہ ظلم تو بردہا۔ وہ ایک کے ذریعے دوسرے تمام گاؤنٹر برنز کے داغوں پر قبضہ جاتا چاہتا تھا۔ اسرائیل کی خارجہ اور داخلہ پالیسیاں اپنی مرضی سے مرتب کرنا چاہتا تھا۔ اب کچھ نہیں کر سکتے گا۔“
 ”یہ بات سمجھ میں آتی ہے۔ وہ تمہیں اپنے راستے کا نشانہ سمجھ رہا ہے۔“
 ”وہ اس کے پاس صوفے پر آکر بیٹھ گئی۔ پھر اس کی گردن میں بائیں ڈالنا چاہتی تھی۔ وہ ہاتھ تمام کر بولا۔ ”سرپر مصیبت متذلل رہی ہے۔ پہلے اسے دور کرنا چاہئے۔“
 ”وہ سکرار کو بولی ”میں نے دیکھا ہے، مصیبت تم سے دور بھاگتی ہے۔“
 ”ہو سکتا ہے، لیکن یہ سوچ کہ جان لیوذا جیسا زبردست دشمن صرف مجھ پر فائز تک نہیں کرائے گا۔ وہ فائز تک محض پیش لفظ ہوگی۔ وہ کوئی زبردست چال چل رہا ہو گا۔“
 ”واقعی جذبات غالب آتے ہیں تو مصیبت اور موت یاد نہیں رہتی۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ جان لیوذا زبردست چالاز ہے۔ تم اس کمرے میں آ کر قید ہو گئے ہو۔ وہ آسانی سے ہمیں گھیر سکتا ہے۔“
 ”میں اس پر ہل کا جنرالیہ جانتا ہوں۔ اس کمرے کے پیچھے بالکونی ہے وہ بالکونی دوسرے کمرے کی بالکونی سے تین فٹ کے فاصلے پر ہے۔ اطمینان رکھو ہم خبر سے نہیں ہیں۔“
 ”وہ خاموش رہ کر گاؤنٹر گرل اور دیگر کے خیالات پڑھنے لگی۔ گاؤنٹر گرل کی سوچ نے بتایا۔ ایک شخص سادے لباس میں آیا تھا اس نے ایک شناختی کارڈ دکھا کر کہا۔ ”میں اٹلی جنس ڈیپارٹمنٹ سے آیا ہوں۔ ابھی ایک نوجوان جو ڈا میاں آیا ہے۔ کمرہ نمبر بتاؤ۔“
 ”گاؤنٹر گرل نے نمبر بتایا۔ اس کے بعد وہ واپس چلا گیا تھا۔ الپا نے یہ باتیں علی کو بتائیں۔ وہ بولا ”اس کے خاموشی سے واپس جانے میں کوئی حال ہے۔ ہو سکتا ہے وہ ہمارا کردار دوسروں کو ہمارے کمرے کا نمبر بتائے گا دوسرے لوگ گاؤنٹر گرل سے پوچھتے بغیر میاں آؤ گھمیں ایسے وقت تمہاری خیال خوانی کام نہیں آئے گی۔“
 ”ٹیلیفون کی گھنٹی نے مخاطب کیا۔ اس نے ریسور انٹرا کر پوچھا۔ ”ہیلو کون ہے؟“ دوسری طرف سے آواز آئی ”تمہارا آپ۔“

علی نے راکم نمبر کر کر ریسور رکھ دیا۔ الپا نے پوچھا۔ ”کیا واقعی راکم نمبر تھا؟“
 ”ہاں، کسی کا آپ تھا۔“
 ”یہ کیا بات ہوئی؟“
 ”جی نہیں نے پوچھا کون ہو۔ دوسرے کہا گیا تمہارا آپ اور تم جانتی ہو۔ میاں میرا آپ نہیں ہے۔ اس لئے راکم نمبر ہوا۔“
 ”وہ کھکھلا کر ہنسنے لگی۔ فون کی گھنٹی پر بجتے لگی۔ علی نے ریسور انٹرا کر پوچھا ”ہیلو کون ہے؟“
 ”دوسری طرف سے دھاڑتے ہوئے کہا گیا۔ ”وہ راکم نمبر نہیں تھا۔ زیادہ اشارت بننے کی کوشش نہ کرو۔ ہم تمہیں فائز تک سے ڈرا کر ایسی سی کی جگہ پہنچانا چاہتے تھے۔ تم ہماری خواہش کے مطابق چار دیواری میں قید ہو گئے ہو۔“
 ”برادر تم بہت سمجھدار ہو۔ دشمن کی وجہ بتاؤ۔“
 ”تمہاری موت سے گاؤنٹر برنز تک پہنچنے کے راستے کھلیں گے۔“
 ”اچھا تو تم لوگوں کی پشت پر جان لیوذا ہے؟“
 ”الپا بھی علی سے سرجوڑے ریسور سے آنے والی آواز سن رہی تھی۔ وہ دوسری طرف سے کہ رہا تھا۔ ”ہاں جان لیوذا کو تم کچھتے کیا ہو۔ اس کی ایک چوک سے تم آڑ جاؤ گے۔ اس نے تمہارے مقابلے پر ایک ایسی ہستی کو روانہ کیا ہے جسے دیکھتے ہی تمہارے ہوش اڑ جائیں گے۔“
 ”میرا خیال ہے ایسی کوئی ہستی نہیں ہے جس دیکھ کر میرے ہوش اڑ جائیں۔“
 ”بات صرف ہوش کی نہیں ہے۔ تم اس پر جوابی حملہ نہیں کر سکو گے۔ لیوذا ایسی ہی زبردست چال چلتا ہے۔“
 ”کال بیل کی آواز سنائی دی۔ فون پر کہا گیا۔ ”میں تمہارے ریسور سے کال بیل کی آواز سن رہا ہوں۔ جاؤ دو اڑہ کھول کر اپنی موت کا استقبال کرو۔“
 ”علی ریسور رکھ کر کھڑا ہو گیا۔ الپا بھی اٹھتے ہوئے بولی ”یہ کون ہو سکتا ہے۔“



”یہی میں سوچ رہا ہوں۔ جو بھی آیا ہے اسے لہوڑا نے بوسے چٹخ کے ساتھ یہاں بھیجا ہے۔“
وہ سوچتا ہوا دروازے تک آیا۔ پھر دیوار سے لگ کر بولا۔
”کون ہے؟“

دروازے کے باہر سے نسوانی آواز سنائی دی۔ ”دروازہ کھولیں میں ہوں۔ میں آئی ہوں۔“
علی چونک گیا۔ وہ آواز اس کی ساعت میں گونج رہی تھی۔
”میں ہوں۔ میں آئی ہوں۔“
وہ آواز اس کی بیوی پامیلا کی تھی۔ بیوی مصیبت بن سکتی ہے۔ خطرہ نہیں بن سکتی۔ آخر جان لہوڑا نے کیا سوچ کر اسے بھیجا ہے؟

علی نے فوراً دروازہ کھولا۔ پھر پیچھے ہٹ گیا۔ پامیلا دونوں ہاتھوں میں دیوار تھامے کھڑی ہوئی تھی۔ الپا پر نظر پڑنے ہی ہوئی ”اس نے درست کہا تھا کہ ایک سینہ میرے شوہر کو مجھ سے چھین رہی ہے۔“
اس نے الپا کا نشانہ لیا۔ الپا علی کے پیچھے چلی گئی۔ وہ بولا۔
”تم ناشائستہ۔ اندر آؤ۔ تمہیں کس نے بتایا ہے کہ میں یہاں مل سکتا ہوں؟“

پامیلا نے کہا ”کیا اب بھی مجھ میں نہیں آیا۔ یہ جہم تمہاری بیوی پامیلا کا ہے لیکن داغ جان لہوڑا کا ہے۔“
علی ”الپا کے ساتھ پیچھے بیٹھے ہوئے بولا“ ”اچھا تو تم لہوڑا ہو۔ میری بیوی کو آلا کر تار کرنا ہے۔“
”ہاں“ بھٹی باری میں نے دیکھا تھا بہترین فاکٹر ہو میرے کسی آلا کار کے قابو میں نہیں آؤ گے۔ تب یہ آئیڈیا داغ میں آیا کہ پامیلا کو تمہارا ہرجائی پن بھی دکھائوں گا اور تمہاری موت بھی بٹاؤں گا۔“

پامیلا یہ کہتی ہوئی کمرے کے اندر آئی۔ اس کی انگلی ٹیکر پر تھی۔ اور نشانے پر علی اور الپا دونوں ہی تھے۔ لہوڑا نے پامیلا کی زبان سے کہا۔ ”تمہارے مقابلے پر ایسا بستی ہے جس سے تم جنگ نہیں کر سکتے۔ یہ تم پر گولیاں چلائے گی۔ تم اس پر ہاتھ نہیں چلاؤ گے اور اگر تم اس سے دیوار چھیننا چاہو گے تو جانتے ہو کیا ہو گا؟“

علی پوری توجہ سے دیوار کو دیکھ رہا تھا۔ لہوڑا نے کہا ”یہ تمہاری بیوی تمہارے سامنے اپنے ہی دیوار سے خود کشی کرے گی۔ تم اسے زندہ دیکھنا چاہتے ہو تو اس سے دیوار چھیننا۔“
اس میں شبہ نہیں کہ لہوڑا نے علی کو مشکل میں ڈال دیا تھا۔ وہ پامیلا کو دل سے چاہنے والا شوہر تھا۔ اس کے بدن پر ہلکی سی خراش لانا بھی اسے گوارا نہیں تھا۔ وہ اسے پیار و محبت سے اپنی طرف مائل بھی نہیں کر سکتا تھا اس کے حواس پر لہوڑا چھایا ہوا

تھا۔

الپا چپ چاپ پامیلا کے داغ میں گئی تھی اور سمجھ گئی تھی کہ وہاں اپنی سوچ کی لہروں سے پامیلا کو قابو میں نہیں کر سکے گی۔ اس کے ہاتھ سے دیوار بھی نہیں گرا سکے گی۔ اسکے داغ پر لہوڑا کا مکمل قبضہ تھا۔
کمرے کا دروازہ بند تھا۔ پیچھے بالکونی کی طرف پردہ پڑا ہوا تھا۔ دن کی روشنی کمرے کے اندر نہیں تھی۔ وہاں صرف ایک بلب روشن تھا اور بس یہی ایک راستہ رہ گیا تھا۔ علی نے بجلی کی سی تیزی سے سوچ کو آف کرتے ہوئے الپا کو دوسری طرف دھکا دیا۔ اندر چلا ہوتے ہی دیوار سے کھلی چلی۔ تاریکی میں شعلہ سا لپکا۔ پامیلا نے اپنے شوہر پر کھلی چلائی تھی۔ اس کے ایک ساعت کے بعد ہی اس کے حلق سے چیخ نکلی۔

علی نے اندر میرے میں پامیلا کو پکڑ لیا تھا۔ اس کی کلائی سوڈر دیوار پر پھینک لیا تھا۔ اسے اندازہ تھا کہ صوف کتنے فاصلے پر ہے۔ اس نے پامیلا کو صوف پر پھینک کر کہا۔ ”لہوڑا! تمہارا یہ ٹاپاک ارادہ پورا نہیں ہو گا۔ پامیلا تم مجھے قتل کرے گی۔ خود کشی کرے گی۔ اب دیوار میرے ہاتھ میں ہے۔“

اس نے سوچ بوجھ کے پاس کرکڑن کو آن کیا۔ کمرہ پھر روشن ہو گیا لیکن پامیلا صوف پر نہیں تھی۔ اس نے سر ہٹا کر دیکھا۔ وہ بالکونی کے پاس کھڑی تھی۔ لہوڑا اس کی زبان سے کہہ رہا تھا ”میں نے وارننگ دی تھی کہ پامیلا سے دیوار چھیننا لیکن تم نے خود کو بہت ہی ذہن اور چالاک سمجھ لیا۔ اپنی داستان میں دیوار چھین کر اسے خود کشی سے باز رکھا ہے مگر دیکھو اور اسے دوکو۔ تمہاری پیاری شریک حیات جاری ہے۔“

وہ دوڑتی ہوئی بالکونی میں تھی۔ علی نے اس کے پیچھے دوڑتے ہوئے آواز دی ”رک جاؤ۔ پامیلا! تمہیں میری جان کی قسم رک جاؤ۔“

لیکن لہوڑا نے اسے رکتے نہیں دیا۔ علی کے بالکونی میں پہنچنے سے پہلے ہی پامیلا نے ریٹک پر چڑھ کر نیچے چھلانگ لگادی۔ اس کی آخری چیخ موت کی ہستی میں جاتی ہوئی سنائی دی۔ پھر گمراہا سنا چھا گیا۔

علی ٹھٹک گیا۔ اپنی بلندی سے چھلانگ لگانے کا نتیجہ ایک ٹانواں بھی جانتا ہے۔ اس کے دل پر بوجھ سا پڑ گیا۔ موت سے لڑنے والا اپنی شریک زندگی کو موت سے نہ بچا سکا۔ وہ بھجکا ہوا شرمندہ سا ہو کر بالکونی کی ریٹک کے پاس آیا۔ پھر نیچے دیکھا۔ کیا دیکھا؟

قدرت کا تماشا دیکھا۔
وہ زمین پر کھڑی ہوئی تھی اور سر اٹھائے پانچویں منزل کی بلندی پر کھڑے ہوئے علی کو دیکھ رہی تھی۔

چشم فلک نے ہزار ہا قدرت کے تماشے دیکھے ہیں۔ یہ بھی دیکھا ہے کہ ہزاروں فٹ کی بلندی سے گرنے والے طیارے کے تمام مسافر ہلاک ہوئے۔ صرف ایک مسافر کی چوڑیاں نہیں ٹوٹیں۔ زمین کے حادثے میں ایک بوگی کے تمام مسافر چٹکا چور ہو گئے۔ صرف ایک بچہ سلامت رہ گیا۔ ایسے ہی حالات میں کہا جاتا ہے۔ جسے اللہ رکھے اسے کون پھنکے؟

اگر یہ ایمان ہو کہ دست قدرت سے نامکمل بھی ممکن ہو جاتا ہے تو پامیلا کا زندہ سلامت رہ جانا بہت زیادہ حیرانی کی بات نہیں تھی۔ جان لہوڑا کو یہ معلوم نہیں تھا کہ جس بالکونی کی بلندی سے وہ پامیلا کو چھلانگ لگانے پر مجبور کر رہا ہے۔ اس بالکونی کے نیچے سو منگ پل ہے۔

پامیلا کے چھلانگ لگانے سے لہوڑا تو مطمئن ہو کر چلا آیا تھا کہ اپنی بلندی سے پامیلا کا باپ بھی نہیں بچے گا لیکن وہ سیدھی سو منگ پل کے کمرے پانی میں گئی تھی۔ پھر ابھر کر تیرتی ہوئی کنارے پر آئی تھی۔ اسے حیرانی تھی کہ اب تک اپنے آپ میں کیوں نہیں تھی اور اپنی مرضی کے خلاف اپنے شوہر کا رمن کو کیوں ہلاک کرنا چاہتی تھی۔ اور جب ہلاک کرنے میں ناکام رہی تو خود کشی کرنے کے لئے بالکونی سے کود پڑی تھی۔

وہ سو منگ پل سے نکل کر کنارے کھڑی ہو کر سر اٹھا کر پانچویں منزل کی طرف دیکھنے لگی۔ اوپر علی نظر آیا تو اس نے ہاتھ ہلا کر پوچھا ”یہ کیا ہو رہا ہے؟ میں نے چھلانگ کیوں کی تھی؟“
علی نے اوپر سے پوچھ کر کہا ”وہیں ہو میں آ رہا ہوں۔“

پھر اس نے پلٹ کر الپا کے پاس آکر اس کے دونوں بازوؤں کو خوشی سے جکڑ لیا۔ اسے سمجھوڑتے ہوئے کہا ”وہ زندہ ہے۔ اب نہ پامیلا زندہ ہے۔ پلٹے فوراً اس کے داغ پر قبضہ بناؤ۔ ابھی وہ داخل ہے۔ اس کا مطلب ہے لہوڑا نے اسے آزاد چھوڑ دیا ہے۔“

پھر وہ پامیلا کے پاس جانے کے لئے وہاں سے دوڑا۔ ہوا کمرے سے باہر چلا گیا۔ ان لحاظ میں الپا کو شدت سے اپنی توہین کا احساس ہوا۔ اگر اپنا مطلب وہ مقصود دیکھ دوسری کے لئے چھوڑ کر چلا جائے تو یہ بے عزتی کوئی برداشت نہیں کر سکتی۔

الپا ساکت کھڑی ہوئی برداشت کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ خود کو سمجھا رہی تھی ”مجھے ذرا مہر کرنا چاہئے کارمن فولاد ہے۔ اسے پامیلا سے توڑنے اور اپنے ساتھ جوڑنے میں وقت لگے گا۔ پھر کارمن“ پامیلا اور میرے درمیان سرکاری معاملات ہیں، مجھے جذبات میں سرگراں نہ کرنا چاہئے۔“

وہ ٹھوڑی دیر تک اپنے آپ کو سمجھاتی رہی پھر پامیلا کے داغ میں گئی۔ علی اسے آغوش میں لے کر مہر پر محبت سے پیش آ رہا تھا۔ الپا فوراً ہی واپس آئی۔ وہ ایسی ہی دیوانہ وار محبت چاہتی تھی جو دوسری کو مل رہی تھی۔

اس کا فرض تھا کہ وہ الپا کے داغ پر قبضہ بنا کر رکھتی تاکہ

لہوڑا دوبارہ آکر اسے نقصان نہ پہنچائے۔ لیکن اس نے ناگواری سے سوجھا ”لہوڑا آتا ہے تو آئے۔ میں پامیلا کی چویدار نہیں ہوں۔ اگر اسے نقصان پہنچے گا تو میں رپورٹ دوں گی کہ مجھ سے پہلے پھر ایک بار لہوڑا اس کے داغ پر قبضہ بنا چکا تھا۔ اس لئے میں پامیلا کو نہ بچا سکی۔“

وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی بالکونی میں آئی۔ وہاں سے دیکھا۔ نیچے سو منگ پل کے کنارے کارمن اپنی شریک حیات پر قیام ہو رہا تھا۔ الپا کو یہ محرومی غصہ دلا رہی تھی کہ وہ کارمن کو اپنے لئے ہوئی کے اس کمرے میں لاتی تھی۔ جو کچھ اسے حاصل ہونا تھا وہ پامیلا کو حاصل ہو رہا تھا۔

سوال یہ بھی پیدا ہو رہا تھا۔ کیا پامیلا کارمن (علی) کو اپنے ساتھ لے جائے گی اور وہ خانا خمار رہ جائے گی؟ اگرچہ بیوی کا حق زیادہ ہوتا ہے لیکن پہلے ”آؤ پہلے پاؤ کے اصول کے مطابق الپا نے آج اس مرد کو پہلے پایا تھا۔“ اور اب بھی غرور ہو رہی تھی۔

وہ برداشت نہ کر سکی۔ الپا کے اندر پہنچ کر اسے علی سے الگ کر دیا۔ اس نے پوچھا ”کیا وہاں؟ مجھ سے دور کیوں ہو گئیں؟“
وہ سوچتی ہوئی نظروں سے علی کو دیکھتے ہوئے بولی ”جنا نہیں کیسے دور ہو گئی۔ میں تو تمہارے اندر جا رہا تھا جتنی تھی۔“

علی نے فوراً سر اٹھا کر دیکھا۔ پانچویں منزل کی بالکونی کی ریٹک پر الپا دکھائی دی۔ نظریں ملتے ہی وہ ریٹک سے ہٹ گئی۔ بالکونی میں نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ بڑی حد تک بات سمجھ میں آئی۔ اس نے الپا سے کہا تھا کہ پامیلا کے داغ پر چھپ جائے تاکہ لہوڑا پھر کوئی شیطانی حرکت نہ کرے۔

اگر ابھی لہوڑا نے اس کی بیوی کو اس کی آغوش سے الگ کیا ہے تو اس کا مطلب ہے الپا نے فرض کی اور جنگ میں کو تباہی کی ہے۔ اگر وہ فرض شناس ہے اور پامیلا کے داغ میں موجود رہی تھی تو پھر اس نے بیوی کو شوہر سے الگ کیا ہے۔

علی نے تسلیم کیا کہ وہ عورت جو اپنے جذبات کے لئے اس کے ساتھ آئی تھی، وہ شوہر کے ساتھ بیوی کے بھی جذبات برداشت نہیں کر رہی تھی۔ اسے چاہئے تھا کہ وہ اوپر سے الپا کو اپنے ساتھ پامیلا کے پاس لانا لیکن اس نے پامیلا کی نئی زندگی کی خوشی میں بھول کر الپا کا بھڑا گریا تھا اور اسے حسد کی آگ میں جلا رہا تھا۔

وہ پامیلا کا ہاتھ قہام کر ہوئی کی لائی میں آیا۔ پمیل کو ایک صوفے پر بیٹھنے کو کہا پھر ٹیلیفون کے پاس جا کر دیسیور اٹھا کر آپریٹر سے کمرہ نمبر پانچ سو پانچ سے رابطہ کرنے کو کہا۔ آدھے منٹ میں رابطہ ہو گیا۔ الپا کی آواز سنائی دی ”وہ بولا“ ”سوئی پامیلا کو زندہ پا کر خوشی میں بہت کچھ بھول گیا۔ میرے جذبات کو سمجھو میں نے تمہیں نظر انداز نہیں کیا ہے۔“

”تم نے ابھی رابطہ کر کے ثابت کر دیا ہے کہ مجھے نظر انداز نہیں کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ مجھے کباب میں سے نکل جانا

چاہئے۔

”ایسی باتیں نہ کرو۔ آج ہماری پہلی ملاقات ہے۔ یہ ملاقات اتنی جلدی ختم نہیں ہوگی۔“

”تمہاری بیوی کو دکھ ہوگا۔“

”تم مجھے آؤ۔ ہم اسے گھر پہنچائیں گے۔ تم اسے سلام دینا۔ اس کے بعد ہمیں دشمنوں سے بھی شک ہے۔ اور پیار بھرے دن رات بھی گزارنے ہیں۔“

وہ خوش ہو کر بولی ”تم اسے گھر لے جاؤ۔ میں اپنے گھر جا رہی ہوں۔ وہاں سے الپا پر عمل کروں گی۔ اس کے دماغ کو لاک کروں گی تو لیوڈا بھی اسے نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔“

علی نے ریسوررک دیا۔ پامیلا کو لے کر گھر کی طرف جانے لگا۔ وہ مارشل تھی جان لیوڈا پلٹ کر نہیں آیا تھا۔ اسے پانچویں منزل سے چھلانگ لگانے پر مجبور کرنے کے بعد وہ مطمئن ہو گیا تھا کہ وہ مریگی ہے۔ کارمن اپنی بیوی کا ماتم کر رہا ہو گا۔ جوش اور فتنے میں آکر وہ اور اس کا سرگرمی ایسی احتمالہ حرکت کر سکتے ہیں جس کے نتیجے میں اسے پھر ایک بار گولڈن رینجرز کے درمیان جگہ بنانے کا موقع مل سکے گا۔

وہ دوسرے معاملات میں مصروف رہ کر اس بات کا منتظر تھا کہ کارمن یا راجر موس سفارتی سطح پر اسے پامیلا کے قتل کا الزام دیں گے۔ وہ اپنے خاص ٹیلی پیٹھی جاننے والے لی بی تھرال کے سلسلے میں مصروف تھا اس کے لئے یہ خطرہ ہوتا جا رہا تھا کہ فریاد علی تیسرے تھرال کی اصلیت معلوم کر دے کہ وہ تھرال کو فریاد کے خطرے سے بچانے کی فکر میں تھا۔ جب تک کچھ گزر گئے تو اس نے سوچا ”پامیلا کی موت کا رد عمل کیوں نہیں دے رہا ہے؟“

اس نے خیال خوانی کے ذریعے لی بی میں رہنے والے آلہ کار کو مخاطب کیا پھر پوچھا ”پامیلا کی موت کا رری ایکشن کیوں نہیں ہو رہا ہے؟“

”جناب! ایسی موت! وہ تو زندہ ہے۔“

”زندہ ہے؟ کیا کیوں کر رہے ہو۔“

”آپ نے اسے پانچویں منزل سے گرایا تھا۔ لیکن لوکیشن کا خیال نہیں رکھا تھا۔ اس جگہ میں سونگ پل ہے۔ وہ پانی میں گر گئی تھی۔“

لیوڈا کی سمجھ میں آئی۔ اس نے اسے پاس کے داخل کو اچھی طرح نہیں سمجھا تھا۔ یہی یقین کافی تھا کہ ہندی سے گرنے والی زندہ نہیں بچے گی اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پامیلا کے پاس آیا۔ اس نے سانس روک لی۔ وہ دایکس ”ایا“ یہ دوسری بٹاکی تھی۔ تو بی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو پرانی سوچ کی لہروں کے لئے حساس بنا دیا گیا تھا۔ اب وہ پامیلا کو کارمن کی کمزوری نہیں بنا سکتا تھا۔

اس نے اپنے کلا کار سے پوچھا ”کیا تم میں ایسے ذہین

اور چالاک لوگ نہیں ہیں جو کارمن کو قابو میں کر سکیں یا اسے کیس بھی گولی مار سکیں؟“

”ایسے لوگ ہیں۔ میری پوری کوشش یہی ہوگی کہ جہاں بھی موقع ملے اس کا کام تمام کر دیا جائے۔“

”کیا یہ معلوم ہوا کہ ہوٹل کے کمرے میں کارمن کے ساتھ وہ لڑکی کون تھی؟“

”یہ معلوم نہ ہو سکا۔ وہ ہوٹل سے کیس چلی گئی تھی۔“

”کارمن ابھی کہاں ہوگا؟“

”تا نہیں سراپامیلا کے زندہ بچنے کے بعد ہم دیکھنے تک آپ کا انتظار کرتے رہے۔ آپ نے رابطہ نہیں کیا تو یہی سمجھ میں آیا کہ آپ کارمن اور پامیلا کو نظر انداز کر رہے ہیں۔“

”میں رابطہ نہ کروں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم لوگ ڈیوٹی چھو دو۔ میں ہزاروں معاملات میں مصروف رہتا ہوں اور تم لوگ ایک معاملے کو پیٹل نہیں کر سکتے۔ تم لوگوں کی صلاحیت سے مجھے ناکامیوں کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔“

وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگا۔ اس کی اپنی بھی غلطیاں تھیں اس نے اسے پاس توجہ دے بغیر پامیلا کو پانی میں گر دیا تھا۔ پامیلا اور کارمن پر اپنی توجہ دی تھی کہ پانی اٹھ جائے۔ پمیل کیا تھا۔ اس نے یہ معلوم کرنا ضروری نہیں سمجھا کہ کارمن کے ساتھ جو ان دوشیرہ کون تھی۔ وہ معلوم ہو جائے کہ وہ الپا بھی تو پامیلا کو چھوڑ کر اس ٹیلی پیٹھی جاننے والی کے پیچھے چلا گیا۔

یہ اس کی بد قسمتی تھی کہ وہ علی کو بھی نہیں پہچان رہا تھا۔ اسے ایک نیا گولڈن برین سمجھ رہا تھا۔ علی کی حقیقت سے واقف ہو جانا تو ہوٹل میں کارمن اور الپا کو چھوڑ کر نہ جانا ان کی جان سے کھینچنے کے لئے جان کی بازی لگانا۔

الپا نے جان لیوڈا کا راستہ روکنے کے لئے پامیلا پر تو بھری عمل کیا تھا۔ اس کے بعد فون پر علی سے پوچھا ”اب کہاں ملاقات ہوگی؟“

اس نے کہا ”اب تک جان لیوڈا کو معلوم ہو چکا ہو گا کہ وہ انتہائی کارروائی میں ناکام رہا ہے۔ اس کے علاوہ کارمنیں ہوٹلوں تفریح گاہوں میں دھمپتے پھر رہے ہوں گے۔ میری رہائش گاہ کی بھی نگرانی ہو رہی ہوگی۔“

”دیکھو کارمن! وعدے سے نہ پھرنا۔ آندھی آئے طوفان آئے“

میں آج تم سے ضرور ملوں گی۔“

”لے لی ایک ہی جگہ ہے۔“

”نہیں ہی جگہ ہے۔ وہ میں کانٹوں پر بھی چل کر آؤں گی۔“

”نہیں! دوست اور دشمن تمہیں صورت سے نہیں پہچانتے

یہ کیا یہ درست ہے؟“

”درست ہے۔“

”آج بھی تم میک اپ میں رہیں، وہ تمہارا اصلی چہرہ نہیں

تھا؟“

”یہ بھی درست ہے۔“

”اور ابھی تم اپنی رہائش گاہ میں ہو؟“

”ہاں مگر کتنا کیا چاہتے ہو؟“

”یہی کہ اگر میں تمہارے گھر چلا آؤں تو وہاں ہم دونوں دشمنوں کو نظر نہیں آسکیں گے۔“

”دشمن تمہارا تعاقب کرتے ہوئے آجائیں گے۔“

”میں علیہ بدل کر آؤں گا۔ نہ کوئی بچانے کا نہ تعاقب کرے گا۔“

”کارمن! آج تک میں نے کسی کو اپنی رہائش گاہ کا پتا نہیں

تایا ہے۔“

”مگر کسی میں بھی شامل ہوں تو مجھے بھی نہ بتاؤ۔“

”میں تمہارے لئے ایک اصول تو ڈکھائی ہوں، لیکن گولڈن رینجرز مجھے سختی سے تاکید ہے کہ میری رہائش گاہ کا علم کسی کو

نہیں ہونا چاہئے۔“

”گولڈن رینجرز کو تو علم ہو گا۔“

”جہ گولڈن رینجرز میں سے ایڈگر سلوسن اور میریجا رڈلے میری رہائش گاہ جانتے ہیں۔ واسکوڈی قمر اور جان مین کو بے مورگن کا چاچا معلوم ہے۔ راجر موس اور جان فونل ہمارے تیسرے خیال خوانی کرنے والے بہری ہو گئے گا کھر جاتے ہیں۔“

علی نے کہا ”میں ایڈگر سلوسن کی جگہ گولڈن برین ہوں لہذا مجھے تمہارا پتا معلوم ہونا چاہئے۔“

”ابھی تم مشغل نہیں قائم مقام گولڈن برین ہو۔ اس لئے کبھی ہوں کہ اصول تو ذکر تمہیں پتا تھاری ہوں۔ لی بی ایب میں نہیں ہوں۔ تم گھر سے نکلو اور ہائی وے پر آؤ۔ جب تمہیں یقین ہو جائے کہ کوئی تعاقب نہیں کر رہا ہے تو میں فون کے ذریعے پتا بتا دوں گی۔“

علی پامیلا کو اس کے لئے یعنی راجر موس کے گھر لایا تھا۔ وہیں ایک بیڈ روم میں الپا نے اسے تو بھری نیند سلا دیا تھا۔ راجر موس کے کھینچنے کے اطراف سخت پرہیز کرتا تھا۔ دوردور تک نظر رکھی جاتی تھی کہ کوئی اس جگہ کی نگرانی نہ کر سکے۔ علی اپنی شریک حیات کو وہاں چھوڑ کر اپنا طیلہ تبدیل کر چکا تھا۔ پہرا دینے والے ایک فونی کا بہرہ بدل چکا تھا۔ لی بی جانوں کی ڈیوٹی بدل رہی تھی۔ وہ ڈیوٹی بدلنے والوں کے ساتھ فونی گاڑی میں گیا۔ پھر ایک افسر کے کھر بچ کر وہاں لباس تبدیل کرنے کے بعد ایک کار ڈرائیو کرنا ہوا ہائی وے پر ٹھہرا۔

اس نے موبائل فون پر رابطہ کیا پھر کہا ”میں ہائی وے پر ہوں۔“

الپا نے کہا ”وہاں سے ساحلی راستے پر آجاؤ۔ ساتھ میل کی ڈرائیو ہے۔ میں حیف میں ہوں۔“

”ٹھیک ہے۔ میں آ رہا ہوں۔“

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ میں نے علی سے کہہ دیا تھا کہ دو گھنٹے بعد آؤں گا اس لئے وہ ستر رکاری سے کار چلاتے ہوئے حیف کی سمت جانے لگا۔ وہ فطرتاً تو بیزار تھا۔ یہ چاہتا تھا کہ الپا کے ساتھ تنہائی میں ایک منٹ بھی گزارا نہ کرے۔ اس سے ملاقات ہوتے ہی اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کر دے۔ پھر اس کا فرض پورا ہو جائے گا اور میں اسے اپنی معمول اور تابعدار بنا لوں گا۔ اسے سو اٹھنے میں وہاں پہنچنا چاہئے تھا۔ وہ دو گھنٹے میں پہنچا۔ الپا نے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا ”تم کارمن آ رہے تھے یا پھر؟ کیا اتنی دیر لگتی ہے؟“

وہ بات بتاتے ہوئے بولا ”میں نے سنا ہے محبوب کو انتظار میں جتنا تڑپا جائے اتنی ہی محبت بڑھتی جاتی ہے۔“

”کبھی اس کے برعکس بھی ہوتا ہے۔ محبت کرنے کا چانس ختم ہو جاتا ہے۔ اوپر سے احکامات صادر ہوئے ہیں کہ ہمیں اسی وقت جیلان کے پہاڑی علاقے میں جانا ہے۔“

علی نے کمرے میں آکر فون کے ذریعے راجر موس سے رابطہ کیا ”پھر پوچھا! ایسا نہ احکامات ہیں؟“

”ہاں جیلان کی پہاڑی زمینوں میں عربوں کی اکثریت کو ختم کرنا ہے اور انتہو پنا سے آنے والے یہودیوں کو وہاں آباد کرنا ہے۔ لیکن وہاں چار گاؤں کے عربوں نے منظم بغاوت کی ہے۔ ہماری فوج نے ان کا محاصرہ کیا ہے۔ الپا ان باغیوں کے سربراہوں کے دماغوں میں بیج کر ان کے باغیانہ جذبات کو ختم کرے گی اور ہماری تابعداری پر مجبور کرے گی۔ ان میں سے جو عرب قابو میں نہ آئے، اسے ختم نہیں پہنچاؤ گے۔“

”ابھی بات ہے۔ میں الپا کے ساتھ جا رہا ہوں۔“

الپا نے ویڈیو ٹیکرا اور ایک بیک لیا۔ اس بیک میں لکھنے پڑھنے کا سامان تھا تاکہ وہ لیڈی اخبار پر رورڈ دکھائی دیتی رہے۔ وہ دونوں کارمن بیڈ کر ائرفورس کے ایک ڈیپے پر آئے پھر فونی بلی کا پڑیں بیڈ کر وہاں سے جیلان کی پہاڑیوں کی طرف جانے لگے۔ میں نے علی کے پاس آکر گولڈن رڈز ادا کئے۔ اس نے کہا ”ایپا! الپا کا مقدر ساتھ دے رہا ہے۔ ابھی میں اسے کمزوری میں مبتلا نہیں کر سکوں گا اور نہ ہی آپ اسے تابعدار بنا سکیں گے۔“

اس نے بتایا کہ جیلان کے علاقے میں عرب مسلمانوں کی زمینیں چھینی جا رہی ہیں اور وہاں یہودیوں کو آباد کیا جا رہا ہے۔ یہ واقعہ پوچش پر آیا تھا کہ انتہو پنا کے شمال مغربی صوبے میگرے اور گولڈن رڈ دنیا کے غریب اور پسماندہ ترین علاقے رہے ہیں۔ یہاں صدیوں سے سیاہ فام یہودی آباد ہیں۔ ان یہودیوں کو فلاشا کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ ان کی زبان میں فلاشا کے معنی انتہی یا خانہ بدوش ہیں۔ یہ گوری نسل کے یہودیوں کے متعلق غیر تعلیم یافتہ اور غیر مذہب ہیں اور صدیوں سے ارضی فلسطین کو اپنا

نظر لائی اور روحانی وطن کئے آ رہے ہیں۔

اسرائیل کے یہودی پہلے ان کا لے یہودیوں کو حلیم نہیں کرتے تھے لیکن ۱۹۴۳ء میں ان کے سب سے بڑے رقی اوانا یوسف نے فوجی جاری کیا اور کہا "فلاش یہودی دراصل کشورہ ڈان قبیلے کی اولاد ہیں جن کا ذکر توریت میں آیا ہے۔ حیلا کی سرزمین پر یہ قبیلہ آباد تھا۔"

اس فتوے کے بعد ایتھوپیا کے کالے کلونے یہودی ان کے لئے عربوں کے مقابلے میں عزیز ہو گئے۔ انہوں نے مسلمانوں کی آبادی کم کرنے اور اپنی قوی اکثریت برہانے کے لئے فلاشا یہودیوں کو اسرائیل میں آباد ہونے کی اجازت دے دی۔ چونکہ فلاشا غیر مذہب تھے اس لئے انہیں شہروں سے دور جولان کی پہاڑیوں میں آباد کرنے لگے۔

اس علاقے کے عربوں نے کوئی سات برس پہلے احتجاج کیا تھا ان کے احتجاج کو فوج کے ذریعے دبا دیا گیا تھا۔ اب یہودی صورت حال تھی۔ پانی سرے اونچا ہوا تھا۔ فلاشا یہودیوں کی مداخلت اور ان کی آباد کاری عرب مسلمانوں کی برداشت سے باہر ہو گئی تھی اس لئے بغاوت شروع ہو گئی تھی اور خاص مسلمان باغیوں کو ہلاک کرنے کا پابندیہ اور غیر اسلامی فریضہ علی تیور کے سر اڑا تھا۔

بیلی کا پڑ پڑا کے سامنے ایک میدان میں اترتا۔ علی اور الپا نے دیکھا پہاڑی کے نشیب و فراز میں کچے پلے مکانات نظر آ رہے تھے۔ مکانات کے دروازے بند تھے کیونکہ بستی میں کرفو نافذ کیا گیا تھا۔ ہوا کے لئے صرف کھوکھیاں کھلی ہوئی تھیں۔ ایک فوجی افسر نے دو سپاہیوں کے ساتھ ان کا استقبال کیا۔ ان کے لئے ایک جود مخصوص کی گئی تھی۔ علی نے الپا کے ساتھ چپ میں بیٹھے ہوئے افسر سے پوچھا "کیا پوزیشن ہے؟"

افسر نے کہا "ہم نے تین دن ہوئے پانی اور بجلی کی سپلائی بند کر دی ہے۔ پھر بھی یہ کینت مسلمان باغیانہ حرکتوں سے باز نہیں آ رہے ہیں۔ کرفو کے وقفے میں فلاشا یہودیوں کو قتل کرتے ہیں اور ان کے گھروں سے راشن چرا کر لے جاتے ہیں۔"

علی نے کہا "پانی اور بجلی کی طرح راشن کی بھی سپلائی بند کی ہے۔ یہ تو ظلم ہے، بستی میں عورتیں اور بچے بھی ہیں۔"

افسر نے کہا "سرا ہمارے یہودیوں کی بھی عورتیں اور بچے ہیں پانی اور بجلی کی سپلائی بند کرنے سے ہماری قوم کے لوگوں پر بھی مصیبت آگئی ہے۔"

الپا نے کہا "بستی کا محاصرہ کرنے اور کرفو نافذ کرنے سے مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ تم کہتے ہو انہیں تین دنوں سے پانی نہیں دیا گیا ہے۔ آخر وہ پیئے کیا ہیں اور جیتے کیسے ہیں؟"

"ادام! ان پہاڑیوں میں غار اور چھیدہ درے ہیں اصل مذاوت کرنے والے عرب وہاں چھپے رہتے ہیں۔ انہیں جب بھی

موقع ملتا ہے وہ فائرنگ کرتے ہوئے آتے ہیں اور مسلمانوں کے کئی گھروں میں پانی کے شکنجے دیتے ہوئے واپس چلے جاتے ہیں۔"

الپا نے پوچھا "کیا تمہارا محاصرہ مضبوط نہیں ہے؟"

"مضبوط ہے۔ مگر بستی کے پیچھے پہاڑیاں ہیں۔ وہاں ہمارے دالے ہمارے اکثر فوجی مارے جاتے ہیں۔ یہ پتا نہیں چل رہا کہ کہاں سے فائرنگ کر رہے ہیں۔ وہ محاصرہ توڑنے کے بعد بستی میں آتے ہیں پھر فوراً لوٹ جاتے ہیں۔"

علی نے پوچھا "کیا تم نے بستی میں اعلان کر دیا ہے کہ دو مسلمان اخباری رپورٹر اور فوٹو گرافر صورت حال کا جائزہ لیتے اور ان کے مسائل دینا والوں تک پہنچانے آئے ہیں؟"

"جی ہاں! ہم پچھلے چار گھنٹوں میں دوبار اعلان کر چکے ہیں۔ بستی کے اندر جانے کے لئے ایک بند گاڑی میں جانا پڑتا ہے۔ عرب عورتیں اور بچے چھپ چھپ کر پھرتے ہیں۔"

الپا نے پریشان ہو کر کہا "ہماری آمد کے اعلان پر پھرانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہمیں مسلمان نہیں سمجھ رہے ہیں یا زر خرید مسلمان سمجھ رہے ہیں۔"

علی چاہتا تھا کہ الپا بستی میں جا کر کسی مسلمان کی آواز نہ سنے۔ اس نے کہا "تم نہ جاؤ۔ میں تنہا جاؤں گا۔ پہلے ان کا اعتماد حاصل کروں گا۔"

وہ بولی "تمہاری جان سستی نہیں ہے۔ میں تمہیں نہیں جانے دوں گی۔ ہم دوسری تدبیر آزما دیں گے۔"

"وہ تدبیر کیا ہے؟"

وہ فوجی افسر نے بولی "تم اپنے جوانوں کے ساتھ بند گاڑی میں جاؤ اور اعلان کرو کہ دو مسلمان رپورٹر اور فوٹو گرافر آچکے ہیں اس بستی کے دو معزز عرب یکپ میں اگر ان سے ملاقات کریں۔ اگر معزز عربوں کو یقین ہو جائے گا کہ یہ اخبار والے مسائل کے پراسس حل کے لئے آئے ہیں تو پھر رپورٹر اور فوٹو گرافر بستی میں آئیں گے پھر پانی اور بجلی کی سپلائی بحال کریں گے۔"

یہ معقول تدبیر تھی۔ افسر نے بند گاڑی میں بیٹھ کر یہ اعلان کر دیا تو بزرگ بستی سے باہر یکپ میں آئے۔ انہوں نے علی اور الپا کو مصافحہ کیا۔ علی نے انہیں سلام کرتے ہوئے مصافحہ گرم جوشی سے کیا۔ ایک بزرگ نے پوچھا "تمہارا نام کیا ہے؟"

"میرا نام اسد علی ہے۔"

بزرگ نے کہا "تم مسلمان ہو۔ مگر یہ لڑکی مسلمان نہیں ہے۔"

سرا یہ تو نہیں ہو سکتی کہ اسے اسلام سے خارج کر دیا جائے۔" "جب داخل ہی نہیں تھی تو اسے خارج کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تم کیا تو اس لڑکی سے پوری طرح واقف نہیں ہو یا پھر اس کے قریب میں شامل ہو۔"

الپا نے کہا "مسٹر ولنٹن! تم مجھے فریبی کہہ رہے ہو۔"

"مگر! اتم کیا بلا ہو! ابھی تم نے تلاوت کلام پاک کے دوران غل ہونا چاہا پھر واپس چل گئیں۔"

الپا شدید حیرانی سے اس شخص کو دیکھنے لگی۔ وہ سفید لباس میں تھے۔ داڑھی اور سر کے بال بھی سفید تھے اور کوئی فرشتہ لگ رہے تھے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ الپا کی طرح میں بھی بزرگ کے دماغ میں حکمت تھا۔ یہ ایک طویل عرصے سے خیال خوانی کرتا آ رہا ہوں۔ ہزاروں انسانوں کے دماغوں میں جا کر میں نے جب تماشے دیکھے بھی ہیں اور جب تماشے کئے بھی ہیں لیکن بزرگ کے دماغ میں خداوند کریم کی حیران کرنے والی قدرت دیکھی۔ وہ بزرگ الپا اور علی کے سامنے زبان سے گفتگو کر رہے تھے اور ان کا دماغ تلاوت میں مصروف تھا۔

میں نے ان کے خیالات پڑھنے کی کوشش کی نہ پڑھ سکا۔ الپا نے بھی یہی کوشش کی ہوگی۔ ان کے دماغ پر قبضہ ہانا چاہا ہوگا۔ لیکن کلام الہی پر کون قبضہ جاسکتا ہے۔ وہ کلام "وہ آیتیں بزرگ کے پورے دماغ پر چھائی ہوئی تھیں۔ ہماری سوچ کی لمبوں کے لئے وہاں کوئی جگہ نہیں تھی۔"

الپا کو یہ سن کر غصہ آ رہا تھا کہ بزرگ نے اسے بلا کہا ہے۔ وہ غصہ برداشت کر رہی تھی۔ ان کے خلاف کوئی قدم اٹھا کر پوری بستی کو مشتعل نہیں کرنا چاہتی تھی۔ علی نے کہا "محترم! میں اپنی سامعہ کی طرف سے معافی چاہتا ہوں۔ اب ہمیں بستی کے مسئلے پر گفتگو کرنا چاہئے۔"

انہوں نے کہا "میں انہیں میں عربوں کو رہائش اختیار کرنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ ہم یہودیوں کو اپنی بستی میں دیکھنا نہیں چاہتے۔"

افسر نے کہا "یہ ملک ہم یہودیوں کا ہے، تمہارا نہیں ہے۔"

"توریت! انجیل اور قرآن مجید تمام آسمانی کتابیں گواہ ہیں کہ سرزمین فلسطین یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں کی مشترکہ روحانی ملکیت ہے۔"

الپا نے کہا "تاریخ گواہ ہے کہ اس زمین پر سب سے زیادہ یہودی رہتے آئے ہیں۔"

بزرگ نے کہا "اور تاریخ گواہ ہے کہ سب سے زیادہ یہودی ذلیل و خوار کر کے اس زمین سے نکالے گئے۔"

"شاہ ہیزرین نے ۱۳۵ء میں تمہاری قوم کو بیت المقدس سے نکال دیا تھا۔ اس شہر میں صدیوں تک تمہاری قوم کا داخلہ ممنوع

رہا۔ ۱۳۱۰ء میں یہودی قوم نے عیسائی حکمرانوں سے اجازت حاصل کی کہ وہ آس پاس کی پہاڑیوں پر سے بیت المقدس کو دیکھ سکیں۔"

"۱۳۱۰ء میں یہودیوں نے تمہارے یہودیوں کی درخواست پر تمہارے آباؤ اجداد کو حرم کے باہر دیوار کے دوسری جانب گریہ و زاری کی اجازت دی گئی۔ لیکن یہ حکم تھا کہ وہ دیوار سے تیس فٹ دور رہیں۔"

لڑکی! تو تاریخ کی بات کرتی ہے اور تاریخ بتاتی ہے کہ تمہاری قوم کیسی ذلیل اور شکست خوردہ زندگی یہاں گزارتی رہی ہے۔

"یہودی دنیا کی سب سے مکار قوم ہے۔ اس قوم نے پہلے دور پہاڑیوں سے بیت المقدس کو دیکھنے کی اجازت حاصل کی۔ پھر بیت المقدس سے تیس فٹ کے فاصلے تک آنے کی اجازت لی اور آج پورے فلسطین کے مالک و مختار بن گئی ہے۔"

الپا نے کہا "ہم تمہارے عمل کو مکار کیسے ہو؟ اور ساری دنیا اسے سیاست کہتی ہے۔ اس بحث کا کوئی ناکہ نہیں ہے۔ میں اور میرا ساتھی بستی میں جا کر دوسرے معززین اور ان باغیوں سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں جنہیں تم مجاہدین کہتے ہو۔"

"ہو تو یہ چاہئے کہ صرف یہ مسلمان اسد علی ہماری بستی میں آئے لیکن یہ آگے یہ لڑکی ہماری بستی میں آئے گی تو اس کا دل اور اس کی دنیا بدل جائے گی۔ جو کاتبہ تقدیر کی مرضی وہ ہماری مرضی ہے۔ جب چاہو چلے آؤ۔"

وہ بزرگ اپنے ساتھی بزرگ کے ساتھ چلے گئے۔ رات کی تاریکی پھیل چکی تھی۔ علی نے افسر سے کہا "ہماری روانگی سے پہلے بستی کی بجلی اور پانی بحال کرو۔"

افسر نے ماتحت کو حکم دیا "جو آثار کاٹے گئے ہیں انہیں جوڑ دو اور پانی کا والو کھول دو۔"

پندرہ منٹ میں ان احکامات کی تعمیل ہو گئی تھی۔ کہا "الپا! ہم وہاں تنہا جائیں گے اور کوئی باڑی گاڑ نہیں ہوگا۔"

وہ بولی "یہ طاقت ہوگی۔ دشمنوں کی بستی میں سب باڑی گاڑ دو گا ہونا لازمی ہے۔"

"کیا وہ تمام مسلح فوجیوں کو داخل ہونے دیں گے؟"

"میں تمام کی بات نہیں کر رہی ہوں۔ کم از کم چار مسلح جوانوں کو ہمارے ساتھ ہونا چاہئے۔"

"اگر کوئی گڑبڑ ہوگی تو وہ چاروں کیا ہمیں زندہ سلامت بستی سے نکال کر لائیں گے۔ جبکہ یہ فوج بستی میں داخل ہونے کی جرات نہیں کرتی ہے۔ پہاڑی غاروں اور چٹانوں کے پیچھے مجاہدین نے مورچے بنائے ہیں۔"

وہ قائل ہو کر بولی "درست کہتے ہو۔ دو چار باڑی گاڑ دو ہمارے کام نہیں آتیں گے، لیکن ہمیں ان کی موجودگی سے ذرا

عملِ رحمتِ بزرگوار ہے۔“

وہ باتیں کرتے ہوئے مکان کے اندر آئے۔ پاپا نے اس دوران دو چار غروں کو مخاطب کیا، ان سے کہا ”بچے مسائل بیان کرو، میں اخباریں لکھوں گی۔“

چوتھا بھائی کو نظر کرنا بھیجی کہ خاموش رہے، بزرگ نے کہا ”یہ سہارا مند ہیں۔ جب باتیں کرنے والا ایک بزرگ موجود ہو تو اس کی موجودگی میں ادب سے خاموش رہتے ہیں۔“

پاپا کا مقصد پورا نہیں ہو رہا تھا۔ نہ کوئی بول رہا تھا نہ اس سے نظر ہٹا رہا تھا۔ خانا نے کہا کہ وہ بڑا ہے، یہ سہارا مند ہے کہ

بزرگ نے کہا ”جو بارہ ہیں، ایک گھنٹے بعد آئیں گے۔ پھر
 باتیں بھی ہوں گی اور کھانا بھی کھایا جائے گا۔“
 وہ اپنے لوگوں کے ساتھ جانے لگے، الپا نے کہا ”جو باتیں
 بھی ہو سکتی ہیں، انہیں ایک گھنٹے کے لئے ٹھکانا کیا ضروری ہے۔“
 ”ہم پرانے لوگ ہیں، وقت اور حالات کے مطابق کام کرتے
 ہیں۔“

وہ اپنے معتقدین کے ساتھ چلے گئے۔ الپا لے دواؤں سے پر آکر
 تھکتے سے انہیں جانے دیکھا، لیکن چند سکند سے زیادہ وہ دیکھ سکی۔
 چاکلی ہی پوری ہستی میں تاریک جھاڑی۔ اس نے لیٹ کر کمرے
 میں دکھائی۔ اس کی سبز پر رچی ہوئی سومختی روشن کر رہا تھا۔ دو دروازہ
 بند کر کے اس کے قریب آئی پھر آہستہ سے بولی ”ایا ہمیں قیدی بنایا
 کیا ہے؟“
 ”میں ایسا نہیں سمجھتا۔“

”مجھے کی کو شش کرو۔ انہوں نے ہمیں گنہگار ادا کر دیے۔
 دوسرا ہے۔ بستی کے راستوں کو اندھروں میں گم کر دیا ہے۔
 تھرہ میں کہیں سے بھی چلنے والی گلی ہمیں لگ سکتی ہے۔“
 ”الہا! یہ عرب بڑے سمان نواز ہوتے ہیں۔ یہ آج رات
 زبانی کے فرائض ادا کر کے صبح ہمیں عزت سے رخصت کریں
 گے۔“
 ”کارن! ان کی حالا کیوں بغور کرو۔ ہماری آمد کے وقت

لوٹوں اور بچوں کے گھون میں چتر تھے۔ مرہند قیاس اٹھانے
 ہوئے تھے۔ یہ وارنک جیسی کہ ہم یہاں سے بھاگنا چاہیں گے تو
 قہروں اور گولیوں سے نہیں بچ پائیں گے۔“
 ”جب یہ سمجھیں ہو کہ یہاں سے بھاگ نہیں پائیں گے تو ممبر
 ختم سے صبح کا انتظار کرو۔“
 ”تمہاری ذہانت کو کیا ہوا ہے؟ کیا ماوس ہو گئے ہو؟ میں ابھی

”دیکھو الپا! اگر فوجوں نے ہمیں یہاں سے لے جانے کی

”انہوں نے پانی میں کچھ ملایا نہ ہو؟“
وہ ہنسنے لگا۔ ”کیسی بچوں جیسی باتیں کرتی ہو۔ جب وہ
آسمان سے ہمیں ہلاک کر سکتے ہیں تو پانی کو کوزہ میں نکالیں گے
ایک گلی تمہارے لئے اور ایک میرے لئے کافی ہے۔“
وہ کھڑے کی طرف گیا۔ اپنا نے افسر کے پاس پہنچ کر کہا۔
”ہائینس نے بجلی کے تار کاٹ دئے ہیں۔ جنگجو ہائیڈرو کے تار بھی
مروڑ دیے ہیں۔“

وہ دعاغی طور پر حاضر ہوئی۔ علی گھر سے ایک گلاس پانی لے کر آیا پھر بولا ”بڑا ٹھنڈا میٹھا پانی ہے۔“

وہ گلاس لے کر پیئے کئی کئی علی نے دوا میں کئی گلاس کا اضافہ کیا تھا۔ وہ دو گھنٹہ کی کربوئی ”واقعی کئی کئی قدرتی مٹھا ہے۔ میں پہلی بار اس عالمے کا پانی پی رہی ہوں۔“

اس نے گلاس کو ہونٹوں سے لگا کر غنٹ غنٹ تھام لی یا لیا۔ علی نے اسے گلاس لے کر لیتے ہوئے کہا ”اصلاً تمہاری طبیعت

رقعتے گھٹ گئے۔ بات زبان پر لڑکھڑانے لگی۔ وہ سینے پر ہاتھ رکھ کر بولی ”اوہ گاڑا میرا دل ڈوب گیا۔ اب..... رہا ہے۔“

وہ بولی "کارمن! یہ کیا پڑے۔ برا ہے ہو؟ کس سے بول رہے ہو؟"

"اوپا! تمہیں یاد ہے۔ بزرگ نے کہا تھا تم اس بستی میں آؤ گی پھر میں تمہارا دل اور تمہاری دنیا بیل جائے گی۔"

"ہاں۔ مگر یہ سازش ہے۔ کارمن! مجھے بچاؤ۔ وہ دوڑا ضرور

وہ سوتا نہیں جا سکتی تھی۔ آنکھیں ہنپاڑ ہنپاڑ کر چمت کو تیک رہی تھی کہ عامل اہل اسے سنانہ سکے۔ دھڑک دھڑک داغ سے کھیلنے والی یہ بھول رہی تھی کہ آج اپنا داغ بھی کھلوٹا بن چکا ہے۔

میں نے آنکھیں بند کر دیں۔ اسے ٹھپک ٹھپک کر سنانا۔ پھر سو نیا کی آواز اور سو نیچے عامل بن کر اس پر عمل کرنے لگا۔ میں ایسا اس لئے کرتا تھا کہ کوئی دوسرا خیال خالی کرے والا میرا دلہنہ

وہ جان لیوڑا سے محبت کرے گی اور اسے جلد ہی مدد
ملاقات کرنے پر آمادہ کرے گی۔ اس کے چور خیالات میں بھی لیوڑا
اسی سختی اور محبت رہے گی جسے چھ کر وہ اس کی ایک نینک
تاکا کرے گی۔

کچھ نہیں بتاؤں، مگر

بڑے بڑے انداز میں عمل کرنے کے بعد میں نے اسے توہی
خیر سوئے کے لئے چھوڑ دیا۔ یہ عمل میں نے رات کے آٹھ بجے کیا
تھا۔ وہ تین گھنٹے کے بعد میری ہدایت کے مطابق گیارہ بجے بیدار
ہوئی۔ آئیں کھول کر سوچنے لگی "میں کہاں ہوں؟"

پھر اسے یاد آیا کہ وہ کارکن کے ساتھ عربوں کی ایک ہستی میں
آئی تھی۔ یہاں ایک مکان میں آکر ٹھک گئی تھی۔ ٹھکانے اتارنے
کے لئے بستر آکر لی تھی اس کے بعد سو گئی تھی۔
جو باتیں میں نے عمل کے دوران اسے یاد کرائی تھیں وہی یاد
کر رہی تھی۔ علی نے آکر پوچھا "خیر پوری ہو گئی؟"
وہ بستر سے اٹھتے ہوئے بولی "میں سو گئی اور تم نے مجھے سوئے
دیا؟"

"اور کیا کرتا؟ ہمارے عرب میزبان کھانے کے لئے بار بار
اصرار کر رہے ہیں۔ بلکہ اب تو دسترخوان پر کھانا لگا رہے ہیں چلو
آؤ۔"

وہ اٹھ کر اداش روم میں گئی۔ پھر نہتہ ہوا کہ ایک کمرے
میں آئی۔ وہاں فرنیچر نشست کا انتظام کیا گیا تھا۔ دسترخوان پر
کھانے کی مختلف ذمیں نظر آ رہی تھیں۔ دو میزبان خواتین اپنے
شوہروں کے ساتھ آئی تھیں۔ انہوں نے الپا کو اپنے ساتھ بٹھایا۔
پھر سب نے کھانا شروع کیا۔ کھانے کے دوران بزرگ نے کہا
"میں ہماری تمہاری نہیں ہوتی۔ زمین خدا کی ہوتی ہے۔ ہم ایک
ایک کھڑے کے حکمران بن کر اسے الگ الگ ملک کا نام دے
دیتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں فلسطین میں مسلمانوں کے حقوق دو۔ تم
نہیں مانتے۔ اس لئے ہم نہیں مانتے کہ ہماری ہستی میں فلاشا
یودیوں کو رہائی حقوق دے جائیں۔"

الپا نے کہا "لیکن یہ ملک ہمارا ہے۔ ہم اپنی قوم کو کیس بھی
آباد کر سکتے ہیں۔"

"اسی لئے شہروں اور قصبوں میں مسلمانوں پر جبر کر کے اپنی
قوم کے لئے آسائیاں بیدار کر رہے ہو۔ ان پاڑی علاقوں میں ہم پر
جبر نہیں کر سکتے اس لئے صلح مغالی سے یہاں یودیوں کے لئے تہک
بنائے آئے ہو۔"

"ہم جبر نہیں کرتے۔ کرنا چاہیں تو فوجی طاقت سے کچل سکتے
ہیں۔ راشن اور دوا پائی بند کر سکتے ہیں۔"

"وہ تو کر رہے ہو اور تم منہ پر جموت بول رہی ہو کہ ایسا نہیں
کیا جا رہا ہے۔ ناگامی کی صورت میں تم اپنے سامعھی کے ساتھ یہاں
آئی ہو۔"

"اپنا آخری فیصلہ سناؤ۔"
"آخری فیصلہ یہ ہے کہ فلاشا کا کچرا ہماری ہستی میں نہیں
آئے گا۔ انہیں کہیں دور سے جاز۔ دوست بن کر آج ہماری سہمان
رہو۔ دشمن ہو تو واپس پہلی جاؤ۔"
"اٹھتے ہوئے بولی "تمہاری یہ ضد تمہاری ہے کہ تمہاری پشت

پر کوئی پہاڑ ہے۔"
"ہاں کیا ہی پہاڑ ہے اور وہ ہے خدا۔"
وہ علی کے ساتھ مکان کے باہر آئی۔ علی نے بزرگ سے کہا
"میں اپنے اعلیٰ حکام سے کہوں گا یہاں فلاشا یودیوں کو آباد نہیں
کیا جائے، لیکن آپ ہماری ایک شرط تسلیم کریں۔"
"قابل قبول ہوئی تو ضرور تسلیم کریں گے۔"

"آپ بھی دوسری ہستیوں کے مسلمانوں کو یہاں آباد نہ ہونے
دیں کسی بھی اجنبی کو پناہ نہ دیں۔"
"میں منظور ہے۔ اگر کوئی بھٹکا ہوا مسافر آئے گا تو اسے
صرف ایک رات کے لئے پناہ دیں گے اس کی خاطر د رات کریں
گے، اس کی اطلاع پولیس چوکی کے انچارج کو دیں گے پھر اس
مسافر کو صبح رخصت کر دیں گے۔"

اس نے جیب اشارت کی۔ اس کی بیڈلائٹ سے تاریک
راست روشن ہو گیا۔ جیب آگے بڑھ گئی تو الپا نے پوچھا "تم نے یہ
کیوں کہہ دیا کہ یہاں ہماری قوم کے لوگ آباد نہیں ہوں گے۔"
"میں نے فیصلہ نہیں کیا ہے بلکہ وعدہ کیا ہے کہ اس سلسلے میں
اعلیٰ حکام سے گفتگو کروں گا۔"

اس نے جیب میں آکر ٹرانسپیر کے ذریعے راجر موس سے
رابطہ قائم کیا۔ اسے یہاں کے حالات بتائے پھر کہا "ہستی کے وہ
بزرگ بہت کمرے ہیں۔ الپا ان کے خیالات نہ پڑھ سکی۔ ایک تو
ہستی ایسی پاڑی پر آباد ہے۔ جہاں عمل فوجی کارروائی نہیں کی
جاسکتی۔ راشن پانی بند کرنے سے بیوقوفی ممالک کے اخبارات ہماری
زیادتی پر احتجاج کریں گے۔"

راجر موس نے کہا "دنیا والوں کے ذریعے ہم نے عربوں کے
سامنے ٹھکے ٹھک دئے تو وہ سر پر چڑھ جائیں گے۔"

"وہ سر نہیں چڑھیں گے۔ اگر کم غمان پر جبر کیا تو میں نے
اندازہ لگایا ہے کہ فریادی نہیں ان کی مدد کے لئے آجائے گی۔"
"تم نے کیسے اندازہ لگایا ہے؟"

"میں کہہ چکا ہوں ہستی کے وہ بزرگ بہت کمرے ہیں۔ انہوں
نے سانس نہیں روکی پھر بھی الپا خیالات نہ پڑھ سکی۔ وعدہ بزرگ
نے صاف کہہ دیا کہ وہ بلا بن کر ان کے دماغ میں آئی تھی۔ اس کا
مطلب ہے وہ بزرگ کسی حد تک ٹیلی ویژن جانتے ہیں۔ یا ان کا
رابطہ بابا فرید واسطی کے ادارے سے ہے کہ گویا فریاد اور سونیا سے
دور یا نزدیک کے تعلقات ہیں۔"

"ہاں یہ تو تشریح کی بات ہے۔"

"اٹکل! وہ عرب لوگ ایک پاڑی گوشے میں تہا ہیں انہیں
وہیں تک محدود رہنے دیں۔ ورنہ وہ فریاد کی نیم کا سہارا لے کر اس
پاس کے علاقوں میں پھیلنے دے تو انہیں تک چلے آئیں گے۔
بزرگ نے اپنی گفتگو میں اس بات کا اشارہ بھی دیا ہے۔"

"انہوں نے کہا ہے یودی قدم کو ایک زمانے میں بیت
المقدس سے نکال دیا گیا تھا۔ اس قوم نے سالہا سال بعد دور
پہاڑیوں سے بیت المقدس کو دیکھنے کی اجازت حاصل کی، پھر کئی
برس بیت المقدس کی دیواروں سے تین فٹ کے فاصلے پر پہنچ گئے
اور آج یہاں کے حکمران بن گئے ہیں۔ یہ اشارہ ہے کہ وہ فریاد کی
ٹیلی ویژن کے سارے تل انہیں تک اور ہمارے حکومتی معاملات
تک پہنچ سکتے ہیں جیسا کہ فریاد پہلے بھی کر چکا ہے۔"

"واقعی ہمیں ان عربوں کو پہاڑیوں سے آگے پاؤں پھیلانے کا
موقع نہیں دینا چاہئے۔ میں کل تم تمام گولڈن بریز کے متفقہ فیصلے
سے یہ معاملہ ختم کروں گا اور اس پاڑی علاقے سے فوج کو واپس
بلالوں گا۔"

ٹرانسپیر سے رابطہ ختم ہو گیا۔ الپا نے علی سے کہا "تمہاری
باتیں، تمہاری دلیلیں معقول ہیں۔ یہی فیصلہ ہونا چاہئے، لیکن یہ
سرا سر ہماری حکمت ہے۔"

"یہ حکمت کھا کر ہم فریاد کو یہاں سے دور رکھنے میں کامیاب
رہیں گے۔"

"یہ بھی درست ہے۔ تمہاری ہر بات دل کو گنتی ہے۔"
"وہاں جانے کے متعلق کیا خیال ہے؟"

"میں یہاں جیب میں رات نہیں نکیرا دوں گی۔"
"تو پھر دماغی رابطہ کو اور دماغی کا پڑھنا ماننے کو کہو۔"

"میں دماغی رابطہ ضروری ہے؟ ہاں کی کار کیوں نہ چلیں؟"
"بڑی لاگت دے کر یہ ہوگی۔ میں خواہ مخواہ ٹھکانا نہیں چاہتا۔"

"اس ہمارے مجھے سے بیزاری ظاہر نہ کر۔ مجھے بھی تمہارے
ساتھ دن رات رہنے کا شوق نہیں ہے۔ پتا نہیں مجھے کیا ہو گیا تھا؟
تمہاری آرزو کر رہی تھی۔ اچھا ہے جلدی نادانی کا احساس ہو گیا۔"

"یہ احساس گھر چل کر بھی کر سکتی ہو۔ چلنے کی بات کرو۔"
الپا نے ٹرانسپیر پر بیجریاڑلے سے کہا کہ یہی کا پڑھنا بھیجا

جائے۔ ایک گھنٹے میں پہنچ کر پہنچ گیا۔ وہ دونوں اس میں سوار ہو کر
تل انہیں پیچھے پھر ان کے راستے آگے ہو گئے۔ میں نے الپا کی سوچ

میں کہا "میں ٹیلی ویژن جیسا غیر معمولی علم جانتی ہوں۔ میری سوچ کی
لہریں دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جاتی ہیں لیکن
میں تل انہیں فیض یا یوہلم سے آگے نہیں جاسکتی۔"

اس کے ذہن نے تسلیم کیا "ہاں میں چھوٹے سے تالاب کی
چھلی بن گئی ہوں، سمندر کی دستوں میں تیر نہیں سکتی۔ اسرائیل
جیسے چھوٹے سے ملک میں باندھ ہو گئی ہوں۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "گولڈن بریز کہتے ہیں مجھے ملک
سے باہر نہیں جانا چاہئے بلکہ گھر سے باہر نہیں نکلتا چاہئے۔ دشمن
ٹیلی ویژن جانتے جانے والے مجھے چھاس لیں گے۔ یہ تو کوئی بات نہ
ہوئی۔ موت اور دشمن کیس بھی آجائے ہیں۔ کیا موت کے ڈر سے

انسان دنیا کی خیر نہیں کرتا؟"
اس کے ذہن نے پھر تسلیم کیا "آہ! دنیا میں کیسے کیسے شر آباد
ہیں طرح طرح کے لوگ ہیں۔ دلچسپ تفریح گاہیں ہیں۔ عجیب و
غریب نظارے ہیں اور میں پرواز کی قوت رکھتے ہوئے بھی بے شمار
نظاروں اور لاکھوں مترقوں سے محروم ہوں۔"

میں نے ترغیب دی "میں نے ملک اور قوم کی بہت خدمت
کر لی۔ سوائے باندھیوں کے کچھ نہ ملا۔ میرا یہ حسن کس کام کا جسے
ساری دنیا نہ دیکھے۔ میری یہ آنکھیں کس کام کی جن سے میں
ساری دنیا نہ دیکھوں۔ میں ملک سے باہر جاؤں گی۔"

اس نے خود غرض ہو کر سوچا "ہاں جاؤں گی۔ مجھے اس ملک
سے دلچسپی نہیں رہی۔ اس لئے میں نے گولڈن برین کارمن
سے بھی بیزاری ظاہر کی ہے۔ اب میری آنکھ کھل رہی ہے۔ یہ تمام
گولڈن بریز مجھے ملک کے مفاد کے لئے استعمال کرتے رہے اور یہ نہ
سوچا کہ میں عورت ہوں۔ میرے سینے میں دل اور دل میں
آرزوئیں ہیں۔ انہوں نے نہیں سوچا کہ میں نے سوچ بھی لیا ہے،
سمجھ بھی لیا ہے۔ میں ساری دنیا میں آئی پھروں گی۔"

الپا سوچتے ہوئے گھر پہنچ گئی تھی۔ بستر پہنچ کر کوئی بدل
رہی تھی، میں صبح تک اسے اس سرے پر لے آیا جہاں وہ بچہ توڑ
کر پچھے آؤ جانے پر آمادہ ہو گئی تھی۔ رات بھر جانے کے باعث
وہ سو گئی۔ میں نے خواب کی اسکرین پر ایک وحدت لا سائیکہ پیش کیا۔
الپا نے پوچھا "تم کون ہو؟"

وہ بولا "میں تمہارا نجات دہندہ ہوں۔ میرا نام جان لمبوڈا
ہے۔"

"آہ لمبوڈا! اپوں لگتا ہے جیسے میں لاشوری طور پر تمہیں جانتی
رہی ہوں۔"

"ہاں ایسی چاہت بھی ہوتی ہے جس کا احساس چاہنے والی کو
نہیں ہوتا۔ جب تم نے بیداری میں مجھے نہیں چاہا تو میں خواب میں
آیا ہوں۔"

"وہ لمبوڈا! میں امریکا چھوڑ کر پچھتاری ہوں۔ اسرائیل میں
قید ہو کر رہ گئی ہوں۔"

"میرے پاس آ جاؤ۔"
"کیسے آؤں؟"

"مجھ سے دماغی رابطہ کرو، پھر ہم اس مسئلے پر بات کریں
گے۔"

خواب ٹوٹ گیا۔ فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ اس نے ایک
اغلائی لی۔ پھر ریسپورڈا اٹھا کر پوچھا "ہیلو؟"

دوسری طرف سے گولڈن برین بیجریاڑلے کی آواز آئی "کیا
بات ہے الپا! تم ابھی تک سوری ہو؟ دن کا ایک بج رہا ہے۔"
"میں پچھلی رات جاگتی رہی تھی۔"
"میری معلومات کے مطابق کارمن اپنے گھر میں تھا۔ تم کس

کے ساتھ جاگتی رہیں؟“
 ”سر! آپ نے میرے پیچھے بھی جاسوس لگا رکھے ہیں۔ ان میں سے کسی نے یہ رپورٹ دی ہوگی کہ میں اپنے بیگلے میں تھامی۔“
 ”ہاں رپورٹ دی تھی۔ یہی تو پوچھتا ہوں تمہاری جاگ رہی تھیں؟ کوئی براہِ علم ہے؟“
 ”نہیں کوئی خاص براہِ علم نہیں ہے۔ کل ویڈیو پر ایک جذباتی فلم دیکھی اس لئے سونہ سکی۔“
 ”گارسن سے تعلقات کیوں نہیں ہوئے؟“
 ”میں نے اسے دور سے دیکھ کر پسند کیا تھا۔ قریب ہونے پر پتا چلا کہ دور کے ذہول سامنے ہوتے ہیں۔ وہ میرے معیار کا شخص نہیں ہے۔“
 ”ایسا! تمہیں جلد سے جلد کوئی ساتھی تلاش کرنا چاہئے۔ ورنہ جذباتی شخص نہیں گمراہ کر دے گی۔“
 ”اگر میرے ملک میں کوئی پسند کا سنا تھی نہ ملے تو کیا کروں؟“
 ”میں اس ساتھی کیوں نہیں ملے گا۔ ہمارا ملک بہت چھوٹا ہے مگر قابل اور معیاری افراد کے معاملے میں سب سے بڑا ہے۔“
 ”کیا میں ملک کے باہر کسی کو اپنا ساتھی نہیں بنا سکتی؟“
 ”ضرور بنا سکتی ہو۔ مگر فریاد اور لہوڈا کے ٹیلی پیجی جانے والے تمہاری تاک میں رہتے ہیں۔“
 ”کیا میں ان کے خوف سے کبھی دنیا نہیں دیکھ سکوں گی؟“
 ”اگر تمہارے دل میں اسرائیل سے باہر جا کر دنیا دیکھنے کا شوق ہوگا تو پھر یہ تمہاری تباہی کا پیش خیمہ ہوگا۔ تم اپنے ملک میں ہو اس لئے اب تک محفوظ ہو۔“
 ”میں پریشان ہوں، دو دن کی چھٹی چاہتی ہوں۔“
 ”خواہ تم کتنی ہی پٹیاں کرو۔ کسی ساتھی کے بغیر بیٹانی دور نہیں ہوگی۔ اس سلسلے میں میں خود کو پیش کرتا ہوں۔ ایک بار مجھے آزار دیکھو۔ مجھے یقین ہے پھر کوئی محرومی تمہیں نہیں ستائے گی۔“
 ”سر! آپ کیا؟“
 ”ہاں۔ کیا مجھے انسان نہیں سمجھتی ہو؟ میں فرشتہ ہوں؟“
 ”میں آپ کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔ اتنا سنا ہے کہ گولڈن ریز جاکس برس سے اوپر ہوتے ہیں۔ اتنے شجیہ اور باوقار ہوتے ہیں کہ ان کی زندگی میں بیوی آتی ہے محبوبہ نہیں آتی۔“
 ”درست سنا ہے لیکن شجیہ اور باوقار شخص کے سینے میں بھی دل ہوتا ہے۔ میری عمر بیٹائیس برس ہے۔ اس عمر میں مرد فلوڈ کی طرح سخت بھی ہوتا ہے اور کمسن کی طرح تلام بھی۔“
 ”اوہ سر! آپ میری زندگی میں آئیں گے تو میری قدر و منزلت بڑھ جائے گی۔ میں نہیں جانتی تھی کہ آپ کے دل میں دھڑکنی ہوں۔“

”میں بھی نہیں جانتا تھا کہ تم آتی خوشی سے مجھے قبول کیا خیال ہے آج کی شام صرف میرے اور تمہارے نام؟“
 ”شام چلنے ہی انتظار کروں گی۔“
 رابطہ ختم ہو گیا۔ وہ ریموور رکھتے ہوئے بیڑائی ”گم“ معلومات کے مطابق اس کے جوان بیٹے کی عمر بیس سال ہے۔ یہ خود کو بیٹائیس برس کا کہتا ہے۔ کیا تیرہ برس کی عمر میں باپ بن گیا تھا یہ مرد ہمارے بیڑوم میں آنے کے لئے اپنی گھنٹاتے رہتے ہیں۔“
 وہ بیڑائی، کوئی ہاتھ روم میں گئی۔ میں اس کے دماغ سے آیا۔ میرے منصوبے کے مطابق اپنا توہی عمل کے زیر اثر جان لہوڈا کے دل میں گھسنے والی تھی۔ اس سے پہلے ایک گورن برن بھریا روئے اسے اپنے دل میں اور اپنے ملک میں چھپا رکھنے آ رہا تھا۔ میں نے اس پر جال نہیں چھینکا تھا وہ خود ہی ہونے کو تھا۔
 وہ ہاتھ روم سے نکل کر تازہ دم ہو کر آئی۔ ایک ملازمہ بیگلے کی صفائی کے لئے صبح و شام آتا تھا۔ ایک ملازمہ بچکے کے لئے آتی تھی۔ ایک ملازمہ اس کے لمبوسات سنگ اور میڈیٹرینک وغیرہ کے لئے حاضر رہتی تھی اور یہ کتیریں اور سب کے سب انٹیلی جنس کے شعبے سے تعلق رکھتے تھے۔
 وہ ناشتا کرنے کے بعد بیڑوم میں آئی۔ ریکارڈ میں اپنی کاکیت لگا کر اسے آن کیا۔ کمرے میں دھیمی دھیمی موسیقی ابھرنے لگی۔ وہ ایک ایڑی چیز پر آکر شیم دراز ہو گئی۔ تھوڑی تک شرمساز کی لہروں میں مبتلا رہی پھر اس نے خیال خوالی کی پڑا کی۔ وہ پرداز جان لہوڈا تک پہنچی تو اس نے چوک کر پوچھا ”ورڈز؟“
 وہ بولی ”میں اپنا ہوں، میرے پاس آؤ گے؟“
 لہوڈا نے سانس روک لی۔ وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو کر کمرے کی محدود فضا میں موسیقی گنتاری تھی۔ وہ پرائی سوچ لہروں کو محسوس کرتے ہوئے بولی ”گورڈورڈز؟“
 ”میں جان لہوڈا ہوں۔ ابھی تم آتی تھیں۔“
 ”ہاں بہت مجبور ہو کر تم سے رابطہ کر رہی ہوں۔ میں نوٹ ہوں۔ تم میری ہوں لہوڈا!“
 ”بات کیا ہے؟ یہ کوئی نئی چال ہے؟“
 ”چال ہوتی تو اپنے دماغ میں آنے نہ دیتی۔ میں نے تمہارے لئے یہ کتاب کھول دی ہے۔ میرے چور خیالات پڑھ لو۔“
 وہ پڑھنے لگا۔ میں پڑھانے لگا۔ الپا کے چور خیالات کے ذریعے کہنے لگا۔ میں بیڑی ہوں میں اپنے ملک اور قوم کی خدمت کرنا چاہتی ہوں۔ امریکی حکام کو دھوکہ دے کر اسرائیل میں آزاد سے رہنا چاہتی تھی۔ لیکن یہاں آکر ایک طویل عرصے کے بعد چلا کہ میں اپنے آزاد ملک میں آزاد نہیں ہوں۔

مجھے گولڈن ریز نے سبھایا کہ اسرائیل ایک مضبوط قلعہ ہے میں اس قلعے کے اندر رہوں گی تو کوئی دشمن مجھ تک نہیں پہنچ سکے گا۔ مجھے سرحد پار کر کے کسی دوسرے ملک میں نہیں جانا چاہئے۔ فریاد اور اس کے ٹیلی پیجی جانے والے پیرا سٹراور اس کے ٹیلی پیجی جانے والے مجھے پکڑ لے جائیں گے۔
 اس وقت میں نے گولڈن ریز کی ان نصیحتوں کو تسلیم کر لیا۔ یہ بھول گئی کہ ملک میں کے جاسوس مجھے اسی اسرائیل سے اغوا کر کے دوس لے گئے تھے اور میرا برین واش کر کے میری شخصیت بدل دی تھی۔
 میں جب انوکھی کے جذبے میں یہ بھی بھول گئی تھی کہ خیال خانی کرنے والی شیا بھی اسی اسرائیل سے نرپ کی گئی تھی اور فریاد کی آغوش میں پہنچ گئی تھی۔ اسرائیل مضبوط قلعہ نہیں ہے۔ یہ بات میں گولڈن ریز سے کہوں گی تو مجھ پر شبہ کریں گے کہ میرے خیالات اور نظریات بدل رہے ہیں اور میں کسی کے ساتھ یہاں سے بھاگنے والی ہوں۔
 میں بائیں ہونے سے تیزار ہو گئی ہوں اور یہ سمجھ رہی ہوں کہ یہ لوگ مجھے انسان نہیں سمجھ رہے ہیں۔ مجھے ٹیلی پیجی کی مشین سمجھتے ہیں۔ میرے اطراف سخت پھرتا ہے۔ میرے بیگلے میں کام کرنے والے ملازم بھی جاسوس ہیں۔ میرے متعلق دن رات کی رپورٹ گولڈن ریز کو پہنچاتے رہتے ہیں۔
 عورت یہ پسند نہیں کرتی کہ کوئی اس پر دن رات نظر رکھے۔ اور کسی کے ساتھ تنہا گھومنے بھرنے کی آزادی نصیب نہ ہو۔ مجھے اپنی بد قسمتی کا احساس شدت سے ہونے لگا ہے۔
 ایک بوڑھا گولڈن برن بھریا روئے مجھ پر عاشق ہو گیا ہے۔ مجھے اپنی داشتہ بنا کر رکھنا چاہتا ہے۔ تاکہ میں جذبات میں اندھی ہو کر کسی جوان کے ساتھ سرحد پار نہ چلی جاؤں۔
 ہاں میں زنجیر توڑ کر جانا چاہتی ہوں لیکن راستہ مجھائی نہیں دے رہا ہے۔ یہ خوف دامن گیر ہے کہ فریاد کے یا پیرا سٹرا کے ٹیلی پیجی جانے والے مجھے تابعدار کرتے ہائیں گے۔
 آج خواب میں جان لہوڈا کو دیکھا تو اس سے سناڑ ہو گئی۔ یہ بات مجھ میں آئی کہ اتنی بڑی دنیا میں کسی بہتر ساتھی کے بغیر محفوظ نہیں رہوں گی۔ اگر کسی کو دوست اور بہم دجان کا مالک بنائوں تو اس مضبوط سارے سے مجھے بیش حوصلہ ملتا رہے گا اور قدرے آسانی سے اسرائیل کی سرحد پار کر سکوں گی۔
 جان لہوڈا یہ خیالات پڑھ رہا تھا اور ان خیالات کی صحت اور جاننا کا یقین کر رہا تھا۔ الپا نے اسے دماغ میں آنے اور اس کی جاننا کو پڑھنے کا موقع دے کر لہوڈا کا نصف اعصاب پہلے ہی حاصل کر لیا تھا اب وہ پوری طرح مطمئن تھا کہ وہ فریاد نہیں کر رہی ہے۔
 اس نے کہا ”الپا! تم جی ہو۔ مجھے دل سے اپنی مدد کے لئے بلاری ہو۔ میں وعدہ کرتا ہوں۔ اپنی لاڈلی بیٹی کا نوادہ کی قسم کھا کر

کہتا ہوں کہ تمہیں مکمل جسمانی اور ذہنی آزادی دوں گا۔ اگر امریکی حکام تم پر کسی طرح کی پابندی عائد کرنا چاہیں گے تو تمہاری حمایت میں پیرا سٹرا سے بھی مخالفت مول لوں گا۔“
 وہ بولی ”تم نے خواب میں ہی مدد کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ میرے خواب بچے ہوتے ہیں۔ پلیر مجھے یہاں سے جلد نکالو۔“
 ”تم مجھ پر کسی حد تک مجبور ہو سکتی ہو؟“
 ”بھروسے میں اپنی جان دے سکتی ہوں۔“
 ”مجھے تو یہی عمل کرنے دو تاکہ دوسرے بیڑی ٹیلی پیجی جانے والے اور خصوصاً فریاد اور اس کے ساتھی بھی تمہارے دماغ میں نہ آسکیں۔ کسی مرد پر مجبور کرنا چاہو تو وہ میں ہوں۔“
 ”میں راضی ہوں۔ ابھی مجھ پر عمل کرو۔“
 ”پانی کا ڈم تیرا دل بیت رہی ہو۔ ستر لیٹ جاؤ۔“
 الپا نے ملازمہ کو بلا کر کہا ”ٹیلیفون یہاں سے لے جاؤ۔ میں سونا چاہتی ہوں۔ کوئی اہم کال ہو تو کہہ دینا شام چھ بجے مجھ سے منسلک ہوگی۔“
 ملازمہ ٹیلیفون اٹھا کر لے گئی۔ الپا نے دروازے کو اندر سے بند کیا پھر ستر پر آکر لیٹ گئی۔ اس دوران جان لہوڈا اس کے دماغ کو اور اچھی طرح نڈل رہا تھا کہ کیسں جھوٹ اور فریب چھپا ہوا ہو تو سراغ مل جائے۔
 میں نے اس کے دماغ کو آئینے کی طرح صاف کر دیا تھا۔ اس آئینے میں کوئی بال نہیں تھا۔ کوئی گرد نہیں تھی۔ لہوڈا کو الپا کے اندر صرف اپنا چہرہ اور اپنے مفادات صاف نظر آ رہے تھے۔ وہ کبھی دیکھ نہیں سکتا تھا کہ آئینے کے پیچھے میں موجود ہوں۔
 وہ الپا کے دماغ کو ہدایت دے کر سلائے لگا۔ ایک منٹ کے اندر ہی وہ سو گئی۔ پھر اس کا خوابیدہ دماغ رفتہ رفتہ بھٹا پڑا ہونے لگا۔ میں نے مداخلت نہیں کی کیونکہ توہی عمل کے اثرات دماغ کے بہ خانے میں نہیں پہنچ رہے تھے۔ وہ یہ خانہ میں بند کر چکا تھا۔ الپا سطحی طور پر ٹرائس میں آ رہی تھی اور عارضی طور پر اس کی معمول بن رہی تھی۔ میں جب چاہتا اس عمل کو طویل کر سکتا تھا۔
 اس نے ٹرائس میں لانے کے بعد کہا ”الپا! میں تمہارا عامل ہوں اور تم میری معمول ہو۔“
 وہ محزوزہ آواز اور لہجے میں بولی ”تم میرے عامل ہو اور میں تمہاری معمول ہوں۔“
 ”میں تمہارے دماغ کو ہدایت دیتا ہوں کہ وہ میں سینڈ کے لئے بالکل بے حس ہو جائے تاکہ تمہارا جسم بھی اتنا بے حس ہو جائے کہ بدن میں سوتی چھوٹی جائے اور دماغ میں زلزلہ پیدا کیا جائے تو تم ایک مردے کی طرح پڑی رہو اور تمہیں ہلکی سی تکلیف بھی محسوس نہ ہو۔“
 لہوڈا نے حکم دے کر یقین کرنا چاہتا تھا کہ الپا کا دماغ اس کا تابعدار ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہوگا تو بدن میں سوتی چھوٹے ہی یا

داغ میں زلزلہ پیدا کرتے ہی اچا پچا مار کر اٹھ بیٹھے گی اور یوں فراڈ ظاہر ہو جائے گا۔

اس کے حکم کے مطابق الپا کا داغ سطلی طور پر بے حس ہوا۔ سٹین نے داغ کے نہ خانے پر پوری طرح قبضہ کر لیا تاکہ وہ مکمل نہ ہو۔ لیہوا ہزاروں میل دور تھا۔ اس کے بدن میں سوتی نہیں جھپو سکتا تھا۔ اس نے الپا کے داغ کو خیال خوانی کے جھگڑے سے دوبار زلزلہ پیدا کرنے کی کوشش کی۔ یہ ایسا غلامانہ عمل تھا کہ زلزلے کے نتیجے میں وہ اپنا دماغی توازن کھو بیٹھتی، لیکن جسم میں ہلکی سی جنبش نہ ہوئی۔ چہرے سے کسی کرب کا اظہار نہیں ہوا۔ وہ دلاویزی کی طرح پڑی ہوئی تھی۔

تب جان لیہوا نے خوش ہو کر کہا "میں تمہارے داغ کو حکم دیتا ہوں کہ اب بے حس نہ رہے۔ اب میں تمہاری سچائی اور وفا داری پر پوری طرح یقین کر رہا ہوں۔ تم تمام شہادت سے بالاتر ہو۔ کیا میری آواز سن رہی ہو؟"

"میں تمہاری آواز سن رہی ہوں۔"

"میں حکم دیتا ہوں کہ تم تمام گولڈن برنز کے متعلق جو کچھ جانتی ہو اسے بیان کر دو۔"

"میں صرف دو گولڈن برنز کو جانتی ہوں۔ وہ بھی اس حد تک کہ ان کے احکامات ٹرانسپیرینٹ یا کھینچ کر ڈیلے سنی ہوئے اور ان پر عمل کرتی ہوں۔ وہ کبھی میرے سامنے نہیں آئے۔ ان میں سے ایک ایڈر گولڈن تھا جس کا اب برین واٹش ہو چکا ہے۔ دوسرا ہجیرا رزلے ہے۔ یہ دونوں بھی میرے سامنے نہیں آتے لیکن میری رہائش گاہ کا چاہتا ہے۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولی "میں بہت محتاط رہنے کی عادی ہوں۔ رات کو اپنی رہائش گاہ میں نہیں رہتی۔ ایک پرائیویٹ اپارٹمنٹ میں سوتے جاتی ہوں۔ ایک بیچ میں اپنی رہائش گاہ میں واپس آتی تو پتا چلا میرے اس بیٹے میں کچھ لوگ داخل ہوئے تھے میرے بیڈ روم کی کچھ چیزیں بے ترتیب ہو گئی تھیں۔ میں نے اندازہ لگا کر دشمن مجھے قتل کرنا چاہتے تھے یا زخمی کر کے میرے داغ میں جکد بنانا چاہتے تھے۔"

لیہوا نے کہا "تمہارا اندازہ درست تھا۔ میں گولڈن برین ایڈر گولڈن کے داغ میں رہا کرتا تھا۔ اس کے ذریعے تمہاری رہائش گاہ کا پتا معلوم کیا تھا۔ اس رات میرے آوی نہیں زخمی کرنے گئے تھے تاکہ میں تمہارے داغ میں پیچھ کھوں لیکن تم غائب تھیں۔ اب تو ایڈر گولڈن میں میرے ہاتھوں سے نکل گیا ہے۔ دوسرے گولڈن برین کے متعلق بتاؤ۔"

"وہ ہجیرا رزلے ہے۔ مجھے اسرائیل تک محدود رکھنے کے لئے مجھ سے مشتق کر رہا ہے۔ جوان بچوں کا باپ ہے۔ مجھ سے شادی نہیں کرے گا۔ مجھے دانش بن کر رکھے گا۔ اس کا جواز یہ ہوگا کہ ملک اور قوم کی بہبود کے لئے یہ لازمی ہے۔ یہ میری اسلٹ

ہوری ہے۔"

"بے شک یہ تمہاری توہین ہے۔ کیا وہ ہمیں اپنی ملکہ بنا چکا ہے؟"

"نہیں۔ مجھے اپنی ملکیت بنانے آج شام کو آئے گا۔"

"وہ آئے تو اس سے ہم پر رحمت کر دے۔ پھر موقع پاتے ہی اس کے داغ کو گولڈن برنوں سے اس کے بعد خیال خوانی کے ذریعے اس بات پر بائیں کر دو کہ وہ تمہارے ساتھ عیش کرنے کے لئے ہمیں اسرا جمل سے باہر لے جائے۔"

الپا نے وعدہ کیا کہ وہ یہی کرے گی۔ لیہوا نے پوچھا "اسے سلومن کی جگہ کس شخص کو گولڈن برین کا عہدہ دیا گیا ہے؟"

"راجرسوس کے داماد کارمن نے یہ عہدہ سنبھالا ہے۔"

"کیا کارمن سے تمہارا رابطہ رہتا ہے؟"

الپا نے اس بار میری ہدایت کے مطابق کہا "اس نے رابطہ نہیں کیا ہے۔ وہ بہت محتاط اور ریزرو رہنے والا شخص ہے۔ میں اسے پھانسا چاہا لیکن اس نے مجھے نظر انداز کر کے میری اسلٹ

پہنچا۔"

"میں تمہاری توہین کا بدلہ کارمن سے لوں گا۔"

یہ بات جواب طلب نہیں تھی اس لئے وہ خاموش رہی لیہوا نے کہا "میں تمہارے داغ کو حکم دیتا ہوں کہ وہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گا۔ باقی دوسری سوچ کی لہروں کے لئے بدستور حساس رہے گا۔"

الپا کے خوابیہ داغ نے اسے قبول کیا لیکن اس توہین کی بنیاد مضبوط نہیں تھی۔ وہ میری بھی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر سکتی تھی کیونکہ میں داغ کے نہ خانے میں پیچھے رہتا۔ راستہ پہلے ہی بنا چکا تھا۔

لیہوا نے لڑنے میں تھکنے تک توہین خیز ہونے کا حکم دیا۔ ہجیرا سے چلا گیا۔ میں بھی اپنی جگہ شہر نشاؤر کے ہوٹل امین میں جا ہو گیا۔ اس شہر میں پیچھلے کئی دنوں سے میرے لئے خاص مصروفیت نہیں رہی تھی۔ میں نے آئی بی اور دوسرے ذمے دار افسران رابطہ کیا تھا۔ وہ مطمئن تھے اور خوش ہو کر کہتے تھے "لو صاحب! جب سے آپ آئے ہیں تب سے غیر ملکی ایجنٹ اور دلاویزی شہرت رکھنے والے جرم گوشہ نشین ہو گئے ہیں۔"

"میں ایسا نہیں سمجھتا۔ جرم گوشہ جاری ہے اور جاری رہتا ہے۔ جرم گوشہ نشین نہیں ہوتے، محتاط ہو جاتے ہیں۔ ہمارے آپ کی نظروں میں نہیں آتے۔ دیسے میں یہاں سے جانے والا ہوں۔"

"جناب! آپ نے ہمیں خدمت کا موقع نہیں دیا اور پتا چاہتے ہیں۔ آپ اسی شہر میں ہیں لیکن ہم آپ کے دیدار سے محروم ہیں۔"

میں نے بات بیانی "میں یہاں موجود نہیں ہوں۔ جب کہ

ہوں کہ یہاں موجود ہوں تو میری جگہ میرا آلہ کار موجود ہوتا ہے۔ میری رہنمائی کا مطلب یہ ہے کہ میرا آلہ کار ارسلان رخصت ہو رہا ہے۔"

وہ واپس ہو گئے۔ مجھے افسوس ہوا تھا کہ میں رحمت کرنے والے ہجیرا کو اسے جھوٹ بول کر تھا۔ اپنے تحفظ اور سلامتی کے لئے یہ جھوٹ ضروری تھا۔ وہ میرے مسائل نہیں سمجھتے تھے۔ یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ ایک دشمن خیال خوانی کرنے والا خود کو فساد طبعی تصور کر رہا ہے اور مجھے شہر میں بے غائب کر کے قتل کر دیتا چاہتا ہے۔

اس فریبی فراڈ سے ہٹنے کے لئے میں الپا کو آلہ کار بنا چکا تھا۔ لیہوا اپنے جیتے خیال خوانی کرنے والے بی بی تھرل کو مجھ سے چھپاتا پھر رہا تھا۔ یہ اندیشہ ہو گیا تھا کہ میں کسی وقت بھی تھرل کی شہر تک پہنچ سکتا ہوں۔

اسے چھپانے کے لئے لیہوا نے اسے اپنی طرح سیاہ نام لیکرو بنایا تھا۔ وہ انٹکشن میں نکلسن اسٹریٹ کا ایک بنگلا رہنے کو دیا تھا۔ اس کی بی بی کانودا اور تھرل ایک دوسرے کو چاہتے تھے۔ آئندہ وہ لیہوا کا داماد بن سکتا تھا۔ بی بی کی رحمت کو سلامت رکھنے کے لئے وہ میرے خلاف خفیہ اقدامات کر رہا ہوگا۔

ابھی اس کی عداوتوں کا علم مجھے نہیں تھا۔ یہی سب کچھ الپا کے ذریعے مجھے معلوم ہو سکتا تھا۔ تین گھنٹے بعد میں نے سوچا "وہ توہین خیز ہے۔ بیدار ہو گئی ہوگی۔ ادھر سے گولڈن برین ہجیرا رزلے اس کے پاس آیا ہوگا۔ ادھر سے لیہوا اس کے داغ میں پہنچا ہوگا۔ اس محفل میں مجھے بھی جانا چاہئے، لیکن میں نہ جا سکا۔ لیٹی نے آکر کہا "ہم ٹائی کے معاملے میں دھوکا کھا گئے ہیں۔"

"کیا دھوکا؟"

"آپ نے اس کے خیالات پڑھے تھے۔ ٹائی کی سوچ نے بتایا تھا کہ چندہ بعد وہ اسے ٹرانسپیرینٹ مر مشین سے گزارا جائے گا۔ لیکن وہ اس مشین سے گزر چکی ہے۔"

"کیا نام اس کے پاس تھی؟"

"ہاں! اس نے سانس روک لی تھی۔ پھر دوسری بار مٹی تو اس نے کوڈرڈوڈ دریافت کئے۔ اس کے مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ اس کے اور لیہوا کے درمیان کوڈرڈوڈ مقرر ہو گئے ہیں، اور اب ہماری سوچ کی لہروں اس کے لئے پرانی ہو گئی ہیں۔ ہم پرانے ہو گئے ہیں۔"

"کیا مسلمان اور سلطان کو معلوم ہے؟"

"مسلمان حد سے چور ہے۔ جوان بی بی دشمنوں میں جلی گئی ہے۔ وہ اور سلطان ایک دوسرے کو الزام دے رہے ہیں۔"

میں نے مسلمان کے پاس آکر پوچھا "ٹائی کے معاملے میں غفلت کیسے ہوئی؟"

وہ بولا "یہ سامنے سلطان ہے اسی سے پوچھیں۔ میں تو تائی

کے داغ میں آتا جاتا رہتا تھا۔ سلطان نے اس معاملے میں کوتاہی کی ہے۔"

وہ بولی "آپ خواہ مخواہ میرے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ میں نے کوتاہی نہیں کی۔ وہ میری مجبوری تھی۔"

پھر وہ مجھے مخاطب کرتے ہوئے بولی "میں مانتی ہوں ڈیوٹی کے طور پر اس وقت مجھے ٹائی کے پاس رہنا چاہئے تھا، لیکن میری طبیعت اچانک خراب ہو گئی۔ مسلمان گھر میں نہیں تھے۔ میں نے دماغی رابطہ کرنا چاہا تو تائی کی کسی کے باعث خیال خوانی نہ کر سکی۔ فون کر کے لیڈی ڈاکٹر کو کال کیا۔ ڈاکٹر نے آکر معائنہ کیا۔ دو انیس دس پھر چل گئی۔ میں نے دوا میں استعمال کیں۔ تھوڑا سا آرام آیا مگر تائی بحال نہیں ہوئی۔"

میں نے پوچھا "آخر تمہیں ہوا کیا تھا؟"

لیٹی نے کہا "وہ کیا بتائے گی۔ آپ کو سمجھنا چاہئے وہ ماں بننے والی ہے؟"

مسلمان نے کہا "محترمہ نے ایک اولاد پیدا کرنے سے پہلے دوسری اولاد کو گنوا دیا ہے۔"

وہ روتے ہوئے بولی "منا حضور بھی بتائیں۔ دوسرے کے تین بچے گئے تھے، رات کے بارہ بجے واپس آئے تھے۔ ادھر ٹائی کو مشین سے گزارنے کے لئے دشمنوں کو ٹوٹنے مل گئے۔"

میں نے کہا "اب ایک دوسرے کو الزام دینے سے اور روٹنے سے کیا حاصل ہوگا؟"

"میں اپنے نصیبوں پر بدوری ہوں۔ دنیا کی تمام عورتیں جب پہلی بار ماں بننے والی ہوتی ہیں تو ان کے شوہر خوش ہوتے ہیں، پیار کرتے ہیں لیکن مجھے شوہر کی نفرت مل رہی ہے۔"

"میں نفرت نہیں کر رہا ہوں۔ یہ بہت خوشی کا موقع ہے کہ تم میرے بچے کی ماں بننے والی ہو، لیکن ایک باپ کا الیہ دیکھو اور بتاؤ کہ میں ٹائی کے لئے ماتم کر دیا ہوں۔ ہونے والی اولاد کے لئے خوشیاں مناؤں؟"

لیٹی نے کہا "سلطان! اپنے شوہر کے جذبات اور صداقت کو سمجھو۔ تمہارے ماں بننے کی خوشی مجھے کتنی ہے، میں بیان نہیں کر سکتی لیکن یہ کوئی خوشی بیان کرنے اور ہمیں مبارکباد دینے کا موقع نہیں ہے۔"

میں نے کہا "مسلمان! میں جا رہا ہوں۔ فی الحال ٹائی کی واپسی کے لئے اس کے داغ میں جانے کی تھام کو مشن نہ کرنا ورنہ لیہوا کو شبہ ہوگا کہ کچھ خیال خوانی کرنے والے ٹائی کو پہلے سے جانتے ہیں اور اب اس کے نیلی جھنڈی سیکھے کے بعد اسے واپس حاصل کرنا چاہتے ہیں۔"

میں دونوں میاں بیوی کو سمجھا کر چلا آیا۔ ہم نے سونپا ٹائی کو کچھ عرصے کے لئے سلوان بنایا تھا۔ وہ اپنی سونپا ٹائی والی حقیقت کو بھولی ہوئی تھی۔ یہ ارادہ تھا کہ ٹرانسپیرینٹ مر مشین سے گزرنے کا

”تمہاری قربت کی گری کافی ہے۔ ٹھنڈا ملا دو۔“
وہ اٹھ کر جا گئی۔ سبھرنے پوچھا ”تم رحمت کرو گی؟ گو کورنس
کہاں ہے؟“
”میں نے ملازمہ اور ملازموں کی چھٹی کر دی ہے۔ کیا تم پسند
کرتے کہ کوئی یہاں ایک گولڈن برین کی صورت دیکھ لے۔“
”تم نے عقل مندی دکھائی ہے۔ میں بھی نادان نہیں ہوں۔
حلیہ بدل کر آیا ہوں۔ یہ میرا اصلی چہرہ نہیں ہے۔“
”بھگت تو ہر اصحا ہو ا کہ میں نے ابھی تک تمہاری خوبی کی اور

اسے ہندی زبان میں تریا چتر کہتے ہیں۔ عورت کا مکمل وہ چہرہ دینے سے پہلے بہت چھو لینے کا سامان کرکے ہے۔ اس نے بڑے بڑے تاجداروں کے سروں سے تاج گردا دیئے۔ یہ کوئلن برہن کیا چیز تھا۔ آج کل کی حسنا میں ایسے ہی مقاصد کے لئے ناخن بڑھائی ہیں۔ یہ ناخن مخروطی انگلیوں کے حسن میں اضافہ کرتے ہیں اور یہ ناخن اگلے کا مٹھنہ پونے یا دامن بھانسنے کے کام آتے ہیں۔ الہا نے ایک انگلی کے ناخن میں اعصابی کمزوری کی دوا ٹھوس رکھی تھی جو جس میں حل ہوگئی تھی۔

اس نے خیال خانی کے ذریعے اتنی توانائی پیدا کی کہ وہ بہت بہت چلے ہوئے دنگاتے ہوئے ایک بندہ دوسم آئی پھر بستر پر جاووں شانے چت ہو گیا۔ وہ ای بستر تک پہنچنے اور فاحش بننے کے لیے آقا تھا۔ جبکہ بستر کی کاٹیں ہو گئیں۔ نہ مرد کا نہ عورت کے یہاں کو چت ہو جائے وہی مطلوب اور معقوب ہو آئے۔ البانے اسے لکری نیند سلاوا۔ میں جان کیوڑا کا منتظر تھا۔ وہ ابھی تک ایک کے س نہیں آئی تھا۔ مطہین ہو گیا تھا کہ پوری طرح شفیقہ میں ہے۔ نہ تو تفریابی کرے نہ ہی اسے کوئی چین کر لے جائے گا۔ اور میں یہ جانتا جا تھا کہ کیوڑا سونیا خانی کو کئی معاملات میں مصروف رکھنے والا ہے اور اس نے بی بی تھرمل کو کہاں چھپایا ہوا

”بہت خوش ہوں۔ اس ایمان افروز ادارے میں رہ کر میری بنیادی بدل گئی ہے۔“

”علی سے رابطہ رکھتی ہو؟“

”ہاں چوبیس گھنٹوں میں ایک بار ضرور اس کے پاس جاتی ہوں۔ میرا بچہ بہت مصروف رہنے لگا ہے۔“

”اب وہ پتہ نہیں رہا۔ بچے کے ساتھ تمہاری بیوی ہے۔“
 ”تج نہیں ہو کو بک دیکھوں گی؟“
 ”ایسا تمہیں پسند ہے؟“
 ”میرے بیٹے کی پسند ہے میری پسند ہے، لیکن دل کی بات
 پوچھو تو جانی بدل انکا ہوا ہے۔“
 ”تمہاری ہونے والی ہونے لگی جیسی سیکھ لی ہے۔“
 ”وہ خوش ہو کر پوئی“ واقعی؟“
 ”ہاں مگر اس سے دماغی رابطہ نہ کرنا۔ فی الحال وہ ہمیں بھول
 چکی ہے۔ دشمنوں میں دوست بن کر رہی ہے۔ خدا نے چاہا تو پھر
 ہماری ہو جائے گی۔“
 ”ایک خوشخبری سناؤ؟“
 ”خوشخبری کسی پوچھ کر نہیں سنائی جاتی۔“
 ”محترم بزرگ علی اسد اللہ حمزوی نے مجھے اجازت دے دی
 ہے۔ میں عملی میدان میں آ رہی ہوں۔“
 ”یہ تو بڑی خوش خبری ہے۔ کیا میرے پاس آؤ گی؟“
 ”مجھ نہیں۔“
 ”عملی کے پاس جاؤ گی؟“
 ”بیٹے اور سو کے پاس جانے کو بہت دل چاہتا ہے، لیکن محترم
 بزرگ فرماتے ہیں مسلمانوں نے صدیوں بعد دوسری حکمرانوں سے
 آزادی حاصل کی ہے۔ آزاد جمہوریہ افغانستان کے مسلمان اسلامی
 ریاست کی بنیاد میں مصروف ہیں۔ ایسے میں ان پر عالمی
 سیاست کے سامنے پرہیز ہے۔ وہاں امریکا دوستی کے نام پر اپنا دوی
 پرانا بدنام سیاسی کھیل شروع کر رہا ہے۔ ایسے میں ہدایات ہیں کہ
 مجھے وہاں جانا چاہئے۔“
 ”یہ بہت ہی خوشی کی بات ہے تم عملی میدان میں آتے ہی
 ایک نئی اسلامی ریاست کے لئے اپنی خدمات وقف کر رہی ہو۔ تم
 وہاں جا کر صورت حال کا جائزہ لو۔ اگر میری ضرورت ہوئی تو میں
 ضرور آؤں گا۔“
 ”سونا کے پاس جاتے ہو؟“
 ”تمہیں تو معلوم ہے کچھ پابندیاں ہیں۔ میں صرف فخری اذان
 سنانے جاتا ہوں۔ ویسے یہ پابندیاں سمجھ میں نہیں آئیں۔“
 ”دین کی تمام باتیں آسانی سے سمجھ میں نہیں آئیں۔ انہیں
 سمجھنے کے لئے روحانی اراد کا لازمی ہے۔ بابا فرید واسطی مرحوم نے
 سونا اور اس سے ہونے والی اولاد کے لئے اپنی زندگی میں ہی
 ہدایات دی تھیں۔ ان ہدایات کا روحانیت سے گہرا تعلق ہے۔“
 ”زندگی رہی تو ہونے والے اس بچے سے روحانیت کا تعلق
 دیکھوں گا۔ فی الحال میں یہ معلوم کرنے آیا ہوں کہ بابا صاحب کے
 ادارے کے وہ جاسوس جو دانشمن میں ہیں، ان سے کیسے رابطہ کیا
 جائے؟“
 ”میں ابھی بتاتی ہوں۔“

اس نے ارے کے متعلق مددے دار سے ملاقات کی۔
 دانشمن ڈی کی کا فائل نکالا۔ اس فائل میں ان افراد کی سہڑی اور
 تصویریں تھیں جو ادارے سے تعلیم حاصل کر کے امریکا کے مختلف
 علاقوں میں رہائش اختیار کئے ہوئے تھے۔
 پھر وہ ایک شخص کی تصویر کی آنکھوں میں جھانکتی ہوئی اس
 کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اسے مخاطب کرتے ہوئے پوئی ”یوسف زائدہ
 ایں! آمنہ فرادیہ سنی سابقہ رسوئی بول رہی ہوں۔“
 ”السلام علیکم میڈم! آپ کا یہ اسلامی نام بہت پسند آیا ہے۔
 میرے لائق کوئی خدمت؟“
 ”فرما دے سے مخاطب ہو رہے ہیں۔ میں جاری ہوں۔“
 میں نے پوچھا ”رسوئی! مجھے کیوں نہ بتایا کہ تم نے نام تبدیل
 کیا ہے؟“
 ”بتانے کے بعد بھی رسوئی کمرہ رہے ہو۔“
 میں نے ہنسنے ہوئے کہا ”عاداً آبان سے وہی نام ادا ہو گیا۔“
 ”یہ نام محترم علی اسد اللہ حمزوی نے دیا ہے۔ کیسا ہے؟“
 ”آمنہ مسلمانوں کے لئے نہایت مقدس اور معتبر نام ہے۔
 خدا تمہیں شاد و آباد رکھے۔ میں اسی نام سے لگا دوں گا۔“
 میں اس سے رخصت ہو کر یوسف زائدہ کے پاس آیا۔ اسے لی
 جی قہرمان کے بچے کا پتا بتا کر کہا ”یہاں ایک سیاہ فام نوجوان رہتا
 ہے۔ اس کی ایسی گھرائی کی جائے کہ اسے شبہ نہ ہو۔ یہ گھرائی زیادہ
 سے زیادہ ایک دن اور ایک رات کے لئے ہو گی۔“
 ”آپ اس مسئلے میں اور کیا چاہتے ہیں؟“
 ”وہ صحت مند ہے۔ میں اسے دماغی کمزوری میں مبتلا کرنا چاہتا
 ہوں۔“
 ”یہ کوئی مشکل نہیں ہے۔ آپ اخبار اور ٹیلیوژن کے ذریعے
 یہ جانتے ہوں گے کہ امریکا میں نسلی فسادات پھیل رہے ہیں۔
 گورے کالوں کو قتل کر رہے ہیں۔ کالے گوروں کو جسم میں
 پہنچا رہے ہیں۔ اگرچہ یہ فسادات ابھی دانشمن میں شروع نہیں
 ہوئے ہیں۔ آپ حکم دیں تو کوئی بھی گورا اس سیاہ فام کو زخمی کر کے
 دماغی طور پر کمزور بنادے گا اور کسی کو ہم پر شبہ نہیں ہوگا۔“
 امریکا جواب واحد پھر یاد رہے۔ جس سے کوئی ملک جنگ
 کرنے کی جرأت نہیں کرتا ہے۔ اسی ملک کے اندر سیاہ اور سفید
 فاموں کے درمیان جنگ جاری رہتی ہے۔
 اس جنگ میں برسوں سے نہ جانے کتنی ماؤں کی گواہی پکی
 ہے شاگ اور خون کی بھٹی کسی بھی وقت شروع ہو جاتی ہے۔ اولاد
 سے محروم ہونے والی ماؤں نے ایم او ایم ایس کے نام سے ایک
 انجمن بنائی ہے۔ اس انجمن کی صدر ریڈا جے محمد کٹی ہیں کہ
 گزشتہ سال انجمنیں ہزار بیٹے سڑکوں پر مارے گئے ان متوتیر میں
 ستر فیصد سیاہ فام تھے۔
 پچھلے دنوں چار سفید فام پولیس والوں نے روڈی ٹنگ ٹائی

ایک سیاہ فام کو بری طرح زد و کوب کیا۔ دنیا بھر کے ٹیلیوژن پر یہ
 منظر دکھایا گیا کہ ایک ایسی سینکڑوں پولیس والوں نے روڈی ٹنگ کو
 چھین مار دیا اور ٹنگوں میں ماریں۔ امریکی عدالت سے اس مظلوم
 سیاہ فام کو انصاف نہیں ملا تو پوری سیاہ فام قوم جنگ کی آگ کی
 طرح بھڑک گئی۔ آج وہاں جو کچھ بھی ہو رہا ہے اس پر بحث
 نہیں کروں گا۔ البتہ یوسف زائدہ نے یہ بات چھپائی تو خیال آیا کہ
 کوئے نے بس کی چال چلی تھی۔ اپنے کالے رنگ پر سفید رنگ
 چڑھایا تھا میاں بی بی قہرمان نے مجھ سے چھپنے کے لئے اپنے گورے
 رنگ پر کالا رنگ چڑھا رکھا تھا۔ کوئے کی طرح اس کی بھی شامت
 آنے والی تھی۔
 یوسف زائدہ نے میری ہدایت کے مطابق قہرمان کے سامنے
 والے بچے کا فون نمبر معلوم کیا پھر رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے
 ایک خاتون کی آواز سنائی دی۔ میں اس کے اندر پہنچ گیا۔ وہ اپنے
 بچے میں اپنے ایک بیٹے اور بیٹی کے ساتھ رہتی تھی۔ میں باری
 باری ان تینوں کے دماغوں میں جاتا تھا اور ان کے ذریعے قہرمان
 کے بچے پر نظر رکھتا تھا۔
 یوسف زائدہ وہاں سے دوسرے کالے فاصلے پر اپنی کار میں تھا۔
 شام چھ بجے اس خاتون کے ذریعے میں نے دیکھا ایک سیاہ فام
 دوشیزہ قہرمان کے بچے کے سامنے ایک کار میں آئی۔ وہ ہارن بجا کر
 بچے کے کھین کو بیٹنی قہرمان کو بلارہی تھی۔ میں سمجھ گیا وہ جان لیوا
 کی بی بی کانووانا ہی ہو سکتی تھی جو اپنے محبوب سے ملنے آئی تھی۔
 میں نے یوسف زائدہ سے کہا ”ایک سیاہ فام لاری کار لے کر
 آئی ہے۔ یقیناً قہرمان اس کے ساتھ کہیں جائے گا لارٹ رہو۔“
 میں نے خاتون کے دل میں تجسس پیدا کیا کہ یہ کون لاری
 سامنے والے سے ملنے آئی ہے۔ اسے اچھی طرح دیکھنا چاہئے۔“
 خاتون اپنے کمرے سے دو درمیں لے آئی اور اسے آنکھوں
 سے لگا کر دیکھا۔ میں نے اسے کار کا نمبر پتہ پتہ پر بھجور کیا۔ اسی
 وقت قہرمان آکر کار میں بیٹھ رہا تھا۔ کانووانا کار اشارت کر کے
 آگے بڑھ رہی تھی۔ میں نے یوسف کو کار کا رنگ اور نمبر بتاتے
 ہوئے کہا ”کار تمہاری طرف آ رہی ہے۔“
 وہ اپنی کار سے اترا اور بونٹ کو کھول کر بھجک گیا جیسے
 گاڑی کی کوئی خرابی دور کر رہا ہو۔ ذرا سی دیر بعد کانووانا اپنی کار
 ڈرائیو کرتی ہوئی اس کے قریب سے گزر گئی۔ یوسف زائدہ نے فوراً
 بونٹ کو گرا لیا اور اسٹیرنگ سیٹ پر آکر بیٹھا پھر کار اشارت کر کے
 تعاقب میں چل پڑا۔
 امریکا میں دانشمن کی ایک زبردست سیاسی اہمیت ہے۔ اس
 لئے حکومت نے گوروں اور کالوں کے درمیان امن وامان قائم
 رکھنے کے لئے سخت حفاظتی انتظامات کئے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ
 کانووانا اور قہرمان آزادی سے گھومنے پھرنے نکلے تھے وہ ایک
 لمبی ڈرائیو کے بعد دانشمن چمیل کے کنارے سے گزرتے ہوئے

ایسٹ پوناٹک پارک میں آئے۔ وہاں دور تک چھری بلوم کے
 سایہ دار درخت تھے یوسف زائدہ نے کہا ”یہاں زہریلے کیمپ میں یہ
 دونوں کچھ کھائے بیٹے جائیں گے۔“
 میں نے کہا ”تم بھی وہاں جاؤ۔ دیگر اور کاؤنٹر گریل کی آواز
 مجھے سناؤ۔“
 وہ کار سے اتر کر دیکھنے لگا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کی بانہ
 میں بانہ ڈالے ہنسنے بولنے ہوئے ایک میز کے اطراف آکر بیٹھ
 گئے۔ ایک دوسرے کے پاس آیا۔ جب وہ آؤر لے کر جانے لگا تو
 یوسف زائدہ نے اسے روک کر پوچھا ”کیا میری میز پر بھی تم آؤر
 لینے ہو؟“
 ”نوسر میں دوسرے دیگر کو بھیجتا ہوں۔“
 میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمار یوسف سے کہا ”شیشی
 جیب میں رکھ دو۔“
 اس نے دیگر کی جیب میں چھوٹی سی شیشی رکھ دی۔ پچھلے کئی
 دنوں سے ہر نماز پر یہی طریقہ کار اپنایا جا رہا تھا۔ دہلی میں بائرس نے
 ایلا اور کیپٹن رنجیت کے ایسے ہی طریقے کثرت دیا تھا۔ جولان کی
 پہاڑی بستی میں علی بیور نے اپا پر یہی داؤ ڈال دیا۔ ایلپا نے بھجری
 کھوڑی اسی طرح اٹائی۔ اب میں قہرمان کے ساتھ یہی سلوک
 کر رہا تھا۔
 دراصل کسی کے دماغ میں جگہ بنانے کا یہ ایسا نسخہ تھا کہ
 دوسرے دشمنوں کو شبہ نہیں ہوتا تھا۔ اگر قہرمان کو زخمی کیا جاتا تو
 لیوا کو شبہ ہو جاتا۔ میں نے دیگر کے ذریعے کانی کا وہ قہرمان
 تک پہنچایا جسے پینے کے بعد وہ میرا شکار ہو گیا۔ میں نے کانووانا کے
 سامنے اسے کمزوری ظاہر نہیں کرنے دی۔ اس کے دماغ پر پوری
 طرح قبضہ جمار اپنی طرف سے اس کے اندر توانائی کو برقرار رکھا پھر
 اس کی زبان سے کہا ”ڈارلنگ! ابھی مجھے خفیہ پیغام موصول ہوا
 ہے واپس چلو۔“
 وہ اٹھ کر دیگر کو بلایا اور کہنے لگا۔ کانووانا نے لاری طرف چلے
 ہوئے کہا ”آج کی رات تو ہم ساتھ گزارنے والے تھے۔“
 ”ضرور گزاریں گے۔ میں صرف گیاہہ بجے تک مصروف
 رہوں گا۔ تم ٹھیک گیاہہ بجے میرے بچے پر چلی آؤ۔“
 وہ کار میں وہاں سے روانہ ہوئے۔ میں نے اس کے ذریعے
 کانووانا سے کہہ دیا کہ بات نہ کرے وہ خیال خوانی میں مصروف
 ہے۔ اس طرح میں اس کی کمزوری کو چھپاتا رہا۔ وہ اسے بچنے میں
 چھوڑ کر چلی گئی۔ میں نے اسے گہری نیند ملا یا اور سلطان کے پاس جا کر
 کہا ”اپنی بی بی ثانی کی فکر نہ کرو۔ وہ ہماری نظروں میں رہے گی۔ ہم
 ان کے عملی جیسی جاننے والوں کو اپنے قابو میں کرتے رہیں گے تو
 ثانی دور ہونے کے باوجود ہمارے سامنے میں رہے گی۔ میرے دماغ
 میں آؤ۔“
 وہ آیا۔ میں اسے یوسف زائدہ کے پاس لے آیا پھر اس سے

ہوا "اب مسلمان تمہارے پاس رہے گا۔ لہوڑا کے ٹپلی بیٹھی جانے والے یا سکوت کا پتہ اور نوں نمبر نوٹ کر مسلمان کے ساتھ مل کر یا سکوت کو بھی قہرال کی طرح ٹیپ کرو۔ پھر مسلمان تم سے اپنا معمول اور تابعدار بنادو گے۔ بہت ہوشیاری اور احتیاط سے کام کرنا۔ جان لہوڑا کے سنے سے لقمہ چھیننا آسان نہیں ہوگا۔"

میں انہیں ہدایت دے کر قہرال کے پاس آیا۔ وہ مری نیند میں تھا۔ میں نے اس کے خوابیہ دماغ میں کہا "ہلو قہرال! میری آواز پہچان رہے ہو؟"

"ہاں۔ یہ فریاد علی بیور کی آواز ہے۔"

"اس آواز کو کیسے پہچانتے ہو؟"

"مجھے ٹرانزائر مرشٹین سے گزارنے سے پہلے فراد بنانے کی بھرپور ٹریننگ دی گئی تھی۔ اس کی آواز اور لہجے کی پرنکٹس کرائی گئی تھی۔"

"پھر تم نے فرمونا جیسی معصوم اور مظلوم لڑکی کو فراد بن کر پریشان کیا اور یہ ظاہر کرنا چاہا کہ فراد انسان نہیں شیطان ہے۔"

"ہاں میں نے سوچا اس طرح فراد اپنی بدنامی سے بری طرح مشتعل ہو کر میرے مقابلے پر ظاہر ہو جائے گا۔"

"تمہیں کامیابی ہوئی؟"

"ہاں میری حکمت عملی سے فراد دوبار ظاہر ہوا۔ پہلی بار ہٹار کے ایک ریٹ ہاؤس میں جا رہا تھا۔ دوسری بار وہ ہج کلک دوسری بار وہ سرفراز خان بن کر فرمونا سے عشق کرنے آیا۔ اس بار بھی میرے آدمیوں نے اسے اچھی طرح گھیر لیا تھا۔ یہ سب ہی دشمن مانتے ہیں کہ وہ بہت ہی ماہر جنگ باز ہے۔ اپنی حاضر دماغی سے جنگ کا نقشہ پلٹ دیتا ہے۔"

"مراد اب کہاں ہے؟"

"میں نے کہا تا وہ جنگ کا نقشہ بدل دیتا ہے۔ پہلے میں اس کے پیچھے قہار وہ میرے پیچھے پڑ گیا ہے۔ پتا نہیں اسے میرا ٹھکانا کیسے معلوم ہو گیا تھا۔ میں بڑی مشکوک سے چھپ کر رہا آیا ہوں۔"

"وہ میرا بھی آئے گا تو کیا کرو گے؟"

"میری سوچ کر ہاتھ پاؤں پھول رہے ہیں۔ بس ایک لہوڑا کا سارا ہے۔ نوڈی میری معیتوں میں کا آتا ہے۔"

"لہوڑا سے تمہاری ملاقات کیسے ہوتی ہے؟"

"وہ مجھ سے اس وقت ملا تھا جب میں نے ٹپلی بیٹھی نہیں سیکھی تھی۔ میں اس کا شاکر تھا۔ اسے خوش کرنے کے لئے اس کی بیٹی کا دیوانہ عاشق بن چکا ہوں۔"

"کیا اس کی بیٹی سے عشق نہیں کرتے ہو؟"

"نی الحال تو کر رہا ہوں۔ جب تک لہوڑا کی سرپرستی رہے گی۔ میں گورا ہو کر بھی اس کا کورداشت کرتا رہوں گا۔"

"میں نے اس پر عمل کیا۔ اسے اپنا معمول بنایا پھر اسے گیارہ بجے تک سونے کے لئے چھوڑ دیا۔ کیا وہ بچے کا دانا اس کے پاس

آنے والی تھی۔ اس لئے میں نے صبح تک کے لئے قہرال کو ڈسکر دے دی۔"

میں نے پارس کی داستان وہاں منتقل کی تھی جہاں وہ رہا۔ ایک ہوٹل میں چھوڑ کر ایلا اور ٹیکٹن رنجیت سے منٹے کیا تھا۔ پھر دونوں کو خوب الجھاتے ہوئے بے نقاب کر چکا تھا۔

"را" تنظیم کے اعلیٰ عہدے دار پارس سے بہت خوش تھے اس کی ذہانت اور صلاحیتوں کے کن گارہے تھے۔ اس نے ایلا جیسی غیر ملکی ایجنٹ کے ساتھ آستین کے سانپ ٹیکٹن رنجیت کو بھی ثبوت کے ساتھ گرفتار کر لیا تھا۔ تنظیم کے عہدے داروں نے پارس سے ملاقات کی، اسے ایک پرائیویٹ بینک میں بلایا پھر بڑی گرم جوشی سے مصافحہ کرتے ہوئے ایک نے کہا "ہماری تنظیم کے اندر چھپے ہوئے خنڈار کو دھوڑ کانا بہت مشکل تھا پھر ہم ٹیکٹن رنجیت پر بھی شبہ نہیں کر سکتے تھے۔ تم نے اس کے خلاف ثبوت پیش کر کے ہمیں سمجھایا ہے کہ اب ہمیں کسی عہدے دار پر بھی بھروسہ نہیں کرنا چاہئے۔"

دوسرے عہدے دار نے کہا "ہم نے سوچا تھا تمہیں پوری طرح ٹریننگ دے کر پاکستان واپس بھیج دیں گے وہاں تم ہمارے لئے جاسوسی کرو گے لیکن یہاں تو ہمارے ہی اندر چور چھپے بیٹھے ہیں۔ ہمیں اپنے اندر کے چوروں کو پکڑنے کے لئے تمہاری ضرورت ہے۔"

تیسرے نے کہا "تم نے تو کمال کر دیا ہے۔ ٹریننگ سینٹر سے پاس ہوئے اور تنظیم میں کوئی چھوٹا سا عہدہ حاصل کرنے کے لئے دو سال گتے ہیں تم نے دو ہی دنوں میں ایسے کمالات دکھائے ہیں کہ ٹریننگ سینٹر کے تمام امتحانات تمہارے سامنے پکڑا لگ رہے ہیں۔"

دیش پانڈے نے مسکرا کر کہا "کچھ میری بھی تعریف کرو۔ پاکستان سے کیسا ہیرا چن کر لایا ہوں۔"

ایک نے کہا "ہاں بھی تمہارا جواب نہیں ہے۔ تم قیامت کا نظر رکھتے ہو اور پیش قابل لوگوں کا انتخاب کرتے ہو۔"

دیش پانڈے نے کہا "ایلا، شیو چون اور ٹیکٹن رنجیت کے بے نقاب ہونے کے بعد ہم نے انہیں گرفتار کیا ہے۔ ان کے مقدمہ چلے گا لیکن یہودی تنظیم موساد کے خلاف فوری کارروائی کی ضرورت ہے۔ ورنہ یہ لوگ ہمارے اندر سرنگ بناتے رہیں گے۔"

"ہم نے حکم جاری کیا ہے کہ چوبیس گھنٹوں کے بعد یہاں موساد کا دفتر ہے اور نہ ہی اس کا کوئی جاسوس نظر آئے۔ اگر کوئی نظر آئے گا تو اسے گرفتار کر لیا جائے گا۔ گرفتار ہونے والا مزاحمت کرے گا تو اسے گولی مار دی جائے گی۔"

یہ پارس کا ایک کارنامہ تھا کہ وہ یہودی تنظیم کو وہاں سے اکھاڑا تھا۔ اگرچہ وہ یہودی بھارت میں تھے لیکن وہاں سے

پاکستان کے خلاف کام کر رہے تھے۔ بھارتی حکومت خوش تھی کہ وہ لوگ بھارت کے سامنے مل رہے کہ پاکستان کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ پارس نے ثابت کر دیا کہ یہودی اپنے باپ کے بھی نہیں ہوتے۔ بھارت کی جڑوں میں بیٹھ کر بھارت کی ہی جڑیں کاٹ رہے تھے۔ ایک اعلیٰ عہدے دار نے پارس سے کہا "معاذ! تم بھارت ہی میں رہو گے۔ ہمارے اندر چھپے ہوئے خنڈاروں کو تلاش کرو گے۔ یہودی تنظیم ختم ہو جائے گی لیکن باہر سے دوسرے یہودی دوسرے روپ میں آئیں گے۔ تم ایسے لوگوں کو بے نقاب کرو گے۔ کل ہمیں ایک خصوصی کارڈیا جائے گا جس کے ذریعے تم وڈیروں کو گورنروں اور ملک کے دیگر اکابرین کے پرائیویٹ اجلاس میں اور تقریبات میں بے روک ٹوک جاسکو گے۔"

پارس نے کہا "ایسا ہی ایک کارڈ میرے اسٹنٹ کے لئے بھی ضروری ہوگا۔"

"تم کے اسٹنٹ بنانا پسند کرو گے؟"

"رہناؤ۔"

"وہ تو ان ٹرینڈ ہے، ذہر تہیت ہے۔"

"میرے ساتھ رہ کر تہیت حاصل کرے گی۔ آپ کو شکایت کا موقع نہیں دے گی۔"

"یہ ذہن داری تم لیتے ہو تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

ایک اعلیٰ عہدے دار نے دو لٹافے اسے دیتے ہوئے کہا "یہ دعوت نامے تمہارے اور رہنا کے لئے ہیں۔ آج شام وزیر خوراک آکرے۔ ہنڈارای کی صاحبزادی کی شادی ہے۔ وزیروں کے ہاں کوئی تقریب ہے تو دشمن دوست کے ہمیں میں آتے ہیں۔ تمہیں وہاں آنکھیں ملکی رکھنی ہیں۔"

وہ ضروری گفتگو کے بعد دیش پانڈے کے ساتھ چنگے سے باہر آیا پھر اس کی کار میں بیٹھ گیا۔ اس نے کار اشارت کرتے ہوئے پوچھا "کیا بات ہے معاذ! میری بیٹی بھی بڑی دلچسپی لے رہے ہو؟"

"تمہیں اعتراض ہے تو ہمیں لوں گا۔"

"خیر! اتنے مجھے تم نہیں آپ کتا اور انکل کہہ کر مخاطب کرنا۔"

"یہ انکل کیوں بن رہے ہو؟"

"میں رہنا کا انکل ہوں۔ اس کے تعلق سے مجھے اور کیا کہو گے؟"

"یعنی تم چاہتے ہو میں بھارتی فلموں کی طرح رہتا ہے کسی مندر میں شادی کروں اور تم سے آئیروا دلینے آؤں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "جب آئیروا دووں گا تو پھر مندر میں جانے کی ضرورت نہیں ہوگی۔"

پارس نے بڑی سنجیدگی سے پوچھا "کیا تمہارے دھرم میں شادی شدہ مرد دوسری شادی کر سکتا ہے؟"

"کرنے والے کر لیتے ہیں۔ مگر یہ ہمارے کلچر میں نہیں ہے۔ تم

کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"اس لئے کہ بلکہ دیش میں میری ایک بیوی ہے۔ تم تو جانتے ہو بنگالی عورتیں بہت بچے پیدا کرتی ہیں۔ جب اس نے سلط پیدا کر دے تو گھبرا کر کھاگ آیا۔"

دیش پانڈے نے حیرانی سے پوچھا "تم سات بچوں کے باپ ہو؟"

"سات نہیں، نو بچے۔"

"ابھی سات کہہ رہے تھے پھر نو کیسے ہو گئے؟"

"دو پاکستانی بیوی سے ہوئے۔"

"کیوں مذاق کرتے ہو تمہاری عمر کیا ہے؟"

"پانڈے! تم بڑے تجربے کار رہتے ہو۔ خودی بناؤ کیا عربہ میری؟"

اس نے کار روک دی۔ پارس کو غلور دیکھا اور سوچتے ہوئے کہا "باہیں سے زیادہ کے نہیں لگتے۔ زیادہ سے زیادہ بیٹکین برس کے ہو۔ چلو ہمیں کتا ہوں۔"

"پھر موقع دیتا ہوں، صحیح بتاؤ۔"

"بہن! تم انھیں سے زیادہ کے نہیں ہو سکتے۔"

"کیوں نہیں ہو سکتا؟ تمہارے غلط حساب لگانے سے کیا میری پیدا انٹی آئین بدل جائے گی۔ میں تمیں اور دو کا مینی ٹیس برس کا ہوں۔"

وہ کار آگے بڑھاتے ہوئے بولا "یقین نہیں آتا کہ تم کہہ رہے ہو تو مان لیتا ہوں۔"

وہ تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر بولا "میری بیٹی انھما برس کی ہے، اور تم دو بیویوں اور نو بچوں والے ہو۔ یہ مناسب نہیں ہے۔"

"ہاں! نو بچے مناسب نہیں ہیں۔"

"میں صرف بچوں کی نہیں تمہاری عمر کی اور دو بیویوں کی بھی بات کر رہا ہوں۔ تم رہنا سے دور رہو۔"

پارس نے اسے ایک لٹافہ دیتے ہوئے کہا "یہ دعوت نامہ رہنا کے لئے تھا۔ اسے واپس کرو۔"

"اسے واپس کیسے کروں؟ یہ تم دونوں کی ڈیوٹی ہے، سرکاری معاملہ ہے؟"

"میں کہہ دوں گا کہ رہنا میری اسٹنٹ نہیں رہے گی۔ تمہیں اعتراض ہے۔"

"کیسی باتیں کرتے ہو۔ کیا تنظیم میں مجھے ذلیل کرو گے مجھے تم دونوں کے ساتھ ڈیوٹی دینے پر اعتراض نہیں ہے۔ مگر دوسرے معاملے میں اس سے دور رہو۔"

وہ ہوٹل میں آئے۔ رہنا نیند سے بیدار ہو کر غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر معاذ (پارس) کا انتظار کر رہی تھی۔ اس کی نیند کے دوران میں نے اس پر تنویلی عمل کر کے اس کے دماغ کو پرائیویٹ سوچ

کی کہوں کے لئے لاک کر دیا تھا کہ کوئی یہودی خیال خوانی کرنے والا رہتا کہ دماغ میں آکر پارس کے لئے مشکلات پیدا نہ کرے۔
”رہتا ہے اسے دیکھتے ہی کہا ”مجھے چھوڑ کر کہاں چلے گئے تھے؟“

”ہجر میں کو پکڑ لیا تھا۔“

”میں بھی جاسوس ہوں۔ میں بھی تمہارے ساتھ جاسکتی تھی۔“

دیش باڑے نے کہا ”بہن! آج جانا ہے جو کارنامہ انجام دیا ہے وہ تمہارے بس کا نہیں تھا۔ اس کی وجہ سے جس ایک بہت بڑا اعزاز مل رہا ہے۔ جس پر انتہائی خاصہ کاوش لگے گا جس کی رو سے جس جاسوس تسلیم کیا جائے گا اور وہ کارڈ دکھا کر تم کسی بھی فخر کے راج محل میں داخل ہو سکو گی۔“

وہ خوش ہو کر بولی ”اوہ آئی ٹو جانا۔“

باڑے نے کہا ”یہ کووالا معاملہ نہیں چلے گا۔“

پارس نے کہا ”ہاں رہنا! یہ کووالا معاملہ نہیں چلے گا۔“

اس نے پوچھا ”یہ کیا بات ہوئی؟“

”بات یہ ہے کہ تمہاری دو بیویاں اور نو بیٹے ہیں۔“

”کیا؟“ رہنا کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ پھر وہ کڑک کر بولی ”یہ جھوٹ ہے۔“

باڑے نے کہا ”یہ سچ ہے۔“

وہ بولی ”جھوٹ ہے تو بیٹے نہیں ہو سکتے۔“

پارس نے کہا ”ایک ساتھ نہیں ہوئے تھے۔“

”تم چپ رہو۔ ہم چچا جی کو بولے دو۔“

وہ بولی ”نکل! ابھی تو یہ خود پوچھ رہے۔ اس کے بچے کیسے ہو سکتے ہیں؟“

”جس کیسے معلوم ہے کہ یہ خود پوچھ رہے؟“

”میں جانتی ہوں۔ ہاسٹل میں ایک رات اس کے ساتھ گزار چکی ہوں۔“

”اس؟“ دیش باڑے عجیب لیا پھر بولا ”مجھے پتا ہے وہ تمہاری مجبوری تھی۔ اس کے کمرے میں جا پہنچی تھیں لیکن آئندہ محبت میں چھٹنے والی بات نہیں ہونی چاہئے۔“

وہ بولی ”بچے جو ان ہو جائیں تو بزرگوں کو ان کے معاملات میں نہیں بولنا چاہئے۔“

”بزرگوں کو نصیحت کرنے کا حق ہوتا ہے۔ اس نے سات بھگہ دیش میں پیدا کر کے دو پاکستان میں اور اب ہندوستان میں۔ نہیں ہرگز نہیں۔ تم اس سے دور رہو گی۔ چلو میرے ساتھ۔“

پارس نے کہا ”لیکن تم نے کہا تھا یہ ڈیوٹی کے وقت میرے ساتھ رہے گی۔“

”ہاں شام کو سات بجے شادی ہے۔ رہنا وہاں پہنچ جائے گی۔“

”سوری انکل! میں آپ کے ساتھ نہیں جاؤں گی۔ مجھے تمہارے معلوم کرنا ہے کہ شادی کی تقریب میں ہماری مصروفیات کیا رہیں گی؟“

”یہ میں تمہیں سمجھاؤں گا۔“

”انکل! میں یہ سمجھ گئی ہوں کہ تمہارے ساتھ کام بھی کرنا ہے اور اس سے دور رہنا بھی رہتا ہے۔ میں دودھ پیتی چکی نہیں ہوں۔“

پلینز آپ ہمیں بلا تک کرنے کے لئے تیار چھوڑ دیں۔“

اس نے غصے سے دیکھا۔ رہتا تھا ”آپ کو میری عمر معلوم ہے نہیں بالغ ہوں۔ اور بالغوں پر اپنی مرضی ٹھونسی نہیں چالی۔“

وہ یادیں بچتا ہوا دواڑے تک گیا پھر پلٹ کر بولا ”تمہارا! میں تم سے عمر میں دو گنا ہوں۔ تم میرے سامنے بیٹے ہو۔ پھر بھی میں نے تمہیں اپنا دوست بنایا۔“

جس میں اس نے لاکر آنا پر پہنچا لیکن تم میرے پاؤں تلے سے زمین نکال رہے ہو۔ تم ہوش سے باہر آؤ۔ تم سے سمجھ لوں گا۔“

وہ باہر آیا۔ کمرے کا دروازہ بند ہو گیا۔ وہ کوریڈور میں کھڑا ہو کر سوچنے لگا ”میں اس کیسے جاؤں؟“

وہ چاہتا تھا کہ اس کی سبھی رہتا ”را“ تنظیم میں اور نہایت حاصل کرے۔ جمادویر کی ٹریننگ سے نجات دلا کر وہ مقام اسے دلا رہا تھا۔ باڑے کو یقین تھا کہ وہ تمہارے ساتھ کام کرتی رہے گی تو ترقی کی منزل میں ملے گی۔

اب یہ پریشانی لاحق تھی کہ وہ ہر ملک میں بیٹے پیدا کرنا جانتا ہے۔ ایسے میں رہنا کو اس کے ساتھ کام کرنا چاہئے یا نہیں؟

وہ ہوش کے کوریڈور میں کھڑا ہوا سوچ رہا تھا پھر دواڑے پر دستک دیتے ہوئے بولا ”تمہارا! اچھی تدبیر سوچ رہی ہے۔ آنا سے میں بھی تم دونوں کے ساتھ ہر معاملے میں رہوں گا۔ شادی کی تقریب میں بھی آؤں گا۔ مجھے بھی اپنی پلاننگ میں شامل کرو۔“

دواڑہ کھولا۔“

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ پھر موسیقی کی آواز آنے لگی۔ انہوں نے ریڈیو پانی دی آنکھ کر دیا تھا۔ لیکن دواڑہ نہیں کھولا۔ وہ اپنے دل کو تسلی دیتے ہوئے بولا ”میں جانتا ہوں یہ سرکار کا معاملہ میں مصروف ہیں۔ بس آج کے جو انوں میں یکی خرابی ہے کہ وہ ہم بزرگوں کا تجربہ شامل نہیں کرتے ہیں۔“

پھر وہ ہوش سے باہر جاتے ہوئے بڑبڑایا ”شرر کہیں کے سرکاری معاملے میں بھی موسیقی سنتے رہتے ہیں۔“

بھارت میں جو غرت ہے ”وہ قاتل رہے۔ بھوکے اور غلے لوگ تصویریں میں قاتل دیدہ ہوئے کے باوجود دیکھے نہیں جاتے۔“

کہ اگر عموماً آج پھیلا کر بھیک مانگتے ہیں لیکن ہندوستان کے غریب اتنے مجبور اور فاقہ زدہ ہوتے ہیں کہ مانگتے مانگتے فتنہ مچا کر گر جاتے ہیں۔ یہ سراسر انسانیت کی توہین ہے اور بھارتی حکومت

کی بے حس اور بے پروائی ہے یا پھر یہ سوچ لیا گیا ہے کہ جن کے مقدور میں فتنہ پر رینگنا ہوتا ہے وہ کبڑے کوڑے بن کر ہی زندگی گزارتے ہیں اور بھارتی حکمران ان کی بدبختی سے لڑنے کے قابل نہیں ہیں۔

آرکے بھنڈاری وزیر خوراک اور زراعت تھا۔ بھارتی عوام کا آن دا تھا۔ اس نے گھر گھر انجان بچپانے کے لئے راشن کارڈ کا سسٹم جاری رکھا تھا۔ یہ جانتا تھا کہ عوام کا ووٹ لے کر اسے وزیر بنانے والے بیٹے اور ماسٹر انجان کو کوراموں میں چھپاتے ہیں۔

راشن کارڈ پر رائے نام انجان دیتے ہیں۔ باقی بیک میں کمانے کے لئے غائب کر دیتے ہیں۔ بھنڈاری ان کے خلاف ایکشن نہیں لیتا تھا بلکہ انہیں سر آٹھوں پر بٹھاتا تھا۔

اس نے بیٹی کی شادی میں ایسے ہی وہ بزار مہاجنوں اور سرمایہ داروں کو مدعو کیا تھا۔ اپنی نما گلوئی کے سامنے تین سو گڑے دسج و عریض میدان میں شامیانہ اور قاتل گلوئی تھیں۔ اندر اور باہر اسے لب اور ٹیپ لائٹس کی روشنی کی سحر کی رات کو دن بنایا تھا۔ دور تک موسیقی کا شور سنائی دے رہا تھا۔ شامیانے کے سامنے میں امیر کبیر عورتوں اور مردوں کے قیمتی گونج رہے تھے۔

پارس رہنا کے ساتھ کار میں آیا۔ ایک جگہ کار کو پارک کر کے دواڑہ کھول کر باہر نکلا تو شامیانے کے باہر بھوکے اور غلے لوگوں کو دیکھا۔ غلے گئے تھے کہ صرف سڑوٹی کے لئے چھوٹا سا پتھر انا کپڑا بدن پر نظر آ رہا تھا۔ دس باہر برس کے بچے بالکل بے لباس تھے۔ دس باہر نہیں تھے قاتلوں کے چاروں طرف بھگ رہے تھے۔ باستی چاولوں کی بیانی کی خوشبو ان کی بھوکی دھول کو جھنجھوڑ رہی تھیں۔ وہ قاتلوں کے قریب جاتے تھے تو ہاتھوں میں ڈنڈے لے ہوئے پائی انہیں مار کر مچھلی تھے۔

یہ بات نہیں ہے کہ صرف بھارت میں ہی ایسا ہوتا ہے۔ ایسے مناظر بھگہ دیش اور افریقی ممالک میں بھی نظر آتے ہیں۔ پاکستان اور دوسرے ممالک میں روٹی کے بھوکے کم ہیں لیکن زندگی کی دوسری ضروریات کے بھکاری ہیں اور میں کتنے سننے میں شرم نہ آئے تو ہم زیادہ تر امریکا کے بھکاری ہیں۔ یہاں بھارت میں یہ منظر غائب نہیں تھا کہ قاتلوں کے اندر صحت مند لوگ پیٹ بھر بھر کر کھارے تھے اور قاتلوں کے باہر ایک ملک میں اسی میدان میں اپنی بھوکی قوم کو ڈنڈے مار کر بھگا رہے تھے اور یہ وزیر خوراک کے ہاں شادی کی تقریب میں ہو رہا تھا۔

پارس نے رہنا سے پوچھا ”یہ کیسا منظر ہے؟“

وہ بولی ”ہم یہاں اپنی ڈیوٹی پر آئے ہیں۔ یہ بھوکے ہمارا مسئلہ نہیں ہیں۔“

”ہیں۔ ہمارا مسئلہ ہیں۔ جب ہم کھاتے ہوں اور یہ منہ دیکھتے ہوں تو یہ شرم کا مسئلہ ہے کہ انسانیت کو شرم کیوں نہیں آتی۔“

اگر آزادی کے پہلے دن سے آج ۴۴ سال تک اس ملک میں بھوکوں کی تعداد بڑھتی گئی ہے تو یہ حکومت کے لئے لڑنے کے لئے ہے کہ وہ فوجی طاقت بڑھا کر ایشیا میں سپر پاور بن رہی ہے۔ یا کوریڈور کی تعداد میں جتنا کھوکھو کا رکھ کر شرم جتنی جاری ہے؟“

وہ باتیں کرتے ہوئے شامیانے میں آئے۔ اگرچہ بیانی اور دیگر کھانوں کی خوشبو آ رہی تھی لیکن ابھی کھانا شروع نہیں ہوا تھا۔ گنگ منڈپ میں دلہا دلہن بیٹھے ہوئے تھے۔ جذباتی مسکرت میں منتظر رہتے ہوئے انہیں شادی کے بندھن میں بندھ رہے تھے۔

رہنا اور پارس نے فخر آرکے بھنڈاری سے مصافحہ کرتے ہوئے چپکے سے کہا ”ہم انجیل ڈیوٹی پر ہیں۔ یہاں مخالف پارٹی کے لوگ ہوں یا کسی پر شبہ ہو تو ہمیں تھامیں۔“

بھنڈاری نے اپنے سیکریٹری کو حکم دیا۔ ”جو ہمارے مخالف ہیں اور ہماری نظروں میں مشکوک ہیں ان کی مشکلیں انہیں دور سے دکھاؤ۔“

پارس اور رہنا سیکریٹری کے ساتھ ایک طرف گئے۔ میں بھنڈاری کے خیالات بڑھنے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا۔ اقتدار میں رہ کر عوام کے مسائل حل کرنے ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ حکومت کی گلوئی پر بٹھانے والے بھوکے مہاجنوں اور سرمایہ داروں کو خوش رکھنا پڑتا ہے۔

ابھی اس نے پولیس افسران کو حکم دیا تھا کہ باہر بھوکے بھتا پر ڈنڈے نہ برساتے جائیں گا۔ ورنہ حکومت بدنام ہوگی۔ اخباری فوٹو گرافروں پر کنٹرول رکھا جائے ورنہ وہ ایسی تصویریں اخبارات میں شائع کریں گے وزیر خوراک کے گھر کے سامنے ایسا ہوگا تو اپوزیشن والے موقع سے فائدہ اٹھائیں گے۔ جتنا کہ ہمارے خلاف بھڑکانے کے۔

یہ پریشان ہو کر بڑبڑانے لگا ”یہ جھوٹی ذات کے بھوکے غلے لوگ مرنے کیوں نہیں؟ ہم ایک وقت بھوکے نہیں رہ سکتے اور یہ صدیوں سے بھوکے رہ کر زندہ چلے آ رہے ہیں۔“

میں اس مفاد پرست سیاستدان کو چھوڑ کر رہنا کے پاس آیا۔ ایک لیڈر اس میں دلچسپی لیتے ہوئے کہ رہا تھا ”تم بہت مند رہو۔ تمہیں دیکھ کر گناہوں کے سامنے شراب چھلکے لگتی ہے۔ اب تک تم کہاں تھیں؟“

”تمہاری ماں کے پیٹ میں تھی۔ اب رشتہ سمجھو اور شراب چھلکاؤ۔“

وہ غصے سے بولا ”شت اب جاتی ہو؟ میں کون ہوں؟ اپوزیشن کا مضبوط بازو ہوں۔ یہ فخر بھنڈاری صاحب سمجھ رہے تھے میں مخالف پارٹی کا بازو ہوں۔ یہ دعوت دیں گے تو نہیں آؤں گا۔ لیکن میں آیا اب یہ پریشان ہیں کہ میں اتنی بڑی پارٹی میں کیا کل کھانے والا ہوں۔“

رہنا نے میری مرضی کے مطابق کہا ”سو سوری“ مجھے نہیں

میں تمہارے لئے کباب لاتا ہوں۔“
وہ جانے لگی۔ وہ ہاتھ اٹھا کر چیخے ہوئے بولا ”ارے کباب
میں بھی زہر ہے۔“ تم نے زہر کھانا چاہتی ہو۔ مجھے نہیں میں سمجھ کر
لوٹنا چاہتی ہوں۔ میں بہت ہوشیار ہوں۔۔۔۔۔“
سوئے کے بغیر خالص شراب داغ پر چڑھ گئی تھی۔ اب میں
اسے مجبور نہیں کر رہا تھا۔ وہ خود ہی بول رہا تھا۔ پریس رپورٹرز ادا
ٹوٹو ٹوٹو کر افرز و فرہ بھی اس کی باتیں نوٹ کر رہے تھے اور اس کی
تصویروں اتار رہے تھے۔ ان تمام کاروائیوں کے بعد اسے
حراست میں لے لیا گیا۔ اس کے بعد اعلان کیا گیا کہ وہ کتنے
بے ہمت جرم کا مرتکب ہو رہا تھا۔ آج یہاں چند منٹوں میں
ہندواری کے دو ہزار مامانوں کو موت کے گھاٹ اتارنے والا تھا۔
اگر اس کے جرم کا پتہ نہ ملتا تو ایسی زہر خورانی کے سامنے کو
حکومت کی نااہلی کے کھاتے میں ڈال کر اوزنیشن والے جتنا کو

حکومت کے خلاف خوب بھڑکتا ہے۔
تمام کھانوں کے لمبی حاشے کے بعد آقارام کا جرم ثابت ہو گیا تھا۔ وہ اپوزیشن کا بہت مضبوط ہاتھ تھا۔ حکومتی پارٹی کے خلاف زبردستی چلے گا۔ بھڑاڑی کا دشمن تھا، لیکن اس کی دعوت میں یہ ثابت کرنے آیا تھا کہ وہ بھی زہریلا کھانا کھانے والوں کے ساتھ تھا اس لئے اس نے اپنا اپوزیشن کے کسی آدمی نے

زہر نہیں ملایا ہے۔ اس کی چانگ تھی کہ وہ کھانا شروع ہوتے ہی شراب پینا شروع کر دے گا تاکہ یہ بہانہ رہے کہ پینے والے پینے کے بعد کھاتے ہیں۔

ابو زبیرؓ اپنی کو چپ لگ گئی تھی۔ ان کا اہم آدمی ٹھوس ثبوت کے ساتھ گرفتار ہوا تھا۔ اب وہ اپنے غنڈوں کو حکم دے

جکے تھے کہ اس لڑکی کو اٹھا کر لاؤ جس نے اتنا رام کو بہت زیادہ
 پلا کر آؤٹ کرادیا تھا۔
 تمام مہمانوں میں سنٹی اور دہشت پھیل گئی تھی۔ وہ ایک
 دوسرے سے کہہ رہے تھے۔ اگر کھانا کھائے تو کیا ہوتا؟ سب کا
 رام نامت ہو جاتا۔

دوسرے کھانے کا انتظام ہو رہا تھا، لیکن وہ کھانا نہیں چاہتے تھے۔ مجنذاری کو نبی کی شادی کی بدھائی دے کر واپس جانا چاہتے تھے۔ مجنذاری نے ہاتھ جوڑ کر کہا ”اپ کی حکومت کا ایک منتر ہاتھ جوڑ کر پڑھ کر آئے۔ آپ نے جائیں۔ اچھی طرح طبی معائنے کے بعد آپ کو کھانا پیش کیا جائے گا۔ دشمنوں نے رنگ میں بھگ

ڈالنے کی کوشش کی تھی۔ ہمارے ذہن سراج سرائوں کے کوس
کو ناکام بناتا ہے۔ ہم بہت زیادہ چرس ہیں۔ آپ کو کوئی نقصان
نہیں پہنچے گا۔

بھنڈاری کے سامنے دور تک مہمانوں کی بھڑھکی ہوئی تھی۔
اس نے رسوا اور بارس کو بلا کر مہمانوں سے کہا ”من دونوں کو یہ نو
ڈیوار غنٹ کی طرف سے ترقی طے کی، لیکن میں آپ کے سامنے

میں نے رما کو کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھنے کے لئے اپنی کاپی دے دی۔
 بیٹھ گئی۔ دو افراد تیزی سے آکر اس کے دائیں بائیں بیٹھ گئے۔
 ایک شخص نے اسے شہر کا نقشہ دکھایا۔ پھر کار کو اشارت کر کے اسے
 ڈرائیو کرتے ہوئے ایک سمت جانے لگے۔

میں نے پارس سے کہا ”رما ناغوا کی جارہی ہے۔ اپنی کار میں
 جاؤ۔ میں تمہیں گائیڈ کرتا رہوں گا۔“

مخلص کہہ رہا تھا ”تم نے بڑی مکاری سے آتما رام کو گرفتار کرایا ہے۔ تمہارے جیسی لڑکی کو یہ حسین ملاکتے ہیں۔“
 بائیں طرف والے نے کہا ”مکاری کرتے وقت ہمیں ذرا بھی خوف نہیں آیا کہ کیلاش انھور تمہارے ساتھ کتنا برا سلوک کرے گا؟“
 کیلاش انھور اپوزیشن پارٹی کا لیڈر تھا۔ پچھلے الیکشن میں

ہارنے کے بعد اس نے پوری ایک سستی میں آگ لگادی تھی کیونکہ وہاں سے کسی نے اسے دوٹ نہیں دیا تھا۔ دوسری سستی میں جھنڈاری کے دو حاکمیتوں کو سرعام قتل کیا تھا کمر سزا سے بچ گیا تھا۔ کسی میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ اس کے خلاف گواہی دیتا۔ جو اس کی نافرست میں آجاتا تھا پھر زندہ نہیں رہتا تھا۔ عورتوں کے ساتھ بہت ہی شرمناک سلوک کرنے کے بعد قتل کرتا تھا۔

رہنا کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔ اس نے یکایک اشارہ غصہ کی سنگدلی اور
بے غمگی کے بڑے چہرے سے تھے۔ آج ایسے ہی بے رحم آپریشن
سے گزر کر مرے والدہ والی تھی۔ کوئی اسے بچانے والا نہیں تھا۔ اس کی
دانت میں حماد اس سے بے خبر تھا۔ پولیس اور انٹیلیجنس والوں
کو بھی اس کے اغوا ہونے کا علم نہیں تھا۔ ایسی بے یاری اور

مددگاری کی حالت میں شرمناک موت پہنچی تھی۔

میں رہتا کے آس پاس بولنے والوں کے چور خیالات پڑھ کر معلوم کر چکا تھا کہ وہ اسے دہلی شہر کے باہر کیراٹراں پتھر کے ایک خفیہ آڑے میں لے جا رہے ہیں اور یہ معلومات پارس تک پہنچتی جا رہی تھیں۔ اس نے بمبائل فون کے ذریعے دیش پائے کو

اطلاع دی، ”شہزادے! ہمارے علم کے مطابق رہنما جھ سے دور ہو گئی ہے۔“

پانڈے نے کہا ”چلو اچھا ہے۔“

”اسے انوکرنے والے جھ سے دور لے گئے ہیں۔“

وہ اچھل پڑا چھوڑا ”کیا کاسے! انوکا کیا گیا ہے اور تم اسے

”ایمپائن سے اطلاع دے رہے ہو۔“
 ”ایمپائن کیوں نہ ہو۔ تم نے مجھ سے دور کرنے کے لئے اسے
 اغوا کر لیا ہے۔“
 وہ چیخ کر بولا ”معتل کے دشمن! اسے اپوزیشن والے لے
 جا رہے ہوں گے۔ کیا شبہت خطرناک ہے۔ اس کی ہڈیوں کا بھی
 پتہ نہیں چلے گا۔“

پارس نے کہا "وہ بیٹوں کا کیا کرتا ہے؟"
 "مجھے کیا معلوم کیا کرتا ہے۔ فضول باتیں پوچھ رہے ہو۔ فوراً
 رہنا کا بیچا کرو۔"
 "دیکھو اپنی سچی کا بیچا کرنے کو کہہ رہے ہو۔ پھر شکایت نہ
 کرنا۔"
 "بہن معاشوں کا بیچا کرنے کو کہہ رہا ہوں۔"
 "وہ تو میں کر رہا ہوں۔ فون پر کیوں بیچ رہے ہو؟"
 "تم کو اس کدو کے تو کیا غصہ نہیں آئے گا؟ تم آدمی کام کے
 ہو مگر بہت بیوقوف ہو۔ کیا وہ کسی گاڑی میں اسے لے جا رہے ہیں؟"
 "نہیں پیدل سلا رہے ہیں۔ میں ان کے پیچھے نکل رہا
 ہوں۔"
 "تم سے باتیں کرنے کے لئے مجھے کئی کھانا پڑے گا۔"
 "کئی کھانے کی میں پسینے کی چیز ہے۔"
 "مجھے صاف کدو میرے باپ! یہ تباہ وہ کس گاڑی میں اسے
 لے جا رہے ہیں۔ گاڑی کا رنگ اور نمبر تھا۔"
 "رات کے وقت نمبر لیٹ پڑتے قریب جاؤں گا تو انہیں شبہ
 ہوگا۔"
 "اس وقت کس علاقے میں ہو؟"
 "میں چلی بار دہلی آیا ہوں یہاں کے راستوں اور علاقوں کے
 نام نہیں جانتا ہوں۔"
 "تو پھر میں پولیس یا رہائی کیسجھوں؟"
 "میرے پیچھے کیسجھو۔"
 "لیکن معلوم تو ہو تم کہاں ہو کس راستے پر ہو۔"
 "میں نیکی اور شرافت کے راستے پر ہوں۔ عقل استعمال کرو
 تم نے اپنی کار مجھے دی ہے۔ کیا اس کار کا رنگ اور نمبر پولیس یا رہائی
 کو نہیں بتا سکتے۔ پولیس میرے پیچھے میں تمہاری سچی کے پیچھے اس
 طرح یہ دنیا ایک دورے کے آگے پیچھے رہتی ہے۔"
 پاؤں سے رابطہ ختم کر دیا۔ پارس نے اسے یہ نہیں بتایا تھا
 کہ وہ عقاب کرتا ہوا شر کے باہر آیا۔ وہ چاہتا تھا پہلے خود
 اپوزیشن سے نکلے تاکہ چھاپا اور کالیابی کا سہرا اس کے سر آئے اور
 بعد میں پولیس والے پہنچیں، مینا کا بیٹھ ہوا کرتا ہے۔
 وہ صبر سے پیاس کھڑی ہو کر ایک کپے راستے پر مڑنے لگا
 آدھے گھنٹے کی ڈرائیو کے بعد ایک برائی سی حویلی میں آئے۔ وہ
 ایک چھوٹی سی بستی تھی۔ کیلاش رائٹر اور کمر کی جاکیر تھی۔ حویلی میں
 پہنچا تو دور کی بات ہے کوئی بستی میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ کیلاش
 کے تقریباً تین روزہ جن مسلح حواری وہاں مختصری فوج کی طرح رہتے
 تھے اور کسی انہی کو بستی میں قدم رکھنے کی اجازت نہیں دیتے
 تھے۔
 میں نے انہی کرنے والوں کے ذریعے دو چار مسلح حواریوں کی
 آوازیں سنیں پھر حویلی کے اندر بھی دو اشخاص کے پاس پہنچ گیا۔

ایسے مراحل سے گزرنے میں مجھے دیر لگی۔ اس دوران پارس اپنے
 طور پر بہت کچھ کرتا رہا۔ اس نے اپنی کار بستی کے باہر چھوڑ دی تھی
 اور چھپتا چھپتا حویلی تک پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا۔
 حویلی کے پچھلے دروازے پر ایک بوڑھا پیرے دار تھا۔ وہ اپنی
 گمن ایک طرف رکے جا رہا تھا۔ پیرے دار کے قدموں
 اس کے پیچھے سے گزرتا ہوا اندر چلا گیا۔ بوڑھے گمن میں کو خیر نہ
 ہوئی۔ اگر ہوئی تو میں اسے قابو میں کر لیتا۔
 میں نے کہا "وہ رہنا کو ادھر کی منزل کے ایک کمرے میں لے
 گئے ہیں۔ اس کمرے کے بند دروازے پر دو پیرے دار ہیں۔"
 اس نے سر اٹھا کر ادھر کی منزل کی طرف دیکھا۔ کیلاش رائٹر اور
 ایک بہت بڑی خواب گاہ کے قیمتی صوفے پر بیٹھا رہا تھا۔ وہ
 خواب گاہ قیمتی سامان سے آراستہ تھی۔ ایک بڑے سے ٹی وی
 اسکرین پر ایک حیا سوز ویڈیو فلم چل رہی تھی۔ ایسے وقت دو
 غنڈے رہنا کو پکڑ کر لائے۔ وہ خود کو چھڑانے کی کوششیں کر رہی
 تھی۔ اب تک ٹینک سینٹر میں جتنے داؤ بیچ چکے تھے۔ انہیں
 غنڈوں پر آزمایا تھی۔ مگر تباہ کام ہو رہی تھی۔ انہوں نے اسے دھکا
 دے کر کیلاش کے قدموں میں گرایا پھر وہاں جانے لگے۔
 وہ فوراً اٹھ کر بھاگنا چاہتی تھی۔ کیلاش نے بیٹھے ہی بیٹھے
 ایک زور کی لات ماری۔ وہ تحلف سے پہنچی ہوئی دوسری طرف
 جا گئی۔ دوبارہ اٹھنے تک اسے لانے والے باہر جا کر دروازہ بند
 کر چکے تھے۔
 کیلاش نے گلاس خالی کرتے ہوئے مسکرا کر کہا "ایسی ہی
 چوہن پر کہتے ہیں۔ قید میں ہے بلبل، میاں مسکرائے، چینیانہ نہ
 جانے یہاں سے بھاگ بھی نہ جائے۔"
 وہ قاتلین پر سے اٹھتے ہوئے بولی "کیا تم کیلاش ہو؟"
 "شاہاش" تم نے تعارف کے بغیر اپنے پار کو پچان لیا۔"
 "مجھے بھی پچان لو۔ میں ملری انٹلی جنس کی ایک جاسوس
 ہوں۔ اپنی خیریت چاہتے ہو تو مجھے جانے دو۔"
 "تم نے ہماری خیریت ہی کہاں رکھی ہے۔ آقا رام کو گرفتار
 کر کے جتنا کے سامنے ہمارے پوزیشن دو کوڑی کی کردی ہے
 اب تو تم ایک کوڑی کی بھی نہیں روکی۔ ذرا نی وی کی طرف
 دیکھو۔"
 اس نے نی وی کی طرف دیکھا پھر جلدی سے مڑنے پھریا۔ شرا
 اور غصے سے سرخ ہو کر بولی "تمہیں شرم نہیں آتی؟"
 "تمہیں بھی نہیں آئے گی۔ میں دھنوں کو دیکھنے بغیر ہی گولی
 مار دینے کا حکم دیتا ہوں۔ لیکن جس کے حسن و شباب کی تقریباً ستا
 ہوں اسے مجھے اندر جانے کے لئے ضرور یہاں بلانا ہوں۔"
 وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ پیچھے ہٹ کر بولی "خبردار! مجھے سے"
 رہو۔ مجھے حماد کے سوا کوئی چھو نہیں سکتا۔"
 "چھانو کوئی مسلمان تمہیں جھوٹا کر چکا ہے۔ کیا یہ وی جولا

ہے جس کے ساتھ مل کر تم نے آقا رام کو گرفتار کیا تھا؟"
 "ہاں وہی ہے۔ اس سے ڈرو۔ بہت خطرناک ہے۔ یہاں
 بچنے کا تو محسوس زندہ نہیں چھوڑے گا۔"
 وہ آگے بڑھتے ہوئے بولا "اس حویلی کا یہ خانہ بہت پر اسرار
 ہے۔ ہمارا پار اندر جانے کا تو کبھی واپس نہیں آئے گا۔ تمہیں
 کھانے کے بعد جو بیٹیاں بھیجیں گی وہ بھی یہ خانے میں جائیں گی۔"
 اس نے ایک کمرے کی طرف اشارہ کیا۔ وہ چھڑانے کی کوشش
 کرتی ہوئی چھینے لگی۔ "بچاؤ۔ حماد! مجھے بچاؤ۔"
 وہ بیٹھے ہوئے بولا "یہاں حماد کا باپ بھی نہیں آئے گا۔ چلاؤ
 خوب چلاؤ۔"
 وہ خود کو چھڑانے کی جدوجہد کرتے ہوئے جی رہی تھی "حماد!
 حماد! حماد۔"
 ایک زوردار آواز کے ساتھ دروازہ کھل گیا۔ اس کے ساتھ
 ہی ایک پیرے دار لڑکھاتا ہوا آکر کمرے میں گرا۔ کیلاش نے
 دروازے پر دیکھا۔ رہنے والے خوشی سے جی ماری "حماد!"
 پارس نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ کیلاش دوڑتا ہوا
 الماری کی طرف گیا۔ وہاں سے رو اور لٹکانا چاہتا تھا۔ پارس اچھل
 کر اس کے اور الماری کے درمیان گیا پھر بولا "سنا ہے تم بہت
 خطرناک ہو۔ اپنے شکار کو بڑی بے دردی سے قتل کرتے ہو۔"
 اس نے پارس کو باتوں میں مصروف سمجھ کر حملہ کیا۔ اس پر
 چلا ٹنگ لگا۔ پارس نے جھک کر اسے دونوں ہاتھوں پر روک لیا۔
 پھر اسے سر سے بلند کرتے ہوئے اس پیرے دار پر پھینکا جو پہلے ہی
 مار کھا کر زخمی ہو کر کمرے میں اُتر گیا تھا۔ اس زخمی نے اٹھتے ہوئے
 ایک چاقو نکالا تھا۔ کیلاش اس پر آکر گرفتار ہوا اس کی پسلیوں میں
 پیوست ہو گیا۔ اس نے جھجک کو... کالیان دیتے ہوئے اپنی پسلیوں
 سے چاقو کو نکالا پھر غصے سے پیرے دار کے سینے میں اسے گھونپ
 دیا۔
 پارس نے پوچھا "رہنا! تمہیں کیا ٹینک دی گئی ہے؟ اگر
 زخمی دھنوں کے ہاتھ میں ہتھیار ہو تو کیا کرتا ہے؟"
 اس کے ایک ہاتھ میں خون آلود چاقو تھا دوسرا ہاتھ زخمی
 پسلیوں پر رکھا ہوا تھا۔ وہ غرا نا ہوا پارس کو قتل کرنے آ رہا تھا۔ رہنا
 نے کہا "اے اُدھر کیا جا رہے ہو۔ میں تمہاری شامت ہوں۔"
 وہ غرا تے ہوئے تیزی سے رہنا کی طرف گھوم گیا۔ وہ اچھل کر
 پیچھے گئی پارس نے آواز دی "اُدھر کیا جا رہے ہو۔ میں حملہ کر رہا
 ہوں۔"
 وہ پھر تیزی سے پارس کی طرف گھوم گیا۔ اُدھر دوڑتا ہوا
 آئے لگا۔ رہنا اس کی طرف دوڑتی ہوئی بولی "میں حملہ کر رہی
 ہوں۔"
 وہ دونوں اسے پیچھے سے ہونے والے حلوں سے ڈرا رہے
 تھے، لیکن حملہ نہیں کر رہے تھے۔ وہ کبھی اُدھر بھی اُدھر بھاگ رہا
 تھا۔

تھا اور تھک رہا تھا۔ زخم سے بہنے والا خون اسے کمزور بنا رہا تھا
 تھا۔ ایسے ہی عقل کام نہیں کر رہی تھی۔ وہ آگے پیچھے گھوم گھوم
 کر چاقو لہرا رہا تھا۔
 رہنا نے کہا "کیلاش! یہ زخمی دشمن کو بے بس کرنے کی ایک
 ٹھیک ہے۔ ہم تم دونوں کی طرف گھوم گھوم کر کھلے کرتے رہو گے
 اور نہیں روکے۔ رہنا چاہو گے تو پھر دونوں طرف سے حملے ہوں
 گے۔ لہذا دونوں طرف تباہ رہو اور نی وی کی شرمناک فلم دیکھتے
 ہوئے اپنے شرمناک انجام کو پہنچتے رہو۔"
 پارس نے صوفے پر بیٹھ کر بیسور کو اٹھایا۔ پھر نمبر ڈال کر
 لگا۔ رابطہ ہونے پر بولا "مشریانے! ہم کیلاش ٹھکر کی حویلی میں
 ہیں۔"
 وہ بولا "میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا، وہ شیطان میری سچی کو اسی
 حویلی میں لے گیا ہو گا۔ اس لئے پولیس یا رہائی کے ساتھ یہاں پہنچا
 ہوا ہوں۔ کیلاش کے غنڈے فائرنگ کر رہے ہیں۔ ہم جوابی
 فائرنگ کرتے ہوئے بستی میں داخل ہو رہے ہیں۔"
 پارس نے کہا "حویلی میں داخل نہ ہو۔"
 "کیوں وہاں کیا ہے؟"
 "یہاں رہنا کے سامنے ایسی ویڈیو فلم چل رہی ہے جسے تم
 نہیں دیکھ سکتے۔"
 "کیسی فلم چل رہی ہے؟ اے سچ کچھ تباہ وہاں کیا ہو رہا ہے؟
 میں نے تم سے کہا تھا میری سچی سے دور رہو۔"
 "میں دور ہو جاؤں گا تو کیلاش قریب ہو جائے گی۔"
 "اے یہاں کو کیاں چل رہی ہیں۔ مجھے پریشان نہ کرو۔ سب
 کو اپنی ماں بہن سمجھو۔"
 "میں کیلاش کو سمجھا رہا ہوں۔"
 "خود را نی وی آف کرو۔"
 پارس نے کہا "اے رہنا! تمہارے اکل غصہ کر رہے ہیں، حکم
 دے رہے ہیں، خود را نی وی آف کرو۔ آں۔ ہاں۔ ایسے شاہاش
 اچھی پچان اسی طرح بزرگوں کا کھانا مانی ہیں۔ مبارک ہو پانچے
 یہاں نی وی بند ہو گیا ہے۔"
 اُدھر سے رابطہ ختم ہو گیا۔ اس دوران کیلاش کے ہاتھ سے
 چاقو گر گیا تھا۔ رہنا اسے ٹھوکریں مارتے ہوئے کہہ رہی تھی "اُدھر
 دھنوں سے اور میری ساڑی اناؤ۔ تباہ کتنے زبردست ہو۔"
 وہ کمزور کمری سانس لیتے ہوئے بولا "ڈاکٹر کو بلاؤ۔ زخم سے
 خون بہہ رہا ہے۔ میں مر جاؤں گا۔"
 "زندہ رہنا چاہتے ہو تو یہ خانے کا چور دروازہ دکھاؤ۔ ایک
 کانڈ پر اپنے تمام جرائم کا اعتراف کرو۔"
 وہ ایک میز سے کانڈ قلم لے کر آئی۔ اس کے سامنے فرش
 پر رکھ کر بولی "تکسو۔"

عصاب پر سوار ہے۔“
 ”بچی ڈیڈی کی زیادتی ہے۔ تمہیں فرہاد کے مقابلے پر لا کر
 یوں نہ بھانسنے پر مجبور کر دیا ہے۔“
 ”مٹھ بھانسنے والی بات نہ کرو۔ میں بزدل نہیں ہوں۔ میرے
 اور تمہارے ڈیڈی کے اندر ایک ہی سی ہے کہ ہم فرہاد کے ذرائع کو
 اور اس کے طریقہ کار کو سمجھ نہیں پاتے ہیں۔“
 ”قی الحال یہ طہیبتان ہے کہ تم جینے میں کامیاب ہو۔ دو
 راتیں اور دو دن گزر چکے ہیں۔ فرہاد کسی آواز کا سننے نہیں
 سکتا۔“
 ”تو اٹھ کر باجھ روم کی طرف جاتے ہوئے بولا ”تمہارا کیا
 پروگرام ہے۔“

”ہاٹل جاؤں گی۔ شام کو تمہارے پاس آسکتی ہوں۔“
وہ ہلک لگا کر الیکٹرک شیور سے شیو کرتے ہوئے بولا
”تمہارے بعد ہاٹل میں آنے والی سلوانہ (عانی) کراخانہ مرشدین
کے گزر کو ٹیلی پیسنگ سیکرٹے گی۔ اور تم وہیں جاؤ گے۔“
”تم جانتے ہو؟“ ڈیڈی اصول کے باندھ ہیں۔ میں فرنگ کو رہ

میں مائرس لم لائی تھی انہوں نے نکل کر دیا، لیکن میں بھی خضدی ہوں، اگلے سال کامیاب ہو کر ضرور ٹیلی بیسٹسی سیکھ لوں گی۔“ وہ بالوں میں برش کرتے ہوئے بولی (میں جاری ہوں۔“ وہ بولا ”اوکے شام کو آنا، بات ہوگی۔“ وہ چلی گئی۔ میں نھال کو ہاتھ روم میں چھوڑ کر مسلمان کے

پس آیا پھر اس سے پوچھا "پاسکو روٹ کا کیا بنا؟"
 "میں نے اسے اپنا معمول بنالیا ہے۔ کیا آپ اس کے پاس
 جا سکتے ہیں؟"

"بھئی نہیں۔ جانا ہو گا تو تمہارا لہجہ اختیار کر کے اس کے
 خیالات پڑھوں گا۔ یہ ہماری کامیابی ہے کہ لہجہ کا نقلیہ جتنی جانتے
 والا پاسکو روٹ آئندہ ہمارا آلہ کار بن کر رہے گا۔"

مسلمان نے کہا "پاسکو روٹ کے چور خیالات ہرگز ایک اہم
 انکشاف ہوا ہے۔ اس کی بن و براں پھر سڑ ہوئی میں کی بیوی ہے۔
 عین پاسکو روٹ سڑ ہا سڑ کا سا ہے۔"

”یہ بہت اہم معلومات ہیں۔ کیا وہ ایوگا کی ماہر ہے؟“
 ”نہیں۔ میں نے ایسکورت کو وزیر کے خیالات دینے پر
 مائل کیا تھا۔ ویرا نے اس کی سوچی سمجھی کہلوں کو محسوس نہیں کیا۔ پھر
 میں بھی مطمئن ہو کر اس کے خیالات دے رہا تھا۔ اس کے ذریعے
 سپرماٹر ہوئی مین کے حلقہ میں معلوم ہوا کہ وہ صرف پینتے کی رات
 بیوی کے پاس آتا ہے۔ اتوار کا دن بیوی بچوں کے ساتھ گزارا ہے
 پھر چلا جاتا ہے۔“
 میں نے کہا ”سلمان! آج ہے۔“
 ”حق مان میں آج ریشن کے لئے تیار ہوں وہ آج بیوی بچوں کے

میں قہر مال ہو پاس کیا۔ وہ غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر ناشتا کرنے کے باہر جا رہا تھا۔ میں نے اس کا رستہ ران میں جا کر ناشتا کرنے کا موقع دیا پھر اسے سوچنے پر مجبور کیا کہ اسے کبھی وراثت جاری رکھنا چاہئے۔ اس طرح معلوم ہو گا کہ دشمن اسے پہچان سے جسے نہیں یاسیں؟

مجھے سخت مایوسی ہوئی۔ ویسے کچھ کتنا ضروری تھا تو وہ مجھ پر شہرہ کر سکتا تھا۔ میں نے تھراپی کی آواز بدل کر اس کی زبان سے کہا کہ ایک ناک پیچام ریکارڈ کر اؤں۔ تم پولیس افسر لوگ ڈیوٹی کے چور ہو۔ گھر پر فون کرو تو رانگ نمبر کہہ دیتے ہیں یا فون کے ساتھ ریکارڈ کرنا کہ تم پر احسان کرتے ہو۔ جب فوری ضرورت کے وقت تمہیں ملو گے تو پیچام ریکارڈ کرانے کا فائدہ کیا ہے؟

قہرلے اس بچے میں ایک سفید فام نوجوان حینہ کو دیکھا۔ وہ کسی کام سے لان میں آئی تھی پھر اندر چلی گئی تھی۔ میں نے سوچا لبوڈا اور چہرا سترس بڑی دوستی ہے۔ ہو سکتا ہے چہرا سترس کی بیوی ویرا اس حینہ کو جانتی ہو جو ابھی لبوڈا کے بچے میں نظر آئی تھی۔

فہمیشہ کی مسکراہٹیں

ہر گھمائی، انعام بھارت گھمائی
جسے ایک ناپ نہنے کے دو دوش نہیں کیا جا سکتا

پیش روئے ایمان و سبقتِ ایمان کے تقاضے کی

جنت: امام علیؑ

نور حق ۱۶ ایلے

کتابیات پسلی کیشنز ○ پوسٹ بکس ۳۳ کراچی ۱



پھر اس کے دماغ میں پختا جا رہا ہے۔ گا۔ تمہیں کس کے دماغ میں پہنچے گا۔ کسی آواز اور سب سے والا کوئی ہو گا بھی یا نہیں؟ اگر ہو گا تو لیڈو کو معلوم ہو گا کہ اس بے چارے نے فون نہیں کیا تھا۔ پھر وہ شہر کے گا کہ اس کی رہائش گاہ اور اس کا فون نمبر کسی دشمن کو معلوم ہو گیا ہے۔ بہر حال آئندہ چند گھنٹوں میں معلوم ہو سکتا تھا کہ وہ کس حد تک شہر میں چلا ہوا ہے۔

قربال اپنے بچنے میں آیا تھا۔ توہڑی دیر بعد ہی لیڈو نے اسے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا: "خیریت ہے؟"

"جی ہاں۔ چھپنے کی یہ تدبیر کامیاب رہی ہے۔ میں کل شام کانوا کے ساتھ باہر گیا تھا۔ آج بھی کئی ڈرائیو کی ہے۔ نہ کسی نے تعاقب کیا ہے اور نہ ہی کوئی اس بچنے کی عمرانی کر رہا ہے۔"

"چلو اچھا ہے۔ مجھے تمہاری طرف سے اطمینان رہے گا۔"

"سر! فراڈ پٹار میں ہے۔ سر فراڈ کے نام سے فرمون کے ساتھ رہتا ہے۔ سب اسے نہپ کیوں نہیں کرتے ہیں؟ آپ نے مجھے بھی اس معاملے میں روک دیا ہے۔"

"تم نے دوبارہ اسے اچھی طرح گھیر لیا تھا۔ نتیجہ کیا نکلا؟"

"کوئی ضروری نہیں ہے کہ تیری بار بھی بیچ نکلتے۔"

"قربال! اتم نے فراڈ کی ہنسی اچھی طرح یاد رکھی ہے پھر بھی اسے سمجھنے کے لئے بہت کچھ رہ جاتا ہے۔ یہ اچھی طرح یاد رکھو کہ وہ ایک ملک یا ایک شہر میں زیادہ عرصہ نہیں رہتا ہے۔ جب وہ جگہ بدلتا ہے تو اس شہر یا ملک میں اپنا ایک آلہ کار چھوڑ کر جاتا ہے وہ آلہ کار فراڈ کا بدلہ ادا کرتا رہتا ہے۔ جس سر فراڈ کو تم فراڈ سمجھ رہے ہو وہ محض ایک آلہ کار ہے۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ فراڈ کا بدلہ ادا کرنے کے باوجود اسے تلاش نہ کر سکا۔ اس کے آلہ کار سے دھوکا کھانا پڑا؟"

"یہی بات نہیں ہے۔ تم نے پہلی بار واقعی فراڈ کو رست ہاؤس میں گھیر لیا تھا۔ جب وہ کچھ نکل گیا تب ہی میں سمجھ گیا تھا کہ وہ اب اس شہر میں نہیں رہے گا۔ بعد میں اس خیال کی تصدیق ہو گئی ہے۔ رپورٹ کے مطابق وہ لاہور میں ہے۔ وہاں اس نے راتے تنظیم کے کئی اہم افراد کو ٹھکانے لگا دیا ہے۔ میرے آؤں یہ معلوم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ وہ لاہور میں کہاں رہتا ہے اور کس جگہ میں رہتا ہے۔"

"سر! اس کا مطلب ہے جب تک اس کا سراغ نہیں ملے گا میں اس گھر میں چھپا رہوں گا۔ پلیز آپ مجھے اپنی صلاحیتوں کو استعمال کرنے کا موقع تو دیں۔"

"تم نے اپنی صلاحیتوں کو جس حد تک استعمال کیا تھا اس پر غور کرو کہ تم نے کہاں کہاں ٹھوکریں کھائی ہیں اور کس طرح کی جانت نے فراڈ کو تمہارے پیچھے لگا دیا ہے۔ یہ جو تمہیں کوشش تھی نصیب ہوا ہے تو اس سے فائدہ حاصل کرو۔ اپنا حاسب کرو اور آئندہ غلطیوں سے بچنے کے لئے غلط نہ رہو۔"

"سر! غلطی صرف میں نے نہیں، ہم سب نے کی ہے۔ آپ لوگوں نے مجھے فراڈ کا منتی بدل ادا کرنے سے نہیں روکا۔ میری یہ حرکت اس کے لئے پہنچ گئی تھی۔ کیا میں خاموشی سے فرمون کے دماغ میں رہ کر فراڈ کی جڑوں تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔"

"بے شک یہ ہم سب سے غلطی ہوئی تھی۔ کوئی بات نہیں انسان غلطیوں سے بھی سبق حاصل کرتا ہے۔ آرام سے بیٹھ کر سبق حاصل کرتے رہو۔ میں پھر آؤں گا۔"

لیڈو شاید چلا گیا۔ قربال اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتا تھا۔ اس نے پوچھا: "کیا آپ موجود ہیں؟"

اسے جواب نہیں ملا۔ وہ سوچ رہا تھا۔ آئندہ فراڈ کے مقابلے پر آنے کا موقع ملا تو وہ کسی ایسے شخص یا ایسی عورت کے دماغ میں جگہ بنائے گا جو فراڈ کے قریب رہتی ہو اور اس پر حملہ کرنے میں جلد بازی نہیں کرے گا۔ بہت گہرائی تک اس کی جڑوں میں پہنچے گا تاکہ وہ زندہ بچ کر نہ جا سکے۔

میں نے یوسف زادے کا "قربال کا فون نمبر ڈال کر دیا۔"

اس نے رایت پر عمل کیا۔ رابطہ قائم ہونے پر دوسری طرف سے قربال کی آواز سنائی دی۔ اس نے آواز اور لیڈو بدل کر کہا: "ہیلو۔ آپ کون ہیں؟"

میں نے بھی آواز اور لیڈو بدل کر یوسف زادے کی زبان سے کہہ دیا: "میں بے گورے! تو کالا بن کر ہم کالوں کو دھوکا دے رہا ہے۔ کل ہم نے اپنی قوم کی کالی لڑکی کے ساتھ بچے دیکھا تھا۔ بعد میں ہمارے ایک آدمی نے بتایا کہ ٹھوگورا ہے۔"

وہ اس انکشاف سے ہلکا ہوا تھا۔ ذرا سنبھل کر بولا: "تم لوگوں کو دھوکا دے رہا ہے۔ تمہارے آدمی نے جھوٹ بولا ہے۔ میں جنم جنم سے کالا ہوں۔"

ہمارے آدمی نے جھوٹ نہیں کہا ہے۔ جب تو رستوران سے اٹھ کر اس سیاہ فام لڑکی کے ساتھ کار میں بیٹھ رہا تھا تو جب تک کہ بیٹھنے کے باعث تیری گردن نظر آئی وہاں کالا رنگ ٹھیک کے کار سے روکھا کر مٹ گیا تھا تو تیرے جسم کا قدرتی کورا رنگ بھٹک رہا تھا۔"

وہ بے اختیار اپنا ایک ہاتھ گردن پر لے جا کر ٹٹولنے لگا۔ ٹٹولنے سے کالا کورا رنگ دکھائی نہیں دیتا۔ میں نے کہا: "تیری رہائش کہاں ہے؟ اپنا بتا دے۔ سیاہ فاموں کی ایک ٹیم آئے گی اور تیرے سیاہ فام ہونے کی تصدیق کرے گی۔"

اس نے جلدی سے رستورن رکھ کر رابطہ ختم کر دیا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا: "مجھے بڑی بھول ہوئی کار والا جن میں لگا تھا، اور کار کے نیچے پورے لباس کے اندر میرا بدن کورا ہے۔ میرا یہ سوچ بھرا گیا ہے۔"

اس نے خود سوچا: "یہ کبھی سیاہ فام بہت چالاک ہونے ہیں۔ چاہیں ان لوگوں کو میرا فون نمبر کیسے معلوم ہو گیا۔"

میں نے کہا: "مکانورانا کی کسی حماقت سے معلوم ہوا ہو گا۔"

اس نے سوچا: "وہ فون نمبر کے ذریعے میری رہائش گاہ کا پتا معلوم کر سکتے ہیں۔"

اس نے سوچ کر لیڈو کو مخاطب کیا پھر کوڈ روڈز ادا کئے۔ وہ بولا: "میں تمہارے پاس آ رہا ہوں۔"

قربال دماغی طور پر حاضروا۔ لیڈو اس کے اندر آکر بولا: "کیا بات ہے؟"

"سر! سیاہ فام سرخپوں کو معلوم ہو گیا ہے کہ میں سیاہ فام نہیں ہوں۔ کسی نے کار کے نیچے میرا اصلی رنگ دکھ لیا ہے۔"

"یہ بات تمہیں کیسے معلوم ہوئی؟"

"دیکھو! فون پر یہ کہہ گیا تھا۔"

"دیکھو! کو تمہارا فون نمبر کیسے معلوم ہوا؟"

"میں تو سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔ شاید کانوا نے کسی ٹیلی فون سے میرا نمبر ڈال کر رکھے بات کی ہو! اور یہ نمبر دوسروں کی نظروں میں آ گیا ہو۔"

"تم نے فون پر اس کی آواز سن لی تھی یا اس کے دماغ میں گئے تھے؟"

"ہاں! ہوسہ۔ وہ بات یہ ہے کہ میں گھبراہٹ اور بدحالی میں اس کی آواز لے کر گئے کوئی نہیں رکھ سکتا۔"

"اس وقت کوئی تمہاری جان نہیں لے رہا تھا پھر بدحالی کیسے ہو گئے؟"

"سر! اپنی ایک کمزوری کا اعتراف کرتا ہوں کہ فراڈ میرے اعضاء پر سوار ہو گیا ہے۔ میں نے اسے عیاشی اور بدعاشی ظاہر کرنے کی کوشش کی تھی۔ وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔ پلیز اسے جہنم میں پہنچانے کا فوری انتظام کریں۔"

"جیو اس مت کرو۔ اسے مار ڈالنا اتنا آسان ہوتا تو وہ تقریباً اتنے برس سے دوسرے نہ رہتا۔ تمہارے فون نمبر سے اس بچنے کا سراغ لگایا جائے گا۔ فوراً اپنا طیلہ تبدیل کرو۔ گاڑی وہیں چھوڑ دو۔ پچھلے دروازے سے نکل کر پیڈل چلے رہو۔ پھر جو گاڑی تمہارے پاس آکرے اس میں بیٹھ جاؤ۔"

لیڈو چلا گیا۔ قربال ایک اب کا سامان لے کر آئینے کے سامنے آکر بیٹھ گیا پھر اپنے چہرے اور ہاتھوں سے سیاہی چھڑائے گا۔ اسے وہ چہرے سفید فام بن رہا تھا۔

میں الپا کے پاس بھی آتا جا رہا تھا۔ اس نے کوئلن برین بھیرا لڑے کو اپنا تاجدار بنا لیا تھا اور عمل کے دوران اسے حکم دیا تھا کہ وہ دوسری صبح تمام کوئلن رینز کو اس بات پر راضی کرے گا کہ وہ الپا کو لے کر سرکاری دوسرے پر اسرائیل سے باہر جا رہا ہے۔

الپا اپنی تدبیر سے باہر جا کر اسرائیلی حکام اور دوسرے کوئلن رینز کی پابندیوں سے نجات حاصل کر سکتی تھی۔ جان لیڈو نے اس

کے خیالات پر دھ کر کہا: "شاہشاہ الپا! تم نے ایک کوئلن برین کو قابو میں کر کے میرا دل خوش کر دیا ہے۔"

وہ بولی: "میں جلد سے جلد یہ ملک چھوڑنا چاہتی ہوں۔"

"اس کے لئے تم راستہ ہموار کر سکتی ہو۔ بھیرا لڑے! جس دہان کی قید سے نکال کر لے جائے گا۔ میں چاہتا ہوں جانے سے پہلے نئے کوئلن برین کارمن (علی) کو نہپ کر دو۔ ہمارے لئے بہت بڑا خطرہ ہے۔ اس کے دماغ میں پہنچ کر تم تمام کوئلن رینز پر حکومت کرنے لگو گی۔"

"مجھے ان پر حکومت کرنے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں صرف تمہاری خاطر یہ کام کروں گی۔"

"چلو میری خاطر سی۔ کارمن کو کسی زمانے میں بلاؤ۔"

"وہ اصولوں کا پابند ہے اسے صرف سرکاری ذیلی کے زمانے بلایا جا سکتا ہے۔"

"بھیرا لڑے! اسے کوئلن برین کی حیثیت سے کوئی ایسا کام نہ کئے۔ جس میں تمہارا اور کارمن کا ساتھ ضروری ہو۔"

میں علی تیرور کو الپا کا سارا کھیل پتا چکا تھا۔ وہ اس حد تک جانتا تھا کہ میں نے جان لیڈو کو خوش تھی میں جلتا کیا ہے۔ لیڈو کچھ رہا ہے کہ الپا اس کی معمولہ اور تاجدار ہے جبکہ وہ درپردہ میری تاجدار تھی۔

علی دوسری بات یہ جانتا تھا کہ الپا وسیع و عریض دنیا میں آزادی سے آؤں پھرنے کے لئے اسرائیل کی منڈ پر سے برقی رہی ہے اور اس مقصد کے لئے اس نے بھیرا لڑے کو اپنے بیٹھے میں کھ لیا ہے۔

اس بار میں نے کہا: "بیٹے! لیڈو اب الپا کے ذریعے تم پر قابو پانا چاہتا ہے۔ وہ کوئی سرکاری فرض ادا کرنے کے زمانے نہیں تھائی میں بلانے اور تمہیں نہپ کرنے والی ہے۔"

"میں ایک سرکاری کام سے یرو حکم جا رہا ہوں۔ یہ سب جانتے ہیں کہ جب تک میں ایک کام پورا نہیں کرتا تب تک دوسرے کام میں ہاتھ نہیں لگاتا اس لئے الپا بھیرا لڑے کسی بھی سرکاری کام میں اپنی اہمیت طوٹ نہیں کر سکتی گے۔"

"پھر تو ٹھیک ہے، جب تک تم یرو حکم سے واپس آؤ گے تب تک الپا بھیرا کے ساتھ اسرائیل سے باہر جا سکتی ہو گی۔"

میں قربال کے پاس آیا۔ وہ اپنا طیلہ بدل چکا تھا۔ اپنے اصلی گورے رنگ میں آ گیا تھا۔ چہرے پر ہلکی سی تبدیلی کی تھی۔ بچنے کے پچھلے دروازے سے نکل کر کچھل گئی سے جا رہا تھا۔ میں روڈ پر پہنچتی ہی ایک ٹھیکسی آکر اس کے قریب رک گئی۔ لیڈو نے کہا تھا۔ جو گاڑی قریب آکرے اس میں بیٹھ جانا۔ وہ بیٹی فرامیاداری سے اس میں بیٹھ گیا۔

اس نے یہ نہیں پوچھا تھا کہ اس کے قریب پرانیٹ کار آکر رکے گی یا پرانیٹ۔ ٹھیکسی! لیڈو نے بھی وضاحت نہیں کی تھی۔

ذرا نیورنے پوچھا ”کہاں چلنا ہے؟“

وہ اس سوال پر کچھ حیران ہوا پھر بولا ”چلتے رہو“ ابھی بتاؤں گا۔“

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر لمبوا کے پاس آکر کوڑو رڈز ادا کئے لمبوا نے آگے کچھ سننے سے پہلے ہی تخت لمبے میں کہا ”میں بہت مصروف ہوں۔ ذرا ذرا سی بات پڑوسٹ نہ کرو۔ میں نے تمہارے لئے گاڑی بھیج دی ہے۔“

میں نے تھرہال کو مزید بولنے پر مجبور کیا، کیونکہ لمبوا مصروفیات کی زیادتی کے باعث تھرہال کے دماغ میں نہیں آ رہا تھا۔ اپنے ہی دماغ سے اسے جلد رخصت کرنا چاہتا تھا۔ اور ادھر میں اس کے کچھ چور خیالات پڑھنے کی کوشش میں تھا۔

تھرہال نے کہا ”لیکن سراسر! یہ تو معلوم ہو کہ گاڑی کون سی ہے اور مجھے کہاں جانا ہے؟“

”یونان سنس! گاڑی میرا آدمی لا رہا ہے وہ تمہیں پہچانتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ تمہیں کس بنگلے میں پہنچانا ہے۔“

”سراسر! آپ کا بندہ مجھے نہیں پہچانے گا“ میں نے چہرہ بدلا ہوا ہے۔“

”اوہ گاڑ! پھر تو وہ نہیں پہچانے گا۔ تم جیمزسن رڈز کی پانچویں گلی کے پانچویں مکان میں جاؤ۔ جو دروازہ کھولے اس کے سامنے میرا مخصوص کوڈ رڈز سناتا۔ وہاں تمہیں پناہ مل جائے گی۔“

اس نے سانس روک لی۔ تھرہال کے ساتھ میں بھی اس کے دماغ سے نکل آیا۔ ذرا سی دیر میں اس کے خیالات نے بتایا کہ اس کی رہائش گاہ میں جو حسینہ ہے وہ گوگل ہیری ہے۔ گھر کی دیکھ بھال بھی کرتی ہے اور اس کے کلبے کو ٹھنڈک بھی پہنچاتی ہے۔

اس وقت لمبوا لاس اینجلس میں تھا۔ کالوں اور گوروں کے فسادات کے باعث وہاں الجھا ہوا تھا اور علی تیمور کو پہچاننے کے لئے الپا کو اپنی پلاننگ بتا رہا تھا، ایسے میں تھرہال نے اسے مخاطب کیا تھا تو وہ جھٹک لیا تھا۔ اس سے مختصر سی بات کرنے کے بعد اس نے سانس روک لی تھی۔ میں نے اس کا آخری خیال یہی پڑھا کہ وہ دوسرے دن لاس اینجلس سے واشنگٹن کی رہائش گاہ میں آئے گا۔

اب یہ تشویش ہوئی کہ وہ علی کو پہچاننے کے لئے کیا تدبیر کر رہا ہے۔ یہ معلوم کرنے کے لئے میں پھر الپا کے پاس آیا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ یجریا رڈلے نے علی سے رابطہ کیا تھا اور اس سے کہا تھا کہ وہ الپا کے پاس آئے۔ اور علی نے جواب دیا تھا ”وہ اپنی کار میں یروٹلم کے لئے روانہ ہو چکا ہے۔“

یجریا رڈلے نے کہا تھا ”کار میں! ابھی تم نے گولڈن برین ہو“

ہمارے تجربات کی روشنی میں کام کرو۔“

”میں پہلے ہی ایک کام کی ذمہ داری لے چکا ہوں اور اس کے لئے ابھی یروٹلم کے راستے میں ہوں۔“

”راستے سے پلٹ آؤ۔ بعض اوقات ایسی ایرضی ہوتی ہے

کہ پہلا کام چھوڑ کر دوسرا اہم فرض ادا کرنا پڑتا ہے۔“

”وہ اہم فرض کیا ہے؟“

”میں موبائل فون پر نہیں بتا سکتا۔“

”تو پھر زانیئر پر بتائیں۔“

”مجھ سے بحث نہ کرو۔ میں تمہارا سینئر ہوں۔“

”میری معلومات کے مطابق تمام گولڈن برنیز برابر رکھتے ہیں۔ کوئی کسی سے سینئر نہیں ہے۔“

”میرا مطلب ہے میں عمراور تجربات میں تم سے.....“

وہ بات کاٹ کر بولا ”سوری۔“ اکثر بیٹے تجربات کی دنیا سے آگے نکل جاتے ہیں۔ عمر کی بیشی سے وائٹ کی پڑھتی۔“

الپا اور لمبوا یہ باتیں یجریا کے دماغ میں رہ کر سن رہے۔ یجریا نے رابطہ ختم کر کے کہا ”الپا! یہ کارمن لوہے کا چمکا ہے۔“

الپا نے سوچ کے ذریعے لمبوا سے پوچھا ”اب کیا ہوگا وہ بولا“ کارمن کے خلاف شطرنج کی چال چلو۔ اسے اسے مجبور کر دو کہ وہ یروٹلم جانے والی کار کو بریک لگائے واپس موڑ لے۔“

”یہ کیسے ممکن ہے؟“

”اپنے دو آلہ کار بھیجو کہ وہ کارمن کی بیوی پامیلا کریں۔ اس کے اغوا ہوتے ہی یہ خبر پامیلا کے گولڈن بر راجر موس کو سناؤ۔ وہ اپنے گولڈن برین داماد کارمن کو یہ سنائے گا تو کارمن کا فرمات ہی ہو جائے گا۔“

الپا نے یجریا رڈلے سے اس تدبیر پر عمل کرایا۔ پامیلا کیا گیا۔ اس وقت میں تھرہال کے معاملے میں مصروف تھا لمبوا کی سوچ پڑھ کر معلوم ہوا کہ علی کو پہچاننے کی تدبیر کی میں فوراً ہی الپا کے پاس گیا۔

اس کے خیالات نے بتایا کہ یجریا رڈلے کے آدم پامیلا کو اغوا کیا ہے۔ ان میں سے ایک شخص نے اغوا راجر موس کو دی۔ بے چارے باپ نے پوچھا ”کہاں۔“

”یہی؟ تم کون ہو؟ کہاں سے بول رہے ہو؟“

”ہم کون ہیں؟ اور کہاں سے بول رہے ہیں؟ یہ بتاؤ۔“

”یہ کتنے ہی رابطہ ختم کر دیا گیا۔ راجر موس نے فوراً خوانی کرنے والے ہیری ہوگن سے رابطہ کر کے کہا ”میرا اغوا کیا گیا ہے۔ فوراً پامیلا کے خیالات پڑھ کر معلوم

کہاں چھپایا گیا ہے؟“

ہیری ہوگن پامیلا کے پاس آیا۔ پتا چلا اس کی آنکھ

باندھی گئی ہے تاکہ کوئی ٹیلی ویژن بیٹھی بانے والا اس کے خیا کر وہ جگہ معلوم نہ کر سکے۔ الپا اور جان لمبوا جانتے تھے ہوگن کے ذریعے معلومات حاصل کی جائیں۔ اس لئے ا

ہمارے تجربات کی روشنی میں کام کرو۔“

”میں پہلے ہی ایک کام کی ذمہ داری لے چکا ہوں اور اس کے لئے ابھی یروٹلم کے راستے میں ہوں۔“

”راستے سے پلٹ آؤ۔ بعض اوقات ایسی ایرضی ہوتی ہے

آنکھوں پر پٹی باندھ دی تھی۔

ایسے ہی وقت میں نے اپنی ہوا کے پاس پہنچ کر اس کے خیالات پڑے پتہ چلا اس کے گلے میں ایک باریک سی زنجیر پٹائی مٹی ہے اس زنجیر سے ایک چھوٹا سا ہم شکل تھا۔ وہ ریموٹ کنٹرول کے ذریعے دھماکے سے پھٹ جاتا ہے اور وہ ریموٹ کنٹرول کسی دشمن کے ہاتھ میں ہے۔

پامیلا ایک کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے دونوں ہاتھ پیچھے کی طرف بندھے ہوئے تھے۔ وہ جدوجہد کرتے ہوئے اپنے گلے تک ہاتھ نہیں لے جاسکتی تھی اس ہم سے نجات حاصل نہیں کر سکتی تھی۔ ایک ہی منٹ میں یقین ہو گیا کہ میں بھی وہاں خیال خوانی کے ذریعے کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

میں علی کے پاس آیا۔ راجر موس نے اسے موبائل ٹیلی فون کے ذریعے پامیلا کے حالات بتائے تھے۔ وہ یروٹلم کا سسرلٹی کر کے ٹل ایب واپس جا رہا تھا۔ میں نے کہا "وہ نہیں بتائیں گے کہ پامیلا کو کہاں چھپا کر رکھا گیا ہے۔ پھر بھی میں اسے بچانے کی کوشش کروں گا۔"

میں پھر پامیلا کے پاس آیا۔ میری ہونک اسے تھل دے رہا تھا "حوصلے سے کام لو۔ میں تمہاری حفاظت کے لئے موجود ہوں۔" پامیلا نے کہا "نکل! جب آپ میرے ذریعے کچھ دیکھ نہیں سکتے اس جگہ کو اور دشمنوں کو بچانے میں نہیں سکتے تو پھر میری مدد کیسے کریں گے؟"

میری ہونک نے کہا "پامیلا کے دماغ میں کون موجود ہے۔ کون اس معصوم اور بے گناہ سے دشمنی کر رہا ہے؟ مجھے بتاؤ تمہارے مطالبات کیا ہیں؟"

جان لیوڈ کی سوچ سنائی دی "پامیلا کو ابھی نجات مل سکتی ہے۔ اگر اس کا شوہر مجھ سے دوستی کر لے۔"

"میں یقین دلاتا ہوں۔ مسٹر کارمن تم سے دوستی کریں گے۔" میں کیسے یقین کروں کہ پامیلا کی رہائی کے بعد دوستی قائم رہے گی؟

"مسٹر کارمن زبان کے دھنسی ہیں۔ جو وعدہ کرتے ہیں اسے ساری زندگی بھرتے ہیں۔"

"میں کسی کی زبان پر بھروسہ نہیں کرتا۔ مجھے ٹھوس ضمانت چاہیے۔"

"کیسی ضمانت چاہتے ہو؟"

"ہماری دوستی صرف وہاں تک جگہ بنانے سے نہیں ہوتی دماغ میں بنانے سے ہوتی ہے۔"

"ٹھیک ہے تم اس کے دماغ میں جا کر بات کر سکتے ہو۔"

"صرف بات نہیں کرنا ہے اس کے دماغ میں گھرنا ہے۔"

"یہ تو ممکن نہیں ہے۔ اگر تم اسے اپنا معمول بنانا چاہو گے تو پھر وہ گولڈن برین نہیں رہے گا۔"

"اور اگر وہ گولڈن برین رہے گا تو پامیلا زندہ نہیں رہے گی۔" "یعنی تم یہ چاہتے ہو کہ مسٹر کارمن کو گولڈن برین کی ٹیم سے نکال دیا جائے؟"

"ہاں اس نے مجھے بہت نقصان پہنچایا ہے۔" "کیا اس کے گولڈن برین نہ رہنے سے تمہارا نقصان پورا ہو جائے گا؟"

"ہاں پھر وہ ایک عام سا آدمی ہو گا میں اسے کہیں بھی نہپ کر کے انتقام لوں گا۔"

صاف ظاہر تھا کہ وہ علی کو صرف اونچے عہدہ سے گرا تا نہیں چاہتا تھا بلکہ اسے ہلاک بھی کرنا چاہتا تھا۔ میں نے الپا کے خیالات پڑھ کر معلوم کیا اس وقت پامیلا سبجیو مارڈ کے آدمیوں کی گرفت میں تھی۔

پھر میں الپا کا لہجہ اختیار کر کے مہجر کے پاس آیا۔ بعض اوقات بہت زیادہ پیچیدہ مسئلے کا حل آسان ہوتا ہے، لیکن گھبراہٹ اور ذہنی پریشانی کے باعث وہ آسان راستہ سمجھ میں نہیں آتا۔

اتنی آسان سی بات میری سمجھ میں نہیں آئی تھی کہ جان لیوڈ اسرائیل میں نہیں تھا۔ الپا اور سبجیو مارڈ کو آلا کارڈنگر علی سے دشمنی کر رہا تھا۔ یعنی جان لیوڈ کی کامیابی کا انحصار الپا اور سبجیو تھا۔ اس لئے میں نے مہجر کے خیالات پڑھ کر معلوم کیا تو ایک دم سے مسئلے کا حل سامنے آیا۔ وہ وہ غنڈے مہجر کے آلا کارڈنگر جنہوں نے پامیلا کو اغوا کیا تھا۔ میں نے سبجیو کو اس کیسے وہ غنڈہ سے رابطے کرے۔ وہ رابطہ کے لئے ان کے دماغوں میں باری بار گیا۔ میں بھی وہاں پہنچ گیا۔

ان میں سے ایک کے ہاتھ میں ریموٹ کنٹرول تھا اور سامنے کرسی پر پامیلا کے گلے میں خنساگر طاقتور ہم بندھا ہوا تھا۔ غنڈے کا دوسرا ساتھی کسی کام سے باہر گیا تھا۔ مہجر میری مرضی کے مطابق وہاں سے چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی میں نے ریموٹ کنٹرول سے سبیل نکلوا دیا پھر غنڈے کو پامیلا کے قریب لایا۔ اس کے سے بندھا ہوا ہم الگ کر دیا۔ اس کی آنکھوں سے پٹی ہٹا دی۔ ہم بندھے ہوئے ہاتھ کھلوا دیے۔ اس عمل کے دوران پامیلا کے دل میں جان لیوڈ نہیں تھا وہ مختلف مصروفیات کے باعث آنا ب رہتا تھا۔ اگر وہ موجود ہوتا تب بھی میں اس آلا کارڈنگر کے دماغ پر اس کا اور سبجیو کا قبضہ نہ ہونے دیتا۔

وہ آلا کارڈنگر میری مرضی کے مطابق غائب میں گیا وہاں اس ریموٹ کنٹرول کے سبیل گولڈن میں ڈال دے پھر کمرے میں آکر "میزم باہر وہ گاڑی موجود ہے جس میں آپ کو جبراً لایا گیا تھا۔ تم یہاں سے فوراً چل جاؤ۔"

پامیلا نے پوچھا "یہ تمہو دشمن سے دوست کیسے ہوئے؟" وہ بولا "میرا باپ بھی کسی کا دوست نہیں ہوا۔ یہ ٹیلی فون

پتھر ہے۔ فوراً جاؤ ورنہ کوئی دوسرا پتھر چل جائے گا۔" وہ تیزی چلتی ہوئی باہر آئی۔ ایک وین کا کمری ہوئی تھی۔ اس نے ڈرائیو تک سیٹ پر بیٹھ کر اسے اشارت کیا۔ اسی وقت دوسرا غنڈہ آیا۔ اس نے میں گیت پر چڑھ کر پوچھا "راجر! یہ کہاں جا رہی ہے؟ تم نے اسے کیوں چھوڑ دیا؟"

راجر نے جواب دیا "پاس نے حکم دیا ہے۔ مطابق پورا ہو چکا ہے۔ اس لئے اسے رہا کر دیا گیا ہے۔ اسے جانے دو۔" آنے والے نے میں گیت کو پوری طرح کھول دیا تاکہ پامیلا کی گاڑی گزر جائے۔ اسی وقت لیوڈ آیا۔ اس نے جیرائی سے پوچھا "پامیلا! تم آزاد کیسے ہو گئیں؟"

پامیلا نے دشمن کے لہجے کو پہچان لیا تھا۔ اس لئے جواب نہیں دیا۔ لیوڈ نے آلا کارڈنگر کے دماغ میں آکر اس سے میں گیت بند کرنا چاہا لیکن وہ ذرا سیر کرتی ہوئی بند ہوتے ہوئے گیت کو ٹھکریں مارتی ہوئی اٹھ اٹھے۔

لیوڈ نے الپا سے پوچھا "پامیلا! آزاد کیسے ہو گئی؟" الپا نے مہجر سے پوچھا "پامیلا! آزاد کیسے ہو گئی؟"

مہجر نے آلا کارڈنگر سے پوچھا "پامیلا! آزاد کیسے ہو گئی؟" جواب کچھ بھی ہوتا۔ وہ آزاد تو ہو چکی تھی۔ لیوڈ نے غصے سے کہا "میں یہ بات بھی برداشت نہیں کروں گا۔ میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

اسے غصہ آتا ہی تھا، کیونکہ پہلی بار اس نے پامیلا کو اپنا نجیب منزل کی بلندی سے گرا رہا تھا اور وہ جگہ مٹی تھی۔ آج اس کے گلے میں موت کا ٹیکس پھنسا تھا۔ تب بھی وہ بچ کر جا رہی تھی۔

میں علی کے پاس گیا اور اسے پامیلا کی رہائی کا مشورہ سنایا۔۔۔۔۔ پھر واپس پامیلا کے پاس آیا تو اس پر قیامت گزری تھی۔ گاڑی ڈرائیو کرنے کے دوران لیوڈ نے اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا تھا۔ ایسی حالت میں انسان خود کو سنبھال نہیں پاتا۔ پھر گاڑی کیسے سنبھلتی۔ پھر اس شیطان نے ایسے وقت زلزلہ پیدا کیا تھا۔ جب سامنے سے ایک بہت بڑا آئل ٹینکر آیا تھا۔ شدید دماغی تکلیف کے باعث اس نے ٹھک ٹھک چٹخا ہوا۔ سیٹ پر سے اچھل پڑی۔ جب میں پہنچا تو آئل ٹینکر سے زبردست تصادم ہوا تھا۔ وزن اسکرین کا شیشہ چور چور ہو کر اس پر آ رہا تھا۔ سینے میں ایسی چوٹ پہنچی تھی کہ وہ سانس نہ لے سکی۔ لیوڈ کا دم نکل گیا۔ میری سوچ کی لہر اس دماغی آئینے۔

چند لمحات کے لئے مجھے چپ سی لگ گئی۔ جنگ کے نتیجے میں کوئی دولت ہارنا ہے کوئی عزت ہارنا ہے اور کوئی تاج و تخت ہار جانا ہے۔ میں اپنی ہولناکیاں تھا۔

آؤ! میں نے بڑے کرب سے علی کو مخاطب کیا "بیٹے مہر کرلو۔"

پامیلا آؤ فونو۔" وہ کارڈرائیو کرتا ہوا ٹل ایب کی طرف واپس آ رہا تھا۔ اس

نے کار کو سڑک کے کنارے روک دیا۔ سر جھکا کر اسے بڑے صدمے کے برداشت کرنے لگا۔ اس نے ایک شوہر کی حیثیت سے صحیح معنوں میں اس بھرپور محبت دی تھی۔ اس پر کار کرنے والی نے بھی علی کی ذات سے پیار کی انتہا کر دی تھی۔ موت نے اس انتہا کا اختتام کر دیا تھا۔

میں اسے بتا رہا تھا کہ وہ آزاد ہو کر اپنے بچنے کی طرف جا رہی تھی۔ ظالم لیوڈ نے اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کر کے اسے گاڑی کے حادثے سے دوچار کیا تھا۔ علی نے گہری سانس لے کر کہا "پاپا! وعدہ کریں جان لیوڈ اسے انتقام نہیں لیں گے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں۔ وہ تمہارا شکار ہے۔" "پاپا! ہماری زندگی ایسی ہے کہ ہم ہمیشہ دشمنوں کی پھڑ میں رہتے ہیں۔ یہ دشمن جب ہم سے گٹھ کی کھاتے ہیں تو ہمارے جذباتی رشتوں کو ہماری کمزوری بنادیتے ہیں۔ میں اس نتیجے پر پہنچ رہا ہوں کہ آئندہ مجھے اور پارس کو شادی اور خانہ آبادی سے قویہ کر لینی چاہیے۔ اگر میں نے پھر ایسی غلطی کی تو پھر کوئی بے چاری ماری جائے گی۔ اولاد ہوئی تو اور ہمارا دل ٹوٹے گا۔"

"بیٹے! کوئی تمہاری ماں جیسی ٹیلی پیٹھی جاننے والی ہو۔ تمہاری ماما جیسی حاضر دماغ اور ناقابل شکست ہو تو کوئی دشمن تمہیں آج کی طرح صدمہ نہیں پہنچائے گا۔ بہر حال میں جا رہا ہوں پھر آؤں گا۔"

میں الپا کے پاس آیا۔ وہ لیوڈ سے کہہ رہی تھی "پامیلا کو ہلاک کر کے تم نے کیا حاصل کیا۔ کارمن تو اپنی جگہ چٹان کی طرح موجود ہے۔"

وہ بولا "مگر چہ میں نے غصے میں انتقام لیا ہے۔ اس کی محبوب شریک حیات کو مار ڈالا ہے اور بظاہر کچھ حاصل نہیں کیا ہے۔ تاہم کارمن کو کچھ بھی طرح سمجھا دیا ہے کہ میں موت ہوں۔ آج یہ موت پامیلا کو آئی ہے، کل اسے آئے گی۔"

"اسے اب ڈرانے یا کمزور بنانے کے لئے کیا رہ گیا ہے؟ وہ صرف پامیلا کے لئے کمزور ہو سکتا تھا۔ اب کوئی ایسا شہ نہیں ہے جس کے ذریعے اسے کھٹے نیکے پر مجبور کیا جاسکے۔"

تھوڑی دیر خاموشی رہی پھر وہ بولا "مجھ میں ایک خفیہ ہے کہ میں اپنی غلطی تسلیم کر لیتا ہوں۔ واقعی میں غصے میں بھول گیا تھا کہ آئندہ کارمن تک آسانی سے پہنچنے کا راستہ نہیں رہے گا۔ کوئی بات نہیں میں کوئی نیا راستہ نکالوں گا۔ یہ بتاؤ تمہاری روانگی کب ہے؟"

"آج رات کی فلائٹ سے مہجر کے ساتھ روانہ ہو جاؤں گی۔"

"میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ تم آؤ میں جا رہا ہوں۔"

وہ الپا کے پاس سے چلا گیا۔ ایک وقت تھا جب الپا اپنی یودی قوم کی خدمت کرنے اسرائیل آئی تھی۔ آج وہ یہی ملک

چھوڑ کر جانے والی تھی۔ اب دیکھتا ہے تھا کہ لہوڑا اسے اپنے ملک میں بلار اس سے کیا کام لیتا چاہتا ہے۔
میں نے علی سے وعدہ کیا تھا کہ لہوڑا کو ہلاک نہیں کروں گا۔ لیکن بے طے کر لیا کہ اس کی نیندیں اڑا دوں گا۔ موت کوئی سزا نہیں ہوئی۔ اصل سزا کلر پڑی تھی۔ بے چینی اور بے خوابی سے یہ ساری بیاریاں ہوں تو زندگی موت سے بدتر ہو جاتی ہے۔
میں ایک نئے ارادے سے قہرل کے پاس آیا۔ وہ ایک نئے مکان میں پناہ لے رہا تھا۔ کینٹ کو فراد بن کر مجھ سے ٹکرانے کا شوق تھا۔ اس شوق کے نتیجے میں وہ رہبر ہو رہا تھا۔ اس نے مجھ سے چھپنے کے لئے اپنی خفیہ رہائش گاہ کو چھوڑا۔ ہمیں بدل کر سیاہ فام بن کر دوسرے جگہ میں گیا۔ میں نے اسے وہاں سے بھی کہہ کر بھیجا کہ وہ کالا بنے اور کالا بن کر سیاہ فام باشندوں کو دھوکا دے رہا ہے۔

وہ بھید کھل جانے کے باعث وہاں سے دوسرے علاقے کے ایک جگہ میں آیا۔ اس علاقے میں سیاہ فام باشندوں کی تعداد زیادہ تھی۔ لیکن نسلی فسادات کا اندیشہ نہیں تھا۔ حکومت نے وہاں سخت حفاظتی انتظامات کئے تھے۔ ویسے دور سے ایک دوسرے کو گالیاں دی جاتی تھیں۔ ویران راستوں پر کوئی کالا گورا تھا نہیں جاتا تھا۔ کہیں چھپے ہوئے شہرینہد چاکلک حملے کرتے تھے۔ پھر روپوش ہو جاتے تھے۔

میں نے یوسف زادہ کو قہرل کا موبوڈہ فون نمبر بتایا۔ اس نے نمبر ڈائل کئے۔ رابطہ ہونے پر قہرل کی بیڑیاں خاتون کی آواز سنائی دی۔ میں نے یوسف زادہ کی زبان سے کہا "میں تمہارے مہمان سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ انکار کرنا چاہتی تھی کہ اس کے گھر میں کوئی مہمان نہیں ہے۔ لیکن میں نے اسے قہرل کو بلانے پر آمادہ کیا۔ وہ بولی "قہرل! یہاں آؤ۔ تمہارا فون ہے۔"

قہرل نے خیال خوانی کے ذریعے خاتون سے کہا "آنٹی! ایسا کر رہی ہو۔ سر لہوڑا نے تمہیں تاکید کی تھی کہ میرے متعلق کسی کو کچھ نہ بتایا جائے اور تم مجھے فون ایڈیز کرنے کو کہہ رہی ہو؟"

وہ بولی "میرے منہ سے بے اختیار تمہارا نام نکل گیا۔ دوسری طرف فون پر یہ آواز گئی ہوگی۔ اب میں کیسے کہوں کیا یہاں کوئی قہرل نہیں رہتا ہے۔"

"تم اس کی آواز سناؤ۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کروں گا کہ وہ کون ہے؟"

میں نے اسے ایسا نہیں کرنے دیا۔ اسے فون کے پاس لے آیا تھا۔ خاتون نے کہا "عجیب آدمی ہو۔ ابھی انکار کر رہے تھے اور ابھی چلے آئے۔"

وہ اس کے ہاتھ میں ریسیور دے کر چلی گئی۔ اس نے ریسیور کان سے لگا کر پوچھا "میں کون ہوں؟"

"میں تمہارا مقدر ہوں۔ اچھا بھی ہوں برا بھی ہوں۔"

"اس بات کا مطلب کیا ہوا؟"

"یہی کہ یہاں اگر تم نے اپنے مقدر سے برائی کی ہے۔ کیا تم نہیں جانتے تھے کہ اس علاقے میں کالوں کی اکثریت ہے اور تمہارا گورا رنگ تمہارے لئے مصیبت یا موت بن جائے گا۔"

وہ میری عارضی آواز اور لمبے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کر رہا تھا۔ لیکن اس لیے والے کا دوسرا نہیں مل رہا تھا۔ پھر اس نے پوچھا "کیا تم آواز نہیں کر رہے ہو؟"

میں نے پوچھا "کیا تم میری آواز سے مجھے پہچان کر پولیس کو رپورٹ دینا چاہتے ہو؟ میں نادان نہیں ہوں۔ اس لیے آواز نہیں کر رہا ہوں۔"

اس نے پوچھا "تمہیں مجھ سے کیا دشمنی ہے؟"

"گوری چڑی سے صدیوں کی دشمنی ہے۔ اگر تم اس علاقے میں زندہ رہنا چاہتے ہو تو گوری چڑی کو کالی بنانا۔ اگر تم باہر نکل گے اور سفید رنگ نظر آئے گا تو ہم گولی مار دیں گے۔ چلو اپنے منہ پر کالک لگاؤ۔"

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ اس نے پریشان ہو کر آواز دی۔ "آنٹی تم کہاں ہو؟ پلیز یہاں آؤ۔"

خاتون نے آکر پوچھا "کیا بات ہے؟"

"میری سمجھ میں نہیں آتا میں کیا کہوں؟ کہاں جاؤں؟"

"آخر بات کیا ہے؟"

"میں پہلے جہاں تھا وہاں کالوں نے فون پر کہا کہ میں سر دیا ہوں سیاہ فام نہیں ہوں اور سیاہ فام بن کر ایک سیاہ فام لڑکی کی عزت سے کھیل رہا ہوں! انہوں نے دھمکی دی تو میں یہاں آیا۔"

خاتون نے پوچھا "یہاں کیا پڑی ہے؟"

"یہاں کالوں کی اکثریت ہے۔ وہ میری گوری چڑی نہیں دیکھنا چاہتے۔ کہتے ہیں اسے کالا کرو۔"

خاتون نے کہا "یہ بڑی مشکل ہے۔ پولیس والے جو ہیں مجھے ہماری عمرانی نہیں کر سکتے۔ اگر کچھ سیاہ فام یہاں گھس آئے تو پتا نہیں مجھ جوان بیوہ کی گوری چڑی کے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔"

"کیا میں یہاں سے بھی بھاگ جاؤں؟"

"بھاگنے کی کیا ضرورت ہے۔ ان کا مطالبہ مان لو۔ کالک لگا کر سیاہ فام بن جاؤ۔"

میں نے بھی اس کے اندر رہ کر اسے کالک لگنے پر مائل کیا۔ جب اس نے چہرے اور ہاتھ پاؤں کو اچھی طرح کالا کر لیا تو پھر یوسف زادہ نے نمبر ڈائل کئے۔ اس وقت قہرل جگہ کے باہر کھڑا ہوا تھا کہ مطالبہ کرنے والے اسے اچھی طرح دیکھ لیں۔ خاتون نے ریسیور اٹھا کر پوچھا "پہلو کون ہے؟"

میں نے پوچھا "کیا تم بیوہ ہو؟"

"ہاں، مگر تم کون ہو؟"

"میں ایک غیرت مند گورا ہوں۔ یہ برواشت نہیں کر سکتا کہ تم کسی کالے کے ساتھ منہ کالا کرو۔"

"موشٹ اپ" وہ ریسیور رکھنا چاہتی تھی میں نے رکھنے نہیں دیا۔ اس کے ذریعے قہرل کو آواز دی۔ وہ بولی "درا بات کرو اور پوچھو کہ کینٹ میری عزت پر کچھ اچھا رہا ہے؟"

وہ ریسیور کان سے لگا کر بولا "کون ہے؟"

میں نے کہا "بے کالے! ایسا تیری شامت آئی ہے تو ہماری گوری نسل کی عورت کے ساتھ ایک بچھٹ کے نیچے ہے۔"

وہ بولا "ارے بھائی صاحب! آپ گورے ہیں تو میں راز کی بات بتانا نہیں میں کالا نہیں ہوں۔"

"اے آگوتا ہے۔ ابھی تو باہر کھڑا ہوا تھا۔ تیرا منوس کالا وجود سرے پاؤں تک نظر آ رہا تھا۔ کیا میں اندھا بھٹتا ہے؟"

وہ پریشان ہو کر بولا "میں تم کا کہتا ہوں کہ میں کالا ہوں۔ من... نہیں... نہیں گورا ہوں۔"

"میں اپنی پیدا کرنے والی ماں اور گورے گورے باپ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں سیاہ فام نہیں سفید فام ہوں۔"

میں نے قہرل کی زبان سے یہ فقرہ ادا کر لیا "بلکہ سفید فام نہیں سیاہ فام ہوں۔"

وہ متحیر ہو کر بولا "نہیں... نہیں... میری زبان سے کچھ سے کچھ نکل گیا، میں تمہیں نہیں دلاتا ہوں کہ..."

میں نے بات کاٹ کر کہا "یو اس مت کر۔ اگر تو زندگی چاہتا ہے تو باج منٹ کے اندر اس گھر سے چلا جا۔ اگر پولیس کو بلانے گا تو ہم دوسری سے ایک ہم اس گھر میں پیسک کر بھاگ جائیں گے۔"

قہرل ریسیور کو کھڑک پر پٹ کر چیخا "یہ میں کسی مصیبت میں پڑ گیا ہوں۔ نہ گورا نہ ملتا ہوں نہ کالا بن سکتا ہوں۔"

خاتون نے کہا "تمہاری وجہ سے میں بدنام ہو رہی ہوں۔ اگر سفید فام غنڈے یہاں گھس آئے تو تمہارے ساتھ مجھے بھی قتل کر دیں گے۔ سسر لہوڑا سے رابطہ کرو اور دوسرا ٹھکانا بناؤ۔"

رابطہ کرنے اور سر کو موجودہ حالات بتانے میں کافی وقت لگے گا۔ دوسرے دھمکی دی گئی ہے کہ میں باج منٹ کے اندر یہاں سے چلا جاؤں۔ ورنہ... ورنہ... اوہ گاؤ! تین منٹ گزر چکے ہیں۔ میں جا رہا ہوں راستے میں سرے رابطہ کروں گا۔"

وہ تیزی سے چتا ہوا جگہ سے باہر آیا۔ دور تک نظریں دوڑائیں۔ وہ دیکھتا چاہتا تھا کہ اسے چیلنج کرنے والے سفید فام اس کی عمرانی کر رہے ہیں یا نہیں؟ اسے کوئی نظر نہیں آیا۔ پھر یہ خیال آیا کہ عمرانی کرنے والے سفید فام اسے پاس کے جنگلوں میں چھپ کر دیکھ رہے ہوں گے۔ وہ اٹھنے سے باہر نکلیا۔

پہلے اس نے سوچا تھا کہ کالا رنگ اتار کر گورے لوگوں کو اپنی

اصلیت دکھائے۔ پھر سوچا، اس علاقے کے کالے بچے پرجائیں گے چونکہ وہاں کالوں کی اکثریت تھی اس لیے وہ سیاہ فام کے ہی روپ میں باہر آیا تھا۔ گاڑی نہیں تھی۔ اس نے پیدل چل رہا تھا۔

میں روڈ پر ایک گاڑی اس کے قریب آ کر رکی۔ ایک سفید فام حسین نے پوچھا "بیسنر وٹ کا علاقہ کون سا ہے۔ پلیز گائیڈ کریں۔"

اس نے ہاتھ کے اشارے سے بتایا "آگے جا کر دائیں مڑ جاؤ۔"

وہ بولی "شکر ہے۔ آپ کہاں جا رہے ہیں؟ میرے ساتھ چلیں، جہاں سڑک ختم ہو جائے گا وہاں ڈراپ کر دوں گی۔"

"شکر ہے چلا جاؤں گا۔"

"کیا میں سفید فام ہوں اس لیے میرے ساتھ نہیں جاؤں گے؟"

"کچھ ایسی ہی بات ہے۔ ہمیں ساتھ دیکھ کر متعجب غنڈے ہمارے دشمن بن جائیں گے۔ مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں۔"

وہ کارڈرائیو کرتی ہوئی چلی گئی۔ یہ پیدل چلنے لگا۔ میں منٹ کے بعد ایک رستوران میں پہنچا۔ وہاں سیاہ فام افراد اپنی کرمل فریڈز کے ساتھ بیروں کے اطراف بیٹھے ہوئے تھے۔ کچھ نوجوان اپنی موٹر سائیکلوں کے پاس کھڑے بیٹری رہے تھے۔ اسے بھی پاس لگ رہی تھی۔ اس نے کاؤنٹر پر بیٹھ کر ایک ٹھنڈی بول طلب کی۔ پھر بول سامنے آئی تو اس نے ایک پھیلی سے اسے پکڑ لیا۔

ایک ایک گھونٹ پینے لگا۔

بول کو پھیلی سے پکڑا اس کے من میں برا ہوا۔ اس کی ٹھنڈک اور نمی سے پھیلی کالا رنگ چھونٹنے کا تھا اور وہ اس بات سے بے خبر تھا۔ کاؤنٹر کرمل کی نظر گوری پھیلی کے کچھ جتنے پر پڑ گئی۔ اس نے پہلے جرائی سے دیکھا کہ کالے کے اندر سے گورا رنگ چھانک رہا ہے۔ پھر اس نے ایک سیاہ فام کو بیٹر کا کین دیتے ہوئے پچھنے سے بات بتادی۔

وہ کین کھول کر اسے منہ سے لگا تا ہوا موٹر سائیکل والے کالوں کے پاس آیا اور ان کے کانوں میں یہ بات پھونک دی۔ تھوڑی دیر بعد ہی کئی کالوں نے اسے کاؤنٹر کے پاس گھیر لیا۔ ایک نے کہا "اپنی پھیلی دکھاؤ۔"

قہرل بول ایک طرف رکھ کر اپنی پھیلی دکھاتے ہوئے چونک گیا۔ اپنی پھیلی پر اب اس کی نظر پڑی تھی اس نے گھبرا کر اسے پاس کھڑے ہوئے سیاہ فام جوانوں کو دیکھا، ایک نے کہا "کالے بھائی! ہم کالوں کی پھیلیاں اتنی سرخ سفید نہیں ہیں۔"

دوسرے نے پوچھا "کہاں تک گورے ہو؟ کہاں تک کالے ہو؟"

تیسرے نے کہا "یہ ابھی دیکھ لیتے ہیں۔"

یہ کہتی تھی اس نے پیچھے سے قیاس چاڑی پھر کہا "ادھر سے گورا ہے۔"

چوتھے نے سامنے سے لباس چاک کیا اور کہا "ادھر سے بھی گورا ہے۔"

وہ جیتنے ہوئے کہہ رہا تھا "رک جاؤ۔ میں تیار ہوں۔ میں تمہیں حقیقت بتا رہا ہوں۔"

وہ تمام لباس کی دھجیاں اڑا رہے تھے اور کہہ رہے تھے "تم کیا حقیقت بتاؤ گے؟ تم سفید فام لوگ دالست پر اتر آئے ہو۔ کالا رنگ خوب کرکالے بن کر جگہ جگہ واردات کرتے ہو۔ قتل کرتے ہو۔ آگ لگاتے ہو اور تمام جرائم ہم سیاہ فام لوگوں پر خوب دیتے ہو۔"

صحت مند شخص سیاہ فام بن کر جینز کے علاقے میں آیا تھا۔ اسے چند سیاہ فام لوگوں نے پچان لیا کہ وہ سفید فام ہے۔ اس کی پٹائی کرنے سے بھید کل گیا وہ ہنسنا تھا۔ اس نے بری طرح مار کھائے اور زخمی ہونے کے بعد اعتراف کیا کہ وہ فریاد علی تیار ہے۔

لیوڈا اس افسر کے ذریعے لپس کرے میں آیا جہاں قہرمان کی مرہم پٹی ہو رہی تھی۔ باہر فوجی سرخ جوان پیرا سوے رہے تھے کہ فریاد علی تیور بھاگ نہ جائے۔ پولیس والوں کو بھی کرے کے اندر جانے اور فریاد سے باتیں کرنے کی اجازت نہیں تھی۔

لیوڈا نے ایک فوجی افسر کے دماغ میں جگہ بنائی اسے کرے کے اندر لے گیا۔ قہرمان کی مرہم پٹی ہو چکی تھی۔ افسر نے پوچھا "فریاد! تم بیان دینے کے قابل ہو؟"

"میں فریاد نہیں ہوں۔"

لیوڈا اس کی آواز سن کر چونک گیا۔ فوراً اس کے اندر پہنچ بولا "میں لیوڈا بول رہا ہوں۔ تمہاری یہ حالت کیسے ہوئی؟"

وہ اپنی دوداد دھانے لگا "آخر میں بولا "میرا سر پکڑا ہوا ہے۔ میں یہ بھولنا چاہتا ہوں کہ کالا ہوں یا گورا؟ کار گاڑیک بچھے ملک سے باہر جانے دو۔ نسلی فسادات ختم ہو جائیں گے تو دوا آجائیں گا۔"

وہ اسے مارتے جارہے تھے اور کہتے جارہے تھے "اسے کچھ کہنے کا موقع نہیں دے رہے تھے۔ آخر پولیس کار کا سائزن سن کر وہ اپنی موٹر سائیکل پر فرار ہو گئے۔ جب پولیس والے قہرمان کے قریب پہنچے تو اس کے جسم پر لباس کی ایک دھجی نہیں تھی۔ جگہ جگہ زخم آئے تھے اور خون رس رہا تھا۔ اس کے لئے فوراً ایمریلنس طلب کی گئی۔ ایک افسر نے پوچھا "تم کون ہو؟"

اس نے میری مرضی کے مطابق کہا "فریاد علی تیور۔"

دوسرے افسر نے کہا "یہ نام کہیں سامنے ہے۔"

پہلے افسر نے کہا "تم سنئے ہو اس لئے یہ نام یاد نہیں ہے۔ امریکا کی تمام پولیس اور فوج کے افسران اور سپاہی ملکی بیٹھی جاننے والے فریاد کو جانتے ہیں۔"

پھر اس نے قہرمان کے منہ پر ٹھوکہ مارتے ہوئے کہا "ہم خوش نصیب ہیں کہ یہ قابل گرفت آج ہماری گرفت میں آیا ہے۔"

وہ ٹھوکہ کھا کر تکلیف سے کرا رہے ہوئے بولا "میں اصلی فریاد نہیں ہوں بنا سہتی ہوں۔"

اس کے منہ پر پھر ٹھوکہ بڑی "ابے چپ! تو نے آدھا کالا اور آدھا گورا بن کر ہمیں بدلے کی کوشش کی۔ چھپ نہ سکا تو فریاد ہونے سے انکار کر رہا ہے۔"

"فصل باتیں نہ کرو۔ فریاد تمہاری ٹاک میں ہے۔ تم کو نہیں جاؤ گے۔ یہ بتاؤ کہ یہ لوگ تمہیں فریاد کیوں سمجھ رہے ہیں؟"

"سر! میں نے فریاد بننے کی اس قدر سیرسل کی ہے کہ نیند یا غم بے ہوشی میں خود کو فریاد کہہ دیتا ہوں۔ زخموں کی تاب نہ لے کر بیان کہنے لگتا تھا۔ شاید ایسے میں ان لوگوں نے مجھے فریاد سمجھ لیا۔ مجھ سے غلطی ہوئی جو تمہیں فریاد بنانے کی کوشش کی۔"

تو وہ کہنت پیچھے ہٹ گیا ہے۔ دوسرے تم الٹی سیدی حرکتیں کر رہے ہو۔ تمہاری وہ ذات کیا ہوئی جس سے متاثر ہو کر میں نے تمہیں جیتی سکاٹی تھی۔"

"مجھے ذہن سے کام لینے کا موقع ہی نہیں مل رہا ہے۔"

اور گوروں سے بھلتے تو پھر اپنی ذات دکھاؤں گا۔"

"کیا احمقانہ باتیں کر رہے ہو؟ ذہانت کا ثبوت ہو۔ معصیتوں سے نجات حاصل کر کے بھی دے سکتے ہو۔"

"ٹھیک ہے میں اسپتال سے نکل کر فون کرنے والے افسر اور گوروں سے نمٹ لوں گا۔"

"یہ بھی احمقانہ فیصلہ ہے۔ نسلی فسادات پھیلانے والوں حکومت نمٹ رہی ہے۔ تم ان سے منہ میں وقت کیوں کرو گے؟ تمہارے پاس محل ہے تو فریاد اور اس کے عزیزوں پہنچنے کی تدبیر سوچو۔"

"ٹھیک ہے میں اسپتال سے نکل کر۔"

"کیا اسپتال اسپتال کی رٹ لگا رہی ہے کیا یہاں آرا

اسے ایمریلنس میں ڈالا گیا۔ افسر نے دائر لپس کے ذریعے یہ خوش خبری اپنے بیویں کو سنائی۔ ان بیویں نے اپنے بیویں کو سنائی۔ قہرمان کے فٹری اسپتال پہنچتے تک یہ خوش خبری پراسرار اور جان لیوڈا تک پہنچی۔ پراسرار نے بے یقینی سے پوچھا "لیوڈا! کیا تمہیں یقین ہے کہ فریاد ہماری گرفت میں آیا ہے؟"

لیوڈا نے کہا "یقین نہیں آ رہا ہے۔ لیکن ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک پہلوان بڑے بڑے شہ زوروں سے مغلوب نہیں ہوتا اور معمولی نزلے سے مر جاتا ہے۔ ہو سکتا ہے ہمارے ایک معمولی افسر نے واقعی فریاد کو گرفتار کیا ہو۔"

اس نے ٹیلی فون کے ذریعے اس افسر کی آواز سنی۔ پھر اس کے دماغ میں پہنچا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ ایک قد تور اور

سوچ کی لہروں کو محسوس کرتی تھی کہا "لیوڈا! تم نے جو ستاؤ دے چکا ہے۔ جاؤ کہاں ہے۔"

انہوں نے سانس روک لی۔ وہ قہرمان کے پاس آکر بولا "کمال ہے اس عالم دین نے میری سوچ کی لہروں سے مجھے پہچان لیا۔ اور میرا سوال سے بغیر جواب دے دیا۔"

"کیا جواب دیا سر؟"

"میں کہ تمہارا خواب درست تھا۔ وہ ماں بننے والی ہے۔"

"سر! ہم اس خبر کو کیا نہیں گے؟"

"یہ محسوس اور تشویش ناک خبر ہے۔"

"ہمیں کیا تشویش ہو سکتی ہے؟"

"کیا تم نے فریاد کی ہسٹری میں نہیں پڑھا کہ وہ کسی حد تک زہریلا ہے۔ کیا یہ زہر اس کی اولاد تک نہیں پہنچا ہوگا۔ پھر وہ اولاد سونیا کے خون سے زہر کی طرف آ رہی ہے۔ کیا پارس اور علی تیور کی قیامت ہیں کہ یہ تیسرا کہا ہے۔"

"سر! آپ فریاد ہیں تیسرا بھی کہہ بیٹا ہوگا۔"

وہ جھنجھلا کر بولا "ہمان سن! کیا میں دانی ماں ہوں کہ پیٹ کا حال بتاؤں گا۔"

"لیکن آپ اس مسئلے پر تو غور کر سکتے ہیں کہ بیٹا ہونے سے ہمارا زیادہ نقصان ہو گا یا بیٹی ہونے سے؟"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ سونیا بھی تو کسی کی بیٹی تھی۔ اس نے جوان ہونے سے اب تک ہمیں اتنا دھلایا ہے جتنا فریاد نے دہشت زدہ نہیں کیا ہے۔"

"سر! اگر ہم اس کے اولاد کو دنیا میں آنے سے روک دیں تو؟"

"ہاں۔ اب میں اسی پہلو پر غور کروں گا۔ تمہارے پاس آنے سے ذرا جھنجھلا ہٹ تو ہوئی لیکن وقت ضائع نہیں ہوا۔ بہت اہم بات معلوم ہوئی۔ ابھی میرے آوی آئیں گے اور تمہیں کسی محفوظ مقام تک لے جائیں گے۔ سو فار۔"

وہ چلا گیا۔ اسراہیل کے وقت کے مطابق الپا دہاں سے روانہ ہو چکی ہوگی۔ میں یہ معلوم کرنے اس کے پاس آیا تو لیوڈا وہاں پہنچا ہوا تھا۔ وہ خوش ہو کر اس سے کہہ رہی تھی "آج رات سے میری آزادی اور خوشحالی کا دن شروع ہونے والا ہے۔ کیا تم مجھے شوقیاد رک میں لینے آؤ گے؟"

وہ بولا "میں اتنا زیادہ خوش نہیں ہونا چاہتا کہ ہم دشمنوں کو بھول جائیں۔ ہمیں خوب سوچ سمجھ کر اپنے محفوظ مقام سے لکھنا چاہئے۔ کوئی بھی دشمن ہمیں پہچان کر گولی مار سکتا ہے۔"

"یہ درست ہے۔ لیکن تمہیں نہ دیکھ کر اس ہوجاؤں گی۔"

"میری جان! میں تمہارے دماغ میں رہوں گا۔ پھر جہاں موقع ملا وہاں خود تم سے ملے آجاؤں گا۔"

طیارے میں۔ ہجران ڈالے اس کے برابر والی سیٹ پر بیٹھا ہوا

"لیوڈا! تم نے شہید جیرانی سے پوچھا "تم نے کیا کہا۔ پھر کو مجھے یقین نہیں آ رہا ہے۔"

"سر! سونیا ماں بننے والی ہے۔ اب پتا نہیں یہ لپٹ کے لئے یا خبر یا ہنس؟"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا؟"

"معلوم نہیں ہے اس لئے تو پوچھ رہا ہوں! اچھی خبر ہے یا؟"

"وہ گدھے! میں اچھی اور بری خبر کی نہیں۔ سونیا کی بات رہا ہوں۔ کیسے معلوم ہوا کہ وہ ماں بن رہی ہے؟"

یہ بات میں نے قہرمان کے دماغ میں چھیڑی تھی۔ مقصد یہ تھا سونیا کے ماں بننے کی خبر دنیا میں پھیل جائے۔ میرے باپ بننے بڑائی اہم نہیں ہو سکتی تھی جتنی کہ سونیا کے ماں بننے کی خبر سے۔

تو پھیلنے والی تھی۔

جان لیوڈا نے پھر پوچھا "جواب دو تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ ماں بننے والی ہے۔"

"کراہیں کسوں کا تو آپ یقین نہیں کریں گے۔ بہتر ہے پہلے بیلا صاحبہ کے ادارے سے رجوع کریں۔"

"کراہیں نے خواب میں دیکھا ہے اس کی گود میں ایک چاند آقا۔"

"ہمان سن! خواب بیان کر کے میرا وقت ضائع کرتے ہو۔"

"آپ میری ایک بات مان لیں۔ ان کے عالم دین حمزوی بے سے معلوم کر لیں۔"

"مجھے بات ہے میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔ اگر یہ بھوت ہوا ہے تو کوئی نہ ہوگا۔"

اس نے جناب علی اسد اللہ حمزوی کو مخاطب کیا۔ انہوں نے لپٹوچھا تم کون ہو؟ یہ نہیں پوچھا کہ کیا پوچھتے آئے ہو؟ پراپی

سوچ کی لہروں کو محسوس کرتی تھی کہا "لیوڈا! تم نے جو ستاؤ دے چکا ہے۔ جاؤ کہاں ہے۔"

انہوں نے سانس روک لی۔ وہ قہرمان کے پاس آکر بولا "کمال ہے اس عالم دین نے میری سوچ کی لہروں سے مجھے پہچان لیا۔ اور میرا سوال سے بغیر جواب دے دیا۔"

"کیا جواب دیا سر؟"

"میں کہ تمہارا خواب درست تھا۔ وہ ماں بننے والی ہے۔"

"سر! ہم اس خبر کو کیا نہیں گے؟"

"یہ محسوس اور تشویش ناک خبر ہے۔"

"ہمیں کیا تشویش ہو سکتی ہے؟"

"کیا تم نے فریاد کی ہسٹری میں نہیں پڑھا کہ وہ کسی حد تک زہریلا ہے۔ کیا یہ زہر اس کی اولاد تک نہیں پہنچا ہوگا۔ پھر وہ اولاد سونیا کے خون سے زہر کی طرف آ رہی ہے۔ کیا پارس اور علی تیور کی قیامت ہیں کہ یہ تیسرا کہا ہے۔"

"سر! آپ فریاد ہیں تیسرا بھی کہہ بیٹا ہوگا۔"

وہ جھنجھلا کر بولا "ہمان سن! کیا میں دانی ماں ہوں کہ پیٹ کا حال بتاؤں گا۔"

"لیکن آپ اس مسئلے پر تو غور کر سکتے ہیں کہ بیٹا ہونے سے ہمارا زیادہ نقصان ہو گا یا بیٹی ہونے سے؟"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ سونیا بھی تو کسی کی بیٹی تھی۔ اس نے جوان ہونے سے اب تک ہمیں اتنا دھلایا ہے جتنا فریاد نے دہشت زدہ نہیں کیا ہے۔"

"سر! اگر ہم اس کے اولاد کو دنیا میں آنے سے روک دیں تو؟"

"ہاں۔ اب میں اسی پہلو پر غور کروں گا۔ تمہارے پاس آنے سے ذرا جھنجھلا ہٹ تو ہوئی لیکن وقت ضائع نہیں ہوا۔ بہت اہم بات معلوم ہوئی۔ ابھی میرے آوی آئیں گے اور تمہیں کسی محفوظ مقام تک لے جائیں گے۔ سو فار۔"

وہ چلا گیا۔ اسراہیل کے وقت کے مطابق الپا دہاں سے روانہ ہو چکی ہوگی۔ میں یہ معلوم کرنے اس کے پاس آیا تو لیوڈا وہاں پہنچا ہوا تھا۔ وہ خوش ہو کر اس سے کہہ رہی تھی "آج رات سے میری آزادی اور خوشحالی کا دن شروع ہونے والا ہے۔ کیا تم مجھے شوقیاد رک میں لینے آؤ گے؟"

وہ بولا "میں اتنا زیادہ خوش نہیں ہونا چاہتا کہ ہم دشمنوں کو بھول جائیں۔ ہمیں خوب سوچ سمجھ کر اپنے محفوظ مقام سے لکھنا چاہئے۔ کوئی بھی دشمن ہمیں پہچان کر گولی مار سکتا ہے۔"

"یہ درست ہے۔ لیکن تمہیں نہ دیکھ کر اس ہوجاؤں گی۔"

"میری جان! میں تمہارے دماغ میں رہوں گا۔ پھر جہاں موقع ملا وہاں خود تم سے ملے آجاؤں گا۔"

طیارے میں۔ ہجران ڈالے اس کے برابر والی سیٹ پر بیٹھا ہوا

سوچ کی لہروں کو محسوس کرتی تھی کہا "لیوڈا! تم نے جو ستاؤ دے چکا ہے۔ جاؤ کہاں ہے۔"

انہوں نے سانس روک لی۔ وہ قہرمان کے پاس آکر بولا "کمال ہے اس عالم دین نے میری سوچ کی لہروں سے مجھے پہچان لیا۔ اور میرا سوال سے بغیر جواب دے دیا۔"

"کیا جواب دیا سر؟"

"میں کہ تمہارا خواب درست تھا۔ وہ ماں بننے والی ہے۔"

"سر! ہم اس خبر کو کیا نہیں گے؟"

"یہ محسوس اور تشویش ناک خبر ہے۔"

"ہمیں کیا تشویش ہو سکتی ہے؟"

"کیا تم نے فریاد کی ہسٹری میں نہیں پڑھا کہ وہ کسی حد تک زہریلا ہے۔ کیا یہ زہر اس کی اولاد تک نہیں پہنچا ہوگا۔ پھر وہ اولاد سونیا کے خون سے زہر کی طرف آ رہی ہے۔ کیا پارس اور علی تیور کی قیامت ہیں کہ یہ تیسرا کہا ہے۔"

"سر! آپ فریاد ہیں تیسرا بھی کہہ بیٹا ہوگا۔"

وہ جھنجھلا کر بولا "ہمان سن! کیا میں دانی ماں ہوں کہ پیٹ کا حال بتاؤں گا۔"

"لیکن آپ اس مسئلے پر تو غور کر سکتے ہیں کہ بیٹا ہونے سے ہمارا زیادہ نقصان ہو گا یا بیٹی ہونے سے؟"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ سونیا بھی تو کسی کی بیٹی تھی۔ اس نے جوان ہونے سے اب تک ہمیں اتنا دھلایا ہے جتنا فریاد نے دہشت زدہ نہیں کیا ہے۔"

"سر! اگر ہم اس کے اولاد کو دنیا میں آنے سے روک دیں تو؟"

"ہاں۔ اب میں اسی پہلو پر غور کروں گا۔ تمہارے پاس آنے سے ذرا جھنجھلا ہٹ تو ہوئی لیکن وقت ضائع نہیں ہوا۔ بہت اہم بات معلوم ہوئی۔ ابھی میرے آوی آئیں گے اور تمہیں کسی محفوظ مقام تک لے جائیں گے۔ سو فار۔"

وہ چلا گیا۔ اسراہیل کے وقت کے مطابق الپا دہاں سے روانہ ہو چکی ہوگی۔ میں یہ معلوم کرنے اس کے پاس آیا تو لیوڈا وہاں پہنچا ہوا تھا۔ وہ خوش ہو کر اس سے کہہ رہی تھی "آج رات سے میری آزادی اور خوشحالی کا دن شروع ہونے والا ہے۔ کیا تم مجھے شوقیاد رک میں لینے آؤ گے؟"

وہ بولا "میں اتنا زیادہ خوش نہیں ہونا چاہتا کہ ہم دشمنوں کو بھول جائیں۔ ہمیں خوب سوچ سمجھ کر اپنے محفوظ مقام سے لکھنا چاہئے۔ کوئی بھی دشمن ہمیں پہچان کر گولی مار سکتا ہے۔"

"یہ درست ہے۔ لیکن تمہیں نہ دیکھ کر اس ہوجاؤں گی۔"

"میری جان! میں تمہارے دماغ میں رہوں گا۔ پھر جہاں موقع ملا وہاں خود تم سے ملے آجاؤں گا۔"

طیارے میں۔ ہجران ڈالے اس کے برابر والی سیٹ پر بیٹھا ہوا

تھا۔ وہ بولی "نویارک پہنچ کر اس گھر سے کیا ہے گا؟"
 لیوڈا نے کہا "میں نے بڑی زبردست پلاننگ کی ہے۔ یہ گھر کا
 ہمارے کام آئے گا۔ تم یہاں پہنچو تو سی۔"
 وہ چلا گیا۔ بجیراڑ نے لے لیا کا ہاتھ تھام کر کہا "ڈارلنگ!
 میں نے پچھلی رات تمہاری خواب گاہ میں گزاری۔ تم گرا دینے آ رہا
 ہے، کیسے گزاری۔ میں آج تمام دن سوچتا رہا۔ کچھ سمجھ میں نہیں
 آیا۔ پلیز تمہارا ذہن بوجھ کر آ لیا ہے؟"
 وہ بولی "میں شراب سے زیادہ تیز اور زود اثر ہوں۔ شراب کا
 پہلا جام یاد رہتا ہے۔ پھر شربہ بڑھتا جاتا ہے۔ ایسے میں پیانے کا
 حساب نہیں رہتا۔ تم میرے قریب آئے پھر اور قریب آئے پھر اور
 قریب آتے آتے مدھوش ہو گئے بعد میں پتا چلا تم سو گئے ہو۔"
 "لیکن میں کیسے سو گیا تھا؟"
 "میں کیا بتاؤں۔ میرے پاس جو بھی آتا ہے سو جاتا ہے اسی
 لئے آ گیا تھا کہ رسی ہو۔" جن پر یقین نہیں آسکتا۔
 "تم ایسی باتیں کر رہی ہو۔ جن پر یقین کرو۔ رات زیادہ ہو چکی ہے چلو
 سو جاؤ۔"
 وہ خوشی عمل کے حوالے سے لاپا کا تابعدار تھا۔ اس کا حکم
 سننے ہی اس نے سیٹ کی پشت سے نیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔
 قہوڑی دیر بعد وہ گہری نیند میں تھا۔
 وہ کوئلن برین تھا۔ اسرائیل کے ذہین ترین لوگوں میں اس کا
 شمار ہوتا تھا۔ ایسے انتہائی ذہین لوگ دنیا میں بہت گزرے جنہوں
 نے حیناؤں کے قدموں میں ذہانت رکھ کر اپنی کھوپڑیاں خالی
 کر لیں۔
 وہ دوسری صبح نیویارک پہنچی۔ جان لیوڈا اس انجینس سے
 واقف نہیں تھا۔ وہیں سے اپنے ملک میں لاپا کا استقبال کرتا رہا۔
 اس سے وعدہ کیا کہ حالات سازگار رہے اور کسی دشمن کی طرف
 سے اندیشہ نہ رہا تو اسے اپنے پاس بلا لے گا۔
 میں نے سلمان سے حالات معلوم کئے۔ اس نے بڑی خوش
 اسلوبی سے اپنا فرض ادا کیا تھا۔ سپراسٹر ہولی میں اپنے معمول کے
 مطابق ہفتہ کی رات پوری بچوں سے ملنے آیا تھا اور ان کے ساتھ
 وہ سردارن گزارا کرواؤ شش واپس جانے والا تھا۔
 اس کی بیوی دیرانے اپنے ہاتھوں سے اس کی پینڈہ دوش
 تیار کی تھی۔ سپراسٹر نے خوب سیر ہو کر کھایا۔ اپنے بچوں سے ہنس
 ہنس کر باتیں کرتا رہا لیکن کافی پینے کے بعد اس کی ہنسی سنجیدگی میں
 بدل گئی۔ وہ کمزوری محسوس کر رہا تھا اور شبہ کر رہا تھا کہ اسے ٹرپ
 کیا جا رہا ہے۔
 وہ دروازے پر چھٹا چاہتا تھا کہ اس نے کون سی دو مالٹی ہے۔
 وہ بے چاری کچھ نہیں جانتی تھی۔ دو مالٹے وقت دائمی طور پر حاضر
 نہیں تھے۔ سلمان نے سپراسٹر کے داغ پر قبضہ بتالیا کہ وہ لیوڈا

دغیر سے رابطہ کر کے اپنی کمزوری اور ایسی کا ذکر نہ کر سکے
 سپراسٹر سلمان کی مرضی کے مطابق وقت سے پہلے
 اس کے ساتھ ہی اس کی ذہنی آزادی بھی سو گئی۔ سلمان ار
 معمول اور تابعدار بننا چکا تھا۔ وہ خود بھی اس ملک میں بہت
 چکا تھا وہاں کے تمام مسائل اور معاملات کو اچھی طرح جانتا
 اب پھر وہاں کے اندر کہ سپراسٹر کا رول ادا کرنے والا وہ
 تھا۔ رابطہ کر کے ایک نئے پتے میں رہائش کے لئے پہنچا ہوا تھا
 مخصوص رہائش کا چھوٹے کے بعد یہ تیسرا بنگلا تھا۔ جہاں اس
 پناہ ملی تھی۔ وہاں وہ اپنا سفری بیگ ایک طرف رکھ کر سوئے
 ہوا تھا۔ میزبان نے کہا "چلو میں تمہارا روم بند دکھاؤں۔
 جو تے اتار کر آرام سے بستر پر لیٹ جانا۔ تم زخمی ہو۔ تھیں
 کی ضرورت ہے۔"
 "میں یہاں آرام سے ہوں۔ جو تے نہیں اتار دوں گا
 کل مصیبتوں کو کوئی محسوس نہیں ہے کہ کب چلی آئیں۔"
 "تم جانتے ہو میں سفری کی خلی جیض کا چھت ہوں۔ میر
 کے احاطے میں کوئی قدم رکھنے کی جرأت نہیں کرے گا۔
 دھمکیاں دینے والے کا سراغ لگانے کے اختلاطات ہیں
 معلوم ہو جائے گا کہ کہاں سے فون کیا جا رہا ہے پھر ہم جا کر
 گردن دو بیچ لیں گے۔"
 وہ ان باتوں سے مطمئن ہو رہا تھا۔ پھر ایک دم سے
 اچھل پڑا۔ فون کی تھنلی بج رہی تھی۔ وہ فون کی طرف انگلی
 ہوئے بولا "دیکھو دیکھو، پھر کوئی مصیبت آئی ہے۔"
 چھپنے کے کہا "بڑی تھراں ایزی۔ میں دیکھتا ہوں۔"
 اس نے فون کے پاس آکر رسیور اٹھا تے ہوئے کان۔
 کہا "چلو میں چھپ چلا رہا ہوں۔"
 "چلو اٹکل! میں کاٹوواٹا بول رہی ہوں۔"
 "اچھا سمجھ گیا، لوبات کرو۔"
 پھر اس نے رسیور آگے بڑھا کر کہا "مستر لیوڈا کی بیٹی۔
 تھا رہا ہے رسیور لے کر کہا "چلو کاٹوواٹا۔"
 گھر سے کاٹوواٹا نے کچھ کا لیکن میں نے اس کے ذرا
 مروانہ آواز نہ سنی۔ وہ جلدی سے ماؤتھ میں پر ہاتھ رکھے
 چھپ سے بولا "تم نے کہا تھا کاٹوواٹا بول رہی ہے۔ یہ آ
 آواز ہے؟"
 چھپ نے دوبارہ رسیور لے کر پوچھا "کون ہو تم؟"
 "اٹکل! میں ہوں۔ یہ تھا رہا ہے۔ تم سے باتیں کیوں نہ
 ہے؟"
 اس نے پوچھا "کیا ابھی تمہارے فون سے کوئی شخص
 تھا؟"
 "نہیں۔ میں ہوٹل کے کمرے میں تھا ہوں۔ میر۔
 کوئی نہیں ہے۔ آپ ایسی بات کیوں پوچھ رہے ہیں؟"

تھا رہا ہے ابھی اس رسیور سے اس نے ایک انجینی
 اڑتی ہے۔"
 اس کا دماغ چل گیا ہے۔ آپ اسے رسیور دیں۔"
 چھپنے کے کہا "تھا رہا ہے ہو گیا ہے۔ کیا وہ فون کرنے
 تمہارے حواس پر چھا گئے ہیں۔ تمہیں کاٹوواٹا کی آواز بھی
 لگ رہی ہے؟"
 "ہاں! کاٹوواٹا نے کسی انجینی کی آواز سنی ہے۔"
 "وہ ہاسٹل کے کمرے میں تھا ہے پھر کوئی شخص کیسے فون پر
 گا؟"
 اس نے پھر رسیور لے کر پوچھا "تم کون ہو؟"
 وہ بولی "تمہارا سر ہوں۔ میری آواز سن کر بولتے ہو کسی مرد کی
 سی ہے۔ کیا ہو گیا ہے تمہیں؟"
 "میں سچ کہتا ہوں۔ ابھی میں نے.... پھر وہ رک کر بولا۔
 زو جانے دو۔ تمہاری آواز سن کر میں جیسے ہی اٹھا ہوں۔ شہر
 میں تمہاری آواز خوشبو کا جھوٹا لگ رہی ہے۔"
 "تو پھر آ جاؤ؟"
 "نہیں ابھی نہیں۔"
 "میری قربت سے انکار کر رہے ہو؟"
 "میں حالات سے مجبور ہوں۔ میری روداد سنو پھر فیصلہ کرو
 نکار درست ہے یا نہیں۔"
 "میں سن چکی ہوں۔ تم سیاہ فام اور سفید فام لوگوں کے
 ت کے باعث مصیبت میں پڑ گئے ہو۔ مجھ جیسی سیاہ فام
 سے ساتھ دیکھی جانے کی تو پھر غصہ سے تم پر حملہ کر سکتے ہیں،
 ہم کی چار دیواری میں مل سکتے ہیں۔"
 "پچھلی بار میں چار دیواری کے اندر تھا۔ پھر بھی دشمنوں کے
 ر فون آتے رہے۔ سو رہی کاٹوواٹا! ابھی میں کوئی خطرہ۔ دل
 لینا چاہتا۔ پہلے میرے ذہن بھرنے دو، پھر پتے زخموں کے لئے
 ہلوں گا۔"
 "لیکن باتیں نہ کرو۔ میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی۔ ہم یہ شہر
 کرئیزا ابائیس کے۔ وہاں تم دشمنوں سے محفوظ رہو گے۔"
 "تمہارے ڈیڑی نہیں چاہتے کہ میں یہاں سے جاؤں۔"
 "میں ڈیڑی کو راضی کر لوں گی۔"
 "یہ تمہاری محبت بھی ہوگی اور احسان بھی ہوگا۔ پلیز جلدی
 حاصل کرو۔"
 رابطہ ختم ہو گیا۔ تھا رہا اپنا سفری بیگ اٹھا کر بیڈ روم میں
 ا۔ سفری اٹھا جس کا چھت ڈرائنگ روم میں آکر فون پر رابطہ
 لے گا۔ میں اس کے خیالات بڑھ رہا تھا۔ پتا چلا وہ لیوڈا کی
 لٹی سے باتیں کر رہا ہے اور وہ سیکریٹری کا کاغذ جانتی ہے۔
 رابطہ ہونے پر دوسری طرف سے ایک خاتون کی آواز آئی۔
 نے اپنا نام اور عمدہ تیار کہا "سکریٹری جو فون سے بات

کراؤ۔"
 پتا چلا وہ ٹیلیفون آپریشن تھی۔ اس نے سیکریٹری جو فون سے
 رابطہ کر لیا۔ میں آپریشن خاتون کے پاس گیا۔ اس کی ڈیوٹی ختم ہو رہی
 تھی۔ اس کی جگہ ایک مرد آپریشن تھا۔ وہ وہاں سے اٹھ کر واش
 روم میں گئی تھیں وہاں اسی تھا۔
 پندرہ منٹ بعد پھر اس کے پاس گیا۔ وہ واش روم سے نکل
 آئی تھی اور لفٹ کے ذریعے گراؤنڈ فلور تک جاری تھی۔ فرش
 منزل پر آئی تو وہاں ایک نوجوان اس کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ اسے
 دیکھتے ہی بولی "تم پھر آ گئے؟"
 وہ اس کے ساتھ چلتے ہوئے بولا "میں بار بار آؤں گا۔ یہ ابھی
 طرح جانتا ہوں کہ تم مجھ سے محبت کرتی ہو لیکن اس ملازمت سے
 مجبور ہو۔"
 "ہاں۔ ہم پر پابندی ہے کہ کسی انجینی سے دوستی نہ کریں۔ یہ
 حکومت کا بہت ہی اہم شعبہ ہے۔ اس وقت بھی کسی جاسوس کی
 آنکھ ہمیں دیکھ رہی ہوگی۔ تمہاری وجہ سے میں مشکوک ہو رہی
 ہوں۔"
 "یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ ملازمت کا وقت ختم ہونے کے بعد
 تم اپنی زندگی جینے کا حق رکھتی ہو۔ تم ایک آزاد ملک کی شہری ہو
 آزادی سے محبت کر سکتی ہو۔ کسی کو بھی اپنا ہوائے فریڈم بنا سکتی
 ہو۔"
 وہ چلتے چلتے رک گئی پھر بولی "میں نے ملازمت قبول کرنے
 سے پہلے یہ پابندیاں قبول کی ہیں۔ میں پانچ برس تک نہ کسی سے
 شادی کر سکتی ہوں اور نہ ہی کسی کو ہوائے فریڈم بنا سکتی ہوں۔"
 اسی وقت ایک پولیس کار قریب آکر رکی۔ ایک افسر نے کار
 سے نکل کر آپریشن لڑکی کے کہا "تم تھر جاؤ۔"
 وہ دوسری طرف چلی گئی افسر نے انجینی سے پوچھا "نام بتاؤ؟"
 اس نے بتایا "میرا نام جان کریزی ہے۔"
 "کریزی کے معنی ہیں خلی۔ یہ نام تم نے خود رکھا ہے یا
 تمہارے والدین نے؟"
 "اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ آپ یہ بتائیں کس جرم کے
 سلسلے میں مجاہد کر رہے ہیں۔"
 "اس لڑکی سے دور رہو۔ اگر آئندہ اس کے قریب دیکھے گئے
 تو کسی بھی الزام میں سلاخوں کے پیچھے چلے جاؤ گے، یہ جیل اور
 آخری وارنٹ ہے۔"
 افسر کار میں بیٹھ کر چلا گیا۔ وہ نوجوان جان کریزی وہاں کھڑا
 سوچتا رہا۔ میں اسے آگ کا ماننا چاہتا تھا۔ یہ سمجھ رہا تھا کہ جان
 لیوڈا کے شیعہ میں کام کرنے والی ٹیلی فون آپریشن کرنا ہوتی
 ہے۔ اس کے عاشق کے پیچھے بھی جاسوس لگے ہوں گے۔ ہو سکتا
 ہے خیال خواتین کے ذریعے بھی اس کی اصلیت معلوم کی جا رہی
 ہو۔

اور ایسا ہوا تھا۔ جان لیوڈا کا ماتحت پاسکو روٹ یہ معلوم کر رہا تھا کہ نوجوان واقعی عاشق ہے یا غیر ملکی ایجنٹوں کا آلہ کار ہے؟ میں پاسکو روٹ کی مصروفیت نہیں جانتا تھا، لیکن احتیاطاً یہی سوچ رہا تھا کہ ایسا ہو سکتا ہے۔

میں نے فی الحال اسے چھوڑ دیا، کیونکہ بعد میں اس کی ضرورت تھی۔ میں پھر قہرال کے پاس آیا تو کانوڈا فون پر اسے کہہ رہی تھی ”ڈیڈی راضی ہو گئے ہیں۔ بلکہ تم سے بیزار ہو گئے ہیں۔ کہتے ہیں فراد تمہارے اعصاب پر سوار ہو گیا ہے۔ تمہیں واقعی چٹیاں گزارنے کے لئے اس شہر سے دور جانا چاہئے۔“

”وہ مجھے نااہل سمجھ رہے ہیں کوئی بات نہیں۔ یہ میرے لئے خوشی کی بات ہے کہ میں اس شہر سے دور چلا جاؤں گا۔“

”میں پہلی غلامت میں سیشیں حاصل کر رہی ہوں۔ ابھی فون کر کے یہاں سے روانگی کا وقت بتاؤں گی۔“

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ لیوڈا کا یہ فیصلہ ابھی جگہ درست تھا کہ قہرال اپنے اعصاب پر قابو پائے اور ذہنی تازگی حاصل کرنے میں ملے چلا جائے، لیکن میں نہیں چاہتا تھا۔ میں نے یوسف زائدہ سے کہا ”کسی بھی ایرے غیرے کا فون نمبر ڈال کر۔ وہ نمبر ہمارے ایڈوں میں سے کسی کا نہ ہو۔“

اس نے ایک نمبر ڈال کر کے رابطہ کیا۔ مجھے دوسری طرف کی آواز سنائی پھر رابطہ ختم کر دیا۔ وہ ایک بہت بڑے جنرل اسٹور کے مالک کا فون تھا، میں نے اس کے دماغ پر قبضہ بنا کر قہرال کے موجودہ نمبر ڈال کر اسے۔

چند لمحوں کے بعد قہرال کی آواز سنائی دی۔ میں نے اپنے آواز کار کی زبان سے کہا ”اُنوکے چمچے اور اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئے گا۔ کبھی کالا بن کر گوری صورت کے گھر میں رہتا ہے کبھی گورابن کر کالی لڑکی سے شغف کرتا ہے۔ اب اس لڑکی سے تیرا چکر چل رہا ہے۔ کس کے ساتھ کہاں بھاگتے والا ہے؟“

قہرال حلق پھاڑ کر فون پر چیخنے لگا ”تم کون ہو؟ کیوں میرے پیچھے پڑ گئے ہو؟ میں کہیں سکون سے رہ نہیں سکتا۔ میری بھوک مرنی ہے۔ میری نیند ڈونگی ہے۔ تم آخر چاہتے کیا ہو؟ کسی برے وقت کی دشمنی نکال رہے ہو؟ دشمن ہو تو سامنے آؤ مجھے گولی مارو، یا میں تمہیں گولی ماروں گا۔“

چیف نے انکار اس کے ساتھ سے ریسیور لے کر پوچھا ”کیوں حلق پھاڑ پھاڑ بیچ رہے ہو؟ پھر ریسیور کان سے لگا کر بولا ”میلو تم کون بڑھچکے سے باتیں کرو۔“

پھر اس نے قہرال سے کہا ”فون تو خاموش ہے۔“ وہ بولا ”اس دشمن نے لائن کاٹ دی ہوگی۔“

چیف نے نمبر ڈال کر کے پھر کہا ”اسی میرے نمبر پر کس فون سے بات ہو رہی تھی؟“

”جناب! ہارڈی جنرل اسٹور کا فون تھا۔“

”مجھ سے بات کراؤ۔“

آپریٹر نے رابطہ کر دیا، چیف نے کہا ”مسٹر ہارڈی! میں آف لٹری انٹیلی جنس بول رہا ہوں۔ ابھی دو منٹ پہلے تم میرے فون پر میرے مہمان سے بات کی تھی؟“

میں نے ہارڈی کی زبان سے کہا ”مسٹر! میں نے نہیں، دکان میں آنے والے ایک گاہک نے فون کرنے کی اجازت، کسی بھی میں نے اجازت دے دی تھی۔ کیوں جناب! کیا یہ کو قانونی بات ہے؟“

”غیر قانونی نہیں ہے لیکن ایک پرائیم ہے کیا وہ گاہک ہے؟“

”نہیں جا چکا ہے۔“

”حلیہ بتا سکتے ہو؟“

میں نے الٹا سیدھا حلیہ بتا دیا۔ چیف نے ریسیور رکھ کر اسے پوچھا ”میں تمہاری کسی سے دشمنی ہے؟“

وہ بولا ”تم جانتے ہو کہ مسٹر لیوڈا کے ماتحت نہ کسی سے کرتے ہیں نہ کسی کو دشمن بناتے ہیں۔ ہماری دشمنی مرز چینی جانے والوں سے ہوتی ہے۔“

”تو پھر یہ کسی نئی چینی جاننے والے کی حرکتیں ہیں۔“

”سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ایسا کوئی دشمن ہوتا تو وہ دماغ میں آکر مجھے چیلنج کرتا لیکن میں یوگا کا ماہر ہوں۔ کوڑا ٹریپ نہیں کر سکتا۔ جو بھی مجھے پریشان کر رہا ہے وہ میری اد نہیں جانتا ہے۔ وہ کوئی گورایا کالا فساد ہے۔“

”وہ کوئی بھی ہو۔ تمہاری ہریدیتی ہوئی رہائش گاہ کو ہے اور اس کا فون نمبر بھی معلوم کر لیتا ہے۔ اگر وہ خیال کرنے والا نہیں ہے تو پھر کوئی بہت ہی خراٹ جاسوسی ہے لگا ہوں سے تمہیں اور جمل نہیں ہونے دیتا ہے۔“

”میں تو معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ وہ کون ہے۔ کیا ہا جاسوس ایسے خراٹ نہیں ہیں کہ اسے پکڑ سکیں۔“

”ہم ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں۔ وہ جلد ہی پکڑا جائے گا۔“ چیف کے چور خیالات بتا رہے تھے کہ وہ میری اور قہرال دشمنی کے متعلق کچھ نہیں جانتا ہے۔ اس کے باوجود وہ کسی خواتی کہنے والے پر شبہ کر رہا ہے۔

اس سے پہلے وہ اپنا شبہ لیوڈا پر غا ہر کرتا، میں اپنی حال کے لئے اس عاشق نوجوان جان کریری کے پاس آیا۔ انہو اندر خاموش رہا۔ شام کا وقت تھا۔ وہ ٹائپل میس کے کنار ہوا ان کشتیوں کو دیکھ رہا تھا، جو راج ہنس کی لابی کرڈوں کی بنی ہوئی تھیں۔ یہ کشتیاں سوان بوش کسمائی ہیں۔ دانشمن والے رہنما جوڑے ایسی کشتی میں بیٹھ کر جمیل نما ٹائپل کے سر کرتے ہیں۔ جان کریری بھی قصور میں اس آپریٹر لڑکی کے سوان بوٹ میں بیٹھا ہوا تھا۔

میں نے اس کی سوچ میں کہا ”صرف سوچنے سے محبوب نہیں بن سکتے۔ اس کے لئے کچھ کرنا پڑتا ہے۔“

اس نے سوچا ”میں کیا کروں یہی سمجھ میں نہیں آتا۔“ میں نے سمجھایا ”حرکت میں برکت ہے۔ میں خیالوں کی دنیا سے نکل کر آگے بڑھوں گا تو منزل آئے گی۔“

وہ وہاں سے چلا ہوا اپنی کار میں آکر بیٹھ گیا۔ پھر اسے انارٹ کر کے آگے بڑھانے لگا، میں اسے لیوڈا کی خفیہ رہائش گاہ کی طرف لے جانے لگا۔

گزشتہ روز میں نے دھوکے سے اس کے مختصر خیالات دے دیے تھے اور معلوم کیا تھا کہ وہ اس انٹیکس سے آج دانشمن بننے کا اور شام کو اپنی رہائش گاہ میں اپنی کوئی مشق کے پاس آئے گا۔ جان کریری نے اس کی رہائش گاہ سے ذرا دور کار روک دی۔ میں نے اس کے ذریعے دیکھا۔ اس کی رہائش گاہ کے احاطے میں ایک کار کھڑی ہوئی تھی۔ پچھلی بار جب میں قہرال کو ادھر لے گیا تھا تو کار نہیں تھی۔ گھر کا مالک نہیں تھا تو کار کیسے ہوتی؟ اب کار کی موجودگی بتا رہی تھی کہ مالک مکان موجود ہے۔

میں نے جان کریری کے دماغ پر پوری طرح قبضہ بنالیا۔ وہ ابھی کار وہاں سے اور دور لے گیا۔ اسے ایک جگہ پارک کر کے لیوڈا کی رہائش گاہ کی طرف پیدل جانے لگا۔ لیوڈا وہاں ایک عام شہری کی طرح آتا تھا اور کوئی کے ساتھ رات بسر کر کے چلا جاتا تھا۔ اس کی گاڑی اور اس کا حلیہ وغیرہ مختلف ہوتا تھا۔ کوئی اسے پہرا شہر کے دست راست کی حیثیت سے پہچان نہیں سکتا تھا، اور چونکہ سرکاری حیثیت سے وہاں نہیں آتا تھا۔ اس لیے اس کی رہائش کے آس پاس مسلح گاڑیاں جاسوس وغیرہ نہیں ہوتے تھے۔ یعنی وہ اپنی پرائیویٹ لائف میں کسی کو اپنا راز دار بنانے کا عادی نہیں تھا۔

جان کریری کی باؤنڈری وال سے لگ کر تھوڑی دیر تک کھڑکیوں اور دروازوں کو دیکھتا رہا۔ ان پر پردے پڑے ہوئے تھے۔ پردے درجہ ایسے پڑے ہوئے تھے تو یہ سمجھ میں آتا کہ اندر سے کوئی باہر کا حلق دیکھ رہا ہے۔ لیکن ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ وہ بڑی دانشمنی سے باؤنڈری کی دیوار پر چڑھ کر اندر پہنچ گیا۔ گھاس پر بیٹھتا ہوا کار کے قریب پہنچا اور پھر میری پلاننگ کے مطابق کار کے بریک ٹاکارہ بنانے لگا۔

میں نے اس کام کے لئے جان کریری کا انتخاب اس لئے کیا تھا کہ انٹیلی جنس والوں کو اس پر شبہ تھا۔ اگرچہ اس کے چور خیالات دہننے کے بعد لیوڈا کے سراغ رسالوں کا شبہ دور ہو چکا ہو۔ تاہم وہ ابھی بریک کرنا کارہ بنانے وقت پکڑا جاتا تو مٹنے والا شبہ پھر ابھر آتا۔ میں اس کے چور خیالات سے لیوڈا کو سمجھا تا کہ وہ میری ٹپاں چینی جانے والے سے مورگن کا آلہ کار ہے۔

کوئی کام صحیح پلاننگ سے صحیح وقت پر ہو تو کامیابی لازمی ہوتی

جاسوسی ڈائجسٹ کا دلچسپ ترین سلسلہ

افسانہ کی ترقی و

تہذیب کے حیات افروز واقعات
صدیوں سے زندہ ایک نپل اسرار شخص
کی آپ بیتی، ہوا جس کی دوست
تھی، مہمند رجس کے چھ آغوش مادر
تھا، آگ اس کے بدن کو بنو دیتی تھی۔

وہ کہانی جس نے اپنے وقت میں مقبولیت کے
کے ریکارڈ توڑ دیے

صدیوں
کا بیٹا

پانچ حصوں میں مکمل

قیمت فی حصہ یہ رہے گا * ڈاک خرچ فی حصہ ۱۲ روپے

تہذیب کی کشتی

ہے۔ وہ مطلوبہ کام کر کے پھر اسی طرح گھاس پر رہتا ہوا باؤنڈری وال کے پاس آیا اور اس پر چڑھ کر احاطے کے باہر پہنچ گیا۔ اطمینان سے دور تک چن ہوا کاری طرف جانے لگا۔ میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا وہ چلنے چلنے ٹوٹ کر گیا۔ پھر سنبھل کر سوچنے لگا کہ "میں کہاں ہوں اور کہاں گیا ہوں؟"

سامنے پارک کے قریب اپنی کار نظر آ رہی تھی۔ وہ سوچتا ہوا جا رہا تھا چونکہ میں نے پوری طرح قبضہ ہٹایا ہوا تھا۔ اس لئے آزادی کے بعد اسے یاد نہیں رہا کہ کس رہائش گاہ کے احاطے میں گیا تھا اور وہاں کیا کارروائی کرنے کے بعد آیا ہے۔

وہ کار میں بیٹھ کر سوچ رہا تھا کہ اس لڑکی کے عشق میں دیوانہ ہو رہا ہے۔ اس کے خیالوں میں ڈوب کر ایسے کم ہو جاتا ہے کہ غائب دماغی کا پتا ہی نہیں چلتا۔ میں کافی دیر تک اس کے اندر خاموش رہا۔ پھر یقین ہو گیا کہ کسی خیال خوانی کرنے والے نے اسے میرا آلا کرنا نہیں دیکھا ہے۔

میں نے یوسف زائد کو لیڈو کا فون نمبر ڈائل کرنے کو کہا۔ اس نے ہدایت پر عمل کیا۔ رابطہ قائم ہونے پر تھوڑی دیر تک فون کی گھنٹی بجتی رہی پھر لیڈو کی آواز سنائی دی۔ اس نے آواز بدل کر پوچھا "ہیلو کون؟"

میں نے قہرال کی آواز بنا کر یوسف زائد کی زبان سے کہہ "سرا میں ہوں قہرال۔ آپ کی آواز کیوں بدل گئی ہے؟"

میں جانتا تھا۔ یہ سنتے ہی وہ قہرال کے دماغ میں پہنچے گا۔ میں بھی وہاں پہنچ گیا۔ اتفاق سے وہ بھی کان سے ریسیور لگائے کانووا سے باتیں کر رہا تھا۔ پہلے چند محلات میں لیڈو نے یہی سمجھا کہ قہرال ہی فون پر اس سے بول رہا تھا۔ وہ غصے سے کڑک کر بولا "تجسب میرا فون نمبر کیسے معلوم ہوا؟"

میں نے قہرال سے ریسیور رکھوا دیا۔ پھر اس کی سوچ میں جواب دیا "سرا میں صرف فون نمبری نہیں رہائش گاہ بھی جانتا ہوں۔"

"یہی پوچھ رہا ہوں، کیسے جانتے ہو؟"

"آپ نے مجھے فریڈ کا ڈیٹیکٹ بنا دیا۔ مجھے یوں لگتا ہے کہ میں سچ کچھ کا فریڈ علی تھور ہوں۔ جیسے وہ سوچتا ہے ویسے ہی میں سوچتا ہوں۔ وہ آپ تک پہنچنا چاہتا ہے۔ میں بھی پہنچنے پہنچنے آپ تک پہنچ گیا ہوں۔ آپ کی رہائش گاہ کی بیرونی دیواریں سرخ اینٹوں کی ہیں اور یہ واشنگٹن سمیٹل والے پارک کے سامنے ہے۔"

خاموشی چھا گئی۔ وہ حیران پریشان ہو گیا ہوگا۔ ایک یہ سوال پریشان کر رہا ہوگا کہ قہرال جیسا ماحوت یہ کیوں کر رہا ہے کہ سچ کچھ فریڈ بن گیا ہے۔ دوسری پریشانی یہ تھی کہ اس کا پتا اور فون نمبر اسے کیسے معلوم ہو گیا؟

اور جیسے ہی معلوم ہوا قیامت کا راز معلوم ہوا۔ یہ راز کھلنے سے وہ گرفت میں آتا تو اس کے تمام ماحوت ٹپٹی ٹپٹی جھٹکتے جاتے والے

بھی دشمن کی متقی میں چلے جاتے۔ ابھی اسے امید ہوئی کہ میں نہیں آتا ہے۔ دشمن نے صرف سراخ لگایا ہے۔ لہذا اسے پہلے اس رہائش گاہ سے بھاگنا چاہئے۔

بعد میں معلوم ہوا کہ وہ تیزی سے دوڑتا ہوا اور گونگی کی طرف دھکا دے کر گرا تا ہوا جنگل سے باہر آیا پھر اپنی کار میں بیٹھ کر اشارت کیا۔ غلت اور گھبراہٹ میں کار اشارت نہیں کی۔ اچھی خاصی گھبراہٹ کے بعد وہ کار چلنے پر راضی ہوئی۔ وہ سوچتا تھا "یہ فریڈ کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا۔ اس نے فون کے ذریعہ قہرال کے ذریعے یہ معلوم کیا ہے کہ میں اپنے خفیہ جنگل میں ہوں یا نہیں؟ اب اسے یہی موجودگی کا یقین ہو گیا ہے۔ اس آلا کار جنگل کے اطراف کیسے چھپے ہوں گے اور اب میرا تعاقب کر رہے ہوں گے۔"

وہ عقب نما آئینے میں دیکھ رہا تھا۔ اندازہ کر رہا تھا کہ کون گاڑی اس کے تعاقب میں ہے۔ یہ اسی وقت معلوم ہو سکتا ہے جب آس پاس کی گاڑیوں کے مقابلے میں رفتار زیادہ سے زیادہ برسرِ حال جائے اس طرح تعاقب کرنے والی گاڑی کی رفتار بھی زیادہ سے زیادہ ہوگی اور وہ نظروں میں آئے گی۔

اس طریقہ کار پر عمل کرتے ہوئے اس نے رفتار میں اضافہ کیا۔ پھر آگے بڑھ کر دو درکار دو گاڑیوں کو اور ٹیک کرنے کے رفتار میں زبردستی کئی چابی تو کاٹی ہوئی۔ دھلان کے باعث گاڑی اسی تیزی سے بھاگ رہی تھی اور بریک کام نہیں کر رہا تھا۔

اس نے کئی بار بریک لگانے کی کوشش کی اور حادثے سے بچنے کے لئے کار کو سنبھالتا رہا۔ پھر اس نے خیال خوانی کے ذریعے ہاسٹر کو مخاطب کیا۔ میں سلمان کے ساتھ ہراسٹر ہوئی میں کے میں موجود تھا۔ وہ کہہ رہا تھا "ہاسٹر میں فریڈ کا شکار ہو رہا ہوں۔ میں وہ کس حکمت عملی سے میرے قریب پہنچ گیا ہے۔ شاید نے میری گاڑی کے بریک کو ناکارہ بنایا ہے۔ میں بائیں مورچہ والی شاہراہ پر ہوں۔ پلیز ٹنک پولیس کو حکم دو کہ وہ میرے چاروں طرف گاڑیوں سے محاصرہ کر کے میری کار کو روک لیں۔"

میں نے اس کے ماتحت پاسکو روٹ کے لیے اور آواز میں "سٹر لیڈو میں ہراسٹر سے اچھی خیال خوانی کے ذریعے بات کر رہا ہوں۔ اگر آپ مصیبت میں ہیں تو مجھے اپنے دماغ میں اپنے ہراسٹر کے حکم سے جب تک پولیس والے آئیں گے تب تک دونوں مل کر بھاگی کی تدبیر کر لیں گے۔"

اس نے کہا "فورا آؤ" میں فوراً اس کی کھوپڑی میں چھانچنے ہی ایک زبردست خیال خوانی کا جھٹکا پہنچایا۔ وہ حلق چاڑھا۔ پڑا ہاتھوں سے اسٹیرنگ ہلک گیا۔ کار دوسرے اوپر چلائی۔ دوسری کاروں سے ٹکرائی۔ میں نے اس کے ہاتھوں سے جلا اسٹیرنگ کو سنبھال لیا۔ وہ دماغی تکلیف کی شدت سے بے ہوش ہو رہا تھا۔ شاہراہ پر بے شمار گاڑیاں ایک دوسرے سے

جھیں۔ اس گھڑا میں لیڈو کی گاڑی ان کے درمیان بھنک کر رک گئی۔ اس کے رکتے ہی میں نے ہراسٹر کے اندر ایک زلزلہ پیدا کیا وہ دھجکے ہوئے بکری کی طرح تڑپ تڑپ کر کار سے نکلا اور سڑک پر گر کر شدید تکلیف کے باعث کرا پڑا۔

وہ بڑے ہی مضبوط اعصاب کا پٹاڑ جیسا شخص تھا۔ زلزلے کے دو جھکوں سے کوئی بھی معمولی ہولناکی ہوش ہو جاتا ہے لیکن وہ جلد ہی اپنی برداشت کرتے ہوئے ہوش میں رہنے کی کوشش کر رہا تھا، آخر میرے تیرے جھٹکنے سے اسے بے ہوش کر دیا۔

میں نے سلمان کے پاس آکر کہا "ہست ہوا برا ہاتھ آگیا ہے۔ میں چلی ہے کتا ہوں وہ پاسکو روٹ کے دماغ میں رہے اور اسے لیڈو کے پاس نہ جانے دے۔ دوسرے خیال خوانی کرنے والے زبردستی کے حلق نم نہ کھا تھا وہ بتا رہے۔ اور اپتال میں زیرِ علاج ہے۔"

"جی ہاں میں نے ہراسٹر کے ذریعے فریڈ کو بھی قابو میں کر لیا ہے۔"

"اب ہماری سونیا خانی رہ گئی ہے۔ جب میں لیڈو پر تھوڑی عمل کروں گا تو وہ مداخلت کرے گی۔"

سلمان نے کہا "میں اپنی بیٹی کی وجہ سے خود لپٹا ہوا ہوں۔ یہ ہراسٹر نہیں جانتا ہے کہ ثانی کہاں ہے۔ صرف جان لیڈو کو معلوم ہے۔"

"ٹھیک ہے لیڈو کے ہوش میں آتے ہی میں اس پر عمل کر کے سب سے پہلے ثانی کے متعلق معلوم کروں گا۔"

پھر میں نے ٹپٹی سے کہا کہ وہ پاسکو روٹ کے دماغ میں سلمان کا لہو اختیار کر کے جائے اور اسے لیڈو کے پاس جانے نہ دے۔ میں ہراسٹر سے عمل انتظامات کرنے کے بعد لیڈو کے پاس آگیا۔ وہ ہوش میں تھا۔ ٹرے بے حد کھڑا تھا اس کا دماغ پھوڑنے کی طرح دکھ رہا تھا۔ وہ کچھ سوچنے بچنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ اس نے ایک بار آنکھیں کھول کر دیکھا تھا۔ مگر ڈاکٹر نرس اور کمرے کی دوسری چیزیں دھندلی دکھائی دے رہی تھیں اس لئے پھر اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

میں بڑی دیر تک احتیاطاً خاموش رہا۔ کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا پیچھے سے وہاں موجود ہو سکتا تھا۔ خاص طور پر سونیا خانی کی طرف سے خدشہ تھا۔ وہ اپنے سینئر افسر لیڈو کے دماغ میں کسی وقت بھی آسکتی تھی۔

میں نے لیڈو کی خوابیدہ سوچ میں کہا "سلوانہ (ثانی) آہ آہ سلوانہ تم کہاں ہو؟ ایسی مصیبت کے وقت مجھے تمہاری ضرورت ہے۔ کہاں ہو آجائو۔ آجائو۔"

وہ جس درد بھرے انداز میں پکار رہا تھا، وہ پکار سن کر ثانی ضرور اس کے درد کا مرہم بن کر آئی۔ مگر نہیں آئی۔ ثابت ہوا کہ وہ موجود نہیں ہے یا اسے لیڈو کے موجودہ حالات کی خبر نہیں ہے۔

میں نے وقت کو غنیمت جانتا اور عمل شروع کر دیا۔ ہم کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ایک دن اتنی بڑی کامیابی حاصل ہوگی ناقابلِ شکست ٹپٹی جیتی جانے والا جان لیڈو ہماری گرفت میں ہوگا۔ اس ملک کا حکمران ثانی ہراسٹر کی کھوپڑی ہماری غلام ہوگی اور دوسرے ٹپٹی جیتی جانے والے بھی ہمارے تابعدار بن جائیں گے۔

امریکا جیسے سپر پاور کو قدموں تلے لانے کے بعد کیا رہ گیا تھا؟ کچھ نہیں۔ اب تو ہم ساری دنیا فتح کر چکے تھے۔ اسرائیل کی انسان دشمن پالیسیوں کو امریکا سے ہی استحکام حاصل ہوتا تھا۔ آئندہ ہم ایسی پالیسیوں کو کسر میں ڈالنے والے تھے۔ اسرائیل کے گولڈن برنیز ٹپٹی کو اپنا بے تاج بادشاہ بناتے جا رہے تھے۔

لہذا اب کچھ نہیں رہا تھا۔ ہم نے سارا قہر تمام کر دیا تھا۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ حالات ہماری بے خبری میں گروت بدلنے رہتے ہیں پھر ایک مخصوص وقت میں ہمیں درس عبرت دیتے ہیں۔

حالات نے اچانک ہی گروت بدلی۔ میں لیڈو پر عمل کر رہا تھا کہ محسوس ہوا مداخلت ہوئی ہے۔ لیڈو نے اپنے بازوؤں میں ہلکی سی چھین محسوس کی تھی اس کے بعد ہی میرے تھوڑی عمل کا رشتہ اس سے ٹوٹ گیا۔ کسی نے انجکشن لگایا تھا اور وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔

میں نے فوراً ہی سلمان سے کہا "جس کا ڈر تھا" وہی ہوا۔ مداخلت ہوئی ہے۔ کسی نے لیڈو کو انجکشن کے ذریعے بے ہوش کر دیا ہے۔ ہراسٹر کے ذریعے اپتال والوں سے معلوم کرو۔ انجکشن کس نے لگایا ہے؟"

ہراسٹر نے سلمان کی مرضی کے مطابق اپتال والوں سے معلوم کیا۔ ڈاکٹر نے کہا "سٹر لیڈو شدید ذہنی کرب میں تھے ہم نے انہیں کمری خند سٹایا ہے۔"

"لیکن وہ تو بے ہوش ہے۔"

"ڈاکٹر کہہ رہے ہیں آپ ہم سے زیادہ نہیں جانتے۔ پلیز ہمیں ڈسٹرب نہ کریں۔"

میں ڈاکٹر کے خیالات بڑھ رہا تھا۔ پتا چلا وہ ایک مریض کا معائنہ کر رہا تھا۔ اچانک اس کے دل میں بات آئی کہ سٹر لیڈو کو کمری خند سٹایا جائے۔ وہ ایسا نہیں کرنا چاہتا لیکن بے اختیار سرخ میں ایک رشتہ قائم ہو کر رہ گیا۔ اس کی داستان میں وہ خیر کا انجکشن تھا۔ میں سمجھ گیا، ثانی نے بے ہوشی کا انجکشن لگانے پر مجبور کیا تھا۔

"ہماری ٹپٹی اور ہم سے میاؤں" کا مطلب سمجھ میں آگیا۔ وہ ایسی ٹپٹی تھی جو ہم سب کو جان سے پیاری تھی۔ لیکن جان کی دشمن بن کر مقابلہ پر آئی تھی۔ جو علاقہ ہم نے فتح کیا تھا، وہ علاقہ ہم سے چھین کر لے گئی تھی۔

صرف چند منٹوں کے بعد پتا چلا کہ فونی افسر اور جوان آئے تھے اور بے ہوشی لیڈو کو کہیں لے گئے تھے۔ یہ فوراً ہی معلوم

نہیں کیا جاسکتا تھا کہ اسے کہاں پہنچایا گیا ہے۔ جب تک معلومات حاصل نہیں کی جاتی ہیں اس کا رین وائی کرادیتی۔
فریاد علی تیمور نے بہت بڑی بازی ہاری تھی، لیکن خانی کی حکمت عملی نے دل خوش کر دیا تھا۔ آخر میری ہونے والی ہو گئی۔
وہ تو مجھے بابا جانی کہہ کر مجھے غمزدار بنا کر میری پیٹھ پر سوار ہو سکتی تھی۔

مسلمان نے کہا "یہ لڑی ہمارے لئے پر اہم فتنی رہے گی۔ اسے کسی طرح قابو میں کرنا ہوگا۔"
میں نے کہا "تم باپ ہو، جوان بنی، کو قابو میں رکھنا تمہارا فرض ہے۔ اگر وہ ایسی طرح بے قابو ہو تو ہم برات نہیں لائیں گے۔"
"وہ فریاد بھائی! اتنی بڑی ناکامی کے بعد بھی آپ مذاق کے موزوں ہیں۔"

"کیسی الٹی باتیں کرتے ہو؟ دیکھنا مجھے شیر کبھی ہے اور تمہاری جینی شیر کے منہ سے لقمہ چھین کر لے گئی ہے۔ اتنی بڑی کامیابی کو ناکامی کہہ رہے ہو؟"

"میں آپ سے بحث نہیں کروں گا۔ یہ کہنے آیا ہوں کہ سپر ماسٹر بننے کا پھر کے ذریعے مایا جا رہا ہے۔"
میں نے چونک کر کہا "مایا کے ایک خفیہ اڈے میں وہ نرائنا مرشدین چھپا کر رکھی گئی ہے۔"

"میں ہی اس کی سوچ نے بتایا ہے کہ دو مہینے بعد کسی نوجوان کو اس مشین سے گزار کر اسے ٹیلی ویژن کا علمبردار بنائے گا چونکہ لیوڈا زیرِ غلبہ ہے اس لئے وہاں سپر ماسٹر کی موجودگی لازمی ہے۔"

وہ ٹیلی کازپ کے ذریعے مایا پہنچ گیا۔ وہاں سے کار میں ایک لمبا سفر شروع ہوا۔ دو فوجی افسران اس کے ساتھ تھے ایک کھٹے بعد وہ پانچویں کے درمیان پہنچے۔ ان پانچویں کو کات کر بحری فوج کا ڈاکو بنایا گیا تھا۔ اس تراشیدہ پہاڑی اڈے کے پیچھے مکمل سمندر میں فوج کے بحری جہاز کھڑے رہتے تھے۔ سمندر کے راستے سے کسی کو ادھر آنے کی اجازت نہیں تھی۔ اور جہاں سے سپر ماسٹر کار میں آیا تھا وہ تمام جنگی کالاطہ عام لوگوں کے لئے ممنوع تھا۔

ثانی ہم سے لیوڈا کو چھین کر مطمئن ہو گئی تھی۔ اس نے یہ سوچا ہی نہ ہوگا کہ ہم سپر ماسٹر جیسی ہستی کو اپنا ناجیدار بنا سکتے ہیں۔ وہ ادھر لیوڈا کو ہم سے محفوظ رکھنے کی کوششوں میں مصروف ہوگی۔
ادھر ہمیں نرائنا مرشدین کے چاروں طرف میلوں دور تک حفاظتی انتظامات کو دیکھنے کا موقع مل رہا تھا۔

سپر ماسٹر تراشیدہ پہاڑی اڈے کے مختلف حصوں سے گزر رہا تھا۔ اس کے آگے پیچھے مسلح فوجی جوان اور افسران چل رہے تھے۔ وہاں خلائی سیارے کے ذریعے جاسوسی ہوتی تھی۔ بغیر اجازت وہاں قدم رکھنے والے کو سیارے کی آنکھ دیکھ لیتی تھی اور اسے گرفتار کرادیتی تھی۔ ویسے سائنس نے ابھی ایسی آنکھ نہیں بنائی تھی جو ہم جیسے داغوں میں رہنے والوں کو دیکھ لیتی۔

سپر ماسٹر فوجی افسران کے ساتھ ایک بہت بڑے ہال میں پہلا وہاں پانچ عدد ڈرائی اسٹریچرز تھے۔ وہ مریضوں کو آپریشن میز پر لیٹے جانے والی ڈرائیاں تھیں۔ چار ڈرائیوں کے اسٹریچرز پر ایک غور اور تین مرد آنکھیں بند کے غافل پڑے ہوئے تھے۔ شاید وہ ہوش تھے یا نہیں ڈرائی خالی تھی۔

ان میں سے دو بے ہوش افراد کو دیکھ کر سپر ماسٹر نے ایک کی سوچ سے ہمیں پتا چلا کہ ان میں سے ایک پاسکوٹ۔ اور دوسرا فریزر۔ ہم نے جان لیوڈا کے ان دونوں ٹیلی ویژن ہالوں کو اپنا معمول اور ناجیدار بنایا تھا، لیکن لیوڈا کی طرف دونوں بھی ہمارے ہاتھ سے نکل گئے تھے اور یہاں پہنچا دیے تھے۔

سپر ماسٹر نے پوچھا "یہ ہمارے اہم ٹیلی ویژن جاننے والوں کو ہو گیا ہے؟"

"انہیں مرض تیمور ہو گیا ہے۔ یہ نسوانی آواز ہال گونجی تو میں نے اور مسلمان نے ٹائی کو پچان لیا۔ وہ ایک ناز اندوختی جتنے سے نکل کر ہال میں آئی پھر لیوڈا "سپر ماسٹر! میں تمہارا اور اس ملک کی ایک ادنیٰ کثیر ہوں۔ یہ بتانے آئی ہوں کہ ہمارے ٹیلی ویژن جاننے والوں پر فریاد غالب آ گیا ہے۔"

سپر ماسٹر نے میری مرضی کے مطابق پوچھا "تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ فریاد نے انہیں ٹریپ کیا تھا اور ان ڈرائیوں پر کون ہیں؟" وہ لیوڈا "یہ ڈرائی پر پڑی ہوئی عورت الپا ہے۔ اور دوسری پراسرائیل کا ایک گولڈن برن جیمرارڈ لے ہے۔"

سپر ماسٹر نے پوچھا "یہ قید کیا ہے؟" "قید یہ ہے کہ فریاد علی تیمور نے ہم امریکیوں کو عقل پیدل سمجھ لیا ہے۔ اس کی مسلسل کامیابیوں نے اسے خوش فہم میں مبتلا کر دیا ہے۔ وہ بڑی تیزی سے میدان مارنا آ رہا تھا اور رہا تھا کہ اس نے اتنے بڑے سپرادر کھلانے والے امریکا کو فتح ہے۔ اب اسے معلوم ہوگا کہ وہ کس بری طرح ٹوٹتا رہا ہے۔ مسلمان نے کہا "بھائی! فریاد آپ میری بیٹی ہے تو کیا وہ اپنی برداشت نہیں کروں گا کہ یہ آپ کو آتوہو لے۔"

میں نے کہا "اسی کو بہت سمجھ لو۔ اس سے بڑی گالی نہیں آتی ہے۔"

وہ کہہ رہی تھی "میں اپنے سینئر افسران لیوڈا کے لئے کی بازی لگا سکتی ہوں۔ کیونکہ وہ مجھ پر انحصار کرتا ہے۔ اگر خفیہ رہائش گاہ کا پتا اور فون نمبر صرف میں جانتی ہوں۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولی "جب مجھے معلوم ہوا کہ تمہارا گورے اور کالے پریشان کر رہے ہیں اور وہ الٹی سیدھی کر رہا ہے تو میں خاموشی سے اس کے دماغ میں رہنے لگی۔ یہ ہے یہی حکمت! ایک کہ فریاد اس کے ذریعے مسٹر لیوڈا تک پہنچا ہے یا پہنچ چکا ہے۔ اب اس کی کار کا بریک ٹاکا ہوا تو کچھ نہ

کہ فریاد اسے ذہنی کر کے دماغ میں جگہ بنا چاہتا ہے۔
"وہ پھر غصہ کر رہی" میں اس سلسلے میں پاسکوٹ کو خبردار کرنے آئی تو اس نے میری سوچ کی لمبوں کو محسوس نہیں کیا۔ کیونکہ پہلے اس کی عورت (ٹیلی) وہاں موجود تھی۔ اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ فریاد کی ٹیم ہمارے تمام ٹیلی ویژن جاننے والوں کو شکار کر رہی ہے۔ فریزر بتا رہا تھا اسے تو آسانی سے کوئی بھی ٹریپ کر سکتا تھا۔"

وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی سپر ماسٹر کے قریب آئی پھر لیوڈا "جب ہم ٹیلی ویژن جاننے والوں کا سربراہ لیوڈا ان کے جال میں پھنس گیا۔ یہ بات بھی مجھ میں آئی کہ لیوڈا کی معمول الپا اور جیمرارڈ لے بھی فریاد سے محفوظ نہیں ہیں۔ وہ ایک لیوڈا کے ذریعے ہر ایک کو ٹریپ کر چکا ہے۔ صرف میں محفوظ ہوں۔"

اس نے سپر ماسٹر کی طرف انگلی اٹھا کر کہا "میں تم سے کہہ رہی ہوں۔ فریاد علی تیمور اتنے سے کہہ رہی ہوں۔ تم جو سپر ماسٹر کے دماغ میں چھپ کر میری باتیں سن رہے ہو اور یہ فوجی ڈاکو دیکھ رہے ہو۔ تمہاری خوش فہمی کبھی ہے کہ یہاں نرائنا مرشدین ہے اور میں اتنی احمق ہوں کہ تمہیں کسی کے دماغ میں بیٹھ کر یہاں تک آنے کی اجازت دے چکی ہوں۔"

وہ انکار میں ہاتھ پٹا کر لیوڈا "نہیں۔ تمہارے فرشتے بھی یہاں مشین کی جھلک نہیں دیکھ سکیں گے۔ ہو سکتا ہے تم نے مسٹر لیوڈا کے دماغ سے معلوم کیا ہو کہ مشین یہاں ہے۔ یہی سوچ کر میں نے اسے دو مہینے پہلے یہاں سے دوسری جگہ منتقل کر دیا ہے۔"

وہ پھر سپر ماسٹر کی طرف انگلی اٹھا کر بولی "اور یہ تمہارا سب سے بڑا آخری تمہو سپر ماسٹر ہے جس کے دماغ پر قبضہ جتا کر تم نے کچھ لیا تھا کہ ہمارے ملک کی سیاست تمہارے ہاتھ میں آگئی۔ یہ آخری جیت بھی ہمارے بدل رہی ہوں۔ دیکھو وہ جو پانچویں ڈرائی خالی ہے وہ سپر ماسٹر کے لئے ہے۔ ابھی یہ بھی ہے ہوش ہوگا اس کا۔ میری رین وائی ہوگا پھر تم کسی ان میں سے کسی کے دماغ میں نہیں آنکھیں نہیں تم نے اپنا ناجیدار بنایا تھا۔ تم نے جتنے اہم ٹیلی ویژن جاننے والوں کو چھین لیا تھا ان سب کو میں نے واپس جیت لیا ہے۔"

اس نے ایک افسر سے کہا "مسٹر ہولی میں کو انجمنش لگاؤ۔" ایک فوجی جوان سر میں دو اہم بھرے لگاؤ۔ میں نے سپر ماسٹر کی زبان سے کہا "شاہنشاہ بنی! تم نے نہایت عمدہ حکمت عملی سے ایک ہتھاکار انجام دیا ہے۔"

وہ قہقہہ لاکر بولی "اپنی فکسٹ پر پردہ ڈالنے کے لئے مجھے بیٹی کہہ رہے ہو؟" "نہیں۔۔۔ اپنے گھر لانے کے لئے بیٹی کا ہے اور اس یقین سے کہ ہے کہ تم ہمارے پاس واپس آؤ گی۔" "میں کی بات سن رہی ہوں سپر ماسٹر کو انجمنش لگا دیا گیا۔ وہ بے

ہوش ہوا اور میں مسلمان کے ساتھ اس کے دماغ سے نکل گیا۔ اب اس کے اور لیوڈا وغیرہ کے دماغ میں بھی جگہ نہیں مل سکتی تھی۔ ہم دونوں ہمارے ہوئے سپاہیوں کی طرح اپنے اپنے گھر واپس آ گئے۔

میں نے لیوڈا کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا "میں نے تمہیں بائیکاٹ کر کے مستحقاً سکودٹ کے دماغ میں رہو گی لیکن تم وہاں نہیں تھیں۔ ثانی نے موقع بیکرا سے ٹریپ کر لیا۔"

"میں مجبور تھی، نماز کا وقت ہو گیا تھا۔ آپ سب اپنے اپنے معاملات میں مصروف تھے میں نے سوچا مغرب کی نماز مختصر ہوئی ہے۔ میں جلدی واپس آجاؤں گی لیکن عبادت سے واپس آئی تو میں نے پاسکوٹ کو بے ہوش پایا۔"

"نماز نے اور ہماری لاڈلی نے ہمیں میدان چھوڑنے پر مجبور کیا۔" میں اس قدرت کا کوئی عہدہ ہے۔ آگے آگے دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے۔"

دودن گزر گئے۔ ہمیں کچھ معلوم نہ ہو سکا کہ ہم نے جتنے ٹیلی ویژن جاننے والوں کو اپنے قابو میں کیا تھا، وہ کہاں گئے؟ اور اب کس حال میں ہیں؟

بے ہوشی کے بعد ہوش و حواس میں آنے کے لئے چند منٹ بھی لگتے لگتے ہیں چند گھنٹے بھی لگتے ہیں اور چند دن بھی گزر جاتے ہیں۔ میں وقفہ وقفہ سے لیوڈا کے دماغ میں جاتا رہا۔ خیال تھا کسی وقت بھی وہ آنکھ کھولے گا اور حواس میں رہے گا تو پھر ایک بار اسے قابو میں لانے کی کوشش کروں گا لیکن اس کے دماغ کو نرائنا مرشدین کے تابع کر دیا گیا تھا۔

اس مشین میں ایک چھیل ایسا تھا جس کے چار آلات انسانی کھوپڑی کے چاروں طرف لگائے جاتے تھے۔ پھر جب تک مشین آن رہتی تھی تب تک وہ دماغ بیرونی اثرات قبول نہیں کرتا تھا۔ خیال خونی کی لہریں بھی بے اثر ہو جاتی تھیں۔ اس لئے میں دوبارہ لیوڈا کے دماغ کو نہ پاسکا۔

صرف لیوڈا ہی نہیں اس کے کسی طاقت ٹیلی ویژن جاننے والے کو بھی دوبارہ نہ پاسکا۔ سب ہی کو اسی طریقہ کار کے مطابق مشین کے ذریعہ ٹریپ کر دیا گیا تھا۔ سپر ماسٹر اور جان لیوڈا اسے اتنے اہم عہدے دار تھے کہ ثانی نے انہیں نئی زندگی دے کر ملک کی ذوقی ہوئی بغض کو سنھالا دیا تھا۔ دوسرے ٹیلی ویژن جاننے والوں کو بھی مجھ سے چھین کر تمام حکمران اور اعلیٰ عہدے داران کے دل بیت لے لئے تھے۔

اس کی حمایت میں مبارک باد کے ساتھ یہ مطالبات پیش کئے جا رہے تھے کہ سلوان (ثانی) کو سپر ماسٹر کے برابر کوئی عہدہ دیا جائے یا اسے سپر اڈام کا خطاب دے کر خصوصی اختیارات دے جائیں۔ لیوڈا فخر سے کہنے لگا "سلوان میری بیٹی ہے۔ میری ایسی دریافت ہے جس پر پوری قوم فخر کرتی رہے گی۔"

ہوئی میں نے کہا ”مجھے دو بار سپر بائرنے والی سلوان ہے۔
میں اسے سلام کرتا ہوں اور اسے سپر ادا م تسلیم کرتا ہوں۔“
جان لیوڈ نے کہا ”فراز خرم رشین کے ذریعے دوئے ملی
پیشی جائے والوں کا اضافہ ہوا ہے۔ وہ دونوں آئندہ سپر ادا م
سلوان کے حکوم اور تابعدار رہیں گے۔“
سپر بائرنے کہا ”میں صرف جان لیوڈ اس اہم معاملات میں
مشورے لیا کرتا تھا۔ آج سے سپر ادا م میری مشیر خاص رہیں
گی۔“

زیدہ روپوش رہ کر کام کرنا چاہتا تھا۔
 ”روپوش رہنے سے بھی بات نہیں بنے گی۔ بچپن کا بار بار ہمارے ایک گولڈن برین کے دماغ میں پیچ کر آتین کا سانپ بچا گیا تھا۔ گولڈن برین زور ہمارے خیال خوانی کرنے والوں کی قلم پھر آتین کے سانپ پیدا ہو سکتے ہیں۔“
 ”کیا تمہارے ذہن میں ایسے دشمنوں سے بچاؤ کی تدبیر ہے؟“
 ”ایک ہی بات سمجھ میں آئی ہے کہ میں کارمن کی حیثیت نہ کم ہو جاؤں اور یہاں کسی دوسرے روپ میں رہوں۔“
 ”کارمن کی شخصیت کو کم کر کے تو دوسرے روپ میں گولڈن برین کر نہیں رہ سکتے۔“
 ”یہ عارضی طور پر ہو گا۔ آپ صرف دو گولڈن برین زور کو تمہارا اور جان نوبل کی حمایت حاصل کر کے یہ ظاہر کریں کہ گولڈن برین کارمن بھیرالپاکستان کے خلاف ایک خفیہ مشن گیا ہے۔“
 ”ٹھیک ہے یہ آج ہی ہو جائے گا۔ اس کے بعد کیا کروں؟“
 ”آپ ملٹری انٹیلیجنس کے ہال بیرومن نامی نوجوان کو چھٹی پر اور پمپج ویس جو ایلپا کے جنگل میں ملازم کی حیثیت رہتا ہے۔ میں پال بن کر رہوں گا۔“
 ”تم ایلپا سے بے زار رہتے ہو پھر اس جنگل میں رہنا چاہتا ہو؟“

مجھے میرے اندازے کے مطابق اب وہ مجھ سے نہیں ٹکرائیں گے۔ قہرال کو فریاد بیانے کی غلطی کر کے وہ بہت بڑے نقصان سے دوچار ہونے والے تھے۔ انہوں نے دیکھا تھا کہ میں صرف ایک قہرال کی ذور پکڑ کر لیوڈا اور ہیرا سرائٹک بیچ گیا تھا اور انہیں بھی بکڑ لیا تھا۔

ایسے نقصان دہ تجربات وہ دوچار ہونے کے بعد وہ مجھ سے کتراہیں گے اور وہاں الپا اور میجریا رڑے کی موجودگی سے فائدہ اٹھا کر دوسرے گولڈن ریشز کو بھی اپنا تابعدار بیانے کی چالانک کر رہے ہوں گے۔

وہ آری تھی۔ امیگریشن کاؤنٹر سے پارٹیشن کے دروازے کی طرف آری تھی۔ علی سوچتا ہوا، سمجھنے کی کوشش کرتا ہوا دروازے کے قریب آیا اور اسے وہ باہر آئی۔ پھر علی کو دیکھ کر ٹھک مٹی۔ علی اسے دیکھ کر جہاں تھا وہیں ٹھک مٹی۔

دونوں کے دل تیزی سے دھڑک رہے تھے۔ دونوں کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ بات کیا ہے جو دوسروں کو ان کی اصلیت کے اندر لے جا رہی ہے۔

[illegible]

کتابت اپلی کیشنز: ● پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی ۱

سونا ٹائی چند لمحوں تک کم کم کمری رہ گئی۔ اسگریٹ کے
میں پر علی تیرو کو دیکھ کر یوں کہ جیسے وہ اپنا بے علی نے بھی ٹائی
کو دیکھ کر ہی محسوس کیا تھا۔ یہ چند لمحوں کی بات تھی۔ پھر ٹائی
جیسے ہوش میں آگئی۔ اس نے فوراً ہی خیال خوانی کے ذریعے بھر
سے کہا "بیچے کیا کر رہے ہو فوراً میرے پاس آؤ۔ میرے سامنے
ایک اجنبی نوجوان ہے۔ یہ مجھے شناسا لگا ہوں سے دیکھ رہا ہے۔ کیا
الپا اسے جانتی ہے؟"

بجبریاڑ لے بیچے دے گیا تھا۔ جلدی سے ٹائی کے برابر آیا پھر
علی کو دیکھ کر سوچ کے ذریعے بولا "یہ بال بیلین ہے" انٹلی جنس کا
ہمت ہی دین جاسو! الپا کے ہنگلے میں ملازم کی حیثیت سے رہتا
ہے۔"

ٹائی نے مسکرا کر آگے بڑھتے ہوئے علی سے کہا "ہیلو! اچھے
اتنے غور سے کیوں دیکھ رہے ہو؟"

علی نے کہا "مادام! تم نیکار کہیں اور ایک ہفتے میں بالکل
بدل گئیں۔ تم وہ نہیں ہو جو یہاں سے گئی تھیں۔"

ٹائی کو یوں لگا جیسے الپا کے ہمیں میں پہچانی جا رہی ہے شاید
میک اپ میں یا الپا کی نقل کرنے میں خالی رہ گئی ہے۔ بھرنے
پوچھا "سفر الپا کی تم یہ کتنا چاہتے ہو یہ ہمارا الپا نہیں ہے؟"

"بے شک ہیں۔ سر سے پاؤں تک مادام الپا ہیں لیکن ایک
ی ہفتے میں صحت مندی شاندار ہو گئی ہے۔ بدن کی رگت پہلے سے
زیادہ گہرے تھی ہے۔ اگر میں ڈیوٹی پر نہ ہوتا تو حسن کی اس نئی بمار پر
شاعری ضرور کرتا۔"

وہ ہنسی ہوئی بولی "پہلے تم نہایت منجمد تھے۔ ایک ہفتے میں
تمہارے اندر بھی تبدیلی آئی ہے۔ بہت زندہ دل ہو گئے ہو۔"

علی نے اس کے ہاتھ سے اپنی لپٹے ہوئے کہا "یہ میری ڈیوٹی
ہے۔ آئیے۔"

وہ تینوں ازپورٹ کی عمارت سے باہر آئے۔ الپا اور بھرنے
لے الگ الگ گاڑیاں آئی تھیں۔ بھرنے نے کہا "الپا! اچھے! اچھے
ایک اہم میٹنگ انڈیز کا ہے تم بھی ہنگلے میں پہنچ کر کپیوٹروں
میں رہنا۔ اس میٹنگ میں تم سے بھی گفتگو ہوگی۔"

وہ اپنی گاڑی میں چلا گیا۔ علی نے ٹائی کے لئے پچھلی سیٹ کا
دروازہ کھولا۔ وہ بولی "اگر تم ذرا تیر کو تو میں سامنے بیٹھوں
گی۔"

"میں ملازم ہوں، ہمیں میرے ساتھ نہیں بیٹھنا چاہیے۔"

"تم ایک نامی گرامی جاسوس ہو۔ مجھ سے کتنے نہیں ہو۔"

"جب تک ملازم کے ہمیں میں ہوں، دنیا والوں کو دکھانے
کے لئے ہمیں بالکل کی حیثیت سے پیچھے بیٹھنا چاہیے۔"

وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ علی نے اس کی اپنی آگے رکھی پھر
اسٹیرنگ سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ ٹائی اسے چور نظروں سے دیکھتے
ہوئے سوچ رہی تھی "پال کو پلے باری دیکھتے ہیں میں کہاں کو گئی تھی؟"

آخر اس میں کیا غامض بات ہے؟"

بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ وہ بہت سی محسوس مزاج تم
اس کا خیال تھا کہ آج تک کسی نے اسے متاثر نہیں کیا۔ پھر
نوجوان پہلی ملاقات میں اپنی طرف کیسے کھینچ رہا ہے۔ الپا
بات ہے جو اس میں کشش رکھتی ہے؟

اسے نظروں کے پہلے تصادم کا خیال آیا۔ تب کچھ کھنکھ
آ رہی ہے۔ یہ لگا ہوں کی شناخت کب اور کہاں ہوئی تھی؟ آ
کتے دن، کتنے برس گزر گئے ہیں کہ یہ نوجوان یادداشت میں کھ
نہیں رہا ہے؟ یہی محسوس تھا جو اسے بے چین کر رہا تھا۔

ایسے ہی وقت میں نے علی سے رابطہ کر لیا۔ وہ کارڈز آیا
ہوا ایک شاہراہ سے گزر رہا تھا۔ اس نے کہا "پاپا! کچھ کپڑے
پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی حسین مجھے الپا نہیں لگ رہی ہے۔ یہ
ایسی نظروں سے دیکھ رہی ہے جیسے پہچانے کی کوشش کر رہی ہو۔"

میں نے کہا "پھر تو یہ اپنا جنس دور کرنے تمہارے دماغ
آنے کی" میں رہوں گا تو تم اس کی سوچ کی لمبوں کو محسوس نہ
کر سکو گے میں پھر آؤں گا۔"

ہم حالات کو ہر پہلو سے سمجھتے ہوئے عمل کرتے ہیں۔ ا
لے دشمنوں کی گرفت میں مشکل ہی سے آتے ہیں اور آتے ہیں
پھر حالات کو خوب سمجھنے کے باعث گرفت سے نکل جاتے ہیں۔
وہ باغ منڈ کے بعد ہی علی کے دماغ میں آئی اس نے فوراً
سائنس دان کہ گاڑی سڑک کے کنارے روک لی۔ ٹائی نے پ
"کیا ہوا؟"

وہ بولا "مادام! ابھی میں نے پرانی سوچ کی لمبوں کو محسوس
تھا" آپ ہوشیار رہیں۔ کوئی دشمن میرے ذریعے آپ کو دیکھا
سمجھنا چاہتا ہے۔"

وہ کمری ٹوٹتی ہوئی نظروں سے علی کو دیکھتے ہوئے بولی
دشمن نہیں تھا۔ میں نے تمہارے خیالات پر ہنسنے کی کوشش
تھی۔"

"مگر میں سائنس نہ دیکھتا تو آپ پڑھ لیتیں؟ کیا آپ ہم
ہاتھیں کر رہے ہو یا نہیں ہیں؟"

"جانتی تھی۔ پھر بھی سوچا شاید کسی کمزوری یا شراب نوشی
باعث تم مجھے محسوس نہیں کر سکو گے۔"

"آپ پہلے چوری چھپے میرے دماغ میں کبھی نہیں آئیں
کیا بات ہو گئی؟"

وہ بولی "تھوڑی دیر بعد ایک اہم میٹنگ ہے" مجھے ہنگلے
ہے۔ گاڑی چلاؤ۔"

وہ بولا "آپ کے پاس موبائل فون ہے۔ میٹنگ سے
آپ کو فون پر اطلاع ملے گی۔"

"جانتی ہوں۔ مجھے ایسے بتا رہے ہو جیسے میں پہلی بار الپا

بجبریاڑ رہی ہوں۔ گاڑی آگے بڑھاؤ۔"

"آپ حکیمانہ انداز اختیار کر رہی ہیں۔ جبکہ میں دنیا والوں
سے سامنے ملازم ہوں۔ اور حقیقتاً انٹلی جنس کے شعبے میں آپ کا
ماہر نہیں ہوں۔ تمہاری میں آپ کو تم کہہ سکتا ہوں۔ مادام! میں
الپا کہہ کر مخاطب کر سکتا ہوں۔"

"تم جانتی باتیں کیوں کر رہے ہو؟"

"میں نے کہ تم نے ملکہ عالیہ کے انداز میں گاڑی چلانے کا
حکم دیا تھا۔ آئندہ یاد رکھو اور تمہاری میں دوستانہ انداز اختیار
کر۔"

"میں بھی کسی کا حکم برداشت نہیں کرتی۔ مگر تمہارے لیے
میں نرمی اور دوستی ہے اور پتا نہیں کیوں میرا دل تمہارا دوست
ہو رہا ہے۔"

"دل کی دوستی کو عشق کہتے ہیں۔"

"وہ تو۔ میرا یہ مطلب نہیں ہے۔ تم ایک عرصے سے میرے
خلافہ بن کر ایک ہی ہنگلے میں رہتے آئے ہو۔ سوچتی ہوں پہلے ہمیں
دوست کیوں نہیں بنایا۔ آج تم میں کشش کیوں محسوس ہو رہی
ہے۔ کیا تمہارا بھیر میں نہیں ہوا میرا مزاج اچانک ہی تمہارے
لئے مائل تھا نہ ہو گیا ہے؟"

وہ کار اشارت کر کے آگے بڑھاتے ہوئے بولا "سچ پوچھو تو یہی
میرے دل کی کیفیت ہے۔ میں پہلے بھی تم سے متاثر نہیں ہوا۔
آج نہ جانے کیوں تمہاری آنکھوں میں دیکھتے رہنے کو مایا چاہتا
ہے۔"

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگی۔ کیا الپا کا ایک اپ کرتے وقت
آنکھوں کی تبدیلی میں کوئی خالی رہ گئی ہے؟ یہ بال بیلین کا دل
کیوں چاہتا ہے کہ میری آنکھوں میں دیکھتا رہے؟

وہ پوری تیزی سے الپا بن کر آئی تھی۔ اتنی ذہن اور تیز طرار
تھی کہ کوئی اس پر شبہ نہیں کر سکتا تھا لیکن اسرا نقل کی زمین پر
قدم رکھتے ہی بالکل گھبرا گیا تھا۔ عجیب بات یہ تھی کہ خود اس کا دل
پال کی طرف مائل ہو رہا تھا۔

کار ہنگلے کے احاطے میں پہنچ کر رک گئی۔ علی نے اپنی سیٹ
سے نکل کر پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ ٹائی نے کار سے نکلے ہوئے
کہا "میں اپنے بیٹہ دوم میں شمار ہوں گی۔ آدھے گھنٹے تک دسترب
نہ کرنا۔"

وہ اطمینان سے چلتی ہوئی ہنگلے کے برآمدے میں آئی اس نے
الپا اور بجبریاڑ لے کے ذریعے ہنگلے کا پورا نقشہ معلوم کیا تھا۔ یہ
جانتی تھی کہ وہاں کتنے کمرے ہیں اور اس کی خواب گاہ ہنگلے کے
کمرے میں ہے۔ اس نے خواب گاہ میں پہنچ کر دروازے کو اندر
سے بند کر دیا۔ پھر ایک صوفے پر بیٹھ کر بجبریاڑ لے کے پاس پہنچی
"میں اپنے ہنگلے میں پہنچ گئی ہوں۔ اہم اجلاس کب شروع
وگا۔"

"عجیب ایک گھنٹے بعد۔ بانی دی دے کوئی پریشانی تو نہیں
ہو رہی ہے؟"

پریشانی تو ہو رہی تھی لیکن یہ نہیں کہہ سکتی تھی کہ وہ پال کی
آنکھوں سے انہیں میں بھی پڑتی ہے اور متاثر بھی ہو رہی ہے
پھر پال بھی اس کی آنکھوں سے متاثر رہا ہے۔ ایسی باتیں بھیرا
لیوڈا سے کہتی تو سب اسے دل کا معاملہ سمجھتے۔ جبکہ وہ پہچانی جانے
کے اندیشے میں مبتلا ہو رہی تھی۔

اس نے بجبریاڑ لے سے کہا "مئی! اچھا! کوئی پریشانی نہیں
ہے۔ جیسے ہی میٹنگ شروع ہو، مجھے فون پر اطلاع دینا۔"

اس نے رابطہ ختم کیا۔ میٹنگ کے لئے ابھی ایک گھنٹہ باقی
تھا۔ اس نے سوچا غسل کر کے لباس بدلے گی۔ ہنگلے کے دروازوں
اور الماریوں کی چابیاں گورنر مار تھا کے پاس رہتی تھیں۔ اس
نے مار تھا کو بلانے کے لئے دروازہ کھولا تو سامنے علی کھڑا تھا۔ اس
نے پوچھا "مار تھا کہاں ہے؟ یہں سے کو الماری کھولے اور لباس
ٹکائے" میں غسل کروں گی۔"

وہ کمرے میں آکر بولا "لیکن اس الماری میں میرے کپڑے
ہیں۔"

"میں تمہارے کپڑے کیوں ہیں؟"

"اس لئے کہ یہ میرا بیٹہ دوم ہے۔"

"کیا؟" وہ حیران ہوئی فوراً سمجھ میں آ گیا کہ اپنے بیٹہ دوم کو
پہچانے میں غلطی کی ہے۔ اس نے پوچھا "کیا کمرے تبدیل ہو گئے
ہیں؟"

علی نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا "کوئی تبدیلی
نہیں ہوئی۔ میں ہمیں اپنے ہنگلے میں لایا ہوں اور تم اسے اپنا ہنگلا
سمجھ رہی ہو۔"

وہ ایک دم سے اچھل کر ایک قدم پیچھے گئی پھر حملہ کرنے کے
انداز میں بیٹھارل کر بولی "تو تم نے فراڈ کیا ہے؟"

وہ بولے "میرے ہونے انداز میں بولا "ہم دونوں فراڈ ہیں۔"

وہ ذرا مطمئن ہوئی کہ اس کے سامنے کوئی اسرا نقلی جاسوس
نہیں ہے۔ اس نے پوچھا "کون ہو تم؟"

"تم راستے میں میرے اندر نہ پہنچ سکیں۔ میں ٹیلی ویژن کی
بغیر تمہارے اندر دیکھ رہا ہوں۔ اسے زبان کتنے ہیں۔"

"میں پوچھ رہی ہوں، کون تم؟"

"بیوٹی نہیں ہوں۔ تمہارے ہی قبیلے سے تعلق رکھتا ہوں۔
تم سپراسٹر کی بیٹی ہو۔ میں ماسک میں کاچھ ہوں اور ایک عطا
انداز کے مطابق کہہ سکتا ہوں کہ تمہارا نام سلوان ہے۔"

"اوہ مجھے افسوس ہے۔ اس قدر صحیح انداز سے کے بعد تم
یہاں سے زندہ نہیں جاؤ گے۔"

"تم نے دشمنی کی تو تمہارے متعلق میرا بھی یہی خیال ہو گا،
زندہ نہیں جاسکو گی۔"

”شاید تم نہیں جانتے کہ میں کتنی خطرناک فائز ہوں۔“
”صرف خطرناک فائز ہی نہیں ہلاک ذہن بھی ہو۔ موجودہ حالات پر قابو پانے کے لئے جنگ سے پرہیز کرنا اور صلح کا راستہ اختیار کرنا۔“

اسی وقت گورنر ارحمان نے آکر کہا ”مارک میڈم! میں یہی کہیں میں مصروف تھی۔ کیا میں دیوہات کی الماری کھولوں؟“
ٹائی نے گھور کر علی کو دیکھا۔ گورنر ارحمان کی موجودگی بتادی تھی کہ وہ بگلا الپا ہی کا ہے۔ وہ ارحمان سے بولی ”مجھے چاہیوں دو اور باؤ۔“

وہ چاہیوں دے کر چلی گئی۔ ٹائی نے علی سے کہا ”زبردست فراڈ ہو۔ یہ الپا ہی کا بگلا ہے۔“
”اور میرے سامنے کھڑی ہوئی الپا نے اپنے بچنے کو نہیں بچانا۔“

”تم نے بڑی ہوشیاری سے مجھے بے نقاب کیا ہے۔ میں تمہاری ذہانت کی داد دیتی ہوں۔ مجھے یقین ہے تم نے میرے جھگڑوں سے بچنے کے لئے کوئی حلقہ اختتام کیا ہو گا۔“

”واہ! میری ذہانت کی داد دیتی ہو اور بڑی ذہانت سے میرا طریقہ کار معلوم کرنا چاہتی ہو۔ چلو بتا دیا ہوں، ابھی تم چند منٹ کے لئے اپنے بیڑہ دم میں بند ہو گئی تھیں۔ میں نے اتنی دیر میں تمہاری اصلیت کھپڑ ٹرڈسک میں ریکارڈ کی اور اسے ایسی جگہ چھپا دیا ہے جس کا علم صرف میرے اسسٹنٹ کو ہے۔ اب یہ سمجھنا ضروری نہیں ہے کہ مجھے کوئی نقصان پہنچا تو میرا اسسٹنٹ کیا کرے گا۔“

وہ سوچنے کے انداز میں چلتی ہوئی ایک صوفے کے پاس آئی پھر اس پر بیٹھ کر بولی ”ایک بات سمجھ میں نہیں آئی۔ جب تمہیں میری اصلیت معلوم ہو گئی تھی تو تم نے اپنی اصلیت ظاہر کرنے کی حماقت کیوں کی؟“

”میں سچی بات کوں گا کہ دل سے مجبور ہو گیا ہوں تو یقین نہیں کروں لیکن خود کو تو شاید سمجھ میں آجائے کہ ہمارے درمیان ایسی کوئی بات ہے ایسا کوئی بولا ہوا تعلق کہ ہم پہلی بار ایک دوسرے کو دیکھنے ہی شکوک کئے تھے۔“

وہ دل ہی دل میں قائل ہو رہی تھی۔ اسے بھی کوئی بولا ہوا سا تعلق محسوس ہو رہا تھا اور وہ یہ سمجھ کر نظر انداز کر رہی تھی کہ نوجوانی میں دل بیک رہا ہے۔ اسے پہلی نظر کی محبت سے خود کو بچا کر رکھنا چاہئے۔

علی نے کہا ”میں اپنی اصلیت ظاہر کر چکا ہوں اس خیال سے کہ تم میرے دل کو سمجھو گی۔ جو دل میں جھانک کر دیکھ لیتے ہیں وہ انسان کو سمجھ لیتے ہیں۔ پھر سمجھنے کے لئے خیال خوانی کی ضرورت نہیں رہ جاتی۔“
”ہو سکتا ہے تم کسی مصلحت سے ابھی دوستی کرنا چاہتے ہو۔ کوئی کام نہ لے کے بعد میرا راز فاش کر سکتے ہو۔“

”تمہارے اسی شیے کو دودھ کرنے کے لئے خود کو کھلی کتاب کی طرح پیش کر چکا ہوں۔ تم ہی جب چاہو میری اصلیت کا بھانڈا بھرا سکتی ہو۔“

”بے شک ہم دونوں ایک ہی شے کے سوار ہیں جب چاہیں ایک دوسرے کو ڈوب سکتے ہیں۔“

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ وہ اٹھ کر فون کے پاس آئی۔ پھر آئیڈیو کیا۔ دوسری طرف سے بیجریاؤ نے کہا ”دس منٹ بعد میننگ شروع ہوگی۔ میننگ کی ابتدا میں تمہیں طلب نہیں جائے گا۔ پہلے مجھ سے گفتگو ہوگی۔“

”میں سمجھ گئی“ جب تک مجھے بلایا نہیں جائے گا۔ تم تمہارے دماغ میں رہ کر اجلاس کی کارروائی دیکھتی رہو گی۔“
اس نے ریسور رکھ دیا۔ علی نے کہا ”میں بھی اجلاس کارروائی دیکھنا چاہتا ہوں۔“

”جب یہاں الپا تھی تب تم اجلاس میں شریک ہوتے تھے؟“
”جی ہاں تھی“ اب تم ہو۔ تب پال بیرلین تھا۔ اب ہوں۔ تمہاری طرح میں بھی گولڈن برنز کے اندرونی معاملات معلوم کرنا چاہتا ہوں اور یہ تمہارے ذریعے ممکن ہے۔“
”کیسے ممکن ہے۔ میں تو پہلی ہی جیسی کے ذریعے بیجریاؤ کے رہوں گی۔“

”لیکن جب الپا کو اجلاس میں بلایا جاتا تھا تو وہ کھپڑ ذریعے وہاں کی کارروائی معلوم کرتی تھی۔ تم بیجریاؤ کو وہ کھپڑ ٹرڈی دی کے ذریعے وہاں کی تمام گفتگو یہاں شکر کر۔“

”میں تمہارے کھپڑ ٹرڈسکرین پر وہ گفتگو یہاں شکر کر۔“
”کم کام میں بڑی بن گئے ہو۔ ہم نہیں چاہتے تھے کہ کرا برنز کے اندرونی معاملات تک ہمارے سوا کوئی پہنچے مگر تم ذریعہ بنا رہے ہو۔“

”سلوان! تمہارے موجودہ حالات ایسے ہیں کہ ان حالات سے سراسر اور جان لیوڑا آگاہ کرو گی تو وہ میری جان کے ذمہ بن جائیں گے۔ خوب سوچ سمجھ کر فیصلہ کرو۔ کیا انہیں اصلیت بتاؤ گی۔ جب وہ دشمنی کریں گے تو کیا ہماری دوستی رہے گی۔“

”ابھی ہماری دوستی نہیں ہوئی ہے۔“

”اور دشمنی بھی شروع نہیں ہوئی ہے۔“

”ابھی میں سوچ رہی ہوں کہ تم پر کس حد تک بھروسہ آہوں۔“

”جب تک سوچتی رہو اور فیصلہ کرتی رہو تب تک یہ اپنے سینے میں چھپانے رکھو۔ میں ابھی تمہارے راز کا امین آگاہ یا رکھو کسی بھی چالاک سے دھوکا نہ کرنا۔ یہاں میرا ایک دشمن نہیں ہے۔ اگر کسی نے مجھ پر قاتلانہ حملہ کیا تو میں؟“
گاکہ تم نے خیال خوانی کے ذریعے لیوڑا کو میری اصلیت

ہے، جس کے نتیجے میں مجھ پر گناہ ملے ہو رہے ہیں۔“
وہ ایسی پوزیشن میں تھی کہ علی کے خلاف کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ اگر لیوڑا کو معلوم ہو جاتا تو وہ ضرور علی کو ہر صورت میں ختم کرنے کی کوششیں شروع کر دیتا۔ یوں علی بھی سلوان کی حیثیت سے اسے غار کر دیتا۔

اس نے پوچھا ”کیا سوچ رہی ہو۔ دس منٹ گزر چکے ہیں۔ راجنٹ کھپڑ ٹرڈ میں دم چلو اور بیجریاؤ کو ہمیں گولڈن برنز کی گفتگو نہ سنانے۔“

اس نے خیال خوانی کے ذریعے بیجریاؤ سے رابطہ کیا۔ پھر علی کے ساتھ پراجنٹ ٹرڈ میں دم چلو اور بیجریاؤ کو ہمیں گولڈن برنز کی گفتگو نہ سنانے۔“
اس نے خیال خوانی کے ذریعے بیجریاؤ سے رابطہ کیا۔ پھر علی کے ساتھ پراجنٹ ٹرڈ میں دم چلو اور بیجریاؤ کی وی وغیرہ پنڈل کرنے لگے۔

بیجریاؤ نے کہا ”کھپڑ ٹرڈی دی اسکرین سے تمام گولڈن برنز کے کپڑوں کا رابطہ تھا اور یہی رابطہ ٹائی نے الپا کے کھپڑ ٹرڈ قائم کیا تھا۔“

ایک گولڈن برنز راجر موس پوچھ رہا تھا ”ہیلو بیجریاؤ! تمہارا سفر الپا کے ساتھ کیا رہا؟“
اسکرین پر بیجریاؤ کی تحریری جواب ابھرا ”ہمت کا سیاب سترہا ہے۔ اتنا کا سیاب کہ آپ لوگ توقع بھی نہیں کر سکتے۔“

دوسرے گولڈن برنز نے اپنے کھپڑ ٹرڈ کے ذریعے پوچھا ”وہ کاسالی کیا ہے جو ہماری توقع سے بھی زیادہ ہے؟“
بیجریاؤ نے کہا ”ہم نے زانانہ مر مشین کا سراغ لگایا ہے۔“

”کیا واقعی! ہمیں تو یقین نہیں آ رہا ہے۔ بیجریاؤ نے سراغ کیسے لگایا؟“
”میں نے نہیں“ الپا نے یہ کمال کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں آپ لوگ اسے اجلاس میں شریک کریں اور اس کے ذریعے مشین کے متعلق رپورٹ سنیں۔“

”ٹھیک ہے بیجریاؤ! اسے کال کرو۔“
ایک منٹ بعد علی کے ساتھ بیجریاؤ نے ٹائی سے کھپڑ ٹرڈ کے ذریعے تمام گولڈن برنز کو مخاطب کیا ”ہیلو ایوری باڈی! میں الپا آپ سے مخاطب ہوں۔“

راجر موس نے کہا ”بیجریاؤ! ہمیں زانانہ مر مشین کی خوش خبری سنا رہے ہیں۔ کیا تم تفصیلی رپورٹ پیش کر سکتی؟“
”جی ہاں“ میاں نے عیاد رک جاتے وقت میں نے سوچ لیا تھا کہ امریکی فوجی افسران کے دماغوں میں جب بیٹائی جاؤ گی۔ شاید ایسی طرح جان لیوڑا اور سراسر تک پہنچ جاؤ گی۔ ایسا تو نہ ہو سکا لیکن میں ایک ایسے افسر تک پہنچ گئی جس کا تعلق سیاحتی جی جی فوج سے تھا۔“

اسکرین پر تحریر بد لگئی۔ ٹائی کی تحریری رپورٹ ابھرتی باہر تھی اسکرین پر لکھا تھا ”اس جی جی فوج کے افسر کا نام ہنری ایڈمز ہے۔ پہلے وہ امریکی آبدوز۔۔۔۔۔۔ کا کپٹن تھا پھر اسے آبدوز

سے ہٹا کر جنگی کے سیاحتی فوجی ڈے میں ٹرانسفر کر دیا گیا۔ کچھ دنوں کا کام رہا نہیں تھا۔ کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا اس کے دماغ میں پہنچ سکتا تھا۔ چاہے میں پہنچ گئی۔“

ایک گولڈن برنز نے سوال کیا ”ہنری ہربرٹ کو آبدوز سے کیوں ہٹا دیا گیا؟“

”اس نے گولڈن برنز مر مشین کو سمندر کی گہرائیوں میں اس آبدوز جہاز کے اندر لے جا کر چھپا دیا ہے اور وہاں یہ گا جائے والے افسروں اور سپاہیوں کی تقریر کی گئی ہے۔“

ایک گولڈن برنز جان فون نے کہا ”شاباش! الپا! تم نے ہماری توقع سے زیادہ اہم معلومات حاصل کی ہیں۔ اگرچہ اس آبدوز میں ہمارے سراغ رساؤں اور جانوں کا پتہ نہیں مل سکتا ہے لیکن باقاعدہ پلاننگ کر کے ناممکن کو ممکن بنایا جا سکتا ہے۔“

گولڈن برنز اسکوڈی تھا نے کہا ”الپا! تم ملک اور قوم کے لئے بڑے بڑے کارنامے انجام دیتی آئی ہو۔ تمہاری حب الوطنی اور ذہانت کا جواب نہیں ہے۔“

ٹائی نے تحریر کے ذریعے کہا ”جواب ہے۔ میں نے گولڈن برنز کارمن کو خود سے زیادہ ذہین تسلیم کرتی ہوں۔ میرا خیال ہے اگر کارمن کو زانانہ مر مشین حاصل کرنے کی ذمہ داری دی جائے تو وہ اس سلسلے میں بہترین پلاننگ کرے گا۔“

”ہم تمہارے مشورے پر غور کریں گے۔ لیکن کارمن کو ملک سے باہر لے دیا جائے۔“

ٹائی کو ذرا ایسا ہی ہوئی۔ جبکہ کارمن (علی) اس کے پاس ہی بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے پچھلے دنوں جان لیوڑا کے منصوبوں کو نام یاد کیا تھا۔ لیوڑا نے گولڈن برنز کے درمیان تقریباً جگہ بنائی تھی۔ علی نے اسے وہاں سے اکھاڑ پھینکا تھا۔ اب ٹائی اس مشن پر آئی تھی کہ کارمن کو زندگی سے اکھاڑ پھینکے اور پھر سے لیوڑا کو گولڈن برنز کی ٹیم میں گھسنے کا موقع دے۔

اس نے خیال خوانی کے ذریعے بیجریاؤ سے کہا ”تم سوال کرو کہ کارمن ملک سے باہر لے دیا گیا ہے؟ کیوں کیا گیا ہے؟ اور کب تک وہاں آئے گا؟“

بیجریاؤ نے یہ سوال کیا ”جواب ملا“ کارمن ایک اہم معاملے میں پاکستان گیا ہے۔ وہاں جب تک اس کا مشن پورا نہیں ہو گا، وہ واپس نہیں آئے گا۔“

ٹائی کو پھر ایسا ہی ہوئی، علی نے کہا ”تم کارمن کو بہت پوچھ رہی ہو“ کیا بات ہے؟ کیا اس سے عشق ہو گیا ہے؟“

”میں ایسی دایمات باتیں پسند نہیں کرتی۔ ہمیں پہلے سے سمجھنا ہوں۔ مجھے ہے کبھی عشق فزانی کی حماقت نہ کرنا۔ مجبوری کے باعث جس حد تک تعلق ہے اسی حد میں رہو۔“
”میں بھی پہلے سے ہمیں سمجھنا ہوں کہ میں پہلی نظر میں تم پر مرنا ہوں۔ تمہاری پہلی نظر اس بات کی گواہ ہے اور تمہارا دل

بھی یہی کہتا ہے کہ ہمارے درمیان کوئی انجانی سی کشش ایک دوسرے کے لئے ہے۔
 وہ اس حقیقت کو جھٹکا نہیں سکتی تھی مگر ادب سے انکار کرتے ہوئے بولی "کوئی کشش و دشت نہیں ہے مجھے فضول باتوں میں نہ الجھاؤ۔ کام کی باتیں کرنے دو۔"
 اسکرین پر تحریر ابھری تھی۔ ایک گولڈن برن کہہ رہا تھا۔
 "مس الپا! ہم زانفارمر میں تک پہنچنے کے لئے زبردست منصوبہ بنائیں گے۔ اس سلسلے میں جب چاہو بہترین مشورے دے سکتی ہو۔"
 ثانی نے کہا "بہترین مشورہ یہی تھا کہ اس منصوبے میں کارمن کو شریک کیا جائے۔ میں سمجھتی ہوں زانفارمر مشین کو حاصل کرنے کے ہم ساری دنیا پر حکومت کرسکتے ہیں۔ اگر میں درست سمجھ رہی ہوں تو مسٹر کارمن کو ضرور واپس بلانا چاہئے۔"
 راجرموس نے کہا "الپا! تم کارمن کو بہت زیادہ اہمیت دے رہی ہو۔ کیا تم اسے ہم سے زیادہ ذہین سمجھتی ہو۔ کیا تم اس کے بغیر کوئی ٹھوس پلاننگ نہیں کرسکتے؟"
 "میں آپ سب کو کارمن سے زیادہ تجربہ کار سمجھتی ہوں۔ لیکن خود آپ ہی لوگوں نے اسے غیر معمولی طور پر ذہین تسلیم کرکے گولڈن برن بنایا ہے۔ اس لئے مشورہ دے رہی ہوں کہ مشین کے معاملے میں بھی اس کی غیر معمولی ذہانت کو آزمایا جائے۔"
 "ٹھیک ہے۔ ہم تمہارے مشورے پر غور کریں گے۔ تم اجلاس سے جا سکتی ہو۔"
 ثانی نے وہ جگہ نکال لیا جس کے ذریعے تمام گولڈن برنز کو معلوم ہوتا تھا کہ الپا اجلاس میں موجود ہے۔ اس طرح وہاں سے رابطہ ختم ہو گیا لیکن سمجھنے اپنے کہیں نہ ٹٹی دی سے ثانی کے کہیں ہڑ کے ساتھ رابطہ قائم رکھا تھا۔
 اب ان میں سے ایک گولڈن برن مشورہ دے رہا تھا کہ مشین کا معاملہ گولڈن برن راجرموس کے سپرد کیا جائے۔ ثانی کو اس بات سے کوئی دلچسپی نہیں تھی کیونکہ مشین کی باتیں سرسرا فراڈ تھیں۔ وہ مشین سیای بیچ میں نہیں کسی دوسرے خفیہ اڈے میں تھی۔
 علی نے کہا "تم سپراسٹری دکھادو۔ مشین کا صحیح ٹھکانا کبھی نہیں بتاؤ گی۔ پھر یہ غلط ٹھکانا بتانے کا مقصد کیا ہے؟"
 "پال! یہ میرے معاملات ہیں۔ تم اپنے معاملات سے مطلب رکھو۔"
 "ٹھیک ہے۔ میں دو متاقد کے لئے اس سہروں میں ہوں۔ ایک تو یہ کہ یہاں ایک آدھ ٹیلی بیٹھی جانے والے کو اپنا دوست اور بانک میں کا وفادار بناؤں گا۔ مجھے خوشی ہے کہ تم دوست بنی جا رہی ہو۔"
 "اچھا ہے" انھوں نے ہنس دیا۔ میں تمہارے بانک میں

کے کسی کام نہیں آؤں گی۔"
 "اور میں تمہیں نہپ کرنے کی بھی کوشش نہیں کروں گا کیونکہ دوست پر جال نہیں پھینکا جاتا۔ ہمیں پہلے سے پلے کرلنا چاہئے کہ کون کسے نہپ کرے گا۔ خلا میں یہودی خیال خواتین کرنے والے سے مورکھ کو چھانسن کریموں سے لے جاؤں گا۔ تم کسی دوسرے ٹیلی بیٹھی جانے والے کو چھانسو گی تو میں تمہارے راستے میں نہیں آؤں گا۔ دیے کوئی لڑکی کسی مرد کو چھانے سے برا لگتا ہے۔"
 "تم بولنے بولنے اور ہو جاتے ہو۔ اپنی حد میں رہ کر لو کہو۔ اور بتاؤ۔ دوسرا متاقد کیا ہے؟"
 "یہ ہے کہ میں اپنے بانک میں کے ٹیلی بیٹھی جانے والے ایوان راسکا کو کسی گولڈن برن کے دماغ میں پھنساؤں گا۔ اگر اسراہیل کی داخلہ اور خارجہ پالیسیاں ہمیں معلوم ہوتی ہیں۔ ثانی نے اسے گھور کر دیکھا۔ جان لیوڑا گولڈن برن۔ پھر یارڈ لے کے اندر پھنسا ہوا تھا۔ اور اس کے ذریعے تمام گولڈن برن کی کارروائیاں دیکھنا چاہتا تھا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ علی کسی اور ٹیلی بیٹھی جانے والے کو وہاں پھنسا دے۔"
 وہ بولی "تمہارا یہ خواب پورا نہیں ہوگا۔ جب تک گولڈن برنز کی نیم میں کارمن ہے وہ ہم میں سے کسی کو وہاں پہنچنے دے گا۔"
 "اور یہ ہماری خوش نصیبی ہے کہ کارمن ملک سے باہر ہے۔"
 ثانی بے بسی سے پوچھا "کیا تم کسی طرح پچھا نہیں چم سکتے؟"
 "کیا تمہیں یہ پسند نہیں ہے کہ ہم گولڈن برنز کے درمیان جگہ بنائیں؟"
 "جگہ بنا کر کیا کرو گے؟ ذرا اپنے ملک کے حالات دیکھو۔ اوس سپرادر نہیں رہا۔ جتنے ممالک اس کی گرفت میں تھے وہ آزاد ہو رہے ہیں۔ تمہارے ملک کے فوج و تیس اشکارا افغانا سے چلی گئی ہے۔ کیا تم بھی اسراہیل میں شرمناک شکست کا بعد یہاں سے بھاگنا چاہتے ہو؟"
 "میں ہارنا یا ٹوٹنا نہیں چاہتا۔ ایسا وقت آنے سے پہلے رہا بدل دیتا ہوں۔ البتہ اس تاریخی حقیقت سے انکار نہیں کروں گا کہ ممالک سے ہمارے حکمرانوں کا اقتدار ختم ہو چکا ہے اور میں کسی سپرادر کے لئے کام نہیں کر رہا ہوں لیکن امید ہے دوس جلد ہی اپنا ٹھکانا ہوا وقار اور برتری حاصل کر لے گا۔"
 "اب ہم یہ خواب پورا نہیں ہونے دیں گے تمہاری؟ اسی میں ہے کہ ابھی سے راستہ بدل لوں۔ میں تمہیں آفریقا ہوں۔ میں تمہارے لئے بانک میں کو تو کیا دنیا کو چھوڑ سکتا ہوں تمہارے ملک کے حکمران کے فراڈ ہیں۔ گلے لگا کر پیچھے سے

گھونپتے ہیں۔"
 "میں تمہیں یقین دلاتی ہوں" چاہے جیسی خدائت لے لو۔ ہمارا سپراسٹری تمہیں بانک میں سے زیادہ عزت اور اعلیٰ حد دے گا۔"
 "تم کیا روٹی؟"
 "میں خدائت دوں گی۔"
 اس نے غلی کا ہاتھ تھام کر کہا "تو پھر اپنا ہاتھ بیشک کے لئے ہرے باتوں میں دے دو۔"
 وہ فراہم ہاتھ چمڑا کر بولی "یہ کیا حرکت ہے کیا تم سخیہ نہیں دے؟"
 "میں نہایت سخیہ گی ہے کہ رہا ہوں۔ خدائت کے طور پر تم کی تو مجھے ذہب کھانے کا اندیشہ نہیں رہے گا۔"
 "تم میں سے محبت کا اقرار کر کے بھی دھوکا دے سکتی ہوں۔"
 "میں صرف محبت سے پہلے والا نہیں ہوں۔ تم سے شادی کروں گا۔"
 "کیا یہاں دھوکا نہیں دیتی ہیں؟"
 "بے شک" لیکن پچھو جانے تو عورت کے پیروں میں ڈنچہ بجاتی ہے۔ شادی کے بعد پچھو ہو گا تو میں سپراسٹری دکھاؤں گا۔ جانوں۔ تم پھر بھی دھوکا نہ جاتو گی تو میں تمہاری گود سے اپنا پچھو چھین کر لے جاؤں گا۔ اس کے بعد تم مہتا سے مجبور ہو کر ایسی بیوی بن اؤ گی جیسی ایک بیوی ہوتی ہے۔"
 "کیا نکلوں کر چکے؟"
 "میں جو خدائت چاہتا ہوں" اسے تم نکلوں سمجھو گی تو تمہارے اسٹے الگ الگ ہوں گے۔"
 "بھی جو دوستی ہے" بس اتنی ہی رہے گی۔ اب جاؤ یہاں سے۔"
 "ٹھیک ہے۔ میں سرکاری طور پر یہاں ملازم کی حیثیت سے ایک کوئی خاص کام نہیں ہے تو جا رہا ہوں۔"
 "دو دنوں خفیہ کر کے سے باہر آئے۔ ثانی نے کہا "مجھے بتایا گیا ہے کہ تمہاری رہائش گاہ سامنے والے بنگلے میں ہے کیا تم وہاں سے پانی کھرا ل کر لے رہے تھے؟"
 "ہاں یہ سرکاری ڈیوٹی ہے۔ اب تم پر نظر رکھوں گا۔"
 "میں نہیں چاہتی کہ تم جاسوس کی طرح میرے پیچھے لگے ہو۔"
 "سوری۔ یہ میری ڈیوٹی ہے۔"
 "تم کی کچھ سرکاری جاسوس نہیں ہو۔"
 "دو دن بھر پیچھے لگتے ہیں۔ ایک جاسوس دوسرا دیوانہ۔ سرکاری ہند نہیں سمجھ رہی ہو تو مجھے لودیوانہ پیچھے لگا رہے۔"
 "اس سے رخصت ہو کر اپنی رہائش گاہ میں آجیو۔ اگر الپا کی

جگہ کوئی دوسری خیال خواتین کرنے والی آتی تو وہ اسے بے خدائت کرکے گولڈن برنز کی نیم میں ایک اور کارنامہ انجام دیتا۔ بعد میں اسی ٹیلی بیٹھی جاننے والی کو نہپ کرنے کا موقع نہیں دیتا۔ لیکن ثانی کو کسی کے سامنے بے خدائت نہیں کر سکتا تھا۔
 اور یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ جان لیوڑا اپنے معمول اور تابعدار بھجوا دے کے ذریعے گولڈن برنز کے درمیان رہے۔ یہ باتیں وہ راجرموس اور دوسرے گولڈن برنز کو بتا کر مہجر دشمن کا آلہ کار بننا ہوا ہے تو سب کو شہہ ہو گا کہ امریکا میں ہجرتی طرح الپا کو بھی نہپ کیا گیا ہوگا۔ اسے یہی خوشی مل کے ذریعے آلہ کار بنایا گیا ہوگا۔
 اگر وہ یہ شہہ دور کرنے کے لئے تخریبی عمل کے ذریعے الپا کے دماغ میں بھانٹنا چاہے تو انہیں ثانی نظر آتی۔ ان حالات کو سمجھتے ہوئے اس نے کسی کے سامنے ہجرتی بھی کمزوری ظاہر نہیں کی۔ یہ طے کر لیا کہ پھر ایک بار جان لیوڑا کو گولڈن برنز کے درمیان سے باہر نکال دے گا۔
 راجرموس نے مقررہ وقت کے مطابق زانفارمر پر رابطہ کیا۔ پھر پوچھا "ٹیلی بیٹھی کیا رپورٹ ہے؟"
 "سب ٹھیک ہے" لیکن سب ٹھیک ہو تب بھی میں مطمئن نہیں ہوتا۔"
 "تمہاری یہی غلی تمہیں کامیابی کے راستوں پر لے جاتی ہے۔ کیا تم جانتے ہو انہوں نے زانفارمر مشین کا سراغ لگایا ہے۔"
 علی نے انجان بن کر پوچھا "کیا الپا نے سراغ لگایا ہے؟"
 راجرموس نے جواباً یہ تفصیل بتائی کہ کس طرح الپا ایک فونی افسر کے ذریعے سیای بیچ کے اڈے تک پہنچی اور یہ معلوم کیا کہ مشین آبدوز جہاز میں چھپا کر رکھی گئی ہے۔
 علی نے تمام تفصیلات سن کر پوچھا "اس سلسلے میں آپ کا کیا خیال ہے؟"
 زانفارمر مشین کے خفیہ اڈے کا سراغ لگانا سچا کامیاب نہیں ہے لیکن الپا کوئی خیال خواتین کرنے والا کو کشش کرکے معلومات حاصل کر سکتا ہے۔ الپا کی رپورٹ کس حد تک درست ہے؟ پہلے اس کی تصدیق کی جائے گی۔ جب یقین ہو جائے گا کہ واقعی اس مشین کو سمندر کی کمرابی میں چھپا کر رکھا گیا ہے تو پھر اسے حاصل کرنے کی پلاننگ کی جائے گی" کیا تم کہتے ہو؟"
 "میں سوچ رہا ہوں کیا لیوڑا کو یہ معلوم نہیں ہوا ہو گا کہ الپا اور سمیرا اس کے ملک میں آئے ہیں۔ اگر معلوم ہوا ہو گا تو اس نے دور تک جال بھانٹنے کے لئے یہ چال چلی ہو گی کہ الپا کو اپنے ایک فونی افسر کے دماغ میں پہنچنے دیا ہو گا اور اب اس انتظار میں ہو گا کہ الپا کیا کوئی دوسرا خیال خواتین کرنے والا ذہین سراغ رسالوں کی نیم کے ساتھ سیای بیچ آئے اور وہ سب اس کے قیدی بن جائیں اور

ہمارا ایک خیال خواتین کرنے والا اس کا معمول اور تاجدار بن جائے۔

”یہ تمہاری قیاس آرائی ہے۔“
”کیسی۔ میرا مشورہ ہے۔ اس سلسلے میں کبھی ہمارے کسی ملکی جتنی جانے والے کو امریکا نہ جانے دیں۔“
”ہاں۔ ہم یہ احتیاط کریں گے۔“

رابطہ ختم ہو گیا۔ جبروڈا نے اپنی بیوی اور بچوں کے ساتھ ایک بنگلے میں رہتا تھا۔ اس کی طرح دوسرے گولڈن رینجز بھی مختلف علاقوں میں گھریلے زندگی گزارتے تھے ان کی کوشش ہوتی تھی کہ کسی کو ان کی رہائش گاہ کا علم نہ ہو لیکن علی طویل عرصے میں سب ہی کے بچے ٹھکانے اور ٹیلیفون نمبر معلوم کر چکا تھا۔

اس نے ریسپورڈ اٹھا کر خبردار لکھ کر پھر رابطہ ہونے پر کسی خاتون کی آواز سن کر پوچھا ”کیا آپ سبناڑا لے چکے ہیں؟“

خاتون نے پوچھا ”آپ کون ہیں؟“
”آپ کا ہمدرد۔ کیا آپ جانتی ہیں کہ جبر صاحب ایک حسینہ کے ساتھ امریکا گئے تھے؟“

”میں اس سے کبھی زیادہ جانتی ہوں۔ جبر صاحب بڑھاپے میں جوان ہو رہے ہیں۔ میں نے کئی بار سمجھایا ایسی حرکتوں سے باز آجائیں لیکن وہ باز آنے والے نہیں ہیں۔ آج امریکا سے واپس آتے ہی میں ان سے طلاق لے چکی ہوں۔ اپنے ذاتی مکان میں رہائش کے لئے جاری ہوں۔“

”لے چارے جبر صاحب تیار نہ جاتے تھے۔“
”ترکین مزاج بڑھا کبھی تیار نہیں رہے گا۔ کسی دن کسی عورت کے ہی ہاتھوں مارا جائے گا۔ وہ گاڑیاں تم سے اتنی باتیں کیوں کر رہی ہوں۔“

”تم اپنے دل کا غبار نکال رہی ہو۔“
”ہاں شاید یہی بات ہے۔ سو رہی اب نہیں بولوں گی۔“
اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ علی ریسپورڈ رکھ کر اٹھ گیا۔ وہاں سے چل ہوا ایک الماری کے پاس آیا۔ اسے کھول کر اس نے ایک دروازے پر زور اور راسٹلسٹس نکالا۔ اس کے کمرے ہوئے جبر کو چپک کیا۔ پھر باہر آکر ایک کار میں بیٹھا گیا۔ اسے ڈرائیو کرتا ہوا اپنے بنگلے کے احاطے سے باہر آیا پھر یہی مختلف سڑکوں پر سے گزرتے لگا۔

اس نے کار میں بیٹھے وقت عقب نما آئینے میں دیکھا تھا۔ اس آئینے میں ٹائی کا سامنے والا دیکھنا نظر آ رہا تھا۔ وہ بنگلے کی کھڑکی میں تھی اور بوسے کی آڑ سے اسے دیکھ رہی تھی۔
ہو سکتا ہے اس نے جان لیوڑا کو پال ہیرو لیسن (علی) کے متعلق بتایا ہو یا بل ایب میں اس نے اپنے خاص آلہ کار پہنچا دئے ہوں اور ان میں سے کسی کو علی کے پیچھے لگا دیا ہو۔ اس لئے وہ یوں مختلف سڑکوں پر سے گزرتا رہا تھا۔ کبھی ڈرائیو کرتا ہوا

کسی گلی میں داخل ہو جاتا تھا۔ اس طرح تعاقب کرنے والے نظروں میں آ سکتے تھے۔

وہ اپنے تعاقب نہیں ہو رہا تھا۔ وہ ابھی طرح مطمئن ہو کر جبروڈا کے رہائش گاہ کے قریب پہنچ گیا۔ وہاں دیرانی کی نو آری تھی جسے بنگلہ خانی کر دیا گیا۔ وہ گاڑی ڈرائیو کرتا ہوا ڈرائیو گیا۔ پھر اسے روک کر موبائل فون کے ذریعے رابطہ کیا۔ دوسرے طرف سے فون انکبج تھا۔ اس سے پتا چل گیا کہ جبر کا بنگلہ ٹا نہیں ہے۔ وہاں کوئی ہے اور فون پر کسی سے باتیں کر رہا ہے۔ علی نے محوڑی دیر بعد پھر فون کیا۔ اس بار رابطہ ہو گیا۔ اس کی آواز سنائی دی۔ علی نے فون بند کر دیا۔ موبائل فون کو اب طرف رکھ دیا۔ اپنی پتلون اتار دی۔ اندر ایک سیاہ پتلون پہنے۔ پھر اس نے ٹوٹا پتلون اتار کر اسے الٹا کیا۔ وہ کوٹ اندر سے تھا۔ اس نے اسے پہن لیا۔ ریو اور میں سائنسٹر لگا کر اندر دیکھ گیا۔ جبر میں رکھا پھر کار سے نکل کر اسے لاک کیا۔ اس بعد تھوڑے وقت میں اٹھا ہوا جبر کے بنگلے کی طرف جانے لگا۔

بنگلا جا رہے دوران ہی نظر آتا تھا کیونکہ بیوی بچے جبر کو بے کر جا چکے تھے۔ علی پچھلے حصے میں آیا۔ ایک دیواری آؤٹسٹاچ اس نے دور تک کا جائزہ لیا۔ وہ اعلیٰ سرکاری عہدے دار اور رہائشی علاقہ تھا۔ وہاں سے عام لوگوں کا گزر نہیں ہوتا تھا۔ تک کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس نے جبر سے مالک نکال کر لیا۔ پھر فوراً ہی بنگلے میں داخل ہو گیا۔

دروازہ اندر سے منقل نہیں تھا۔ اگر ہوتا تو اسے کھولنے کے لئے کوئی بڑی بات نہ ہوتی۔ وہ بچن سے گزر کر ایک کونہ سے ہوتا ہوا ڈرائنگ روم میں آیا۔ وہاں جبر کسی سے ٹیلیفون بات کرنے کے بعد مومنے سے اٹھ رہا تھا۔ اسے دیکھ کر جبر کا سہم کر بولا ”کون ہو تم؟“

علی نے آواز بدل کر کہا ”تم نے میری بہن کو طلاق دی؟ بچوں کے ساتھ بے گھر کر دیا۔ تمہیں اس عمر میں ایسا کرتے ہو شرم نہیں آتی؟“

وہ بولا ”میری بیوی کا کوئی بھائی نہیں ہے۔ تم خواہ تو لا رہو اور لے کر کیوں آئے ہو؟ مجھ سے کیا دشمنی ہے؟“

”میں اپنی بہن کا منہ بولا بھائی ہوں۔“
”تم۔ تم خود کو چھپا رہے ہو۔ اپنی اصل آواز میں نہیں رہے ہو میں تم سے اپنی زندگی کی بیک مالک ہوں تم اپنی نو میں بولو۔“

اس کی باتوں سے معلوم ہو گیا کہ جبر کے اندر لیوڑا چھپا ہے اس نے علی کی بیانی آواز اور لہجے کو گرفت میں لے کر ان کے دماغ میں آنے کی کوشش کی ہوگی اب ناکام ہو کر جبر کے بول رہا تھا کہ علی اپنی اصل آواز میں بولے۔
اس نے وقت ضائع نہیں کیا۔ ریو اور کی ٹال سیدھی لگا

محل چلا دی۔ پہلے ایک پھر دوسرے گولیاں۔ وہ فرش پر گرے ہی بے جان ہو گیا۔ علی نے کہا ”جان لیوڑا! اب میں اصل آواز میں بول رہا ہوں۔ اسوس تم اپنے آلہ کار کے مردہ دماغ سے نہیں سن سکتے۔“

جبر کو گولی لگتی ہی جان لیوڑا خیال خواتین کی پرواز کرتا ہوا ٹائی کے پاس آیا۔ پھر بولا ”غضب ہو گیا۔ گولڈن رینجز کے درمیان رہنے کا ذریعہ ختم ہو گیا۔ کسی نے جبر کو گولی مار دی ہے۔“
ٹائی نے پوچھا ”آپ نے جبر کے ذریعے قاتل کا حلیہ دیکھا ہو؟“

”اس کے چہرے پر ایک تھا اور وہ سیاہ سوٹ میں تھا۔“
ٹائی نے دو گھنٹے پہلے اپنی کھڑکی سے جھانک کر علی کو جاتے دیکھا تھا وہ سفید سوٹ میں تھا اور قاتل سیاہ لباس میں دیکھا گیا تھا۔ دھنچ آسان کا فرق تھا۔ وہ علی پر شبہ نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے دھچکا لگائی۔ ”اُدھ قاتل کون ہو سکتا ہے۔ اب یہ تشویش ہو رہی ہے کہ جبر جہاں آلہ کار کی حیثیت سے شاید پہچان لیا گیا ہے۔“
”میں سلوانہ! اگر وہ مشکوک ہوتا تو تم پر بھی شبہ کیا جاتا۔ کیا تم محسوس کر رہی ہو کہ خفیہ طور سے تمہاری نگرانی ہو رہی ہے؟“

”مجھے تک ایسی کوئی بات نظر نہیں آ رہی ہے۔ میری ملازمہ راقہ اور ملازمہ پال ہیرو لیسن مجھ سے پوری طرح مطمئن ہیں۔“
”وہ قاتل خود کو جبر کی بیوی کا منہ بولا بھائی کہہ رہا تھا۔ تم قتل کی تحقیق شروع کرنا۔ کچھ نہ کچھ سراغ ضرور ملے گا۔“
وہ غصہ کرے میں آئی، پھر کپیڈرٹی وی کے ذریعے مختلف گولڈن رینجز سے رابطے کے جنگ لگنے لگی۔ لیوڑا نے پریشان ہو کر کہا ”میں ایک بار پھر گولڈن رینجز کی ٹیم سے باہر آیا ہوں۔ پہلی بار ٹارم نے دشمنی کی تھی۔ اس بار پتا نہیں جبر کی حلقہ بیوی کا مائی کہاں سے پیدا ہو گیا۔“

ٹائی نے رابطہ قائم ہونے پر گولڈن رینجز سے کہا ”میں ابھی جبر روڈے کے دماغ میں تھی تھی۔ اس سے ضروری گفتگو کر رہی تھی۔“
پاک ایک شخص ہاتھ میں ریو اور لے لے اس کے سامنے آیا۔ اس نے کہا جبر تم نے میری منہ بولی بہن کو طلاق دی ہے؟ میں تمہیں اندھ نہیں چھوڑوں گا۔ یہ کتنی ہی اس نے جبر کو گولی مار دی۔ وہ رہ گیا ہے۔“

جواب ملا ”یہ بہت افسوسناک خبر ہے۔ ہمارے جاسوس اور پائی ابھی وہاں پہنچ جائیں گے۔ کیا تم اس بولے والے قاتل کے بارے میں کچھ سن سکتی تھی۔“
”کچھ نہیں سن سکتی تھی۔“
پھر علی کی منہ بولی بہن نے آواز اور لہجہ بدل کر بول رہا تھا۔ پھر دیکھ کر اندھ ڈرائیو نے پہلے ہی اس نے جبر کو قتل کر دیا۔ ”میری“
”کیا جبر امریکا سے کسی کو دشمن بنا کر لے آیا تھا؟“

”میری معلومات کے مطابق اس کا کوئی دشمن نہیں تھا۔“
یہ بیوی نے اس سے طلاق لی اور آج ہی اس کا قتل ہو گیا۔ یہ کوئی گھریلو دشمنی بھی ہو سکتی ہے۔“

رابطہ ختم ہو گیا۔ جان لیوڑا نے کہا ”میں سلوانہ! آئندہ گولڈن رینجز کے منصوبے معلوم کرتے رہنے کے لئے مجھے تمہارے ذہن میں آتے رہنا ہو گا اور یہ تمہیں پسند نہیں ہے۔“
”جی ہاں۔ آپ اتنی دیر میرے پاس نہ گئے۔ کوئی اور خیال خواتین کرنے والا دوست ہوا تو میں ایک سیکڑ بھی اسے برداشت نہ کرتی۔“

”تم یقین کرو، تمہیں دل سے بھتی کتا ہوں اس لئے تمہارے چور خیالات نہیں پڑتا۔“

”نکل! ایہ صرف چور خیالات پڑنے کی بات نہیں ہے۔ بلکہ یہ اندیشہ رہتا ہے کہ ہمارے مافی رابطے کے دوران کوئی تیسرا ملکی جتنی جانے والا خاموشی سے آگہاری کشنگوئے گا اور یوں مجھے سلوانہ کی حیثیت سے پہچان لے گا۔“
”نمک ہے۔ میں تمہارے ذریعے ابھی کسی ایسے شخص کے دماغ میں چلا جاؤں گا جو جبر کے بنگلے میں اس وقت تحقیق کے لئے آیا ہو گا۔“

ٹائی نے فیجر کے بنگلے میں فون کیا۔ وہاں ایک سپاہی نے ریسپورڈ اٹھا کر پوچھا ”آپ کون ہیں؟“
لیوڑا اس کے پاس چلا گیا۔ ٹائی بھی ریسپورڈ رکھ کر سپاہی کے پاس آئی پھر اس کے ذریعے پولیس افسر کے دماغ میں انگریزی ”میں اہل ہوں رپورٹ سناؤ۔“

”میں اہل میں اس منٹ پہلے آیا ہوں ابھی اتنا ہی دیکھ رہا ہوں کہ جبر کی جسم میں تین گولیاں لگی تھیں۔ قاتل بچن کے راستے سے آیا تھا کیونکہ جب ہم آئے تو بنگلے کا سامنے والا دروازہ اندر سے بند تھا۔ ہم قاتل کا سراغ لگانے کی پوری کوشش کر رہے ہیں۔“

ٹائی کی ہدایت پر ایک جاسوس نے جبر کی حلقہ بیوی کا منہ بولا بھائی کیا۔ اسے جبر کے قتل کے متعلق بتایا۔ وہ دھونے لگی۔ اگرچہ رشتہ نہیں رہا تھا لیکن بچوں کے حوالے سے شوہر کی جتنی محبتیں ملتی رہی تھیں وہ محبتیں ملا رہی تھیں۔

ٹائی نے جاسوس سے کہہ دیا تھا کہ اس سے کسی قسم کے سوالات نہ کیے جائیں وہ خیالات بڑھ کر معلوم کرتی رہی۔ اس کا کوئی بھائی نہیں تھا۔ جس نے خود کو اس کا منہ بولا بھائی کہا تھا اسے بھی وہ نہیں جانتی تھی۔ یہ معلوم ہوا کہ آج کسی اجنبی نے اسے فون کیا تھا اور کہا تھا جبر کی حسینہ کے ساتھ میٹھ کرنے کے لئے امریکا گیا تھا۔ جب فون کرنے والے کو معلوم ہوا کہ وہ جبر کے طلاق لے چکی ہے تو اس نے چند باتیں کر کے رابطہ ختم کر دیا۔
ٹائی حساب کرنے لگی کہ سوادہ کتنے پہلے کسی اجنبی نے فون

کیا تھا اور دو گھنٹے پہلے بال (علی) اپنے بچکے سے نکل کر کہیں گیا تھا۔ یہ ہو سکتا ہے کہ اس نے پہلے معلوم کیا ہو کہ بجز کی بیوی طلاق لینے کے بعد بچوں کو لے کر وہاں سے جا رہی ہے۔ اس کے بعد بجز بچکے میں خمار رہے گا۔ یہ تمام معلومات حاصل کر کے بال اپنے بچکے سے نکلے گا۔ اس نے متعلقہ کسین دو گھنٹے خانے گئے تھے شاید لباس وغیرہ تبدیل کرنے اور قتل کی تیاری کرنے میں وقت لگا ہوگا۔ وہ یہاں سے سفید سوٹ میں گیا تھا لیکن ایک سوٹ میں قتل کیا تھا۔ چہرے پر بالک بھی تھا، آواز بھی بدل کر بول رہا تھا۔ کوئی بہت زیادہ جانا پچانا شخص ہی خود کو اس قدر چھپا کر ایسی واردات کرے گا۔

ثانی کو یقین کی حد تک شبہ تھا کہ یہ علی کی چال ہے شاید وہ جانتا تھا کہ لہوڑا بجز کے ذریعے کوئلن رینز کے درمیان پہنچتا ہے۔ لہوڑا کی یہ کامیابی مامک میں کی پالیسیوں کے خلاف تھی۔ کیونکہ وہ بال کے ذریعے اپنے خیال کو ظنی کرنے والے کو کسی کوئلن برین کے داغ میں پختا پختا جاتا تھا۔ اس طرح یہ بات سمجھ میں آ رہی تھی کہ بال نے بجز کو قتل کر کے لہوڑا اور پراسٹر کا ایک زبردست محاذ ختم کر دیا ہے۔

وہ بے حد ذہین تھی۔ حالات و واقعات کا صحیح تجزیہ کرتی تھی اور یہ علی اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ چالاک لومڑی پہلے اس پر شبہ کرے گی پھر حالات کے سیاق و سباق سے شبہ کو یقین میں بدل لے گی۔

اس نے قتل کرنے کے بعد مزید تین گھنٹے مختلف مصروفیات میں گزارے تاکہ ثانی قتل کے سلسلے میں خوب چھان بین کر لے اور کسی آخری نتیجے پر پہنچ جائے۔ اس نے تین گھنٹے کے بعد ثانی کے بچکے میں فون کیا۔ وہاں کھنٹی بجتی رہی۔ کسی نے ریسور نہیں اٹھایا۔ اس نے وقفے سے دوبارہ فون کیا۔ ثابت ہو گیا کہ وہ اپنے بچکے میں نہیں ہے۔

وہ قتل ایسیب میں پہلی بار آئی تھی۔ وہاں کے راستے اور گلیاں نہیں جانتی تھی۔ اپنے کسی پر ایویٹ کا تیز کے بغیرا ہر نہیں جاسکتی تھی۔ ملا کی دوڑ مسجد تک کے صداقت وہ زیادہ سے زیادہ علی کے بچکے تک جاسکتی تھی۔ علی نے اپنے ہی بچکے میں فون کیا۔ کھنٹی بجتی تھی۔ کسی نے نہیں اٹھایا۔ اس نے انتظار کرنے کے بعد سوبائل فون بند کر دیا۔ پھر دوبارہ پانچ منٹ بعد فون کیا۔ دوسری طرف فون کی کھنٹی بج رہی تھی۔ پھر وہ بند ہو گئی۔ کسی نے ریسور اٹھایا تھا۔ کھنٹی کے بند ہوتے ہی علی نے بری طرح ہاپتے ہوئے کہنا شروع کیا۔ اس کا ہر لفظ سانسوں کے ہیکے سے ادا ہو رہا تھا اس لئے بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ بعد واضح نہیں تھا ورنہ وہ لیے کو گرفت میں لے کر داغ میں پہنچ جاتی۔ اتنی ہی سمجھ سکی کہ بال (علی) کا کوئی ماتحت مشکل میں ہے۔ ابھی سانسیں درست ہوں گی تو وضاحت سے بولے گا۔

علی سمجھ گیا تھا کہ اس کے خانی بچکے میں فون انیڈ کرنے والی

ثانی ہی ہو سکتی ہے۔ خاموشی سے اس کے لیے کو گرفت میں لے انتظار کر رہی ہے۔ اس نے رپو اور نکال کر اپنے ریسور کے قریب تازہ کیا۔ بھر طلق سے ایسی آواز نکالی جیسے گولی تھی ہو اور دم نکل ہو۔

ثانی آخری وقت بھی اس کے داغ میں پہنچ کر کچھ معلوم حاصل کرنا چاہتی تھی، اس نے جلدی سے پوچھا "کون ہو تم جلد بولیں بال کی دوست ہوں۔ تمہارا پیغام پتھادوں گی۔"

جواب میں اسے دوسری طرف سے ایسی آواز سنائی دی؟ گولی کھانے والے کے ہاتھ سے ریسور چھوٹ کر جھول رہا ہوا اور حذر کھی چیز سے ٹکرا رہا ہو۔ ثانی نے انتظار کیا شاید کوئی آواز سنائی دے پھر اس نے ریسور رکھ دیا۔

وہ سوچنے لگی۔ پتا نہیں بال کے یہاں کتنے ماتحت جاسوس کتنے کرائے کے آڈک ہاں اور وہ کیا کرنا پھر رہا ہے۔ اس کا آدی شاید کوئی اہم پیغام دینا چاہتا تھا لیکن کسی نے اسے مار دی۔ دیے میں نے پہلی ملاقات میں ہی سمجھ لیا تھا کہ بال بڑا گمراہ ہے۔ اس کی آنکھیں کتنی ہیں کہ میرا دیوانہ ہے، مجھے نقصان نہیں پہنچائے گا لیکن اس سے بیشہ ہو شیار رہنا چاہئے اور اس کی کبھی اعتماد نہیں کرنا چاہئے۔

وہ ٹیلیفون کے پاس سے اٹھ گئی۔ اس کے بیڈ روم کی ایک ایک چیز کی تلاشی پہلے ہی سے چکی تھی۔ کوئی ایسی چیز تھ نہیں جس سے اس کی کوئی کمزوری ہاتھ آجائی۔ اس نے پھر ایک کمرے اور اسٹور روم کی دیو اموں اور الماریوں کو اچھی طرح دیکھا کہ چور دروازہ ہو تو نظر آجائے لیکن ناکامی ہوئی۔

اسے ہر حال علی کے آنے تک وہاں رہنا تھا۔ وہ اس کا قاتل کا روپ سامنے لا چاہتی تھی اور یہ بھی اُمید تھی کہ پھر فون آئے گا تو فون کرنے والوں کے ذریعے بال کی مصروفیات کا علم ہو سکے گا۔

کافی دیر انتظار کرنا پڑا۔ اس دوران اس نے کچن میں جا کر کچھ چھونے سے ڈبے میں اعصابی کمزوری کی دوا کا سٹوف ملا لیا۔ چھب کرائے ڈبے کی کھنٹی تھی لیکن اسے ڈبے دیکھ کر گورنر مارا اور دوسرے ملازموں کو شبہ ہو تا۔ وہ سولت سے علی کے داناٹم جگہ بنانا چاہتی تھی۔

باہر احاطے میں کار کی آواز سنائی دی۔ وہ بڑی دیر کے واپس آ رہا تھا۔ وہ اس حقیقت سے بے خبر تھی کہ جب تک کے کھنٹی تلاشی نہیں رہی۔ اور وہ اس کے گھر میں اس کے کی تلاشی لیتا رہا۔ دونوں ہی ایک دوسرے کے لئے جوڑ کاؤز بننے والے تھے۔ علی نے بچکے میں داخل ہو کر ڈرائنگ روم میں جا رہی تھی دیکھا۔ پھر کہا "میں دن کے اجالے میں گیا تھا۔ یہاں کی کتابیں ہوتی تھیں۔ واپس آیا ہوں تو کھر دھن ہے۔ کسی کے کمرے دھن کرنا تھی۔ مگر یہی کر کے چھپنا تھی کو برباد کرنا ہے۔"

آجائے۔"

وہ رپا دی والے دروازے سے ڈرائنگ روم میں آئی پھر اس کے سامنے تن کر پڑی "کہاں سے آ رہے ہو؟"

"ٹھنڈی کرو، پھر یہ سوال کرنا لیکن تم تو کھر میں زبردستی محسوس ہوئی بننے کی سیرسل شروع کر چکی ہو۔"

"ٹٹ اپ۔ کام کی باتیں کرو۔"

"چلو کام کی بات تاکہ۔ میری غیر موجودگی میں یہاں کیا کر رہی ہو؟"

"ہو کے دیتے مٹانے آئی ہوں۔ سوچا اکثر قاتل واردات کے دوران کوئی نہ کوئی ماتحت کر جاتے ہیں۔ ذرا اپنا لباس دیکھو کسین خون کے دھبے نہ دھو گئے ہوں۔"

"وہ پٹے ہوئے بولا "کیوں نفسیاتی حربہ استعمال کر کے اقبال جرم کرنا چاہتی ہو۔ اپنے گمراہ کر بھی پوچھیں تو صاف صاف کہہ دیتا کہ میں نے بجز کو اوپر پتھادیا ہے۔"

"کیا؟" وہ حیرانی سے پیچھے ہٹ کر بولی "تم قبول کرتے ہو کہ تم نے اسے قتل کیا ہے؟"

"ہاں" کیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے، تم اب تک قاتل کو احموزہ و مزہ کر پڑا ہوں ہوری تھیں۔ میرا انتظار کر لیتیں تو پریشانی نہ ہوتی۔"

"تم تم نے ہمارا محاذ کمزور کیا ہے۔"

یہ کہتی ہی اس نے کرائے کا ایک ہاتھ رسید کیا۔ علی نے ہاتھ روک دیا۔ اس نے دوسرے ہاتھ سے حملہ کیا۔ علی نے جس انداز میں اس کو دونوں حملے ہو کے "اس انداز نے ثانی کو چوڑا کر دیا۔ ایسا لگا جیسے اس طرح کی لڑائی پہلے ہی ہو چکی ہے۔

علی اس کی ذہنی الجھنوں کو سمجھ رہا تھا۔ اس نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہا "تمہیں بتایا گیا ہے کہ حملہ بگام ہوتے ہی سولی لگ لگ بس سمرات لگ مارنا چاہئے۔"

وہ پھر جھجک گئی۔ سونا سمانے ہی نکلیا تھا۔ وہ بھول چکی تھی کہ کس نے نکلیا ہے لیکن سیکھا ہوا سبق یاد تھا ابھی وہ اچانک فضا میں سرسٹ کر کے علی کو لگ مارنا چاہتی تھی لیکن نیسے مارنا چاہتی تھی وہی مارنے اور حملے کرنے کے داؤ پیچ بتا رہا تھا۔

ثانی نے "ٹٹنگ کا انداز بدل دیا۔ وہ اچھل کر پیچھے گئی وہ ہرٹانک کے کرب دکھاتی ہوئی حملے کرنا چاہتی تھی۔ اسی لمحے علی نے کہا "ہاں" اب تم باپ ہپ کرتی ہوئی فضا میں فلا بازیاں کھاتی ہوئی دائیں سے بائیں جاؤ گی۔ تم بجلی کی طرح پھرتی ہو۔ میری آنکھیں ایک جگہ تم پر ٹھہر نہیں سکیں گی۔ ایسے ہی لمحات میں تمہارا حملہ مجھ پر کامیاب رہے گا۔"

وہ ہرٹانک کے کرب کی یاد کھاتی۔ حیرانی سے اسے دیکھنے لگی۔ وہ غلام ملکا ہوا کہ رہا تھا "پھر تم ہرٹانک کے دوران میرے سر کی ہڈی سے بھی اونچی فلا بازیاں کھاؤ گی۔ میرے پیچھے جاؤ گی۔ میں پیچھے

پلٹ کر دیکھوں گا تو تمہاری لات میرے منہ پر پڑے گی۔"

وہ جذب کے عالم میں یوں بول رہا تھا جیسے ماضی کی کچھ باتیں آپ ہی آپ زبان سے ادا ہو رہی ہوں۔ ثانی نے اس کی ٹھوڑی پر ایک گھونسا رسید کیا۔ وہ لڑکھٹا ہوا پیچھے جا کر صوفے پر بیٹھ گیا پھر چونک کر بولا "میں... میں کہاں تھا؟ مجھے کیا ہو گیا تھا؟"

وہ قریب آ کر بولی "یہ کیا میڈیا رہا ہے؟"

وہ حیرانی سے بولا "میں کیا بڑبڑا رہا تھا؟"

"تم دی کہتے جا رہے تھے جو میں سوچتی جا رہی تھی۔ جتنے داؤ پیچ تم پر استعمال کرنا چاہتی تھی اسے تم استعمال سے پہلے ہی بیان کرتے جا رہے تھے۔ تم میری فائننگ کا سائل کیسے جانتے ہو؟"

وہ صوفے سے اٹھ کر بولا "پتا نہیں میں کیا جانتا ہوں اور کیا نہیں جانتا ہوں۔ مجھے ایسا لگ رہا تھا جیسے ہم دونوں ایک ہی ہتاد سے فائننگ کے لئے انداز سکھ رہے ہیں اور تم جہناٹک کے کرب دکھاتی ہوئی ہڈی کا سیاہی سے پہلے کر رہی ہو۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر قدام کر بولی "تجربہ ہے مجھے بھی کچھ ایسا ہی لگ رہا تھا۔"

وہ صوفے پر بیٹھ گئی۔ پھر سر اٹھا کر بولی "تم کون ہو؟ جب سے تمہارا سامنا ہوا ہے تب سے میرے اندر کچھ ہونے لگا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کیا ہونے لگتا ہے۔ کبھی تم دشمن لگتے ہو اور کبھی میری رگوں میں لوہی طرح دوڑنے لگتے ہو۔"

علی اس کے پاس بیٹھ گیا اور اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "داغ پر زور نہ دو۔ اگر ہمارا ایک دوسرے سے گمراہ تعلق ہے تو ہمیں رفتہ رفتہ معلوم ہو جائے گا۔"

وہ بولی "یہ کیسی عجیب بات ہے۔ ہم خود کو شعوری طور پر پہچانتے ہوئے بھی نہیں پہچان رہے ہیں۔ ہمارے لاشعور میں کوئی بات ہمیں اشارہ دے رہی ہے کہ جو ہم نظر آ رہے ہیں وہ نہیں ہیں، ہم اپنی موجودہ شناخت سے مختلف ہیں۔"

"ہاں یہ بات یوں بھی سمجھ میں آتی ہے کہ میں اس دنیا میں اکلا ہوں۔ نہ ماں باپ ہیں نہ رشتے دار ہیں۔"

وہ بولی "ہائل کی میرے ساتھ ہے۔ میں نے کئی بار سوچا کہ میرا نام سلوان جوزف ہے تو میرا باپ جوزف کہاں ہے؟ ہاں کہاں کم ہوگی ہمیں نے جان لہوڑا کے ساتھ کہ میرے والدین مر چکے ہیں۔ میرا کوئی نہیں ہے لیکن عقل نہیں ماتی۔ ہمارا تمہارا کوئی تو ہونا چاہئے۔"

"بے شک ہمیں دنیا میں لانے والے کہیں نہ کہیں ہوں گے۔ ہم ان سے جھگڑ گئے ہیں۔ میری ایک بات ان کی؟"

"ہاں بولو۔"

"پہلے تو یہ حلیم کرلو کہ ہماری تمہاری اصلی شناخت کچھ اور ہے۔"

"میں حلیم کرتی ہوں۔"

”میرا محل کا تقاضا ہے کہ جب تک ہم اپنی صحیح شناخت نہیں پائیں گے“ ایک دوسرے کے دوست رہیں گے تاکہ دوستی کے ذریعے بچے اور حقائق سامنے آتے رہیں۔“

”درست کہتے ہو۔ جب سے ایک دوسرے کا سامنا ہوا ہے۔ تب سے لا شعور میں چھپی ہوئی باتیں ہمیں اشارے دے رہی ہیں۔“

”ہم اور ایک وعدہ کریں کہ ایک دوسرے کو کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچائیں گے“

وہ بولی ”میرے اندر خود کو بچانے کی شدید بے چینی پیدا ہو چکی ہے۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ جسیں کبھی نقصان۔۔۔۔۔“

وہ کہنے کہتے چلے گئی۔ اسے کچھ یاد آیا۔ وہ ”نہیں“ کہتی ہوئی اچھل کر کھڑی ہوئی پھر دوڑتی ہوئی وہاں سے کورڈز کی سمت جانے لگی۔ علی نے اس کے پیچھے دوڑتے ہوئے پوچھا ”کیا ہوا؟ کمال جاری ہو؟“

وہ بھاگ بھاگ بچنے کے مختلف حصوں سے گزرتی ہوئی کچن میں آئی پھر کالنی کے چھوٹے سے ڈبے کو اٹھا کر اسے کھولتے ہوئے کھڑکی سے باہر پھینک دیا۔ علی نے آکر پوچھا ”یہ کیا کر رہی ہو؟“

وہ ایک گہری سانس لیتے ہوئے بولی ”میں نے کالنی میں اعصابی کمزوری کی دو املائی تھی۔ تمہارے دماغ پر قبضہ جتنا جاتی تھی۔“ وہ بولا ”میرے دماغ پر سیکڑی کرنے سے باز کریں یا نہیں۔“ ”تمہارا دماغ کمزور ہو گا تو لیوڈا یا بے سورگن یا کوئی بھی دشمن جسیں اپنا مصلحت و فرائض وارہانے گا۔ پھر میں تمہارے بغیر اپنی اصلی شناخت تک نہیں پہنچ پاؤں گی۔“

”شکر ہے سلطان! جب تک ہمیں صحیح منزل نہ ملے تب تک ہمارے درمیان کسی دوست اور دشمن کو نہیں اتنا چاہئے اور نہ ہی ہماری ادھوری شخصیت کے راز میں کسی کو شریک ہونا چاہئے۔“ ”میں لیوڈا اور پراسنر سے کبھی تمہارا ذکر نہیں کروں گی۔ تم وعدہ کرو۔ میرے ملک اور میرے پراسنر کو نقصان نہیں پہنچاؤ گے۔“

”اس شرط پر وعدہ کرتا ہوں کہ تمہارے ملک کی طرف سے مجھے بھی کبھی نقصان نہ پہنچے۔“

”تم نے بھگت کو قتل کر کے ہمارے آگے بڑھنے کے عمل کو روک دیا ہے۔ کیا یہ اچھا ہوا کہ تم ہماری ٹیم میں شامل ہو جاتے۔“

”میں تم نے ضرور سامان کانی بیٹے سے مجھے بھاگ کر میرا اڈا“ میرا دل جیت لیا ہے۔ میں تمہاری ٹیم میں آ جاؤں گا۔ لیکن میری وہی شرط لاؤ جو جان کر چکا ہوں۔“

”کون سی شرط؟“

”شادی اور ازدواجی رشتہ۔“

اس نے سر جھکا لیا۔ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی کچن سے باہر

آئی۔ وہ دونوں خاموشی سے چلتے رہے۔ بچنے سے باہر آگے ہا سامنے والے ثانی کے بچنے کی طرف جانے لگے۔ علی اس کے ساتھ اس کے دودازے تک آیا پھر بولا ”تم ابھی طرح سوچ کھلو میرا ایمان ہے کہ ہمارا رشتہ آئندہ انہوں پر لکھا جا چکا ہے۔“

”میرا دل بھی یہی کہتا ہے لیکن ہمیں اس معاملے میں جلد نہیں کرنی چاہئے۔ تمہاری طرح میں بھی دل کے فیصلے کو تسلیم کرتا ہوں لیکن دماغ پوچھتا ہے۔ ہم کن ناموں سے شادی کریں گے ہمارے اصلی نام کیا ہیں؟ ہم کس مذہب کے مطابق نظر پر حوا میں گئے۔ کیا میں واقعی عیسائی ہوں؟ کیا تم بھی عیسوی ہو؟“

”ہم کوئی بھی ہوں۔ ہمارے بیٹے میں دی دل اور سر میں وہ دماغ اور بدن میں وہی دماغ ہے جو پیدائش کے وقت تھی۔ ہمارا اندر جو ہمارا اصل مذہب چھپا ہوا ہے“ اسے کوئی نکال نہیں سکا ہمارا تمہارا گاؤں ہمارے اندر کے ایمان اور کھجور کی کھجور کی کھجور والا ہے۔“

”یہ درست ہے“ پھر بھی مجھے سوچنے دو۔“ ”مجھے بات ہے۔ پورے اعتماد اور ذہانت سے سوچ کر فیصلہ کرو۔ میں جا رہا ہوں کل صبح ملاقات ہوگی۔“

اس نے اپنا ہاتھ ہرجایا تاکہ ثانی اپنا ہاتھ پیش کرے۔ وہ جھجکتی ہوئی بولی ”میرے بچنے میں تمہاری حیثیت ملازم کی ہے آس پاس کے بھگتوں سے ہمیں دیکھا جا رہا ہو گا۔“

وہ پیچھے ہٹ کر بولا ”تو پھر چلوں گے گڈ نائٹ۔“

”مجھے نہیں۔ میں نے رات کا کھانا نہیں کھایا ہے اور شاید نہ بھی؟“

”ہاں بھوک تو لگی ہے۔“

”ہمارا خراج میں کھانا رکھ کر رکھی ہے۔ میں گرم کر کے لاؤں۔“

”تم ڈانٹک دوم میں بیٹھو۔“

وہ اس کے ساتھ کچن کی طرف چلتے ہوئے بولا ”میں ڈانٹک دوم میں تمہاروں کا مکر تصور میں نہیں دیکھ رہوں گا۔ بہتر ہے تمہارے ساتھ رہو اور ہمیں نگاہوں کے سامنے دیکھ رہوں۔“

وہ مسکراتے لگتی دل میں سوچنے لگی ”مجھے تو ایب میں ابھی صرف بارہ گھنٹے گزرے ہیں۔ اتنے میں وقت میں پال میرے دل و دماغ پر چھایا ہے۔ اسے ہاں میں نے ابھی تک اس کا مجھ پر نام نہیں پوچھا ہے۔ خواہ خواہ اسے پال کہہ رہی ہوں۔“

وہ کچن کے دودازے پر روک گئی۔ پھر بولی ”میں اپنا پیدائشی نام یاد نہیں ہے لیکن پال کا سوپ اختیار کرنے سے پہلے تمہارا نام کیا تھا؟“

وہ خاموش رہا۔ اس کی آنکھوں میں بڑی گہرائی سے دیکھا رہا۔ پھر بولا ”شاید تمہیں میرا وہ نام پسند نہیں آئے گا۔ تمہارے مزاج؟ گراں گزروں کا لیکن اب میں تم سے کچھ نہیں چھپاؤں گا۔“

”یہ میرا دل کہتا ہے کہ مجھ سے کچھ نہیں چھپاؤ گے۔ تم مجھ

اپنے کی طرح ادا کر دے گئے ہو۔“ ”میں نے بھی یہی چاہتا ہوں کہ اپنا کچھ کر میرا نام سنو اور مجھے دشمن نہ سمجھو۔ میرا نام جان لیوڈا کے لئے زہر ہلا کر ہے۔ میں پال میرے پہلے کارسن میرا لڈ کھاتا تھا۔“

کالی کے دماغ کو ایک ہنگامہ سا لگا۔ وہ پیچھے ہٹ کر دیوار سے ٹکرائی۔ جس کارسن کو قتل کرنے آئی تھی۔ جس سے لیوڈا کی کھجور لیتا جاتی تھی اور جسے گولڈن رینجز کی ٹیم سے نکال کر اسے قتل کیا اپنا غلام بنانا چاہتی تھی۔ وہ صبح سے اسے لٹوینا آ رہا تھا۔

کالی نے دونوں مضامین سمجھ لیں۔

○●○

”مرا“ تنظیم کے ہیڈ کوارٹر میں بڑی گہرائی تھی۔ حاد (پارس) نے اپوزیشن کے بہت بڑے لیڈر کو درمیان غوس ثبوت کے ساتھ گرفتار کر لیا تھا۔ کیلاش راغور اپوزیشن کا ایسا بڑا تھا جسے پولیس اور فوج والے بھی کات نہیں کتے تھے۔ اس کے جرائم کے ثبوت اکثر نہیں ملے تھے اگر ملے تو اپنی حکمران سیاسی مجبوروں کے ایف تمام ثبوت مٹا دیتے تھے کیونکہ اقتدار میں رہنے والے عسکرانوں کی بہت سی کوریواں کیلاش راغور کے ہاتھوں میں رہتی تھیں۔

اب بھی مسئلہ درپیش تھا۔ پارس نے کیلاش راغور سے فوری طور پر اس کے تمام جرائم کو قبول کرایا تھا۔ اس کی حویلی کے خانے سے درمیان ثبوت اس کے خلاف حاصل کئے تھے۔ لیکن حکمران پارٹی کے اور اپوزیشن پارٹی کے اعلیٰ عہدے دار ”مرا“ عظیم کے اعلیٰ افسران پر دباؤ ڈال رہے تھے کہ کیلاش راغور کا مالہ دیا جائے۔ اس کی گرفتاری اور اقبال جرم کی خبروں کو کہیں میں جانے سے روک دیا گیا تھا۔

امریکا اور اسرائیل کی طرف سے بھی راغور کی حمایت میں ٹوٹے آ رہے تھے کہ اس واقعے کو حاد اور کیلاش راغور کے آپس میں جھگڑے پر مبنی کیا جائے جہاں تک یہ بات پھیل چکی ہے اس تک یہ سرکاری وضاحت شائع کی جائے کہ کیلاش راغور کا مالہ سیاسی نہیں ہے۔ حاد نے ذاتی طور پر انتقام لینے کے لئے راغور کی حویلی پر حملہ کر کے اسے ہماری نقصان پہنچایا ہے۔

”مرا“ تنظیم سے کہا جا رہا تھا کہ وہ اپنے جاسوس حاد کے آفیسر چاہتے تھے کہ اس نے اپنے اختیارات سے فائدہ اٹھا کر کیلاش راغور سے ذاتی دشمنی نکالی ہے۔ اسے تنظیم سے نکال دے تاکہ اس پر مقدمہ قائم کیا جاسکے۔

دوسری طرف کیلاش راغور کو جیل میں نہیں ایک بچنے میں، ان کی بیٹی اہم معزز مسلمان بن کر رکھا گیا تھا۔ وہاں گرج رہا۔ اپنی غلامی کرنے والے تانکوں اور غنڈوں سے کہہ رہا تھا

کہ حاد اور اس کی ساتھی لڑکی رہنا کو زندہ بچ کر اس کی حویلی کے عقوت خانے میں پہنچایا جائے۔ وہ اپنے ہاتھوں سے دونوں کو اڑھتیں دے کر مارنا چاہتا تھا۔

”مرا“ تنظیم کی ایک خفیہ ٹیم میں بڑے بڑے عہدے دار بیٹھے ہوئے تھے۔ دیش باؤڑے نے کہا ”مستری کی بیوی کی شادی میں دو ہزار مسلمان تھے۔ انہیں زہر ہلا کھانا کھلا کر موجودہ حکومت اور وزیر خوراک کو بدنام کیا جائے والا تھا۔ عین وقت پر حاد نے کیلاش راغور کی اس کیسٹی کا اعتراف کیا۔ حاد نے دو ہزار مسلمانوں کی جان بچا لی۔ حاد نے میری بیٹی کی کیلاش راغور کے ہاتھوں بے آہد ہوئے اور قتل ہوئے سے بچایا۔ اور اس ناقابل گرفت مجرم کو کئی غوس ثبوت کے ساتھ گرفتار کیا۔ یہ کیسی اندھیر عمری ہے کہ اس قابل خرماد کو مجرم ٹھہرا کر اصل مجرم راغور کو ہا کرنے کی باتیں کی جا رہی ہیں۔ کیا ہم ”مرا“ تنظیم کے اتنے ذہین اور باکمال جاسوس کو راغور پر قربان کر دیں گے۔“

تنظیم کے ایک اعلیٰ عہدے دار نے کہا کہ ۱۳ مئی میں ہونا چاہئے لیکن ہماری حکومت اور بدلتی اہم ذرائع کے مالکان کیلاش راغور کی رہائی کے تقاضے کر رہے ہیں۔ ہم اس میں الا تواری سطح کے مجرم کو زیادہ دیر حراست میں معزز مسلمان بنا کر نہیں رکھ سکیں گے اسے ہا کرنا ہی پڑے گا۔“

دوسرے عہدے دار نے کہا ”یہی ہم حاد کے خلاف کوئی کارروائی ہونے نہیں دیں گے اس پر کسی طرح کا مقدمہ قائم ہونے نہیں دیں گے۔ اس نے کیلاش راغور جیسے دوسرے مجرموں پر بھی را تنظیم کی بدست طاری کر دی ہے۔ ہمیں حاد پر غور ہے۔“

دیش باؤڑے نے کہا ”ہم اسے ہر طرح کا تحفظ فراہم کریں گے۔ اس کے باوجود کیلاش راغور کی بیٹی بن گیا ہے۔ وہ اور اس کے غنڈوں کی فوج اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ میری بیٹی رہنا کی عزت اور زندگی خطرے میں ہے۔“

”مستری باؤڑے! ہماری تنظیم کی ہر جاسوس کی زندگی خطرے میں رہا کرتی ہے۔“

”یہ درست ہے“ لیکن ہم جاسوس خطرات کو سمجھ کر ان کا توڑ کرتے ہیں۔ حاد بھی راغور کے حلوں کا توڑ کرے گا۔ مگر نتیجہ کیا ہو گا۔ آج کی طرح پولیس فوج اور را تنظیم پھر راغور کو تحفظ دے گی۔ ایسے میں حاد ایک دن قتل کر دیا جائے گا۔“

”مستری باؤڑے! پھر آپ بتائیں۔ ہمیں کیا کرنا چاہئے۔“

”ہمیں حاد کو سلامت رکھ کر اس سے دوسرے محاذ پر کام کرنا چاہئے۔ وہ پاکستان سے یہاں زندگی کے لئے آیا تھا۔ ہم اسے تربیت دینے کے بعد پاکستان کے خلاف استعمال کرنے والے تھے لیکن وہ ہماری تربیت کے معیار سے بہت آگے ہے۔ اگر ہم اسے ایک اہم مشن پر ہندوستان سے باہر بھیج دیں تو وہ اور راغور دونوں ہی راغور کی دشمنی سے دور ہو جائیں گے۔“

”یہ بہت ہی معقول مشورہ ہے۔ فی الحال حماد اور رونا کو واپس سے باہر بھیج دیا جائے گا۔“

دوسرے حمدے دار نے کہا ”اگلی میٹنگ میں فیصلہ کیا جائے گا کہ انہیں کس ملک میں کس مشن کے لئے بھیجا جائے۔“

پانڈے نے کہا ”یہ فیصلہ کرنے میں دیر لگی تو راجھور کے فٹنڈے اپنا کام کر جائیں گے۔ میری گزارش ہے کہ ابھی فیصلہ کیا جائے اور آج ہی رات کو انہیں یہاں سے روانہ کیا جائے۔“

ایک حمدے دار نے کہا ”یہی مشن ہیں جنہیں حماد اپنی ذہانت سے پورا کر سکتا ہے۔ سری لنکا میں تامل ناز کی بغاوت اہم مسئلہ ہے۔ تحریک میں حیرت پسندوں کو ٹھنڈا کرنا ہے۔ پاکستان میں ملنگ کی پینڈوں کی تحریک کو مضبوط کرنا ہے۔ روس کی مداخلت سے پہلے

افغانستان ہمارا بہترین دوست تھا لیکن چپکلے برسوں میں پاکستانی حکومت نے افغانیوں کے دل بیت لئے ہیں۔ ہمیں وہاں پاکستان کی سیاسی پوزیشن کمزور کر کے پھر سے افغانیوں کو دوست بنانا ہے۔“

ایک اور حمدے دار نے کہا ”روس ہمارا سرپرست تھا مگر اب وہ سپرادر نہیں رہا۔ اس ملک کی کئی ریاستیں اور کئی حکومت ممالک اس سے ناتا توڑ کر آزاد ہو گئے ہیں۔ ازبکستان میں اسلامی نظام قائم ہو رہا ہے۔ ہمیں وہاں اپنی تہذیب کو بھی دلچسپ اور پراثر بنا کر پیش کرتے رہنا چاہئے۔“

”ہمارے سیکڑوں ہندو طلباء اور طالبات تاشقند، بخارا اور سمرقند، دہلی ہیں۔ کئی ہندو انجینئرز، ڈاکٹر اور دوسرے بہترین

ہیں۔ دوسری حکمرانوں کے دور میں وہاں ہندوستانی قاضیوں کی تعداد میں چلتی رہی ہے۔ وہاں کے لوگ دیپ کار، راج پور اور زکریا وغیرہ کی تصویریں اپنے گھروں میں رکھتے ہیں۔ تاشقند شکر، قندھار، فرخ اور کشور کار وغیرہ کے گائے آج بھی شوق سے سنتے ہیں۔ وہاں ہماری تہذیب اور ثقافت کو جاری رکھنے کے بہت سے ذرائع ہیں۔ اس سے پہلے کہ سخت اسلامی قوانین نافذ ہوں، وہاں کے عوام کو جدید موسیقی اور تانچ گانوں کا سہا جانا چاہئے۔“

”را“ کے سب سے اعلیٰ حمدے دار نے کہا ”ہم اپنے پیش نظر تمام مسئلوں میں ان مسئلوں کو پہلا اہمیت دیتے ہیں جو مسلمانوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ پاکستان کے بعد افغانستان اور ازبکستان ہمارے سہ ماہی قریبی ممالک ہیں اور آئندہ کبھی ہمارے لئے مصیبت بن کر سر بر سوار ہو سکتے ہیں۔ اس سے پہلے انہیں قدموں میں گرا کر رکھنا چاہئے۔“

”حماد مسلمان ہے، یہیں نہ اسے افغانستان بھیج دیا جائے؟“

دیش پانڈے نے کہا ”میں تاخیر کرتا ہوں۔ وہاں حماد کے لئے ایسی سہولتیں ہوں کہ وہ افغانستان سے ازبکستان آجاتا رہے۔“

تمام حمدے دار اس بات پر متفق ہو گئے کہ حماد دونوں مسلمان ملکوں میں بھارتی عزائم کی تکمیل کرے گا۔ اس کے ساتھ ہی یہ فیصلہ کیا گیا کہ اپنے حکمرانوں کا حکم ان کرکلاش راٹھور کو رہا

کر دیا جائے۔ جب پولیس کے ایک اعلیٰ افسر نے راٹھور کے پاس ہکر سرا اور بے اندازہ کہ آپ کو چھوڑ دیا جائے تو وہ عمارت اس پر ٹھونکتے ہوئے بولا ”میں تم پر ہتھیاری دہشت گردی کا قانون پر تھوکا ہوں۔ اس کا دودھ بیا ہے تو پھر مجھے گرفتار کر دکھاؤ۔“

وہ اعلیٰ افسر نے سے کھول ہا تھا اور بدواشت کر رہا تھا۔ کے مطابق وہ رہائی پانے والے معزز شہری پر ہاتھ نہیں اٹھا تھا۔ اگر اٹھانے کی طاقت کرتا تو راٹھور کے آدمی اس کا ہاتھ تو

دودی سے باہر کھینچتے اور قانون پھر بھی کرکلاش راٹھور کا ہتھوڑا پاتا۔

افسر ایک طرف ہٹ گیا۔ وہ فوج کی شان سے تیز قدم ہوا باہر جانے لگا۔ پھر زارک گیا۔ پولیس پر ہاتھ رکھ کر کہا

لگا اس کی پہلی زخمی تھی۔ کرکلاش تھمکی حویلی میں پارس سے نہ کرنے کے دوران اسے اپنے ہی ایک گاڑ کا قاتل کہہ دیا تھا۔

گرفتاری کے بعد نظربند رہنے کے دوران ایک سرکاری ڈاکٹر اس کی مرہم لپی کرنا چاہتا تھا۔ اس نے ڈانٹ کر کہا تھا ”خیر دارا سرکاری کتبے ہاتھ نہیں لگائے گا۔ میرے خاص ڈاکٹر کو بھیجا جائے۔“

بعد میں اس کے خاص ڈاکٹر نے آکر اس کی مرہم لپی کی۔ اب رہائی کے وقت وہی ڈاکٹر اور اس کے خاص حواری اس کے لئے کھڑے ہوئے تھے۔ وہ بولا ”ڈاکٹر! میرے زخم سے اندھ رہی ہیں۔ تم کیسے گورے ہو، ایک معمولی زخم ٹھیک کر سکتے؟“

ڈاکٹر نے بے بسی سے اس پاس کھڑے ہوئے لوگوں کو پھر کہا ”سرا! آپ میری سلفٹ نہ کریں۔ معمولی ساجھی زخم لگاتے ہی پھر نہیں جانا۔ کچھ وقت لگتا ہے۔“

اس نے ڈاکٹر کو ایک ملاچ پر سید کیا۔ ہاتھ اٹھا کر مار باغٹ پھر پہلی کے زخم سے ٹیسس اٹھنے لگیں۔ وہ تکلیف کراپنے لگا۔ اس کے حواریوں نے اسے سارا دے کر کارٹی سیٹ پر بٹھایا۔ وہ کراپے ہوئے بولا ”اس حرام خورد ڈاکٹر کو میرے بچکے میں لے چلو۔ میں اسے ہر مینے دس ہزار دیتا ہوں ایک زخم اچھا نہیں کر سکتا۔ اگر اس مرتبہ اس کی دوا سے نہ آتا تو میں اسے گولی مار دوں گا۔“

”دو حواریوں نے ڈاکٹر کو دوسری کار میں بٹھالیا۔ پھر وہ کا شر کے ایک بچکے کی مت جانے لگا۔ راٹھور نے پوچھا ”کیا پکڑ کے میرے بچکے میں پھنسا دیا گیا ہے؟“

”حضور! ہمارے دوسو آدمی پورے شہر میں حماد اور تلاش کر رہے ہیں۔ ہمارے چالاک جاسوس بھی ان کے پیچھے ہیں۔ تھوڑی دیر میں ضرور خوش خبری ملنے والی ہے۔“

میں اپنے بیٹے کی خیریت معلوم کرنے کے لئے پہنچا۔ اس وقت اسے ”را“ تنظیم کی دوسری میٹنگ میں بلا گیا تھا۔ اور اس سے کہا جا رہا تھا کہ آج رات کو وہ ایک خفیہ فلائٹ سے رونا کے ساتھ کابل جانے گا۔ وہاں چھ جاسوس اس کے ماتحت رہیں گے اور اسے ہر طرح کی سہولتیں فراہم کرتے رہیں گے۔

پارٹس نے کہا ”میں یہاں سے جاؤں گا تو مجھے بھارتی باشندہ سمجھ کر وہاں کے لوگ ہانکادی ظاہر کریں گے۔ اگر پاکستان کے راستے جاؤں گا تو مجھے انڈیائی پورٹریٹ کر عزت دیں گے۔ اگر غلطی بھی ہوگی اور ہم جاسوس یا تخریب پسند سمجھ کر پکڑے

میں تو ہماری جاسوسی اور تخریب کاری کا الزام پاکستان پر آئے گا۔“

ایک حمدے دار نے کہا ”بہت عمدہ آئیڈیا ہے۔ اپنی پلاننگ

تازہ۔“

”میں پولیس رپورٹر بن کر جاؤں گا۔ رونا ایک فلم ڈائریکٹر کی حیثیت سے ایک فلم یونٹ بنا کر اپنے لوگوں کے ساتھ رہے گی۔ وہاں کس جگہ ہم دونوں انجینیئر کی طرح ملیں گے پھر دوست بن جائیں گے۔“

دوسرے حمدے دار نے کہا ”رنا یہاں سے ایک فلم یونٹ بنا کر طیارے کے ذریعے جانے گی۔ تم دوسرے طیارے سے کشمیر کے شمال میں جوں ہوتے ہوئے ایک خفیہ راستے سے پاکستان میں داخل ہو جاؤ گے۔ وہاں ہمارے ایجنٹ اپنی گاڑیوں کے ساتھ موجود

رہیں گے۔ ہمیں پشاور، پشاور میں گے۔ پشاور میں ہمارا ایک ایجنٹ ہمارے لئے پاکستانی شہری ہونے کے گائڈ اٹا پاسپورٹ اور پولیس رپورٹ ہونے کے ثبوت میں ضروری گائڈ اٹا ہمیں دے گا۔ تم وہاں سے باقی روڈ پشاور جاؤ گے۔“

نئے سفر کی تیاریوں کے سلسلے میں مشورے ہو رہے تھے۔ میں کرکلاش راٹھور کے پاس آیا۔ وہ اپنے ایک بچکے میں بیٹھ گیا تھا۔ ڈاکٹر نے کہہ رہا تھا ”مجھے ایسی دوا دو کہ میں حماد کے یہاں آئے تک ہاتھ چلانے کے قابل ہو جاؤں۔ اس نے میرے ہاتھوں میں جھونکی پٹائی۔ میری حویلی میں کھس کر مجھے ذہل کیا۔ میں اپنے ہاتھوں سے اسے تڑپا کر گرا دوں گا۔“

”راٹھور صاحب! میں کوشش کر رہا ہوں۔“

”میں کوشش کی بات نہیں سنتا۔ اپنے مقدر میں صرف کامیابی دیکھتا ہوں۔ تم نے کامیاب غلام نہ کیا تو میرے آدمی ہمیں جوئے راتے ہوئے بازوؤں میں لے جائیں گے۔“

میں نے ڈاکٹر کی سوچ پر دھی۔ وہ دل ہی دل میں کرکلاش راٹھور کو گالیاں دے رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ دنیا کا کوئی ڈاکٹر اسے کھینچے دو

کے طور پر اس کے آدمی مجھے سرعام جوئے ماریں گے۔ میں یہ ہے

مڑتی بدواشت نہیں کروں گا۔

ڈاکٹر یہ دیکھتا آیا تھا کہ راٹھور کیسا خود باغ ہے۔ پھر حماد کی طرف سے ملنے والی بے عزتی نے اسے زخمی دردمند بنا دیا تھا۔ وہ ایسے وقت اسے انہیں اس کی بھی کوئی غلطی بدواشت نہیں کرتا تھا۔

ڈاکٹر بہت سے اس کا جانی دشمن تھا۔ وہ ایک لیڈی ڈاکٹر سے محبت کرتا تھا۔ اس کے شادی کرنا چاہتا تھا لیکن شادی سے پہلے کرکلاش راٹھور کو وہ لیڈی ڈاکٹر پسند آگئی تھی۔ اس کے آدمیوں نے اسے انوار کے کرکلاش تھمکی کو بھی میں پھنسا دیا تھا۔ ڈاکٹر نے اس کی منت و دعاہت کی۔ اس کے چہرے پر کرکلاش تھمکی اس پر کوئی اثر نہ ہوا جب کوئی اس کے سامنے دنا ٹکڑا آتا تھا تو اسے بہت خوش محسوس ہوتی تھی۔ اس کے ظالمانہ مزاج کو ایسا سکون ایسی رات ملتی تھی جیسے سارے جہان کی سریشیں سمیٹ رہا ہو۔

جب وہ لیڈی ڈاکٹر حویلی سے باہر آئی تو بری طرح کی کھسوٹی ہوئی تھی۔ تقریباً نیم مرہ وہ بوجھل تھی۔ ڈاکٹر نے اسے کھربچایا۔ اس کے ایک کھنکے بعد اطلاع ملی کہ لیڈی ڈاکٹر نے خود کو زہر ملا

انجینشن لگا کر اپنی جان دے دی ہے۔

ڈاکٹر نے چور نظروں سے کرکلاش راٹھور کو دیکھا۔ پھر سرخچ میں زہریلا دوا بھرنے لگا۔ اب انجینیئر کی موت کا انتقام لینے کا وقت آیا تھا۔ جس طرح مجبور نے بے آبد ہو کر بے عزتی اٹھا کر خود کشی کی تھی آج اسی طرح ڈاکٹر سرعام جوئے کھا کر بے عزت نہیں ہونا

چاہتا تھا۔ بعد میں ذہل اور شرمارا ہو کر مرنے سے بہتر یہی ہے کہ کرکلاش کو ختم کر کے اپنی جان دے دے۔

کرکلاش راٹھور اپنے بستر پر نیم دراز تھا۔ ڈاکٹر نے اس کی آستین اٹھاتے ہوئے کہا ”میں زہر اثر انجینشن دے رہا ہوں۔ صرف دس منٹ کے اندر زخم سے اٹھنے والی تیسس بیٹھ کے لئے ختم ہو جائیں گی۔“

اس نے بازوؤں میں سوئی پوسٹ کی۔ سرخچ کی دوا اس کے جسم میں منتقل کر کے موتی باہر نکالی، پھر کہا ”میں نے یہ انجینشن لگانے سے پہلے دو زہریلی گولیاں کھائی ہیں۔“

وہ تعجب سے بولا ”کیا کہہ رہے ہو؟ کیا کچھ ختم لے ایسا کیا ہے؟“

وہ لڑکھار کر اس کے پاس فرش پر گر پڑا۔ راٹھور کا ایک مسلح

باؤی گاڑا اسے اٹھانے کے لئے جھکا۔ وہ خود ہی اٹھتے ہوئے بولا۔

”بہت جاؤ مجھے ہاتھ نہ لگاؤ۔“

وہ پھر لڑکھارے ہوئے راٹھور کے قریب آیا اور بولا ”سنو! تم نے میری جھینگر کی عزت لوٹی تھی۔ اس نے جو زہر ملا انجینشن خود کو لگا دیا تھا۔ دسی انجینشن میں نے ابھی ہمیں لگایا ہے۔“

”نہیں، وہ چی مار کر بستر سے اٹھا۔ ڈاکٹر نے اس کے منہ پر

طمانچہ راتے ہوئے کہا ”تو اسی طرح معزز ڈاکٹروں اور اعلیٰ افسروں کو پھنسا رہا ہے اور ان کے منہ پر تھوکتا ہے۔“

85

یہ کہتے ہی اس نے راٹھور کے منہ پر تھوک دیا۔ اس کا ہاڈی گاڑا ڈاکو کو مارنے کے لئے آگے بڑھا اس سے پہلے یہ دھڑک دھڑک کر ٹھنڈا ہو گیا۔ کلاش راٹھور بستر سے اٹھ کر جھپٹے ہوئے بولا "مجھے فوراً اسپتال لے چلو۔ اس کتے نے مجھے زہریلا انجنشن لگایا ہے۔ میں مرنا نہیں چاہتا۔ مجھے فوراً اسپتال....."

وہ تیزی سے باہر جاتے جاتے تکلیف کی شدت سے گر پڑا۔ اس کے حواریوں نے اسے سارا دے کر اٹھایا۔ میں اس کے اندر کی حالت سمجھ رہا تھا۔ وہ دو گھنٹی کا مسلمان تھا۔ اسپتال تک پہنچایا نہیں جاسکتا تھا۔

میں نے پوچھا "سیاسی کتے، آخری لحات میں تیری ملاقات جاری ہے؟" اب فرعون بن کر کھڑا!"

وہ پریشان ہو رہا تھا کہ اس کے اندر یہ آواز کیسی ہے؟ کیا آخری وقت بچتا ہوا بول رہا ہے؟ نہیں نہیں۔ یہ آخری وقت نہیں ہے۔ میں بھلا کیسے مر سکتا ہوں۔ میں بے آواز آج رہے تخت کا بادشاہ ہوں! ابھی میرے جینے، ٹھکانے کرنے اور عیاشی کرنے کے دن ہیں۔

یہ سوچتے سوچتے اس نے ایک ہنگلی کی۔ وہ آخری ہنگلی تھی۔ اس کے ساتھ یہ وہ پیشہ کے لئے سارک ہو گیا۔

پاکستان میں "را" تنظیم اور یہودیوں کی "موساد" تنظیم سے تعلق رکھنے والے جتنے بے خمیر مسلمان تھے میں نے ان کے متعلق تفصیل سے میاں کے ایماندار اور فرض شناس افسروں اور عہدے داروں کو بتایا تھا۔ ان سے کہہ دیا تھا کہ کچھ روز کے لئے پاکستان سے باہر جا رہا ہوں۔ وہ ان دھن دھن عثمانیہ صرف نظر رکھیں ان کے ذریعے غیر ملکی ایجنٹوں کو گرفتار کرتے رہیں۔ میں بہت جلد پھر پاکستان آؤں گا۔

میں نے متعلقہ عہدے داروں کے ذریعے اپنے اور پاس کے لئے سنے خفاشی کا ڈیڑھا سپاہیوں اور پولیس رورنڈ کی حیثیت سے ضروری کاغذات چند گھنٹوں میں بنوائے۔ ان عہدے داروں نے ٹیلیفون کے ذریعے افغانستان کی عبوری حکومت کے عہدے داروں کو اطلاع دی کہ ارسلان اور جمادی دو مصلحتی آ رہے ہیں۔ وہاں ان دونوں کی آمدورفت کے لئے سوسائٹس فراہم کی جائیں۔

دوسری صبح پشاور میں پارس سے میری ملاقات ہوئی۔ وہاں ایک بھارتی جاسوس جو مسلمان بن کر رہتا تھا، اس نے حماد (پارس) کے نام سے پاکستانی پاسپورٹ اور دیگر ضروری کاغذات بنائے تھے۔ اس نے پارس کو ایک مکان کا پتہ دیا تھا۔ وہاں ہم باپ بیٹے گئے۔ اس مکان میں تین افراد تھے۔ انہوں نے پارس کے ساتھ مجھے دیکھ کر پوچھا "مستر حماد یہ کون ہے؟"

پارس نے کہا "یہ میرا نیا دوست ہے۔ آج ہی ملاقات ہوئی ہے۔ اگلی منزلوں میں یہ میرا ہم سفر ہوگا۔ تم جاتاؤ پاسپورٹ اور کاغذات تیار ہیں؟"

دوسرے شخص نے اسے پاسپورٹ اور کاغذات دیتے ہوئے کہا "تمہیں کسی ایجنسی کے ساتھ میاں نہیں آنا چاہئے تھا۔" پارس نے پاسپورٹ دیکھتے ہوئے کہا "یہ تو جعلی پاسپورٹ ہے میری تصویر بھی نہیں ہے۔" تیسرے شخص نے کہا "میں بتایا تھا کہ تم اپنی تصویریں لے کر آ رہے ہو۔"

"ہاں۔ وہ تصویریں میں لایا تھا۔ انہیں میں نے اس پاسپورٹ اور کاغذات میں لگا دیا۔ جو میرے اس دوست ارسلان نے میرے لئے بنائے ہیں۔"

"جب تمہارا رابطہ اپنے دوست سے تھا تو ہمیں پریشان کیوں کیا؟"

"یہ معلوم کرنے کے لئے کہ تم لوگ کون ہو۔ یہاں کس حیثیت سے رہتے ہو اور ایسے کیا ذرائع ہیں کہ جعلی کام کرتے ہو۔ ہندو تو مگر کبھی گرفتار نہیں ہوتے۔"

وہ تینوں پریشان ہو گئے "ایک نے پوچھا 'تم کون ہو؟' "میں حمار نہیں ہوں۔ ایک معمولی سا پاکستانی ہوں۔ اب بتاؤ جیل جاز کے ایسے مہربانہ نہ کرو گے۔"

ایک نے فوراً ہی ہسٹل نکال لیا پھر کہا "تم ہمارے خلاف کوئی جرم ثابت نہیں کر سکو گے۔"

میں نے کہا "تمہارا اسلامی نام تراب خان ہے اور پیدائش ہندو نام رگھوپر ہے۔"

وہ چونک کر کھینچے دیکھنے لگا۔ میں نے باقی دونوں اشخاص کے ہم اصل اور فرضی نام بتائے پھر کہا "تم لوگ ایک ناکام سیاست دار کے رشتے دار بن کر میاں رہتے ہو۔ وہ سیاست دان اپنے کمینڈر سے تیار ہونے والی جس اور بہنوئی تمہارے عقائد سے ہندوستان بھیجتا ہے اور اس کے عوض میاں تمہیں تحفظ دے ہے۔"

ایک نے ڈھٹائی سے کہا "تم اگرچہ بہت مگرے ہو۔ ہمارے بارے میں بہت کچھ جانتے ہو۔ اس کے باوجود ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔"

دوسرے نے ہسٹل سے نشانہ لیتے ہوئے کہا "اس کی گولیاں تم دونوں کی زباں میں بیٹھ کے لئے بند کر دیں گی۔"

اس نے بات ختم کرتے ہی اپنے ہسٹل کو میری طرف اچھلا دیا۔ میں نے اسے کچھ کہنے کی تینوں کو نشانہ لے کر رکھا۔ ایک نے ہسٹل بھیجنے والے سامنے سے فٹے میں کہا "یہ کیا ہے وہ قوتی کی ہے؟"

وہ پریشان ہو کر بولا "میں نے بے اختیار ایسا کیا ہے۔ میرا سمجھ میں نہیں آتا۔ میرے دماغ کو کیا ہو گیا تھا۔" میں نے کہا "تمہارا دماغ ہمارے ملک کو کمزور بنانے کے ہوا میں اڑ رہا تھا۔ اب تم اس دنیا سے اڑنا۔"

یہ کہتے ہی میں نے اسے گولی مار دی۔ وہ دونوں اپنے ساتھی کو دم توڑنے دیکھ کر سرمے گئے تھے۔ پیچھے ہٹ کر دیوار سے لگ گئے۔ پارس نے کہا "تم لوگوں کے خلاف واقعی کوئی ثبوت نہیں ہے۔ تم اپنے پاکستانی بنے ہوئے ہو۔ قانونی گرفت میں نہیں آؤ گے اور تمہارا سیاست دان بھی تمہیں کبھی گرفتار نہیں ہونے دے گا۔ کسی نہ کسی دانتیج سے بچا لے گا۔ ان حالات میں ہم تمہارے پیسے آئین کے سائین کو فوراً ہی جلی دیتے ہیں۔"

میں نے کہا "تمہیں میاں سے جانے کا زار بھی موقع ملے گا تو تم راہنہ کو حمار کی اصلیت بتا دو گے اور ایسا نہیں ہونا چاہئے۔" میں نے دونوں کو جنم کی طرف روانہ کر دیا۔ خیال خرابی کے ذریعے آئی کی کو اس سیاست دان کا نام بتا دیا۔ جن ذرائع سے جس اور بہنوئی اسکل ہوتی تھی ان کی تفصیلات بتائیں۔ پھر کہا "آپ اپنے طور پر اسے قانونی گرفت میں لیں۔ میں جا رہا ہوں۔ اللہ اللہ جلدی واپس آؤں گا۔"

ہم وہاں سے روانہ ہو گئے۔ پارس نے کہا "پاپا! اب مزہ آئے گا۔ آپ پشاور واپس آئیں گے اور افغانستان میں یہی دو زباں بول رہے ہوں گی۔" پھر کہا "آپ کی ٹیلی جیسی کام نہیں آئے گی۔"

"پاپا! افغانی باشندے اپنے رواجی لباس اور رک رکھاؤ کے باعث ناخاندہ اور پسماندہ دکھائی دیتے ہیں۔ ورنہ دوس جیسے سپاہیوں کو شکست دینے والے اور مغربی ممالک سے رابطہ رکھنے والے افغان مجاہدین انگریزی سمجھتے بھی ہیں اور بولتے بھی ہیں۔ پھر یہ کہ میں وہاں قیام نہیں کروں گا۔ تمہاری ماما (بہنوئی) ازبکستان میں ہے۔ میں اور کل جاؤں گا۔"

اس وقت افغانستان میں ایسے افغان باشندوں کی بھی تعداد خاصی تھی جو ابھرتے ہوئے گئے تھے کیونکہ یہ افغانی چودہ برس تک ہمارے ممانہ ہو چکے ہیں۔ ماضی میں ہندوستان سے ان کے تعلقات کمرے تھے اس طرح وہ آج بھی ہندی اردو سمجھ لیتے تھے۔

ہر پاکستانی کا فرض ہے کہ وہ افغانستان کی تاریخ کو پڑھنے اور اس کے موجودہ حالات کو سمجھنے کی کوشش کر رہے ہیں کیونکہ اس پڑوسی ملک میں جو اچھا یا برا ہو گا اس کا اثر پاکستان پر ہوتا رہے گا۔ جنی دلوں دوس نے افغانستان پر قبضہ بنایا تھا۔ ان دنوں یہ ظہور ویش تھا کہ دوس اس کے بعد پاکستان پر چڑھ دوڑے گا۔ ایسے آؤں گا جس دور میں پاکستان نے تیس لاکھ افغانی عورتوں، بچوں اور بڑھوں کو پناہ اور تحفظ دے کر افغان مجاہدین کو بے فکری سے جنگ لڑنے اور جیتنے کا موقع دیا۔ انہیں یہ صدمہ اٹھانے نہیں دیا کہ ان کی عورتیں بچے اور بزرگ مارے جائیں گے۔ آج وہ جنگ جیت کر اپنے خاندانی افراد کو صحیح سلامت اپنے ملک واپس لے جا رہے ہیں۔

لیکن ابھی خبرات باقی ہیں۔ جب تک افغان مجاہدین کے مختلف گروہ آپس میں اقتدار کے لئے لڑتے رہیں گے، ان کی عورتوں کو پھر دی جان والی عزت اور اہمیت کے لٹ جانے کا خطرہ رہے گا جو دوسری نسل کے دوزخ میں تھا۔

اور یوں افغان سماج میں اب بھی واپس جانے میں تاخیر اور تاخیر کریں گے اور ہماری معیشت کے لئے بدستور مسئلہ بنے رہیں گے۔ میں اپنی داستان میں سیاست اور آئین پیش نہیں کرنا چاہتا لیکن آگے چل کر جو دلچسپ اور جنس انگیز واقعات آپ پڑھنے والے ہیں انہیں پیش کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ آپ یہ معلوم کریں کہ وہاں آپس میں لڑائیاں کیوں ہو رہی ہیں؟

ایسی لڑائیاں ہر ملک کے اندر ہوتی ہیں۔ ہمارے پاکستان میں بھی جاری ہیں۔ یعنی زبان اور قومیت کا جھگڑا۔ اپنی نسلی اور قبائلی برتری جتانے کی ضد۔ افغانستان کے مغربی صوبوں اور مشرق میں فارسی زبان بولی جاتی ہے کیونکہ یہ علاقے ایران سے قریب تھے۔ یہ زبان رفتہ رفتہ پورے افغانستان میں سمجھی اور بولی جانے لگی ہے۔ یہ وہاں کی پشتو زبان کے مقابل ہے۔

ہر حال ایسے ہی حالات میں ہم باپ بیٹے اس ملک کی سرحد قریب قریب میزبان شاد بھیجے گئے۔ اس شہر میں پاک افغان کی بڑی بڑی تنظیموں کے دفاتر اور رابطے کے دفاتر ہیں۔ اسے جگہ بیکار اور کما جاسکتا ہے کیونکہ دوس سے لڑی جانے والی چودہ سالہ جنگ کو کسی شہر سے کنٹرول کیا جاتا تھا۔

آج بھی جس طرح دکانوں میں کھانے پینے اور روز خرو ضروریات کی چیزیں ملتی ہیں اسی طرح کھانا، شیشے، مٹین، مٹی، ٹی اور دوسرے اشیائے اسلحہ اور ان کی گولیاں مکے عام میاں سے خریدی جاسکتی ہیں۔ میاں ہماری ملاقات جلال شاہ سے ہوئی۔ پاک افغان رابطہ کا جو شعبہ ہے، جلال شاہ اس شعبے کا ایک خاص آدمی تھا اور ہمارے لئے کامیاب مقرر کیا گیا تھا۔

ہم کسی بھی ملک میں گائیڈ کے بغیر جاتے ہیں لیکن یہ اسلامی ملک ہونے کے باوجود کوئی انجینی مسلمان محفوظ نہیں ہو سکتا تھا۔ اگر ہم ایک قبیلے کے علاقے سے گزرتے تو وہ ہمیں دوسرے قبیلے کا جاسوس یا تحریک کا سمجھ لیتا۔

پھر سب سے بڑی خرابی یہ تھی کہ ایک عام آدمی کے پاس بھی اسلحہ ہوتا تھا۔ ان میں سے کچھ کون بدیت ہوتا۔ ہم سے رقم بھیجنے کے لئے کوئی چلا رہا۔ ایسے میں جلال شاہ جیسا گائیڈ دورے سے ملنے کی جھنڈی کی طرح اٹھ کر آتا اور دیتا تھا "پہلے حاسبہ کرو۔ اس کے بعد اطمینان نہ ہو سب کی چلاؤ۔"

ہم وہاں سے غلام خان کی طرف چلے۔ غلام خان ایک گاؤں کا نام ہے۔ پھر میں ایسا نام کیوں رکھا کیونکہ غلام خان کسی کے غلام نہیں ہوتے۔ وہ زبردست غلام ہوتے ہیں یا محبت غلام ہوتے ہیں۔

وہاں دو چھوٹے چھوٹے کھنڈوں سے ایک رتی بندھی ہوئی دکائی دی۔ ہمیں بتایا گیا کہ یہ پاکستان اور افغانستان کی سرحد ہے۔

میں نے دنیا کے نقشے کی کھنڈوں کی سرحدیں دیکھی ہیں۔ کہیں تار کاٹنوں سے سرحدی لائن بنائی گئی ہے۔ کہیں دو ملکوں کے درمیان دیواریں اٹھادی گئی ہیں۔ اگر آپس میں ایسے تعلقات ہوں تو تار کاٹنوں تو ہیں اور بندھنوں کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ایک درسی سے کام چل جاتا ہے اور قوت رتی حکم کی قیام ہوتی ہے کہ اللہ کی رسی کو منبھولی سے پکڑو۔ وہ سرحدی رسی ثبوت تھا کہ دونوں ملکوں کے مسلمانوں نے رسی کو منبھولی سے پکڑا ہوا ہے۔

ہم نے گاؤں غلام خان میں داخل ہوتے ہی اُن شہر کا قبرستان دیکھا جو چودہ برس تک جنگ لڑنے کے بعد وہاں شہید ہوتے رہے تھے۔ اس گاؤں کے ایک حصے میں اسلحہ کا بھی قبرستان ہے جہاں استعمال شدہ طیارہ شکن میزائلوں کا انبار لگا ہوا تھا۔ راکٹ لانچر، بڑے بڑے اسلحہ میزائل، ٹینک، بکتر بند گاڑیاں اور پہلی کا پڑھو کے ڈھانچے پڑے ہوئے تھے۔ وہاں دور تک اتنا فواد گھبرا ہوا تھا کہ ایک فواد کا کارخانہ تیار ہو سکتا تھا۔

اس گاؤں میں شام ہو گئی۔ گائیڈ نے کہا "رات کو سڑک کے میں غصہ ہے۔ بہتر ہے رات یہاں گزار دی جائے۔"

پارس نے کہا "سڑک جلال شاہ اٹم نے کہا تھا یہاں اجنبیوں کو دیکھ کر سوال جواب سے پہلے گولی نہیں چلائی جاتی ہے" پھر غصہ کیا؟

اس نے جواب دیا "میں اسے خوش کے مشرقی علاقوں تک جس قبیلے کے لوگ آباد ہیں۔ ان کا پیشہ دھنکی اور رہنمائی ہے۔ ان میں شرفاء اور امن پسند لوگ بھی ہیں لیکن رات کی تاریکی میں ڈاکو ی ملیں گے۔"

گاؤں کے سرے پر کڑی کا ایک کانچہ تھا۔ ہم نے وہاں قیام کیا۔ کہیں کانچے سے زرافا طے پر ایک نالہ برباد تھا۔ میں نے اس نالے کے پانی میں دو گاڑیوں کو آتے جاتے دیکھا۔ اپنے گائیڈ سے پوچھا "یہ گاڑیاں نالے سے کیوں گزرتی ہیں؟"

اس نے کہا "میں اسے خوش کے مشرقی علاقوں تک جس قبیلے کے لوگ آباد ہیں۔ ان کا پیشہ دھنکی اور رہنمائی ہے۔ ان میں شرفاء اور امن پسند لوگ بھی ہیں لیکن رات کی تاریکی میں ڈاکو ی ملیں گے۔"

ایک قبیلے کے سردار نے ہمیں رات کے کھانے پر مدعو کیا تھا۔ گائیڈ جلال شاہ نے کہا "میں نے آپ دونوں کی طرف سے دعوت قبول کر لی ہے۔ حالانکہ یہ سردار طرم خان کوئی اصحاب نہیں ہے۔ آپ کو اس ملک میں ایسے مجاہدین بھی ملیں گے جنہوں نے جہاد میں بھی حصہ نہیں لیا۔ جنگ کے دوران جہاد کے پاکستان یا ایران چلے گئے۔ اب یہاں واپس آکر فخر سے کھتے ہیں کہ انہوں نے دہشت گرد مار رکھا ہے۔"

فہر میں کتنی ہی رات گزرنے، دیرانی کا احساس نہیں ہوتا

لیکن وہاں رات کا اندھیرا پھیلتے ہی یوں لگا جیسے آٹومی رات ہو گئی ہے۔ دور تک گھراٹا اندھیرا تاریکی کی سی۔ ہماری رہائش گاہ کے باہر کسی انسانی وجود کا پتا نہیں چلا تھا۔ جنہیں دن کی روشنی میں دیکھا تھا، وہ اندھیروں میں گم ہو گئے تھے۔

جلال شاہ نے طرم خان کی دعوت اس لئے قبول کر لی تھی کہ اس ملک کے موجودہ حالات میں کسی کی مخالفت مول لینا اچھی بات نہیں تھی۔ رات کے آٹھ بجے ہم جلال شاہ کے ساتھ رہائش گاہ سے نکلے۔ باہر دور دور ملکوں میں لائیں یا چراغوں کی روشنیوں جھلک رہی تھیں۔ ہم تینوں کے پاس عمارت اور بھری ہوئی گھنٹیں تھیں۔ پریس رپورٹر ہونے کی حیثیت سے ایک کیمرا اور خنما کیسٹ ریکارڈر بھی تھا۔

دراصل طرم خان نے اس لئے مدعو کیا تھا کہ ہم مجاہدین کے کمانڈر کی حیثیت سے اس کی تصویریں اتاریں گے اور اس کا انٹرویو ریکارڈ کریں گے۔ نالے کے آس پاس ایک شگستہ سی چوٹی میں اس کی رہائش تھی۔ چوٹی کے باہر دو بڑے ٹرک اور دوسری گاڑیاں تھیں۔ چند مسلح افراد ہمارے استقبال کے لئے باادب کھڑے ہوئے تھے۔ طرم خان نے دووازے سے باہر آکر ہمارا استقبال کیا۔ بڑی گرم جوشی سے معافی کرتے ہوئے بولا "خوش آمدید پاکستانی برادر خوش آمدید! آپ بچتو جانتے ہیں یا غازی یا پھر انگریزی میں گفتگو کریں؟"

جلال شاہ نے کہا "انگریزی مناسب رہے گی۔"

وہ انگریزی بولنے ہوئے نہیں چوٹی کے ایک بڑے صحن بند لے آیا۔ وہاں قرشی نشست کے لئے درہوں پر چاندنی چھٹی ہوئی تھی۔ دسترخوان پر افواہ واقسام کے کھانے پینے ہوئے تھے۔ اور کی خوشبو اشتباہ انگیز تھی۔ دسترخوان کے اطراف رنگ برنگ لمبوسات میں کینزیں کڑی ہوئی تھیں۔ ان کے ہاتھوں میں مورے پھول کے بڑے بڑے پتے تھے۔ وہ ہمیں جگہا جگہا اور ایک ہموک ختم ہونے کے بعد دوسری ہموک پہنچانے کے لئے مامور کی گئی تھیں۔

طرم خان نے ایک کھل الف لیلی شادمانہ ماحول پیدا کیا تھا۔ اس نے پارس سے پوچھا "کیا یہ اصل پسند آیا؟"

پارس نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "یہ بہ بزرگ ہیں پسندیدہ کی ظاہر کروں گا تو طمانچہ مایوس گے اور خود اپنے کسے کی راہ نکالیں گے۔"

میں نے مسکرا کر کہا "طرم خان صاحب! میری عمر حد سے کم زیادہ ہے۔ اس لئے یہ مجھے بزرگ کتا ہے۔ بھلا ایسے ماحول بند کوئی بزرگ رہتا ہے؟"

پارس نے کہا "بزرگ نہیں رہا پتا۔ فوراً جوان ہو جاتا ہے۔ طرم خان نے بیٹے ہوئے کہا "یہ مسز خاں بڑے زندہ دل ہیں"

دوپے میں نے آپ لوگوں کی خدمت کے لئے کینزیں اس لئے رکھی ہیں کہ آپ کو اس ملک میں عورتیں شاید کیس نظر آئیں گی۔"

پارس نے کہا "آپ بہت باذوق ہیں۔ آپ نے اس خشک زمین پر ان کینزوں کو خشک میوے کی طرح پیدا کیا ہے۔"

وہ عابد اور غازی کھانے کے لئے عورتوں کی رشوت پیش کر رہا تھا۔ کھانے کے دوران کہہ رہا تھا "خوب سیر ہو کر کھاؤ برادر! کوئی چیز کم ہو تو بتاؤ۔ ابھی پوری ہو جانے کی بولو کی ہے؟"

پارس نے پھر میری طرف اشارہ کر کے کہا "مسز ارسلان کو میں اپنا پتا سمجھتا ہوں۔ یہاں صرف ماں کی کمی ہے۔"

میں نے اسے گھور کر دیکھا۔ طرم خان نے بیٹے ہوئے کہا "میری بڑے زندہ دل ہو۔ میری طرف سے اجازت ہے جسے چاہے اپنی اہل خانہ۔"

پھر اس نے مجھ سے پوچھا "کیوں مسز ارسلان! ان حیثیتوں میں سے کون سی پسند ہے؟"

میں نے کہا "میں طبعاً مجرم جانتا ہوں۔ میرا علم کتا ہے، ان میں سے جس کا نام توبہ خاتم ہے وہی مجھے پسند آئے گی۔"

اسے اچانک فحشا لگا۔ سنے کے اندر سے لقمہ ہر نکل پڑا۔ اسے کھانے دیکھ کر ایک کینز پر پانی کا گلاس بڑھایا۔ وہ پانی پینے کے دوران چور نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے سوچ رہا تھا "یہ ایسی مہمان توبہ خاتم کے حلق کیسے جانتا ہے! انہیں یہ شاید کچھ نہیں جانتا۔ اس کے علم نے صرف اتنا بتایا ہو گا کہ کسی توبہ خاتم نامی خاتون سے رشتہ کرنا چاہئے۔ میں خواہ مخواہ گھبرا رہا ہوں۔"

وہ پانی پینے کے بعد کمری سانس لیتے ہوئے بولا "سوری، کھانے میں دوغین زیادہ ہونے سے مجھے کاسی ہوئے لگی ہے۔"

پارس نے پوچھا "معزز میزبان! رشتے کی بات کریں۔ ان میں سے کوئی توبہ خاتم ہے؟"

وہ بولا "مجھے افسوس ہے ان میں سے کسی کا یہ نام نہیں ہے۔"

پارس مجھ گیا تھا کہ میں نے میزبان کے چہرے خیالات میں کسی توبہ خاتم کو پڑھا ہے۔ اس نے کہا "لیکن مسز ارسلان کا علم بھی عجیب نہیں ہے۔ یہاں سے ستاروں کی چال بتاتی ہے کہ جب عطا شدہ ایک قدم آگے بڑھ کر مشرقی پر قاب آئے گا اور مشرقی کو بخار آئے گا تو وہ تصویر توبہ خاتم بن کر اس چوٹی میں آکر ہم سے ملے گی۔"

طرم خان پھر کچھ پریشان ہوا اور بولا "میں ستاروں کی چال نہیں سمجھتا لیکن ناہ ستاروں کی چال بھی غلط ہو جاتی ہے۔ کوئی مشرقی میری چوٹی میں توبہ خاتم بن کر نہیں آئی ہے۔"

پھر وہ بیٹے ہوئے بولا "دوپے یہ کیا فضول سی بات نکل پڑی ہے۔ آپ میرا انٹرویو کریں۔ تصویریں اتاریں۔ آپ کے اخبار

کے ذریعے دنیا والوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ میں چودہ برس تک اپنے ملک میں دہشتوں سے لڑا رہا ہوں۔"

پارس نے کہا "مولانا جلال الدین خانی" احمد شاہ مسعود اور مجاہدین حکمت یار جیسے مجاہدین کے نام ساری دنیا جانتی ہے۔ یہ غازی دشمن کو ملک سے بھگانے کے لئے آگ اور خون کے دوا سے گزرتے رہے لیکن کسی نے طرم خان مجاہد کا نام نہیں سنا ہے۔ آپ آج تک منظر عام پر کیوں نہیں آئے؟"

وہ بولا "اس لئے کہ دوسرے مجاہدین کے گرد ہوں سے میرا سیاسی نظریاتی جھگڑا ہے۔ انہوں نے ایک دوسرے سے مل کر معاشی کو تسلیم کیا۔ اس میں مجھے شریک نہیں کیا۔ اس کو تسلیم کے فارمولے کے مطابق یہاں عبوری حکومت قائم کی اس حکومت میں بھی مجھے کوئی عہدہ نہیں دیا لیکن میں نادان بچہ نہیں ہوں۔ ایسی سیاسی چالیں چلوں گا کہ وہ مجھے حکومت میں شامل کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔"

میں نے کہا "حکومت ذہانت سے یا قوت بازو سے حاصل ہوتی ہے۔ جس کے پاس ہے وہ خوبیاں نہیں ہوتیں" وہ بڑے ملکوں کے ایجنٹ یا ذوال بن کر حکومت میں اپنے لئے جگہ بناتے ہیں۔"

طرم خان کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ توجہ بدل گئے اس نے پوچھا "ہم کتنا کیا چاہتے ہیں؟"

"میں کہ امریکا بظاہر افغانستان کے معاملے میں خاص دلچسپی نہیں لے رہا ہے۔ مگر عقل کسی ہے کہ جس امریکا نے روس کو یہاں سے بھگانے کے لئے اربوں ڈالر خرچ کئے کیا وہ اپنے ڈالر سود سمیت وصول نہیں کرے گا؟"

یہ کہنے ہی میں طرم خان کے دماغ پر حاوی ہو گیا۔ وہ میری مرضی کے مطابق بولا "دہشت کتے ہو برادر! امریکا اور دوسرے مغربی ممالک چاہتے ہیں یہاں اسلامی نظام رائج نہ ہو۔ چودہ برس پہلے یہاں جو مغربی بے حیائی تھی وہ بدستور ہے اور افغانستان پر پاد کے سامنے میں جہاد سے مسلم ممالک سے اتحاد نہ رکھے ہوں ایران، عراق، شام، لبنان اور عرب ممالک کی طرح مسلمان ایک دوسرے کی مخالفت کرتے رہیں۔"

وہ بولا "متحیر یہ کہ میں مغربی ممالک کا دلال ہوں۔ میں نے بے حیائی کی ابتدا کرتے ہوئے کابل کی عبوری حکومت کے ایک عہدے دار کی بہن توبہ خاتم کو اغوا کرایا ہے۔"

گائیڈ جلال شاہ نے مجھے سے کہا "شرم سے مراد۔ تمہارے ہاں قبیلے کا وہ مجاہد متان کو جی کتنا عظیم اور غیرت مند تھا اس کا نام سن کر دوسری سیاسی خوف زدہ ہوتے تھے۔ اس کا کتا نہ بھی خطا نہیں ہوا تھا۔ اس نے اسلحہ میزائل سے تھستو دوسری طیارے گرائے تھے۔ اور تم اپنے ہم وطنوں کو مغربی ملکوں کی جھولی میں گرائے آئے ہو؟"

میں نے اس کے دماغ کو ڈھیل دی "وہ پریشان ہو کر بولا "ہاں"

نہیں ابھی میں کیا کروا کر تھا۔
پارس نے کہا: "نیکو اس نہیں کر رہے تھے۔ تم نے ایک مجاہد کی
بہن کو توبہ خانم کو اغوا کر لیا ہے۔ بتاؤ اسے کہاں چھپا ہوا ہے؟"
وہ غصے سے بولا: "میں اس تک سہماں سمجھ کر لگنا نہ کر رہا ہوں
اور تم لوگ مجھے اغوا کا مجرم بنارہے ہو۔ اپنے چاروں طرف دیکھو۔
میرے مسلح گارڈز ایک اشارے پر ہم تینوں کو چھٹی کر دیں گے۔"
میں نے اس کی زبان سے اس کے ایک گارڈ کو مخاطب کیا جو
انگریزی جانتا تھا۔ اس نے ارٹ ہو کر کہا: "میں اسٹرا"۔
میں اس گارڈ کے اندر پہنچ گیا۔ اس نے فوراً ہی اپنی گھن
سیدھی کی اور تڑا تڑا فنگر شروع کر دی۔ کتنے ہی مسلح گارڈز نشانہ
بننے ہوئے گئے۔ لگے لگے وہاں سے بھاگ کر ستونوں کے پیچھے
چھپنے لگے کیونکہ وہ آقا کے حکم کے بغیر جواں فزا فنگر نہیں کر سکتے
تھے۔ کئی گھنٹی چلتی چلتی جیسے کی کوشش میں کرتی رہتی تھی مگر جاری
تھیں۔

چند سیکنڈ میں چو لاشیں گر چکی تھیں۔ میں نہیں جانتا تھا کہ
گائیڈ جلال شاہ کو میری خیالی غواہی کا علم ہو۔ میں نے فنگر کرنے
والے گارڈ کی گھن کا رخ طرغ خاں کی طرف پھیر کر اس کی زبان
سے کہا: "اسٹرا تم اسٹرا نہیں بے غیرت ڈالو ہو۔ دیکھو میں نے ایک
برست میں تمہارے کتنے آدمیوں کو جہنم میں پہنچا دیا ہے۔ کیا تم بھی
وہاں جانا چاہتے ہو؟"

وہ سہم کر بولا: "مگل احمد! یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تم تو میرے
اپنے ہو۔ میرے دست راست۔ میرے راز دار۔ وہاں تو تم۔"
مگل احمد نے بات کاٹ کر کہا: "اب میں تمہارا کوئی نہیں
ہوں۔ میرا خمیر پیرا ہو گیا ہے۔ چلو اٹھو اور توبہ خانم کو مسمائوں
کے حوالے کر دو۔"

وہ بے بسی سے اُدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ میں جانتا تھا وہ ستونوں کے
پیچھے چھپنے والے محافظوں کو گل احمد پر فائرنگ کرنے کا حکم دے گا۔
میں نے اس کی زبان سے محافظوں کو ڈانٹ کر کہا: "مگر صحن کی طرح
مٹ نہ رہے ہو۔ ہتھیار پھینک دو ورنہ گل احمد مجھے گولی مار دے
گا۔"

انہوں نے حکم سننے ہی ہتھیار پھینک دے گا۔ گائیڈ جلال شاہ
نے گل احمد کے پاس آکر اس کے شانے کو تھپک کر کہا: "شاہ شایاں! تم
غیرت مند اور محب وطن ہو۔ طرغ خاں کو اُدھر لے چلو جہاں توبہ
خانم کو قید کیا ہے۔"

گل احمد پہلے تو حیران ہوا تھا کہ اچانک غیرت مند کیسے بن
گیا ہے لیکن جب اپنے ہاتھوں سے مرے والے چھ محافظوں کو
مرے دیکھا اور اپنے آقا کے گھنٹا بک ہوئے اور سزائے موت
پانے کا خیال آیا تو اس نے حرام موت مرے کے مقابلے میں
بدستور غیرت مند اور باخمیر رہنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس نے کہا: "میں
جانتا ہوں اس بے چاری کو حویلی کے پیچھے ایک کمرے میں بند کیا گیا

ہے۔ اس کمرے کی چابی اس بے غیرت کے پاس ہے۔"
اس نے طرغ خاں کو نشانے پر رکھ کر حکم دیا: "چلو۔"
وہ آگے آگے چلے ہوئے بولا: "میرے سیاسی مشوروں کو غماز
میں نہ ملاؤ۔ میں توبہ خانم کو بر غمال بنا کر مجاہدین کے دو گروہوں
اپنے قابو میں کر سکتا ہوں۔ وہ دونوں گروہ مجھے اقتدار میں شام
کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔"

پارس نے پوچھا: "دو گروہ کیسے مجبور ہو جائیں گے؟"
"ایک تو اس لئے کہ یہ خاتون ایک عمدے دار کی بہن ہے
ہم نے اس عمدے دار کو پیغام پہنچا دیا ہے کہ وہ اپنی بہن کی گرفتار
کی نشیمنہ کرے۔ اگر وہ ایک معاہدے پر دستخط کرے گا تو خاتون
سے اس کی بہن کو واپس اس کے خیمے میں پہنچا دیا جائے گا۔"
"دوسرے گروہ سے خاتون کا کیا تعلق ہے؟"
"وہ ڈنٹوں اس قبیلے کے سردار کی بیوہ ہو ہے۔"
"بیوہ ہوا۔"

"ہاں! وہ اس قبیلے میں ایک دن کے لئے ہو بن کر رہی تھی
اسی رات دو سیالوں کی ہمدانی کے دوران اس کا شوہر ہلاک
ہو گیا۔ اب یہ بیوہ اس قبیلے کی غیرت بن گئی ہے۔ وہ غیرت مند
خاموشی سے اپنی سو کی واپس چاہتے ہیں۔ وہ بھی ایک معاہدہ
پر دستخط کرنے کل میاں آئیں گے۔"

ہم گفتگو کرتے ہوئے حویلی کے ایک دور افتادہ حصے
بارے تھے۔ جو پرے دار سامنے آتے تھے وہ اپنے آقا کو حصار
میں دیکھ کر ہتھیار ڈال دیتے تھے۔ پارس نے پوچھا: "وہ ایسا کیا معا
ہے کہ جس پر دستخط کرنے کے بعد مصالحت کو قائل قائم کرنے والی
مخاتباتیں تمہارے سامنے مجبور ہو جائیں گی۔ وہ توبہ خانم کو واپس
حاصل کرنے کی بعد معاہدے کے ساتھ تمہیں بھی جہنم میں پہنچا
ہیں۔"

وہ بولا: "برادر حماد! تم اور برادر ارسلان ساتھ دو گے تو
جلدی اقتدار میں شریک ہو جاؤں گا۔ کوئی اس معاہدے سے اٹا
نہیں کر سکے گا۔ اس معاہدے کے پیچھے ایک بہت بڑے ملک کا
ہے اور اس معاہدے کی تحریک میں ایسے سیاسی داؤ بیچ رہے ہیں کہ
کرنے والی دونوں پارٹیاں اپنے عہد و پیمان سے انکار نہیں کر
سکیں۔"

وہ ایک کمرے کے دروازے کے سامنے رک گیا: "پھر بولا"
اس دروازے کے پیچھے قید ہے۔ اس دروازے کو کھول کر ان
لے جانے سے پہلے سوچ لو۔ فیصلہ بدل دو" اور فیصلہ بدلنے
قوت لاکھوں ڈالر میں بتاؤ۔ میری بات نہیں مانو گے تو حویلی کے
آکر پھنساؤ گے تم تینوں کو اور گل احمد کو بھی کیسے امان نہیں
گی۔ یہاں سے کابل تک ہر قدم پر موت ملے گی۔"

پارس نے اس سے چابی بھین کر قفل کو کھولا۔ پھر دروازہ
کو کھول کر دیکھا۔ وہ ایک مندر پر بیٹھی ہوئی تھی۔ کیا غضب

جائے اور مجبور کرنے کے لئے توبہ خانم کو اغوا کر لے گا۔ تب وہ
اسے غیرت کا معاملہ کر کے معاہدے پر دستخط کر دیں گے۔"
"ہاں! اس دستخط سے بعد میں انکار نہیں کیا جاسکتا؟"
"نہیں۔ کابل کی عبوری حکومت میں مغربی ممالک اور امریکا
کے ایجنٹ موجود ہیں۔ وہ ایسے افغانی کانڈیروں کو حکومت میں جگہ
دے رہے ہیں جنہوں نے دوسری فوج میں دے کر اپنے ہی وطن کے
سیکڑوں افراد ہلاک کیا اور طرح طرح کے مظالم ڈھانے میں کوئی
کسر نہیں چھوڑی۔"

وہ بولی: "ہاں میں جانتی ہوں کابل کی عبوری حکومت میں ایسے
ظالم لوگ موجود ہیں۔ میں یہ بھی جانتی ہوں کہ روس اور مغربی
ممالک کے پالیسیاں داس ہرک کارل اور سلطان علی کشمند
مزار شریف کے علاقہ میں پہنچ گئے ہیں۔ انہیں کابل ہلاک کر حکومت
میں شامل کرنے کی سازشیں کی جارہی ہیں۔ میرا اغوا بھی ایسی ہی
ایک سازش ہے۔ اور میرا بھائی مجبور ہو کر ان کی حمایت کرے گا
اور میری سرسراں والا گروہ بھی تائید کرے گا تو سارا میری چال
کا سیاہ ہو جائے گی۔ مغربی ممالک کے ایجنٹ حکومت میں شامل
ہو جائیں گے۔"

پارس نے کہا: "اگر ہم صبح تک کابل پہنچ جائیں تو ہمیں دیکھتے
ہی تمہارا بھائی مجبور ہوں گے دلدل سے نکل آئے گا۔ تمہاری
سرسراں والوں کی دغلی چال ناکام ہو جائے گی۔"
وہ بولی: "میں یہاں سے فون پر بھائی کو اپنی خیریت کی اطلاع
دے سکتی ہوں۔"

پارس نے کہا: "یہ مناسب نہیں ہے۔ کابل میں تمہارے بھائی
یا کسی اور کو تمہاری رہائی کی اطلاع نہیں ملنی چاہئے۔ ورنہ دشمن
ہوشیار ہو جائیں گے۔ یہاں بھی ہم طرغ خاں کو بر غمال بنا کر اپنے
ساتھ لے جائیں گے۔"

پھر پارس نے طرغ خاں سے کہا: "تم اپنے خاص لوگوں سے
کہ دو کہ یہاں سے کسی کو توبہ خانم کی رہائی پانے اور تمہارے
بر غمال بننے کی اطلاع نہ پہنچے۔ جیسے جیسے تمہارے مددگاروں کو اطلاع
ملے گی، ہم تمہیں گولی مار دیں گے۔ تم اپنی زندگی کے لئے ہمارے

مقبول سالانہ نگرانہ اخبار اعلیٰ درجہ کی دستاویز، مکتبہ جامعہ معتمدین، کراچی

عجیب رنگے

ریکارڈنگی چوری

پانچواں کام

موت کا راستہ

تحت: ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰

تحت: ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰

تحت: ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰

جنگ کی جہازوں کے باعث ٹیلیفون کے تاریخی سلامت نہیں رہے تھے۔ مکمل جیسے اہم مقامات میں یہ نظام بحال کیا گیا تھا۔ روزہ موبائل فون یا ٹرانسمیٹر کے ذریعے شکوک ہوئی تھی۔ طرم خاں کے پاس ایک سی موبائل فون تھا، وہ ہم نے اپنے قبضے میں کر لیا۔ ہم طرم خاں کو حوٹلی کے باہر لے آئے۔ اسے موت کے قریب دیکھ کر اس کے تمام حواریوں نے ہتھار پیک بیک دئے تھے۔ وہ اپنے خاص ماتحتوں کو سمجھا رہا تھا کہ اس کے جانے کے بعد میاں کے حالات اور اس کی گرفتاری کا ذکر کسی سے نہ کیا جائے۔ اس کی سلامتی کے لئے سب لوگ خاموش رہیں۔

ہم سب ایک لینڈر دور میں سوار ہو گئے۔ یہ اونچے پہاڑوں اور مضبوط گاؤں والی گاڑی اس علاقے کے لئے نہایت موزوں تھی۔ اسے گل احمد زائر کو کہنے لگا۔ اس نے گاڑی کو نالے کے پانی میں ڈال دیا تھا۔ پانی کہیں تک چھانکس زیادہ ڈرائیگ میں اس کی مہارت دیکھ کر ہلکا کر دہ ایسے راتوں پر اکثر آتا جاتا رہتا ہے۔ اگلی سیٹ پر گل احمد کے ساتھ جلال شاہ بیٹا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھوں میں ایک گمن تھی۔ دونوں کے درمیان طرم فل تھا۔ میں ایک گمن لے کر بیچل سیٹ پر بیٹھ گیا تاکہ پیچھے سے حملہ ہو تو جوانی فائرنگ کروں۔ درمیانی سیٹوں پر قحبہ خانم اور پارس بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ پارس سے بولی ”تم دونوں صحنی ہو۔ تمہیں اعلیٰ سطح پر حکومت کے ذرائع سے گلگیرین حکمت یار“ احمد شاہ مسعود اور مولانا جلال الدین حقانی وغیرہ سے ملاقات کرنا چاہئے۔ تم لوگ یہاں کیسے ملے آئے؟“

پارسے نے کہا ”ان قابل فخر مجاہدین سے دنیا کے تمام صحافی ملاقات کر رہے ہیں۔ پاکستانی صحافی بھی ان سے ملتے ہیں۔ ہمارے ملک کے اخبارات اور رسائل میں افغانستان اور میراں کے جیالوں کے متعلق بہت زیادہ معلومات شائع کی جاتی ہیں لیکن ہم جس اعزاز سے معلومات حاصل کر رہے ہیں اس سے چھپے ہوئے دشمن بے خواب ہوتے رہیں گے۔ اور یہ حقیقت واضح ہوئی کہ بددیانتی افغان مجاہدین کو متحد ہو کر حکومت بنانے کا موقع نہیں دیا گیا۔“

وہ بولی "خدا نہ کرے کہ ایسا ہو۔ ہمارے مجاہدین کی چودھ
برسوں کی محنت اور قربانیاں رائیگاں جائیں گی۔ تم پاکستانیوں نے
واے واے، دوسرے، ختمے ہمارا بڑا ساتھ دیا ہے۔ تم دونوں کی صحافت کا
یہ انداز بہت خوب ہے، ہمارے حق میں ہے۔ جتنی جلدی ممکن ہو،
دشمن عناصر کو بے نقاب کرو۔ ہم انہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"
وہ پولا "کیا تم کسی کو مارنے سے پہلے تو یہ کرائی ہو؟"
"میں نے اب تک کسی کو نہیں مارا ہے۔"
"پھر تو جس خبر میں سے کہہ سکتے تو یہ تو کہتے ہوئے آؤ اور

”تو یہ کسی نہیں جانتی“ کی جاتی ہے۔“

تب اس کی سمجھ میں آیا کہ جان دینے والے عاقل سے
 یہی کہیں گے اس کا کوئی اور نام تو ہے نہیں۔ دھیسے سے دیکھ کر
 ”سزا میں اس طرح کسی کا فری وارپانڈ نہیں کرتی۔“
 گاڑی نے پھولکھو لکھایا تو وہ توازن نہ سنبھال پائی۔ پار
 آگئی۔ پھر جلدی سے سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ پارس نے کہا
 ”فری وارپانڈ ہے۔ کیا اللہ کی شان ہے۔“

وہ دوسری طرف کھڑکی کے بازو بگھنے لگی۔ ہر تار کی نر
نظر نہیں آتا تھا۔ سامنے بیڑا لائیکس کی روشنی میں دور تک؛
بانی شور باری تھا۔ گاڑی کبھی دائیں بائیں بچکوتے کھاتی تھی۔
انجیل پڑتی تھی۔ کسی میل کا سفر طے کرنے کے بعد طرہ عام
چور خیالات نے بنایا۔ آگے حشام ربانی کا کایرا ہے۔ حشام اور
میں بڑی اچھی دوستی ہے۔ دونوں ہی غیر ملکی ایجنٹ ہیں لیکن
پہلے تو یہ خانم کے مسئلے پر ان کا اختلاف ہو گیا۔

طرم خاں کا مقصد صرف سیاسی تھا۔ جبکہ حشام ربانی؟
تھا۔ اس نے طرم سے کہا تھا "مجھے اپنی حوصلی میں مہمان کو بلا
رات کے لئے تو بہ خاتم کو میرے ڈیرے پر بھیج دو۔ جس دوسرے
امانت واپس کر دوں گا۔"

طرم خاں نے کہا تھا ”جذبات میں اندھے نہ بنو۔ ہمیں
کے بڑے سیاست دانوں میں گھسنا ہے۔ یہ خاتم ہماری ییزھی
اس ییزھی کو غلط بتائیں گے تو اس کا بھائی کامل میں ہمیں
مار دے گا۔“

اس نے دلیل پیش کی ”کوئی عورت لٹنے کے بعد رسوا
خیال سے زبان نہیں کھولتی۔ توبہ خانم کو مجھ پر چھوڑ دو۔ دوسرے
بھروسہ کرو۔“

طرم خاں نے اس کی بات نہیں مانی۔ اب وہ ہمارا قیدی سوچ رہا تھا۔ حشام ربانی یوں کا یا رہے۔ وہ قیدی طور پر ناراض ہے اب ہمارے ساتھ قید خانہ کو دیکھ کر خوش ہو جائے گا۔ ہوشیاری سے کام لے گا تو اپنی مراد بھی پوری کرے گا۔ میرا بھی بچا لے گا۔

میں نے گل احمد سے کہا "گٹھڑی روکو۔ میرا علم کتنا ہے
خطرہ ہے۔"

طرم خاں نے حیرانی اور پریشانی سے پلٹ کر مجھے دیکھا۔
اپنی رہائی کی امید تھی اور میرا طرم پھر اس کے لئے مصیبت
تھا۔ کل احمد نے کہا ”برادر! آپ کا طلم سچا ہے۔ آگے بڑھا
اپنے خوابوں کے ساتھ رہا ہے۔“
میں نے انعام بن کر سوچا ”یہ ختم رہائی کون ہے؟“

ان کے جانے سے، "جیسا کہ کوئی دوسرا راستہ اختیار نہیں کر سکتے؟"

پارس نے، "نہیں۔ تم دیکھ رہے ہو تو اس کی بھی پس پاؤں جھلک رہی ہیں۔ ان ہاؤزوں کے درمیان سے گزرنے کا ذریعہ کی ایک ٹالہ ہے۔"

مطمئن کہ حاشم راہی، صرف پشت اور قصہ و غبار،

ہم نے کہا "جب کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے تو گاڑی چلاؤ۔"

محل احمد نے کہا ”آگے بڑھنے سے پہلے وہ بات بتا دوں جو توبہ نامہ کا اوجہ سے اب تک نہیں بتا رہا تھا۔“

وہ دہلی "کیا بات ہے؟"
 "میں رام رانی تم پر بری نیت رکھتا ہے۔"
 "پارس نے کہا" "جی صورت بھی کیا بری شے ہے۔ بروں کی
 نیت اور بری کر دیتی ہے۔"

دوبلی "یہ تم اپنی زبان میں کیا بول رہے ہو؟"
پارس نے انگریزی میں سمجھایا "یونی سم ٹائز کمس بیڈ فار
بیڈ پلاؤ لے بیڈ انٹنشنز۔"
"اگر کوئی" آگے موت کھڑی ہے اور تم فضول باتیں کر رہے

”مفتول بات اس طرح درست ہو سکتی ہے کہ اچھی صورت
 بھی کیا بری شے ہے۔ جب بھی لاتی ہے موت لاتی ہے۔“

وہ پارس سے منہ پھیر کر گل احمد سے بولی "کیا حثام نے مجھے دیکھا ہے؟"

"بدنیت کا دیکھنا ضروری نہیں ہے۔ وہ تعریف سن کر عاشق ہو جاتا ہے۔"

”مجھے اسلحہ دو۔ خود پر آج آنے سے پہلے اسے مار ڈالوں گی۔“

میں نے پچھلی سیٹ سے ایک نئی کمن اٹھا کر اسے دے دی۔ گاڑی آگے چل پڑی۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے پارس سے کھانے کے دھامیں پائیں جو چائیاں ہیں۔ ان کے خاندان اور چٹانوں کے سامنے میں شام ربانی اور اس کے حواری رہتے ہیں۔ خوارین کے تعداد ستائیس ہے ان کے پاس کافی اسلحہ ہے۔ ٹرکس گولیاں بھی ہیں جن کی ہوائی فائرنگ سے پورے علاقے میں آتش فشاں جھلک جاتی ہے کہ رات کا اندھرا اجالے میں بدل جاتا ہے اور پچھے ہوئے لوگ صاف نظر آتے ہیں۔“

پارس نے پوچھا ”وہاں آپ کے شکار کتنے ہیں؟“
 ”صرف ایک“ غصہ انگریزی جانتا ہے۔ وہ حشام کا خاص بندہ
 ہے اس کا نام زمیر خیری ہے۔ تم طرم خاں پر نظر رکھنا۔ وہ وہاں پہنچے

میں نے مسکرا کر کہا ”کسی دشمن کو گریڈز استعمال نہ کرنے دینا۔ ہم گولیوں کی بوچھاڑ میں بچ سکتے ہیں۔ گریڈز کے دھماکوں سے بچنا مشکل ہو گا۔“

”وہ غار کس سمت ہے۔ جہاں حاتم اور زبیر حیرتی قیام کرے ہیں؟“

ہم باپ بیٹے چپ چاپ پلاننگ کرتے رہے۔ پھر فائنگ کی آواز پر ہماری گاڑی رک گئی۔ تاریکی میں کسی نے لاکر کر کہا ”اچھن بند کرو۔“

گل احمد نے گاڑی بند کر دی۔ تالے کے دونوں طرف سے گاڑی پر تاج کی روشنیاں پڑنے لگیں۔ گل احمد نے کہا ”ہم دوست ہیں۔ برادر حشام ربانی سے بولو۔ اس کا دوست طرم خاں اور گل احمد اپنے مسمانوں کے ساتھ کابل جا رہے ہیں۔“

پوچھا کہ "کتنے سہان ہیں۔ سب کے نام بتاؤ۔"
 توجہ خانم نے آہستگی سے کہا "میرا نام نہ بتانا۔"
 گل احمد نے کہا "وہ لوگ نام سننے کے بعد تصدیق کریں گے
 ہمارے اوپر دو شہنشاہیں گے۔ ہم تم کو کیسے چھپائیں گے۔"

دوسری طرف سے گرجن کو پوچھا گیا "تعداد اور نام بتاؤ۔"
وہ بولا "ہم تعداد میں سچے ہیں۔ میں مغل احمد، دوسرا طرم خاں،
تیسرا ایک گائیڈ جلال شاہ، چوتھا ایک پاکستانی صحافی حماد، پانچواں

بھی ایک پاکستانی صحافی ارسلان اور نمبر چھ۔ چھ.....“
 ”نام بولو۔“

"توبہ خانم" یہ نام پہاڑیوں کے درمیان گونجنے لگا۔ توبہ خانم،
توبہ خانم-خانم-نم-نم-نم....

پھر شتم کے حقے کو بچنے لگے۔ میں اپنے بھتیجے ساجدوں کے داغوں میں جاسکتا تھا۔ ان کے ذریعے مقامی زبان بولنے والے کا انگریزی ترجمہ سن سکتا تھا۔ شتم کہہ رہا تھا ”مرم خاں! ہم تو پرانے یار ہیں۔ میں اپنے نار کا راستہ نہیں بدلوں گا۔ ضرور کابل جاؤ۔ مگر ٹیکس ادا کرتے جاؤ۔“

پھر وہ چیخ کر بولا "نیکی۔ خوب صورت نیکی۔ خوب
صورت۔۔۔ رات کی تاریکی میں پہاڑیوں کے درمیان آواز گونجنے
لگی۔ خوب صورت۔ خوب صورت۔ صورت۔ صورت۔ صورت۔
۔۔۔ رات۔ رات۔ رات۔"

توبہ خانم جان پر کھیل جانے کے لئے تنگنی محسوس کی۔ اپنے ہتھیار کو مضبوطی سے جکڑ لیا تھا۔ پارس نے آہستگی سے کہا ”جوش میں آؤ گی تو ہوش میں نہیں رہو گی۔ میری ہدایت پر عمل کرتی رہو تو میں تمہاری عزت پر آنچ نہیں آنے دوں گا۔“

زیرِخبری نے بات کاٹ کر کہا "میں معلوم ہے۔ تم نے اپنی
 حوصلے کے وفاداروں سے کہا تھا کہ تمہاری گرفتاری اور توبہ خاتمِ
 ِ ربانی کی اطلاع کسی کو نہ دی جائے لیکن تمہارے وفاداروں میں
 ہمارے وفادار بھی سمجھے ہوئے ہیں۔ ہمیں بتا ہے ان میں سے ایک
 پاکستانی باہر بخوبی ہے۔ کون ہے وہ جس نے اپنے علم سے توبہ خاتمِ
 سراغ لگایا تھا۔"

وہ اپنے دستِ راست زہیر خیری کے ساتھ غار کے چلا گیا۔ چھ کھل حواریں نے ہمارے پیچھے اور دائیں! بدوقف ناک لیں، ہمیں چلنے کا اشارہ کیا۔ ہم ایک حواری کے چلنے کے لیے وقتِ توبہ خانم نے بے اختیار سمارے کے پاس کا بازو تھام لیا تھا۔ وہ کہہ رہی تھی میں ڈرتا ہوں؟ یقین بے شری کی موت مرنا نہیں چاہتی۔ اسے مارنے کے

لا خواہی اسے نظر پر رکھے ہوئے تھے وہ خاموشی سے
لن کے ساتھ غار کے دوسرے حصے میں چلی گئی۔ حشام ربانی نے حکم

یوں گریبان پکڑ کر لے جاتا، وہ بھی پارس کو؟ یہ تو تین ہم باپ بیٹے بڑا اشت نہیں کر سکتے تھے لیکن لے جانے والا ہماری نظروں میں بے جا نہ تھا۔ چند گھنٹوں کا مسلمان تھا یہ حقیقت بھول گیا تھا کہ لوگ تو تھوڑے، در کے لئے اک دوسرے کا گریبان پکڑ کر ٹھنسنے پر۔

موت پیش کے لئے انہیں گھسیٹ کر لے جاتی ہے۔

حسام پارس کو کھینچتا ہوا اس کمرے میں آیا جہاں توبہ خانم ایک چتر پر بیٹھی ہوئی تھی۔ قریب ہی ایک آرام دہ بستر بچھا ہوا تھا وہاں کسی کمرے کا دروازہ نہیں تھا۔ خار کے حصوں کو توڑ کر کمروں کی صورت دی گئی تھی۔ ادھر کوئی دروازہ لگانے والا مستری نہیں تھا۔

جب حسام ربانی اس کمرے میں آرام کرنے آیا تھا تو کوئی حواری اس وقت تک ادھر کارخ نہیں کرتا تھا جب تک اسے طلب نہ کیا جائے۔ حسام نے توبہ خانم کے سامنے پارس کو دکھا دے کر کہا ”دیکھ تیرا میرے سامنے کیسا چاہا ہے۔ اب بتا چوہے سے یاری کرے گی یا بچہ سے؟“

وہ بولی ”میں نے کسی سے یاری نہیں کی۔ مگر اس نوجوان کی شخصیت کے سامنے تم مٹی دھول ہو۔ اگر شیر ہو تو نیتے ہو کر اسے چوہا بناؤ۔“

”ملک اور عورت کو فتح کرنے کے لئے ہتھیار لازمی ہوتے ہیں۔“

پارس نے کہا ”میں ہتھیار کے بغیر بھی تمہارے سامنے اس دوشیزہ کو جیت سکتا ہوں کیونکہ اس شریف زادی کو صرف محبت اور شرافت سے جیتا جاسکتا ہے۔ ہتھیار تو تمہارے لئے ضروری ہے۔ اس لئے اپنی یہ سخن مجھے دے دو۔“

اس کی بات فہم ہوتے ہی حسام کے سامنے جیسے بجلی کو نہ گئی۔ پارس نے اتنی پرتی سے حملہ کیا تھا کہ اس کی نظرس ادھر سے ادھر ہوتی رہی تھیں۔ کیونکہ حملے کرنے والا بجلی کی طرح بھی ادھر پک رہا تھا بھی اور کھڑک رہا تھا۔ اسے اپنے پجاری کی پشتوں میں ہاتھ سے نکل جانے والی گن کو دوبارہ حاصل کرنے کا موقع مل گیا تھا۔ وہ پاؤں میں مدھ کر ہار بیا سخت اور قد آور تھا۔ دو ہندوں کو بغل میں دو بچ کرے ہوش کو دیتا تھا۔ لیکن فری اسٹائل کا فن نہیں جانتا تھا۔ پھر بیلے کبھی ایسے فلوادی جوان سے بالا نہیں پڑا تھا۔ اس کے ہاتھ پاؤں ایسے چلتے تھے جیسے بدن پر لوبہ کی سلاخیں پڑی ہوں۔

جب اس نے پجاری کی کوئی صورت نہیں دیکھی تو چکر اپنے حواریوں کو پکارنے لگا۔ پارس تو راسی زمین پر سے گن اٹھا کر اسے نفلانے پر رکتے ہوئے بولا ”۳۰ آپ نے آدمیوں کو واپس جانے کا حکم دیا۔“

”کسی مسلح افراد دروازے پر آکر رک گئے کیونکہ ان کا آقا نفلانے پر تھا۔ حسام نے کہا ”جاؤ چلے جاؤ ادھر کوئی نہیں آئے گا۔“

وہ پس و پیش میں رہنے اپنے آقا کو موت کے منہ میں چھوڑ کر جانا نہیں چاہتے تھے۔ میں نے ذہیر خیری کے داغ پر قبضہ بنایا اس نے کلا خشک سے اپنے چار ہندوں کو مارا گرایا۔ پھر کہا ”تم لوگوں

نے آقا کا حکم نہیں سنا۔ وہ ادھر سے جانے کو بول رہے۔“

باقی تین حواری حسام کے دروازے سے واپس چلے کر ادھر پارس نے کہا ”اب میرے ہاتھ میں ہتھیار ہے لیکن مجھے چاہیے کہ میں ہتھیار کے بغیر توبہ خانم کا دل جیت رہا ہوں اور جبر قوت مل رہی ہے۔“

وہ ایک قدم آگے بڑھ کر اس پر تھوکتے ہوئے بولی ”شیطان پر تھوکتی ہوں اور تمہارے جیسے انسان کو سلام کرنی ہو اسے گولی مار دو۔“

”میں خانم! جس طرح ہم طرح خاں کو پر غل بنا کر اس حواریوں کے خون خرابے سے بچ گئے تھے اسی طرح ایک چلائے بغیر اسے یہاں سے لے چلیں گے۔ چلو حسام! آؤ۔“

وہ بے بسی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ دروازے کی طرف بھاگا۔ جیسے زار کا راستہ دیکھ رہا ہوں۔ پھر وہ بھٹکا بھٹکا بھٹکا بھٹکا ہو کر اسے اس وقت سے نکالا۔ اسے جسم میں پتھار دو۔

میں ذہیر خیری کے اندر قیام دہ دروازے پر آکر اس کا زور لیتے ہوئے بولا ”یہ لوگ تمہیں ذلت نہیں دے رہے ہیں۔ اور ذلت دینے والا خدا ہے۔ تم نے توبہ خانم کی ذلت کا ارادہ جس کا ارادہ کیا؟ یہی ذلت تمہیں مل رہی ہے۔“

”تم میرے تک خوار ہو کر ایسی باتیں کر رہے ہو؟ میرے دوسرے وفادار کہاں ہیں؟“

پارس نے اسے ایک لات مار کر کہا ”باتیں نہ کرو۔ رہو۔“

وہ کمرے سے نکلے ہوئے بولا ”غیری! ان کی زبان میں اسے سمجھاؤ کہ یہ یہاں سے زندہ نہیں جائیں گے۔“

خیری نے اسے پیچھے سے دھکا دیتے ہوئے کہا ”جس کے میں اسلحہ ہوتا ہے، وہی آقا نکالتا ہے۔ تم خالی ہاتھ ہو گلو۔ مجبور ہو۔ یہاں کوئی تمہارے حکم کی قیبل نہیں کرے گا۔“

وہ مجبور ہو کر قیدی کی حیثیت سے چل رہا تھا اور دور کو ہوتے خاموش تک خادموں کو ایک تماشاخی بننے کی وجہ سے باہر بھی اس کے محافظوں نے اس کی سلامتی کی خاطر پیریکہ سے ہم پھر تالے کے پانی میں اتر کر اپنی گاڑی میں ذہیر خیری نے تالے کے کنارے ایک چٹان پر کھڑے ہو کر بلبلے میں کہا ”معزز مسلمانوں کو جانے دو۔ جب تک یہ نظروں سے اوجھل نہیں ہوں گے جب تک کوئی زمین سے ہتھیار نہ اٹھائے۔“

گاڑی چل پڑی حسام ربانی ہمارے درمیان قیدی بنا ہوا تھا۔ ہم صلیح صفائی اور لکین دین کی باتیں کرتا جاتا تھا۔ خانم نے کہا ”میں صلیح صفائی کی بات نہ کرو۔ آگے جا کر صفایا ہو جائے گا۔“

آگے کی سبیل جانے کے بعد اس نے کہا ”میری مدد میں اس کے لئے کے ساتھ سفر نہیں کروں گی۔“

گاڑی رک گئی۔ وہ باہر نکل کر حسام سے بولی ”اے بچے

”حسام نے ہمیں سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ سمجھتا جاتا تھا کہ ہم اسے چھوڑ کر آگے چلے جائیں گے یا گولی ماریں گے۔“

توبہ خانم گاڑی کے آگے بیٹھلا سس کی دوشی میں چلی گئی تھی اس کی تنگی میں چاقو کا پھل پک رہا تھا۔ حسام ربانی اس کی طرف آتا تو وہ بولی ”میں میری عزت سے کیلتا چاہتے تھے آؤ کیلیو! میرے ہاتھ سے چاقو زمین لو۔ مجھے بے بس کرو۔“

حسام نے سر ہٹا کر گاڑی کی سمت دیکھا۔ وہ ہماری طرف ہاتھ اٹھا کر بولی ”کوئی گاڑی سے باہر نہ آئے۔ مجھے اغوا کرنے والوں میں ایک قسم خاں مارا گیا۔ دوسرے کو میں قتل نہیں کروں گی تو اغوا کی جگہ کو سکین نہیں ملے گی۔“

”میں نے کھنڈی سے سر نکال کر کہا ”حسام! یہ ہمارا وعدہ ہے۔ ہمیں سے کوئی تمہارا ہاتھ روکنے نہیں آئے گا۔“

گاڑی جلال نے پوچھا ”سزاوار سلطان! کیا یہ مناسب ہے کہ ایک دوشیزہ کو خانم کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جائے۔“

”میں نے کہا ”وہ تمہاری قوم کی بیٹی ہے۔ افغان بیٹی ہے۔ تماشا دیکھو۔“

وہ اس کے ہاتھ سے چاقو پھینکے کے لئے بیٹھنے پر تیار تھا۔ وہ بھی حملہ کرنے کے انداز میں اس کے بیٹھنے والے دیکھ رہی تھی۔

حسام نے اچانک ہی اچھل کر اس پر چھلانگ لگائی ”خانم جنگ گنی پراس نے پانی میں چاقو تارتے ہوئے اسے اپنے سر کے اوپر سے گزارا۔ وہ اس کے پیچھے پانی میں جا کر چھپا کر گرا۔ پانی کے مچھلے دور تک اچھلتے ہوئے گئے۔ پھر وہ پھیل کر اٹھنے لگا۔ اس کی پس اور اس پاس کا پانی لہو سے سرخ ہو رہا تھا۔

جب دوسری جارحیت کے باعث جنگ شروع ہوئی تھی۔ جب توبہ خانم چھ برس کی بیٹی تھی۔ اس کے بچپن کی مصیبت کو جنگ کی تباہ کاریوں نے نکالیا۔ اس نے چودہ برس تک کوئی لوری یا موٹی نہیں سنی۔ راکٹ لاہروں اور توپوں کی گھن گرج سننے والی۔ اس نے پریوں اور شہزادوں کے خواب نہیں دیکھے۔ خالوں اور رندوں کے خوفناک چہرے دیکھے۔ کبھی کابل، کبھی جلال آباد، کبھی خوست اور کبھی پکتیا کے علاقوں میں جان بچانے دشمنوں کو فریب دے کر نکل جانے کے عملی تجربات سے گزر رہی۔ وہ چھ برس کی بیٹی جو طویل جنگ کے دوران باہدو کی فضا میں سانس لیتی ہوئی خان ہوئی۔ بھلا اسے ایک عیاش کیسے زیر کر سکتا تھا؟

میں نے اس کے خیالات سے اس کی ہسٹری پڑھنے کے بعد ہی اسے حسام کے مقابلے میں تھا چھوڑا تھا۔ پہلے اس نے مراد شاہ ندوی کے غور میں حملہ کیا تھا۔ توبہ خانم کے ایک ہی وارے کھانا کو مروا کی نہیں چلے گی۔ وہ دشمنی پسلی کو قہار حملہ کرنے سے زیادہ بچنے کی کوشش کرے گا۔ اس کی نظرس چاقو پر تھیں۔

اگر چاقو کسی طرح پانی میں گر جاتا تو وہ ایک مرد کا مقابلہ ہاتھ پاؤں سے نہیں کر سکتی تھی۔

وہ دونوں بیٹھنے بدل رہے تھے۔ موقع کی ناک میں تھے۔ حسام نے اچانک ہی جھک کر دونوں ہاتھوں سے پانی کو اس کی طرف اچھالا۔ پانی اس کے چہرے اور آنکھوں میں آیا۔ اس نے آنکھیں بند کرتے ہوئے ذرا سانس گھمایا۔ حسام نے ہاتھ پر لات ماری، چاقو ہاتھ سے نکل کر اچھلتا ہوا ایک جگہ پانی میں چلا گیا۔

وہ دوڑتا ہوا ادھر آیا۔ پانی میں جھک کر دونوں ہاتھوں سے ٹوٹے لگا۔ چاقو دھوڑنے لگا۔ توبہ خانم نے پیچھے سے لات ماری تو وہ پانی میں اوندھا ہو کر قلابازی کھاتا ہوا ذرا دور گیا۔ سانس رکھنے لگی تو پانی سے ہڑبڑا کر ابھرا۔ وہ اتنی دیر میں ایک ہزار دو ہندوں ہاتھوں میں اٹھا کر تار کھڑی تھی۔ اس کے ابھرے ہی پھر سر پورے مارا۔ اس کے حلق سے بچ نکلی جیسے آسمان سے زندگی کی ایک بانگ رہا۔ پھر وہ آسمان کی طرف سراٹھائے آہستہ آہستہ پانی میں جا دل شانے چت کر پڑا۔ ڈوبنے کے بعد دم گھٹنے لگا تو تانی نہ رہنے کے باوجود سانس لینے کے لئے سراٹھایا۔ توبہ خانم نے اپنا ایک پیر اس کے منہ پر رکھا۔ وہ پھر ڈوب گیا۔ اس میں اتنی سکت نہیں رہی تھی کہ وہ دونوں ہاتھوں کو حرکت دے کر اپنے منہ پر سے ایک عورت کا پیر ہٹاتا۔ جسے وہ اپنے پیروں میں لانا چاہتا تھا اسی کے پیر سے زندگی ہار گیا۔

وہ تھوڑی دیر تک اسی طرح پاؤں رکھے کھڑی رہی۔ سنسناتی ہوئی ہوا میں پھاڑوں کے درمیان کوچ رہی تھیں۔ سر ہٹک پھاڑوں کی چوٹیاں بھی زلزلے کے ایک جھٹکے سے زمین پوس ہو جاتی ہیں۔ انسان کیا چیز ہے؟ کس عورت کے قدموں سے ہونے والی موت سے دوسرے شہزادوں کو بھی عبرت حاصل کرنا چاہئے۔ دراصل شہزادوں کو کمزور عورت نہیں مارتی، غور مارنا ہے۔

وہ پاؤں ہٹا کر پیچھے ہٹ گئی۔ گاڑی کی طرف آتے ہوئے جھک جھک کر دونوں ہاتھوں سے پانی لیتے ہوئے اپنے لباس سے لہو کے دھبے دھو رہی۔ پارس نے دروازہ کھول دیا۔ وہ اس کے پاس آکر بیٹھ گئی۔ دروازہ بند کر لیا۔ پھر گاڑی آگے بڑھ گئی۔

میں نے ذہیر خیری اور دوسرے حواریوں کو کیل پیچھے چھوڑ دیا تھا۔ وہاں سے چلتے وقت میں نے خیری کے داغ پر قبضہ بنائے رکھا تھا تاکہ وہ تعاقب میں نہ آئیں۔ پھر توبہ خانم اور حسام کی جنگ شروع ہونے سے پہلے خیری کو آزاد چھوڑا تو وہ چمک کر خود کو اور ساتھیوں کو دیکھنے لگا۔ خیرانی سے بولا ”کیا میں خواب دیکھ رہا تھا یا یہ حقیقت ہے؟ میں نے دیکھا یہاں آنے والے پاکستانی ہمارے آقا کو پکڑ کر لے گئے ہیں اور میں آقا کو ان کے حوالے کر رہا ہوں۔“

ایک نے کہا ”یہ سچ ہے۔ تم نے ایسا کیا ہے، وہ لوگ ہمارے

راکت لانچر اور اسٹنٹر میزائل کے فولادی ٹکڑے بھرنے
 ہیں۔ اس کاٹل اس کا داغ اور اس کا مزاج سب فولاد کے ہے

99

ہیں وہ اچانک ہمارے حمایتی کیسے بن جاتے ہیں۔ طرم خاں کا وفادار

98

یہ سب جہاں ساتھ جوں رہا ہوں۔ مانند رستخود بیک سے

وہ جلدی سے دروازہ کھول کر چلتی گاڑی میں بیٹھتی ہوئی ہوئی۔
 "غصول یا میں نہ کرو۔ میں نے پاکستان کا نام سنا تھا۔ دیکھا نہیں تھا۔ آج تمہاری صورت میں پاک نام دیکھ رہی ہوں۔ تمہاری نظروں میں اور تمہارے عمل میں میرے لئے پاکیزگی اور حفاظت ہے لیکن تم بہت خراب ہو۔"
 "یہ کیا بات ہوئی؟"

"دور کیا، کسی کی محال نہیں ہے کہ مجھ سے اپنی بات منوا سکے۔ تم بہت قہر ڈکاس ہو۔ اپنی بات منوا کر لے جا رہے ہو۔"

پارس نے گاڑی کی رفتار تیز کر دی۔
 ہمارے مقابلے پر سات مسلح افراد تھے۔ ان کے پاس اسلحہ اور کارتوس کی کوئی گنت نہیں تھی۔ ہم گاڑی کو پہاڑی کے چپے چھوڑ کر نکلے ہوئے آئے تھے۔ دوسرے نظروں میں میں جلال شاہ کا ہاتوں میں الجھا کر اپنی دور سے آیا تھا۔ تمام اسلحہ اور کارتوس گاڑی میں رہ گئے تھے۔ ہم دونوں کے پاس ایک ایک ٹی بی اور چند کارتوس تھے۔ اگر ہم ضروریات کے مطابق پوری طرح تیس ہوتے تو میں چند منٹوں میں ان کا تختہ کھرتا۔

اب تو بہت محتاط رہ کر بیٹھنے کا مسئلہ تھا۔ دشمن اس انداز میں گھیر رہے تھے کہ ان میں سے اب تک کوئی نشانے پر نہیں آیا تھا۔ میں نے جلال شاہ سے کہا "جب تک پورا یقین نہ ہو کہ نشانہ خالی نہیں جائے گا اس وقت تک گولی نہ چلائے۔"

"اگر انہوں نے چاولوں طرف سے گھیر لیا تو؟"

"تو تم لوگوں نے برسوں جنگ لڑی ہے۔ بتاؤ کیا سیکھا ہے؟ نہ بتا سکتے تو میں بتاؤں گا۔"

"ہم نے یہ سیکھا ہے کہ میدان جنگ میں مارنا ہے یا مرنا ہے۔ تیسرا کوئی راستہ نہیں ہے۔"

میں نے کہا "تیسرا راستہ خود کو موت سے بچانے کا ہے۔ جب اسلحہ نہ ہو یا کم ہو تو ہر ممکن کوشش سے دشمنوں کے اسلحہ خانے تک پہنچنا چاہئے وہ دیکھو وہ اپنی گاڑی چھوڑ کر ہمیں گھیرنے کے ارادے سے دور نکل آئے ہیں۔ ہمیں ان کی اس غلطی سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔"

"ہم گاڑی تک کیسے جا سکیں گے؟ اور کیا ضروری کہ اس گاڑی میں ہمارے لئے ہتھیار رکھے ہوں۔"

"فائرنگ شروع ہو تو تم صرف چند منٹ تک انہیں الجھائے رکھنا، وہاں ہتھیار نہ ہونے تو میں گاڑی اور اس کے پینڈول کو ہتھیار بنا لوں گا۔"

میں نے ایک بڑا سا پتھر اٹھا کر اسے اپنی دونوں ہاتھوں میں لیا۔ پھر دوسرا پتھر اپنی رانوں پر تیسرا پتھر اپنے کے بعد بیٹ پر رکھ کر چتا اپنے سینے پر رکھ لیا۔ یوں چاروں شانے چت ہو کر ہتھکڑی ملی دونوں کنٹیوں سے زمین پر پڑ گئے۔

میں کھلی جگہ پر لیٹا ہوا تھا۔ دور سے یوں لگا ہوا تھا کہ پتھر بڑے ہوئے ہیں اور ایسے ہی پتھر جگہ جگہ پڑے ہوئے تھے۔ اتنی آہستگی سے کھٹک رہا تھا کہ دور سے پتھروں کے متحرک ہونا پتا نہیں چلتا ہو گا۔

میں نے جلال شاہ کے اندر پہنچ کر دیکھا۔ وہ ایک چٹان کی جگہ پر بیٹھا ہوا اور ایک نظر سے دور ڈارہا تھا۔ اس کی نظریں میری طرف ہی آئیں لیکن مجھ سے دیکھ نہ سکا۔ مجھ پر رکے ہوئے پتھر آئے۔ اس طرح اطمینان ہوا کہ دشمن بھی دھوکا کھا رہے ہوں۔ مجھ پر رکے ہوئے چار عدد پتھر کوئی کبھی کے پھول نہیں بڑا سا زمین پر پڑے تھے۔ وزن میں ایک ایک پتھر پچیس کلو سے کم ہو گا۔ ایک آدھ اور زیادہ وزن ہو گا۔ پھر یہ بھی خیال تھا کہ بیروں پر رکے ہوئے پتھر کرنے نہ پائیں۔ ورنہ ان کے اڑنے میں دشمنوں کی توجہ کا مرکز بن جاتا۔ ایسی حالت میں کنٹیوں پشت کے بل کتنی مبرا آڑا تکلیفوں سے کھٹک رہا تھا۔ یہ میرا ہی بہتر جانا ہے۔

ادھر فائرنگ شروع ہو گئی تھی۔ جلال شاہ میری ہدایت کر رہا تھا۔ اپنی طرف سے فائرنگ نہیں کر رہا تھا۔ پتھروں کی کڑک رہا تھا۔ جب دشمنوں نے دیکھا کہ جوانی فائرنگ نہیں ہو رہی تو کچھ سے سوچا کہ شکار چٹان کے چپے سے کھٹک کر دوسری چلا گیا ہے۔ وہ دوسری جگہ تلاش کرنے لگے۔ کچھ نے ارادہ اسی چٹان کو نماز بنایا جائے۔ وہ دے پدموں چلتے ہوئے آئے جلال شاہ کے داغ میں محتاط رہ کر ان کے قریب آنے کا انتظار تھا۔ جب یقین ہوا کہ اب گولیاں ضائع نہیں ہوں گی تو میں اس کے ذریعے ترازو گولیاں چلائیں۔ ایک ضائع ہوئی۔ آگئیں۔ وہ آدوی چچا مار کر گرے۔ ایک وہاں کی ڈھلوان سے ا ہوا کھلی جگہ آتے آتے مجھ سے ٹکرا کر گر گیا۔

وہ بھی زمین پر پڑا تھا۔ میں بھی پتھروں کے نیچے چاروں شا لیٹا ہوا تھا۔ گولی کا دم دکھائی کھلی۔ دم نکلے وقت وہ آگئیں پھاڑ کر مجھے دیکھ رہا تھا۔ اس نے منوں پتھروں کے نیچے اپنی میں کسی زندہ انسان کو نہیں دیکھا ہو گا۔ مرتے مرتے یہ قہقہا رہا تھا۔

میں نے آہستگی سے پوچھا "ہیلو جا رہے ہو۔"

ساحلی کے کھرانے سے پتھر ادھر ادھر ہو گئے ہیں۔ پھر میں نے بڑی پہلی سے اس کی لاش کو کھینچ کر اپنے اوپر رکھ لیا۔ اس حرکت سے مجھ میں آنے کا کہ گولی نکلے والا ساحلی ابھی زندہ ہے اور اودھا ہو کر رہ گیا ہوا گاڑی کی طرف جا رہا ہے جبکہ لاش کے نیچے میں کھٹک رہا تھا۔

میں نے جان لیوا تدبیر اس لئے بھی آزمائی کہ اگر دشمنوں کو وہاں پہلی چلائی کا پتا چل جاتا اور وہ گولیاں برساتے تو میں اس لاش کی وجہ سے تقریباً بائیس پروف ہو چکا تھا۔ اگر کچھ اونچ نیچ ہوتی تو ساحلی کے متعلق کیا جاتا ہے کہ وہ مرے بھی تو سوا لاکھ کا۔ میرے لئے تو وہ دشمن مرنے کے بعد سوا لاکھ کا ہو گیا تھا۔ خدا اسے جزا دے۔ اس نے مجھے گاڑی تک پہنچا دیا۔

میں نے گاڑی کی آڑ میں پہنچ کر لاش کو ایک طرف ڈھلکا دیا۔ پھر زمین سے اٹھ کر ادھر کا دروازہ کھول کر دیکھا۔ پچھلی سیٹ کے نیچے چھوٹے راکٹ ایک لاش کے ساتھ رکے ہوئے تھے۔ میں نے راکٹ گولاخ میں ایلے بیٹ گرنے کے بعد پہاڑی کی طرف دیکھا۔ کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔

جب سے جلال شاہ نے فائرنگ کی تھی۔ تب سے وہ لوگ قتل ہو کر کھپ گئے تھے۔ توہڑی در بعد چار افراد پہاڑی کے اوپر نظر آئے۔ وہ لوگ اس بلندی سے ایک بڑے اور ہماری پتھر کو نیچے اڑانے کی کوشش کر رہے تھے۔ ان کا ارادہ مجھ میں آ گیا۔ جس چٹان کے چپے جلال شاہ چھپا ہوا تھا وہاں سے ہماری پتھر آ کر اس پر گر سکتا تھا۔

میں نے لاش کو شانے پر رکھ کر دشمنوں کا نشانہ لیا پھر اسی لمحے میں جلال شاہ کے اندر پہنچ کر اسے وہاں سے بھاگایا۔ جیسے ہی وہ چٹان سے زرا دور گیا، میں نے راکٹ چلا دیا۔ دوسرے ہی لمحے میں پہاڑی کی بلندی پر چھپے قیامت آگئی۔ زبردست دھماکا ہوا۔ اس دھماکے میں مرنے والوں کی چھین گم ہو گئیں۔ کتنے ہی انسانی ہسٹوں کے ٹکڑے بلندی سے گرتے ہوئے ہماری پتھر کے ساتھ وہاں پہنچے جہاں پہلے جلال شاہ تھا۔

جلال شاہ دور جا کر یہ ہولناک منظر دیکھ رہا تھا اور اپنے کان پر کڑک رہا تھا "خدا یا! میں بے اختیار وہاں سے بھاگ کر نہ آتا تو یہی ایک موت ہوتی کہ لاش پہچانی نہ جاتی۔"

اچانک دوبارہ اٹھیا تھا۔ وہ پلٹ کر بھاگنے لگا۔ دوسری طرف سے جلال شاہ اس کا نشانہ لیتا ہوا آ رہا تھا۔ اس نے ایک گولی چلائی پھر دوسری گولی میں اسے گرا دیا۔ توہڑی در تک گولیوں کی آواز پہاڑیوں سے ٹکرانی رہی اور ہمارے پاس واپس آئی رہی۔ اس کے بعد سناٹا چھا گیا۔ جلال شاہ مجھے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ میں نے گاڑی کے اندر اسلحہ کا ذخیرہ دیکھنے کے بجائے اس کے خیالات پڑھے۔ اب وہ مجھ پر شبہ کر رہا تھا۔

اس کی سوچ کہ رہی تھی "میں اچانک چٹان کے چپے سے کیوں بھاگ نکلا تھا؟ میں نہیں جانتا تھا کہ اوپر سے ہماری پتھر اور دشمن مجھ پر گرنے والے تھے۔ یہ ارسلان جانتا تھا کہ ایسا ہونے والا ہے کیونکہ اس نے بلندی سے دشمنوں اور پتھر کو میری جگہ گرایا تھا۔ میرا دل کہتا ہے کہ اللہ کا ولی ہے اس کا برگزیدہ بندہ ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "یہ کوئی دل نہیں ہے۔ میری چھٹی حس نے مجھے ہوشیار کیا تھا اور میں چٹان کے چپے سے ہٹ گیا تھا۔"

"کیا اس وقت بھی چھٹی حس نے ہوشیار کیا تھا جب پیچھے سے دشمن نے مجھ پر فائرنگ کی تھی اور میں دشمن کو دیکھ کر بغیر فوراً ہی زمین پر گر پڑا تھا۔ پھر تیزی سے زمین پر چت ہو کر اسے گولی مار دی تھی۔ یہ سب کچھ میرے کسی ارادے کے بغیر ہوا تھا۔"

اس نے سوچتے ہوئے پھر مجھے دیکھا "میں نے یہ خدا کا نیک بندہ ایسے خطرات کے وقت جان بچاؤ ہے جب ایک عام آدمی کسی ان حالات میں بیچ نہیں سکتا۔ طرم خاں اور شام ربانی کے دونوں دست راست نے اچانک ہمارے ممانتی بن کر ہمارے آگے جانے کے لئے راستے ہموار کئے تھے ورنہ کم از کم توبہ خانم کی عزت و آبرو کبھی سلامت نہ رہتی۔"

میں نے کہا "جلال شاہ! اتنی دیر سے فائرنگ ہوتی رہی۔ کیا توبہ خانم اور حماد نے آوازیں نہیں سنی ہوں گی؟ انہیں آتا چاہئے تھا۔"

"شاید انہوں نے چھٹا مناسب سمجھا ہو گا۔ آؤ آگے چل کر انہیں دیکھیں گے۔"

دلیل بتاتا ہے۔

”جناب! آپ وہ نہیں ہیں جو نظر آتے ہیں اور جو نظر نہیں آتے اسے آپ ظاہر نہیں کریں گے خدا کے پراسرار بندے ایسے ہی ہوتے ہیں۔“

”برادر! کیا تم مجھے پراسرار سمجھ رہے ہو؟“

”آپ میرے سمجھنے کی بات نہ کریں۔ عقل کا اندھا بھی یہ کہے گا کہ طرم خاں کی حویلی سے یہاں تک مجھے اور توبہ خانم کو بھی مدد ملتی رہی ہے۔“

”تمہیں مدد بندوں سے نہیں خدا سے ملتی ہے۔“

وہ چپ ہو گیا۔ محرقاقل نہیں ہوا۔ ہم اپنی پہلی گاڑی جہاں چھوڑ آئے تھے وہاں پہنچ گئے۔ جلال شاہ نے کہا ”وہ دونوں یہاں بھی نہیں ہیں۔“

”ان کی فکر نہ کرو۔ وہ ہم سے کہیں راستے میں ملیں گے۔ ہمیں آگے بڑھنا چاہئے۔“

ہم دشمنوں کی گاڑی سے چند خاص ہتھیار اور پٹرول سے بھرے ہوئے کین اٹھا کر اپنی گاڑی میں رکھنے لگے۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ”آپ نے پیش گوئی کی ہے تو وہ دونوں آگے ضرور ملیں گے۔ میں آپ کے پراسرار علم کو صدقہ دل سے مانتا ہوں۔“

وہ پھر ذرا نیچے سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ اسے اشارت کرتے ہوئے بولا ”پہلے ہم توبہ خانم کی وجہ سے راستہ بدل رہے تھے۔ اب وہ نہیں ہے۔ ہم کماؤر مسودیک کے علاقے سے چلیں گے۔ میں نے کہا کماؤر نے جس راستے سے جاتے یا کاشوہ دیا ہے اسی راستے پر جانا چاہئے۔“

”میں جانتا تھا کماؤر کے علاقے سے گزرتے ہوئے اس سے ملاقات کرتے ملیں۔“

”اسی دوسرے راستے پر کماؤر سے ملاقات ہوگی۔“

اس نے چمک کر مجھے دیکھا۔ پھر گاڑی کو آگے بڑھاتے ہوئے بولا ”خدا اے بزرگ و برتر کی قسم! آپ کی پیش گوئی پر میرا ایمان ہے۔ وہ کماؤر اس راستے پر ضرور ملے گا۔“

ہماری گاڑی کماؤر کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے لگی۔ میں نے پارس کے پاس جا کر دیکھا۔ وہ ذرا نیچے تھا اور توبہ خانم اس کے پاس اگلی سیٹ پر ایک گھنٹے بیٹھی ہوئی تھی اس نے کہا ”پاپا! ابھی تک ہم خیریت سے سفر کر رہے ہیں۔“

میں نے کہا ”خانم کے بھائی حاتم شہار اور کماؤر مسودیک ایک دوسرے سے سیاسی دشمنی رکھتے ہیں۔“

”پھر آپ نے ہمیں کماؤر کے علاقے سے گزرنے کو کیوں کہا ہے؟“

”میں نے لے کر کہا ابھی کماؤر نہیں ہے۔ وہ خانم کو اغوا کرنے دوسرے راستے پر گیا ہے۔ قصہ یہ ہے کہ جلال شاہ نے کماؤر کو بتایا تھا کہ ہم خانم کے ساتھ اس کے علاقے سے گزرنے

والے ہیں۔ اس نے کہا خانم کی وہ عزت کرتا ہے لیکن دشمنوں سے اس لڑکی کو نقصان پہنچے گا تو خواہ مخواہ کماؤر مسودیک پر الزام آئے گا۔ لہذا خانم کو ہم دوسرے راستے سے لے جائیں۔“

”اچھا سمجھ گیا۔ ایک طرف کماؤر مسودیک کے خانم اپنے علاقے سے دور رکھا تاکہ اس پر الزام نہ آئے اور دوسری طرف اسے اغوا کرنے دوسرے راستے پر گیا ہے۔“

”بالکل یہی بات ہے۔ کماؤر کی سوچ نے بتایا ہے کہ وہ ایک خاص راحت باشم کو اپنے علاقے میں چھوڑ کر بندہ و فدا و امداد کے ساتھ خانم کو اغوا کرنے دوسرے راستے پر آیا ہوا ہے۔“

پارس نے پوچھا ”میں خانم کے ساتھ دوسرے گزروں کا باشم سے سامنا ہوگا؟“

”ہاں ایک چھوٹی سی پہاڑی پر باشم دس مسلح افراد کے ساتھ ہے۔ نیچے سڑک سے تمہاری گاڑی گزرنے کی تو وہ گاڑی کو دیکھیں گے اور تمہیں رکنے کا حکم دیں گے۔ تم رکنے کے بغیر آگے جاؤ گے۔ ایک بامدنی سڑک پھٹ پڑے گی۔ میں ابھی اس سڑک کو نامہ بنا کر آتا ہوں۔“

میں نے باشم کے پاس پہنچ کر اس کے دماغ پر قبضہ بنایا۔ ایک کانچ سے باہر جاتے ہوئے اپنے مسلح افراد سے بولا ”تم ٹوڑ یہاں ٹھہرو۔ میں ابھی بامدنی سڑک چیک کر کے آ رہا ہوں۔“ وہ باہر آکر پہاڑی سے اترتا ہوا سڑک پر آیا۔ وہاں سے آٹھ نصف میل کے فاصلے پر وہ بامدنی سڑک تھی۔ دوسرے پہاڑی مرضی کے مطابق اسے کاٹ دیا گیا تھا۔ اسی وقت جلال شاہ میری آنکھیں بند دیکھ کر کہا ”آپ سو جائیں کوئی پرابلم ہوگا توڑ کو بگاڑوں گا۔“

”میں سو نہیں رہا ہوں ذرا آرام کر رہا ہوں۔“

میں اسے جواب دے کر پھر باشم کے پاس آیا۔ وہ حیران ہو سوچ رہا تھا ”میں نے اس بامدنی سڑک کو بیکار کیوں بنادیا ہے؟ اس سے پہلے کہ وہ اسے دوبارہ کارآمد بنائے۔ میں نے پھر قبضہ بنالیا۔ وہ پھر نصف میل واپس چلا ہوا آیا اور کانچ بجا دے لے لے پہاڑی پر چڑھنے لگا۔ میں نے اس کے ذریعے دروازے گاڑی کو آتے دیکھا۔ ایک مسلح سپاہی اونچے چتر پر کھڑا ہوا تھا۔ ہمارا تھا اور گاڑی کو روکنے کا اشارہ کر رہا تھا۔

میں باشم کو چھوڑ کر خانم کے پاس آیا۔ اس کے ذریعے دیکھ لائیں کہ وہ خانم کے ذریعے گاڑی روکنے کا اشارہ کر رہا تھا۔ کہہ دی تھی ”دوسرے خلو ہے۔ اوپر پہاڑی پر مسلح افراد نظر آتے ہیں۔“

میں نے پارس سے کہا ”گاڑی نہ روکو بڑھتے چلے جاؤ۔“ دوسرے باشم پھر آزاد ہو کر بڑھ رہا تھا ”ارے یہ مجھے کیا ہے۔ میں بامدنی سڑک کے پاس سے یہاں کیسے آیا؟“ اپنے سوالوں کا جواب نہیں ملا۔ میں نے اس کے ذریعے

اٹھا کر پیچھے ہوئے کہا ”لائسنس رکھ دو۔ گاڑی نہ روکو اسے جانے دو۔“ اس شخص نے لائسنس کو چتر پر رکھ دیا۔ پہاڑی پر کھڑے ہوئے لوگوں نے اپنی ٹانگیں نیچی کر لیں۔ پارس تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتا ہوا ان کے سامنے سے گزر گیا۔ آگے بامدنی سڑک سے بھی پار چلا گیا۔

خانم کھڑی سے باہر بیچھے دیکھ کر بولی ”عزیزت ہے۔ وہ ہمیں رستے کے لئے کہہ رہے تھے۔ پھر خود ہی ہمیں جانے دیا ہے۔ کوئی تعاقب بھی نہیں کر رہا ہے۔“

پارس نے تائید کی ”ہاں حیرانی کی بات ہے۔ وہ پیچھے نہیں آتے ہیں۔ لیکن آگے رکاوٹیں ہو سکتی ہیں۔ ہمیں محتاط رہنا چاہئے۔“

باشم کہہ رہا تھا ”یہ۔۔۔ یہ کیا ہو رہا ہے۔ وہ جو گاڑی اسی تھی کہاں چلی گئی۔“

ایک حواری نے کہا ”برادر! باشم اتم نے گاڑی کو جانے کی اجازت دی ہے۔ ہم تو اسے روکنا چاہتے تھے۔“

وہ سڑک پر کھڑی ہوئی تین گاڑیوں کی طرف دوڑتے ہوئے بولا ”غیر آؤ۔ ابھی وہ کینت دور نہیں گئے ہیں۔ ہم انہیں پکڑ لیں گے۔“

دس حواری اس کے پیچھے دوڑتے آ رہے تھے۔ باشم گاڑیوں کے پاس پہنچنے کی اپنی گمن سے نشانہ لے کر ان کے پیروں کو گولی مار گیا۔ پچھلے زوردار آوازوں سے بچتے رہے۔ حواری تھپتھپتے ہوئے آ رہے تھے ”برادر! یہ کیا کر رہے ہو؟“

مردہ کرچکا تھا۔ تمام گاڑیاں بے کار ہو چکی تھیں۔ صرف دوڑنے والے پاؤں نہ گئے تھے۔ اور وہ دوڑ کر جانے والوں کے پیچھے نہیں جا سکتے تھے۔ میں نے کسی خون خرابے کے بغیر توبہ خانم کو دشمن کے علاقے سے پار کر دیا تھا۔

خانم نے کہا ”تمہارا یہ سب کچھ جادوئی قاتل شاگ رہا ہے۔“ پارس نے کہا ”میں دعا مانگ رہا تھا کہ ہم دشمنوں کے علاقوں سے بچ سلاست نکل جائیں۔ دعا قبول ہو گئی ہے تو تمہیں جادوئی قاتل شاگ کی سی ہے۔“

”پہلے تمہاری سی سوچ۔“

”کیا دعا غیر مجیدہ ہو اگر یہ ہے؟“

”میں دعا کی قبولیت کو مانتی ہوں لیکن ہر شرط پر دعا قبول نہیں ہوتی۔ ہر شرط پر دشمن دوست نہیں بنے۔“ ”تو تم پر عزت کے بغیر سے نیکی کے فرشتے نہیں بن جاتے۔ ایسے مجھڑے ہوئے ہیں گاؤں انسان کو شش کرنا اور جدوجہد کرنا چھوڑ دے۔ ایسا ہو نا تو یہاں کا پارس نظر نہ آتے۔ ہم دعا مانگ کر دوس کو بھگا دیتے۔“ ”میں کبھی نہیں مانتی کہ یہ ہوگا؟“

”میں سمجھتا چاہتی ہوں کیا ہو رہا ہے؟ جب سے تم میرے

ساتھ ہو کچھ مجھوں بھی باتیں ہو رہی ہیں۔“

”تم نے کہا چاہتی ہو کہ ہم دونوں نے ذہانت اور دلیری سے دشمنوں کا مقابلہ نہیں کیا ہے۔ دشمن جادو سے مرے گئے ہیں۔“

”بیات نہیں ہے۔ ہم نے پھر ذہانت اور دلیری سے کام لیا ہے لیکن اس کے علاوہ بھی کچھ عجیب سے واقعات ہو رہے ہیں ابھی ہمارا راستہ روکا جا رہا تھا پھر دوسرے ہی منٹ میں کچھ کے نئے بغیر جانے کی اجازت دے دی گئی۔“

”مگر تو واپس چل کر پوچھتے ہیں انہوں نے ایسا کیوں کیا؟“

”کیا تمہیں حیرانی نہیں ہو رہی؟“

”گوئی خاص حیرانی کی بات نہیں ہے۔ روکنے والوں نے کچھ لیا ہو گا کہ حاتم شہار کی بشیرہ جاری ہے اس لئے روکتے روکتے جانے کی اجازت دے دی۔“

”اگر انہوں نے بچان کر میری عزت کی ہے تو زرا دیر کو گاڑی روک کر ایک گھاس پالی یا تو بے لے پوچھ سکتے تھے۔“

”آگے کہیں قوتہ پاؤں گا۔ جو خزل گزر رہی اس کے بارے میں سوچ کر وقت ضائع نہ کرو۔ یہ بتاؤ آگے کیسے لوگوں سے سہایت پڑ سکتا ہے؟“

اس نے توبہ خانم کو باتوں میں الجھادیا۔ وہ اگلی حواریوں کے متعلق بتانے لگی۔ ہمارے راستے میں وہ خزل آگئی۔ یہاں کماؤر بیک ہمارا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے اور اس کے فدا و امداد نے اپنی اپنی جگہوں کے ایک حصے سے چرے بچالے تھے تاکہ توبہ خانم کو اغوا کرنے کا الزام کماؤر بیک اور اس کے ساتھیوں پر نہ آئے۔

ان چندہ افراد کی چار گاڑیوں نے ہمارا راستہ روک لیا۔ جلال شاہ نے گاڑی سے اتر کر کہا ”میں تمام چاہدین کی رابطہ کو نسل کا نامہ سندہ جلال شاہ ہوں۔ تم لوگ اپنا تعارف کراؤ۔“

ایک نے کہا ”اپنا تعارف کرنا ہو تاؤ ہم چوہ نہ چھپاتے۔“

میں کماؤر بیک کے اندر پہنچا ہوا تھا۔ اس نے آواز بدل کر بولنا چاہا لیکن میری مرضی سے اپنی آواز میں بولا ”تمہاری گاڑی میں ایک حسین ملا ہے جسے توبہ خانم کہتے ہیں۔ اگر سلامتی سے آگے جانا چاہتے ہو تو اس کو دھڑک دھڑک ہمارے حوالے کر دو۔“

جلال شاہ نے حیرانی سے پوچھا ”کماؤر بیک! یہ تم ہو؟ جب اصل آواز میں بول رہے ہو تو پھر چوہ کیوں چھپا رہے ہو؟“

کماؤر بیک نے پریشان ہو کر سوچا ”کیا یہ حماقت ہو گئی؟ میں آواز بدل کر بولنا چاہتا تھا پھر اپنی آواز میں کیسے بول گیا؟“

جلال شاہ نے کہا ”میرے کماؤر دوست! میرے ساتھ ایک پاکستانی سہانی ہے۔ نام ارسلان ہے۔ فضا کا بوجی ہے۔ اس کی کوئی پیش گوئی غلط نہیں ہوئی۔ اس نے کہا تھا، اس راستے پر تم سے ملاقات ہوگی۔ اب تم لاکھ چوہ چھپاؤ۔ اس خدا کے بندے کی پیش گوئی غلط نہیں ہوگی۔ سامنے آؤ دھڑک دھڑک سے بھلا کر یہ؟“

وہ اپنے چہرے پر سے کپڑا ہٹاتے ہوئے مسکرا کر بولا ”میں

یہاں اچانک ہمارے سامنے آکر سررازا رہا چاہتا تھا۔ مگر ہمارے غمی نے پہلے ہی یہ سہن ختم کر دیا تھا۔ بہرحال تم ذرا یہاں آؤ، میں تم سے ختمی میں ایک اہم بات کرنا چاہتا ہوں۔" میں جانتا تھا وہ کیا کہے گا۔ میں نے جلال شاہ کے اندر کہ اسے یہ بولنے نہیں دیا کہ ہماری گاڑی میں توبہ خانم نہیں ہے۔ جلال شاہ تیزی سے چلا ہوا ان چار گاڑیوں کی طرف جا رہا تھا۔ کمانڈر بیک اپنی گاڑی سے اتر کر معائنہ کرتے ہوئے بولا "دراودر چلو۔"

وہ دونوں سڑک کے کنارے کچے پھر کمانڈر بیک نے کہا "جلال شاہ! تم میرے بہترین دوست ہو۔ چونکہ رابطہ کونسل سے تمہارا تعلق ہے اس لئے تم کسی پائی کی طرف دار نہیں ہو۔ مگر ایک معاملے میں میری طرف داری کرو۔"

"کون سا معاملہ؟"

"تمہاری گاڑی میں توبہ خانم ہے اسے میری گاڑی میں بٹھاؤ۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو؟ تم نے ایسے الزام سے بچنے کے لئے مجھے اس راستے سے گزرنے کا مشورہ دیا تھا۔"

"اسی لئے مشورہ دیا تھا کہ یہ میرا علاقہ نہیں ہے یہاں سے وہ جینے غائب ہوگی تو مجھ پر الزام نہیں آئے گا۔"

"مجھ پر تو الزام آئے گا۔ کابل میں میرا حساب کیا جائے گا۔"

"تم کہہ دینا وہ دونوں پاکستانی توبہ خانم کو لے کر سرحد پار چلے گئے۔ ابھی ان دونوں کو یہاں قتل کر کے لاش پیدا کی جائے گی۔"

"تم کتنی لمبی لمبی پلاننگ کر رہے ہو۔ پہلے یہ تو جا کر دیکھو گاڑی میں خانم ہے بھی یا نہیں؟"

"اس نے چونکہ کر پوچھا 'کیا! وہ نہیں ہے؟'

"نہیں۔ وہ ہم سے راستے میں چھڑ گئی ہے۔"

وہ تیزی سے چلا ہوا ہماری گاڑی کے پاس آیا۔ اندر جھانک کر دیکھنے لگا۔ میں نے گاڑی سے باہر آکر کہا "ادھر نا کہ پار کرتے ہی دشمنوں نے حملہ کیا تھا۔ ان سے جنگ کرنے اور وہاں سے فرار ہونے کے وقت ہمارے راستے الگ ہو گئے۔ وہ میرے ایک ساتھی حواد کے ساتھ گئی ہے۔"

وہ جھنجھلا کر میری باتیں سن رہا تھا۔ پھر اس نے پوچھا "کیا تم وہی غمی ہو؟"

"جی ہاں! میرا نام ارسلان ہے۔"

ایک وقاردار گاڑی سے اتر کر موبائل فون لاتے ہوئے بولا۔

"سر! برادر ہاشم کا فون ہے۔"

کمانڈر بیک نے فون کو کان سے لگاتے ہوئے پوچھا "کیا بات ہے؟"

"سر! یہاں عجیب جاوٹی تماشہ ہو گیا ہے۔ میں بیان کروں گا تو آپ تعین نہیں کریں گے۔"

"کیوں اس مت کرو۔ جو بات ہے فوراً بولو۔"

"سر! یہاں سے ایک گاڑی گزر گئی۔ میں نے اپنے آئینہ بیک کیلک کرنے میں دیا۔ اس گاڑی کو جانے کی اجازت دے دی۔"

"وہ کسی کی گاڑی تھی؟ تم نے ایسا کیوں کیا؟ کیا وہ گاڑی بارودی سرنگ پر ہے بھی گزر گئی؟"

"جی ہاں۔ اسی لئے تو اسے جاوٹی تماشہ کہہ رہا ہوں۔ پھر ایسا لگ رہا تھا جیسے کسی نے میرے دماغ کو جکڑ لیا تھا۔ میں نے تم ہی آ۔ بارودی سرنگ کو تباہ کر دیا۔ ہمارے وقاردار سامنے۔"

"الہی گاڑی کا تعاقب کرنا چاہتے تھے میں نے تیرے پناہ کے بیوں کو گولیاں مار کے بیکار کر دیا۔"

"پناہ کے بیٹے! کیا کیا اس ہے؟"

"دوسری طرف سے آواز آئی 'سر! میں کرامت اللہ بول رہا ہوں۔ یہاں ہم سب کو یہاں کہہ رہا ہوں خدا غمناک نہیں ہے۔ لیکن وہ گاڑی کے جانے تک ہاتھوں جیسی حرکتیں کر رہا تھا۔ مگر اب نارل ہے۔"

"کیا واقعی ایسا ہوا ہے۔ کیا تم سب ہاشمی کی بے گناہی کے کوڑ ہو؟"

اسے فون پر بہت سی آوازیں سنائی دینے لگیں اور دوسرے کہہ رہے تھے "سر! ہم گواہ ہیں۔ ہم نے جاوڈ کے متعلق بہت کچھ سنا تھا۔ آج آنکھوں سے اپنے ہی اوپر گرنے والا جاوڈ دیکھ رہے۔"

"اس گاڑی میں کون تھا؟"

"گاڑی کے اندر اندر میرا تھا۔ لیکن گھڑی کے پاس بیٹھی ہوا توبہ خانم کو میں نے پہچان لیا تھا۔"

"وہ گاڑی میں کیا سن رہا ہوں۔ توبہ خانم میرے علاقے۔ مگر گئی اور ایک بھی گولی نہیں چلی؟ میرا انتظار کرو۔ میں آ رہا ہوں۔"

اس نے فون بند کر کے جلال شاہ کو گھورتے ہوئے پوچھا "خانم کے ساتھ کوئی جاوڈ کر رہے؟"

"میں نہیں جانتا۔ تم سے کہہ چکا ہوں 'خانم کا راستہ الگ ہو گیا تھا اور وہ مسز ارسلان کے ایک ساتھی حواد کے ساتھ گئی ہے۔"

"وہ میرے علاقے سے میرے آدمیوں کو جاوڈ میں جلا کر آرام سے گزر گئی ہے۔"

پھر اس نے مجھے گھور کر دیکھا اور پوچھا "کیا تم لوگ جاوڈ ہو؟"

میں نے کہا "ہم مسلمان ہے۔ اسلام میں جاوڈ سیکھنے اور عمل کرنے کی ممانعت ہے۔"

"پھر وہ کیسے بارودی سرنگ پر سے بھرتہ گزر گئی؟"

میں نے کہا "آپ ایسے ذہن دار پوچھ رہے ہیں جیسے میں۔"

اسے وہاں سے پار کر دیا ہے جبکہ اس سے کئی میل دور آپ کے سامنے ہوں۔"

"وہ زارم پر کڑی ہوا۔ 'ہاں۔ تم تو یہاں ہو۔ مگر جلال شاہ کا دعویٰ ہے کہ تم ذہنست غمی ہو۔ اپنے علم سے کچھ تو بتاؤ۔ یہ کیا ہو گیا ہے؟"

"میرا علم یہ ہے کہ توبہ خانم کے ستارے عروج پر ہیں۔ اس کے دوست بن کر رہنے والوں کے لئے بھی عروج اور ترقیاں ہیں اور اس سے دشمنی کرنے والوں کے مقدرمیں تباہی مہیا دی 'ذلت اور موت ہے۔"

"کیوں اس کرتے ہو توبہ۔ ایک گولی ماوڈں کا تو ستاروں کا حساب کرنے آسان ہے پہنچ جاؤ گے۔ وہ کوئی بیڑا ملی کی جینی نہیں ہے کہ اسے اغوا کرنے سے ہم پر قہر نازل ہوگا۔"

"جلال شاہ نے کہا 'یار ما! خدا کا خوف کرو۔ مسز ارسلان خدا کے پروردگار بندہ ہیں۔ ان سے اونچی آوازیں بات نہ کرو۔"

"تو پھر اس بندے سے کوئی توبہ خانم کے متعلق بتائے وہ ابھی کہاں ہے اور میں اسے کیسے حاصل کر سکتا ہوں۔"

"میں نے کہا 'وہ 'موکر' پہنچ رہی ہے۔ تم جانتے ہو وہاں سے کابل کتنا قریب ہے۔ تم اس کے تعاقب میں جاؤ گے تو ہمارے ڈاکو پہنچے تک وہ کابل پہنچ جائے گی۔"

"وہ سوچ میں پڑ گیا۔ منٹے کے انداز میں ذرا دور ہو گیا پھر پلٹ کر بولا 'خانم اور حواد کے پاس فون یا ٹرانسمیٹر ہوگا۔ تم ان سے رابطہ کر لے انہیں 'موکر' میں رکھو اور تمہارا انتظار کرنے کو کہہ سکتے ہو۔"

"ان کے پاس فون یا رابطہ کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔"

"جو بت بولتے ہو۔ اگر رابطہ کا ذریعہ نہیں ہے تو تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ 'موکر' پہنچ رہی ہے۔"

"میں اپنے علم سے معلوم کر رہا ہوں۔"

"تو پھر اپنے علم سے اسے روکو۔"

"میں کسی کے بھی متعلق معلوم کر سکتا ہوں لیکن اس کے معاملے میں مداخلت نہیں کر سکتا۔ تم مجھ سے پندرہ فٹ کے فاصلے پر۔ میں جانتا ہوں کہ ادھر آتے وقت تم لڑکھڑا کر دو گے۔ لیکن جاننے کے باوجود تمہیں گرنے سے نہیں روک سکتا۔"

"کیا بچکانہ بات کہہ رہے ہو۔ یہ چند قدم چل کر آؤں گا تو گر پڑوں گا یا تم مجھے آنکھوں والا اندھا سمجھتے ہو۔ یہ لو۔"

وہ تیز چلا ہوا میری طرف آنے لگا۔ اگرچہ وہ محتاط تھا۔ اس کے ہاتھوں میں اسے ایک ساعت کے لئے غائب دماغ بنا کر اس کی دونوں آنکھوں کو آپس میں الجھا دیا۔ وہ لڑکھڑا کر اوندھے منہ گر پڑا۔

یہ درست فوجی گولی دیکھنے ہی جلال شاہ میرے قدموں میں بیٹھ گیا۔ حضور! اب تو میں ایمان لے آیا ہوں۔ آپ اللہ تعالیٰ کے

خاص اور پُر اسرار بندے ہیں۔ میں بیشہ آپ کے قدموں میں رہوں گا۔"

کمانڈر بیک گرنے کے بعد تھوڑی دیر زمین پر بیٹھا رہا۔ وہیں سے سرخا کر مجھے حیرانی سے دیکھنے اور سوچنے لگا۔ اب وہ سنا کر ہوا تھا۔ سوچ رہا تھا "واقعی یہ زہرست عالم اور باکمال بندہ ہے۔ مجھے اس کے قدموں میں رہ کر اس کی خوشنودی حاصل کر کے سیاسی فائدہ اٹھانا چاہئے۔"

وہ زمین پر بیٹھے ہی بیٹھے ہاتھ پاؤں سے رینگتے ہوئے میرے قدموں سے آپرٹ کیا۔ گڑگڑا کر کہنے لگا "مجھے معاف کریں۔ میں نے آپ کی شان میں گستاخی کی ہے۔ میں بھی اپنے دوست جلال شاہ کی طرح آپ کے قدموں میں رہوں گا۔"

میں نے جگ کر دونوں کو قدموں سے اٹھاتے ہوئے کہا "یہ کیا کرتے ہو انھو! مجھے گناہ گار نہ کرو۔ میں اللہ تعالیٰ کا ایک عاجز بندہ ہوں۔"

کمانڈر بیک نے کہا "آپ کے مجرمیں کمال ہے۔ آپ برائے کرم میرے علاقے میں چلیں۔ مجھے میرا بیانی کا شرف بخشیں۔"

میں نے کہا "تم خواب اپنے علاقے میں نہیں جاسکو گے پھر مجھے وہاں کیسے ممان بنا سکو گے؟"

وہ حیرانی سے بولا "کیا یہ آپ کا علم کہتا ہے کہ میں وہاں نہیں جاسکوں گا؟ میرے راستے میں کسی ٹکاوٹ نہیں ہے؟"

"بطور کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ لیکن حالات تقاضا کر رہے ہیں کہ کل صبح تک تمہیں کابل میں ہونا چاہئے۔ وہاں کا حکمران گروہ تمہارے ایک خاص آدمی عدنان باری کو خرید رہا ہے۔ اگر وہ ان کے ہاتھوں چک جائے گا تو کابل میں تمہاری پوزیشن کمزور ہو جائے گی۔"

وہ میرے دونوں ہاتھ تمام کر بولا "خدا کی قسم! آپ خدا کے بچے بندے ہیں۔ بارہ گھنٹے پہلے میرے تجربے بتایا تھا کہ میرا مستقبل خاص عدنان باری ایک دشمن حکمران سے ملاقات کرنے والا ہے۔ میں نے اس پر شبہ نہیں کیا۔ مگر آپ کی دی ہوئی خبر سے آپ کی معلومات سے میں انکار نہیں کروں گا میں کابل ضرور جاؤں گا۔ اور آپ کے سامنے میں رہ کر جاؤں گا۔"

"میرے ساتھ ضرور چلو۔ لیکن میں مستقل تمہارا ممان نہیں رہوں گا۔ جب چاہوں گا 'جہاں چاہوں گا چلا جاؤں گا۔"

اس نے اپنے وقار دلوں کو حکم دیا کہ ہمارے پیچھے آئیں ہم کابل جا رہے ہیں۔ اس کے بعد ہمارا قافلہ چل پڑا۔ اس نے راستے میں کہا "آپ مجھ پر نظیر کرم رکھیں گے تو میں موجودہ عبوری حکومت میں ایک برا عہدہ حاصل کر لوں گا۔"

وہ عبوری حکومت میں ایک مشیر کی حیثیت سے تھا اور صدر کا عہدہ حاصل کرنا چاہتا تھا۔ میں نے کہا "تمہاری پوزیشن اتنی مضبوط ہے کہ تم دوپارہوں کی حمایت حاصل کر کے اپنا مقصد پورا

کر سکتے ہیں۔

”خدا آپ کا بھلا کرے۔ آپ درست فرما رہے ہیں لیکن کسی پائلٹ سے گھڑ نہیں ہوا ہے۔ اگر آپ چاہیں تو میری مشکل آسان ہو سکتی ہے۔“

”میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں۔ اپنے علم سے معلومات فراہم کر سکتا ہوں لیکن کسی معاملے میں عملی حصہ نہیں لے سکتا۔“

”آپ مجھے ایسا راستہ دکھائیں جو مجھے کامیابی کی طرف لے جائے۔“

”تم سب سے پہلے اپنے معتبر خاص عدنان باری کو دوسری پائلٹ میں جانے سے روکو۔ ورنہ وہ دوسری پائلٹ مضبوط ہو جائے گی۔“

”میں اسے ہر حال میں روک لوں گا۔“

”توبہ خانم کا بھائی حاتم شرمار زبردست سیاسی مداری ہے۔ امریکا اور فرانس کا خفیہ نمائندہ ہے۔ اس کی کوشش یہی رہتی ہے کہ یہاں خاندان جنگی رہنے کوئی مضبوط حکومت قائم نہ ہو اور جب بھی کوئی حکومت قائم ہو تو اس کے زور خرید سیاست دان ضرور اس میں اعلیٰ عہدے دار رہا کریں۔“

”مختور! آپ تو اندر کی باتیں جانتے ہیں جو کوئی جان نہیں سکتا۔ میں اسی لئے خانم کو یہ خیال بنانا چاہتا تھا۔ اس سے شادی کر لیتا اس سے ازدواجی رشتہ قائم کر لیتا حاتم کا بیٹنی بن جاتا تو وہ مجھے اقتدار کی ادنیٰ کر سی تک پہنچا دیتا۔“

”کمانڈر بیگ! تمہاری قسمت اچھی ہے کہ تم نے توبہ خانم کو ہاتھ نہیں لگایا ہے۔ اسی لئے اب تک تم پر تباہی نہیں آئی ہے۔ میرا مشورہ ہے اس سے دور رہو اور کوشش کرو کہ اس کی صورت ہی نہ دیکھو۔ اس میں تمہاری بہتری ہے۔“

”میں آپ کی ہدایت پر عمل کروں گا۔ کیا حاتم شرمار سے کسی طرح دوستی ہو سکتی ہے؟ اس نے میرے بھائی کو قتل کرایا تھا۔ میں خون منافع کر سکتا ہوں۔ اس سے دوستی کرنے کے لئے کچھ بھی کر سکتا ہوں۔“

”بھائی کا خون معاف کر دے تو دوستی ہو سکتی ہے۔“

کچھ عرصہ پہلے کمانڈر بیگ کو اپنا بھائی عزیز تھا۔ اس وقت اسے حاتم شرمار کی طاقت کا صحیح اندازہ نہیں ہوا تھا۔ اب یہ بات واضح ہو رہی تھی کہ حاتم شرمار کی پشت پر کتنے بڑے ممالک ہیں۔ ان کے ذریعہ وہ افغانستان میں بادشاہ ساز یا شاہ گردن کیا ہے جسے چاہتا ہے بدلتی ہوئی حکومتوں میں بڑے عہدے پر پہنچا دیتا ہے۔ اسے خاقان کے پیش نظر اب خون کا بدلہ خون نہیں رہا۔ وہ بھائی کے قاتل سے ہوتی کرنے پر آمادہ ہو گیا تھا۔

ہماری گاڑی کے آگے پیچھے کمانڈر بیگ کے وفاداروں کی گاڑیاں تھیں۔ ہم ایک دوسرے سے کافی فاصلے پر دواں دواں تھے۔ انہوں نے ایک طویل جنگ لڑ کر اسی انداز سے سڑک کا ٹکڑا

تھا۔ اپنے آقا کو درمیان میں رکھ کر آگے پیچھے چلتے تھے۔ قافلہ اس دستور سے نہیں پہنچا۔ اچانک آگے جانے والی گاڑی ایک دھماکے سے اڑی۔ وفاداروں کی چیخیں گونجنے لگیں۔ یہ پہلی گاڑی کے وفادار چڑھ رہے تھے۔ ورنہ اگلی کے تو چوتھے اڑ گئے تھے۔ یہی دواڑے کھولنے ہوئے باہر جھلکنا لگاتے ہوئے سڑک کے دو طرف دھلاؤں میں اڑ سکتے چلے گئے تھے۔

وہ شامت کی مادی اگلی گاڑی بارودی سرنگ پر سے گزرتی ہوئے سواروں سمیت ٹٹا ہوئی تھی۔ اس کے ساتھ ہی پانچ کمان کمان سے فائرنگ ہونے لگی تھی۔ میں اور کمانڈر بیگ غریب نہیں بچ کر زمین پر اتر دھسے پڑے رہے۔ ذرا سی حرکت سے کوئی لڑا نہیں لگ سکتی تھی۔ ایک اندازے کے مطابق جہاں ہم پہنچے ہوئے تھے وہ نسبتاً محفوظ جگہ تھی۔

پیچھے والی گاڑی میں بھی کمانڈر کا دھماکا ہوا وہاں سے بھی فائر اٹھنے لگا۔ اس میں بیٹھے ہوئے وفادار کچھ مرے کچھ زخمی ہوئے۔ حملہ کرنے والے بڑی سوچتی بھی پلاننگ کے مطابق ہمارے آگے پیچھے کے خاتمی دستوں کو ختم کر رہے تھے یا انہیں فرار ہونے مجبور کر رہے تھے۔ کمانڈر بیگ بڑبڑایا۔ ”یہ کیفیت کون ہو سکتی ہیں؟“

میں نے کہا ”تمہارے دشمن ہو سکتے ہیں۔ میرا تو یہاں کوئی دشمن نہیں ہے۔“

دور ایک درخت کے موٹے تنے کے پیچھے سے کسی نے خفاہ زبان میں کہا ”جلال شاہ! ہم تمہیں نقصان نہیں پہنچائیں گے توبہ خانم اور پاکستانی صحافیوں کے ساتھ کھلی سڑک پر آکر کھڑے ہو جاؤ اور کمانڈر مسعود بیگ! تمہارے جتنے بدعاش زندہ رہ گئے ہیں ان کے ساتھ تم بھی سڑک پر آ جاؤ۔ جس کے پاس اسلحہ نظر آئے گا اسے گولی مادی جائے گی۔“

اس کی باتوں سے اندازہ ہوا کہ وہ حملہ کرنے والے بھی توبہ خانم کے پیار عاشقوں میں سے ہیں۔ اس نے درخت کے پیچھے حکم دیا ”فائر۔“

اس حکم کے ساتھ ہی فائرنگ ہونے لگی۔ کئی سٹون گولیاں چل رہی تھیں۔ پھر ایک دم سے خاموشی چھا گئی۔ اس شخص نے کہا ”چوہوں کے بالوں سے نکل کر سڑک پر آ جاؤ۔ آخری بار کہا جا رہا ہے۔“

ہم زمین پر سے اٹھ گئے۔ دوسرے بھی اٹھ رہے تھے۔ دونوں ہاتھ اٹھائے سڑک پر جا رہے تھے۔ سڑک کے دوسری طرف کی دھلاؤں سے جلال شاہ بھی اُبل گیا۔ ہمیں بھی ہاتھ اٹھا کر ان لوگوں میں شامل ہونا پڑا۔ ہمیں خالی ہاتھ دیکھ کر حملہ کرنے والے درخت کے پیچھے سے اور گڑھوں کے اندر سے ابھر کر سامنے آئے۔ ان کے سروار نے پوچھا ”توبہ خانم کہاں ہے؟“ جلال شاہ نے کہا ”تمہیں غلط فہمی ہے۔ ہمارے ساتھ آ

جاتوں میں ہے۔“ جلال شاہ! جب ہم جھیل جانتے ہیں اور یہ معلومات دے دیا۔ ”جلال شاہ! تمہارے ساتھ دو پاکستانی صحافی بھی ہیں اور توبہ خانم کو رکھنے ہیں۔ لے کے کمانڈر بیگ نے بھی تمہیں راستے میں ٹھیکہ تھا مائل کرنے کے لئے ہو سکتا ہے کہ تمہارے ساتھ گاڑی میں توبہ خانم ڈھیر ہو گئے۔“

”جلال شاہ! میں دیکھ کر تلی کر لوں۔“ ان کا سروار ہماری گاڑی کی طرف گیا۔ وہ سب مقامی زبان بول رہے تھے۔ میں نے جلال شاہ سے کہا ”تم لوگوں کی باتیں سمجھ نہیں سکتی آ رہی ہیں۔ ان سے کو انگریزی بولیں۔“

”مختور! یہ بہت ہی پسماندہ افغانی ہیں۔ صرف اپنی زبان بولتے ہیں۔ دوسری کوئی زبان نہیں جانتے ہیں۔“

مجھے پاپوسی ہوئی۔ میں کسی حملہ آور کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا تھا۔ صرف جلال شاہ اور کمانڈر بیگ کے ذریعے ان کی گفتگو سمجھ سکتا تھا۔ وہ سروار گاڑی میں توبہ خانم کو نہ پا کر غصے سے گرج رہا تھا ”تم لوگ زندہ رہنا چاہتے ہو تو جیج تباہ خانم کہاں ہے؟“

جلال شاہ نے کہا ”تم دیکھ رہے ہو کہ ہمارے ساتھ دوسرا پاکستانی صحافی بھی نہیں ہے۔ پانڈی نالے کے پاس دھشوں نے دھ لیا تھا۔ ان سے بچ کر فرار ہوتے وقت ان کے راستے ہم سے الگ ہو گئے۔ خانم اس دور سے پاکستانی عمار کے ساتھ گئی ہے۔“

سروار نے پلٹ کر کمانڈر بیگ سے پوچھا ”تم کیا کہتے ہو؟“ وہ بولا ”یہ سچ ہے۔ میں نے بھی توبہ خانم کو حاصل کرنا چاہا تھا۔“

پانچا دوسرے راستے سے کاہل گئی تھی۔ وہ گرج کر بولا ”میں کیسے یقین کر لوں۔ یہ تم سب کی ملی بھگت ہوئی۔ اسے کہیں چھپا دیا ہے اور حاتم شرمار سے سودا کرنے کاہل جا رہے ہو۔“

”کیسی گھمبیر عزت کو انکار کرنے والے۔“ فہم نہیں سوچا کہ نہیں جانتے۔ وہ ہمارے پاس ہوتی تو ہم اپنے دلاؤں کے اندر حاتم شرمار کو بلک بلک کر کہتے۔“

وہ قائل ہو کر بولا ”یہ بات سمجھ میں آتی ہے۔ لیکن جب تک خانم نہیں ملے گی تم سب ہمارے قیدی بن کر رہو گے اور تم کمانڈر! اپنے آدمیوں سے کو یہاں سے خالی ہاتھ دوڑتے ہوئے دھکیں جائیں۔ جو نہیں دوڑے گا اور پیچھے مڑ کر دیکھے گا اسے گولی مار دی جائے گی۔“

کمانڈر بیگ کا حکم سننے ہی اس کے وفادار دونوں ہاتھ اٹھا کر دوڑنے ہوئے جانے لگے۔ انہوں نے نظروں سے اوجھل ہونے تک پیچھے پلٹ کر نہیں دیکھا۔ پھر مجھے ”جلال شاہ اور کمانڈر بیگ کو تمہیں کھف گاڑیوں میں مسلح افراد کے درمیان بیٹھنے پر مجبور کیا گیا۔ اس کے بعد وہ نیا قافلہ نئی منزل کی طرف چل پڑا۔

جب سے ہم اس ملک کی سرحد میں داخل ہوئے تھے جب سے بننے والے قافلے اور قبیلے مل رہے تھے۔ مجاہدین کے ہر کردہ اور ہر قبیلے کی سیاست اپنے ملک میں اپنی ہر زری قائم رکھنے کے لئے تھی۔ وہ پوری افغان قوم کی ہر زری کی خاطر تھیں۔ وہ رہے تھے۔ ہمارا سفر بڑا اہل ہوا تھا۔ میں جن مسلح افراد کے درمیان بیٹھا ہوا تھا وہ میری بات نہیں سمجھ رہے تھے اور میں ان کی زبان سے واقف نہیں تھا۔ میں نے جلال شاہ کی سوچ میں یہ سوال پیدا کیا ”آخر یہ ہمیں قیدی بنانے والے کون ہیں؟“

ان کا سروار ”جلال شاہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے سروار سے پوچھا ”تم ان کو یہ تو بتاؤ کہ تم کون ہو؟ کس قبیلے یا سیاسی پارٹی سے تعلق رکھتے ہو؟“

وہ غرا بولا ”قیدیوں کو سوال کرنے کا حق نہیں دیا جاتا۔ خاموش بیٹھے رہو۔“

اس نے ایک ہی بات کہہ کر زبان بند کر دی۔ میں نے کمانڈر بیگ کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ بھی مسلح افراد کے درمیان مجبور بیٹھا ہوا تھا اور ایک ایک سے کہہ رہا تھا ”تم لوگ کو گتے کیوں بنے ہوئے ہو۔ چلو یہ نہ بتاؤ کہ کون ہو؟ صرف اتنا بتاؤ کہاں لے جا رہے ہو؟“

وہ سب ایسے خاموش تھے جیسے جیج کو گتے ہرے ہوں۔ ان کی خاموشی کی وجہ بعد میں معلوم ہوئی۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ ہمیں معلوم ہو کہ ہمیں پہلی چرخی جیل میں لے جایا جا رہا ہے۔ اگر معلوم ہوتا تو جلال شاہ اپنے ساتھ مجھے بھی جان پر کھیل جانے کو کہتا مگر جیل کے احاطے میں قدم نہ رکھتا۔

جب جیل کے بڑے آہنی دواڑے کے سامنے گاڑیاں رکھیں تو کمانڈر بیگ نے جیج کر پوچھا ”یہ ہمیں کہاں لے آئے ہو؟ کون ہو تم لوگ؟ تمہارے کیا ارادے ہیں؟“

جلال شاہ کے ساتھ بیٹھا ہوا سروار قہقہے لگا رہا تھا۔ تینوں گاڑیوں کے علاوہ جیل کے سامنے بھی مسلح افراد تھے۔ وہاں سے فرار کی کوئی صورت ممکن نہیں تھی۔ ہم گاڑیوں سے باہر نکلے جلال شاہ کہہ رہا تھا۔ میں رابٹ کو نسل کا عہدے دار ہوں مجھے اور پاکستانی صحافی کو یہاں قید کر کے تم بہت بڑی غلطی کر رہے ہو۔ فون پر مصافحہ کو نسل کے ممبران سے گفتگو کرنے دو۔“

وہ احتجاج کر رہا تھا لیکن کوئی اس کی نہیں سن رہا تھا۔ ہمیں تین الگ الگ گاڑیوں میں آہنی سلاخوں والے دواڑے کے پیچھے بند کر دیا گیا۔ میری ایک عمر گزر گئی آج تک کوئی میرے ہاتھ میں پتھلی نہ پہنسا کہ کوئی مجھے جیل کے اندر نہ لاسا۔ اور اب جہاں لایا گیا تھا وہ جیل بھی کوئی معمولی نہیں تھی۔ یہاں بیش غیر معمولی قیدی آتے رہے ہیں۔

پہلی چرخی جیل کو دنیا کی بدترین جیل کہا جاتا ہے۔ شاید ہی کوئی خوش قسمت قیدی ہو گا جو یہاں سے زندہ واپس گیا ہو گا۔ کاہل کی

موجودہ عبوری حکومت کے صدر پرویز مشرف نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خاندان کے سربراہ سید ابراہیم مجددی کو ان کے چوبیس عزیز رشتے وادوں کے ساتھ گرفتار کیا گیا تھا اور اس جیل میں رکھا گیا تھا۔ دوس کو پسپا کرنے کے بعد اس خاندان کا ایک فرد بھی وہاں نہیں ملا۔ یہ سوچا گیا کہ شاید اسیری کے دور میں انہیں دوسری علاقوں تاشقند یا سرخند وغیرہ کی جیلوں میں منتقل کیا گیا ہو گا لیکن تفتیش اور تلاش کے باوجود آج تک اسے معلوم نہیں اور معزز خاندان کے ایک فرد کا بھی سراغ نہ مل سکا۔

یہ وہ جیل ہے جہاں ایک ہی وقت میں ایک ہزار قیدیوں کو قازق اسکواڈ کے سامنے کھڑا کر کے گولیاں بارودی ٹینکس، میاں کے محنت خانے میں بجلی کے جھنگے پھانسیا جاتے ہیں، پتھروں میں جسم کی ہڈیاں پگھلا دی جاتی ہیں اور انھیں سے ناخن کھینچ کر نکال لئے جاتے ہیں۔ یہ اتنی ذلیل و خوار خاندان اور ایسی غیر انسانی جیل ہے کہ بعض قیدیوں کو پیٹاب پیتا ہے جس میں ڈال کر رکھا جاتا ہے۔ جہاں کی بدولت سے قیدی اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھتے ہیں۔

دنیا کی تاریخ میں بڑے عجیب و غریب واقعات घटنے میں آتے ہیں۔ افغانستان میں جیلوں کی تاریخ نہایت دلچسپ اور عجیب ہے۔ قازقین کی دلچسپی کے لئے بتانا چاہوں۔ میاں مرتضیٰ جیل، صدارت جیل، قلندر خیل، خواجہ فیض جیل اور پبل چرخی جیل ہیں۔ ان میں سے ہر جیل کی تعمیر کرنے والا شخص اپنی ہی بنائی ہوئی جیل میں قیدی بن کر آتا رہا۔ یہ تاریخ پڑھو تو یقین نہیں آتا کہ جس نے جو جیل بنائی وہ اس جیل کا پلا قیدی بن کر وہاں گیا۔

۱۹۷۳ء میں سردار داؤد خان نے ظاہر شاہ کا تختہ الٹنے کے بعد پبل چرخی جیل کا منصوبہ بنایا۔ یہ جیل بھارت، جرمنی اور جاپان کے تعاون سے مکمل ہوئی تو ۱۹۷۸ء میں سردار داؤد کا تختہ الٹ گیا۔ اور اسے اس کے پورے گھر لے کر اور خواتین کے ساتھ اسی جیل میں قید کر دیا گیا۔

موجودہ زمانے میں اس سے زیادہ خوف ناک اور جان لیوا جیل دنیا کے کسی ملک میں نہیں ہے۔ بڑے بڑے بدنام زمانہ مجرم اس جیل کے نام سے کانپ جاتے ہیں۔ لیکن میرے لئے جیل اور قلعے کی پتھر لی جانی دواویاں کیا سستی رکھتی تھیں۔ میں وہاں قدم رکھتے ہی رہائی کا راستہ نکال لیتا۔ لیکن میں نے مریکيا۔ جبراً یہاں قید کیا جاتا تو میری توہین ہوتی۔ مجھے قید کرنے والے یہ نہیں جانتے تھے کہ میں اپنی مرضی سے اسیری قبول کر رہا ہوں۔

گوٹھی کا دورا وہ بند ہو گیا۔ اس پر ٹالا لگا دیا گیا۔ میں نے ایک جگہ بیٹھ کر پارس کو مخاطب کیا اور اپنے حالات بتائے۔ اس وقت دن کے دس بج رہے تھے، وہ کابل پہنچ گیا تھا۔ خانم کی آباؤی حویلی میں قیام پذیر تھا اس نے کہا ”پاپا! میں ابھی پبل چرخی جیل کی طرف آتا ہوں۔“

”نہیں بیٹے! ہم دونوں پچھلی رات سے جاگ رہے ہیں۔ تم

نیز پوری کرو۔ میں بھی سو رہا ہوں۔“

”کیا جیل میں سوئیں گے؟“

”ہاں۔ ایسی جگہ زبردلوں لاکھوں انسان سوئے ہیں۔“

”لیکن پاپا! آپ پبل چرخی جیل کی ظلم و ستم سے بھرپور پڑھ چکے ہوں گے۔“

”ہاں مگر جیل والوں نے میری ہسٹری نہیں پڑھی ہے ابھی حکومت پاکستان اور فرانس کو اپنی اسپری کی اطلاع دلاں

میں کی عبوری حکومت حوڑل ہو جائے گی۔ میں جیل سے آجاؤں گا۔ ایک اہم سیاسی شخصیت قید کیا جاؤں گا اور میں یہ نہیں چاہتا۔ ہم یہاں صرف بڑے لوگوں میں نہیں عوام میں رہیں گے۔“

”تل راشت پاپا! اینڈ سے بیدار ہونے کے بعد رابطہ کر سوار۔“

میں نے دائمی طور پر حاضر ہو کر غم ناریک کو غم کی کوٹھڑی سے مکر اپنا پھر آنکھیں بند کر لیں۔ دماغ کو ضروری ہدایات دیں

کے بعد گویا کانٹوں کے بستر سو گیا۔

مجھے نیند آنی لگی لیکن جلال شاہ اور کمانڈر بیک غصے اور پاز سے جاگنے اور تھلائے رہے۔ یہ ابھی تک واضح نہیں ہوا

کس نے وہاں قید کر لیا ہے۔ جیل چرخی حکومت کی تحویل میں اس لئے عبوری حکومت کی ایسی کسی پالیسی نے یہ حرکت کی مگر

کمانڈر بیک اور جلال شاہ سے عداوت ہو گئی۔ جلال شاہ جانتا

کسی پالیسی کے لیڈر کو اس سے بغض و عداوت نہیں ہے۔ ایک

کو کسل کے عہدے دار کی حیثیت سے اب اس کی عزت کر

تھے۔ کوئی الزام عائد کرنے کے بعد ہی اس کی ایسی بے حیا

جاسکتی تھی۔

جہاں تک الزام عائد کرنے کا تعلق ہے، اسے اس با

مجرم سمجھا جا رہا ہو گا کہ اس نے کمانڈر بیک کے ساتھ مل کر

خانم کو اغوا کرنے کی سازش کی ہے۔ دونوں میں گٹھ جوڑے

لے لے ایک ساتھ گرفتار ہوئے ہیں۔ اس حوالے سے معلوم ہو

کہ حاتم شہزاد نے انہیں قید کر لیا ہے۔

اگر ایسا ہے تو تو یہ خانم نے اپنے بھائی حاتم شہزاد کو اب

بتا دیا ہو گا کہ جلال شاہ اور ارسلان بے قصور ہیں بلکہ دوست

محسن ہیں۔ میں باج ٹیکٹوں تک گمراہی نیند سونے کے بعد بیدار

پارس سے معلوم ہوا کہ تو یہ خانم کو اب تک وضاحت کا مزاج

ملا ہے۔ بھائی سے اس کی ملاقات نہیں ہوئی ہے۔

پارس نے کہا ”خانم! میں نے خواب دیکھا ہے کہ جلال

اور ارسلان کسی قید خانے میں محو ہیں انھارے ہیں۔ ہر

خواب جھوٹے نہیں ہوتے۔ اپنے بھائی سے کہو وہ دونوں کابل

کر لاپا ہو گئے ہیں۔ ان کے پاس سوا کس فون تھا۔ فون سے

رابطہ نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ مصیبت میں ہیں۔ فوراً ان کی

خبر۔“

وہ جیل میں سونے سے پہلے اور اب بیدار ہونے کے بعد کئی

بار فون پر بھائی سے رابطہ کرنے کی کوشش کر چکی ہوں۔ لیکن وہ بے

صوف ہیں۔ چھوٹے بڑے تمام ملک کے نمائندے اور پریس

روز روز فیڈو کا آتا بندھا رہتا ہے۔ وہ سیاسی داؤد جی میں اس قدر

صوف رہے ہیں کہ ہم سے فون پر باتیں کرنے کی فرصت ہی نہیں

ملتی۔“

”جو چہ ہم اپنے ساتھیوں کو تلاش کرنے چلیں؟“

”یہی مشکل ہے، بھائی حاتم کو صبح معلوم ہوا کہ میں مگر پتہ ہی

ہوں تو انہوں نے حکم صادر کیا کہ مجھے حویلی سے باہر نہ جانے دیا

جائے۔ ہماری تہذیب، ہمارے ماحول میں لڑکایاں آزادی سے

خودواں کے ساتھ سرعام نظر نہیں آتیں۔ میری بھالی اور رشتے

دار تمام بے باک سمان خانے میں بھی آتے سے منع کرتے ہیں مگر

میں منکر کی جلی آتی ہوں۔“

”ٹیک ہے تم مجبور ہو۔ میں تو نہیں ہوں۔ ابھی غسل کر کے

لباس تبدیل کروں گا پھر تمہاری حویلی سے چلا جاؤں گا۔“

”وہ ایک دم سے اداس ہو گئی۔“ چلے جاؤ گے؟“

”جن ساتھیوں نے بڑے وقتوں میں ساتھ دیا انہیں تلاش

کرنے چاہیے؟“

”میاں! امن و امان نہیں ہے۔ تم یہاں کے راستے گھلیں

نہیں جاتے ہو۔ ہر شخص اسطرح لے پھرتا ہے ان میں سے کتنے ہی

برصاوت ہیں جس کی گولی مار کر جیب سے رقم لے جاتے ہیں۔ تم تمام

باہر جاتے ہی نئی مصیبتوں میں گرفتار ہوتے رہو گے۔“

”کیا مصائب کے خوف سے چار دیواری میں چھپا رہا ہوں!“

”میں یہ نہیں کہتی۔“

”پھر کیا کہتی ہو؟“

”وہ بات یہ ہے کہ... کہ جسے تھما جائے نہیں دوں گی۔

میں بھی ساتھ چلنے کی تدبیر سوچ رہی ہوں۔ تم بھی کچھ سوچ کر کوئی

راستہ نکالو۔“

”اچھی بات ہے تم بھی سوچ۔ میں بھی سوچتا ہوں۔ ایک گھنٹا

بعد ملاقات ہوگی۔ میں غسل کرنے جا رہا ہوں۔“

وہ سمان خانے سے باہر آئی۔ وہ سمان خانہ ایک انٹیکسی کی

طرح حویلی کے احاطے میں چند قدم کے فاصلے پر تھا۔ وہ وہاں سے

فون پر آئی تو اس کے باپ نے غصے سے کہا ”تمہیں وہاں جانے

سے روک لیا گیا تھا؟“

”ہیرا محسن ہے؟“

”اس لئے سمان بنا کر عزت دی ہے۔ اگر تم چاہتی ہو کہ اس

کی عزت رہے اور ہم اسے دھکے دے کر نہ نکالیں تو صرف ہمیں

بھولنا پڑے گا۔“

”آخر مجھ پر پابندی کیوں ہے؟ میں کوئی پروے میں رہنے والی

لڑکی نہیں ہوں۔ برسوں سے شہر شہر بھٹکتی رہی ہوں۔ آج پردہ کیوں

ہے؟“

”تمہاری سلامتی اور ہماری عزت کے لئے ہے۔ تم سیاسی

معاملات میں میرے بیٹے، اپنے بھائی کے لئے مسئلہ بن گئی ہو۔“

”آخر مسئلہ کیا ہے؟ مجھے کچھ بھی بتایا جائے؟“

”ایک بہت بڑے ملک کا بہت بڑا آدمی تمہیں پسند کرتا ہے۔

کہتا ہے تمہیں اس کے حوالے نہ کیا گیا تو تمہارے بھائی حاتم کی

سیاست کو یہاں ناکام بنا کر دے گا۔ پتا نہیں وہ کیسے ذرائع کا مالک

ہے اس نے حاتم کی کئی چالیں ناکام بنادی ہیں۔ کہتا ہے ایک بار

تمہارا اس سے سامنا کرایا جائے یا تم سے فون پر گفتگو کرائی

جائے۔“

”وہ کون ہے؟ مجھے کیسے جانتا ہے؟“

”تمہارے بھائی کو اتنی فرصت ہی نہیں ملتی کہ وہ اس کے

متعلق وضاحت سے بتائے۔ اتنا معلوم ہوا ہے کہ ایک ہفتہ پہلے

اس نے تمہیں ملاقات مزار شریف میں دیکھا تھا۔ وہ تم سے گفتگو کرنا

چاہتا تھا لیکن تم پشتوں میں اس کچھ کہہ کر چلی گئیں۔ وہ کچھ سمجھ نہ

سکا۔ اس نے تمہارا تعاقب کیا۔ لیکن تم تھکوں سے اوجھل ہوئے

کے بعد پھر دکھائی نہیں دیں۔ اس نے کسی طرح معلوم کر لیا کہ تم

حاتم شہزاد کی سہیلی ہو۔“

”وہ بھائی حاتم سے کیا کہتا ہے؟“

”ایک ہی بات کہتا ہے کہ ایک بار تم سے ملاقات کرے گا پھر

تم خود ہی اس پر مرضی ہوگی۔“

”میں تو کہتی ہوں اس پر۔“

”تمہارے سے شیطان نہیں بھاگتا۔ جب تمہیں اغوا کیا گیا تو

ہم نے یہی سمجھا کہ یہ اسی کی شرارت ہے لیکن وہ قسم کھا کر کہہ رہا

تھا کہ ایک بار تمہاری تصویر دکھادی جائے پھر وہ تمہیں دشمنوں کے

ہت خانے سے بھی نکال لائے گا۔“

میں خانم کے پاس تھا یہ باتیں سن رہا تھا۔ خانم جن حالات

سے گزرتی رہی تھی ان حالات میں کس کو تصویریں اتروانے کی

فرصت نہیں ملتی۔ اس لئے اس کی کوئی تصویر نہیں تھی۔ چنانچہ

اس اجنبی کے ہاتھ نہیں لگی تھی۔

دیے میں ٹھک گیا تھا۔ وہ انجینی یہ کیوں کہتا تھا کہ ایک بار

خانم سے ملاقات ہوگی تو وہ اس پر مرتے گی۔ یہ کیوں چاہتا تھا کہ

ایک بار اس سے فون پر ہی بات ہو جائے؟ کیا فون پر بات کرتے ہی

اس کا دل جیت لے گا؟ ایسا تو میں کرتا ہوں۔ ایسا تو ٹیلی ویژن

جانے والے کرتے ہیں۔

یوں تجزیہ کرنے سے یقین کی حد تک شبہ ہو رہا تھا کہ وہ کوئی

خیال خوائی کرنے والا ہے اور خانم پر عاشق ہو گیا ہے یا محض ہوس

پرست ہے۔ تو یہ خانم کو خدا نے جو دکھائے والا حسن اور شخصیت

111

دی تھی۔ اس پر اس کی تہی ہوئی بھوس، شیرینی جیسی نگاہیں اور غصہ ناک تجھاریسے تھے کہ ہندی مردوں کے لئے وہ پتلیج بن جاتی تھی۔

وہ اپنے باپ سے بولی، کیا اس کے ذرے مجھے چھپایا جا رہا ہے؟

”میں کچھ کاہوں کہ تم ایک سیاسی مسئلہ بن گئی ہو۔“

”یہی تو چھ رہی ہوں، میرا سیاست سے کیا تعلق ہے؟“

”ہم انجینی کو الزام دیتے تھے کہ اس نے ہمیں اغوا کیا ہے۔ انجینی ہمیں الزام دیتا تھا کہ ہم ہمیں اس سے چھپا رہے ہیں۔ اس نے کہہ دیا ہے جب تک تم اس کے پاس نہیں جاؤ گی وہ تمہارے بھائی کے حق میں پچاس کروڑ کا قرضہ منکوح نہیں ہونے دے گا۔ کئی سیاست دانوں کو خریدنے کے لئے تمہارے بھائی کو اس رقم کی ضرورت ہے اور بھی کئی مسائل ہیں جن میں وہ انجینی حاتم شہیار کے قدم میں مضبوطی سے جمائے رکھ سکتا ہے۔“

میں نے خانم کے ذریعے سوال کیا ”وہ انجینی کہاں ہے؟“

باپ نے کہا ”وہ کل تک یہاں تھا۔ پھر ایم کام کے سلسلے میں مزار شریف گیا ہے شاید شک نام آئے گا تو تم سے ضرور ملاقات کرے گا۔“

”اس سے ملاقات کرانے کے لئے مجھے اس چار دیواری میں رکھا جا رہا ہے۔ بھائی حاتم مجھ سے فون پر بھی باتیں نہیں کر رہا ہے۔ شاید اسے شرم آ رہی ہے کہ میرے سامنے آکر پچاس کروڑ کی سیاست کیسے کرے گا؟“

”بکواس مت کرو۔“

اس نے طمانچہ مارنا چاہا۔ بیٹی نے ہاتھ پکڑ لیا پھر کہا ”بھائی حاتم سے کہنا، باپ کا ہاتھ تمہاں لے چھوڑ دیا۔ اس ہاتھ میں انجینی کا ہاتھ آیا تو تو ذکر پھینک دوں گی۔“

وہ باپ کا ہاتھ جھٹک کر چلی گئی۔ میں نے پاس سے کہہ ”یہاں کسی خیال خرافی کرنے والے کا سراغ مل رہا ہے۔ تو بہ خانم پر اس کی نیت خراب ہے شاید باپ اور بھائی بھی اسے سیاست کی بجلی میں جھونک دیں گے۔“

”یعنی تو بہ خانم حالات کا رخ بدلنے والی ہے۔“

”ہاں۔ اس سے پہلے اسے خیال خرافی کرنے والے انجینی سے محفوظ رکھنا ہے۔ میں اس کے داغ کو لاک کرنے جا رہا ہوں۔“

میں اس کے پاس آیا۔ وہ اپنے کمرے میں تھی۔ غصے میں مثل دی تھی۔ غصے کی بات ہی تھی۔ سب اسے چھینا چھینا جاتے تھے۔ سیاست کی بساط پر بھی اسے موہنا یا جا رہا تھا۔ اتنی بڑی جنگ و جدل اور بے بدل دنیا میں اسے ایک پارس ایسا نظر آ رہا تھا جو اس کے حسن و شباب کو نہیں مانگ رہا تھا۔ بلکہ مانگے اور چھیننے والوں سے بچنا آ رہا تھا۔

وہ سوچ رہی تھی۔ باپ کے بیان کے مطابق وہ انجینی شام تک آئے گا اس سے پہلے پھر گھر سے بے گھر ہونا چاہئے۔ وہ ختمی، اب پارس کے ساتھ بے گھر اور دبدر ہو کر بھی مولا رہے گی۔

وہ وہاں سے بھاگ نکلنے کی پلاننگ سوچ رہی تھی۔ میں داغ پر قبضہ جگا کر اسے سسر پر پہنایا پھر اسے سلاوا۔ اس پر عمل کر کے داغ کو حاس بنایا، یہ بات نقش کروی کہ وہ صرف سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گی باقی تمام پرانی سوچ کو کمر کرتے ہی سانس روک لیا کرے گی اور کتنے ہی غیر یقینی حالات، وہ پارس پر بھروسہ کر سکتی رہے گی۔

اس کے بعد اسے دو گھنٹے کے لئے سلاوا۔ پارس کے پاس کہا ”تو بہ خانم حالات سے پریشان ہو کر تمہارے ساتھ بھاگ اراہہ کر رہی ہے۔“

”ہم اسے ساتھ رکھ کر ساری رات پریشان ہوتے رہے۔ اب کیا ساری زندگی پریشان کرنا چاہتی ہے۔“

”تم اسے سمجھاؤ۔ بی الخال خولی سے بھاگنا داغ نہیں ہے۔ حالات نے بہت زیادہ مجبور کیا تو پھر فرار کا راستہ نکالو گا۔“

”کیا وہ میری سن لے گی؟“

”ہاں میں نے اس کے داغ کو لاک کر دیا ہے اور یہ نفل ہے کہ وہ تم پر ہر حال میں اعتماد کرے گی۔“

”خدا آپ جیسا باپ سب کو دے۔ راستہ صاف کر دیا۔ میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ جیلر کی آواز نے مجھے چونکا کہ رہا تھا۔“

”اے کھڑے ہو جاؤ۔“

میں نے فرش پر سے اٹھتے ہوئے دیکھا۔ جیلر اور دو مسل کے ساتھ ایک قد آور شخص تھا۔ وہ میری طرف اشارہ کرتے، جیلر سے پوچھ رہا تھا ”کیا یہی پاکستانی صحافی ارسلان ہے؟“

میں اس کے داغ میں چھج گیا۔ وہ حاتم شہیار تھا۔ اس سب کو یہاں قید کر لیا تھا۔ جیلر کہہ رہا تھا ”ہی ہاں! ایسی ارسلان اور وہ ساتھ والی کوٹھی میں کمانڈر بیگ ہے۔“

اس نے حکم دیا ”قازنگ اسکو اڈو کو بلاؤ۔“

جیلر نے امانت کو حکم دیا۔ قازنگ اسکو اڈو کو بلائے گا۔ یہی تھا کہ جو قیدی لائے گئے ہیں انہیں ایک قطار میں کھڑا کر دیں گے۔ چھپتی کر دیا جائے۔ اس نے حکم دیا ”کمانڈر کو گار پر لے جاؤ۔“

حکم کی قیبل ہوئی۔ چار سپاہی دوسری کوٹھی سے اسے لائے سامنے وسیع و عریض کھلی چار دیواری تھی۔ کمانڈر لے جا کر ڈاکٹر سے ہانڈہ دیا گیا۔ وہ چیخ مچ کر کہہ رہا تھا ”شہیار! میں پہلی ہی سمجھ گیا تھا کہ تم نے مجھ کو گرفتار کر لیا ہے۔ تم کھا کر کھنا ہوں، اب میں تمہارا مخالف نہیں ہوں۔ یہ از

بہت بد انجینی ہے۔ اس سے پوچھ لو اس نے مجھے سمجھایا ہے کہ جو ہی شخص تو بہ خانم کو ہاتھ لگائے گا، وہ تباہ و برباد ہو جائے گا۔ خانم کے ساتھ صوف پر ہیں۔ اس سے ٹکرانے والے نابود ہو جائیں گے۔ سب سے میں نے توبہ کر لی۔ تمہاری بہن کو اپنی بہن سمجھتا ہوں۔“

میں نے حاتم شہیار کی نظروں میں پہلی بار اپنے لئے نری دیکھی۔ وہ اس بات سے خوش تھا کہ میں دوسروں کو اس کی بہن کی عزت بائیں کر رہا ہوں۔

قازنگ اسکو اڈو کے چار سپاہی ایک قطار میں لیفٹ رائٹ کرتے ہوئے آئے اور کمانڈر بیگ کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ حاتم شہیار نے کہا ”میں نہیں جانتا کہ انجینی نے بڑے ارادے بدل دیے۔ اس بات کو سامنے دیکھ کر بدل رہے ہو؟ بات کچھ ہو، تجوہ ایک ہی بات ہے کہ تم نے میری بہن کو یہی نظریے دیکھا۔ کیوں دیکھا؟ کیا اپنی بہن کو ایسی طرح دیکھتے ہو اور کسی انجینی کے پاس جا کر توبہ کرتے ہو؟“

”میں شرمندہ ہوں۔ ایک بار میری جان بخش دو۔“

”جان بخش ہو تو اپنے آدھیں سے یہ نہ کٹنا کہ گوشتے سرے ہیں جانیں۔ ہمیں اور تمہارے آدھیں کو یہ نہ معلوم ہونے دیں کہ میں نے تمہیں بلایا ہے۔ یہ پہل چرتی بیل ہے۔ یہاں کسی مرنے والے قیدی کی لاش کبھی باہر نہیں بھیجی جاتی۔ تمہارے قبیلے کے لوگوں کو کبھی معلوم نہیں ہوئے گا کہ تمہیں یہاں لا کر کتنے کی مدت رہنا پڑا تھا۔ فائز۔“

اس کی زبان سے فائز کا لفظ نکلنے کی چار گھنٹیں سیدھی ہوئیں پھر رنگ کی چار آوازوں کے بعد خاموشی چھا گئی۔ گولی مارنے والے سپاہی رائٹ ٹرن ہو گئے۔ پھر اس طرح ایک قطار میں چلتے ہوئے نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

حاتم شہیار ہانچے پڑے ڈول اور کوٹھی ہوئی آواز کا مالک بن گیا۔ دیکھنے کی اس کی شخصیت کا رعب طاری ہو جاتا تھا۔ اس کے حکم کی قیبل کرتے ہوئے ہمیں کوٹھیوں سے نکالا گیا۔ پھر ہم اس کے پیچھے چلتے ہوئے جیل کے ایک دفتری کمرے میں آ گئے۔ اس کے خیالات دھستار جا رہا تھا۔ پہلے میں نے غلط سمجھا تھا کہ وہ پاس کوڑ کا قرضہ حاصل کرنے کے لئے ہے، بہن کو سیاست میں ایک کھانا لے گا۔

بہت غیرت مند تھا۔ یہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ کوئی اس کی بہن کو ہاتھ لگائے۔ اس نے کمانڈر بیگ کو اس کے گولیوں سے اڑا دیا تھا کہ اس نے توبہ خانم کے لئے یہی نیت کی تھی۔ لیکن اب وہ انہیں اسے پریشان کر رہی تھیں۔

ایک تو یہ کہ چودہ برس کی جنگ نے توبہ خانم کو اپنے گھر سے اور اپنے خاندان والوں سے دور کر رکھا تھا۔ کسی کو اس کی خبر نہیں تھی کہ وہ کہاں ہے؟ زندگی بھی یہاں سر جاتی ہے؟ ان حالات نے

بہن کو آزاد، ہندی اور خود سنبھارا تھا۔ اسے جبراً گھر کی چار دیواری میں قید کر کے نہیں رکھا جاسکتا تھا۔

دوسری بات یہ تھی کہ وہ انجینی خیال خرافی کرنے والا اس کے حواس پر چھایا ہوا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ کیوں انجینی کے سامنے مجبور ہو جاتا ہے۔ توبہ خانم کے معاملے میں انکار کرنا چاہتا ہے مگر اقرار کر لیتا ہے۔ اس نے انجینی سے وعدہ کیا ہے کہ بہن واپس آئے گی تو وہ اس سے ملاقات کرانے کا پھر وعدہ کرنے کے بعد سوچ رہا تھا کہ اس نے ایسی بے غیرتی کیوں کی ہے؟ وہ مجبور کیسے ہو جاتا ہے؟

دفتر کے ایک کمرے میں بیٹھنے کے بعد اس نے کہا ”برادر جلال شاہ! مجھے افسوس ہے کہ آپ کو چند گھنٹوں کے لئے قیدی بن کر رہنا پڑا۔ میرے ساتھ ایسے حالات ہیں آپ سے ہیں کہ میں ایسا کرنے پر مجبور ہو گیا تھا۔“

جلال شاہ نے کہا ”کوئی بات نہیں۔ میں آپ کو بہت پریشان دیکھ رہا ہوں۔ میری درخواست ہے کہ حضور ارسلان صاحب کے سامنے پریشانی بیان کریں یہ خدا کے برگزیدہ بندے ہیں۔ یہ۔۔۔“

میں نے بات کاٹ کر کہا ”جلال شاہ! خدا کے لئے ایسی تعریف نہ کرو۔ اتنی تعارف کافی ہے کہ میں انجینی دست شناس اور قیادہ شناس ہوں، کسی کی پریشانی دور نہیں کر سکتا۔ لیکن پریشانیوں کا حل پتا لگتا ہوں۔“

حاتم شہیار نے میری طرف ہاتھ بڑھا کر کہا ”میرا ہاتھ دیکھو۔ اگر پریشانیوں کا حل پتا کو تو ہی بہت ہو گا۔“

اس کا ہاتھ شیر کے پنچے کی طرح پھلکا ہوا اور بھاری بھر کم تھا۔ چہ نہیں اس ہاتھ سے اُس نے کتنی گھنٹیں، راکٹ لانچر اور گولی توپیں چلائی ہوں گی۔ کتنے انسانوں کو موت کے گھاٹ اتارا ہو گا اور یہ بھولنا رہا ہو گا کہ ایک دن اسے بھی موت کے گھاٹ اترنا ہے۔ یہ اصل حقیقت ہے۔ کسی کو عزت سے اور کسی کو ذلت سے مرزا ہوتا ہے۔

میں نے پوچھا ”پہلے تمہاری پریشانیوں بیان کروں یا زندگی کے حالات سننا چاہو گے؟“

”میرے حالات مجھے معلوم ہیں۔ میری پریشانیوں اور ان کا حل بیان کرو۔“

”سیاسی کاخ پر تمہیں کوئی مات نہیں دے سکتا لیکن ایک غیر ملکی ایجنٹ ایک غلط راستے سے تم پر حاوی ہو رہا ہے۔“

”یہ درست ہے۔“

”وہ تمہارے گھر کے راستے تمہاری سیاست کو نقصان بھی پہنچا سکتا ہے اور فائدہ بھی۔“

وہ چونک کر بولا ”گھر کے راستے سے؟ ہاں ہاں تم بڑی حد تک اصل معاملے کو سمجھ رہے ہو۔“

”تمہیں یہ پریشانی ہے کہ اس کی بات نہیں مانو گے تو وہ مغربی

ممالک کی مالی امداد تمہارے مخالف لیڈر کو پہنچا دے گا۔

”بالکل سچی بات ہے۔“

”اگر بات مان لو گے تو تم پر یہ الزام مٹا دیا جائے گا کہ پہلے تم دوسری ایجنٹ تھے۔ تمہیں امریکا کی سرپرستی کے ساتھ بہت بھاری رقم بھی ملے گی۔ لیکن تمہارا خمیر گوارا نہیں کر رہا ہے۔“

”تم واقعی ماہر دست شناس ہو آگے بولو۔“

”تم ملک اور قوم کو امریکی پالیسیوں کے ذریعہ اثرانا چاہتے ہو لیکن گھر کی عزت کو سیاست کی بیج پرانا نہیں چاہتے۔“

وہ غصے سے سرخ ہو کر بولا ”اے پاکستانی! غصہ مت دلاؤ۔“

بات کو پورے میں رکھ کر بولا۔

”ہم بہت سی باتیں اسی لئے چھپا لیتے ہیں کہ سننے والے کو اپنی توہین محسوس ہوتی ہے اور وہ حقیقت سے انکار کرتے ہوئے ہمارے ظلم کو جھوٹا کہتے ہیں۔“

”تم اس کا حل پیش کرو۔“

”کیسے کروں؟ جبکہ ہاتھ کی لکیریں صرف یہ بتاتی ہیں کہ پریشان ہو کر یہ نہیں بتاتیں کہ پریشانی کے پیچھے اصل بات کیا ہے۔ وہ بات معلوم نہیں ہوگی اپنا مسئلہ نہیں بتاؤ گے تو حل کیسے پیش کروں گا!“

اس نے ہچکچاتے ہوئے کہا ”جلال شاہ! پلےز تھوڑی دیر کے لئے ذرا باہر چلے جاؤ۔“

وہ چلا گیا اس نے کہا ”وہ اجنبی امریکی ایجنٹ میری بہن تو بہ خانم کو اٹکتا ہے۔“

”تم نے کیا جواب دیا ہے؟“

”میں اسے کوئی مار دینا چاہتا ہوں۔ اس کی بات سے انکار کرنا چاہتا ہوں۔ مگر نہ جانے کیسے بات مان لیتا ہوں۔ یہی پریشانی ہے کہ اس پر میرا زور نہیں چل رہا ہے۔ مجھے وہ کوئی جادوگر لگتا ہے۔ کسی نہیں قوت سے اپنے حق میں فیصلہ کراتا ہے اور میں اس کے حق میں بول پڑتا ہوں۔“

”ان حالات میں تم چاہتے ہو کہ غیرت بھی برقرار رہے اور ملک میں سیاسی برتری بھی قائم رہے۔“

”بالکل سچی بات چاہتا ہوں۔“

”پہلے تو یہ یقین کر لو کہ جو بھی تو بہ خانم کو جبراً حاصل کرنا چاہے گا وہ تباہ و برباد ہو گا اور فنا ہو جائے گا۔“

”میں بات تم نے کہا تو بیک سے کسی تھی۔ کیا واقعی یہ سچ ہے؟“

”تم نے خود ہی کاغذ کو جنم میں بھیج دیا۔ کیا وہ تو بہ خانم پر بری نظر رکھنے والا فنا نہیں ہوا؟“

”ہاں ہاں وہ فنا ہو گیا مگر اس شیطان کا کیا ہو گا جو میرے پیچھے پڑ گیا ہے؟“

”وہ بھی برباد ہو گا۔“

”وہ برباد ہو گا تو میرا بھلا نہیں ہو گا۔“

”کیا بہن کی بربادی چاہتے ہو؟“

”نہیں، ہرگز نہیں۔“

”مسٹر شرمارا! پچھلی رات تمہاری بہن میری ہم سفر تھیں۔“

وہ جھنجھلا کر بولا ”تم میرے بگڑنے اور سننے کی بات کرو۔“

”جس طرح بہن کا سودا نہیں کرنا چاہتے اسی طرح ملک قوم کا سودا نہ کرو۔ اس طرح عزت سے جی سکو گے۔“

”میں سیاست کی مسند پر عزت کمانا چاہتا ہوں۔“

”تو پھر خانم کی ملاقات اس سے کراؤ۔ اگر وہ خانم کو طرف مائل کرنے میں کامیاب ہو گیا تو تمہارے خمیر پر بوجھ رہے گا۔“

”تمہاری بات کچھ سمجھ میں آ رہی ہے۔“

”تم اجنبی سے کوئی کہانی بہن پر جبر نہیں کرو گے۔ اس تمہاری غیرت قائم رہے گی کیونکہ تم یہ معاملہ خانم پر چھوڑا ہو۔ وہ راضی ہو کر اجنبی کے ساتھ جائے گی تو سمجھ لینا ایک اسے سیکے سے رخصت ہونا تھا۔ سو وہ اپنی مرضی سے چلی گئی۔“

”واقعی اس طرح میرے خمیر پر بوجھ نہیں پڑے گا۔ نہ بڑی ذہانت سے مشورہ دیا ہے۔“

وہ خوش ہوتے ہوئے پھر سوچ میں پڑ گیا۔ میں نے پوچھا ہوا؟“

وہ مایوس سا ہو کر بولا ”اگر وہ راضی نہ ہوئی۔ اجنبی کو کیا تکیا ہو گا؟“

”اگر میں خانم کے قریب رہوں گا تو وہ اجنبی کو ضو کرے گی۔“

”اگر ایسا ہو سکتا ہے تو میرے ساتھ گھر چلو اور وہیں قیام مجھے میزبانی کا شرف حاصل ہو گا۔“

ہم وہاں سے اٹھ گئے اس نے باہر آکر جلال شاہ سے اک رابطہ کو نسل میں جا کر اپنی اور مسز ارسلان کی آمد کی رپورٹ ان کے سمان خانے میں قیام کرو۔ مسز ارسلان میرے رہیں گے۔“

میں نے جلال شاہ سے معافی کرتے ہوئے کہا ”شاہ! یہ طور پر جدا ہو رہے ہیں۔ میں جلدی تمہارے پاس آ جاؤں گا۔ وہ بڑی عقیدت کا اظہار کرتا رہا۔ میں حاتم شرمار کے اس کی قیمتی کاریں آکر بیٹھ گیا۔ کار کے آگے پیچھے سب جاؤ گاڑیاں تھیں۔ جب وہ قافلہ وہاں سے چلے گا تو اچانک ہی سانس روک ل۔ کوئی میرے داغ میں آنا چاہتا تھا۔“

میں نے لیلیٰ اور سلمان وغیرہ کے پاس جا کر پوچھا کیا؟

سمان خانے میں کیوں گئی تھیں؟

وہ اس سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے، مجھے دیکھتے ہوئے خوش ہو کر بولی، ”تبا! مسز ارسلان! آپ کو اچانک یہاں دیکھ کر مجھے سختی خوشی ہو رہی ہے میں بیان نہیں کر سکتی۔“

حاتم شرار نے بہن کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف لے جاتے ہوئے پوچھا، ”تم سب کے سامنے میرے سوال کو نظر انداز کر رہی ہو؟ بناؤ سمان خانے میں کیوں گئی تھیں؟“

وہ اپنا ہاتھ چمڑا کر بولی، ”اس سوال سے پہلے یہ پوچھیں کہ انگوٹے کے بعد دو دن کس کس کے سمان خانوں میں رہ کر آئی ہوں؟ پھر اس سے بھی پہلے پوچھیں کہ رینگہ کس شفا خانے میں تھیں جو انوں کے ساتھ رہتی تھی ہوں اور اس سے بھی پہلے پوچھیں کہ وہاں نے مجھے شفا خانے کے جبل خانہ میں پہنچا کر میرے ساتھ کیا سلوک کیا تھا۔ غیرت مند بھائی بننا تو بہن کا تمام رینگہ خانے کے ساتھ رکھ کر غیرت کا مظاہرہ کریں۔ اپنے ہی گھر کے سمان خانے میں دو گھڑی گزارنے کی رپورٹ حاصل کر کے ضمیر کا کان سا بوجھ ہلکا کرنا چاہتے ہیں؟“

وہ کوئی جواب نہ دے سکا۔ آہستہ سے بولا، ”تم بہت مند زور ہو گئی ہو۔“ پھر وہ مجھ سے بولا، ”مسز ارسلان! آپ سمان خانے میں اس نوجوان کے ساتھ کچھ وقت گزاریں، میں ابھی آتا ہوں۔“ وہ حویلی کی طرف جانے لگا تو یہ خانم نے آواز دی، ”بردار! رک جائیں۔“

وہ رک گیا پلٹ کر بولا، ”کوئی مجھے پیچھے سے آواز دینے کی جرات نہیں کرنا ہے۔ پولوس لے آواز دی ہے۔“

”عماد نے جان پر کھیل کر مجھے دشمنوں سے بچایا ہے، آپ پہلے اس جوان کا شکریہ ادا کر لیں تب حویلی میں جائیں۔“

”تم مجھے حکم دے رہی ہو؟“

”نہیں! اخلاق اور تہذیب یاد دل رہی ہوں۔“

”یوش اپ! برسوں سے سیکڑوں ہزاروں مجاہدین ہماری حفاظت کے لئے جان پر کھیل رہے ہیں۔ وفاداروں اور نمک خواروں کا شکریہ ادا نہیں کیا جاتا، انہیں انعام دیا جاتا ہے۔ میں اس جوان کو بھی کوئی انعام دے دوں گا۔“

”میں اس انعام پر حقوک دوں گی۔ یہ آپ کا نمک خوار نہیں میرا یا رہے۔“

”کیا؟“ وہ گرجتا ہوا بولا، ”تم نے کیا کیا؟ کیا تم یار کا مطلب سمجھتی ہو؟“

”بھئی ہوں، یار کے معنی ہیں دوست، جان کا محافظ، یار ایک ایسا لفظ ہے جس کا مطلب ہر شخص اپنی نیت کے مطابق سمجھتا ہے۔ آپ کیا سمجھ رہے ہیں برادر؟“

”تم میرا دقت برادر کر رہی ہو۔ حویلی میں چلو۔“

وہ بھائی کی طرف بڑھتی ہوئی بولی، ”اگر آپ نے حویلی میں

جانے سے پہلے حماد کا شکریہ ادا نہ کیا تو میں اس انجمنی کی بے عزتی کروں گی جیسا کہ آنے والا ہے۔“

حاتم شرار خوب اکڑ ہوا تھا۔ اچانک غبارے سے ہوا نکل گئی۔ اسے یاد آیا کہ توبہ خانم نے انجمنی کو پسند نہ کیا اور اس کی اسلٹ کی توبہ سیاست، عزت اور وقار کی بانیاں ہار جائے گا۔ وہ مسکراتا ہوا پارس کے پاس آکر اس سے معافی کرنے

ہوئے بولا، ”یہ میری بہن انگارے چٹائی ہے اور غصہ دکھائی ہے انگوٹے بھی نہیں سوچتی کہ میرے سر پر کام کا بوجھ رہتا ہے۔ ہزار طرح کی مصروفیات میں گھبرا رہا ہوں۔ ایسے میں شکریہ ادا کرنے کا موقع نہ ملے تو مجھے غلط نہیں سمجھتا چاہئے۔ ہر حال میں دل کی گہرائیوں سے تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔“ پھر وہ پلٹ کر بہن سے بولا، ”غصہ تو کم دو۔ میں نے تمہاری بات مان لی ہے۔ مجھے امید ہے کہ تم بھی میری باتیں مانتی رہو گی۔“

ایک مسلح کارڈ نے آکر اطلاع دی، ”آقا کا قبل بلندہ ہو۔ مسز فرزیز تشریف لائے ہیں۔“

حاتم شرار نے جلدی سے توبہ خانم کا ہاتھ حاتم کر دیا، ”ابا ہے۔ تم میری انجمنی بہن ہو۔ پلیز اس کے ساتھ بدتمیزی نہ کرنا۔“ تمام مسلح افراد احاطے کے گیٹ کے اندر دو قطاروں میں مستعد کھڑے ہو گئے تھے۔ ایک قیمتی مرصعہ گیٹ کے اندر داخل ہو رہی تھی۔ تمام کارڈز ایڑیاں ہٹا کر سلیوٹ کر رہے تھے۔ مرصعہ کار کی کھڑکی کے شیشے ٹکڑے ٹکڑے اندر بیٹھے والا دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

وہ کار ایک جگہ آکر رک گئی۔ حاتم شرار استقبال کے لئے آگے بڑھا۔ ایک مسلح کارڈ نے بچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ ہم سب نے تجسس بھری نظروں سے ادھر دیکھا۔ ادھر جیسے لائسنس نکل رہی تھی۔

پھر میں ایک دم سے چونک گیا۔ بچھلی سیٹ سے نکلنے والا فراد علی تیمور تھا۔ میری آنکھوں کے سامنے ہی نظر آ رہا تھا۔ پھر اس کار کا دوسری طرف والا پچھلا دروازہ کھلا، ”اب بھلا چونکا دینے والی بات کیا رہ گئی تھی؟ مگر یہ گئی تھی۔ دوسرے دروازے سے پارس باہر آیا۔

میرے بیٹے پارس نے چونک کر آنے والے پارس کو دیکھا۔ پھر ہم باپ بیٹے نے ایک بار خود کو اور ایک بار آپس کے والے باپ بیٹے کو دیکھا۔

غضب کا تاشا ہو گیا۔ باپ بیٹے دونوں چار ہو گئے۔



ہماری زندگی میں ایسے بے شمار عجیب قماشے ہو چکے ہیں۔ ہم بھی کسی بار اپنے چہروں پر دشمنوں کے چہرے بنا رہے ہیں اور انہیں فریب دیتے رہے ہیں اور یہی طریقہ کار دشمن بھی اختیار کرتے ہیں۔ ہمارا چہرہ اور ہمارا نام اپنا گھر ہمارے لوگوں کو دھما

دیتے ہیں۔ وہ ایسا کئی بار کر چکے ہیں۔ ابھی حال ہی کی بات ہے، جان لیوا کے ایک ٹیلی فنی جاننے والے ماتحت لیٹی قمرال نے میرا نام استعمال کیا تھا اور فریاد علی تیمورین کر کے ہمارے فرسٹ ناؤ پٹیاں کر رہا تھا۔

لیکن یہ موجودہ معاملہ ذرا مختلف تھا۔ ایسا پہلے کسی نہیں ہوا تھا کہ ہم باپ بیٹے کے سامنے دشمن بیک وقت ہم باپ بیٹے کے منہ میں کر آئیں۔ یعنی فریاد کے سامنے علی فریاد اور پارس کے سامنے علی پارس نمودار ہوئے تھے۔

یہ اچھا ہو کہ ہم باپ بیٹے اصلی روپ میں نہیں تھے ورنہ ہم چاند منھس دہاں موجود افراد کے سامنے قمرالین جاتے۔ پارس دلدیا ہوا تھا۔ اور میں ارسلان کے نام اور چہرے سے پچھانا جاتا تھا۔ وہ علی فریاد اور علی پارس ہمیں اصلی روپ میں دیکھ لیتے تو ان کے باہر بیچ جاتے۔ پھر ان لمحات میں امن و سکون نہ رہتا۔ ایک دوسرے کے سامنے بھید کھلنے ہی ہم اپنی اپنی ہٹا کے لئے جنگ شروع کر دیتے۔

ان علی فریاد اور علی پارس کے ساتھ ایک ادھر چر کا اصرار تھا۔ اس نے حاتم شرار سے معافی کرتے ہوئے کہا، ”ویل مسز ماہر! ہم اس میں اتنا قیامت خیز شہرت کے مالک فریاد علی تیمور کو جانتے ہو۔“

حاتم نے چونک کر ٹیچر ہوا کر دیکھا۔ میں نے تو فریاد دیر پہلے نام شرار سے کہا تھا کہ میں فریاد کو جانتا ہوں اور یہ بھی بتایا تھا کہ میں اس آئی کی کے ذریعے فریاد میرے دماغ میں آنا چاہتا تھا لیکن میں نے اپنے اندر آنے نہیں دیا اور ایک نجوی کی حیثیت سے پیش دلی کی کہ فریاد بھی افغانستان نہ جائے۔ اگر جائے گا تو اس کی دلی غصہ ہو جائے گی۔ وہ وہاں سے زندہ واپس نہیں آئے گا۔

حاتم نے بنا پسندی فریاد سے معافی کرتے ہوئے کہا، ”مجھے آپ نے مل کر خوشی ہوئی۔ اگرچہ میں ٹیلی فنی کے علم پر زیادہ یقین نہ رکھتا۔ تاہم مسز ارسلان سے مل کر کچھ یقین کرنے لگا ہوں۔“

وہ مجھ سے معافی کرتے ہوئے بولا، ”چھا آپ ہیں مسز ارسلان؟ میں نے لاہور کے آئی جی کے ذریعے تمہاری گفتگو سنی تھی۔ تم نے میری موت کی پیش گوئی کی تھی کہ میں افغانستان آؤں اور وہاں گادو دیکھیں زندہ ہوں۔“

میں نے کہا، ”ہر زندہ شخص کسی کتا ہے کہ ابھی میں مرنے والا نہیں ہوں اور موت مسکراتی ہے کہ تم جینے والے نہیں ہو۔“

اس نے پوچھا، ”مسز ارسلان! تم نے کبھی موت کا ابراہہ نہ دیکھا ہے؟“



میں نے کہا، ”موت اٹھ ہوتی ہے۔“

”کوئی ہوگی لیکن میرے سامنے اپنے ارادے بدل دیتی ہے۔ آپ نے علم سے تقدیر کا حال بتاتے ہو اور میں تمہارے حال چال

بدل کر رکھ دیتا ہوں۔“

اس کے دعوے پر ہنسی آئی۔ کیونکہ میں کوئی نجوی نہیں تھا۔ میں نے کوئی پیش گوئی نہیں کی تھی۔ بس حاتم سے یونی جوت کہہ دیا تھا لیکن حالات بتا رہے تھے کہ جوت جوت ہونے والا ہے۔ یہی بات کہہ پیش گوئی کے مطابق علی فریاد افغانستان میں مرنے کے لئے آیا تھا۔

وہ جس اصرار کے ساتھ آیا تھا اس کا نام بیک چارٹن تھا۔ بیک چارٹن نے علی پارس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا، ”اس سے میں نے مسز فریاد کے صاحب زادے پارس ہیں۔“

میں نے اس سے معافی کرتے ہوئے اپنے بیٹے کو مخاطب کیا۔ ”عماد! ادھر آؤ اور مسز ارسلان سے ملاقات کا شرف حاصل کرو۔“

پارس نے قریب آکر اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا، ”میں نے سنا ہے آپ لوگ مسز حاتم کی مشہور توبہ خانم کا رشتہ رکھتے آئے ہیں۔ باپ بیٹے کو دیکھ کر سوال پیدا ہوتا ہے، باپ شادی کرنا چاہتا ہے یا بیٹا؟“

بیک چارٹن نے کہا، ”مسز فریاد ابھی تک جوان نظر آتے ہیں۔ اس لئے تم یہ سوال کر رہے ہو لیکن پارس بھی اپنے باپ کی طرح عاشق مزاج ہے۔ توبہ خانم سے شغف کرنا ہے۔“

علی فریاد نے کہا، ”بائی دی ویسے یہ ہلدا اور حاتم شرار کا معاملہ ہے۔ تم لوگ اس معاملے میں مت بولو۔“

علی پارس نے اپنے علی باپ سے کہا، ”پاپا! میں یہ معلوم کرنا چاہوں گا کہ جس حبیبہ کو میں حاصل کرنے آیا ہوں اس کے ساتھ ابھی یہ جہازیں کھڑا ہوا تھا۔ ان کا آپس میں کیا ریلویشن ہے؟“

توبہ خانم نے آگے بڑھ کر کہا، ”میں بتاؤں کہ عمار سے میرا رشتہ کیا ہے؟“

حاتم نے جلدی سے بہن کا ہاتھ پکڑ کر کہا، ”پلیز تم کچھ نہ بولو۔ اندر چلو۔“

اس لمحہ توبہ خانم نے بیکارگی سانس روک لی۔ پھر سانس لیتے ہوئے ایک ہاتھ سے سر کو حاتم کر کہا، ”چپا نہیں اچانک میری سانس کیوں رک گئی تھی؟“

یہ بات پارس نے سمجھ لی۔ میں نے خوبی عمل کے ذریعے توبہ خانم کے دماغ کو پرانی سوچ کی لمبوں کے خلاف لاک کر دیا تھا اور ابھی علی فریاد نے اس کے دماغ میں جانے کی ناکام کوشش کی ہوگی۔

اسے میں پارس نے اچانک سانس روک لی۔ پھر سانس لیتے ہوئے بنا پسندی فریاد سے سر کو حاتم کر کہا، ”چپا نہیں اچانک میری سانس کیوں رک گئی تھی؟“

توبہ خانم نے کہا، ”عماد! ابھی میں نے دیکھا ہے تم نے سانس روک لی تھی۔ ابھی میرے ساتھ بھی جی ہوا تھا۔“

پارس نے کہا، ”میں یہ گانا ہر بول۔ کوئی بھی ٹیلی فنی جاننے

والا میرے دماغ میں آئے تو میں فوراً سانس روک لیتا ہوں۔ اس طرح وہ آنے والا ہمارے اندر نہ کر ہمارے خیالات نہیں پڑھ پاتا۔“

توبہ نے پوچھا ”میں نے جو سانس روکی تھی تو کیا میرے دماغ میں بھی کوئی کیا تھا؟“

میں نے کہا ”اہں یہ مسز فراد تمہارے خیالات پڑھنے آئے تھے لیکن تمہارے سانس روکنے کے باعث وہاں پہلے گئے۔“
توبہ نے ناگوار سی سے حاتم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ”برادر! یہ کون ہوتا ہے میرے خیالات پڑھنے والا۔ میں یہ برداشت نہیں کروں گی۔“

میں نے کہا ”خاتم! تمہارے ساتھ خدا ہے اس لئے تمہارے دماغ میں کوئی نہیں آئے گا۔ غصہ تم کو دو۔“
نقلی فراد نے پوچھا ”مسز حاتم! کیا تمہاری بہن یوگا جانتی ہے۔“

حاتم نے کہا ”میں اپنی بہن کے متعلق بہت کم جانتا ہوں۔ اس نے حالات سے مجبور ہو کر پیشہ ہی کر کے دور نہ کر زندگی گزار رہی ہے۔ یہ پیشہ بامد سے اور ہتھیاروں سے کھیتی رہی ہے۔“

نقلی فراد نے مطمئن ہو کر کہا ”اسی لئے سانسوں کو اپنے کنٹرول میں رکھتی ہے۔“

میں پارس کے ساتھ سمان خانے میں گیا۔ وہ لوگ حویلی کے اندر آگئے اور ایک بڑے سے بیٹھک ہال میں جا کر صوفوں پر بیٹھ گئے۔ میں حاتم کے دماغ میں نہ کر ان کی باتیں سن رہا تھا۔ نقلی پارس کہہ رہا تھا ”مجھے حواد اور ارسلان کھک رہے ہیں۔“

جیک چارلٹن نے پوچھا ”کیوں کھک رہے ہیں؟“
”جانتی نہیں۔ میری چھٹی حس کہتی ہے یہ زبردست لوگ ہیں۔ ان کا تعلق ہمارے دشمنوں سے ہو گا۔“

حاتم نے ہنسنے ہوئے کہا ”یہ پاکستانی ہیں! میں نے کافہ ات دیکھے ہیں یہ ایک ہنسنے کے دورے پر یہاں آئے ہیں۔“
نقلی فراد نے بھی ہنسنے ہوئے کہا ”دراصل ہمارے پارس کو یہ اندیشہ ہے کہ حواد کی توبہ کو بھگا کرنے لے جائے۔“

حاتم نے کہا ”پلیز مسز فراد! آپ اس انداز میں میری بہن کے ہمارے کی بات نہ کریں۔ ایسی باتوں سے ہماری غیرت جوش مارتی ہے۔“

جیک چارلٹن نے ایک سگریٹ سلاگے ہوئے کہا ”مسز حاتم درست کہتے ہیں۔ تم لوگ مس خاتم کی فکر نہ کرو۔ یہ ہمارے ساتھ جائے گی۔ تم نقلی بیٹی کے ذریعے اس لڑکی کا بہن وادش کو کھو تو یہ تیر طرار لڑکی ہمارے بہت کام آئے گی۔“
میں نے حاتم کے ذریعے جیک چارلٹن کو سگریٹ کا کش لگاتے

دیکھا تو یقین ہو گیا کہ وہ یوگا نہیں جانتا ہے۔ سوچ کی لمبوں کو محسوس نہیں کرے گا۔ میں اس کے اندر پہنچ گیا۔ یہ تو معلوم ہی تھا کہ امریکا کا سیاسی دلال ہے۔ کابل میں امریکی مفادات کے محافظ عبوری حکومت میں تبدیلیاں کرتا رہتا ہے اور اس مقصد کے لئے حاتم شہر اچھے مردوں کو استعمال کیا کرتا ہے۔

میں نے نقلی فراد اور نقلی پارس کے متعلق معلوم کیا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ ان دونوں کو سیراشر نے وہاں بھیجا ہے۔ کون ہیں؟ یہ جیک چارلٹن نہیں جانتا تھا۔ اتنا جانتا تھا کہ وہ دونوں خیال خرافی کرتے ہیں۔ میرے اپنے انداز کے کے مطابق ان میں سے ایک نقلی بیٹی جانتے والا فریزر تھا۔ جان لیوڈا کے پلاننگ سرجری کے ذریعے فریزر کو جبراً مصل بنا دیا تھا۔ اسے زائید سمار مشین کے ذریعے نقلی بیٹی کا علم دیا تھا۔

یہ بہت عرصہ پہلے کی بات ہے لیوڈا اسے میرا ہم عمل بنا کر کسی خاص موقع پر میرے خلاف استعمال کرنا چاہتا تھا لیکن ایسا کوئی موقع نہیں ملا تھا۔ اس نے فی الحال اسے افغانستان بھیج دیا تھا۔ اس میں بھی کوئی مصلحت ہوگی، سیراشر نے سوجا ہو گا کہ فراد پاکستان میں ہے۔ نئے اسلامی ممالک افغانستان اور پاکستان کی طرف آسکتا ہے۔ اس لئے فریزر کو پہلے سے فراد بنا کر بھیج دیا گیا تھا تاکہ اسلامی ممالک کے سربراہ اور عوام مجھے اسلام دشمن تحریک کا سمجھ لیں۔

وہ دوسرا خیال خرافی کرنے والا جبراس بن کر آیا تھا، وہ جان لیوڈا کا خاص باحت پاسکو روٹ تھا۔ پچھلے دنوں سلمان نے امریکا میں پاسکو روٹ کو ضبط کیا تھا۔ اسے اپنا معمول بنایا تھا۔ میں نے بھی اس کی آواز اور لہجہ کو سنا تھا۔ مجھے یاد آ گیا کہ یہ نقلی پارس ہی ہے کیونکہ وہ یہاں بھی اپنے اصل لہجے میں بول رہا تھا۔

اب پاسکو روٹ ہمارا نامہ دار اور معمول نہیں رہا تھا۔ سونا ٹانی اسے ہمارے شیعے سے نکال کر لے گئی تھی۔ میں نے پارس کو ان دونوں نقلی باپ بیٹے کے متعلق بتایا۔ اس نے کہا ”وہ دونوں مجھے پراسرار اور خطرناک سمجھ رہے ہیں۔ اس سے پہلے کہ وہ میرے خلاف کوئی قدم اٹھائیں۔ مجھے یہاں سے چلے جانا چاہئے۔“
میں نے تائید کی ”جی مناسب ہے۔ ان سے دور رہ کر ان کا تعاقب کرو۔ اور وہاں پہنچو جہاں یہ توبہ خاتم کو لے جانے والے ہیں۔“

وہ پہلے ہی تیار بیٹھا تھا۔ اپنا جیک اٹھا کر سمان خانے سے باہر گیا۔ باہر جگہ جگہ سیکورٹی گاڈز تھے۔ احاطے کے مین کینڈ، سیکورٹی افسر نے پوچھا ”آپ کہاں جا رہے ہیں؟“

پارس نے پوچھا ”کیا اپنی مرضی سے باہر جانا منع ہے؟“
”مرضی کی بات نہیں ہے۔ آپ کے سلامتی کے لئے رہنا جا رہا ہے۔“

”میں سلامتی کو کیا غصہ ہے؟“
”آپ جانتے ہیں یہاں خانہ جنگی جاری ہے۔ حویلی کے باہر لوگ کس کا دشمن ہے، کس کی گولی کہاں سے آکر گئی ہے یہ آپ اپنے اپنی سمان کو خبر نہیں ہوگی اور خبر ہونے سے پہلے موت نہ لے گی۔“

پارس نے کہا ”مسز حاتم سے میری بات کراؤ۔“
افسر نے یکن میں آکر اعتراف سے رابطہ کیا، پھر کہا ”آقا یہ سزا حواد حویلی سے باہر جانا چاہتے ہیں اور آپ سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔“

حاتم نے کہا ”بات کراؤ۔“
افسر نے ریموٹر پڑھایا۔ پارس نے ریموٹر کان سے لگا کر کہا۔

”مسز حاتم! میں آپ کی خواہش پوری کر رہا ہوں۔ میرے یہاں سے جانے میں آپ کا فائدہ ہے۔“
میں حاتم کے اندر تھا وہ میری مرضی کے مطابق بولا ”ہاں ہاں ٹھیک ہے تم جانتے ہو۔ سیکورٹی افسر کو بھیج دو۔“
افسر نے پھر ریموٹر دیا۔ وہاں سے حکم سنا پھر کہا ”آپ جانتے ہیں۔“

پارس کٹ سے باہر چلا گیا۔ ہمارا گائیڈ جلال شاہ اسی شہر میں تھا۔ وہ مصالحتی کو نسل کا ایک عمدہ دار بھی تھا۔ پارس کے پاس باہر تھا اگر حاتم یا نقلی فراد کوئی نقصان پہنچانا چاہتے تو جلال شاہ ہتھیاروں اور اپنے جانناؤں کے ساتھ اس کے لئے دھماکا بن سکتا تھا۔

حاتم شہر اور نقلی پارس سے کہہ رہا تھا ”مسز پارس! آپ کو حواد کی موجودگی پر اعتراض تھا۔ ابھی سیکورٹی افسر نے بتایا ہے کہ وہ یہاں سے چلا گیا ہے۔“

فریزر عرف نقلی فراد سیدھا ہو کر بیٹھ گیا، پھر بولا ”وہ اچانک کیوں چلا گیا؟ اس کی موجودگی بھی کھک رہی تھی اس کا جانا بھی کھک رہا ہے۔“

”کیوں کوئی بات نہیں ہے۔ میں نے آپ لوگوں کے آنے سے پہلے اسے وارننگ دی تھی کہ یہاں سے چلا جائے ورنہ نقصان اٹھائے گا۔ اسی لئے وہ چلا گیا ہے۔ آپ کسی طرح کی فکر نہ کریں۔“

”ٹھیک ہے لیکن یہ ارسلان کیوں رہ گیا ہے؟“
حاتم نے جیک چارلٹن سے کہا ”مسز جیک! آپ انہیں سمجھائیے، ارسلان میرا سمان ہے۔ میں اسے یہاں لایا ہوں۔ خواہ لوگوں کے اعتراضات میں وقت ضائع کیا جا رہا ہے۔“

جیک چارلٹن نے کہا ”مسز فراد! اگر آپ کو شبہ ہے تو نقلی فراد کے ذریعے اپنے آدمیوں کو حواد کے تعاقب میں لگا دیں۔ یہاں ارسلان کی عمرانی کے لئے سیکورٹی گاڈز کافی ہیں۔“
فریزر آنکھیں بند کر کے خاموش رہا۔ میں نے پارس کے پاس

آکر کہا ”فریزر کے آدمی ہتھیار تلاش میں ہیں پھر ہتھیار کڑی عمرانی ہوگی۔“

”میں آنے والی ہوں! میں منت لوں گا۔“
میں پھر دشمنوں کی منتظر میں آیا۔ نقلی پارس یعنی پاسکو روٹ کہہ رہا تھا ”بہتر ہے ہم اپنی باتیں کریں۔ مس توبہ نظر نہیں آ رہی ہیں۔“

”آپ شہر میں ہیں۔ اگرچہ جگہ مزارع ہے۔ پھر بھی اس میں مشرقی شہر دیا ہے۔“
”میں اس کا بھی جگہ مزارع پسند ہے۔ ہماری فرنگ کے بعد وہ ہماری سیاسی بلالہ بہت کام آئے گی۔“

پاسکو روٹ نے کہا ”مسز حاتم! آپ کا خاندان ماڈرن ہے پھر توبہ گھر کی چار دیواری میں رہنے والی لڑکی نہیں ہے۔ پلیز! میں ایک دوسرے سے تنہائی میں لے کر اٹھ کر کھانے کا موقع دیں۔“

حاتم نے نہیں چاہتا تھا لیکن میں چاہتا تھا۔ اس نے ملازمہ کو بلا کر کہا ”خاتم بی بی سے کوکے شہنشاہ شینگ دم میں آ رہے ہیں۔ لہذا ان کی خاطر تواضع کی جائے۔“

ملازمہ چلی گئی۔ پھر وہاں آکر پاسکو روٹ سے بولی ”تشریف لائیے۔“

میں نے توبہ خاتم کے پاس آکر خیالات پڑھے۔ وہ سوچ رہی تھی ”مجھے کس کا کچھ مجھ سے عشق کہنے آیا ہے۔ آج کے بعد میں اسے کسی سے عشق کے قابل ہی نہیں رہنے دوں گی۔“

پہلے میں نے سوجا تھا توبہ کے ذریعے اسے اصحابی کمزوری کی دوا کھلاؤں تاکہ اس کے دماغ میں جگہ مل سکے لیکن اس سلسلے میں توبہ کو مائل نہیں کر پڑا۔ اس نے خود ہی طے کیا تھا کہ اس پارس کے بیٹے سے ایسا سلوک کرے گی جس کے بعد وہ کسی توبہ جیک کے پاس جانے سے پہلے توبہ توبہ کرے گا۔

میں حاتم شہر کے پاس گیا تاکہ فریزر کی باتیں سن سکوں اور فریزر اور جیک چارلٹن کو وہیں مصروف رکھوں۔ ایک اندیشہ تھا کہ فریزر خیال خرافی کے ذریعے کسی وقت بھی پاسکو روٹ سے رابطہ



445

محقق نہیں کی ہیں۔ میں جنگ کے دوران افغانستان اور پاکستان کے کتنے ہی علاقوں میں دشمنوں سے اور اپنے بدترین حالات سے لڑتی رہی۔ ہزاری علاقوں میں چڑھتی اڑتی رہی۔ میری طرح شاید ہی کوئی لڑکی اس قدر سانسوں کو قابو میں رکھتی ہوگی۔

پھر میں نے توبہ کے ذریعے ایک اہم کرکٹ کھلاڑی کی مٹ تک سانس روک لی تھی۔ مگر اب کزور ہو گئی ہوں۔ اس ذلیل دشمن نے مجھے داکے کے ذریعے کروڑوں مارا ہے۔

وہ کزوری کے باعث بڑھ چلا سی ہو کر اپنی آنکھیں بند کر رہی تھی شاید فرزند اس کے دماغ سے چلا گیا تھا۔ میں نے حاتم کے پاس آکر دیکھا۔ فرزند اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا اور جیک چارلٹن سے کہہ رہا تھا "مسٹر چارلٹن! حویلی کے اندر میرے بیٹے پارس کے ساتھ دھوکا کیا گیا ہے۔ توبہ خاتم نے اسے ایک انجکشن کے ذریعے کروڑوں مارا ہے۔"

حاتم نے اٹھ کر پوچھا "آپ بیٹھے بیٹھے اچانک اٹھ کر میری بن کو الزام کیوں دے رہے ہیں۔ آپ کہیے کہ میں کسے کہیں کہ حویلی کے اندر کیا ہوا ہے؟ کیا یہ بھی کوئی ٹکلی بیٹھی ہے؟" جیک نے کہا "ہاں۔ مسٹر فراد بیٹھے بیٹھے دنیا کی خبر لے آتے ہیں۔ تم ہمارے ساتھ اندر چلو اور اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔"

وہ تین شنگ دوم میں آئے۔ ایک بڑے صوفے پر ایک طرف توبہ خاتم اور دوسرے سرے پر پاسکو نظر آئے۔ دونوں کزور اور بڑھ چلا سے دکھائی دے رہے تھے۔ فرزند نے کہا "مسٹر حاتم! اپنی آنکھوں سے دیکھو تمہاری بن نے میرے بیٹے سے دشمنی کی ہے۔ اسی وقت فیصلہ کرو، کابل کی عبوری حکومت میں اپنا اقتدار قائم رکھنا چاہتے ہو یا نہیں؟"

حاتم نے خوشامد انداز میں کہا "میں تو جیک چارلٹن صاحب کا دوست اور تمہارے ملک کا وفادار ہوں۔ یہاں اقتدار میں رہنا چاہتا ہوں۔"

"تو پھر میں تمہاری بن کو لے جا رہا ہوں۔"

"یہ بہت کزور اور بیماری لگ رہی ہے۔ اسے کیوں لے جاتے ہو؟"

"مجھے شبہ ہے کہ کوئی ٹکلی بیٹھی جانے والا دشمن اسے آڑ کا کر بنا کر ہم پر حملے کر رہا ہے۔ اس نے میرے بیٹے کو خیال خوانی کے قابل نہیں سمجھا، اس توبہ کے ذریعے اس منہ چپانے والے تک ضرور پہنچوں گا۔"

حاتم تذبذب میں تھا۔ فرزند توبہ کا بازو پکڑ کر اسے صوفے پر سے اٹھا رہا تھا۔ وہ کزوری کے بخود اپنا بازو چھڑانے کی کوشش کر رہی تھی۔ حاتم نے ہچکچاتے ہوئے کہا "ڈرا ایک منصف مسٹر فراد! آپ مسلمان ہیں۔ ایک مسلمان کھانے کی عزت کو اس طرح نہ لے جائیں۔"

وہ بلا ۳۳ طرح لے جانا ایک سیاست ہے، تم پلٹ دو اللوں

اور دنیا والوں کے سامنے دلاؤں کر سکتے ہو کہ ایک مغربی ملک فراد علی تھور نے مسلمان ہو کر مسلمان کھانے کی آواز دی رکھی۔ کھان کے بغیر اپنے بیٹے کے لئے لے گیا ہے۔ دونوں اپنے بیٹے بے غیرت بھی ہیں اور تھی مسلم ماسٹری کی آزادی کے دعوے بھی ہیں۔

حاتم نے حیرانی سے پوچھا "مسٹر فراد! یہ کیسی سیاست ہے آپ خود کو اور بیٹے کو بدنام کر رہے ہیں۔"

یہ بات توبہ سوچ رہی تھی۔ یہ فراد نہیں ہے۔ بین الاقوامی شہرت حاصل کرنے والا بین خود کو بدنام نہیں کرے گا۔

حاتم نے پوچھا "میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے، آپ مسلمانوں میں بیٹے کے ساتھ بدنام کیوں ہونا چاہتے ہیں؟"

"یہ سیاست تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی۔ بس اتنا سمجھو کہ شیطان بھتا بدنام ہوتا ہے، اتنی دنیا میں اس کا نام ہوتا ہے ہمارے جانے کے بعد خود کرنا۔"

وہ توبہ کو سمجھ کر لے جانے لگا۔ حاتم نے راستہ روک کر عاجزی سے کہا "پلیز یہ تو سوچو توبہ کو اس طرح لے جاؤ کہ توبہ کھڑے ہوئے سیکورٹی گاڑا مجھے بے غیرت سمجھیں گے۔"

فرزند نے کہا "میں توبہ کے دماغ میں رہوں گا۔ یہ میری مرضی کے مطابق ہستی ہوتی جانے کی تو کیجئے والے یہ سمجھ نہیں پائیں گے کہ تم نے بن کو دے کر اقتدار حاصل کیا ہے۔"

حاتم نے حیرانی سے پوچھا "کیا یہ اپنی مرضی کے خلاف پنے بولنے لگے گی؟"

فرزند نے توبہ کے دماغ پر قبضہ جھاکر اسے ہنسنے بولنے پر مجبور کیا۔ وہ ہنستی ہوئی اپنے بھائی سے بولی "میرا دراتم مجھے سارا دے کر ان کی گاڑی میں لے جا کر بھاؤ۔ میں تمہارے ساتھ سسرالی ہو جاؤں گی۔"

وہ فرزند کی مرضی کے مطابق اپنے بھائی کے پاس آگئی پھر وہ ۳۳ بیماری بدنامی نہیں ہوگی۔ چلو اور مجھے بچ کر اقتدار کی گاڑی پکڑ کر لو۔"

وہ حاتم کا بازو تھامے ہوئے تھی۔ پاسکوٹ نے جیک چارلٹن کا سہارا لیا تھا۔ فرزند پر قائل لے کر جا رہا ہے۔ کھانے پر ٹھک گیا۔ میں دروازے پر کھڑا ہوا تھا۔ حاتم شیارے پھاٹن ہو کر پوچھا "تم یہاں کیوں آئے ہو؟"

"یہ دیکھتے آیا ہوں کہ لوگ اقتدار حاصل کرنے کے لئے کئے گئے جاتے ہیں؟"

جیک چارلٹن نے روبرو نکال لیا۔ مجھے ننانے پر رکھتے ہوئے بولا "۳۳ ملک میں انسان کیوں کوڑوں کی طرح مر رہے ہیں؟ ہم بھی مرنا دے گئے تو پتا نہیں چلے گا کہ ایک مٹی کا کیزا کب اور کتنے مٹی میں لیا گیا۔"

میں جانتا تھا جیک چارلٹن کے اور کوٹ کی جیب میں ایک ماسٹر رکھا ہوا ہے۔ اس نے ایسے ہی خاص موٹے کی لئے ماسٹر رکھا تھا۔ وہاں مجھے کوئی مارا تو باہر بیکور پئی گاڑا تک ہڑکی کی آواز جاتی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "مجھے روبرو اللوں ماسٹر لگا چاہئے۔"

اسی وقت فرزند نے کہا "مسٹر چارلٹن! ماسٹر کے بغیر فائز نہ کرنا۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا "ہاں یعنی میری موت کی پیشکش نہیں ہونی چاہئے، مجھے خاموشی سے قتل کرو۔"

وہ کوٹ کی جیب سے ماسٹر نکال کر روبرو کے ساتھ ایڈجسٹ کرنے لگا۔ فرزند نے مجھے گھور کر دیکھا، پھر کہا "یہ شخص بہت مگر ہے، اپنے ہی قتل کا مشورہ دے رہا ہے۔"

میں نے کہا "قتل کا مشورہ اس لئے دے رہا ہوں کہ یہ مجھے زخمی کر کے جیس میرے دماغ میں نہ پھنسا دے۔"

فرزند نے چمک کر کہا "اوہ میری عقل کو کیا ہو گیا ہے توبہ کو یہاں سے لے جانے کی دھن میں میں بھول گیا کہ مجھے اس بخوبی کی اصلیت معلوم کرنی چاہئے۔ مسٹر چارلٹن! اسے قتل نہ کرو۔ اس کی ایک ٹانگ پر کوئی مارو۔"

اس نے میری ٹانگ کا نشانہ لیا۔ میں نے اس کی کھوپڑی فرزند کی طرف تھمادی۔ اس نے اوپر کوئی چلا دی۔ وہ کہہ رہا ہے ہونے فرزند پر اور اور بولا "بیوان سنن تم نے مجھے دشمنی کر کے میری ٹکلی بیٹی کی قوت چھین لی ہے۔"

جیک چارلٹن نے روبرو میری طرف اچھلا۔ میں نے اسے بچھڑکے ہوئے کہا "مٹی کی گولی پر مرنے والے کا نام ہوتا ہے۔ تم لوگوں کے پاس میرے نام کی کوئی گولی نہیں ہے کیونکہ تم میں سے کوئی میرا نام نہیں جانتا ہے۔"

میں نے روبرو کا رخ حاتم کی طرف کرتے ہوئے کہا "توبہ کو صوفے پر بھاؤ۔"

اس نے میرے حکم کی قیامت کی۔ توبہ نے صوفے پر بیٹھے ہوئے کہا "مسٹر سلطان! تم نے اور حماد نے میرے لئے بہت کیا کچھ ہے، ایک احسان اور کرو۔"

میں نے پوچھا "کیا چاہتی ہو؟"

"یہ روبرو مجھے دو۔ میں بے غیرت بھائی کو اپنے ہاتھوں سے گولی مارنا چاہتی ہوں۔"

"تم نے اپنی کزوری پر قابو پالو پھر تمہاری یہ خواہش پوری ہو جائے گی۔"

حاتم نے گہرا کر کہا "غیر راجہ ملاک کرنے کی طاقت نہ رکھتا۔ میرے جسم پر بھی یہ خواہش بھی آئے گی تو میرے مسلح محافظ جس وقت زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

جیک چارلٹن نے کہا "میں مسٹر سلطان! ہم میں سے کسی کو

نقصان پہنچانا چاہو گے تو یہاں سے صحیح سلامت نہیں جاسکو گے۔ میں نے کہا "آئیے آئیے ولا وقت تھانے گا کہ ہم میں سے کے سلامتی لئے والی ہے۔ میں حاتم سے کہتا ہوں۔ اپنا یہ قائل اپنے بیڑ دوم میں لے چلو۔"

وہ چمک کر بولا "میرے بیڑ دوم میں کیوں؟"

"بھئی سمجھو نا ہوگا۔ کیوں فرزند! سمجھو نا کہو گے؟"

فرزند نے کوٹ کے زخم سے کراہتے ہوئے مجھے پریشانی سے دیکھا۔ پھر پوچھا "کون ہو تم؟ میرا نام کیسے جانتے ہو؟"

میں نے کہا "تمہاری ٹانگ سے خون بہہ رہا ہے۔ ہمیں طبی امداد کی ضرورت ہے اور یہ امداد بیڑ دوم میں لے گی۔"

وہ زخمی ٹانگ کو پکڑ کر بڑی تکلیف سے بولا "ہاں نوری طبی امداد کی ضرورت ہے۔ مسٹر حاتم! ڈاکٹر کو فون کرو۔"

میں نے کہا "کوئی فون کو کھاتہ نہیں لگائے گا۔ اگر تم لوگوں نے بیڑ دوم میں جانے کے لئے اب دیر کی تو حاتم اور جیک چارلٹن کو بھی فرزند کی طرح اباج بنا دوں گا۔"

میں ان پر عذاب کی طرح نازل ہو گیا تھا۔ وہ میرے امکانات کی قیامت پر مجبور تھے۔ میں نے توبہ کو سہارا دیا پھر سب کے سب حاتم کی خواب گاہ میں آگئے۔ حاتم نے کہا "لو یہاں آگئے۔ اب بتاؤ کیا چاہتے ہو؟"

وہ ایک دم سے اچھل پڑا۔ شدید حیرانی سے بولا "تم کیسے جانتے ہو؟"

"یہ صرف میں نہیں، فرزند اور پاسکو بھی جانتے ہیں۔ ہم سب تمہاری کھوپڑی میں آتے جاتے رہتے ہیں۔"

توبہ تھابت سے بستر لیٹ گئی تھی۔ اس نے بھی حیرانی اور بے یقینی سے پوچھا "کیا یہاں چور دروازہ ہے؟"

"ہاں اور اس چور دروازے کے پیچھے ایک بے خانہ ہے۔"

پاسکو نے کہا "۳۳ یقین ہو گیا ہے کہ تم بھی ہمارے طرح ٹکلی بیٹھی جانتے ہو۔ پلیز، ہم سے دوستی کرو، ہم تین ٹکلی بیٹھی جانتے والے خمد ہو کر ایک بہت بڑی طاقت بن جائیں گے۔"

"ہم؟ خاندان میں جا کر خمد ہوں گے۔"

میں نے حاتم کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے ایک چور دروازے کو کھولا۔ میں نے توبہ سے کہا "ڈاکٹر کو فون کرو اور اسے اپنی حالت بتاؤ تاکہ وہ جیس اعصابی کزوری سے نجات دلا سکے۔"

وہ فون کرنے لگی۔ حاتم نے انٹر کام کے ذریعے سیکورٹی افسر سے کہا "۳۳ ڈاکٹر ابھی آئے گا۔ اسے حویلی کے اندر پہنچانا۔"

پھر میں نے فرزند کو اپنی مرضی کے مطابق بیان دینے پر مجبور کیا۔ اس نے کہا "میں توبہ! میں نے خانے میں جانے سے پہلے کچھ حقائق بیان کر رہا ہوں۔ میں فراد علی تھور نہیں ہوں اور یہ میرا بیٹا پارس نہیں ہے۔ ہم چاہتے تھے کہ دونوں باپ بیٹے مسلم ممالک

میں ہمارے سیاسی عزائم کے سامنے دیوار نہ بنیں۔ یہ اتنے بدنام ہو جائیں کہ کوئی اسلامی ملک ان کی نیک نیتی پر محرومانہ کرے۔

پاکو نے کہا "میرا نام پاسکو روٹ ہے اور یہ فریاد نہیں فرزند ہے ہم دونوں ٹیلی بیجی جانتے ہیں۔ ہماری موجودہ حکمت سے صاف ظاہر ہے کہ ہم پر حاوی ہونے والا فردا ہے۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ تمہاری جان اور آئندہ کو سلامت رکھنے والا فردا یہی اسلان ہے۔"

سب نے یہ چونک کر مجھے دیکھا۔ توبہ بستر اٹھ کر بیٹھ گئی۔

میں نے کہا "آرام سے لیٹی رہو۔ میں ابھی دے خانے سے واپس آکر باتیں کروں گا۔"

پھر میں نے دشمنوں سے کہا "دے خانے میں چلو۔"

بیک چارلٹن سہا ہوا تھا۔ اس نے پوچھا "تم ہیں دے خانے میں کیوں لے جا رہے ہو؟"

"میں سیاسی سمجھوتہ کرنا چاہتا ہوں۔"

"سمجھوتہ آج بھی ہو سکتا ہے۔"

"بحث نہ کرو۔ دے خانے میں جاؤ۔"

"نہیں۔ تم ہمیں مار ڈالو گے۔ میں نہیں جاؤں گا۔"

میں نے بیک چارلٹن کے دماغ میں زلزلہ پیدا کرتے ہی اس کا منہ بند کر دیا اس کے دانت پر دانت جھڑپے تاکہ اس کے پیچھے کی آواز باہر نہ جائے وہ دماغی تکلیف کے باعث اچھل کر فرش پر گر پڑا تھا اور چمچ کی طرح ترپے لگا۔ توبہ اسے سالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "یہ شاید ٹیلی بیجی کا ہتھیار ہے جو اسے ازیت پہنچا رہا ہے۔"

میں نے حاتم فرزند اور پاسکو پر پوچھا "تم بھی یہی سزا چاہتے ہو یا شرافت سے دے خانے میں چلو گے؟"

وہ تینوں چور دو دروازے سے داخل ہوئے۔ میں نے بیک چارلٹن کو گردن سے پکڑ کر اٹھایا پھر دکھارے کر ان کے پیچھے لے گیا۔ چور دو دروازے کے پیچھے ایک عکس رہا رہا رہی تھی۔ وہ سب میرے آگے ایک زینے سے اترتے ہوئے دے خانے کے فرش پر پہنچ گئے۔

وہاں بلب کی دم مدوشی میں کئی انسانی دھماکے فرش پر پڑے ہوئے تھے۔ عجیب سی بدبو پھیلی ہوئی تھی۔ میں نے کہا "یہ انسانی دھماکے اس بات کا ثبوت ہیں کہ اس حویلی میں مرنے والوں کا سراغ نہیں ملتا۔ کیوں حاتم ایسا میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

بیک چارلٹن کا دماغ ابھی تک دکھ رہا تھا۔ وہ گردن زبردستی ہوئی آواز میں "تم ہمیں قتل کر کے اپنے لئے مصیبتیں مول لو گے۔ حاتم کے خاندان پر بھی ایسی مصیبت آئے گی کہ اس خاندان کا دور حویلی کا نام و نشان نہیں رہے گا۔"

میں نے کہا "تمہارے دماغوں سے چور خیالات بڑھ چکا ہوں۔ تم فرزند اور پاسکو کے ساتھ ایک گاڑی میں یہاں آئے ہو۔"

تمہارے کسی بھی متعلقہ فرد کو تمہاری یہاں آمد کا علم نہیں ہے۔ تینوں کے بعد حویلی کے احاطے میں کھڑی ہوئی گاڑی غائب ہو کر جانے کی ڈوکی تمہارا سراغ بھی نہیں لگا پائے گا۔"

بیک چارلٹن بچاؤ کی کوئی صورت نہ دیکھ کر زینے کی طرف بھاگنے لگا۔ میں نے اسے گولی مار دی۔ پھر دونوں ٹیلی بیجی جانے والوں سے کہا "کیسی عبوری اور بے بسی ہے۔ تم لوگ خیال خواہ کے ذریعے جان لبود اور اس پر سائبر کوار بھی نہیں کھتے۔"

میں نے پاسکو روٹ کو گولی مار دی۔ فرزند نے لنگراتے ہوئے بھاگنے کی کوشش کی۔ میں نے اس کی دوسری ٹانگ کو زخمی کر دیا۔ وہ فرش پر گر کر ترپے ہوئے ہوا۔ مجھے نہ مارو۔ میں تمہارا غلام نہیں کروں گا۔"

"کیوں؟ لبودا کی غلامی بھول گئے؟ اگر وہ تمہاری مدد کے لئے آتا اور مجھ پر غالب آجاتا تو تم مجھے اپنا غلام بنا لیتے۔ اس دنیا میں وہی جیتا ہے جو سیر بر سوا سیر نہیں کر رہتا جاتا ہے۔"

میں نے حاتم سے کہا "میں نے تمہیں بتایا تھا کہ پیش گوئی کے مطابق اگر فراد افغانستان آئے گا تو مت کا فرشتہ اسے زندہ واپس نہیں جانے دے گا۔"

حاتم نے تائید میں سہلا کر کہا "ہاں تم نے یہ کہا تھا لیکن اصل فراد تو شاید تم ہو؟"

"ہاں۔ میں ہوں اور میری پیش گوئی اس نقلی فراد کے لئے جی پھر نہ کہنا کہ میں جی پیش گوئی کرنے والا نبوی نہیں ہوں۔"

میں نے نشان نہ لیا۔ پھر خائیں کی آواز کے ساتھ ہی پیش گوئی درست کر دی۔ حاتم شہر مار حوک نکل کر دم طلب نظروں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں نے کہا "ابھی تمہارے تہذیبی تاثیر موت نہیں ہے اور چلو اور یہ دے خانہ بند کرو۔"

ہم بیڑیاں چڑھتے ہوئے اوپر خواب گاہ میں آگئے۔ توبہ خاتم نے کہا "میں سمجھ گئی۔ تم نے ان تینوں کی چھٹی کوئی ہے۔ اس بے غیرت بھائی کو میری خاطر چھوڑ دیا ہے۔"

وہ گڑگڑا کر بولا "نہیں توبہ! ایسی باتیں نہ کرو۔ بے شک میں اقتدار کے لالچ میں بن کے رشتے کی ذہین کر رہا تھا لیکن غور کریں کہ اگر عقل آگئی ہے۔ میں معافی مانگتا ہوں۔ ہم دونوں ایک باپ ایک ماں کی اولاد ہیں۔ مجھے معاف کرو۔"

توبہ نے مجھ سے کہا "تم دماغ میں پہنچ کر نیک یا بد نیت لوگوں کو پہچان لیتے ہو۔ کیا یہ واقعی راہِ راست پر گیا ہے۔ میں مجبوراً کہوں؟"

"یہ ابھی معلوم ہو جائے گا۔ فی الحال حاتم اہم باہر جاؤ۔ ڈاکٹر آئے تو ہمیں بھیج دو۔ بیک چارلٹن جس گاڑی میں یہاں آیا تھا اسے حویلی سے دور بھیج دو۔ اپنے مجبورے کے آوی کو کونہ گاڑی میں ہم رکھ کر بلاٹ کر دو۔ ان تینوں کا نام و نشان مٹانے کے لئے گاڑی کو باہر دھک کرنا ضروری ہے۔"

وہ جانے لگا۔ میں نے پوچھا "کیا تمہارے تمام سیکورٹی گارڈز لازم ان تینوں کے سلسلے میں اپنی زبانی بند رکھیں گے؟"

توبہ نے ہلکے سے قہقہہ اٹھا دیا۔ وہ قہقہہ ہمارے لئے ہر مومنے جان رہے ہیں۔ زبان بھی نہیں ہار رہے۔"

میں نے حویلی کے باہر جا کر اپنی جگہ نہ ہارنا۔ ہمارے خلاف لڑنے کا نام نہ اٹھانا۔"

میں اپنی عقلی نہیں کروں گا۔"

وہ فریادیں بند ہونے کے باہر چلا گیا۔ اس کا ذہن تیزی سے سوچ رہا تھا کہ اپنے سچے گاڑی کے درمیان کچھ سی محفوظ ہو جائے گا۔ کچھ ٹیلی بیجی کے متعلق زیادہ نہیں جانتا تھا۔ اس لئے خود کو ہانک سمجھ کر ایسا سوچ رہا تھا۔

توبہ نے مجھ سے پوچھا "کیا تم واقعی فراد علی ہو؟ وہ دشمن دے خانے میں جانے سے پہلے تمہیں فراد کہہ رہا تھا۔"

میں فراد ہوں مگر تھوڑی دیر خاموش رہو۔ تم سے باتیں کروں گا تمہارے دو ٹکے بھائی کو یہاں سے کنٹرول نہیں کر سکیں گے۔"

میں پھر حاتم کے پاس پہنچا۔ وہ سیکورٹی افسر کے پاس جا کر کتا ہاتھاکہ اور ایک درجن سچے گاڑی کے ساتھ فوراً بیڈ روم میں جانے اور نبوی اسلان کو گولی مار کر توبہ خاتم کو حراست میں لے کر ایک کمرے میں قید کر دے۔

وہ اسی ارادے سے افسر کے پاس آیا "پھر بولا "ایک ڈاکٹر آ رہا ہے۔ میرے بیڈ روم میں توبہ خاتم کے پاس پہنچا رہا۔"

افسر نے الٹ ہو کر کہا "میں سرا۔"

حاتم نے پریشان ہو کر سوجھا "میں کیا کہنے آیا تھا اور کیا کہہ رہا ہوں۔"

اس نے پھر ہمارے خلاف کہنے کے لئے زبان کھولی۔ افسر نے کہا "تم میرے دقار ہو۔ کیا میں تم سے ہر گاڑی کو راز دارو ہانکتا ہوں۔"

میں سرا آپ نے پہلے بھی ہمیں آزمایا ہے۔ ہم راز دارو کی خاطر مان بھی دے سکتے ہیں۔"

اس گاڑی میں بیک چارلٹن اپنے دو مسلمانوں کے ساتھ آیا تھا۔ اسے حویلی سے دور لے جا کر مرنے سے آزاد۔ اگر انکار لازمی ہو جائے تو نہ کہنا کہ بیک چارلٹن اپنے مسلمانوں کے ساتھ واپس نہیں گیا تھا۔"

"سرا یہ راز ہمارے سینوں میں دفن رہے گا۔"

افسر نے اپنے دو ماتحتوں کے ذریعے اس گاڑی کو وہاں سے لے کر لے گیا۔ اس کے بعد ڈاکٹر گیا۔ اسے خاتم کے پاس پہنچا دیا۔

کچھ مہینے ایک طرف کھڑا سوچ رہا تھا "مجھے کیا ہو گیا ہے؟ میں کتنا کمزور ہوں کچھ اور کمزور رہتا ہوں۔ کیا نکاہوں سے اوچھلنے کے بعد ٹیلی بیجی جانے والا دماغ کو کنٹرول کر سکتا ہے؟"

اقتدار کا لالچ ایسا تھا کہ وہ دو ٹکے بن سے باز نہیں آ سکتا تھا لیکن مجھ سے بری طرح خوف زدہ تھا۔ میں نے ایسے تھن خبر گیری کی ایٹھنوں کو اس کے سامنے موت کے گھاٹ اتارا تھا جن کے ذریعے وہ اقتدار میں رہتا تھا۔ وہ ایسے زبردست لوگ تھے جنہیں اس ملک کے چھوٹے بڑے سب ہی سجدہ کرنے کے انداز میں جک کر سلام کرتے تھے۔

وہ سوچ رہا تھا "میرے بیڈ روم میں بیٹھا ہوا شخص فراد علی۔ توبہ ہے اسے میرے اندر کی چھپی ہوئی باتیں معلوم ہو جاتی ہیں۔ میں کیا کروں؟ صدموں سے ہمارے خاندان کے بزرگ کسی نہ کسی صورت میں یہاں حکمرانی کرتے رہے ہیں اور اپنے دشمنوں کو حویلی کے دے خانے میں زندہ رکھ کر مرنے رہے ہیں۔ آج میں ذرا بھی کمزور ہوں گا تو فراد مجھے اسی دے خانے میں مار ڈالے گا۔"

وہ دوبار حویلی کے اندر آتے ہوئے سوچ رہا تھا "یا خدا! میں اقتدار سے الگ ہونا نہیں چاہتا۔ فراد کے کھٹے سے بھی لکھنا چاہتا ہوں۔ پراسر کو کیسے اطلاع دوں کہ یہاں ہماری سیاست کی بنیاد الٹ چکی ہے؟"

وہ قہقہہ اٹھا دیا۔ ہمیں کسی وقت بھی دھوکا دے سکتا تھا لیکن اسے ابھی زندہ رکھنا اور اس سے کچھ کام لینا ضروری تھا۔ اس لئے وہ ابھی تک سانس لے رہا تھا۔

ڈاکٹر نے توبہ کو زوردار انجکشن لگایا تھا۔ کمانے کے لئے دوا نہیں دی تھی۔ اس نے آدھے گھنٹے بعد کہا "میں پہلے سے اب بہتر محسوس کر رہی ہوں۔ اللہ اللہ ایک آدھ گھنٹے میں چلنے پھرنے بلکہ دوڑنے کے قابل ہو جاؤں گی کیا اب تمہیں باتیں کرنے کی فرصت ہے؟"

"ہاں! تمہارا بھائی مصیبت بنا ہوا ہے۔ اس کے دماغ میں یہاں دھکی ہوئی ہے کہ اسے ہر صورت میں اقتدار میں رہنا ہے وہ پھر پاسر کو میرے خلاف رپورٹ دینا چاہتا ہے۔"

"جو بہن کا نہ ہوا وہ تمہارا کیا ہو گا؟ بانی دیئے مجھ میں اتنی توانائی آگئی ہے کہ میں اسے گولی مار سکتی ہوں۔"

"اسے قتل کرنے کے بعد سیکورٹی گارڈز ہمیں جانے نہیں دیں گے۔ کال کی انتظامیہ ہمارے خلاف حرکت میں آجائے گی۔ اس آگ اور باد کے شر میں دشمنوں کی تعداد بڑھنا دانش مندی نہیں ہے۔"

وہ بولی "دشمنوں کو دوست بنائے رکھنے کا ایک راستہ ہے۔"

"مجھے وہ ایک راستہ بتاؤ۔ میں کسی راستے نکال لوں گا۔"

"ہمارا خاندان تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔ یہاں ہر آنے والی حکومت میں ہمیں حکمرانی کا حق ہوتا ہے۔ ضرور ملتا ہے اگر آج برادر حاتم نہ ہوتا تو اس کی جگہ عبوری حکومت میں ہوتی۔"

"مجھ گیا۔ اب بھی حاتم نہ ہوتا تو اس کا وعدہ تم نبیال لوگی۔"

نری اور پلک پیدا نہیں ہوتی لیکن جیسے لے چو ہیں گھٹنوں کے اندر اندر اسے پھول کی طرح کھلا دیا تھا اور خوشبو کی طرح دیر تک پرواز کرنا سکھایا تھا۔ محبت ایسی ہی ہوتی ہے۔ پائی کے ایک ہاتھ میں بندھتی ہو تو اس کے دوسرے ہاتھ میں پھول پکڑا دیتی ہے۔

○●○

سونا عانی دینی الجھنوں میں گرفتار تھی۔ جس دن سے الپا کے ہمیں مل کر ایب بچی تھی اسی دن سے علی اس کے دل میں گھنٹیاں سی بجا رہا تھا اور دن کو یوں ساڑ کر رہا تھا جیسے صدیوں سے جان پہچان رہی ہو۔

وہ کچھ نہیں پادری تھی کہ شغل ہونے کے باوجود دل میں علی کے لئے نرم گوشہ کھینچے؟ پہلے دن عانی کو پتا چلا کہ وہ بھی بیویا ہے۔ عانی الپا کی کر آئی تھی اور وہ الپا کے ایک خاص ملازم پال بیٹرکس کے روپ میں پہلے سے موجود تھا۔

عانی اس کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھا سکی۔ علی نے محبت سے سمجھا دیا تھا کہ وہ بھی اس کا بھید کھول دے گا۔ وہ دونوں وہاں گولڈن برنز کے خلاف اپنے اپنے مشن پر آئے ہیں۔ انہیں صرف اپنے کام سے کام رکھنا چاہئے۔ اگر وہ ایک دوسرے سے دشمنی کریں گے تو دونوں کا نقصان ہوگا۔

بعد میں عانی کو علی کے ساتھ وقت گزارتے ہوئے پچھلی زندگی کی کچھ باتیں یاد آئیں۔ ان باتوں نے عانی کو علی کی محبت میں گرفتار کر لیا۔ علی نے سمجھا یا؟ اگر ہم شادی کر لیں تو پھر ایک دوسرے کے دشمن نہیں رہیں گے؟ ازودا عانی زندگی گزارتے رہنے سے پچھلی زندگی کی بہت سی باتیں یاد آتی رہیں گی۔

عانی نے راضی ہو کر کہا "تمہیں معلوم ہو گیا ہے کہ میں الپا نہیں سلوان ہوں اور مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ تمہارا نہیں ہو۔ پھر کون ہو؟"

علی نے کہا "ہمارے درمیان بڑی حد تک اعتماد قائم ہو گیا ہے۔ کیا میں امید کروں کہ میں تمہارے کس کون ہوں تو تم برواشت کروں گی؟"

"ہم میرا تجسب بھار ہے ہو۔ جلدی بتاؤ کون ہو؟"

"دو ہی ہوں جسے تم قتل کرنے آئی ہو۔"

"کیا مطلب صاف صاف کہو۔"

"میرا نام کارمن بیرلڈ ہے۔"

یہ سننے ہی عانی کے دماغ کو جھٹکا سا لگا۔ وہ لیوڈا کے لئے گولڈن برنز کے درمیان جگہ بنانا چاہتی تھی۔ اس سے پہلے لازمی تھا کہ وہ کارمن کو ہمیشہ کے لئے راستے سے ہٹا دیتی لیکن جس کارمن کو قتل کرنے آئی تھی اسی کی محبت میں گرفتار ہو گئی تھی۔ اس پر اعتماد کرنے لگی تھی۔ حتیٰ کہ اس سے شادی کرنے کے لئے راضی ہو گئی تھی۔

وہ شدید حیرانی سے علی کو دیکھ رہی تھی۔ اسے یقین نہیں آتا

تھا کہ وہ کارمن ہے اور وہ یوں آسانی سے دھوکا کھا کر بھڑک اٹھے۔ اس نے کہا "دیکھو پال! اتفاق نہ کرو۔ یہ بتاؤ تم کون ہو؟"

"جیسے جیسے بہت کمزور لگ رہا ہے اس لئے برواشترا کہہ رہی ہوں۔"

"تو اس دشمن کا نام برواشترا کہو جس نے جان لیوا دودھ کی گھسی کی طرح گولڈن برنز کے درمیان سے نکال پھینکا اور جو ہماری ہر حال کو ناکام بنا رہا ہے۔"

"جیسی وہ ملکی اور سیاسی معاملات ہیں۔ کارمن سیاست معاملے میں دشمن ہے لیکن محبت کے معاملے میں جان بھار رہا ہے۔"

"چتا نہیں کیوں مجھے یقین نہیں آتا ہے۔ میں آخری بار رہی ہوں کیا تم کارمن ہو؟"

"جتنے مجھے سے پوچھ رہی ہو۔ کیا میری شامت آئی ہے کہ کارمن کون کا؟"

"یعنی کارمن نہیں ہو؟"

"جو نام تمہیں پسند نہیں ہے میں اس نام سے دست بردار ہوں۔ تم میرا اچھا سا کوئی نام رکھ دو۔"

"میں تمہارا سر توڑ دوں گی۔ تم مجھ سے اپنی اصلیت بھار ہو۔"

"میں محبت میں جھوٹ نہیں بول سکتا۔ دھوکا نہیں دے اور تم میری اصلیت سے انکار کر کے مجھے جھوٹ بولنے پر مجبور کر رہی ہو۔ کیا میں اپنا نام ایس والی یا زیڈیٹا دوں تو تم فریبک مطمئن ہو جاؤ گی؟"

اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے علی کو دیکھا۔ پھر خیر لہجے بولی "اس کا مطلب ہے تم واقعی کارمن بیرلڈ ہو۔"

"ہاں تمہارے پاس میں جیسے جیسے کہ چکا ہوں۔"

وہ مجھے سے مطمئن سمجھ کر بولی "تمہارا فریبی اہم کارمن ہوا پال بن کر یہ راز معلوم کر رہے تھے کہ میں جیسے قتل کرنے ہوں۔"

"وہ تو میں قتل ہو چکا ہوں۔ اپنے دماغ سے گری نکالو اور تمہارے خطرناک ارادوں کو سمجھتے ہوئے بھی میں نے یہ کیا؟"

کہ میں تمہارا ہونے والا مقتول ہوں۔"

"تم کوئی زبردست حال چل رہے ہو۔ تم نے میرے اطرا ایسا زبردست تاہیدہ پرا لگایا ہو گا کہ میں تمہاری اصلیت معلوم کرنے کے بعد بھی یہاں سے فرار نہیں ہو سکتی گی۔"

اس نے ہنسنے سے کہا "مجھے پرا لگانے کی کیا ضرورت ہے اگر تم مجھے عزیز نہیں ہو تو میں چشمِ زندن میں جیسے گولی مارا ہوں۔ میں ایک گولڈن برنز کی حیثیت سے اشارہ کروں تو جیسے تاجر محل میں پہنچا دیا جائے گا۔ اگر مجھے محبت نہ ہو تو میں جیسے زنجیروں سے باندھ کر تمہارے حسن و شہاب سے کھیل کر کھانا

ملی لپکھتا۔ جان لیوڈا اور سپر اسٹرکٹو تمہارا نام دستان بھی نہ دہلی۔"

"وہ پہلی بار اس لئے نہیں کر رہے ہو کہ میں ملکی بیٹھی جاتی ہوں۔ تم مجھے بھاد کر دے گا یا مار ڈالو گے تو کچھ حاصل نہ ہوگا۔ محبت ہے اپنی طرف راہل کرتے رہو گے تو میرے ساتھ میری ملکی بیٹھی ہی تمہارے کام آتی رہے گی۔"

"تم جتنی انداز میں سوچ رہی ہو۔"

"میں نے لے کر کارمن بیرلڈ کٹر بیوڈی ہے۔ وہ ہر پہلو سے اپنا فائدہ دیکھتا ہے۔ نقصان ہو تو دشمن کو زندہ نہیں چھوڑتا۔ مجھ سے فائدہ ہی کا ہے جس میں اس لئے تمہارے اندر چھپا ہوا کٹر بیوڈی مجھ سے محبت کر رہا ہے۔"

اس نے مسکرا کر کہا "جس تک محبت کا تعلق ہے اس کی چال کا کواہ خود تمہارا دل ہے۔ جب سے ہم ملے ہیں تب سے ہمارے دماغوں میں پچھلی زندگی کی کوئی نہ کوئی بات بھرتی رہی ہے۔ جس طرح تم الپا نہیں ہو، سلوان بھی نہیں ہو۔ کوئی کم شدہ لڑکی ہو۔ اسی طرح میں الپا نہیں ہوں، کارمن بھی نہیں ہوں۔ کوئی کم شدہ برفیب ہوں پھر میں کارمن کی حیثیت سے تمہیں نقصان پہنچانے کی محنت کیوں کروں جبکہ تم میرے لئے کوئی بہت ہی اہم بھلی ہوئی ہستی ہو۔"

وہ دونوں بچن میں تھے۔ عانی کھانا گرم کر رہی تھی۔ پھر وہ کھانے کی میز پر آگئے۔ وہ خاموش تھی۔ کھانے کے دوران جینڈی کے سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ علی نے کہا "خوب سوچو اور ذہانت سے سمجھو، پھر بھی سمجھنے کے لئے ہمارے ماضی کی بہت سی باتیں رہ جائیں گی۔"

وہ بولی "خاموش رہو۔ مجھے تم پر خدشہ بھی آتا ہے اور۔۔۔"

"گور پار بھی۔"

"تھ اپ۔ ان حالات میں پیار و داری کی باتیں اچھی نہیں لگتیں۔ چپ چاپ کھاؤ اور یہاں سے جاؤ۔"

وہ کھانا چھوڑ کر اٹھ گیا۔ عانی نے کہا "اے کھانا تو کھاؤ۔"

"جب چپ چاپ کھانا ہے، چپ چاپ رہتا ہے تو میرے ہاتھ دھو بیٹھی چپ رہو۔"

وہ لپٹ کر جانے لگا۔ کرسی الٹ کر گر پڑی۔ عانی نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے پیچھے آتے ہوئے کہا "رک جاؤ۔"

وہ آگے نہیں آکر بولا "جب تک میری طرف سے تمہارا دل اور دماغ صاف نہ ہو تب تک خاموشی بہتر ہے۔ نو سو راک۔ اٹا اے بھنگل روڑ۔ گولڈن انڈسٹریا۔"

وہ تیزی سے چلا ہوا پچھلے کے احاطے سے باہر گیا۔ علی بار کے اپنے پچھلے کے احاطے میں داخل ہو گیا۔ عانی اپنے نمونے کی ناری میں کھڑی اسے دیکھ رہی تھی۔ یہ اطمینان کرنا

چاہتی تھی کہ وہ اپنے ہی پچھلے کے اندر جا رہا ہے۔ جب وہ اندر چلا گیا تو اس نے خیال خرابی کی رواج کی۔ پھر کوڈروڈز ادا کر کے بولی "رپورٹ دو۔ پال کے پچھلے میں کارمن کون ہے؟"

"میزم! پچھلے کے اندر صرف ایک ملازم ہے اور ابھی مسٹریال اندر گئے ہیں۔"

"پال پر نظر رکھو۔ جیسے ہی وہ باہر نکلے مجھے موبائل پر اطلاع دو۔"

"قل رائٹ میزم۔"

عانی نے اس سے رابطہ ختم کیا۔ پھر ملکی بیٹھی جانے والے ایک ماتحت کے دماغ میں پچھلی۔ ٹرانسفا مر مشین کے ذریعے حال ہی میں دو آدمیوں کو ملکی بیٹھی کا علم دیا گیا تھا۔ ان میں سے ایک کا نام موناوہ اور دوسرے کا نام ڈیوٹ تھا۔ وہ دونوں عانی کے ماتحت تھے اور بڑی رازداری سے مل ایب بچتے ہوئے تھے۔ عانی نے ان میں سے ایک کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "ماتحت! میں آؤمے کھنے بعد پچھلے سے نکلے والی ہوں۔ یہاں سے پیدل میں روڈ تک جاؤں گی۔ تم دوسرے سے جاہز لیتے رہو۔ کسی تعاقب کرنے والے کو تازے کی کوشش کرتے رہو۔ کسی پزرا بھی شبہ ہو تو مجھے بتا دینا۔"

پھر اس نے موناوہ سے رابطہ کیا۔ اس سے کہا "میں آؤمے کھنے بعد یہ بھگا چھوڑ رہی ہوں۔ میں روڈ کے راؤنڈ اپاؤٹ کے پاس گاڑی لے آؤ۔"

ایسی احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کے بعد اس نے لباس تبدیل کیا۔ ایک بیگ میں ضروری سامان رکھ لیا۔ یہ فیصلہ کر چکی تھی کہ کارمن پر اس وقت تک اعتماد نہیں کرے گی جب تک یہ انکشاف اور یقین نہ ہو جائے کہ ماضی میں اس سے اہم اور گہرے تعلقات رہے ہیں اور وہ اصل میں کارمن نہیں ہے "ایک کم شدہ شخص ہے۔"

دراصل کارمن نے جان لیوڈا کو بری طرح شکست دی تھی، اسے گولڈن برنز کی فیم میں کھتے ہی اکھاڑ پھینکا تھا۔ آج اس نے بیچریا لے کر قتل کر دیا تھا۔ لیوڈا کے کسی شخص کو صاف نہیں کرتا تھا۔ عانی کا خیال تھا ایسے طوفانی مزاج کا آدمی اچھا کسی سے بھی قتل کر سکتا ہے یا بے غائب کر سکتا ہے۔ لہذا وہ علی پر مکمل اعتماد ہونے تک اس سے دور جا رہی تھی۔

موبائل فون پر اشارہ موصول ہوا۔ اس نے فون کو آپریٹ کرتے ہوئے کہا "ہیلو الپا بیٹر۔"

دوسری طرف سے ماتحت نے کوڈروڈز ادا کر کے کہا "میزم! پال کا ملازم گھر جا رہا ہے۔ پال پچھلے میں تھا ہے۔"

"ملازم کو جانے دو۔ پال پر نظر رکھو۔ وہ باہر نکلے تو اطلاع دو۔"

اس نے ملکی فون بند کر دیا۔ وہ جانتی تھی کہ ملازم رات کو

گھر جاتا ہے اس لئے اس کے جانے کی پروا نہیں کی۔ اگر بچے سے کل کر، کبھی تو شاید پہچان لیں کہ علی جا رہا ہے۔ اس کی عمرانی کرنے والا ماتحت دھوکا کھایا تھا۔ علی نے کوئی میک اپ نہیں کیا تھا۔ صرف ملازم کا لباس پہنا تھا۔ اس کا راپارٹ سر رکھا تھا۔ پھر ملازم کو اپنے بستر سونے کے لئے چھوڑ دیا تھا۔ اسٹریٹ کی ٹیم تارکی نے بھی اسے کافی حد تک چھپایا تھا۔ وہ مین موڈ پر آیا اور ایک جیسی میں بیٹھ کر اٹلی جنس کے دفتر پہنچ گیا۔ اس نے دفتر سے اپنے کوئلن برین سر راجرموس کو فون کیا۔

”ہیلو اٹل!“
اس نے کہا ”ہیلو مانی سن! اتم نے اتنی رات کو نیند سے بگیا ہے۔ ضرور کوئی اہم معاملہ ہوگا۔“
”جی ہاں۔ مجھے اٹلی جنس ڈیپارٹمنٹ کا ایک کتا چاہئے۔“
”کیسی مجرم کا تعاقب کر رہے ہو؟“
”جی سمجھ لیں۔ میں صبح تھکی رپورٹ دوں گا۔“
”ٹھیک ہے۔ میں ابھی کتوں کے اچھانچ اور نرگز کو فون کرتا ہوں۔“

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ وہ پچھلی شام ٹانی کی لاطلی میں اس کے بچنے کے اندر گیا تھا۔ اس کے سامان کو چیک کیا تھا اور احتیاطاً اس کے آثار سے ہونے لاس کا ایک مختصر سا حصہ چھپا کر لے آیا تھا۔ یہ ارادہ تھا کہ ٹانی بھی دھوکا دے کر دپوش ہو تو وہ سراغ رساں کئے کے ذریعے اسے ڈھونڈ کالے گا۔
وہ آدھے گئے بعد کتوں کے اچھانچ اور نرگز کے پاس گیا۔ اس سے ایک کتا لے کر بولا ”مجھے اس کے منہ پر باندھنے والا چلیٹ چاہئے تاکہ یہ اتنی رات کو ہر علاقے سے بھونکتا ہوا نہ گزرے۔“

پھر اس نے ٹانی کی اترن جیب سے نکال کر اسے دیتے ہوئے کہا ”میں اس لباس والی کا سراغ لگانا چاہتا ہوں۔“
نرگز وہ اترن لے کر کتے کی ناک کے سامنے ہولے ہولے لہرانے لگا۔ کتا ہرلر کے ساتھ ناک اور دھوکہ کرتا ہوا ٹانی کی مخصوص بو کو پہچاننے لگا۔

پھر اچانک نرگز نے ٹانی کی اترن کو ایک پلاسٹک کی پٹلی میں ڈھل کر بچے دیا۔ میں نے اسے جیب میں رکھ لیا۔ پلاسٹک کی پٹلی میں بند ہونے کے باعث اترن کی مخصوص بو پھپھ مٹی تھی۔ اس کتے کے لئے ختم ہوئی تھی لیکن وہ منہ اٹھا کر فضا میں اس بو کو تلاش کرنے لگا۔ ہر سو سمجھتے ہوئے ایک سمت زور زور سے بھونکتے لگا۔

نرگز نے اسی سمت اٹلی کا اشارہ کرتے ہوئے کہا ”مسٹر بال! آپ کا شکار ادھر ہے۔ میرا ٹیگزر آپ کو ٹھیک اس کی پناہ گاہ کے اندر پہنچا دے گا۔“

اس نے کتے کے منہ پر چلیٹ باندھتے ہوئے کہا ”یہ نہیں بھونکے گا۔ جس سمت منہ اٹھا جائے آپ اسی سمت جائیں“ وہ

کسی خانے میں بھی ہوگی تو یہ ادھر لے جانے کا۔“
علی اٹلی جنس ڈیپارٹمنٹ کی ایک مکمل جیب میں کیم سیٹ پر لے کر بیٹھ گیا۔ نرگز نے اسے اس طرح زنجیر سے باندھ دیا کہ شکار کے قریب پہنچ کر بے قابو ہو کر جیب سے باہر نہ نکل سکے۔ علی جیب اشارت کر کے ادھر چل پڑا بعد ہر کتا اشارہ کر رہا تھا۔ وہ ٹانی کے ساتھ تقریباً دو برس وہ چکا تھا۔ اس ساتھ جیت تک ایک لمبا سفر کر چکا تھا۔ اس کے حزان کو خیر تھا۔ اکثر اس کا موڈ ٹیگٹ بدل جاتا تھا۔ وہ بیٹھے بیٹھے اٹھا خطرناک بن جاتی تھی۔ اگرچہ وہ ماضی کو بھول چکی تھی۔ پھر بھی کی یادداشت میں ماضی کی باتیں بھی مٹی کی طرح چمک کر رہتی تھیں اور کچھ یاد رہنے کے باوجود وہ اپنی فطرت کے ساتھ تیور بدل گئی تھی۔ علی نے اس کے تیوروں کو سمجھ کر پورے سے سوچا تھا کہ وہ کسی وقت بھی دھوکا دے کر دپوش ہو سکتی۔ پھر یہ بھی سوچا کہ دھوکا دے تب بھی کئی فرق پڑتا ہے۔ وہ کتے ساتھ گھوم پھر کر اپنے جیب میں واپس آجائے گا۔“

وہ جیب ڈرائیو کر رہا تھا۔ کتا ٹانی کے بچنے کی سمت بو سوگھ رہا تھا۔ اس سے صاف ظاہر تھا کہ ٹانی بچنے میں نہیں بلکہ ادھر ہے۔ حذر وہ بے زبان ہو سکتا ہوا لے جا رہا ہے۔ علی ڈرائیو کرتا ہوا مرچنٹ کالونی میں پہنچ گیا۔ اس کالونی کو ڈھونڈی اور ادب پتی بزنس میمن کی بڑی بڑی شاندار کونیا تھیں۔ جیب ایک اسٹریٹ سے گزری تھی۔ ایسے ہی وقت ایک کوٹھی کی طرف منہ اٹھا کر اچھلنے لگا۔ ادھر جانے کے لئے لگا لیکن زنجیریں اجازت نہیں دے رہی تھیں۔
علی نے اسے دھکیلتے ہوئے کہا ”بڑی ٹیگزر ایڑی! میں سمجھتا ہوں کہ یہی جیب میں ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ بڑی بچی ہیں۔“

وہ اٹلی جنس ڈیپارٹمنٹ میں واپس آگیا۔ نرگز کو شکر ہے۔ ساتھ کتا واپس کر کے کیمپز ٹیکشن میں آیا۔ وہاں ایک لڑکی ڈیوٹی تھی۔ اسے دیکھ کر ادب سے کھڑی ہو گئی۔ اس نے کہا ”مرچنٹ کالونی کی کوٹھی نمبر دو سو کے متعلق معلومات چاہتا ہوں۔“
لڑکی نے ایک الماری کے خانے سے ایک پیکٹ نکالا۔ اس پیکٹ سے ایک ڈمک نکلا۔ پھر اسے کیمپز میں اپنے منہ کی طرف اسکرین پر تحریر نظر آئی۔ کیمپز نے بتایا کہ یہ مرچنٹ کالونی دس کی کوٹھی نمبر ایک سو ایک سے تین سو تک کی معلومات ہیں۔ لڑکی نے کئی منٹن دبا لے اسکرین پر تحریر بدل گئی۔ وہاں لکھا تھا۔

کوٹھی نمبر: 202

مالک کا نام: نجاس کر سوسہ
بزنس: ایک امریکن کمپنی کے اشتراک سے اسپورٹس کاربن اسمبل کرنا ہے۔

لیلی باک پوئی ایک بیٹا اور ایک بیٹی۔

تھیلی بلتانی کی حالیہ خانہ جنگی میں بیوی اور بیٹا مارے گئے۔

ایک جوان بیٹا لارا کو سو ہے۔

کیمپز پرنٹل کرنے والی لڑکی نے پوچھا ”مسٹریال! آپ

فرانسیس۔ اور کس نوعیت کی معلومات چاہتے ہیں؟“

علی نے انھیں بند کر کے سوچا۔ موجودہ فلیٹی پوزیشن بتا رہی تھی کہ اس کو بھی میں نجاس کر سوسہ اور لارا کو سوسہ یعنی باپ بیٹی رہے ہیں۔ وہاں ٹانی کو یہ تشویش ہوگی کہ اٹلی جنس والے اس فلیٹی میں میرے ممبر کے اضافہ کے متعلق پوچھ کر کہیں گے کہ وہ اٹلی لڑکی کون ہے؟ اور کہاں سے آئی ہے؟ ان سوالوں سے بچنے اور ٹھیک شہادت سے بالا تر رہنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہو سکتا تھا اصل لارا کو سوسہ کو چھپا کر اس کی جگہ ٹانی لارا بن سکتی تھی اور اسی صورت میں ممکن تھا کہ سیرا مارٹن نے دونوں باپ بیٹی کو خرید یا ہوا پھر لہو ڈانے ان باپ بیٹی کو خریدی عمل کے ذریعے معمول اور ابھارا دکھایا ہو۔

علی نے ان تمام پھلوں پر غور کرنے کے بعد لڑکی سے کہا ہمارا کی جسنانی اور ذہنی میڈیکل رپورٹ اور اس کی عام و خاص معلومات معلوم کرنا چاہتا ہوں۔“

وہ کیمپز کو آہٹ کرنے لگی۔ اسکرین پر تحریر نظر آنے لگی۔

لارا کو سوسہ بتا دیا کہ پوچھنا۔

بیٹل رپورٹ بتا دیا۔

فریڈیکل رپورٹ: ایک حادثہ میں بائیں ہاتھ کی ہڈی ٹوٹ گئی۔

یہ علاج کامیاب رہا تھا۔ وہ زیادہ آسانی سے بائیں ہاتھ کو حرکت دینا دے سکتی ہے۔ بائیں ہاتھ پر زخم کا نشان ہے۔

میرکل رپورٹ: شادی نہیں ہوئی۔ کرل تھا چمن کے بیٹے

اس سے منگنی ہو چکی ہے۔ لارا اور موسس میں لوانیئر ہے۔

رٹل تھا چمن اور موسس کی کیمپز رپورٹ ڈمک نمبر آری صفر

کاٹیں ہے۔

علی نے کچھ دیر سوچا۔ پھر کہا ”ٹیکس اسے لائٹ۔ تم نے بڑی

معلومات فراہم کی ہیں۔ کیا نام ہے تمہارا؟“

وہ ہنستے ہوئی بولی ”اتفاق سے سیرا نام ہی لارا ہے۔“

علی اپنے سر راجرموس کے بچنے میں آگیا۔ صبح ہو چکی تھی۔ راجرموس اپنے باپ کے جوتے میں جو ٹنگ کر رہا تھا۔ اسے دیکھ کر بولا ”میں

آٹا کی ان تھارڈ ملٹیڈ بتا رہا ہے کہ رات بھر مصروف رہے ہو۔“

”جی ہاں۔ اب آپ مصروف رہیں گے اور میں نیند پوری

لوں گا۔“

”ضرور بیٹا! اندر چلو اور تباؤ معاملہ کیا ہے؟“

وہ دونوں ایک کمرے میں آئے۔ علی نے اپنے چرے سے پال

ایک ایک پال آتے ہوئے کہا ”آپ سے یہ درخواست ہے کہ جو

کچھ میں کئے جا رہا ہوں اسے آپ اپنی ذات تک محدود رکھیں

گے اور ابھی اس معاملے کو کوئلن برین کی سطح پر نہ لائیں۔“

”ٹھیک ہے۔ جب تک مناسب سمجھا جائے گا اس معاملے کو

راز رکھا جائے گا۔“

”میں پال کا میک اپ اس لئے اتار رہا ہوں کہ اس کی

ضرورت نہیں رہی۔ میں جس الپا کی گھرائی کر رہا تھا وہ عتاب ہو گئی

ہے۔“

”کیا؟“ وہ چمک کر سیدھا بیٹھ گیا۔ ٹھیکیا دشمنوں نے اسے اغوا

کیا ہے؟“

”میں ابھی یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ دیے میرا اندازہ ہے کہ

وہ مسئلہ نوڈ پش ہو گئی ہے۔ آج کئی وقت سرکاری طور پر اپنی

دوپوشی کی رپورٹ دے سکتی ہے۔“

”کر رپورٹ نہ دے تو؟“

”آپ مناسب سمجھیں تو ابھی سے مورگن کو کل کریں۔ وہ

الپا کے دماغ میں جا کر اس کی خیریت معلوم کرے گا۔“

راجرموس نے فون کے ذریعے جے مورگن سے رابطہ کیا۔

مخصوص کوڈ ورڈ ادا کئے پھر کہا ”میں راجرموس ہوں۔ تم کوئلن

برین کا کارمن سیرالڈ سے بات کرو۔“

علی نے ریسیور لے کر کان سے لگاتے ہوئے کہا ”ہیلو

مورگن! اپنا رات کے ساڑھے تین بجے بچنے سے باہر پیدل گئی

تھی۔ جبکہ اپنی کار میں بھی جا سکتی تھی۔ شبہ ہے کہ وہ نہ پتہ کی گڑ

ہو۔ اس سے رابطہ کر کے شبہ دور کرو۔“

”ٹھیک ہے۔ سرالڈ ابھی حقیقت معلوم کر کے آپ کو رپورٹ

دوں گا۔“

فون کا رابطہ ختم ہو گیا۔ علی نے راجرموس سے کہا ”میں

کرل تھا چمن کے بیٹے موسس تھا چمن اور اس کی مگنیر لارا

کو سو کے متعلق معلومات چاہتا ہوں۔“

”کیا وہ دونوں کس اہم معاملے میں ملوث ہیں؟“

”جی ہاں بات نہیں ہے۔ میں نے پال کا میک اپ اتار دیا ہے“

نی الحال کارمن کی حیثیت سے نہیں رہوں گا۔ لہذا کچھ روز کرل

کے بیٹے موسس کے روپ میں رہوں گا۔“

”میں ابھی کرل تھا چمن سے بات کرتا ہوں۔“

”اس کے بیٹے موسس کو نہ معلوم ہو کہ اسے ملک سے باہر

کیوں بھیجا جا رہا ہے۔“

”کیا اسے ملک سے باہر بھیجا ضروری ہے؟“

”جی ہاں۔ وہ اسی ملک کے کسی شہر میں رہے گا تو اپنی مگنیر سے

چھپ کر ملاقات کرنے آئے گا۔ موسس کو اچانک یہاں سے بھیجا

جانے تاکہ وہ لارا کو اپنی دوا کی کے متعلق کچھ نہ بتا سکے۔“

”میں کو شش کروں گا کہ موسس آج ہی یہاں سے چلا

جائے۔“

ایسا ہے جتنا کہ اس جنگ میں آگئی تھی جسے پہلا جانی نے
 جھوڑا تھا۔ لہذا نے ایسا ہے کہ "میں تمہارے پاس تھا اور سوانہ
 کی باتیں سن رہا تھا مجھے یقین ہے وہ گولڈن برین راجرموس کو ضرور
 نہ پ کرے گی۔"
 "آپ کو یقین کیسے ہے؟"
 "وہ نفسیاتی حملہ کرنے والی ہے۔ جو شخص جتنا مطمئن اور بے
 فکر رہتا ہے، اتنی ہی جلدی دھوکا کھاتا ہے۔ راجرموس کا کارمن
 کی موجودگی اور سوشل فوجی جوانوں کے پہرے کے باعث اطمینان
 ہوگا۔ اس کا یہی اطمینان سلطانہ کی کامیابی کا خاسن ہوگا۔"
 وہ کسی چائیں پلے کی یہ علی نہیں جانتا تھا۔
 اور علی کسی چائیں پلے کا کافی نہیں جانتی تھی۔
 وہ موس کے نوپ میں وہ کر ثانی کے قریب رہنے کے
 اتفاقات کر رہا تھا۔ وہ اور ثانی پچھلی رات کے جاگے ہوئے تھے۔
 وہ ہر یک سو رہے۔ انہوں نے بیدار ہونے کے بعد اپنی اپنی پناہ
 گاہ میں قفل کیا۔ لباس تبدیل کیا۔ پھر علی نے بچہ کرنے کے دوران
 بے مورمن کا فون انیڈ کیا۔ وہ کہہ رہا تھا "مرا مجھے لارا اور
 موس کی تصویریں مل گئی ہیں۔ میں ان کے چور خیالات پڑھ رہا
 ہوں۔"
 علی نے پوچھا "وہ دونوں کہاں ہیں؟"
 "لارا نیٹوارک میں ہے اور موس کو ابھی چندہ منٹ پہلے
 ایک خاص فلاح سے ملک کے باہر بھیج دیا گیا ہے۔"
 وہ علی کو ان دونوں کے متعلق بتا رہا تھا۔ دوسری طرف ثانی
 نے خیال خروانی کے ذریعے لہذا سے پوچھا "نکل! مجھے پامیلا کی
 تصویر مل سکتی ہے؟"
 "کون پامیلا؟ کیا کارمن کی مقتول بیوی؟"
 "جی ہاں اور ایک ایسی لڑکی بھی ہے جو قدر اور حسامت میں
 پامیلا جیسی ہو اور وہ ایسی تربیت یافتہ ہو کہ پامیلا کا بدل بخوبی ادا
 کر سکے۔"
 "میں سمجھ رہا ہوں تم کیا کرنا چاہتی ہو۔ راجرموس اپنی
 مقتول بیوی کو زندہ دیکھ کر کچے گالین دیتی طور پر اسے حیران کر کے
 کوئی خاص فائدہ حاصل نہیں کر سکتی۔"
 "آپ کا خیال ہے وہ ہماری چال کو سمجھ لیں گے؟"
 "بے شک۔ راجرموس اور کارمن نے پامیلا کی لاش دیکھی
 ہے اسے اپنی آنکھوں کے سامنے دفن کیا ہے۔ وہ کسی ڈی سے
 دھوکا نہیں کھائیں گے۔"
 "نکل! انہوں نے جس کی لاش دیکھی وہ پامیلا نہیں تھی
 جسے انہوں نے دفن کیا، وہ پامیلا نہیں تھی۔ جہاں تک مجھے معلوم
 ہے، پامیلا کے جسم پر ایسا مخصوص نشان نہیں ہے جس سے وہ
 پہچانی جاسکے۔"
 "یعنی وہ ہماری ڈی پامیلا کو دیکھ کر سوچنے پر مجبور ہو جائیں گے

بولی نقل پامیلا کی جی تھی۔ وہ ری ڈی پر بھی شہ کر رہا
 تین شخص میں رہیں گے۔ ایک پامیلا کے وجود سے انکار کر
 لیں گے۔"
 "جی ہاں۔ آپ ڈی پامیلا پر غریبی عمل کریں گے تاکہ یوں
 خیال خروانی کرنے والے اس کے چور خیالات چھین تو جائیں
 اپنی پچھلی زندگی بھول گئی ہے۔"
 "مجھے بات ہے، ہم یہ تدبیر بھی آزما لیں گے میں پامیلا
 ڈی تیار کر رہا ہوں۔"
 فون کی گھنٹی سن کر ثانی نے خیال خروانی فتم کی۔ پھر رہبر راز
 کر بولی۔ "ہیلو کون ہے؟"
 "میں الیا بول رہی ہوں۔"
 "ہاں بولو خیریت ہے؟"
 "میرے مورمن نے مجھ سے رابطہ کیا تھا۔ اسرائیلی سرائف
 بہت حلاک ہوئے ہیں، انہوں نے اطلاع دی تھی کہ الیا سائرف
 تین بچے رات کو پکٹے سے باہر گئی تھی۔"
 "کیا بے مورمن پوچھ رہا تھا؟"
 "ہاں میں نے انکار کر دیا۔ صاف کہہ دیا کہ کسی نے غلط نہیں
 ہے۔ میں سب کچھ بچے تک اپنے جنگل میں سوتی رہی تھی۔"
 "تمہیں انکار کرنا چاہئے تھا کہ رات کو کسی کام سے گئی
 تھیں۔ تم نے چشم دید حقیقت سے انکار کر کے کسی جاسوس کی
 رپورٹ کو جھٹایا ہے۔"
 "جب میں موجود تھی اور جنگل کے فون پر بے مورمن کے
 باتیں کر رہی تھی تو میری بات سچ مانی جائے گی۔ تم فکر نہ کرو۔ یہ
 یہاں کا معاملہ سنبھال لوں گی۔"
 "ایک بات یاد رکھو، تم نے جس جاسوس کو جھٹایا ہے وہ
 تمہارے پیچھے پڑ جائے گا۔"
 "میں بھی اس کے پیچھے پڑ جاؤں گی۔ ویسے یہ بال مجھ سے
 متعلق کرنے لگا ہے کیا تم سے کوئی چکر چل گیا تھا؟"
 ثانی کو تصور میں پال (علی) دکھائی دیا۔ وہ ایک گری سائرس
 لے کر بولی۔ "ہاں ہمتی کی معلومات حاصل کرنے کے لئے میں نے
 اسے ذرا فری ہونے کا موقع دیا تھا۔ کیونکہ اس کے داغ میں جا کر
 چور خیالات نہیں پڑھ سکتی تھی۔"
 "تم نے اسے ذرا نہیں بلکہ زیادہ فری کیا ہے، وہ مجھ سے
 شادی کے لئے پوچھ رہا تھا۔"
 "اس سچا ہے کہ پتا نہیں ہے کہ وہاں میری جگہ تم آگئی ہو۔"
 اب اسے ٹال دیا ایک مشغلہ بنائے رکھو۔"
 الیا نے ہنسنے ہوئے رابطہ ختم کر دیا۔ ثانی نے رہبر کو کڑوا
 پر رکھ کر وہاں سے اٹھنا چاہا۔ فون کی گھنٹی پھر بجنے لگی۔ وہ اپنے
 اٹھنے بیٹھنے لگی۔ پھر رہبر راز کر بولی۔ "ہیلو کون ہے؟"
 دوسری طرف سے علی نے موس کی آواز اور لہجے میں

میں سچی دیر سے رکھ کر رہا ہوں۔ فون ایجنٹ مل رہا تھا۔ اتنی لمبی
 باتیں کس سے ہو رہی تھیں؟"
 "میں کون ہوں تو پوچھنے والے؟"
 "تمہارا محبت شمارا یاد دلدار۔ کیا ہو گیا ہے تمہیں، میری
 آواز نہیں پہچان رہی ہو؟"
 "سنبھل کر بولی، وہ موس کا یہ تم ہو؟ دراصل میں فون پر
 ڈی سے تھی اسپرٹس کار کے لئے جھڑا کر رہی تھی۔ داغ پڑا ہوا
 فون اس لئے خروانی تھیں فون پر نہ پہچان سکی۔"
 "کوئی بات نہیں، میں پہچان بھولنے کے لئے آ رہا ہوں۔"
 "میرا انتظار کرو۔"
 وہ پچھا چڑھانے کے لئے بولی "میں ابھی باہر جا رہی ہوں ابھی
 نہ آتا۔"
 "ابھی کہاں جا رہی ہو؟"
 "تمہیں بتانا ضروری نہیں ہے۔"
 "تمہیں کیا ہو گیا ہے میرے بغیر کس جاتی نہیں ہو اور آج
 ہر بدل کر جا رہی ہو۔ سچ بتاؤ کیا تم میری لارا ہو؟"
 وہ جلدی سے بولی "لارا ہوں۔ لارا میں تو اور کون ہوں۔ یہ
 میری کو گھٹی ہے۔ میری کو گھٹی میں کوئی دوسری تم سے باتیں کرنے
 کے لئے آئی ہے۔"
 "اگر تم ہی میری لارا ہو تو انتظار کرو۔ کو گھٹی میں تمہارے
 ڈی نہیں ہیں۔ ہم دونوں تھائی میں اہلکار۔ وہ ہو ہو ہو یعنی سمجھ لیں
 ؟؟"
 وہ ناگوار سے بولی "فضول باتیں نہ کرو۔"
 "یہ فضول باتیں ہیں؟ پر سون رات مجھ پر قربان ہو رہی
 تھیں۔ میں جانا چاہتا تھا۔ تم جانے نہیں دیتی تھیں۔ صبح تک اپنے
 من و شباب کا اسیر بنا کر رکھا تھا۔"
 ثانی نے فتم سے دانت ہیں رہی تھی۔ وہ میلی نظر سے دیکھنے
 والے کو جسم میں پہچانتی تھی۔ آج تک کسی نے اسے ہاتھ نہیں
 لگا تھا۔ کبھی کہ وہ اسے لارا سمجھ کر اس کی پارسائی کا پوسٹ مارم
 کر رہا تھا۔
 اس نے فتم سے رہبر رکھ دیا۔ اگر نہ رکھتی تو فتم میں جو
 گالیاں آتیں وہ دیتی چلی جاتی۔ اگر وہ سامنے ہوتا تو اس کی ڈیاں
 پھیلان توڑ دیتی۔ ویسے سامنا تو ہونا ہی تھا جب لیلیٰ بنی ہوئی تھی تو
 بہن کو روانہ دار آتھی تھا۔ وہ تو سمجھنے بعد آیا۔
 کو گھٹی کے اندر آتے ہی ثانی کو محبت باش نظموں سے گھورا
 اور دونوں بازو پھیلا کر بولا "ہائے میری جان لارا! ہم مل کر چھڑتے
 ہیں اور چھڑ کر لے لیں۔ دیکھو پھر مل رہے ہیں۔ آؤ گلے لگ
 جاؤ۔"
 وہ تیزی سے گلے لگنے آیا۔ ثانی اچھل کر ایک طرف ہٹ
 گئی۔ وہ گھوم کر ادھر آیا۔ وہ پھر کڑا کر بولی "خبردار! مجھے ہاتھ نہ

لگا۔ دور سے بات کرو۔"
 وہ اس کی طرف بڑھتے ہوئے بولا "تمہیں کیا ہو گیا ہے لارا؟"
 میں کوئی غیر نہیں ہوں۔ کئی بار ایسی ہی تھائی میں۔۔۔"
 وہ تنبیہ کے انداز میں اٹھ کر بولی "شٹ اپ آگے کچھ
 نہ کہنا۔ تمہیں ایسی باتیں کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ اگر تم کہتے
 ہو کہ ہم نے پہلے غلطیاں کی ہیں تو تم نے کی ہوں گی مجھ پر کچھ
 اچھا لگے گا تو تو زبردستی۔"
 علی نے حیرانی ظاہر کرتے ہوئے پوچھا "کیا کہہ رہی ہو کہ
 صرف میں ہی غلطیاں کی ہیں اور تم نے نہیں کی ہیں۔ کیا ثانی
 کبھی ایک ہاتھ سے بچتی ہے؟ میری جان! وہ رنگین رانیں یاد کرو۔"
 جب۔۔۔"
 "خبردار! آگے نہ بولنا ورنہ میں۔۔۔"
 اس نے ایک ہاتھ مارا۔ علی چل سکتا تھا لیکن جان بوجھ کر مار
 کھاتے ہوئے صوفے پر گر پڑا پھر بولا "تجربہ ہے۔ تم میرے ساتھ
 ایسا سلوک کر رہی ہو، جیسے میری لارا نہیں ہو۔"
 "ہاں میں لارا نہیں ہوں۔" پھر وہ سنبھل کر بولی "میں پہلے
 بھی لارا نہیں رہی۔ میں نے عہد کیا ہے کہ شادی سے پہلے تمہیں
 اپنے بدن کو ہاتھ لگانے نہیں دوں گی۔"
 وہ صوفے سے اٹھتے ہوئے بولا "تو ایسے بولو تاکہ شادی تک
 میرے ہی لئے رہنا رو ہوگی۔ یہ بات میرے ہی حق میں ہے۔ اس
 کے لئے انکار ہے چاہئے اور آندھ می بننے کی کیا ضرورت ہے۔ آؤ
 دوستی کرلو۔"
 علی نے دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔ وہ پیچھے ہٹ کر بولی "شادی سے
 پہلے ہمارے ہاتھ بھی نہیں ملیں گے۔"
 وہ ہنسنے ہوئے بولا "چلو ہاتھ بھی نہیں ملیں گے، تم جیسے خوش
 رہو گی، میں ویسے ہی تمہیں راضی رکھوں گا لیکن پچھا نہیں
 چھوڑوں گا۔"
 ثانی نے دل میں کہا "کہنیت واقعی پچھا نہیں چھوڑے گا۔
 میں اس کے داغ میں بھی نہیں جاسکتی۔ یہ اسپرٹس میں ہے۔ چار
 سو میٹر کی دو دو لگنے والا کھلاڑی ہے۔ الیا تیری گھٹی کی حساس
 داغ کا مالک ہے۔ پرانی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہوئے
 سانس روک لیتا ہے۔"
 علی نے کہا "آؤ سمندر کنارے چلیں۔"
 وہ مسکرانے لگی۔ علی نے کہا "مجھے معلوم ہوتا سمندر کے ذکر
 پر مسکراتی ہو تو میں یہاں آتے ہی سمندر سمندر کرتا رہتا۔"
 وہ مسکرا کر بولی "مجھے سمندر کا قافہ اچھا لگتا ہے۔ میں ضرور
 چلوں گی۔ پہلے ہم چائے پی لیں۔ میں ابھی لے کر آتی ہوں۔"
 وہ تبسم کی بجلیاں لگاتی ہوئی بچن کی طرف چلی گئی۔ علی نے
 دل میں کہا۔ "عورت کی گھنٹی میں شرم اور شرافت ہو تو وہ
 یادداشت کھو کر بھی گمراہ نہیں ہوتی۔"

وہ نادان نہیں تھا۔ یہ سمجھ رہا تھا کہ ثانی اسے اپنا غلام بنا کر رکھنے کے لئے دماغی کنڈری میں جلا کرنے کے چھکنڈے استعمال کرے گی۔ اسی لئے چائے پلانے سے پہلے محبوبانہ انداز میں سکرانے لگی تھی۔

وہ سکرانی ہوئی چائے کی دو پیالیاں لے کر آئی۔ ایک پیالی اس کے سامنے سینئر خیل پر رکھ۔ دوسری اپنے سامنے رکھی۔ علی نے کہا "تمہیں زحمت تو ہوگی۔ مجھے پیاس لگی ہے۔ ذرا پیالی پلاؤ۔"

دو پیالی لانے کے لئے فریج کی طرف گئی۔ اسے لارا کا مگتیرا موس سمجھ رہی تھی اس لئے یہ شبہ نہیں کر سکتی تھی کہ موس اس پر کسی قسم کا شبہ کرے گا اور کوئی چالاکي دکھائے گا۔ وہ ایک گلاس میں پانی لے کر آئی۔ اس نے گلاس کے کچھ گھونٹ طعن سے اتارے۔ پھر کہا "تم نے ٹھنڈا پانی پیا کر کچھ ٹھنڈا کر دیا ہے۔ اب کیا کر چاہئے پھر اگر کسی کی محبت پیدا کر دے گی؟"

دو پیالی اٹھا کر اس کے ہاتھ میں دیتے ہوئے بولی "ہائیں نہ بھانڈو۔ ہمیں باہر جانا ہے۔ جلدی ہو اور چلو۔" علی نے وہ پیالی لے لی۔ ثانی دوسری پیالی اٹھا کر اپنے ہونٹوں سے لگانے لگی۔ علی نے آتھنی سے کہا "میں نے پیالی بدل دی ہے۔"

"کیا؟" اس نے چونک کر پوچھا۔
وہ بولا "اس میں چونکے کی کیا بات ہے۔ میں نے پیالی بدل دی ہے۔"

ثانی نے اتنی تیزی سے پیالی کو ایک طرف پھینکا جیسے چھو ہاتھ میں آیا ہو۔ پھر گھور کر بولی "تم نے پیالیاں کیوں بدلیں؟" علی نے پوچھا "تمہیں اعتراض کیوں ہے؟" "اعتراض اس لئے ہے کہ تم نے چائے میں کچھ ملا کر پیالیاں تبدیل کی ہیں۔"

"مگر میں کچھ ملا تو تمہیں پینے سے پہلے آگاہ نہ کرتا۔" اس نے سوچتی ہوئی نفلوں سے علی کو دیکھا۔ وہ بولا "مروجہ کہ تمہیں اپنے فراڈ کا اعتراف کرنا چاہئے یا نہیں؟"

"میں نے کوئی فراڈ نہیں کیا ہے۔" "تم نے چائے کا تیلن پر گرا دی ہے۔ اب میں تالین کو کسی لیباڑی میں لے جا کر ثابت نہیں کرو سکوں گا کہ چائے میں کچھ ملایا گیا تھا۔"

"تم اتنی بکواس کیوں کر رہے ہو؟" "اس لئے کہ جس چائے میں تم نے کچھ ملایا تھا وہ چائے نہیں پہنچ سکی تھی۔ یہ چائے میرے پاس ہی ہے۔ میں نے پیالی میں بدل دی تھی۔"

اس نے چونک کر علی کے پاس رکھی ہوئی پیالی کو دیکھا۔ وہ بولا "مجھے یقین ہے، یہی فرمائش کے باوجود تم اس پیالی کو

مخبر نہیں لگاؤ گی اور نہ ہی میں تمہیں منہ لگائے دوں گا۔" وہ دم مسمی ہو کر اسے دیکھ رہی تھی۔ اس نے کہا "میں نہیں چاہتا کہ کسی ضرور دماغی دوا کے اثر سے تمہارا دماغ کمزور ہو اور دشمن خیال خوافی کرنے والے تمہیں سلوانہ کی حیثیت سے پہچان لیں۔"

وہ فوراً ہی اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ پھر خوافی ہوئی بولی "مگر ہر تم؟"

"میں وہ ہوں جس نے تمہیں یہ چائے دھوکے سے نہیں پلائی۔ تمہیں دشمنوں کی معمول اور تابعدار بننے والی کنڈری سے بچایا۔ مجھ سے نہ پوچھو میں کون ہوں۔ اپنے دل سے پوچھو۔ تمہیں گواہیں تیار دیوانہ ہوں۔ کبھی مجوز کبھی عاشق، کبھی پروانہ ہوں۔ تم میری کم شدہ زندگی کی کتاب سے نقل ہو میں تمہاری زندگی کے کمر شدہ اوراق سے نقل کر آیا ہوں۔"

اس کی غرابنت اس کا فضا لیخت فتم ہو گیا۔ وہ خوش ہو کر بولی "تم بہ پیال ہو؟ نہیں کار سن ہو؟ تم نے مجھے اتنی جلدی دھوکا دیا۔ خدا کی قسم اب میرا دل کوئی دہتا ہے کہ تم ازل سے میرے اور اب تک میرے ہی دھوکے میں تمہاری ہوں مرنے تمہاری۔"

وہ شاخ گل کی طرح ذرا فتم کھا کر آگے بڑھی۔ پھر اس کے گلے کا ہارن کر ہار گئی۔

○●○

دو سیاست ذوال پذیر تھی۔ اس کے زیر اثر اور گلو رہنے والے کتنے ہی ممالک آزاد ہوتے جا رہے تھے۔ بظاہر آزاد دکھائی دے رہا ہے کہ روس کی بیڈیاں ٹوٹ رہی ہیں اور اتنے چھوٹے چھوٹے ملکوں سے ہو رہے ہیں کہ اس کا وجود متنا جا رہا ہے کوئی وقت آتا ہے کہ روس تاریخ کا ایک کم شدہ باب بن کر رہ جائے گا۔

ویسے یہ حقیقت نہیں ہے۔ یہ نظری امر ہے کہ فنا ہونے والا اپنی ہلاکتی جنگ لڑا رہا ہے۔ دنیا کے نقشے میں سب سے زیادہ بڑے پر پھلا ہوا ملک آسمانی سے ٹاپو نہیں کیا جاسکتا۔ مسک میں کی گئی کو شش تھی کہ تمام نو آزاد ممالک معاشی، اقتصادی اور سیاسی لحاظ سے اس کے زیر اثر ہیں اور کسی نئے کسی پہلو سے ان ممالک کو کمزور بنا کر رکھا جائے۔

اس نے اپنے ٹیلی بیسی جاننے والے ایوان راسکا کو ڈان والوں سے اور خصوصاً ہم سے چھپا کر کیا تھا۔ کچھ ہم باضی میں اس کے ٹیلی بیسی جاننے والوں یا تو قتل کر دیتے تھے یا اغوا کر کے لے آتے تھے۔ اس بار اس نے ایوان راسکا کو گوشہ گمنامی میں رکھا تھا۔ ہمیں اس کی کوئی خبر نہیں تھی اور نہ ہی دوسرے ہمیں کوئی شکایت پیدا ہو رہی تھی۔ اس لئے ہم نے ایوان راسکا نامک میں اور اس کے ملک کو نظر انداز کیا ہوا تھا۔

اب اس کے پر نکل رہے تھے۔ اس کے پاس ٹیلی بیسی کا ہی ایک چھپا رہا تھا جس کے ذریعہ وہ چھوٹے بڑے ممالک کے خفیہ معاملات کو سمجھ سکتا تھا اور ان معلومات کے ذریعہ وہ ان ممالک میں اپنا اثر قائم رکھ سکتا تھا۔

اس نے ایوان راسکا کے متعلق یہی فیصلہ کیا تھا کہ اسے منظر ہام پر آئے نہیں دے گا۔ پہلے کی طرح گنام رکھ کر اس سے کام لیتا رہے گا۔ ایوان راسکا ایک شاندار عمل میں رہتا تھا۔ اسے ہر طرح کا پیش و آرام حاصل تھا۔ نامک میں اس کی ہر خواہش پوری کرنا تھا۔ صرف عورت اور شراب کو ہاتھ لگانے نہیں دیتا تھا۔ محل کے اندر اور باہر کسی سے ملنے کی اجازت نہیں تھی۔ اتنا سخت پرا رہتا تھا کہ کوئی پرندہ اڑتا ہوا آئے تو اسے اس لئے کوئی ماری جاتی تھی کہ وہ کبوتر کی طرح پیا مرنے ہو۔

محل کے چاروں طرف تو خوار کتوں کے پنجرے بنے ہوئے تھے۔ وہ تمام کتے ایوان راسکا کی بو بچاتے تھے۔ وہ محل کے باہر ذمہ رکھتا تو سب ہی جنوں میں بھونکتے جیسے آہنی سلاخیں۔ تو ذکر اس پر چھینٹا اور اس کی بولی بولی کر دیتا چاہتے تھے۔ وہ اس قدر دہشت زدہ رہتا تھا کہ گل سے باہر قدم نہیں رکھتا تھا۔

فیصل کی دیواروں پر سب کچھ فوجی جوان ہمہ وقت چوس رہے تھے۔ رات کو کوئی چپ کر اس فیصل کے قریب نہیں آسکتا تھا۔ سبج لائسنس کی گردش کرتی ہوئی دو شٹیاں اسے انجا کر کوئی تھیں۔ محل میں داخل ہونے والے راستوں میں ایسا خفیہ بجلی کا نظام تھا کہ وہاں قدم رکھنے والے بجلی کے جھٹکے کھا کر فنا ہو جاتا تھا۔ ایوان راسکا کو بجلی فضا میں سانس لینے کے لئے صرف چھت پر جانے کی اجازت تھی۔

وہ ان حالات میں خدمات انجام دے رہا تھا۔ اس نے ایک بار بغاوت کی تھی اور کہا تھا "مجھے جس بیسی جانے کا تو میں خیال خوافی نہیں کروں گا۔"

نامک میں نے اسے کال کو غری میں چھکوا دیا اور کہا "نخل میں پھر بھی تازہ ہوا ملتی تھی۔ یہاں تاریکی اور آلودگی میں اپنی زندگی کے کل پرے کر۔"

وہاں کال کو غری میں ناقابل پروا شد بدو تھی۔ قفس سے داغ پڑنے لگے۔ خیال خوافی کے ذریعے کسی کو مدد کے لئے نہیں بلا سکتا تھا۔ یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ کال کو غری کہاں ہے؟ اس کی نگہوں پر پڑی ہاتھ کر لایا گیا تھا۔ یہ بھی سمجھ رہا تھا وہاں مزید چند گھنٹے رہے گا تو خیال خوافی کے قابل نہیں رہے گا بلکہ دماغی توازن سے محروم ہو جائے گا۔ اس نے خیال خوافی کے ذریعے نامک میں سے معلقانگی تو پھر اسے عمل میں لایا پھینکا گیا۔

یہ بات اس کی کھوپڑی میں قفس کوئی تھی کہ تمہاری ٹیلی بیسی ملک کے روس کے کام نہیں آئے گی تو پھر تم کسی کام کے نہیں رہو گے۔ کوئی دوسرا ملک تم سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا گا۔

پھر تھے مدد کے لئے بلاؤ گے وہ اس علاقے میں ہی داخل نہیں ہو سکے گا جہاں وہ محل ہے اور وہاں کے جان لیوا انتظامات سے ظاہر تھا کہ اس محل میں کوئی زندہ داخل نہیں ہو سکے گا۔

ایوان راسکا کی دی اسکرین پر ایشیا، یورپ اور امریکا کے سربراہان کی چلتی پھرتی تصویریں دکھتا تھا۔ ان کے بیانات اور اعتراض سنا تھا پھر ان کے دماغ میں پہنچ کر ان کے اندر کا تمام خفیہ کچھ نامک میں کو سنار تھا۔

وہ اس محل میں بیٹھا بیٹھا ہر ملک کے فوجی افسران تک پہنچ جاتا تھا۔ عالمی مالیاتی اداروں، فوجی رازوں اور عالمی سراسر افسانوں کا ایک ایک راز لے آتا تھا۔ نامک میں اسے روپوش رکھ کر کام کر رہا تھا اور خوش خاتین مطلق نہیں تھا کہ کچھ پھر سے بڑی سیاسی بازی کھیلنے کے لئے اسے بڑے ملکوں کے بڑے اہم راز اور ان کی کنویناں معلوم ہو رہی تھیں لیکن ان ملکوں کو اپنے دباؤ میں لانے کے لئے اور اپنے طور پر نئی بیسی جاننے چلنے کے لئے کوئی دوسرا ٹیلی بیسی جاننے والا نہ تھا۔

وہ ایوان راسکا کو عملی میدان میں لانا نہیں چاہتا تھا۔ اسے پیش آہنی بیروں میں چھپا کر رکھنے کا ارادہ تھا لہذا اب اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ کچھ اپنے ٹیلی بیسی جاننے والے ماتحت چاہئیں جو دوسرے ممالک کے ٹیلی بیسی جاننے والوں کے مقابلے میں منظر عام پر آکر اپنے کارناموں سے مطلوبہ ممالک میں پہلے پیدا کر سکیں اور وہاں سے روسی مفادات حاصل کرنے کا سلسلہ جاری رکھ سکیں۔

اس مقصد کے لئے نامک میں نے کہا "راسکا تم اس دنیا کے تمام ٹیلی بیسی جاننے والوں کے دیکھاؤ پڑھ چکے ہو۔ تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ ان میں سے کون زندہ ہے اور کون مر چکا ہے۔ ان میں ایسے بھی ہیں جو اپنے ہی ملکوں میں قیدی بنا کر رکھے گئے ہیں۔"

وہ بولا "جیسا کہ میں یہاں نظربند رکھا گیا ہوں۔"

"ہاں۔ شکر کرو۔ اسی لئے اب تک زندہ ہو۔ ورنہ منظر عام پر آنے والوں میں صرف ایک فدا ہے جو لمبی عمر گزار رہا ہے۔ تم اس محل سے باہر جاؤ گے تو ہر ملک، ہر شہر، ہر راستے، ہر گلی میں موت تمہارے ساتھ ساتھ چلے گی۔"

"موت تو اس محل میں بھی ایک دن آئے گی۔"

"لیکن وہ طبی موت ہوگی۔ کوئی دشمن یہاں تمہیں قتل نہیں کرے گا۔ ویسے باہر کی دنیا میں جانے کے لئے جہن ہیں ہو تو آزادی کا ایک راستہ ہے۔"

"مگر سارا راستہ؟"

"دو ٹیلی بیسی جاننے والوں کو مرپ کر کے ماسکو لے آؤ۔ اس کے انعام میں تمہیں ملک سے باہر جانے کی آزادی دی جائے گی۔"

"کسی ٹیلی بیسی جاننے والے کو مرپ کرنا اس لئے مشکل ہوتا ہے کہ وہ پوگا کا بھی ماہر ہوتا ہے۔ وہ مجھے دماغ میں آئے نہیں دے

گا۔ جب دماغی رابطہ نہیں ہوگا تو کام کی بات بھی نہیں ہو سکے گی۔

”انسانی ذہانت کے آگے کوئی کام ناممکن نہیں رہتا۔ تم تمام ٹیلی جیٹھی جاننے والوں کی ریکارڈ فائل میں ان کی تصویریں دیکھو۔ باری باری ہر تصویر کی آنکھوں میں جھانک کر اس کے دماغ میں جاؤ۔ وہ سانس روکے تو دواہیں آجاؤ۔ کوڈروڈ پوچھتے تو جواب نہ دو۔ یہ کبھی معلوم نہ ہونے دو کہ تم ایوان راسکا ہو اور تمسارا حلقی نامک میں سے ہے۔“

”اس طرح خیال خوانی کرنے کا فائدہ کیا ہوگا؟“

”ہوگا۔ کبھی کوئی ٹیلی جیٹھی جاننے والا بیمار ہو جاتا ہے یا حادثہ میں زخمی ہو جاتا ہے۔ ایسے افراد کے دماغوں میں تم بے روک نوک پہنچو اور ایسے کسی فرد کو نرپ کرنا اسے اپنا معمول اور تابعدار بنانا نہایت آسان ہوتا ہے۔“

اس نے نامک میں کے عزم کی قبیل کی۔ پہلے ایک تصویر کی آنکھوں میں دیکھا۔ خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر دواہیں آگیا۔ نامک میں نے پوچھا کیا ہوا؟“

”وہ بولا ”میں سہرا سزا اور جان لیوڑا کی ایک ٹیلی جیٹھی جاننے والی راترہ جان کے پاس جانا چاہتا تھا۔ وہ مر چکی ہے۔“

اس نے پھر خیال خوانی کی اور پھر خیال خوانی کی پرواز کے بعد کہنے لگا۔ لیوڑا نے سانس روک لی ہے۔ فرزد اور باسکو موٹھی مر چکے ہیں۔ اس ملک کی سب سے خطرناک خیال خوانی کرنے والی مرنا ڈی فوناز نے سانس روک لی تھی۔ اس کے سانس روکنے تک اتنا معلوم ہو گیا کہ پارس کی وہ عجیبہ تبت کے ایک لامہ مندر میں ہے۔“

نامک میں نے کہا ”کاش مرنا جی مل جاتی۔ وہ بہت ذہین اور تیز طرار ہے۔ میں حیران ہوں کہ وہ تبت کے کسی بدھ مندر میں کیا کر رہی ہے؟“

اس نے ریمو رفاخا کر غبرؤا کس کے پھر رابطہ ہونے پر کہا۔ ”وہیں اور تجربہ کار سرائگراموں اور یوگا جاننے والے دلیر جوانوں کی ایک نیمہ بامدہ باہہ افراد پر مشتمل ہے۔ نیم ایک اہم لڑکی کو کاش کرنے تبت جانے کی۔ آج شام پانچ بجے کے اجلاس میں اس لڑکی کے متعلق اہم گفتگو ہوگی۔“

اس نے ریمو رکھ دیا۔ پھر ایوان راسکا سے پوچھا کیا امریکی ٹیلی جیٹھی جاننے والے اتنے ہی ہیں؟ اور وہ سب بال ہو پ کس؟ نیو مینٹا، جورا جوری اور جوڈی تارمن کہاں ہیں؟ ایک شہنا مای عورت بھی تھی؟“

”یہ سب فک کی آغوش میں ہیں یا ہو سکتا ہے ان میں سے کچھ لوگوں کے برین واش کئے گئے ہوں۔ کافی طویل عرصہ گزر چکا ہے“ ہم نے بھی ان کے متعلق معلومات نہیں رکھیں۔ اس عرصے میں کافی تبدیلیاں آگئی ہیں۔“

نامک میں نے کہا ”بے شک ان کے پاس ٹرانسارمر میں ہے ہو سکتا ہے“ انہوں نے کچھ نئے خیال خوانی کرنے والے پیدا کئے ہوں۔“

ایوان راسکا پھر خیال خوانی کرنے لگا اور رپورٹ سناتے لگا۔ اس بار وہ اسرائیلی خیالی خوانی کرنے والوں کے پاس گیا تھا۔ اپنا بے مورگن اور ہیری ہوگن نے سانس روک لی تھیں۔ اس سے پوچھا تھا کہ وہ کون ہے؟ لیکن اس نے اپنی آواز نہیں سنائی مگر چپ چاپ دواہیں آگیا تھا۔

پھر اس نے نامک میں سے کہا ”آپ کی یہ تدبیر کامیاب ہو رہی ہے۔ مجھے ایک یہودی ٹیلی جیٹھی جاننے والے جنرل پارکن کے دماغ میں جگہ مل گئی ہے۔“

نامک میں نے خوش ہو کر کہا ”دیکھو اتنی مایوسیوں کے بعد ایک کامیابی حاصل ہو رہی ہے۔ ابھی اسی لمحے جا کر اسے اپنا معمول اور تابعدار بنانا“ میں جب تک جنرل پارکن کا ریکارڈ پڑھتا رہوں گا۔“

وہ جنرل پارکن کی فائل کھول کر پڑھنے لگا۔ یہ وہی جنرل پارکن تھا جو چند ماہ پہلے اسرائیلی حکام سے باغی ہو گیا تھا اور غلی نے اس کی بغاوت کا انکشاف کر کے اسے گرفتار کرایا تھا۔

گوئلڈن رینز کے فیصلے کے مطابق جنرل پارکن کو پہلے ایک فونی قلعے میں نظر بند رکھا گیا۔ پھر غریبی عمل کے ذریعے اس کا برین واش کیا گیا۔ چونکہ وہ کافی عرصے تک بیمار رہا تھا اس لئے برین واش کی باہد ہوا۔ اب ایوان راسکا اس کے دماغ میں آیا تو وہ فونی ہسپتال کے بیڈ پر پڑا ہوا تھا اور اسے خبر نہیں تھی کہ اس کے چور خیالات پڑھنے والا کوئی آیا ہوا ہے۔

اس کے خیالات سے پہلی بات یہ معلوم ہوئی کہ گوئلڈن رینز اپنے خیال خوانی کرنے والوں کو ایک دوسرے سے دور رکھتے ہیں۔ کوئی اہم ضرورت ہو تو بے مورگن پر اعتماد کرتے ہیں اور اسے اپنے دوسرے ٹیلی جیٹھی جاننے والوں کے دماغوں میں جانے کی اجازت دیتے ہیں۔

دوسری بات یہ کہ اس اصول کے مطابق اب تک کوئی یوڈی خیال خوانی کرنے والا جنرل پارکن کے دماغ میں نہیں آیا تھا۔ ایک پیمانہ کم کے ماہر نے پارکن پر غریبی عمل کر کے اس کا برین واش کیا تھا۔ گویا اسے سب سے چھپا کر رکھنے کے فیصلے پر عمل کیا گیا تھا۔ جب اس پر غریبی عمل ہوا تب اس نے مکاری سے کام لیا۔ ایک ننھی سی کیل اپنی پشت کے نیچے چھپائی تاکہ وہ جیٹھی رہے اور وہ عامل کے ٹرانس میں نہ آئے۔ پھر یہی ہوا۔ وہ چاہتا تھا کہ نہ اسے بہت سی ماہر اور تجربہ کار عامل تھا۔ بڑی مہارت سے کسی کو کبھی مطلع نہ فرما ہوا رہا یا تب تھا اور اس کے ذہن سے کچھ بھی قائم نہ ہوا۔ تاہم تاہم وہ جنرل پارکن سے دھوکا کھا گیا تھا۔ لیکن پارکن محزونہ ہو گیا ہے اور اس کا معمول بن کر سوالوں کے

چراغ دے رہا ہے اور عمل کے احکامات کے مطابق اپنی زندگی کی پہلی باتیں بولتا جا رہا ہے۔

”اگر اس چاہتا ہے تو کرنے والے کی جگہ کوئی ٹیلی جیٹھی جاننے والا بے مورگن یا الیا اس پر عمل کرتی تو عمل کے دوران اس کے دماغ میں رہنے سے یہ انکشاف ہو جاتا۔ کہ اس کی پشت کے نیچے سبز رنگی ہوئی کیل چھ رہی ہے۔ وہ معمول نہیں بن رہا ہے۔ قریب رہے جا۔“

”دوسری صبح عامل نے اور دو گوئلڈن رینز نے اس سے سوالات پوچھے۔ پوچھا ”تمسارا نام کیا ہے؟“

”میں اسرائیلی فوج کا ایک جنرل ہوں۔“

”آپ نے حلقہ کچھ بتاؤ؟“

”میں لبنان کی جنگ میں زخمی ہو گیا تھا۔ میری یادداشت کم ہو چکی ہے۔ بس اتنا یاد ہے کہ میں یہودی اور محب وطن ہوں اور ٹیلی جیٹھی کے ذریعے اپنے ملک اسرائیل کے کام آ رہا ہوں۔“

”دونوں گوئلڈن رینز مطمئن ہو گئے انہوں نے پانی گوئلڈن رینز سے رابطہ کر کے کہا ”جنرل پارکن کے دماغ سے بغاوت ختم کر دی گئی ہے۔ یہ غریبی عمل کس حد تک کامیاب رہا ہے یا اس میں کیا نمایاں نہ گئی ہیں؟“

پہلے بے مورگن سے اس وقت کرائی گئی کہ جب پارکن کو پھر سے عملی میدان میں لایا جائے گا۔“

اسے سب سے پہلے صحت یاب ہونے تک چھوڑ دیا گیا تھا۔ اب جبکہ وہ صحت یاب ہو رہا تھا تو ایسے میں ایوان راسکا اس کے اندر پہنچ گیا تھا۔ اس نے اسے رات جنرل پارکن کے خوابیدہ دماغ پر عمل کیا۔ اس بار وہ کوئی مکاری نہ دکھاسا کیونکہ اسے خبر نہیں تھی کہ راسکا اس کے دماغ میں آئے گا۔ پھر خوابیدہ دماغ تو غفلت میں ہی گرفتار ہوتا ہے۔

وہ انجانے میں راسکا کا معمول بن گیا۔ راسکا نے اسے ہر پہلو سے گرفت میں لے کر یہ باتیں حق کر دیں کہ وہ گوئلڈن رینز کے ہال کے مطابق خود کو جیسی عین ظاہر کرے گا۔ کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا دماغ میں آئے گا تو وہ سانس روک لے گا۔ گوئلڈن رینز کے عزم سے کوئی خیال خوانی کرنے والا دماغ میں آئے تو تمام چور خیالات لاگ ہو جائیں گے۔ اس کا ذہن بھی کسے گا کہ وہ یہودی اور محب وطن ہے۔ اگر اس پر دوبارہ غریبی عمل کیا جائے گا تو وہ مزید باہد محضوں کے لئے اس عامل کا معمول اور تابعدار بنے گا۔ اس کے بعد اس عمل کا اثر زائل ہو جائے گا۔ پھر وہ پھر ایوان راسکا کا معمول اور تابعدار بن کر رہے گا۔

پھر راسکا نے اس کے ذہن میں یہ نقش کیا کہ وہ موقع کی تاک میں رہے گا۔ جیسے ہی حالات موافق ہوں گے وہ اسرائیل سے نکل کر اس کا چلا جائے گا۔ اسے پوری طرح اپنا وقار دہانے کے بعد راسکا نے نامک میں کو یہ خوشخبری سنائی۔ وہ خوش ہو کر بولا ”میں ان تمام ٹیلی جیٹھی کا سب سے بڑا فائدہ حاصل ہوا ہے۔ میں

ایک نیا خیال خوانی کرنے والا مل رہا ہے۔“

”میں نہیں رہا ہے بلکہ مل چکا ہے۔ میں اسے حکومت دوس کا وقار مل چکا ہوں۔“

”تم نے بہت بڑا کام کیا ہے۔“

”آپ اپنے وعدے پر قائم رہیں گے۔ جب میں کسی دوسرے ٹیلی جیٹھی جاننے والے کو بھی ٹرپ کر کے یہاں لے آؤں گا تو آپ مجھے دوس کی حد سے باہر جانے دیں گے۔“

”میں اپنے وعدے پر قائم رہوں گا۔ جیسے بھر پور آزادی ملے گی۔ یہ فائل دیکھو نیچے دہلی ہوئی تھی۔ تماری نظموں میں نہیں آئی۔“

”یہ کس کی فائل ہے؟“

”اس میں اس طلباء اور طالبات کی معلومات ہیں جو امریکا کی ایک فونی چھاننی میں تربیت حاصل کر رہے ہیں۔ شاید ان کی تربیت مکمل ہو چکی ہے اور انہیں ٹرانسارمر مشین کے ذریعے ٹیلی جیٹھی کا علم دیا گیا ہے۔“

راسکا نے فائل کھول کر دیکھا۔ سب سے پہلے جان لیوڑا کی بیٹی کا نوڈا کی تصویر اور اس کی رپورٹ تھی۔

دوسرے صفحے پر سلوانہ (فانی) کی تصویر اور رپورٹ تھی۔ راسکا نے تصویر دیکھ کر کہا ”بے حد حسین اور پُرکشش ہے۔ اس کی آنکھوں سے پتا چلتا ہے کہ انتہائی ذہین اور انتہائی خطرناک ہے۔“

وہ اس کی آنکھوں میں جھانک کر خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا ٹائی کے دماغ میں پہنچا۔ اس نے سانس روک لی وہ دواہیں آکر بولا۔ ”میں دال نہیں کھاتی۔“

نامک میں نے کہا ”ٹیلی جیٹھی جاننے والی جوان لڑکیاں نہ ہوں تو بہتر ہوگا۔ ہم ایک بار جو کہ اور دوسری بار الیا کہاں لے کر آئے دونوں لڑکیاں ہمیں دھوکا دے کر چلی گئیں۔ تم کسی جوان موکو نرپ کرو۔“

اس فائل کے تیسرے اور چوتھے صفحات پر مونا دو اور ٹائیٹ کی تصویریں تھیں۔ راسکا کو ان کے دماغوں میں بھی جگہ نہیں ملی۔

اس نے کہا ”یہ جان لیوڑا کی بیٹی نہ گئی ہے۔ آپ ٹیلی جیٹھی جاننے والی لڑکی نہیں چاہتے۔ اس لئے یہ فائل دواہیں رکھیں۔“

نامک میں نے کہا ”ٹھیک ہے کہ میں لڑکیوں سے بیزار ہوں لیکن یہ لیوڑا کی بیٹی ہے۔ اس کی ایک الگ اہمیت ہے۔“

راسکا نے فائل لے کر مس کالوڈا لیوڑا کی تصویر دیکھی پھر اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے آسانی سے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ دو سال تک ٹریننگ حاصل کرتے رہنے کے باوجود امتحانات میں ناکام رہی ہے اور ٹرانسارمر مشین سے گزرنے کے سلسلے میں اعلیٰ قرار دی گئی ہے۔ اس کے ساتھ ٹریننگ حاصل کرنے والی سلوانہ (فانی) مونا دو اور ٹائیٹ کا سب

ہو کر ٹیلی بیسی کا طقم حاصل کر چکے ہیں۔

کاٹوانا کسی کام کی نہیں تھی لیکن اس کے خیالات کے ذریعے انکشاف ہوا کہ ال بی قمرال نامی ایک ٹیلی بیسی جانے والا شخص ہے جس سے ال بی ایک دن پہلے کاٹوانا کی شادی ہوئی ہے۔ جان لیوا نے قمرال کو ٹیلی بیسی کا طقم دے کر بڑی رازداری سے چھپا رکھا تھا لیکن وہ ایک بار فراڈ کی گرفت میں آکر پھنسا تھا۔

لیڈو نے قمرال کو تاکید کی تھی کہ وہ بھی ٹیلی بیسی کا طقم ہر کس نہیں کرے گا اور اس کی بیٹی کے ساتھ کام نہ کرے اور ال بی گھریلو زندگی گزار رہے گا۔ وہ بڑی سعادت مندی سے اپنے سر لیڈو کے حکم کی قبول کر رہا تھا۔

راسکا نے ماسک میں سے کہا ”مبارک ہو۔ ایک اور ٹیلی بیسی جانے والا ہاتھ لگا رہا ہے۔“

”کیا واقعی؟“

”ہی ہاں۔ جان لیڈو نے اپنے ٹیلی بیسی جانے والے داماد کو بڑے راز میں رکھا تھا۔ اسی لئے وہ بھی ہماری نظروں میں بھی نہیں آیا۔ اس کی بیٹی کے دماغ میں جاتے ہی یہ زبردست انکشاف ہوا ہے۔“

”تم اسے کیسے ٹریپ کوہے؟“

”یہ کام زیادہ مشکل نہیں ہوگا۔ میں کاٹوانا کے ذریعے نہایت سہولت اور آرام سے قمرال کو کمزوری میں مبتلا کروں گا پھر اسے اپنا معمول اور تابعدار بنالوں گا۔“

ماسک میں نے خوش ہو کر کہا ”آج سے ہماری خوش بختی شروع ہو رہی ہے۔ راسکا تم سمجھ معنوں میں ٹیلی بیسی کو استعمال کر رہے ہو۔“

”سرا! آپ امریکا اور اسرائیل میں اپنے سراسر فنانسوں کو الٹ کر دیں۔ وہ قمرال اور پارک کو یہاں آنے کے سلسلے میں مدد بہم پہنچائیں گے۔“

”سارے انتظامات ہو جائیں گے تم بے فکر رہو۔ میں جا رہا ہوں۔ تم قمرال کو ہمارا تابعدار بناتے ہی مجھے خوشخبری سناؤ۔“

وہ ایوان راسکا کے محل سے نکل کر ایک پبلٹ پروف کار میں بیٹھا اور اپنی سرکاری رہائش گاہ کی طرف جانے لگا۔ شام کے پانچ بجے والے تھے۔ اس کی رہائش گاہ میں فوج کے چند اعلیٰ افسران اور بارہ ایسے افراد حاضر ہوئے تھے جو ایک ٹیم کی صورت میں تبت جانے والے تھے۔

جب وہ بیٹنگ روم میں پہنچا تو سب اٹھ کر کھڑے ہو گئے اس نے سب ہی سے معاف کیا۔ فوجی افسران اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ باقی بارہ افراد کھڑے رہے۔ ایک فوجی افسر نے اس سے کہا۔

”سرا! تم تمام افسران نے منتخب انتخابات کے ذریعے ان بارہ افراد کو موجودہ مشن کا اہل قرار دیا ہے۔“

ماسک میں نے ان بارہ افراد کو دیکھا۔ ان میں سے آٹھ عدد

مکھوے جوان تھے۔ باقی چار اور میجر کے سراسر فنانس تھے۔ ایک افسر نے کہا ”سرا! اگرچہ یہ چار عمر میں کچھ زیادہ ہیں لیکن مشن ہیں۔ بلا کے ذہین اور شکاری ہو سکتے والے جاسوس ہیں۔ بارتھ کے ختف مشن پر جا چکے ہیں۔“

ایک افسر نے کہا ”یہ آٹھ نوجوان لوگ کے ماہر ہیں بہت ہتھی زبانی سمجھتے اور بولتے ہیں۔ بے حد خطرناک کا طقم ہے۔ ایک بار جنگ شروع ہو جائے تو قاتلین کو ہلاک بنائے یا اپنا بھروسہ لڑائی ختم نہیں کرتے۔“

ماسک میں نے اپنی کرسی کی طرف آتے ہوئے کہا ”مجھے بھی بارہ افراد پسند آ رہے ہیں۔ لیکن۔۔۔“

وہ اپنی کرسی پر آکر بیٹھا۔ پھر بولا ”لیکن پہلے یہ سن کر دیکھ لیا ہے۔ میں نے فون پر اتنا ہی کہا تھا کہ تبت میں ایک اہم فوجی تلاش کرنا ہے۔ اب جا رہا ہوں کہ اس ٹکی کا نام مرنا ٹکی قرار دہرہ ٹیلی بیسی جاتی ہے۔“

ایک افسر نے کہا ”ٹیلی بیسی جانے والی لڑکیاں ہمارے کام کے لئے بد بختی کی علامت بن گئی ہیں۔“

ماسک میں نے کہا ”میں بد بختی کو نہیں مانتا لیکن یہ آٹھ ہوئی حقیقت ہے۔ ہم ٹیلی بیسی جانے والی جو جو اور الیاء دھوکے کھا چکے ہیں۔ میں خود لڑکیوں کو پابند کرتا ہوں لیکن کے معاملے میں اپنی رائے بدل رہا ہوں۔“

”سرا! ٹکی خاص بات ہے۔“

”آپ لوگ مرنا کے حلق نہیں جانتے ہیں۔ میں نہ ہوں۔ وہ غیر معمولی ذہانت کی حامل ہے۔ ایسی چالاک اور تیز ہے کہ اس نے ایک طرف پراسرار کو اور دوسری طرف فراڈ کو کچھ عرصہ تک چپا رکھا تھا۔“

وہ مرنا کے حلق بتا رہا تھا لیکن وہ بھی اس ٹکی کے حالات نہیں جانتا تھا۔ اسے اتنا ہی معلوم تھا کہ مرنا اپنی ذات اور حاضر دماغی سے تمام امریکی خیال خوانی کرنے والوں پر حاوی ہو گئی تھی۔ دوسری طرف پارس کی محبوبہ بن گئی تھی۔

میں نے مرنا کو بتی کہا تھا۔ اسے اپنی ہونا بتا جاتا تھا۔ ماسٹر سے ٹیلی بیسی جانے والے جیمین لئے تھے وہ سب مرنا کو دیکھے تھا کہ وہ ہم پر بھروسہ رکھ کرے اور ہماری ٹیم میں رہے۔

اس نے تمہیں کہا کہ اپنی محبت اور وفاداری کا تعین دلاؤ اور اس میں شبہ نہیں کہ وہ پارس کو دل و جان سے چاہتی ہے اس کے اندر بے انتہائی تھی۔ اسے بھی ہم نے برداشت کیا تھا۔ پھر ایک ایسی بات ہوئی جس نے ہمیں اس سے بدخون کر دیا۔

بات یہ تھی کہ ایک ٹیلی بیسی جانے والا دارنریک پونیا میں رہتا تھا اور ایک مسلمان لڑکی حاملہ سے مت کرنا اس نے معاملہ سے شادی کرنے کے لئے اسلام قبول کر لیا۔ جا

مرنا کو یہی لگ گئی۔ اس نے پارس سے کہا ”تم بھی مجھ سے شادی کرنے کے لئے عیسائیت قبول کر لو۔“

پارس نے سمجھا کہ یہ اپنے اپنے دل اور مزاج کی بات ہے۔ ایک مذہب چھوڑ کر دوسرا مذہب قبول کر لینے سے آدمی عیسائی یا مسلمان نہیں ہو جاتا۔ کسی بھی مذہب سے نفرت رکھنے کے لئے دل میں قبضہ کا محکمہ نہ لانا ہے۔ پارس نے کہا ”جب میرے دل میں اسلام مستحکم ہے تو اپنی ضد سے عیسائی بننے کو نہ کہو۔ مذہب جبر سے نہیں بدل کر مٹا رہا ہے۔“

مرنا نے دوسرے ناکام ہو کر اس مسلمان لڑکی حاملہ کو ملائی۔ اس کے اور دارنریک کے دماغوں میں زلزلہ پیدا کیا۔

پھر دارنریک اسلام سے پھر کچھ عیسائیت کی طرف آئے اور حاملہ دارنریک کو چھوڑ کر آئندہ کسی کو مسلمان بنانے سے توبہ کر لے۔

اس بات نے مجھے مجبور کیا کہ میں مرنا کو سزا دوں۔ پہلے تو میں نے دارنریک اور حاملہ کو اس کے انتقام سے بچا کر دونوں کو اس کی خیال خوانی کے ظلم سے مت دور بھیج دیا۔ پھر میں نے اس پر غری عمل کر کے اسے اپنی معمول بنالیا۔ تب اس کا غور ٹوٹ گیا۔ تب اس نے تسلیم کیا کہ وہ طاقت کے غور میں گمراہ ہو گئی تھی۔ اب وہ مجھے اپنے دماغ سے نہیں نکال سکے گی۔ اس کا ایک ہی راستہ ہے کہ زندہ رہے لیکن دنیا والوں سے من موڑ لے۔ دوستی اور دشمنی کے تمام راستے چھوڑ کر خدا کی خوشنودی کا راستہ اختیار کر لے۔

میں بعد میں دفعتاً فوجی اس کے دماغ میں جاتا تھا اور معلوم کرتا تھا کہ وہ خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کون سا راستہ اختیار کر رہی ہے؟ اس نے ایک بار سزا شروع کیا تھا۔ ختف ملکوں میں بھجی ہوئی تبت کے شر لاسر۔ بھتی گئی تھی۔ وہاں ایک بوڑھے بدہ بھکشو سے من کی شادی اور آتما کی جتنی کا درس لینے لگی اور اس کے لئے ختف عملی مشقوں سے گزرنے لگی۔

یہ ایسا یور کرنے والا عمل تھا کہ میں ہزار ہو گیا۔ مرنا نے دماغ میں جانا چھوڑ دیا۔ دوسرے معاملات میں مصروفیات اتنی بڑھ گئیں کہ پھر بھی مرنا کے پاس جانے کا خیال نہ آیا۔۔۔

ماسک میں اتنی تفصیل سے مرنا کے حالات نہیں جانتا تھا کہ وہ اپنی معلومات کے مطابق فوجی افسران اور بارہ افراد کو بتا رہا تھا کہ جو لڑکی امریکا کو اور فراڈ کو چکر دے سکتی ہے وہ ہمارے قابو میں آئے تو ہم اس کا برین واش کر کے اس بارے سے جو جو اور الیاء کی طرح آزاد نہیں چھوڑیں گے۔ اسے ایوان راسکا کی طرح قیدی بنا کر رکھیں گے۔

ایک جاسوس نے کہا ”سرا! میں کچھ پوچھنے کی اجازت چاہتا ہوں۔“

”اجازت ہے۔ ضرور پوچھو۔“

”سرا! تبت جا کر مرنا کو کسی بدہ مندر میں تلاش کرنا ہے۔ انا

کہ وہ غیر معمولی صلاحیت رکھنے والی لڑکی ہے۔ پھر بھی کسی قدر غیر معمولی ہے؟ کیا ہم دو چار مودا کے گرفتار نہیں کر سکتیں گے؟ کیا ہم اس کے ٹیلی بیسی والے دماغ کو کمزور بنا کر یہاں نہیں لائیں گے؟“

ایک اور جاسوس نے سوال کیا ”کیا مرنا تمہیں ہے؟ اس کے ساتھ باڈی گاؤڑ چتے ہیں؟“

ماسک میں نے کہا ”یہی کوئی بات نہیں ہے۔ وہ شاید وہاں تھا ہے۔ اسے دھوکے سے اصحابی کمزوری میں مبتلا کر کے تو ہمارا ایوان راسکا اس کے دماغ پر قبضہ بنا کر آسانی سے اسے یہاں بلائے گا لیکن وہ یائیں کلک رہی ہیں۔“

سب ہی ماسک میں کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ وہ بولا۔

”ہم نے پہلے جو جو کو اغوا کیا۔ وہ پارس کی بیوی تھی۔ پھر الیاء کو اغوا کیا۔ وہ پارس کی محبوبہ تھی۔ اب جس مرنا کو لانے جا رہے ہیں وہ بھی پارس کی بیوی ہے۔ پارس کی کوئی چیز ہماری طبعی میں نہیں رہ سکتی۔ یہ عیسائی جو ہمارے آنے والی ہے اس کے پیچھے جو عیسائیت آئیں گی اس پر ہمیں پہلے سے غور کرنا چاہئے۔“

ایک افسر نے پوچھا ”دوسری کون سی بات کلک رہی ہے۔“

ماسک میں نے جواب دیا۔ ”تبت ہم سے دور ہے لیکن پارس کے نزدیک ہے۔ موجودہ اطلاعات کے مطابق وہ دونوں باپ بیٹے پاکستان میں ہیں۔ اگر وہ افغانستان اور ازبکستان کی طرف آئیں گے تو تبت اور قریب ہو جائے گا۔“

”کیا پارس کو معلوم ہے کہ مرنا تبت میں ہے؟“

”یہ ابھی معلوم نہیں ہوا لیکن مرنا کی طویل روپوشی سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ایک دوسرے سے بچھڑ گئے ہیں۔“

”یہ اچھی بات ہے کہ پارس تبت میں مرنا کی موجودگی سے بے خبر ہے۔ اگر کسی وجہ سے وہاں پہنچ بھی جائے گا تو ضروری نہیں ہے کہ اسے ڈھونڈ نکالے۔ تبت تک ہم اسے لے آئیں گے۔“

”خدا کرے ایسا ہی ہو لیکن ایک اور اہم بات ہے جو پارس کے دماغ میں درج ہونے والی ہے اور وہ اہم بات یہ ہے کہ وہ آدھا انسان اور آدھا سانپ ہے۔“

سب نے ہنسنے پر چمک کر دیکھا۔ ماسک میں بے ٹکی ہانک رہا ہو۔

اس نے کہا ”شاید آپ یقین نہ کریں لیکن یہ ٹیم وہاں جاری ہے اس کے ہر فرد کو یاد رکھنا چاہئے کہ پارس میں زہریلے سانپ کی غائبتیں ہیں۔ وہ بے ایک بار لگے گا لیتا ہے اس کے جسم کی بو کے ذریعے اسے دوبارہ تلاش کر لیتا ہے۔ اگر وہ تبت پہنچے گا اور مرنا لاکھ بھیس میں چھپی رہے گی اور اس کے قریب سے گزرے گی تو وہ اسے جانے نہیں دے گا اور اسے لے جانے والوں کے لئے مصیبت بن جائے گا۔ کیا آپ لوگوں کو میری عقل پر بھروسہ ہے کہ میں نارمل نہ کر رہا ہوں؟“

سب کے سب ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ ان کی نظریں پوچھ رہی تھیں ماسک مین کی باتوں پر کہاں تک احمق دیکھا جائے؟ لیکن وہ ماسک مین تھا۔ کسی چوپال میں بیٹھ کر قصہ خوانی کرنے والا شخص نہیں تھا۔ ایک بہت بڑے ملک کے سربراہان میں سے ایک تھا۔ اس کی زبان سے نکلا ہوا ہر فقرہ جھکر کی لکیر ہوتا تھا۔ سربراہان ملک کے احکامات جائز ہوں یا ناجائز ان کی قیاد کی پڑتی ہے۔ بیانات صحیح ہوں یا غلط ان کو تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ یوں بھی دنیا میں بڑے بڑے مجبورے ہیں۔ پارس کو بھی ایک مجبور تسلیم کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں تھا۔ بارہ افراد کی نمائندگی یہ بات گھر میں باندھ لی کہ اس مجبورے سے سامنا ہوگا تو اسے ذرا آنا نہیں گے اس سے ذرا ٹکرائیں گے سانپ ہوا تو سانپ کی طرح سر جھل دیں گے۔ ہوا تو گولی مار دیں گے۔

○●○

کوئی ایک برس پہلے سو فیاضانی اور علی تیمور ایک ساحرا معلم کو جنم میں پہچانے تبت آئے تھے۔ میں نے ان واقعات کو قلمبند کرتے ہوئے تبت کے حلقہ بہت کچھ لکھا تھا۔ اب میری داستان کا ایک حصہ میرا اس علاقے میں گردش کرنے آیا ہے۔ پہلے جادوگر باباؤ کوٹ کا ذکر ہوا تھا۔ اب تبت کے لامہ کا ذکر کروں گا۔ یہ ذکر مطلوباتی بھی ہوگا اور دلچسپ بھی۔

ساری دنیا میں تبت کے لامہ بہت بڑا سرسرا رکھے جاتے ہیں۔ ان کے حلقہ طبع طرح کی قیاس آرائی کی جاتی ہے۔ زمانہ قدیم کے سیاحوں نے لامہ کو جادوگر کہا ہے۔ مذہبی قرائع میں یہ بڑا سرسرا بکارتی کے گئے ہیں۔ یہ بدھ مت کے بکشتو کلمات ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ زمانہ قدیم سے درجہ بڑھتے ہوئے روحانی پیشوا رہے ہیں۔ بڑی عبادت اور سخت ریاضت سے روحانیت کی گمراہیوں میں ڈوبتے ہیں۔ لامہ کے معنی ہیں نیچر یعنی تعلیم دینے والا۔ یہ لامہ روحانیت کا درس دیتے ہیں۔ مرنا بھی درس حاصل کرنے تبت کے شہر لامہ میں آتی تھی۔

لامہ میں ایک جو کھانگ مندر ہے جس کی چھت سونے کی ہے۔ مندر میں یوں تو سب ہی عبادت کے لئے آتے ہیں لیکن اس کی وسیع و عریض چھت پر ایک کھلی درس گاہ ہے۔ جہاں صرف روحانیت کی تعلیم حاصل کرنے والے آتے ہیں۔ مرنا نے اس درس گاہ میں آنکروں کے انچارج سے کہا ”میں یہاں تعلیم حاصل کرنے اور یہاں کے باطل میں قیام کرنے آئی ہوں۔“

انچارج اسے ایک ٹک دیکھ رہا تھا۔ وہ امریکن حینہ دودھ کی طرح سفید اور انکارے کی طرح سرخ تھی۔ تیمور تارے تھے کہ مزاج میں بھی دودھ کی شیرینی اور انکارے کی تیز ہے۔ وہ اعتراض کرنا چاہتا تھا کیونکہ وہ جس ملک سے آئی تھی اس کے سفارت خانے کی اجازت کے بغیر وہاں قیام کرنے اور تعلیم

حاصل کرنے کی اجازت نہیں تھی لیکن اس سے پہلے کہ وہ اعتراض کرتا مرنا نے اس کے اندر پہنچ کر اس کی سوچ میں کمی اعتراض نہیں کرنا چاہئے۔ یہ اپنے ملک سے پاسپورٹ دینا اور یہاں قیام کرنے کا اجازت نامہ لے کر آئی ہوگی۔ اس نے کہا ”تم پاسپورٹ اور یہاں قیام کرنے کا اجازت نامہ پیش کرو، تمہیں داخلہ مل جائے گا۔“

وہ بڑے گھبرائے میں ہوئی ”مشرقا فاک لرامی زندہ دہا دے رہی ہوں۔ مگر بجلی ہوئی آتا ہوں۔ دنیا کے ایک سرسے دوسرے سرے تک جانے کے لئے ایک دھن کو پاسپورٹ ضرورت نہیں پڑتی۔“

وہ حیرانی سے بولا ”میں آج پہلے دن یہاں ڈیوٹی پر آیا ہوں میرا نام نہیں جانتا۔ پھر تمہیں میرا نام کیسے معلوم ہوا؟“

پھر اسے یاد آیا کہ وہاں کے مسلم نے سمجھا تھا۔ یہ لامہ علوم کی درس گاہ ہے۔ یہاں عجیب و غریب ہستیوں سے سامنا رہتا ہے۔ پھر روحانیت کے طالب علم معزز اور مقدس سمجھے جاتے ہیں۔ ایسی ہستیوں سے بحث نہیں کرنا چاہئے۔

اس نے سوچا ”یہ خود کو بجلی ہوئی آتا تھا کہ رہی ہے۔ شاید سچ ہے۔ یہ آتا ہے۔ بھی میرے اندر گھس کر میرا نام معلوم ہے۔“

وہ جھپٹتے ہوئے بولا ”میں نے زندگی میں کبھی کسی دھن ملاقات نہیں کی۔ اگر آپ سچ سچ دھن ہیں تو میں ابھی جا کر ملا کر آپ کی آمد کی اطلاع دوں گا اور اگر دھن نہیں ہیں اور یہ کہہ پونے کا فلسفیانہ انداز ہے تو پھر پاسپورٹ پیش کریں۔“

مرنا نے بڑی بڑی غزالی آنکھوں سے گھور کر دیکھا۔ ہمارا سوچ میں کہا ”جاؤ! لاملاہ کے پاس جاؤ!“

وہ فوراً ہی اٹھ کر یوں کھڑا ہو گیا جیسے مرنا نے آنکھیں دکھائی ہوں بلکہ اس کے دماغ کو جا بک رسید کیا ہو۔ وہ جا کھانے والے گھوڑے کی طرح دوڑا اور بیڑھاں چڑھا ہوا درس گاہ میں آیا۔ پھر ایک جھربے میں پہنچا۔ وہاں ایک صحت یوذا ہوا گا کے آسن میں تھا۔ اور اسی آسن میں وہ رک عبادت غرق دکھائی دیتا تھا۔

انچارج نے سامنے آنکر ڈیوٹ کیا یعنی فرش پر اوٹد مالہ سجود کیا۔ پھر اٹھا اور دونوں گھنٹوں کے بل بیٹھ کر دونوں ہاں جوڑے ہوئے کہا ”ملاہہ کنجن دیو! وہ آئی ہے کہتی ہے“ ہوئی آتا ہے۔ وہ میرا نام جانتی ہے۔ اس کی آنکھوں میں دھن لگا ہوں سے گھٹلا دیتی ہے۔“

ملاہہ کنجن دیو نے ہماری بھرم آواز میں کہا ”پہلے آتا رہا تھا! اس سے پوچھو دیکھا جانتی ہے۔“ مگر دیو! وہ آتا کیا ان اور آتا کھتی کے لئے آئی ہے؟ باطل میں قیام کرنا چاہتی ہے۔“

”آئے دو۔“

انچارج سر جھکا اٹھ گیا۔ اگلے پاؤں چل ہوا نظروں سے داخل ہو گیا۔ اسی لمحے میں ملاہہ کنجن دیو نے پرانی سوچ کی اور کھوس کر کیا۔ پھر کہا۔ ”چھپ کر نہ آؤ۔ سامنے چلی آؤ۔“

لوں کہہ کر کنجن دیو نے سانس روک لی۔ پوگا کا آسن چھوڑ کر باقی باکر بیٹھ گیا۔ تبت سے لے کر چین اور ہندوستان تک کنجن دیو کی آتما کھنی کا چرچا تھا۔ وہ روحانیت کے ذریعے کی بنیادوں کا مطالعہ کرنا تھا۔ اس کے وجود میں اتنی کشش تھی کہ لوگ پہلی ہی نظر میں اس کی طرف کھینچے لگتے تھے۔ وہ کتا تھا یہ وجود یہ شریر

(جنم عارضی ہے۔ دھن کی چار دیواری ہے۔ دھن جتنی پاکیزہ ہوگی، جسم اتنی ہی خوبصورت ہو جائے گا۔ مکان کی اہمیت کم نہیں کی اہمیت زیادہ ہوتی ہے۔ کین جتنے صاف تھرے ذہن کا مالک ہوگا مکان کو اتنی ہی خوبصورت بنا کر کے گا۔ اسی طرح جسم کے مکان میں رہنے والی آتما کی اہمیت ہے۔ آتما کو سمجھو۔ پہلے آتما پھر مکان۔ جب تک آتما کو نہیں سمجھو گے۔ پرانا (خدا) کو نہیں پہچانو گے۔

مرنا اس کے جھربے میں آئی۔ اس کے سامنے کھینچے ٹک کر ”دانا ہو گئی۔ پھر سر جھکا کر یوں“ بھی میں آپ کے دماغ میں آئی تھی۔ آپ نے میری سوچ کی لہروں کو روک دیا۔ آپ جان گئے ہیں کہ میں کتنی قیمتی جاتی ہوں۔ میں اس علم کے ذریعے دنیا جان کی رات اور خوشیاں حاصل کرتی ہوں مگر میں کی شائق اور روحانی سکون حاصل کرنے میں ناکام رہتی ہوں۔“

وہ ہماری بھرم آواز میں تبت آگئی ہے بولا ”دھن کا سکون؟“

اسی لئے کہا جاتا ہے۔ پہلے آتما پھر مانتا۔ ہمیں آتما کا کیا ہوگا تو سارا جہان تمہارا ہوگا۔“

”میں کیا حاصل کرنے آئی ہوں۔ آپ مارگو ہیں، مجھے روحانیت کے ایسے راتے پر لے جائیں جہاں میں ساری دنیا کو بھول جاؤں۔“

”دنیا میں رہ کر دنیا کو بھولنے کا مطلب ہے مرنا۔ موت کے بغیر دنیا کو بھلایا نہیں جاسکتا۔ تم اپنے دل کی بات زبان پر لاؤ۔ آخر کے بھلانا چاہتی ہو؟“

مرنا نے سر جھکا لیا۔ ملاہہ کنجن دیو نے پوچھا ”کوئی پریمی ہے؟“

”گاہوں کے سامنے پارس کی صورت آگئی۔ دل میں اس کا نام دھرتی لگے۔ وہ عمرزدہ سی ہو کر یوں“ میں اسے بیش بہا یاد رکھوں گی۔ دی میرا دل ہے دی میرا آخر ہے۔“

”پھر اس کا ذکر کرو گے بھلانا چاہتی ہو؟“

”اس کا نام فریاد علی تیمور ہے۔ اس نے مجھ پر ایسا تاریخی عمل کیا ہے جس سے میں کبھی آزاد نہیں ہو سکوں گی۔ یہ سوچ سوچ کر میں کڑھتی ہوں کہ وہ میرے دماغ میں جب چاہے چلا آتا ہے۔“

”وہ تمہارے اندر آکر کیا کرتا ہے؟“

”کچھ نہیں کتا۔“

”کیا کر آتا ہے؟“

”کچھ نہیں کر آتا۔“

”پھر تمہیں شکایت اور پریشانی کیا ہے؟“

”کیا یہ پریشانی کم ہے کہ عورت اپنے دل کا بھید کسی کو نہیں

مقبول ناول نگار ایچ اقبال کی دوتنی کتابیں۔ ہر کتاب میں دو مکمل ناول

عمران سیریز	پیرمود سیریز
عجیب ہنگامے	ریکارڈ کی چوری
ایک جلد میں	ایک جلد میں
پانچواں کالم	موت کا راستہ
صفحات: ۳۲۰۔ قیمت: ۲۵/- روپے	صفحات: ۳۲۰۔ قیمت: ۲۵/- روپے

ڈاک سیریز فی ناول ۳۰ روپے۔ دونوں ناول ایک ساتھ منگوانے پر ڈاک خرچ ہر روپے

کتابیات پبلی کیشنز پوسٹ بک سٹور کراچی

بتائی اور وہ چپ کر مٹا رہا ہوگا۔
 "جین نہیں ہے؟"
 "جین ہے اس نے اسی قصد کے لئے مجھ پر غری عمل کیا تھا۔ میرے دماغ کو اپنی سوچ کی لہروں کے لئے جسے چاہتا ہے۔
 میں بھی اسے اپنے اندر سے بگاڑ نہیں سکوں گی۔"
 "جو ریٹان نہ کرے نقصان نہ پہنچائے وہ دست ہوتا ہے اور دست کو بگاڑ نہیں جاتا۔"
 "جین بغیر اجازت ایک لڑکی کے دماغ میں نہیں آتا ہے۔"

"کیا وہ تمہارا عاشق ہے؟"
 "نہیں، وہ مجھے ہیبت کرتا تھا۔"
 "کیا اب نہیں کرتا؟"
 "نہیں ہے۔ ہمیشہ کے کاؤنٹر میں اس کے بیٹے کی محبوبہ ہوں۔"

ملا ملائے اسے گھور کر دیکھا۔ اس نے نظرس جھکا لیں۔ وہ بولا۔
 "عجب ہے تم باپ پر شبہ کرتی ہو کہ وہ بیٹی کی ختمی میں آتا ہے۔"
 "مگر میں آتا ہے تو اپنی سوچ کی لہروں کے لئے میرے دماغ کو کس لئے جسے بنایا ہے؟"

"شاید یہ جسے کسی غلطی کی مراد مل رہی ہے۔ اگر تم مجھے کرو مان کر آتی ہو تو ان لوگوں کو کہہ دو تمہارے دماغ میں نہیں آتا ہے۔ تمہارے دماغ میں شک آتا ہے، شبہ آتا ہے، غصہ آتا ہے۔"
 "میرے دماغ میں میری اجازت کے بغیر جو بھی آتا ہے، میں اسے نکال دیتا ہوں۔"
 "صحت کوئی لوگ کے مراحل سے گزرتی رہو گی اور روحانیت کی مشقیں کرتی رہو گی تو کوئی تمہاری اجازت کے بغیر نہیں آئے گا۔"

"میں آپ کی تمام ہدایات پر عمل کروں گی۔"
 "میں تمہارا داخلہ ہو جائے گا۔ یہ بتاؤ گورو کشنا کیا روگی؟"
 اس دروس گاہ میں تعلیم شروع کرنے سے پہلے استاد پوچھتا تھا کہ استاد کو بڑا نڈا کیا دیا جائے گا۔ وہ مال و دولت نہیں مانگتا تھا، زمین جائیداد نہیں چاہتا تھا۔ اپنے ہونے والے شاگرد سے ایسا چیز مانگتا تھا جیسے شاگرد گورو کشنا کے طور پر دے کر علم کی دولت سے لالا ہوا جاتا تھا۔

مرنے پر پوچھا "آپ گورو ہیں۔ آپ بتائیں گورو کشنا میں کیا چاہتے ہیں؟"
 "جو انھوں گورو کی؟"
 "ہاں ہوں گی۔"
 "مرو دینے کے بعد بھی واپس نہیں لوگی؟"
 "وعدہ کرتی ہوں، بھی واپس نہیں آؤں گی۔"

"تو ہر اپنا خضر مجھے دے۔"
 "وہ خزانہ سے بھری ہے یہ کیا بات ہوئی؟"
 "خضر مجھے دے دو گی تو یہ تمہارے پاس نہیں رہے گا کیونکہ یہ جہاں ہوتا ہے وہاں دولت نہیں آتی۔ وہاں سے محبت اور مسرتوں کا گزر نہیں ہوتا۔ آج سے تم ہر لمحہ اپنے اندر سے فرٹنے کی مشق جاری رکھو گی۔ جب کامیاب ہو جاؤ گی تو گورو کشنا مل جائے گی اور تمہاری باقاعدہ تعلیم شروع ہو جائے گی۔"

گورو نے اپنے ایک چیلے کو بلایا اور کہا "یہ لڑکی یہاں کے گھر طرح سے نہیں جانتی ہے، تم اس کی رہنمائی کرو۔ جاؤ۔"
 مرنا دونوں ہاتھ جوڑ کر سر تھکا کر چند قدم اٹھے پاؤں کی ہل جھبے سے باہر آگئی۔ تبت میں سال کے آٹھ دس سینے برف مل رہی تھی۔ گورو ارض میں یہ علاقہ سب سے ہلندی پر ہے۔ اس مناسبت سے اسے دنیا کی بہت کم جاتا ہے۔ یوں اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ وہاں کسی غصب کی سردی پڑتی ہوگی۔ موسم جیسا کہ اس درگاہ کے طالب اور طالبات صبح چار بجے بیدار ہوتے تھے۔ وقت سو بج کی ایک کرن بھی نہیں جھلکتی تھی۔ ہر گھنٹہ اندر چار بج رہا تھا۔ ایسے وقت وہ سب درس گاہ سے نکل کر پورے لارڈ کے اطراف دوڑ لگاتے تھے۔ ان میں سے جو تھک جاتے تھے ان کی سانسیں اور پیچھے ہارنے لگتے تھے۔ وہ واپس مندر آ جاتے تھے۔ ان میں سے جو ایسے تھے جو تھکا ہوا رہا نہیں جاتے تھے۔ وہ ملا ملائے کچھ دنوں کے خاص چیلے تھے ان کے حلقہ کما جاتا تھا کہ وہ روحانیت کی اتنی گرائیوں میں پہنچ چکے ہیں جہاں ان کی دھن ان کا جسم چھوڑ کر اپنے مطلوبہ مقام تک جاتی ہیں پھر ان کے جسموں میں واپس آ جاتی ہیں۔

مرنا صبح بیدار ہو کر دوڑ لگتی تھی۔ پھر مندر آکر دوسرے اور طالبات کے ساتھ سمجھن گاتی تھی۔ اس نے دوسرے ملا ملائے کے ساتھ سمجھن گاتی تھی۔ ہوں۔ تمہارے پریشور کی محنت گیت گانا مناسب نہیں سمجھتی۔"

کچھ دنوں کے کما "یہ درس گاہ ہندو دھرم کے لئے مخصوص نہیں ہے۔ یہاں آکر کوئی ہندو، مسلمان اور عیسائی نہیں رہتا۔ جسے ایثار کہتے ہیں، تم اسے گاؤ اور تمہارا پارس اسے اللہ ہے۔ ہماری زبان ہندی ہے اس لئے ہم اپنی زبان میں ایثار کہتے ہیں اور ہم نے اپنی زبان اور دستور کے مطابق تعلیم دینے کا اصول اور قاعدہ قانون بنائے ہیں۔"

وہ ایک ذرا وقف سے بولا "میں گاہ میں سانس چھوڑنے اور سانس لینے کا جو طریقہ ہے، وہ ہمارے دستور کے مطابق ہے۔ گورو کے الفاظ پر مشتمل ہے تم "ہرے" کہہ کر سانس چھوڑتی جاؤ۔ اپنے جسم کو اندر سے بالکل خالی کرلو۔ جسم کا یہ خالی مکان ایک گیان کے لئے ہے۔"

تھے ہرے سانس اندر لیتی جاؤ۔"
 مرنا اس کے سامنے پوگا کے ایک آسان سے آسن میں حتی اور گردن کی ہدایات پر ہرے کرشنا کرشنا کے الفاظ کے ساتھ سانس بھی چھوڑتی تھی اور بھی اپنے اندر سانس کھینچ رہی تھی۔ علم ایسی چیز ہے جسے حاصل کرنے کے لئے وہاں کی زبان وہاں کے اہل اور وہاں کے دستور کے مطابق عمل کرنا پڑتا ہے۔ پھر اسے اپنے اندر سے خضر نکالنے کے لئے ہدایت کی گئی کہ چپے کسی بات پر خضر آئے۔ وہ سانس روک لے پھر آہستہ آہستہ سانس چھوڑتے ہوئے بولے "بھائو سے کرتو اونچا ہے۔" یعنی جذبات سے گرو اور اونچا ہوتا ہے۔ غصے کے جذبات میں بننے سے ہرے مگر کہ اپنی ذات کو نرم اور چمکدار بناؤ۔ اسے آواز نائٹوں سے گزرنے کے لئے خضر دلایا جاتا تھا۔ اس کے مزاج کے خلاف کوئی بات کہہ دی جاتی تھی۔ وہ روڑا شت کرتی تھی، یہی خضر آتا تو پوگا کے آسن میں سانسوں کی آمدورفت کے ساتھ کسی بھی بھائو سے کرتو اونچا ہے۔

رفتہ رفتہ ہندی زبان ہندی طرز حیات اور ہندی طرز ملت سمجھتی جاری تھی اور ذہنی طور پر سادہ بھی ہوتی جاری تھی۔ سانس روکنے کے دوران اس کی سوچ میں بھگوان ہوتا تھا۔ اپنی باتوں کو اپنے اندر سمونے اور بری باتوں کو باہر نکالنے کے عمل اور نصف طریقہ کار کے دوران اس کی سانسوں میں بھگوان کا نام آتا تھا اور پھر ذہن میں نقش ہو کر رہ جاتا تھا۔

ملا ملائے کچھ دنوں کی شخصیت میں اپنی کشش تھی کہ تعلیم حاصل کرنے کے دوران اس کی ایک ایک بات سے اور ایک ایک لہجے سنا کر ہوتی رہتی تھی۔ اس کی طرح پوجا کرتے کرتے بظاہر برہمیت کو نظر انداز کرتی جاری تھی۔ یہ وی مرنا تھی جو دارنیک کو اسلام قبول کرنے سے روکتی رہی تھی اور عیسائیت پر قائم رہنے کے لئے مجبور کرتی رہی تھی۔ اب وہ برہمتی غیر محسوس لفظوں سے اور برہمتی ہی نادانستی میں اپنے مذہب کو تقریباً نظر انداز کر چکی تھی۔

دن رات عمارت اور ریاضت جاری رہے تو پتہ چلنے کے لئے چھ ہاتھ اور برہمت ہوتا ہے۔ مرنا کو پہلے ہی پوگا میں مہارت حاصل تھی۔ اس عرصہ میں وہ چالیس منٹ تک سانس روکنے کی عادی ہو چکی تھی۔ ایسے وقت اسے ہاتھ لگاؤ تو وہ مردہ لگتی تھی۔ دل کی دھڑکن آتی تھی تو ہوجاتی تھی کہ محسوس نہیں ہوتی تھی۔

وہ ایسی تربیت کے دوران مندر کی کھلی ہوئی بہت پر ملا ملائے کے سامنے چاندل شائے چت پڑی رہتی تھی۔ وہ ہدایات دیتا تھا کہ اپنی آتما پر دھیان رکھتے ہوئے سانس روکو اور خود ہی اپنی دھڑکن اپنے شکر (جسم) سے باہر نکالو۔ اپنی سوچ کی پوری قوت سے اس کے ذہن پر دھمکتے ہوئے عمل کیا۔ ہرے کرشنا کہتے کہ سانس

روک لی اور یہ خیال قائم کرتی رہی کہ اب اس کی روح اس کا جسم چھوڑ کر باہر آ رہی ہے۔
 چند لمحات کے بعد اس نے دیکھا، وہ اپنے جسم سے الگ ہو رہی۔ جسم چاندل شائے چت فرش پر پڑا ہوا ہے اور وہ اٹھ کر کھڑی ہو چکی ہے۔ خود کو نور کا گنبد پارسی ہے مندر کی بہت پر ملا ملائے کچھ دنوں اس کے بے جان جسم کے پاس اپنی بارے دھیان گیان میں بیٹھا ہوا ہے۔
 اس کی آتما نے دور تک دیکھا برف باری کا سماں تھا۔ ماحول دھندلا ہوا تھا۔ اس کے باوجود وہ برقی چاندنی میں دور تک دیکھ سکتی تھی۔ اس نے پرواز کرنے کے لئے سوجھا پھرا سوچتے ہی پرواز کرنے لگی۔

وہ اب تک خیال خزانہ کی پرواز کرتی رہی تھی۔ یعنی اس کا خیال ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتا تھا۔ آج اس کا نورانی بدن پرواز کرنا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ اس کی پرواز کی ایک ہی خطل تھی اور اس خطل کا نام پارسی تھا۔

وہی اس کی دنیا کا مرکز تھا۔ وہی اس کی زندگی کا خطا تھا۔ وہ گہری نیند میں تھا۔ کسی عمارت کے ایک کمرے میں آرام سے پڑا ہوا تھا۔ مرنا کا نورانی بدن اس کے بستری پر گیا۔ وہ اسے پارسی دیکھ رہی تھی۔ اسے چھو رہی تھی لیکن تسلی نہیں ہو رہی تھی۔ کیونکہ وہ آتما کی چھوئے والی انگلیوں کو اپنے جسم پر محسوس نہیں رہا تھا۔ اگر بیدار ہوتا تو اس آتما کو دیکھ بھی نہ پاتا۔ ظاہر ہے آج تک کسی نے روح کو دیکھا ہے نہ دیکھ سکتا ہے۔

وہ دیکھ رہی تھی۔ پارس کا چہرہ ہلا ہوا تھا۔ وہ اپنے اصلی روپ میں نہیں تھا۔ اس کے باوجود مرنا کی آتما ٹھیک اس کے پاس پہنچی تھی کیونکہ آنکھوں کی بصارت ہر چیز کو اوپر ہی اوپر دیکھتی ہے لیکن روحانی بصیرت قلب و ذہن کے اندر پہنچ جاتی ہے۔ مرنا نے سواہد چھوئے سے بیدار نہیں ہو رہا ہے اسے بار سے آواز دی جائے۔ اس نے پکارا "پارس! آنکھیں کھولو۔ مجھے دیکھو۔ تمہاری مرنا ایک نئے انداز میں آئی ہے۔"

اسے محسوس ہوا کہ وہ بول رہی ہے لیکن منہ سے آواز نہیں نکل رہی ہے۔ یعنی قدرت نے روح کو خاموشی دی ہے۔ یہ قدرتی امر ہے کہ جس کے پاس علم کا خزانہ جتنا زیادہ ہوتا ہے وہ اتنی ہی خاموش رہتا ہے۔

اس کی آتما اپنے علم سے پارس تک پہنچ گئی تھی لیکن اپنی موجودگی بیان نہیں کر سکتی تھی۔ عجب نامرادی تھی۔ وہ خیال خزانہ کے ذریعے آتی تو پارس سانس روک لیتا۔ دیر ہو کر بول رہی تھی تو اس کی آواز محبوب کی سماعت تک نہیں پہنچ رہی تھی۔ آج وہ برہمت خوش تھی۔ خیال خزانہ کی پرواز کے علاوہ آتما کی پرواز بھی سیکھ لی تھی۔ وہ اپنی سرٹوں میں پارس کو شریک کرنا چاہتی تھی۔ اسے بتانا چاہتی تھی کہ اب وہ محسوس دماغ میں ہی نہیں دیر

بھی آسکتی ہے جب چاہے اس کے پاس پہنچ سکتی ہے۔
اس نے آس پاس دیکھا۔ ایک میز پر لکھنے پڑھنے کا سامان رکھا
ہوا تھا۔ وہ اپنے محبوب کے نام ایک رشتہ لکھ سکتی تھی کہ میں آئی
تھی۔ تم سو رہے تھے۔ سوتے سوتے وقت اور خواب لگتے ہو۔ بڑا یاد آ رہا
ہے لیکن آتا یاد کر کے گی تو تمہیں احساس تک نہ ہوگا۔ برصالح
جاری ہوں۔ پھر آؤں گی۔ اگرچہ تم مجھے دیکھ نہیں سکو گے تاہم اسی
طرح پھر کاغذ پر لکھ کر اپنی موجودگی کا یقین دلاؤں گی۔

وہ میز کے پاس آئی۔ وہاں کتابیں تھیں۔ فائلوں کے پاس
کاغذات کا ایک ہیڈ اور قلم رکھا ہوا تھا۔ اس نے ہاتھ بوجھا کر قلم کو
اٹھا جاتا تو وہ انگلیوں کی گرفت میں نہیں آیا۔ آتا جب کسی کو چھو
نہیں سکتی تو پتھر کس طرح سکتی ہے۔ یہ ذریعہ بھی موجودگی کا یقین
دلانے کے کام نہیں آسکتا تھا۔ اسے تسلیم کرنا پڑا کہ ایسی ہی
وجوہات کی بنا پر وہ جس نظر نہیں آتی ہیں اور نہ ہی موجودگی کا نشان
پھر ملتی ہیں۔

اپنی ناکامیوں کے باوجود یہ بات اطمینان بخش تھی کہ وہ پارس
کی لاطینی میں اسے دیکھ سکتی تھی۔ اس پر نظر رکھ سکتی تھی۔ یہ
معلوم کر سکتی تھی کہ وہ کہاں ہے؟ اور کیا کرتا ہے؟
وہ جس ماحول سے گزرتی ہوئی پارس کے پاس آتی تھی وہ
ماحول دھواں دار تھا۔ توپوں سے گولے برسائے جا رہے تھے۔ جو
لوگ کاڑھنگ کر رہے تھے وہ اپنے لباس سے چھان نظر آ رہے تھے۔
اس سے پتا چل رہا تھا کہ وہ افغانستان کا کوئی علاقہ ہے اور پارس
وہاں سے کئی میل دور ایک مہارت میں سو رہا ہے۔

وہ پارس کے کمرے سے چلتی ہوئی ایک دروازے کے پاس
آئی۔ دروازہ بند تھا لیکن اس کی آتما آہنی دروازوں کے آہر پہنچ
رہی تھی اس نے دوسرے کمرے میں آکر دیکھا۔ ایک نہایت
حسین و شہینہ ستر پر جو خواب تھی۔ اس کے لباس سے پتا چلتا تھا کہ
وہ افغانی ہے۔

وہ توبہ خانم تھی۔ مرنا اسے نہیں جانتی تھی اور جاننے کے
لئے بے چین ہو رہی تھی۔ پارس اور توبہ کا کمرہ اسی ساتھ تھا۔
ان کے درمیان صرف ایک دروازہ تھا جو بند تھا لیکن دونوں کے
جذبات اس دروازے کو کسی وقت بھی کھول سکتے تھے۔ شاید انہوں
نے کھولا ہوگا اور اب بند کر کے تنگے تنگے سو رہے ہیں۔

وہ پارس کے کمرے میں آکر اسے دیکھتے ہوئے غصہ سے بولی۔
”بدعاش“

اس کے ساتھ ہی اس نے ہڑوا کر انھیں کھول دیں۔ کھلی
ہوئیں آنکھوں نے دیکھا۔ وہ مندر کی جھت پر کھلے آسمان کے نیچے
چاندن شائے چت پڑی ہے۔ اور اس کے دائیں طرف ملامہ
تکین دیو پستی مارے جھت کے نیچے فرش پر بیٹھا ہے۔ فرش پر دو
تک برف کی دیوہ جمر تھی۔ ایسی کڑا کے کی سردی میں وہ
دونوں جیسے گرمی کے موسم میں پیٹے ہوئے تھے۔ دونوں میں گرمی اور

آزادی ہو تو بار کا کوئی موسم اثر انداز نہیں ہوتا۔

ملامہ نے اپنی بھاری بھر کمزور آواز میں کہا ”میرا
مقررہ وقت سے پہلے دو مانی سفر نہیں کیا ہے کیا بات ہے؟“
”گردو دیو! میں شرمندہ ہوں۔ غصہ برداشت نہ کر سکی۔ لہذا
آتما کا سفر نوٹ کیا تو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔“
”میں نے پہلے ہی دن گردو کشنا میں تم سے تمہارا غمراہ
تھا۔“

”آپ خود گواہ ہیں۔ چہاہ تک مجھے ایک بار بھی غم نہ
آیا تھا لیکن اپنے پریمی کے قریب اسے دیکھ کر میں برداشت نہیں
کر سکتی۔“
”گردو نے کہا۔ غصہ ایک پتھری طرح آتما کو گلتا ہے۔ دیکھا
نے؟ تم کس طرح آتما کی بلندی سے ہستی میں آگئیں؟“
”سنا جاتی ہوں گردو! اب ایسی غلطی نہیں ہوگی۔ میں غم
برداشت کروں گی۔“

”محور سر آہنے والے پہاڑ کو برداشت کر لیتی ہے
سو کن کو برداشت نہیں کیا۔ اوپر سے مبر کو کی تب بھی غم
تمہارے اندر کہیں چھپا رہے گا۔“
”میں کیا کروں؟ مجھے راستہ دکھائیں۔“

”اپنے اندر یہ اعتماد رکھو کہ تم سو کن کو پاؤں کے کاغذ
طرح نکال چیکو گی۔ کسی کو راستے سے ہٹانے کے لئے غم نہ
فروشی نہیں ہے۔ مزید جگہ لڑا ہے، خون بہا ہے، آپ آج
تخت حاصل کرنا ہے۔ عورت ایک جسم سے تاج و تخت جیت
ہے۔ مسکراہٹ ایک بہت بڑی طاقت ہے۔ اپنی سو کن کے پاس
جاؤ۔ اسے دیکھ کر مسکراؤ۔ ہوشی مسکراتے مسکراتے ایک
اسے اپنے پریمی سے جدا کر دو گی۔ کسی معاملے میں جلدی نہ کر
میر جاتی اور جسم سے کام کر رہی ہو۔“

”گردو دیو! میں ابھی جا کر اپنا غمراہ آتما جانتی ہوں۔“
”غور جاؤ۔ میں یہاں تمہارے جسم کی عمرانی کر رہا ہوں۔
اس نے انھیں بند کیں۔ پھر برے کرنا کتنے کتنے مارا
دوک لی۔ پوری طرح سانس روکنے کے بعد سوچ کے ذریعے
”اوم نواشا نے۔“

اس کے ساتھ ہی اس نے خود کو اپنے جسم سے الگ ہو
ہوئے دیکھا۔ پھر وہ پرواز کرتی ہوئی دوبارہ پارس کے کمرے
آئی۔ وہاں سے توبہ کے پاس پہنچی۔ اسے دیکھ کر مسکراتے ہو۔
سوچنے لگی۔ بیشک گردو کو غصہ آتا ہے اور میں گردو نہیں ہوں
میں ہر حال میں مسکراتی رہوں گی اور پارس کے کانٹے کاغذی رہ
گی۔

اس نے بڑی کامیابی سے غصے کو کچل ڈالا تھا۔ وہ اپنے آپ
ابھی طرح سمجھ رہی تھی کہ زندگی میں اوجھڑاں بہت ہوتی
ہے۔ نفع کے بعد نقصان کو بھی جیتے ہوئے برداشت کرنا ہوتا

بار اس کے ذہن عمل میں آجاتی ہے۔ میں بھی حکمت عملی سے
دھوکے کی کھسی کی طرح اسے نکال بیچوں گی۔

اس نے توبہ خانم کو نظر انداز کر کے سوچا۔ دیکھا جائے اس
مارت میں اور کون ہے۔ وہ اس کمرے سے چلتی ہوئی تیرے
کمرے میں آئی۔ وہاں جلال شاہ سو رہا تھا۔ وہ جلال شاہ کو نہیں
پہچانتی تھی۔ لہذا وہاں سے گزرتی ہوئی چلتے کمرے میں آئی۔ وہاں
نہ تھا۔

وہ بھی میرے دودھ نہیں آئی تھی۔ البتہ اس نے میری
غوریں دیکھی تھیں۔ میرا چہرہ پہچانتی تھی۔ اس لئے اپنی آتما غلطی
سے ارسلان کے پیچھے فرار کو بچان رہی تھی اور سوچ رہی تھی۔
چاہا تو یہ باب بیٹے ایک ساتھ ہیں۔ ان کے ریکارڈ میں یہ پہلے کہیں
بیٹھ نہیں ہے کہ فرادی کی جیلی کے دو چار افراد کبھی ایک جگہ آکر
ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہوں۔

وہ درست سوچ رہی تھی۔ یہ غلطی ہمیشہ سر پر منڈلا آتا رہا ہے
کوئی دشمن میری جیلی کو ایک جگہ دیکھ کر جال بچانے کا توبہ
فریاد وقت دشمن کے قابو میں آجائیں گے۔

ملا کر ہم کئی بار دودھ چار چار کی تعداد میں ایک دوسرے
سے ملے رہے ہیں لیکن یہ ملاقاتیں ریکارڈ نہیں ہوئیں۔ ہماری
اقبالیت مذہب کی وجہ سے ہم کبھی ایک ساتھ دشمنوں کی نظروں میں
نہیں آئے۔ مرنا اپنی آتما غلطی کے باعث ہم باب بیٹے کو ایک
ماہ دیکھ رہی تھی۔ اور وہ تسلیم کر رہی تھی کہ غصہ نہ کرنے کا
بہت فائدہ چھپ رہا ہے۔ بہت سی معلومات حاصل ہو رہی ہیں۔ میری
آتما افراد اور اس کی جیلی کے ہر فرد کے پاس پہنچ کر معلوم کر سکتی ہے
کہ کون کس ملک اور کس شہر میں ہے اور وہ سب کیا کرتے پھر رہے
ہیں۔

اگر گاؤں میں فرادی معمول بن کر کتنے عذاب میں مبتلا رہی
تھی۔ دن رات یہ فکر مارے ڈالتی تھی کہ وہ میرے اندر چھپ کر
رہتا ہے۔ اس آتما غلطی نے اسے میرے دماغ سے نکال دیا ہے۔
میرا دیوانہ ہو گیا ہے۔ میں آزاد ہو گئی ہوں۔ اہا اہا اہا۔

وہ آتما بھی قہقہے نہیں لگا سکتی تھی۔ اس لئے سوچ میں قہقہے
لگاتے پھر وہ غصہ سے مجھے دیکھنے لگی۔ میں پارس اور توبہ دیو کی
طرح جو خواب نہیں تھا۔ اپنے ستر پر بیٹھا ہوا تھا اور خیال خوانی
کا ذریعہ سونے کے دماغ میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس وقت ہیرس میں فجر
اوقت ہوا تھا۔ سونانے مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ میں ہرجس اس
کے دماغ میں آکر اسے اذان سنائیں گا۔ وہ اذان اس کے دماغ کے
ذریعے ہونے والے بیٹے تک پہنچتی رہے گی۔

میں ہرجس جانا وعدہ پورا کر آتا تھا۔ مرنا کی آتما یہ سمجھ نہیں پاتی
کہ میں کیا کر رہا ہوں۔ اور اپنے دونوں ہاتھ کانوں پر کیوں رکھے
ہوئے ہیں؟ میں سونے کے دماغ میں رہ کر اپنی جگہ زرب لب اذان
اسے لگا رہا تھا۔ میرے کمرے میں کوئی بھی آئے والا وہ اذان سن سکتا

تھا۔ مگر آتما کو اس دنیا کی کوئی آواز سنائی نہیں دیتی۔ اسے میرے
ہوٹ صرف ہلے ہوئے نظر آ رہے تھے۔

آتما اسے جسم میں داخل ہو گئی۔ مرنا اٹھ کر بیٹھ گئی۔ پھر
ملامہ تکین دیو کے قدموں میں جھک کر بولی ”آپ نے مجھے کدودھ
(غصہ) سے بجا کر دشمنوں کی قید سے رہائی دلائی ہے۔ میں آپ کا
احسان کبھی نہیں بھولوں گی۔“

”یہ احسان نہیں ہے۔ تم نے دن رات کی سخت محنت اور
ریاضت کے بعد آتما غلطی حاصل کی ہے۔ میں نے تو صرف تمہیں
راستہ دکھایا ہے۔“

”میں چاہتی ہوں آپ آئندہ بھی مجھے گائیڈ کرتے رہیں۔ میں
نے اپنے طریقہ کار کے مطابق کام کر کے اپنا بہت نقصان کیا
ہے۔“

”میری ہدایات پر عمل کرنا چاہتی ہو تو کسی معاملے میں جلد
بازی کا مظاہرہ نہ کرو۔ جلد بازی میں بیشک کوئی ایسی غلطی ہو جاتی ہے
جس سے دشمن فائدہ اٹھانے لگتا ہے۔“

”میں وعدہ کرتی ہوں کسی معاملے میں بھی جھلت سے کام نہیں
لوں گی۔“

”آج تم نے اپنے پریمی کو دیکھا ہے۔ تم نے سو کن کو بھی دیکھا
ہے اور مسکرا کر برداشت کر رہی ہو لیکن تمہارے اندر ایک بے
چینی ہے۔ تم اپنے محبوب کو جلد سے جلد حاصل کرنا چاہو گی۔“
”بے شک وہ میرا محبوب ہے مگر اسے معلوم ہوا کہ صرف اپنے
لئے رہ رہ کر دھوکا دہاتی ہوں۔“

”میں غلطی نہیں پھر لے ڈوبے گی۔ کیا پہلی غلطی سے سبق
حاصل نہیں کر لیں گی؟“

”پہلے میں مجبور ہو گئی تھی۔ فراد میرے دماغ پر قبضہ نہا چکا
تھا۔ اگر میں اس کے بیٹے کو معلوم ہوا کہ رکنا چاہتی تو وہ میرے
ارادوں کو پڑھ لیتا۔ اب میں فراد کے خوبی عمل سے نجات حاصل
کر چکی ہوں۔ آئندہ کبھی اس کی گرفت میں نہیں آؤں گی۔ اس
کے بیٹے کو اس سے جدا کر دوں گی۔“

”نیک ہے۔ مگر جو کدودھ رفتہ رفتہ کرو۔ اب جاؤ تمہیں آرام
کرنا چاہئے۔“

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر کھڑی ہو گئی۔ سر جھکا کر چلی گئی۔ اس کے
جانے کے بعد اس کے چو پہلے آئے۔ ان چیلوں کو خاص اہمیت
حاصل تھی۔ یہ دیتی تھے جو ہرجس لاسہ شر کے اطراف دوڑ لگاتے
تھے اور چھتے نہیں تھے۔ ان میں سے کوئی ایک کھینے کو دیکھنے
تک سانس روکنے کا ہر تھا۔ سانسوں پر غیر معمولی کنٹرول رکھنے
کے باعث ان کی صحت قابل رشک تھی۔ ان کے بیٹے چنان کی
طرح پہلے ہوتے تھے اور قد چھوٹے فٹ سے نکلا ہوا تھا۔ وہ تقریباً دو
ہیرس سے مہارت اور ریاضت کے اصولوں پر دن رات عمل کرتے
آئے تھے اور یہ ان سب نے بھی آتما غلطی حاصل کی تھی۔

وہ چمکے چہ زبردست اور کسی بھی معاملے میں ناقابل شکست تھے۔ ان میں سے ایک کا نام نینج جوگی تھا۔ مسالامہ کچن روئے کما "نینج جوگی! ارادے کی پختگی انسان کو بھی باکام ہونے نہیں دیتی۔ مرنا زبردست قوت ارادی کی مالک ہے۔ اس نے دن کو دن اور رات کو رات نہیں سمجھا۔ کم سے کم سوئی اور زیادہ سے زیادہ محنت کرتی رہی۔ تکلیف دہ مشقوں سے گزر کر اس نے صرف چھ ماہ میں آتما جیتی حاصل کی ہے۔"

ایک نے پوچھا "کیا اس کی آتما جیتی کا مظاہرہ کامیاب رہا ہے؟"

"ہاں! بہت کامیاب رہا۔ وہ پارس اور فرہاد علی تیمور کے پاس گئی تھی۔ وہ دونوں باپ بیٹے افغانستان میں ہیں۔"

"نینج جوگی نے پوچھا "گردو پو! او! نینجی کس کوٹ پیٹھے گی؟"

"تمہاری ہی کوٹ آنے گی۔ یہ تقریباً ہمارا دھرم اختیار کر چکی ہے اور ایک آدھ مہینے میں اس کا برین پوری طرح واش ہو جائے گا۔ وہ ہندو دھرم قبول کر لے گی۔ اور بھارتی مفادات کے لئے کام کرنے لگے لیکن ایک مشکل ہے۔"

"وہ کیا ہے گردو پو؟"

"پارس اس کی جڑوں میں گھسا ہوا ہے۔ ہم نے اس کے اندر سے عیسائیت کو ختم کر دیا۔ پہلے وہ امریکا کے کن گائی تھی۔ اب ہمارا انجمن گائی ہے۔ میری تعلیمات نے رفتہ رفتہ اسے اندر سے بدل دیا ہے۔ مگر یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس نوجوان میں ایسا کیا ہے جسے بھلا نہیں پاتی ہے؟"

"کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ ہم پارس کو بھی برین واش کر کے اسے اس لڑکی کا کھلو بنا کر رکھیں؟"

"پارس جہاں رہے گا وہاں فرہاد اور سونیا کا خلوہ منزلہ آ رہے گا۔ وہ دھرم کا رخ کریں گے تو ان سے ہماری حقیقت چھپی نہیں رہے گی۔"

"اور ہم مرنا کو ازبکستان لے جائیں گے تب بھی ہمارے بے نقاب ہونے کا خلوہ ہے۔ افغانستان میں باپ بیٹے کی موجودگی بتا رہی ہے کہ وہ ازبکستان بھی پہنچیں گے۔"

"میری پٹلو سے معاملہ پیچیدہ ہو رہا ہے کہ مرنا ضرور پارس سے رابطہ رکھے گی۔"

"سیدھی بات ہے، مرنا کے دل و دماغ سے پارس کا عظیم توڑنا ہوگا۔ اس مقصد کے لئے یہ معلوم کرنا ہوگا کہ وہ پارس سے منہ موڑ کر کسی دوسرے جوان سے دل لگاتی ہے یا نہیں؟"

"بے شک۔ اگر کسی دوسرے سے دل لگ جائے تو پھر وہ پارس کی دیوانی نہیں رہے گی۔"

اسی شام نینج جوگی نے مرنا سے تنہائی میں ملاقات کی اور کہا۔ "آج میں دل کی بات کہہ رہا ہوں۔ جب سے تم یہاں آئی ہو، میرے دل و دماغ پر چھا گئی ہو۔ کیا ہم ایک دوسرے کے جیون

ساتھی بن سکتے ہیں۔"

"مجھے افسوس ہے جوگی! میں بہت پہلے ہی کسی کی ہو چکی ہوں۔"

"کیا جس کی ہو چکی ہو؟ اس سے میں کہہ دوں۔ مجھے گردو پو بتایا ہے، تم دشمن کے بیٹے پارس سے محبت کرتی ہو۔ یہ دانشمندی نہیں ہے۔ ایک بار ان کے ہاتھوں تباہ ہو چکی ہو۔ دبدبہ کی ٹھوکر کھا کر یہاں آئی ہو۔ پھر ایسا غلطی نہ کرو۔"

"میں باقی ہوں دوبارہ دھوکا ہو سکتا ہے لیکن وہ ایک نذر ہے اور نذر بھی نہیں چھوٹتا۔"

"مجھے بتاؤ وہ کیا نذر ہے۔ میں تمہیں چاہی سے بچانے کے لئے اس کا مقابلہ بننے کی کوشش کروں گا۔"

"تم تباہ نہیں بن سکو گے کوئی نہیں بن سکے گا۔"

"میں مانتا ہوں ایک شریف عورت ایک کے بعد دوسرے کو کبھی پسند نہیں کرتی لیکن جان خطرے میں ہو اور وہ شخص ذات اور چاہی کا بھی سبب بن رہا ہو تو شرافت اور ذہانت اسی میں ہے کہ اس شخص کو چھوڑ دے اور جو تحفظ فراہم کرتا ہے اسے جیون ساتھی بنالے۔"

"تمہیں گردو پو کی سوغند ہے۔ مجھے بتاؤ آخر اس میں ایسی کیا بات ہے؟"

"وہ بڑھاپا ہے۔"

"کیا؟" وہ چونک کر حیرانی سے بولا "وہ۔ وہ بڑھاپا ہے؟"

"ہاں! وہ سامنے آتا ہے تو اس کے وجود سے زہریلی آگ آتی ہے۔ وہ محبت کرتا ہے تو لوگوں میں ایشا بھرتا ہے کہ مجھے اپنا ہوش نہیں رہتا۔ اتنی بڑی دنیا میں گھروان بہت ہیں مگر جادوگر ایک ہی ہے۔"

"نینج جوگی اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ بے خودی میں بول رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں نذر اتر آیا تھا اور جوگی دل ہی دل میں کہہ رہا تھا۔ "ٹھیک ہے تمہارا علاج کچھ میں گیا ہے۔"

مرنا بہت خوش تھی۔ اس نے ٹیلی فنی کے بعد آتما جیتی حاصل کی تھی۔ پھر تیسری صلاحیت یہ تھی کہ چالیس منٹ تک سانس روک لیتی تھی۔ اس نے اپنی صلاحیتوں میں اضافہ کیا تھا۔ اس کی مناسبت سے ذہانت میں اور پختگی آتی تھی۔ حاضر دانی چلائی اور تیز طراری اور بڑھ گئی تھی۔ اگر مسالامہ کچن روئے اور اس کے چہ آتما جیتی حاصل کرنے والے پہلے ٹیلی فنی جیتے جاتے اور اس کے چہ خیالات ضرور پڑتے تو انہیں یہ عقل آتی کہ جس نے فرہاد علی تیمور کی بیٹی بن کر وہاں نہیں کی وہ مسالامہ کی شاگرد بن کر کیا وفادارے گی؟

وہ انجمن گائی رہی تھی۔ بلگوں کی پوجا کرتی رہی تھی۔ ہندی الفاظ اور شکریت میں مستغرق رہ کر آتما جیتی حاصل کرتی رہی تھی مگر اندر سے کڑھیاں ہی رہی۔ اپنے ملک امریکا کی وفاداری میں ذرا ذرا

نے نہیں دیا۔ اس حسین بلانے ایک نیا غیر معمولی علم حاصل کرنے کے لئے ہندو دھرم کا چلا بن رکھا تھا۔

اس نے ہاتھ میں آکر ہاتھ دھو میں غسل کیا۔ پھر لپکا لپکا سا لباس پہن کر سونے کے لئے بستر پر آگئی۔ دیکھ کر اودھ کر چاندوں شانے پر لیٹ گئی۔ پھر اس نے پارس کا قصور کیا۔ اسے دیکھ کر سترائی پھر سترائے سترائے اس کے دماغ میں پچھتائی۔ اس نے پوچھا "کوڈوڈو؟"

"میں تمہاری مرنا ہوں۔ کوڈوڈو زاتے پرانے ہو چکے ہیں کہ اب یہ دشمنوں کے علم میں آگئے ہوں گے۔"

"دوست کہتی ہو لیکن میں یقین کرنا چاہتا ہوں تم مرنا ہو۔"

"میں اپنی اور تمہاری کچھ ایسی باتیں بتا رہی ہوں جو کسی نہرے کے علم میں نہیں ہیں۔"

پھر وہ شراتے ہوئے بتانے لگی۔ پارس نے سننے کے بعد کہا۔ "جہ تو یہ کیسی بے حیا ہے شرم ہو۔ ایک حوسے ایسی باتیں کرتے نہیں نہ پھٹ گئی۔ آسمان نے نوٹ پڑا تم پر؟"

"وہ اتنی ہوئی ہوئی "کیا کروں میرا مروجی ایسا ہرمانی اور بے ہوش ہے۔ خود بے شرم ہے، مجھے بھی بے شرم بنانا ہے۔"

"سنے دونوں تک کہاں غائب رہیں؟ میں تو سمجھ رہا تھا تم اوپر چلی گئی ہو؟"

"تم ٹھیک کچھ رہے تھے۔ میں اتنی بلندی پر آگئی ہوں کہ اب سرائی کرکینے والوں کی گردن میں ٹھیرھی ہو جا کر رہ گئی۔"

"مجھے اپنی گردن عزیز ہے۔ میں کبھی سرائی کرکین دیکھوں۔"

"صاف کوئی بات لگتی ہو؟ دوسرا گھر دیکھو۔"

"میں پیچھا چھوڑنے والی نہیں ہوں۔ نئے کوڈوڈو مقرر کرو۔"

"موسوی مرنا! آئندہ میرے پاس نہ آنا۔ ماضی کے تمام تعلقات کو جیسے اب تک بھولی ہوئی تھیں دیسے ہی عیشہ کے لئے بھل جاؤ۔"

"تو قریبی آخری سانس تک ناممکن ہے۔"

"دیکھو مرنا! تم نے کبھی مجھ پر اعتماد نہیں کیا۔ صرف جسمانی خواہش کے لئے جا رہی رہیں۔ تم نے پاپا کی بیٹی بن کر ان کے اطوار کو دھوکا دیا۔ ایک مسلمان لڑکی کے دماغ میں اس لئے ڈرلے پڑا کر کے اس کا محبوب اسلام قبول کر چکا تھا۔ تم بہت کم ظرف ہو۔"

"تم کون سے اعلیٰ عرف ہو؟ مگر مگر کھوتے ہو اور بھانٹ بھانٹ کی لڑکیوں سے مشق کرتے ہو۔"

"مگر میں کتنا گرا ہوں تو مجھ جیسے دنیا کے ہر مذہب میں ہیں اور کبھی گھروں میں ہو، وہ اپنے مذہب پر آج آتے دیکھتا ہے تو پھر مرنا جسکی حیثیت عالم کو بھی ٹھکانا ہے۔"

"تمہارے ٹھکانے کا بھی اندازہ مجھے پاگل کر دیتا ہے۔ میں تو

تمہیں ایک بہت ہی خوشخبری سنائے آئی ہوں۔"

"تو پھر جلدی سے سناؤ اور جاؤ۔"

"میں تمہارے پاس آکر اسلام قبول کرنا چاہتی ہوں۔"

"کیا؟ پارس نے حیران ہو کر پوچھا۔"

"وہ بولی "ہاں مجھے اپنی غلطیوں کا احساس ہو گیا ہے۔ میں نے معاملہ کو اور مسلمان ہونے والے وارنریک کو بہت ستایا ہے۔ اس کی خلائی اسی طرح ممکن ہے کہ میں خود مسلمان ہو جاؤں۔ پھر تمہارے پاپا مجھے صحاف کر دیں گے۔"

"مرنا! مجھے یقین نہیں آتا ہے۔ اگر تم جی کہہ رہی ہو تو پھر ہماری دوسری پھر سے کی ہو جائے گی۔"

"صرف دوسری ہوگی؟ کیا ایک مسلمان ہونے والی سے شادی نہیں کر دے گی؟"

"ضرور کروں گا۔ تمہیں عزت، مان، مرتبہ سب کچھ دیں گا۔"

"پھر اس کا کیا کر دے گا جو تمہارے ساتھ رہتی ہے؟"

"مکون رہتی ہے؟ اس کی بات کر رہی ہو؟"

"اسی کا ذکر کر رہی ہوں جو پچھلی رات دوسرے کمرے میں تھی اور تمہارے کمرے کا دروازہ مائل دوڑا نہ منتقل نہیں تھا۔"

"کیا ہے؟ تم کیسے جانتی ہو؟"

"تم ہی سوچو۔ تمہارے چہ خیالات کا خانہ منتقل رہتا ہے۔ میں نے یہ سب کچھ تمہارے دماغ سے چوری چوری معلوم نہیں کیا ہے اور میں جو کہہ رہی ہوں، چشم دید گواہ کی حیثیت سے کہہ رہی ہوں۔ تم آج کل ایک اطفالی ڈسٹو کے ساتھ رہتے ہو۔"

"تم مجھے حیران پریشان کر رہی ہو۔ تمہاری باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم کل رات یہاں آئی تھیں۔ یا تم نے ہمارے گائیڈ جلال شاہ کو آواز کرایا ہے اور اس کے دماغ میں چھپ کر ہمیں دیکھتی رہتی ہو۔"

"یہ یقین کرو یا نہ کرو، میں کسی جلال شاہ کو نہیں جانتی ہوں اور نہ ہی کسی کو آواز کرایا کہ تمہارے قریب آئی ہوں۔"

"کیا تم نے آواز کرایا کیا ہے؟"

"میں کالے جادوگر تو تھی ہوں۔"

"مگر کیا تم ایک معاینہ رہی ہو؟"

"جی نہیں کہ۔ فی الحال بہت تھک گئی ہوں۔ سوئے جا رہی ہوں۔ آئندہ آؤں گی تو کوڈوڈو زادہ کروں گی۔ گڈ نائٹ!"

وہ دماغی طور پر اپنے بستر پر حاضر ہو گئی۔ اس کا چہ خوشی سے کھل گیا تھا۔ اس نے ایک معاینہ کر پارس کو لکھا دیا تھا۔ آئندہ اوپر ہی دل سے اسلام قبول کر کے نام نہاد مسلمان بن کر کچھ اور پارس کو قریب دینے والی تھی۔ وہ کہیں عیسائی تھی، کہیں ہندو اور کہیں مسلمان، سبھی کو پکڑ دے تھی مگر اس بات پر اسے خوب شبی آ رہی تھی۔

تھوڑی دیر بعد وہ اپنے دماغ کو ہدایت دے کر سو گئی۔ وہاں سے کچھ قائل پر ایک بندہ کمرے میں مسالامہ کچن روئے ایک اونچی

مسند پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سامنے چھ چیلے فرش پر پتھر مارے بیٹھے تھے۔ ایک قد آور شخص اپنے سینے پر ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔ کچن جوگی نے کہا۔

”گرو دیو! یہ ایک سپر ہے اس کا نام فاک فگ ٹوٹلی ہے۔“

فاک فگ ٹوٹلی نے کہا ”گرو دیو! میں زہریلا ہوں۔ ایسا زہریلا ہوں کہ عورتیں مجھ پر ممتی ہیں۔ وہ میرے زہر سے مر جاتی ہیں۔ مرد و عورت ہوتی ہیں۔ منشیات کے عادی لوگوں کی طرح میری دیوانی ہو جاتی ہیں۔“

کچن جوگی نے کہا ”مرنا کے داغ سے پارس کے بھوت کو بھگانے کا کیا ایک راستہ ہے۔ وہ ایک بار اس سے ملنے کے بعد پارس کو کیش کے لئے بھول جائے گی۔“

ملا ملامنے پوچھا ”کیا مرنا اسے قبول کرے گی؟“

”قبول کرے یا نہ کرے۔ عام طور پر بھوت کو جبراً نکالا جاتا ہے۔“

”اس پر جبر ہوگا اور اسے ہم پر شہ ہوگا تو ہماری ساری محنت برباد ہو جائے گی۔ وہ ہم سے بدظن ہو جائے گی۔“

”گرو دیو! اسے شہ نہیں ہوگا۔ ہم ابھی یہاں سے دیر سے نکلے نا گنجر کے ساحل پر عبادت کے لئے جا رہے ہیں۔ اس کی پیچ و پکار ہمارے کانوں تک نہیں پہنچے گی۔“

وہ سب تھوڑی دیر تک اس مسئلے پر بحث کرتے رہے۔ پھر وہاں سے اٹھ کر عمارت سے باہر آئے اور دیر کی سمت جانے لگے۔ وہ زہریلا شخص فاک فگ ٹوٹلی وہاں نہ گیا۔ اسے اچھی طرح سمجھا دیا گیا تھا کہ مرنا کو کوئی نقصان نہ پہنچے اور اگر بات بگڑ جائے وہ پکڑا جائے تو دوسرے گاہ کے کسی بڑے شخص کا نام زبان پر نہ لائے۔

وہ ہاسٹل میں آیا۔ دن کے وقت ہاسٹل تقریباً خالی رہتا تھا طلباء اور طالبات درس گاہ میں شام تک رہتے تھے۔ مرنا نے کچلی رات عبادت اور رخصت میں اور اپنی آتما کوئی کو آتما نے میں گزارا تھی۔ اس لئے دن کے دس بجے سے سو رہی تھی۔

اس نے سونے سے پہلے دروازے کو لاک کر دیا تھا۔ باہر سے کوئی اندر نہیں آسکتا تھا لیکن ملا ملامنے اسے اس دروازے کی ڈیوکیٹ چابی دی تھی۔ اس نے دروازے کے پاس آکر راپاری میں دائیں بائیں دیکھا۔ کوئی نہیں تھا۔ دوسرے کمروں کے دروازے بھی بند تھے۔ اس نے جیب سے چابی نکال کر برقی آتشکی سے دروازے کو کھولا۔ پھر چابی کو جیب میں رکھ لیا۔

اگرچہ اس نے بڑی احتیاط سے اور آتشکی سے دروازہ کھولا تھا۔ اس کے باوجود مرنا کی آنکھ کھلی تھی کیونکہ اس نے سونے سے پہلے داغ جو بدایات دی تھیں ان میں سے ایک بدایت یہ تھی کہ عمر کے میں کوئی غیر معمولی بات ہو یا کوئی داخل ہو تو فوراً آنکھ کھل جائے۔

اس نے آنکھ کھولتے ہی دروازے پر ایک قد آور پہلوان نما شخص کو دیکھا۔ فوراً اٹھ کر بیٹھے ہوئے بولی بھون ہو؟ یہ دروازہ تم نے کیسے کھولا ہے؟“

وہ کمرے میں قدم رکھتے ہوئے بولا ”میں نے بڑی رازداری سے ایک چابی بنوائی ہے۔ میں تمہارا دیوانہ ہو گیا ہوں۔“

”جیسا مت کرو۔ اپنی خیریت چاہتے ہو تو فوراً چلے جاؤ۔“ وہ بستر سے اتر کر جھک کر پتھر پٹا ہاتھ تھکی۔ پھر جلدی سے کمرے میں چھپ گئی کیونکہ ہلکا سا لباس پہنا ہوا تھا۔ جسے پہنے کے باوجود بدن کا حسن پتھر پٹا تھا۔ وہ اس کی طرف بڑھتے ہوئے بولا ”تمہیں یہ سن کر خوشی ہوگی کہ میں زہریلا ہوں۔ ایک بار میری آنکھ میں آگئی تو بار بار مجھے یاد آ رہی ہے۔“

وہ بچ کر بولی ”میں تو تھکی ہوں تم پر۔ یہاں سے جاؤ۔ ورنہ تم نے ملا ملام کے چہ چروان کو دیکھا نہیں ہے۔ وہ فولاد ہیں۔ تمہارا ہڈیاں تو زکریہ یک دس کے۔“

وہ بستر پر آکر جھک گیا۔ اس کے منہ میں بازوؤں کو پکڑ کر ”کیا قیامت کا بدن ہے۔ اگر جان دے کر تمہیں حاصل کیا جا سکے تو کچھ لو میں جان پر کھیلے آیا ہوں۔“

اس نے پہلے پکڑا پھر جکڑا۔ وہ خود کو چڑانے کے لئے ہونے قوت سے دھجھک رہے تھے۔ یہ بھی محسوس کر رہی تھی کہ کمرے والے کے جسم سے بھی دیکھی زہریلی آگ آ رہی ہے جس سے وہاں کی قربت میں محسوس کئی رہی تھی۔ اگر وہ محسوس ہوس زادی ہوئی تو فاک فگ ٹوٹلی کی قربت میں بار جاتی لیکن اس کی آتما اور اس کے اندر کی عورت کسی دوسرے مرد کو قبول نہیں کرتی تھی۔

اس نے خیال خواتی کے ذریعے اس کے داغ میں ڈرل پڑا کرنا چاہا مگر وہ سانس روک کر بولا ”میں جانتا ہوں تم کو بھڑکی کے اندر پہنچنے والی جاؤ گئی ہو لیکن یہ جاؤ مجھ پر نہیں چلے گا۔“

وہ غالب آنا چاہتا تھا۔ وہ قابو میں نہیں آ رہی تھی لیکن یہ مجھ رہی تھی کہ یہ جنگ اسی طرح جاری رہی تو بار جائے گی۔ اپنے حسن و شباب کو صرف اپنے محبوب کے لئے سنبھال کر رکھا ہے۔ آج وہ بدن دو کوڑی کا ہو کر رہ جائے گی۔ خود کو بچانے کا صرف ایک راستہ رہ گیا تھا۔ صرف ایک راستہ۔

اس نے اپنے بدن کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ ہرے کرنا کئے ہوئے سانس چھوڑ دی۔ اپنے بدن کو سانسوں سے خالی کرتے ہی اس کی آتما باہر آگئی۔ فاک فگ ٹوٹلی نے چونک کر دیکھا اس کے بازوؤں کی گرفت میں جو بدن تھا وہ ایک دم سے ساکت ہو گیا تھا اور مرنا کے دیے پھیل کر رہ جان سے لگدہ رہے۔

آتما بستر کے کنارے کھڑی اپنے بدن کو اور زہریلے شکاری کو دیکھ رہی تھی۔ وہ اس کے بدن کو بستر پر ڈال کر کچلی اس کی پیٹن غفل رہا تھا اور کچلی کان لگا کر دل کی دھڑکنیں سننے کی کوشش کر رہی تھی لیکن نہ تو پیٹن مل رہی تھی اور نہ ہی دھڑکن سنائی دے رہی تھی۔

”میں دیکھتا ہوں کہ اس کے بدن کو دونوں ہاتھوں سے جھنجھوڑنے لگا۔ اس کے منہ پر ملنے مارنے لگا تاکہ کسی طرح سانس واپس آجائے لیکن اس شکاری کو اس کا زہرہ شباب نہیں مل رہا تھا۔ ہوس کی عمر صرف سانسوں کے چلنے تک ہے۔ بدن مر رہا ہے تو اس کی طرف بڑھنے والی ہوس بھی مرنے والی ہے۔“

”وہ بچے ہٹ کر بستر سے اتر گیا۔ اسے حسرت سے دیکھنے لگا۔ اس پہنچے ہوئے حسن و شباب کو چھوڑنے کو جتنی نہیں چاہتا تھا۔ موت ہی ظالم ہوتی ہے دل سے تمام خواہشیں چھڑا دیتی ہے۔ اس نے آخری کوشش کی۔ اس کے پیروں کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ پھر باری باری دونوں پاؤں کے ٹکڑے کو پھیلنے سے روکنے لگا تاکہ کمرے سے جان آجائے۔“

جان کیسے آئی؟ خود کو اپنے محبوب کے نام لکھ دینے والی نے اپنی جان آپ ہی اپنے جسم سے کھینچ لی تھی۔ وہ کھڑا کر اٹھ گیا۔ پچھتے پچھتے گیا پھر پلٹ کر تیزی سے چلا ہوا کرے سے باہر آ گیا۔ اس نے دائیں بائیں سرگھما کر دیکھا۔ وہاں کوئی اسے دیکھنے والا نہیں تھا۔ مگر آتما دیکھ رہی تھی۔

وہ دوڑ کر ہاسٹل کی بیڑھیاں اترتا ہوا عمارت سے باہر آ گیا۔ اس کی رفتار سے زیادہ آتما تیز رفتار تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ فاک فگ ٹوٹلی کی طرف جا رہا تھا۔ اس نے سنا تھا کہ ملا ملام اپنے چہ چیلوں کے ساتھ دیر کے کنارے جا رہا ہے۔ اب وہ بھی وہاں جا کر راپرت پیش کرنا چاہتا تھا جو چاہا تھا وہ نہیں ہوا اور جو نہیں ہونا تھا وہ ہو گیا ہے۔ وہ مر چکا ہے۔ بڑی آن اور عزت والی تھی۔ عزت دینے سے پہلے ہی جان دے دی۔

وہ بے خبر تھا۔ جسے شکار کرنے گیا تھا اس کی آتما اس کے ساتھ جاری تھی۔ اس نے دریا کے ساحل پر ایک کھنڈر میں ملا ملام اور اس کے چیلوں کو دیکھا۔ وہ تعجب سے سوچنے لگی۔ ”میری عزت پر حملہ کرنے والا گھبرا کر گرو دیو کے پاس کیوں آیا ہے؟ کیا اپنے جرم کا اعتراف کرنے آیا ہے؟“

فاک فگ ٹوٹلی نے ان کے قریب پہنچنے ہی پہنچتے ہوئے کہا۔ ”مفت ہو گیا ہے۔ وہ مر چکی ہے۔“

ملا ملام نے بے چینی سے پوچھا ”بھون مر گئی ہے؟“

”ہوئی مرنا۔ میں نے اسے راضی کرنا چاہا۔ وہ راضی نہیں ہوئی۔ تب میں نے زہر دیا۔ وہ بڑی ضدی تھی۔ میرے قابو میں نہیں آئی۔ پتا نہیں کیسے اس نے اپنی جان دے دی۔ میرا خیال ہے اس نے کچھ کھال ہوگا۔“

کچن جوگی نے پوچھا ”کیا کہہ رہے ہو؟ وہ اچھا کمزور تھی؟“

”ہاں بالکل اچھا کمزور تھی۔“

”سے الٹو کے پٹھے! وہ مری نہیں زہرہ ہے اس نے اپنی آتما کھسے خود کو مردہ ظاہر کیا ہے۔“

”دوسرے چیلے نے کہا ”تو آتوین گیا ہے۔ تجھے اس کی عزت کی ایسی کی تھی کرنا چاہتا ہے۔“

یہ باتیں مرنا کی آتما کے سامنے ہو رہی تھیں لیکن آتما نہ بول سکتی تھی نہ سن سکتی تھی۔ وہ کھینچنے کی کوشش کر رہی تھی کہ وہ آپس میں کیا بول رہے ہیں؟ چونکہ ملا ملام کے چیلے غصے میں فاک فگ ٹوٹلی سے بول رہے تھے اس لئے وہ کچھ دیر تھکی کہ وہ لوگ ٹپلی کی بجائے حرکت پر برم ہو رہے ہیں۔

وہ ملا ملام اور اس کے چیلوں پر شہ نہیں کر رہی تھی۔ البتہ آتما سمجھتا چاہتی تھی کہ مجرم بھانکتا ہوا ان لوگوں کے پاس کیوں آیا ہے؟“

ادھر فاک فگ ٹوٹلی بھی برم ہو کر کہہ رہا تھا۔ ”۳ بجے بار بار آتو مت کرو۔ آتو گھر سے تو تم لوگ ہو۔ تمہیں بتانا چاہئے تھا کہ آتما کھسے کس بلا کو کھسے ہیں اور وہ کس طرح خود کو مردہ بناتی ہے۔ یہ بھی بتانا چاہئے تھا کہ وہ مردہ بن جانے تو اپنے وقت مجھے کیا کرنا چاہئے تھا؟“

مرنا کی آتما نے ملا ملام کے قریب ہو کر کہا ”گرو دیو! اسے معاف نہ کریں۔ یہ میری عزت کا دشمن بن کر آیا تھا۔ اسے سخت سزا دی جائے۔“

اس کی آواز کوئی سن نہیں سکتا تھا۔ گرو دیو نے کہا ”۳ بجنا ہوا کام بگڑ گیا ہے۔ اب اس پر بحث کرنے اور غصہ کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ وہ ہوشیار ہو گئی ہے۔ آئندہ کوئی دوسری غصہ سوچ جائے گی۔ لاڈ اس کرے کی چابی دو۔“

فاک فگ ٹوٹلی نے اپنی جیب سے چابی نکال کر ملا ملام کی طرف بڑھائی تب مرنا نے خیرانی سے سوچا۔ ”میرے کمرے کی ڈیوکیٹ چابی اس زہریلے شکاری نے گرو دیو سے لی تھی۔ اس کا مطلب ہے یہ ان سب کی ٹپلی بھگت ہے۔“

بات صاف ہو رہی تھی۔ ملا ملام کچن دیو یعنی ان کا گرو دیو وہ چابی لے کر چیلوں کے کچے میں رکھ رہا تھا۔ اور زہریلا شکاری دونوں ہاتھ جوڑ کر گرو دیو کو پر نام کر کے واپس جا رہا تھا کیا اس نے کوئی جرم نہیں کیا تھا۔ اس لئے جانے کی اجازت دے دی گئی تھی۔

ساری بات سمجھ میں آگئی۔ کچن جوگی نے مرنا کے پاس تنہائی میں آکر پوچھا تھا کہ وہ پارس کو کیوں نہیں چھوڑنا چاہتی ہے اور مرنا نے بتایا تھا کہ پارس اس کا زہریلا محبوب ہے اور اس محبوب کا قتلول کوئی نہیں ہو سکتا اور اب یہ واضح ہو گیا تھا کہ کچن جوگی نے گرو دیو کی رشامندی سے پارس کا ظلم توڑنے کے لئے اس زہریلے فاک فگ ٹوٹلی کو اس کے کمرے میں بھیجا تھا اور اس معاملے میں ناکام ہوئے تھے۔

ملا ملام اپنے چیلے کچن جوگی سے کچھ کہہ رہا تھا۔ مرنا کی آتما کھینچنے کی کوشش کر رہی تھی کہ اب وہ اس کے خلاف کیا سازشیں

کر رہے ہیں۔ توڑی دیو بد کنج جو کی کھڑ کے ایک کشت فرش پر چاھل شائے چٹ لٹ گیا۔ مرنے بچھ گئی کہ کتنی جو کی اپنی آتما گھٹی سے بچھ مہلوت حاصل کرنے والا ہے۔ اس کی آتما اس کے جسم سے نکل کر کس جانی کے اور جب وہ اپنے جسم سے نکلے گی تو وہاں مرنے کی آتما کو دیکھ لے گی۔

وہ ہلک جھپٹے ہی اپنے کمرے میں اپنے خالی جسم کے پاس آگئی۔ پھر اس جسم میں داخل ہو گئی۔ وہ جسم سانس لینے لگا۔ وہ چلنے ہی لینے دیوے کھار اور اور دھڑکنے لگی۔ اسے یقین تھا کہ کتنی جو کی کی آتما اسے یہاں دیکھنے آئی ہوگی یا آپکی ہوگی۔

وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ بستر اور کھیل سے نکل کر الماری کے پاس آئی۔ وہاں سے ایک لباس نکالا۔ دروازہ اندر سے لاک تھا۔ کوئی اسے لباس بدلنے دیکھ نہیں سکتا تھا۔ مگر ایک غیر مو کی آتما دیکھ رہی ہوگی۔ وہ ہاتھ دھو میں چلی گئی۔ خیال تھا کہ آتما میں توڑی شرافت ہوگی۔ وہ اسے دیکھتے ہاتھ دھو میں نہیں آئے گی۔

ایک خیال یہ بھی تھا کہ وہاں بھی جانی کے تو وہ اس کا کیا باز لے لے گا۔ اعتراض بھی نہیں کر سکتی گی۔ کیونکہ وہ آتما کی طرف سے انجان بنی ہوئی تھی۔ پھر کسی چھپ کر کام کرنے والے کو کوئی نظر نہ آئے تو وہ مطمئن ہو جاتا ہے کہ اسے کوئی نہیں دیکھ رہا ہے اور اگر کوئی ناویدہ پردوں میں چھپ کر دیکھ رہا ہو تو یوں دیکھے جانے والی بات مشکوک ہوتی ہے، یقینی نہیں ہوتی۔

وہ لباس بدل کر ہاتھ دھو سے کمرے میں آئی۔ پھر دروازہ کھول کر راداری میں بیٹھی۔ ہاتھ دھو اور ان ساتھ وہاں قیام کرنے والی کوئی طالبہ نظر نہیں آئی۔ یہ احساس تھا کہ نظرنہ آنے کے باوجود آتما اس کے قریب ہے اور اس کا تعلق کر رہی ہے۔ اس نے درس گاہ کے دفتر میں آکر انچارج سے پوچھا۔ ”گرو دیو کہاں ہیں؟“

”وہ توڑی دیو پہلے کس گئے ہیں۔ شاید جلد ہی لوٹ آئیں گے۔“

وہ وہاں بیٹھ کر انتظار کرنے لگی۔ ملامہ اور اس کے چیلوں کو واپس آتا ہی تھا۔ کتنی جو کی نے دنیا کنارے جا کر یہ بتایا ہو گا کہ مرنے اپنے کمرے سے نکل کر درس گاہ کے دفتر میں آئی ہے اور ان کا انتظار کر رہی ہے۔ تقریباً دو گھنٹے بعد ملامہ اپنے چو چیلوں کے ساتھ واپس آیا۔ اسے دیکھ کر بولا ”میں سمجھ رہا تھا تم سوری ہو۔ یہاں دفتر میں کیا کر رہی ہو؟“

وہ بولی ”میں آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔“

”میرے جیسے میں آؤ۔“

وہ سب آگے پیچھے بیڑیاں چڑھتے ہوئے گرو دیو کے حجرے میں آئے۔ وہاں گرو اپنے مخصوص انداز میں ایک مسٹر پر پتلی بار کر بیٹھ گیا۔ مرنے اور اس کے تمام چیلے اس کے سامنے اوب سے دو زانو ہو گئے۔ پھر مرنے نے سر جھکا کر کہا ”گرو دیو! آپ کا ہاتھ

جوان لڑکیوں کے لئے محفوظ نہیں رہا ہے۔“

ملامہ نے حیرانی کا اظہار کیا۔ ”یہ کیا کہہ رہی ہو؟“

مرنے نے صاف محسوس کیا کہ گرو دیو نے حیرانی ظاہر کر رہا ہے۔ اس نے اپنے کمرے میں ہونے والی واردات کا ذکر کیا۔ ”وہ گرو دیو نے میرے آتے اور کو کھلی حیرانی کا اظہار کر رہے تھے۔ کتنی جو کی مٹھیاں بچھ کر کہا ”مرنے ہماری درس گاہ کی تلاش ہے۔ ہمارے گاہ کی عزت ہے، کسی ذلیل نے ہاتھ میں داخل ہونے کی حیر کی ہے؟ کیا تم اسے بچاؤ ہو؟ وہ کون ہے؟ اس کی طرف اشارہ کر دہم اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔“

ملامہ نے ہاتھ اٹھا کر کہا ”شانتی“ ”میرے صبر کو۔“ ”ضرر کی عقل کو کھا جاتا ہے۔ مجرم جو بھی ہے اس کا عتاب کیا گیا گا۔ ہمیں بھگوان کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ مرنے کی عزت و سلامت رہی ہے۔“

”میں شکر ادا کر رہی ہوں اور سوچ رہی ہوں وہ شیطان دروازہ کھول کر کیسے آیا تھا۔ ایک چالی میرے پاس رہتی ہے اس کے پاس دوسری چالی کہاں سے آگئی؟“

ملامہ نے اپنے چیلوں کی طرف دیکھا۔ ایک چیلے ”اس قسم کی واردات کرنے والوں کے لئے منتقل دروازے کا لینا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔“

دوسرے چیلے نے کہا ”کسی نے موم کی شیت پر تمہارے دروازے کی کی ہول کا سانچہ آتارایا ہو گا۔ اس کے بعد چالی آسمان ہوتا ہے۔“

”اس درس گاہ اور ہاتھ میں آج تک ایسی واردات ہوئی۔ یہ شرم کی اور تشویش کی بات ہے۔“

”ہمیں جلد سے جلد اس شیطان کا براغ لگانا چاہئے۔“

مرنے نے دنیا کے کنارے اپنی آنکھوں سے دیکھا

انہوں نے اس شیطان کو سامنے آنے پر بھی چھوڑ دیا تھا۔ اس کمرے کی چالی لے کر یوں جانے دیا تھا جیسے اس نے کوئی خطا ہو اور اب دعوے کر رہے تھے کہ اس کا سراغ لگائیں گے۔

وہ بولی ”گرو دیو! میں یہاں آپ کے سامنے میں رہتی ہوں مجھے یقین ہے کہ کوئی مجھے نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔“

گرو دیو نے خوش ہو کر کہا ”اپنے گرو پر بھروسہ منسوب ہے لے تم ہر ملے سے محفوظ رہو گی۔“

وہ بولی ”میری ایک مرض ہے۔ میرے ساتھ جو کچھ ہوا میرا معاملہ رہنے دیں۔ وہ میرا مجرم ہے۔ میں آج رات آتما کے ذریعے اس کے پاس جاؤں گی۔ میری آنکھوں میں اس کی ہے۔ وہ ہاتھ میں بھی مجھے گاتو میری آتما وہاں پہنچ جائے گی۔“

ملامہ نے کہا ”تمک ہے جس میں حق پہنچتا ہے کہ اپنے کو آپ سزا دو۔ اس سلسلے میں ہم پیشہ خداوند کے لئے تیار رہیں گے۔“

میں کوشش کروں گی کہ میرے معاملے میں کسی کو زحمت نہ

اس نے گرو دیو کے سامنے دونوں ہاتھ جوڑے اور سر جھکا کر کہا ”میں اس کے جانے کے بعد ایک چھلا جڑے کے باہر کھڑا ہوا تاکہ مرنے کی وجہ سے واپس آئے تو وہ اندر آکر انہیں تلاش کرے۔“

”کتنی جو کی! معاملہ جاننے والا جڑے کے پیلے آتما گھٹی سے اس کی رہائش گاہ تک پہنچے گی۔ پھر خالی طور پر وہاں جا کر کسی طرح اس کے دماغ میں نفس کریم کا پکا چٹھا معلوم کر لے گی۔“

”کتنی جو کی نے کہا ”آج فکر نہ کریں۔ آج رات سے پہلے ہی آرا ایک ساتھی فاکٹ فوٹو لینا کو پیشہ کے لئے خاموش کوئے گا۔“

مرنے اپنے کمرے میں آگئی تھی۔ اس نے دروازے کو اندر

لے لاک کر کے دوسرے کمرے پر دھکی دیا۔ پھر ہاتھ دھو کر لباس بدل گیا۔ دوسرے کمرے کے فارغ ہو گئی۔ پھر درس گاہ میں جانا اپنی فحش۔ ایک ملازم نے اطلاع دی کہ چند غیر ملکی اس سے اوقات کرنا چاہتے ہیں۔

وہ دفتر میں آئی۔ وہاں باہر عدد غیر ملکی بیٹھے ہوئے تھے۔ ہمارے ”مس مرنے“ ایسے مسٹر کمریں۔ اپنے ان ساتھیوں کے ساتھ ہاؤس کے آگے ہر مسٹر کمریں مس مرنے ہیں۔“

کمرے کے معاملے کے لئے ہاتھ دھو جاتے ہوئے کہا ”تم سے راکھوش ہوئی۔ میں نے تمہیں دیکھنے ہی پہچان لیا تھا۔“

وہ مصافحہ کرتے ہوئے بولی ”تم نے کیسے پہچان لیا؟“

”دنیا کے ہر بڑے ملک میں ٹیلی بیسی جاننے والوں کی

نہیں ان کی پوری بستی کے ساتھ موجود رہتی ہیں۔“

”چھانچھو کچھ اب یہ بھی سمجھا دو یہاں میری موجودگی کا براغ کیسے لگا؟“

”تمہارا ایک ٹیلی بیسی جاننے والا ایوان راس کا تین دن پہلے تمہارے دماغ میں آتا چاہتا تھا کہ تین دن سے سانس روک لی۔ اسے صرف چند سیکنڈ تمہارے دماغ میں رہنے کا موقع ملا۔ اتنی سی دور تمہاں نے ایک مندر میں تمہارے ساتھ کسی لامہ کو دیکھا۔ اس سے اندازہ ہوا کہ تم جت کے کسی مندر میں ہو۔“

”تمہاں تو میں اس مندر میں مل گئی۔ مجھ سے ملاقات بھی ہو گئی۔ اب کچھ چھانچھو بھرتی ہوتی تاد۔“

”کیا یہ مندر ہو گا کہ ہم کس ختمانی میں رہا ہوں؟“

”مجھے اعتراض نہیں ہے لیکن یہ تو معلوم ہو کہ مجھے تلاش

کرنے اور مجھ سے ملاقات کرنے باہر افراد کی فوج کیوں آئی ہے۔ بات تمہاں سے ہوتی ہے۔“

”کمرے کے دل میں کہا ”مکنت اٹھانا چاہتی ہے کہ میں اسے اٹھانے کے لئے یہ چھوٹی سی فوج لایا ہوں۔“

وہ بات بتاتے ہوئے بولا ”تم جانتی ہو دوس اور جمہوریہ چین ایک دوسرے کے مخالف ہیں اور یہ دونوں ملکوں کا درمیانی علاقہ ہے۔ یہاں دشمنوں کے دوستی کی توقع نہیں تھی اس لئے یہ میرے ساتھ آئے ہیں۔“

کمرے کے ایک ساتھی جاسوس نے کہا ”تمہارا احمق حاصل کرنے کے لئے ہم سب پر غمال کے طور پر بیٹھے رہیں گے۔ تم کبر کے ساتھ تھاپی جاؤ۔“

”اس کے باوجود میں درس گاہ اور مندر سے باہر نہیں جاؤں گی۔ تم دوسرے کمرے میں چل کر مجھ سے باتیں کر سکتے ہو۔“

وہ دونوں درس گاہ کے ایک خالی کمرے میں آئے۔ کمریوں پر آئے سامنے بیٹھ گئے۔ کمرے نے کہا ”میں حال ہی میں معلوم ہوا کہ تم ہر سانس سے بدظن ہو گئی ہو۔ تم نے اپنا ملک چھوڑ دیا ہے اور ایک طویل عرصے سے بھگ رہی ہو۔ تمہاں کی گزار رہی ہو۔“

”یہ درست ہے۔ آگے بولو۔“

”ایک حسین اور نوجوان لڑکی تمہارے قواس کی آہو کے بے شمار دشمن پیدا ہو جاتے ہیں۔“

”میں جانتی ہوں۔ میرے ساتھ پچھلی رات ایسا ہو چکا ہے۔ میرے لئے کوئی دروازہ کوئی دیوار منسوب نہیں ہے۔“

”پھر تم ٹیلی بیسی جانتی ہو۔ تمہارے اس علم سے فائدہ اٹھانے کے لئے تمہارے خلاف سازشیں ہو سکتی ہیں۔“

مرنے نے دل میں کہا ”سازشیں ہو رہی ہیں۔ پارس کو مجھ سے دور کرنے کے لئے اس جیسا ایک زہر ملا شخص بھیجا گیا تھا۔ میرا اندازہ ہے کہ ملامہ اور اس مجھے چلے چھائی حکومت کے لئے

کام کر رہے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ میں ان کا دھرم قبول کر لیں ہوں۔ اور اب کی سیاست کو بھی قبول کر کے ٹیلی بیسی کے ذریعے انہیں فائدہ پہنچاؤں گی۔“

کمرے نے پوچھا ”کیا سوچ رہی ہو؟“

”تمہاری باتوں پر غور کر رہی ہوں۔ تم بہت صحیح وقت پر آئے ہو۔ ایک مدت سے تمہارے گرو اور دوسرے گرو طرح طرح کی مصیبتیں اٹھا کر اس نتیجے پر پہنچ رہی ہوں کہ اگر کسی بڑے ملک کی سرپرستی حاصل نہیں کروں گی تو کوئی میری آہو کا سرمایہ لوٹ کر مجھے اغوا کر کے کہہ پاؤں گی قیدی بن چکا رہے گا۔“

وہ خوش ہو کر بولا ”بالکل جی ہاں تمہیں سمجھانے آیا ہوں لیکن جیسے تمہاری ذہانت کے چرچے سنے تھے، تم اس سے بھی زیادہ ذہین اور معاملہ فہم ہو۔ میرے سمجھانے سے پہلے ہی دانشمندانہ فیصلے کر رہی ہو۔“

وہ مسکرا کر بولی ”میری زیادہ تعریفیں نہ کرو۔ میں کچھ تو حالات سے مجبور ہو کر اور کچھ دل کی بات مان کر یہ فیصلہ کر رہی ہوں۔“

”یہ دل کی بات کیا ہے؟“

وہ ذرا شرعائے مسکراتے ہوئے بولی ”دفتر میں تمہیں دیکھنے کی

دل نے کہا، مجھے یہاں سے نکلنے کے لئے تمہارے ہی جیسا ساتھی چاہئے۔ تمہاری شخصیت میں ہلاکی کشش ہے۔“

کمر کی کھوپڑی عشق کی طرف گھوم گئی۔ ایک حسین اور جوان دوشیزہ جو ٹپکی ٹپکی بھی جاتی ہو اگر وہ کسی پر عاشق ہو جائے یا اس کی مستوق بن جائے تو اس کی خوش قسمتی کا تو کوئی ٹھکانا نہیں ہوگا۔ کمر نے چشمِ زدن میں خود کو ساری دنیا کا بادشاہ بننے دکھا۔ خوشی سے کانپتے ہوئے بولا ”مرتا! کیا تم بچ کر رہی ہو؟ مجھے اپنا دوست بناؤ گی؟“

”پہلے آزاد کی۔“

”میں تمہاری ہر آزمائش پر پورا اترنے کی کوشش کروں گا۔“

”کیا تمہارا ٹپکی ٹپکی جانتے والا ایوان راسکا ہماری دوستی اور محبت کو برداشت کرے گا؟ کیا وہ تمہارے دماغ میں آتا ہے؟“

”میری مرضی کے بغیر نہیں آسکتا۔ ایوان راسکا اور امک مین وغیرہ ہماری دوستی اور محبت پر اعتراض نہیں کریں گے بلکہ خوش ہوں گے۔“

”تمہارے ملک سے دو شرط کا پر دوستی کروں گی۔ ان شرائط میں اضافہ بھی ہو سکتا ہے۔“

”دو شرائط کیا ہیں؟“

”ایک تو یہ کہ میں دوس میں نہیں رہوں گی۔ دنیا کے کسی اور ملک میں نہ کہ تمہارے ملک میں کے کام آتی رہوں گی۔“

”میں تمہاری یہ شرط امک مین تک پہنچا دوں گا۔“

”دوسری شرط یہ ہے کہ میں میرے سات دشمن ہیں۔ میں انہیں جنم میں پہنچا کر مالاں سے جاؤں گی۔“

”ان کے نام اور پتے بتاؤ۔ ہم انہیں ٹھکانے لگا دوں گے۔“

”نہیں۔ تم اور تمہارے ساتھی ان ساتوں کو زخمی کریں گے پھر میں ان کے دماغوں میں جا کر انہیں مرادوں گی۔“

”جیسا چاہو گی ویسا ہی ہو گا۔ ان کے نام بتاؤ۔“

”اس درس گاہ کا ملاملاہ اور اس کے چھ چیلے میرے مجرم ہیں۔“

”ان کے متعلق کچھ بتاؤ۔“

”یہ کرو اور چیلے آتما ہفتی کے مالک ہیں۔“

”آتما ہفتی سے کیا مراد ہے؟“

”میں آتما ہفتی کی حیرت انگیز باتیں بیان کروں گی تو جنہیں یقین نہیں آئے گا۔ فی الحال اتنی سمجھ لو۔ ان میں سے کوئی آتما ہفتی کوئی ٹھکانا اور کوئی دیکھنے سانس روک لیتا ہے۔ جنگ شروع ہو جائے تو ان میں سے کوئی ٹھکانا یا گرنہ نہیں جانتا۔ اپنے مقابل کو ہانپنے کانپنے مرنے پر مجبور کرتا ہے۔ ان پر غالب آنا بچوں کا مکمل نہیں ہے۔“

”ہم بیوں کا مکمل کھلیں گے۔ ذہانت سے کام لیں گے۔“

”میں بھی یہی چاہتی ہوں۔“

”میں یہاں سے اٹھ کر ملاملاہ وغیرہ سے ملاقات کروں گا کہ تمہارے دشمنوں کے چہرے پہچان سکوں۔“

”ان سے ملاقات نہ کرو۔ ملاملاہ اور اس کے چیلے چارہ تبت میں مشہور ہیں۔ یہاں سے باہر جا کر کیس بھی انہیں پکڑ لو گے۔ ابھی تو میں تمہیں غصہ دکھاؤں گی اور الزام دہلی کی کرنا مجھے یہاں سے جبراً لے جانے کی دھمکی دے رہے ہو۔“

”یعنی تم یہ نہیں چاہتیں کہ ملاملاہ کو ہماری دوستی کا علم ہو اور وہ شہ نہ کرے کہ انہیں نقصان پہنچانے میں تمہارا ہاتھ ہے۔ بالکل یہی بات ہے۔ اب چلو یہاں سے۔“

”وہ دونوں کمرے سے باہر آئے مرتا کا گواہی سے نڈھال ہوئے تھی جیسے کمر اس کے لئے پانپنہ یہ شخص ہو۔ انچارج دفتر میں کمر کے کیاں ساتھی انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ملاملاہ اپنے خاص چیلے کچن جوگی کے ساتھ وہاں آگیا تھا اور ان فر لکٹیوں کی آؤ کی وجہ دریافت کر رہا تھا۔

”مرتا نے وہاں آکر کہا ”گرو دیو! یہ لوگ یہاں سیاسی مکارا دکھانے آئے ہیں۔ یہ کمر چاہتا ہے میں آپ کی تعلیم و تہذیب چھوڑ کر اس کے ساتھ امک مین کی غلامی کرنے جاؤں۔“

”کچن جوگی نے گھور کر کمر کو دیکھا۔ پھر کہا ”اپنی سلام چاہئے ہو تو کل صبح تک یہ شہر چھوڑ کر چلے جاؤ۔ ورنہ تم میں۔ کوئی ایک کے بعد دوسری سانس نہیں لے سکے گا۔“

”کمر نے اپنے ساتھیوں سے کہا ”چلو یہاں سے۔ ہم دیکھیں گے کہ یہاں سانس لینے کے لئے کون باقی رہے گا۔“

”وہ سب وہاں سے اٹھ کر چلے گئے۔ ملاملاہ نے مرتا پوچھا ”نہا جی کہ رہا ہے؟“ وہ تم سے بہت دیر تک تنہائی میں رہا کرتا رہا تھا۔“

”ہاں میں خدا سے باتوں میں الجھتی رہی۔“

”کوئی خاص بات؟“

”میں ہاں ایک تو میں چاہتی تھی کہ آپ اس کی موجودگی آجائیں۔ ہماران کے متعلق بہت کچھ معلوم کر رہی تھی۔ پتا چلا باہر افراد یوگا کے ماہر ہیں۔ میں ان کے چور خیالات نہیں پڑ سکوں گی۔ وہ میرے لئے خطرہ بن کر آئے ہیں۔“

”ایک چیلے نے کہا ”ہم ایسے خطروں کو خاک میں ملا جائے ہیں۔“

”وہ بولی ”دشمنوں کو کمزور نہیں سمجھنا چاہئے۔ ان کا ایک ٹپکی جانتے والا ایوان راسکا ان کے دماغوں میں آتا جاتا رہتا ہے وہ ان کے ذریعے مجھے ٹپک کر سکتا ہے۔“

”لاملاہ نے کہا ”ہاں یہ تشویش کی بات ہے۔ کچن جوگی نے انہیں صبح تک یہاں سے جانے کے لئے کہا ہے اور صبح دور ہے۔ ابھی تو شام کا اندھیرا بھی نہیں پھیلا ہے۔ دشمن رات ہی کچھ کر سکتے ہیں۔“

”آپ گھرن کر میں گرو دیو! رات ہوئے دیں یہ رات ان پر بہت بھاری ہوگی۔ میں ابھی ان کا بندوبست کرنا ہوں۔“

”وہ چلا گیا۔ ملاملاہ نے مرتا سے کہا ”تم اب جاؤ تمہارا گیان دھیان کا وقت ہو گیا ہے۔“

”وہ گرو دیو سے رخصت ہو کر درس گاہ کے ایک بڑے ہال میں آئے۔ اس ہال کے فرش پر کئی طلباء اور طالبات ایک دوسرے سے ہار پھیلائے ہوئے بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ بھی ایک جگہ بڑے فرش پر بیٹھ گئی۔ یوں ظاہر کرنے لگی جیسے وہ بھی گیان دھیان میں ڈوب گئی ہو۔

”وہ اب دوسرے دھیان میں تھی۔ اپنی حکمت عملی سے وہ انہیں کو ایک دوسرے سے لڑا رہی تھی۔ اگر ملاملاہ کی پارٹی کمر وغیرہ کو زخمی کرتی تو وہ ان کے دماغوں میں پہنچ جاتی اور کمر کی پارٹی ملاملاہ وغیرہ کو زخمی کرتی تو وہ ان کے اندر پہنچ کر انتقام لیتی۔

”اس حکمت عملی سے وہ محفوظ رہتی۔ خود کسی کے دیرد جا کر اے زخمی کرنے اور کوئی خطہ مہل لینے کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ ان میں سے ہر ایک کے سامنے دو دشمنی کا قہار پنے ہوئے تھے۔

”ہاں دونوں پارٹیوں کو ایک دوسرے کے خلاف صف آرا کر کے اس نے فاکٹ ٹوٹیل کا تصور کیا اس کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لیا۔ اگرچہ وہ سانس روک لیا کرتا تھا۔ پھر بھی اس کے پاس بار بار جا کر اسے پریشان کرنے کے لئے اس کے اندر پہنچتی تو وہاں جگہ مل گئی۔

”بعض اوقات اتفاقاً کامیابی حاصل ہو جاتی ہے اور یہ کامیابی حاصل ہوتی کہ فاکٹ ٹوٹیل زخمی ہو گیا تھا اس کے پاس ملاملاہ کا ایک چیلہ ہانگ لی کھڑا ہوا تھا۔ اس کی گرفت میں ایک خون آلود ہاتھ تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ”ٹپکی! تم نے بہت برا کیا جو میرا کے کمرے سے دھام واپس آئے۔ تمہاری گالی ہمارے لئے مصیبت بننے والا ہے۔ وہ آج رات آتما ہفتی کے ذریعے حقیقت معلوم کر لے گا۔ اس سے پہلے میں جنہیں ٹھکانے لگا دوں گا۔“

”ٹپکی نے کہا ”میں اس کی آتما ہفتی سے دھوکا کھا گیا تھا۔ مجھے فاکٹ نہ کرو۔ ایک موقع اور دو اس باتیں اسے۔“

”ٹپکی اس مت کو۔ ابھی تم نہ مرے تو ہمارے منصوبوں کو بہت آسان بن گئی۔ اسے معلوم ہو جائے گا کہ تم سے سرزد ہونے والے جرم میں ہم بھی برابر کے شریک رہے ہیں۔ وہ ٹپکی جیسی ہانڈ والی ہمارے گرو دیو کی اہمیت کو سمجھا کر دے گی۔“

”مرتا ٹپکی کے خیالات پڑھ رہی تھی۔ پتا چلا ٹپکی نے زخمی ہونے سے پہلے اس چیلے ہانگ لی سے زبردست مقابلہ کیا تھا اور اس پر غالب آئے والا تھا۔ ایسے ہی وقت ہانگ لی نے چاقو نکال کر اس کو حملہ کیا تھا۔ وہ حملہ بھی ناکام رہا کیونکہ وہ صرف زخمی ہوا

تھا۔ اور اب اسے باتوں میں الجھنا کر جوابی حملہ کرنے والا تھا۔ فاکٹ ٹوٹیل ایک سپر تھانہ۔ وہ زخمی ہونے کے بعد جہاں آکر ہانپ رہا تھا وہاں سانپوں کے کئی پتارے رکھے ہوئے تھے۔ اس نے اچانک ایک پتارہ کھولے ہوئے ایک سانپ کو اس کی طرف اچھال دیا۔ وہ چاقو اٹھائے تیزی سے حملہ کرنے آ رہا تھا۔ اپنے اوپر ایک سانپ کو آنے دیکھ کر ہولناکیاں گھبراہٹ میں چاقو اٹھاتے ہوئے سانپ کو ہلاک کرنا چاہا۔ ٹپکی نے اس پر دوسرا پتارہ سانپ بھی پھینکا۔ لوگ تو ایک ہی سانپ سے خوفزدہ ہو جاتے ہیں۔ اتنے سانپوں کے حملوں سے وہ چیختے لگا۔ وہاں سے بھاگنے کے لئے دو دروازے کی طرف گیا لیکن بدحواسی میں دروازے کھرا کر فرش پر گر پڑا۔

”چاقو بہت پہلے ہی ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ دہشت زدہ ذہن ٹارنل نہیں رہتا اس لئے برائی سوچی کی لہروں کو محسوس نہیں کرتا۔ مرتا اس کے اندر پہنچتی تو اس نے محسوس نہیں کیا۔ اس کے دماغ کو کمزور بنانے کے لئے اس نے ایک زلزلہ پیدا کیا۔ وہ چیلہ حلق پھاڑ کر چیخے ہوئے فرش پر تر پڑے لگا۔

”فاکٹ ٹوٹیل نے پہلے سجب سے اسے تر پڑے ہوئے دیکھا۔ پھر حشرات سے بھرا ”ہلو“ کے بجائے اس نے ان سانپوں کا ذہر نکال دیا تھا۔ ان میں سے کسی نے نیچے نہیں ڈسا پھر ایسے کیوں تر پڑ رہا ہے؟“

”اس نے فرش پر پڑے ہوئے چاقو کو اٹھا کر کہا ”چل اٹھ اور مجھ پر حملہ کر۔“

”وہ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھامے دماغی تکلیف سے کرا رہے ہوئے بولا۔ ”میں تجھ پر حملہ نہیں کر سکتا گا اور نہ تو مجھ پر کر سکتے گا۔ ہم دونوں بری طرح پھنس گئے ہیں۔ کوئی ٹپکی جیسی جانتے والا میرے دماغ میں زلزلہ پیدا کر رہا ہے۔ وہ تمہارے بھی دماغ میں ہو گا یا ہوگی۔“

”مرتا نے ٹپکی کے دماغ میں نہ کر اس کی زبان سے کہا ”ہاں میں آجی ہوں۔ تم لوگوں کی کینکریں میں بہت پہلے کچھ گئی تھی۔ تم دونوں بڑے جیالے تھے۔ سانس روک کر میرا رست روک لیتے تھے اور ٹپکی! تم مرادھی دکھانے میرے کمرے میں آئے تھے۔ اب دکھاؤ مرادھی۔ میں تمہارے دماغ میں ہوں۔“

”فاکٹ ٹوٹیل نے انکار میں سر ہلا کر کہا ”میں تمہارا دشمن نہیں ہوں۔ یہ ملاملاہ کے چیلوں نے مجھے بھڑکایا تھا۔ مجھے معلوم ہوا کہ تم ٹپکی جیسی جانتی ہو اور میرے لئے لوہے کا چٹا ثابت ہوگی تو جنہیں چبانے کی ناکام کوشش نہ کرتا۔“

”مجھے کچا۔“ ”مرتا نے کہا ”تم نے خوب کہا جس لوہے کے پتے چبانے چاہئے تمہاری سوچ تیار ہی ہے کہ دوسرے کمرے میں ہر ساز کی کلیں رکھی ہوئی ہیں۔ تم کمزور اور دو دروازوں کی مرخت کے لئے یہ چیزیں لاتے ہو۔ چلو دوسرے کمرے میں جاؤ اور وہ کلیں اٹھاؤ۔“

وہ انکار میں ہاتھ ہلا کر بولا ”نہیں نہیں۔ میں کسی کے پاس جاکر تمہاری شکایت نہیں کروں گا۔ مجھے معاف کر دو۔ یہاں سے جانے دو۔“

”تم جاؤ گے تو تمہارے پیچھے یہ فاک فوئلی میری شکایت کرنے کے لئے زندہ رہے گا۔ یہ ملامت کو تیار ہے گا کہ میں اس سب کی دشمن بن گئی ہوں۔ لہذا جانے سے پہلے اسے ختم کر دو۔“

وہ اپنی جگہ اٹھ کر بیٹھ گیا، پھر چاروں ہاتھ پاؤں فرش پر ٹیک کر ایک چوڑے کی طرح چپا ہوا فاک فوئلی کے پاس آیا۔ چاقو اس کے پاس رہا ہوا تھا۔ اس نے چاقو اٹھالیا۔

فلی کا منہ اسے قاتل نہیں رہا تھا کہ وہ ٹوکڑا کر زندگی کی بھیک مانگتا۔ جس میں اتنی توانائی نہیں رہی تھی کہ اپنی زندگی بچانے کے لئے قاتل سے لڑتا۔ اس کے حلق سے عجیب عجیب سی آوازیں نکل

اس نے نوک اُٹھاپنے پر رکھی پھر دسے تک اس کے چکر اپنے جسم میں پیوست کر لیا۔ مرنے والے کے ترپنے تک یہی ہوا کے مردہ داغ نے اسے باہر نکال دیا۔

وہ داغ بال طور پر حاضر ہوئی۔ دوس گاہ کے بڑے ہال میں ہم خاموش تھی۔ وہ دوسرے طلبہ و طالبات کی طرح بدستور فرش پتھری مارے بیٹھی ہوئی تھی اور بھائیان گیمان میں غرق دکھائی دے رہی تھی۔

اس نے ایک منٹ کے بعد پھر خیال خود تھی کی پرواز کی کہ کے داغ میں آئی۔ وہ سانس روکنا چاہتا تھا۔ اس نے کہا ”سینا ہوں۔“

”میں کیسے یقین کروں؟“

”میں کوٹورڈز مقرر کرنے چاہئیں تھے فی الحال بچان

”مجھے ساسی ایکشن میں آچکے ہیں۔ جلد ہی تمہارے
 اٹھنے کے زخمی ہونے کی خبر ناسکے گا۔“
 ”خبر سننے کے لئے ضروری ہے کہ میں تمہارے پاس آتی جاؤں
 لہذا۔“
 ”میں تمہارے آتے جاتے رہنے سے ہمارا آتی رہے گی۔“
 ”وہ اپنی فکری مائیکرو اسکرین پر اپنی جگہ دفاعی طور پر حاضر ہو
 کر کھانا کھاتی رہی کہ دھیان پر مبنی موصوف ہے۔“
 ”اگر وہ اس گالے کا باہر یا تک لی لاش لائی گئی تھی۔ پولیس
 والے وہ لاش لائے تھے۔ ایک افسر ملازمہ سے کہہ رہا تھا۔ ”آپ
 کے لاش لاش ایک سپرے فاک فون کے مکان میں پائی گئی تھی
 ہے۔“ ”جس ایک دیوار پر خون سے لفظ ”کمر“ کھسا ہوا ہے۔ کیا یہ
 کہہ کر کام ہے؟“
 ”انجام دے گا۔“

جگہ ان کے دس بارے جا نہیں سکے۔
یہ معاملہ ایک افرینا نہیں سکتا تھا۔ وہ اپنے بھائی کو
رپورٹ دینے چلا گیا۔ مرنے کے بعد کے داغ میں آکر گودرز ادا
کرنے چاہے پتا چلا کہ مرنے سے اسے محسوس نہیں کیا ہے کیونکہ
اس کے داغ میں ایوان راسکا بول رہا تھا۔ کہ مرنے کے بعد
کہ وہ جلد سے جلد ملازم کے چیلوں کو زخمی کر کے مرنے کے
حوالے کرے تاکہ مرنے اپنے تمام دشمنوں کو ختم کر کے ملک میں پر
امداد کر سکے اور دوستی قائم کر سکے۔
مرنے لگا۔ "بھولہ ایوان راسکا! میں مرنے بول رہی ہوں۔"
"خوش آمدید مرنے! تمہاری دوستی ہمارے لئے بہت بڑا اعزاز
ہے۔"

ہماری بے لوث دوستی کا یقین نہ ہو جائے، تم دوس نہ آنا۔ اپنے وعدے کے مطابق کسی بھی ملک میں نہ کر تم دوستی کے حقوق ادا کر سکتی ہو۔

اسی وقت موبائل فون کا بزیل آغا۔ کمرے فون اٹینڈ کیا۔ اس کے ایک ماتحت کی آواز آئی۔ ”میں نے ملامد کے دو چیلز رکھنا تھے اور تک نوران کو زخمی کر دیا ہے۔“ کمرے کے ”شباباش! ایسی رفتار رکھو۔ صبح سے پہلے سب کو لٹکا لگاتا ہے۔ یہ کام ہوتے ہی ہم واپس جاتیں گے۔“ اس نے فون کا رابطہ ختم کیا۔ ”مرتا نے کہا، ”میں ابھی ان دو زخمیوں کے پاس جا رہی ہوں۔ ایوان راسکا! کیا تم میرے داغ میں آؤ گے؟“

”یہ میری خوش قسمتی ہے۔ میں ابھی آ رہا ہوں۔“ وہ گہرا۔ ”مرتا نے کہا، ”میں تمہیں ان زخمیوں کے داغوں میں پہنچا رہی ہوں۔ تم وہاں خاموش رہنا۔ میں ضرورت پڑنے پر تم سے تعاون حاصل کروں گی۔ ان سے نسنے کے بعد تم سے اہم گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔“

”میں تمہارے ساتھ رہوں گا۔“ مرتا رکھنا تھے کے پاس آئی۔ وہ ایک بستری زخمی حالت میں بڑا ہوا تھا۔ ملامد کا ایک اور چیلز سادھن رائے اس کی مرہم پٹی گرچکا تھا۔ اس سے کہہ رہا تھا ”میں ملامد کو تمہارے بارے میں بتانے جا رہا ہوں۔ تم اس مکان سے باہر نہ نکلتا۔ دشمن ہماری تاک میں ہیں۔“

رکھنا تھے نے کہا ”مگر تو تمہارے لئے بھی باہر خطو ہے۔“ سادھن رائے نے جب سے ہسپتال نکال کر کہا ”میں سب اس وقت تک سچا رہیں گے جب تک ایک دشمن بھی زندہ رہے گا۔“ وہ یوں ڈرنا یہ ہسپتال میرے ہاتھ میں دو۔ بہت عرصہ گزر چکا ہے، میں نے اسے ہاتھ نہیں لگایا۔“

سادھن رائے نے اسے ہسپتال دیا۔ اس نے اس کے چیمبر کی گولیاں چیک کیں۔ پھر چاک کی سادھن رائے کا نشانہ لیتے ہوئے بولا ”میں مرتا بول رہی ہوں۔ تم سب لاماؤں سے تمہاری کینٹینی کا سب بچا رہی ہوں۔“

وہ بریٹان ہو کر بولا ”رکھنا تھے! یہ کیا کہہ رہے ہو دیکھو۔ گولی چل جائے گی۔“ گولی چل گئی۔ مرتا نے ایوان راسکا سے کہا۔ ”تم اس زخمی کو سزا دے موت دو۔ میں دوسرے زخمی کے پاس جا رہی ہوں۔“

وہ زخمی چلے سنگ نوران کے پاس آئی۔ وہ ایک ایڑی چیخ پر بیٹھا ہوا تھا۔ ”نہیں جوگی نے اس کے زخم کی مرہم پٹی کٹی تھی۔ اس سے پوچھ رہا تھا کیا چلنے پھرنے کے قابل ہو؟“ ”چنگ میں ان دو سبوں سے انتقام لے لیغیر میں سے نہیں بیٹھوں گا۔“

وہ اپنی گن اور میگزین کو چیک کرتے ہوئے بولا ”چلو۔“ سنگ نوران نے ایڑی چیخ پر سے اٹھ کر میز پر رکھی گولی دو مری گن اٹھائی۔ اسے چیک کیا۔ ”نہیں جوگی دوواڑے کی طرف جا رہا تھا۔ سنگ نے اس کا نشانہ لیا پھر گولی چلا دی۔ غصے میں اس کے ساتھ کچھ جوگی اچھل کر فرش پر گرا۔ اس کے ہاتھ سے گولی جھوٹ گئی۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے زخمی ٹانگ کو چیک کر کرنا شروع کیا۔ ”نہیں! اسے زخمی اور بے یقینی سے سنگ کو دیکھا۔ مرتا نے اس کی زبان سے کہا ”خیرانی سے نہ دیکھو اپنے گریبان کے اندر جھانکنا۔ دباؤ مرتا کے ساتھ ہونے والی مکاری اور تمہارا کینڈہ پن نظر آئے گا۔ میں تمہارے داغ میں آ رہی ہوں۔“

مرتا اس کے اندر آ کر بولی ”میں آچکی ہوں۔ مجھے مارنے روک کر بھاگ نہیں سکو گے۔ البتہ یہ دیکھو یہ تمہارا ساتھی سنگ نوران بھاگ رہا ہے اسے اپنے ہاتھوں سے گولی مار دو۔“ ”نہیں! میں اپنے ساتھی کو گولی نہیں ماروں گا۔ میں ہرگز نہیں۔“

وہ نہیں نہیں چیتے ہوئے سنگ کا نشانہ لے رہا تھا۔ سنگ بچنے کے لئے دیوار سے باہر چھلانگ لگائی۔ مرتا نے اسے اٹھ چھلانگ پر مجبور کر کے واپس کمرے میں پہنچایا پھر ”نہیں جوگی“ اندر آئی۔ جوگی نے اسی لمحے میں اپنے ساتھی کو گولی مار کر موت گود میں پہنچا دیا۔

تھوڑی دیر کے لئے اس پر سنگ طاری دیا۔ مرتا نے پوچھا ”نہیں جوگی! پوچھ کر ہی بھول گئے؟ کیا میری آبد کا پگڑا نہیں کرتے تمہارے پاس پوچھ کاکی مارت ہے۔ جہاں قوت ہے۔ آتا ہستی۔ اور ہاتھ میں گن ہے۔ اتنی قوتیں رکھ کر کیا اس کو زور لڑی کو نہیں مار سکتے جسے بے آبد نہ پانچ کا مکمل سمجھ رہے تھے۔“

وہ بڑے احماد سے بولا ”جب تک شہ زور رہا سر اٹھا کر رہا۔ آج ایک عورت کے سامنے سر نہیں جھکاؤں گا۔ اس۔ پہلے کہ تم مجھے مرنے پر مجبور کرو، میں سر اٹھا کر جان دے ہوں۔“

مرتا نے اسے نہیں روکا۔ وہ مردانہ شان سے مرنے چاہتا تھا وہ بولی ”یہ عورت کی شان ہے کہ تمہاری آخری خواہش پور کر رہی ہے۔ مرنے۔“

اس نے خود کو گولی مار لی۔ ایوان راسکا نے کہا ”میں۔“ رکھنا تھے کو خبر تھا کہ مارا دیا ہے۔ تم مجھ سے اہم گفتگو کرنے کا ہو؟“

”میں نے تمہیں اپنے پاس آنے کا تم مجھے اپنے پاس نہ۔“ ”ہاں دوستی کا بھی تقاضا ہے۔ اگرچہ مامک میں نے سچی منع کیا ہے کہ میں کسی کو اپنے داغ میں آکر بائیں کرنے کا سونپ دوں۔ پھر بھی تمہیں خوش آمدید“

”راسکا کے پاس آ کر بولی۔“ ”شکریہ۔ ہم اسی طرح ایک دوسرے کا ہاتھ حاصل کر سکتے ہیں۔“ ”نہیں! میں تمہیں آتا ہے تو اس کی خراب خاطر دہرات کی باتیں نہ کرنا۔ میں آتی ہوں۔ تمہاری کیا خاطر کروں؟“

”نہیں! اس نے دونوں ہاتھوں سے زخمی ٹانگ کو چیک کر کرنا شروع کیا۔“ ”نہیں! اسے زخمی اور بے یقینی سے سنگ کو دیکھا۔ مرتا نے اس کی زبان سے کہا ”خیرانی سے نہ دیکھو اپنے گریبان کے اندر جھانکنا۔ دباؤ مرتا کے ساتھ ہونے والی مکاری اور تمہارا کینڈہ پن نظر آئے گا۔ میں تمہارے داغ میں آ رہی ہوں۔“

مرتا اس کے اندر آ کر بولی ”میں آچکی ہوں۔ مجھے مارنے روک کر بھاگ نہیں سکو گے۔ البتہ یہ دیکھو یہ تمہارا ساتھی سنگ نوران بھاگ رہا ہے اسے اپنے ہاتھوں سے گولی مار دو۔“ ”نہیں! میں اپنے ساتھی کو گولی نہیں ماروں گا۔ میں ہرگز نہیں۔“ وہ نہیں نہیں چیتے ہوئے سنگ کا نشانہ لے رہا تھا۔ سنگ بچنے کے لئے دیوار سے باہر چھلانگ لگائی۔ مرتا نے اسے اٹھ چھلانگ پر مجبور کر کے واپس کمرے میں پہنچایا پھر ”نہیں جوگی“ اندر آئی۔ جوگی نے اسی لمحے میں اپنے ساتھی کو گولی مار کر موت گود میں پہنچا دیا۔

تھوڑی دیر کے لئے اس پر سنگ طاری دیا۔ مرتا نے پوچھا ”نہیں جوگی! پوچھ کر ہی بھول گئے؟ کیا میری آبد کا پگڑا نہیں کرتے تمہارے پاس پوچھ کاکی مارت ہے۔ جہاں قوت ہے۔ آتا ہستی۔ اور ہاتھ میں گن ہے۔ اتنی قوتیں رکھ کر کیا اس کو زور لڑی کو نہیں مار سکتے جسے بے آبد نہ پانچ کا مکمل سمجھ رہے تھے۔“

وہ بڑے احماد سے بولا ”جب تک شہ زور رہا سر اٹھا کر رہا۔ آج ایک عورت کے سامنے سر نہیں جھکاؤں گا۔ اس۔ پہلے کہ تم مجھے مرنے پر مجبور کرو، میں سر اٹھا کر جان دے ہوں۔“

مرتا نے اسے نہیں روکا۔ وہ مردانہ شان سے مرنے چاہتا تھا وہ بولی ”یہ عورت کی شان ہے کہ تمہاری آخری خواہش پور کر رہی ہے۔ مرنے۔“

اس نے خود کو گولی مار لی۔ ایوان راسکا نے کہا ”میں۔“ رکھنا تھے کو خبر تھا کہ مارا دیا ہے۔ تم مجھ سے اہم گفتگو کرنے کا ہو؟“

”میں نے تمہیں اپنے پاس آنے کا تم مجھے اپنے پاس نہ۔“ ”ہاں دوستی کا بھی تقاضا ہے۔ اگرچہ مامک میں نے سچی منع کیا ہے کہ میں کسی کو اپنے داغ میں آکر بائیں کرنے کا سونپ دوں۔ پھر بھی تمہیں خوش آمدید“

”تم قیدی کی حیثیت سے سوچ رہے ہو۔ اور میں آزاد ہونے کی اڑان سے نہیں دیکھ رہی ہوں۔ ذرا صبر کرو۔ آزادی کو تمہارا مقدور بنا دوں گی۔ آؤ! ذرا ملامد سے منٹ لیں۔ تم میرے داغ میں آ جاؤ۔“

مرتا دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ درساگہ کے ایک ہال کے فرش پر وہ کی گھٹنوں سے بیٹھی ہوئی تھی اور وہیں بیٹھے بیٹھے میدان ماسٹی جاری تھی اٹھتے ہوئے بولی ”راسکا! میں ہاسٹل کے کمرے میں جا رہی ہوں۔ تم میری فریو کی غیرت معلوم کر کے آؤ۔“

وہ درس گاہ کے ہال سے نکل کر حجرے میں آئی۔ وہاں ملامد نہیں تھا۔ اب اس کے دشمنوں میں وہی ایک ملامد اور اس کا ایک چیلز آتما رام دہ گئے تھے۔ اس نے انچارج سے پوچھا ”مگر وہی کہاں ہیں؟“

”چاہے۔ پندرہ منٹ پہلے کہیں گئے ہیں۔“ ”آتما رام کہاں ہے؟“ ”وہ بھی ان کے ساتھ کہیں گیا ہے۔ آپ کو باہر نہیں جانا چاہئے۔ حالات بہت خراب ہیں۔ گرو دیو کے باجے چلے بارے جا چکے ہیں۔“ ”مگر وہی پوچھیں تو بتا دینا۔ میں ہاسٹل میں ہوں۔“

اسٹیمپس بڑی قیمت ہیں

* کیا آپ کی آنکھیں کھل رہی ہیں۔
* کیا آپ کی آنکھیں کھل رہی ہیں۔
* کیا آپ چننے سے تھک رہے ہیں۔
* کیا آپ کھنکھانے سے تھک رہے ہیں؟

نوکٹ بنے

کم نظری اس کا کتاب

نیمت ۲۵ فیڈ۔ ڈرافٹ فرم ۱۲۷۴

آپ کے سہیلانے کی گئی کہ

ایک سے چھ لاکھ روپے تک کا کیا ماسک ہے۔ فیروز آبادی کے لکھنؤ میں طرح طرح کے ماسک دستیاب ہیں۔ اگر آپ کی آنکھیں کھل رہی ہیں تو انہیں پہنے۔ کس سے بہتر بہتر نہ دیکھا جائے گا۔

ہر شخص کے لئے یکساں طوطا پر مفید کتاب

مختصر نسیات پرست جس کا نام ہے

وہ دفتر سے نکل کر ہاسٹل کی عمارت میں آئی۔ پھر اپنے کمرے کی طرف جانے لگی۔ ایوان راسکا نے آکر کہا۔ "غضب ہو گیا۔ کمرہ کی کیم کے تمام افراد موت کی نیند سو گئے ہیں۔ کمرہ بھی دم توڑ رہا ہے۔"

مرتا دواؤہ کھول کر کمرے میں آئی پھر دواؤہ بند کر کے ایک کرسی پر بیٹھ کر کمرے کے پاس پہنچی تھی۔ اس کے سانسیں اکڑ رہی تھیں۔ مرتا نے پوچھا "یہ کیسے ہوا؟" اس کی سوچ نے کہا "دشمنوں نے ہمارے کھانے میں زہر ملا دیا تھا۔ دوساتھیوں کے قتل ہونے کے بعد ہم دس رہ گئے تھے۔ انہوں نے ایسے کھانے سے حملہ کیا جس کے متعلق ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ ہم نے ایک ساتھ بیٹھ کر رات کا کھانا کھایا اور ایک ساتھ موت۔ موت۔"

کتنے کتنے اس کی سوچ ڈوب گئی۔ پھر اس کا ذہن اندھیروں میں ڈوب گیا۔ مرتا اپنے کمرے میں حاضر ہو گئی۔ راسکا نے کہا "ایک ہی وقت میں پوری کیم کا صفایا ہو گیا ہے۔ بہت بڑی پینڈی ہے۔" مرتا نے پوچھا "کیا تمہیں دکھ ہوا ہے؟" "کیا دکھ نہیں ہوتا ہے؟" "میرا خیال ہے نہیں ہوتا ہے۔"

"نہیں انسان ہوں۔ ایک لڑکی ہوں۔ اچھے لوگ دنیا سے اٹھیں تو دل کو مدد پہنچا ہے۔ میرے والے تو وہ ہیں جو مجھے بھی تمہاری طرح غلائی کی زنجیریں پہنانا چاہتے تھے۔ کیا زنجیریں پہنانے والوں کا نام کرو گے؟"

"نہیں! میں تو بڑی دیر کے لئے دشمنوں کے اعمال بھول گیا تھا۔ واقعی وہ بارہ افراد وہی تھے۔ اسلحہ میں کے وقار تھے۔" وہ ہنسنے لگی۔ پھر بولی "میں نے کمرے سے شت کیا تھا۔"

"ہاں! میں نے اس کے چور خیالات سے معلوم کیا تھا کہ تم دونوں میں محبت کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ اب سمجھ رہا ہوں کہ تم اسے انفرادی تھیں۔"

"ٹھیک میں نے اسے قریب دیکھا لیکن آخری وقت میں تنگی کی۔ میں نے اسے مرنے وقت میں محبت کی سرسوتوں سے لالال رکھا۔" "درست ہے، بعض اوقات انسان جان بوجھ کر تنگی نہیں کرتا۔ وہ تنگی خود بخود ہوتی ہے۔"

"ایسا نہ کہو۔ میں اس کی آخری سانسوں میں اسے دشمن کر اُس کا دل توڑ کر تنگی بھی لیکن میں نے نفرت ظاہر نہیں کی اسے محبت سے رخصت کیا ہے۔"

"تمہارے دودھن دھگے ہیں۔" "میں نے تو بڑی دیر پہلے معلوم کیا تھا، انچارج نے بتایا ہے کہ ملازم اپنے چلے آتارام کے ساتھ کیس گیا ہے۔"

"کیا وہ دھوپ ہو گیا ہے؟" "ہو سکتا ہے، اس کے پانچ آنتا تھے والے چلے آئے ہیں۔ اس نے اپنے لئے خطو محسوس کیا ہو گا۔ اس نے آخری چلے کے ساتھ دھوپ ہو گیا ہو گا۔"

"اگر ایسا ہے تو اسے واپس آنا چاہئے۔ وہ جن بارہ افراد جانی دشمن سمجھتا تھا، وہ سب مر چکے ہیں۔ اسے تم پر اثر ہے۔"

"ہاں! میں اس کے لئے اہم ہوں۔ اسے میری صلاح خیریت معلوم کرنے کے لئے ضرور آنا چاہئے۔" راسکا نے کہا "میں یہاں ایک فون اینڈ کر رہا ہوں۔ تم پاس آؤ۔"

مرتا نے آکر دیکھا۔ وہ ریسور کان سے لگا کر کہہ رہا تھا "سرا میں حاضر ہوں۔"

دوسری طرف سے اسلحہ میں کی آواز سنائی دی۔ وہ کہتا تھا "تم نے ابھی تک کمرہ کی رپورٹ نہیں دی۔"

"میں ابھی رابطہ کرنے ہی والا تھا۔ بہت تکلیف رہا ہے۔ تبت جانے والے بارہ افراد میں سے کوئی زندہ نہیں ہے۔"

"کیا کہتے ہو؟ آتا ہوا نقصان ہو گیا تم کیا کر رہے تھے؟" "میں کمرہ کی کیم سے ہر ممکن تعاون کر رہا تھا لیکن دشمنوں نے ایسی چال چلی تھی جس کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی۔ انہوں نے کھانے میں زہر ملا دیا تھا۔ سب کے سب ایک ہی ساتھ کھانا تو ہو گئے۔"

"تم اور کمرہ دعوے کر رہے تھے کہ مرتا دوست بن گئی کیا اس کی دوستی قائم نہیں آ رہی ہے؟"

"میں اس کے پاس گیا تھا وہ سانس روک لیتی ہے۔" "یعنی وہ دھوکا دے رہی ہے؟"

"تو سرا وہ ناراض ہے۔ مجھ سے کہہ رہی تھی کہ میں اپنے دماغ میں آنے دوں۔ میں نے صاف کہہ دیا اسلحہ کی اجازت نہیں ہے۔ تب وہ بولی میری عقل بھی اجازت نہیں دے گی کہ اسے دماغ میں آنے دوں۔"

"اس لڑکی کو کسی طرح راضی کرو۔" "کیسے کروں؟ کیا اسے اپنے دماغ میں آنے دوں؟" "ہرگز نہیں تم ہمارے اگلے تئلی جیسی جاننے والے ہو تمہارے دماغ میں پہنچنے کی کوئی مکاری دکھائی ہے۔ جس بھی سمجھا چکا ہوں اس بات کو دماغ میں نقش کر لو کہ کبھی جیسی جاننے والے کو ایک ساعت کے لئے بھی اپنے اندر نہ دے۔"

"میں نے اب تک اسے آنے نہیں دیا ہے۔ آپ کے قیل کر رہا ہوں۔"

"خیریت میں کوئی آواز کارپید اکو۔ اس کے ذریعے مرتا سے بات کرو۔" "میرا جس درس گاہ میں رہتی ہے وہاں سب ہی پوچھا جانتے ہیں۔ ہمارے بارہ آدمی آواز کاتھے وہ نہیں رہے۔ یہاں سے بہت لوگوں کو بھیجا پڑے گا۔"

"مہارے بہت سے کام کے آدمی مارے گئے ہیں، اب اور اس میں جانیں گے۔ تم نے جزل پارکن اور قہر مال کو نوٹ کر لیا ہے ان کے ذریعے ہمارے ملک کے باہر ایک ٹیم بناؤ۔ اس کو مرتا کے پاس روانہ کرو۔"

راسکا نے مرتا کی ہدایت کے مطابق جھوٹ بولا "سرا! ابھی بے سانس ہوئی ہے۔ وہ آنا چاہتی تھی۔"

"مجبور! اسے نہ آنے دے۔"

"سرا! میں نے پھر سانس روکی ہے۔ معلوم ہوتا ہے وہ کوئی دلی بات کہنا چاہتی ہے۔"

"مہارے لئے تم سے ضروری کوئی نہیں ہے۔ اسے نہ آنے دو اس کے پاس جا کر پوچھو۔"

"ٹھیک ہے۔ آپ ہولڈ کریں۔ میں ابھی بات کرتا ہوں۔" پھر اس نے مرتا سے پوچھا۔ "آپ مجھے کیا کہنا چاہتے؟"

"میں ابھی باتیں کر رہا ہے اور ہم دونوں کو اس کمرے میں حاضر آنا ہے۔ اسلحہ میں سے بیجا چمڑاؤ۔"

"وہ فون پر بولا "سرا! میں اس کے پاس گیا تھا اس نے سانس لے لیا۔ وہ بڑی خفیہ ہے۔"

"ہم بھی خفیہ ہیں۔"

"آپ مجھے سوچنے کا موقع دیں وہ ایسے دوست نہیں بنے گی۔" "کیا وہ بیچ سے چھانٹا ہو گا؟"

"ٹھیک ہے۔ ہر پہلو سے سوچ۔ میں بعد میں فون کروں گا۔" دوسرے فون بند ہو گیا۔ راسکا ریسورخ کر مرتا کے پاس لے ہوئی۔ "بڑی دیر ہو گئی ہے۔ ملازم کی خبر لینا چاہئے۔"

"میں انچارج کے اندر جانا چاہئے۔"

انہوں نے انچارج کی سوچ پر بھی پتا چلا ابھی ابھی آتارام نے انچارج سے باتیں کر کے اوپر حجرے کی طرف گیا ہے۔ مرتا نے انچارج کی سوچ میں پوچھا۔ "آتارام کرودو کے ساتھ گیا تھا۔"

"کیا لیکن کیا ہے؟ کرودو کو کہاں لے گئے ہیں؟"

"انچارج کی سوچ نے کہا "میں نے پوچھا تھا لیکن اس نے بتایا کہ وہ کہاں ہیں۔ صرف اتنا کہہ دیا کہ وہ اپنی مرضی کے مالک ہیں۔ اس کی ضرورت سے گئے ہیں۔ جب ضرورت سمجھیں گے پتا چلے گا۔"

"ان راسکا نے کہا "مرتہ کو بڑا ہے۔ تمہارا کرودو بہت گرا ہوا ہے۔ دھوپ ہونے کی کوئی خاص وجہ ہو گی۔"

"میں بھی وہی سوچ رہی ہوں۔ ہمیں آتارام کے چور خیالات سے حقیقت معلوم ہو گی۔" "تو پھر اسے دشمنی کرنا ہو گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں انچارج کو آواز کارپید اکو کہتا رہا ہوں لیکن تم اعتراف کرو گے کہ یہ سارا خیال خوانی کا مکمل تم مکمل رہے ہو۔"

"وہ دونوں انچارج کے دماغ میں آئے پھر اس پر قبضہ چلایا۔"

اس نے میز کی دراز میں سے ہسٹل نکالا اور اسے لباس میں چھپا کر میز پر لیٹا چھپے ہوئے اوپر آیا۔ حجرے کا دواؤہ بند تھا۔ اس نے آہستگی سے اسے کھولا۔ اندر کمری تاریکی تھی۔ اس تاریکی میں آتارام کی دھیمی دھیمی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ زہر لپ کہہ رہا تھا۔ "ہرے رام ہرے کرشنا۔ کرشنا کرشنا ہرے ہرے۔"

انچارج حجرے کے اندر آیا۔ پھر بولا "آتارام! تم اندر میرے میں عبادت کر رہے ہو؟ میں لائٹ آن کرنا ہوں۔"

"وہ اندر میرے میں ٹھونکا ہوا سوچ بوز کی طرف گیا۔"

"ایک منٹ کو دیا تو مجھ دوش ہو گیا۔ اس کے ساتھ حجرے کا دواؤہ باہر سے بند کر دیا گیا۔"

مرتہ اور راسکا نے انچارج کے ذریعے چونک کر دیکھا۔ جس مندر بہ ملازمہ بیٹھا کرتا تھا وہاں ایک ٹیپ ریکارڈ رکھا ہوا تھا۔ اس میں سے آتارام کی دھیمی دھیمی آواز ابھر رہی تھی۔ "ہرے راما ہرے کرشنا۔ کرشنا کرشنا ہرے ہرے۔"

راسکا کی مرضی کے مطابق انچارج نے حجرے کے دواؤہ پر ہاتھ مارے ہوئے کہا "یہ کس نے بند کیا ہے اسے کھولو۔"

باہر سے آتارام کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا "مرتہ! اس درس گاہ میں ہی ایک انچارج ایسا ہے جو سانس روکنے کا ہنر نہیں جانتا ہے اور تم اس کے دماغ میں آئی جاتی رہتی ہو۔"

انچارج نے دواؤہ پیٹ کر کہا "آتارام! تم غلطی کر رہے ہو۔ میں مرتا نہیں یہاں کا انچارج کیشروراج ہوں۔"

"اس وقت تم صرف انچارج نہیں ہو۔ مرتا بھی ہو۔ صرف ہمارے وقار دار ہوتے تو ہسٹل کے حجرے میں نہ جاتے۔"

اندر سے انچارج کی آواز آئی "تم درست کہتے ہو میں صرف کیشروراج نہیں ہوں۔ ایوان راسکا بھی ہوں۔ میں انچارج کیشروراج کو آواز کارپید اکو کہتا رہا ہوں۔"

"پھر یہاں کس لئے آئے ہو؟"

"میں مرتا کو تلاش کر رہا ہوں۔ اسے یہاں سے باسکو لے جاؤں گا۔"

آتارام نے پوچھا "کیا کچ کہہ رہے ہو کہ تم ایوان راسکا ہو اور مرتا کو تلاش کرنے آئے ہو؟"

"ہاں بالکل کچ کہہ رہا ہوں۔"

"پھر تمہارا جھوٹ مکمل کیا مرتا! تم بھول گئیں کہ انچارج

سے کہہ کر گئی تھیں کہ تم ہاسٹل کے کمرے میں جا رہی ہو۔ اگر ایوان اسکا انجانج کے دماغ میں آتا تو اسے معلوم ہو جاتا کہ تم جبرے میں نہیں ہاسٹل کے کمرے میں ہو۔

واقعی جھوٹ پکڑا کیا۔ مرنے والے اسکا سے کہا "تم نے یہ کیوں کہہ دیا کہ مجھے ڈھونڈنے جبرے میں گئے تھے؟"

"مجھے یاد نہیں ہا کہ تم انجانج کو بتا کر ہاسٹل میں آئی ہو۔ بڑی زبردست غلطی ہوئی ہے۔"

"میں مصیبت میں پکڑ گئی ہوں۔ یہ راز کھل گیا ہے کہ مصلامہ کے چیلوں کو ختم کرنے یا کرانے میں میرا ہاتھ ہے۔ انہیں یہ بھی معلوم ہے کہ میں اس کمرے میں ہوں۔"

"تو پھر سوچو کیا ہو؟ یہاں سے نکلو۔ اس چار دیواری میں رہو گی تو فرار کا راستہ نہیں ملے گا۔"

وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ عقل یہی سمجھا رہی تھی کہ جتنی جلدی ممکن ہو درس گاہ کی حدود سے باہر چل جائے کھلی جگہ ہو تو چھڑاؤ کے کی راستہ نکل آتے ہیں۔

وہ تیزی سے چلتی ہوئی دروازے کے قریب آئی۔ اسے کھولنے کے لئے ہاتھ بوسایا اسی لمحے میں مصلامہ کچن دیو کی بھاری بھر کم آواز سنائی دی۔

"باہر جانے کی زحمت نہ کرو واپس ہو جاؤ۔"

گر دیو کی آواز سن کر بدبخت سے وہ بچ پڑی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ چنگ کے نیچے موجود تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک ریو اور تھا۔ وہ کھٹکا ہوا چنگ کے نیچے سے نکل رہا تھا۔ وہ خوف پر قابو پاتے ہوئے بولی۔

"گر دیو! آپ میرے کمرے میں؟"

"کس کا گر دیو! اور کہاں کا گر دیو؟ تم نے مجھ سے اتنا گفتی حاصل کی اور میری ہی آتما کو میرے جسم سے چھین لینے کی کوشش کی۔"

"آپ غلط فہم تھے رہے ہیں۔"

"کیوں بھول رہی ہو کہ میں اتنا گفتی میں گروانا جاتا ہوں۔ میں یونہی تمہارے کمرے کے نیچے نہیں تھا۔ وہاں نیچے میرا خالی جسم تھا اور میری آتما جس کے اندر اور باہر دیکھ رہی تھی کہ میرے چیلے آتما رام نے کس طرح انجانج کو جبرے میں قید کیا اور ایک آتما کار کے بغیر جس میں دست دیا گیا تھا۔"

مرتا ریو اور کو اپنی طرف دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی۔ اس کیفیت کو دیکھ کر بے چارے چھڑا دیا جائے؟ لیکن وہ ایسا برا وقت تھا جو غلط نہیں سکتا تھا اور کوئی مدد کو آ نہیں سکتا تھا۔ وہاں کوئی اس کا اپنا نہیں تھا۔ پیچھے دروازہ منتقل تھا اور آگے ریو اور کی بال اس پر اٹھی ہوئی تھی۔

مصلامہ فرش پر سے اٹھ کر بولا "مرنا! آج تم نے مجھے جیسی

چوٹ دی ہے ایسی چوٹ بھی نہیں کھائی۔ تم نے کچھ نہ رکھو تھو یا بگلی! تنگ نوران اور سادھن رائے جیسے بھائی ہیرے خاک میں ملا دیئے۔ میں تھیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ یہ کہتے ہی اس نے گولی چلا دی۔ وہ بدبخت سے وہو کر بچنے اچھل کر ایک طرف گئی۔ گولی سے بچ گئی لیکن تو از ن قائم سکی فرش پر گر پڑی۔ اس نے دو سرا قاز کیا۔ وہ بھی غالی کلاں کی قسمت ساتھ رہی تھی۔

تیسرے قاز میں قسمت نے ذرا سی بے وقافی کی۔ گولی اچانک کو چھوٹی ہوئی تھی۔ وہ موت کے خوف سے جھج پڑی۔ اس مصلامہ نے دونوں ہاتھوں سے ریو اور کو اچھی طرح پکڑ کر کام اس میں تین گولیاں ہیں۔ ان میں سے کوئی ایک ضرور حیران کم کرے گی۔"

وہ چیخنے لگی۔ "بچاؤ۔ بچاؤ کوئی خدا کے لئے بچاؤ۔"

وہ چیخ نشانہ لے رہا تھا لیکن گولی چلانے سے پہلے ہی باہر قازنگ ہوئی۔ دروازے والا ک ٹوٹ گیا۔ پھر وہ دروازے ٹوٹنے انداز میں ایک دھڑاکے سے کھل گیا۔ کوئی اچھل کر اندر گیا۔ مصلامہ نے ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر آنے والے پر رزا ڈنگر چلا دیں۔ اس کا سر اور چوہا منک میں چھپا ہوا تھا۔ وہ گولیاں نہ خربا ہوا فرش پر گر کر غنڈا پڑ گیا۔

مصلامہ ریو اور کو اسی طرح دونوں ہاتھوں سے پکڑے ہو تھا۔ اس نے مختار سے کہا "دیکھ مرنے والے تیرے لئے آتماں ایک مدد آئی تھی؟ یہ بھی خاک ہو گئی۔ یہ تیرے پاس پڑا ہے کہ جبرے سے قلاب ہٹا۔ میں دشمن کا چوہا کیوں گا۔"

مرتا نے ہاتھ بوسا کر لاش کے چہرے پر سے امک ہٹا مصلامہ کے دماغ کو جھٹکا سا پتچا۔ اس کے سامنے اپنے ہی چیلے رام کی لاش پڑی تھی اور اس کے منہ سے ایک نیپ پچا ہوا جس کے باعث وہ گر دیو کو گولی چلانے سے روک نہیں پایا تھا۔

گر دیو نے بھی اتحاد حند اس پر گولیاں چلا دی تھیں۔

وہ ریو اور کا منہ کھلے ہوئے دروازے کی طرف کرتے ہو بولا "باہر کون ہے؟ کس نے میرے چیلے کو یہاں دھکا دیا تھا؟"

روشنی کمرے میں تھی۔ راہدار میں تاریکی تھی۔ اس نے سے ایک قدم آگے بڑھا اور سایہ چٹا ہوا دروازے پر آیا۔ پھر باہر گھٹناں! اُٹنے نے آخری تین گولیاں اپنے چیلے پر خرچ کر دیں۔

میرے ہاتھوں میں خرچ ہونے کے لئے وہ گئے ہو۔

مرتا آنے والے کی آواز سننے ہی خوشی سے جھج پڑا۔

"پاپا پاپا پاپا۔" وہ مارے خوشی کے بھلائی چلی گئی۔

میں قویہ خانم کے ساتھ حاتم شہراری کو چلی سے باہر تیار ہوا۔ اعلیٰ میں سیکولر گاؤز کھڑے ہوئے تھے۔ اعلیٰ کا پیرا

میں بند تھا اور وہ حاتم شہراری کے حکم کے بغیر نہیں نکل سکتا تھا۔ سیکولر افسر نے قریب آکر قویہ خانم کے سامنے الٹ ہو کر پوچھا "کیا باپ باہر جا رہی ہیں؟"

قویہ نے اپنے مزاج کے مطابق شاہانہ انداز میں کہا "ہاں میں نکلوں۔"

"لیکن حاتم اشریں گولیاں چل رہی ہیں۔"

"مٹے دو۔ تم حکم کی قیامت کرو۔"

وہ گین کی طرف جانے لگا پھر رک گیا۔ کچھ سوچنے ہوئے ہادی طرف کھم کر بولا "آتما حاتم نے فرمایا تھا، وہ کچھ عرصہ تک دوش پر ہیں گے میں ان کی عدم موجودگی میں آپ کے احکامات کی قیامت کرنا رہوں گا لیکن میں ان سے انٹرکام پر باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

قویہ خانم اپنے بھائی حاتم شہراری کو گولی مار رہی تھی۔ چوبلی کے اندر انٹرکام پر باتیں کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ وہ بولی "برادر حاتم دوش پر ہیں وہ کسی سے گفتگو بھی نہیں کریں گے۔ جو حکم دے رہی ہوں اس کی قیامت کرو۔"

وہ پلٹ کر گیا۔ اندر سے مطمئن نہیں تھا۔ اپنے ہاتھوں کو حکم دینا چاہتا تھا کہ گینٹ کو بند رکھیں اور بیس گھبرائیں۔ اس وقت تک نہیں باہر نہ جانے دیں جب تک آتما حاتم شہراری خیریت معلوم نہ ہو۔

یوں بات بگڑ سکتی تھی۔ میں نے اس کے دماغ کو اپنے قابو میں کیا۔ اس نے فوراً ہی گاؤز کو گینٹ کھولنے کا حکم دے دیا۔ میں نے قویہ سے کہا "تم ذرا یہ کہو۔ میں اس کے دماغ کو کنٹرول کروں گا۔"

میں نے جتنی دیر قویہ سے یہ بات کی۔ اتنی دیر تک سیکولر افسر بھی گرفت سے آزاد رہا۔ اس نے گینٹ کھولنے سے کہا "گینٹ بند کرو۔"

وہ گینٹ کھول رہے تھے۔ پھر بند کرنے لگے۔ قویہ نے انٹرکام میں سنہال لی تھی۔ میں اس کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ وہ کچھ دیر کو بولی "وہ گینٹ گینٹ بند کر رہا ہے۔"

"ہوا مت کرو گاؤز آگے بڑھاؤ۔"

میں نے پھر افسر پر قبضہ نہ کیا۔ وہ پھر ایک بار گینٹ بند کرنے والی سے گینٹ کر بولا "تم سب کیسے گمراہ ہو۔ کیا میرا حکم مان کر مالا کہہ جاتے ہو؟" وہ کوئی؟ کس تاجی کی سزا جاتے ہو؟ اسے فوراً قتل کرو۔"

وہ اپنے افسر کی حرکتوں سے کچھ حیران اور کچھ پریشان ہو رہے تھے۔ افسر نے گینٹ کھول دیا۔ ہماری کار چوبلی کے احاطے سے باہر آئی۔ سیکولر افسر چپ چاپ کھڑا ہوا تھا۔ پریشانی سے سوچ رہا تھا۔ کچھ کیا ہو رہا ہے؟ میں انہیں روکنا چاہتا ہوں لیکن جانے کی اجازت دے چکا ہوں۔ یہ باہر جا چکے ہیں۔ میں قاز کر کے کار کا پیہ

بیکار کر سکتا ہوں۔"

میں نے اس کے دماغ کو اس حد تک ذلیل دی تھی کہ وہ اپنے طور پر سوچ سکتا تھا۔ اس نے دور جانے والی کار کے پیچھے پر گولی چلانے کے لئے اپنی گن سیدھی کی۔ میں نے اس کے ذہن سے ہٹا دیا کہ اس نے گن کیوں سنہال ہے؟ یاد دہانے لگا۔ اسے یاد نہیں آتا تھا۔ اس نے ایک ماتحت کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں؟"

وہ بولا "ضرور جناب کیا پوچھنا چاہتے ہیں؟"

پھر وہ پوچھنا بھی بھول گیا۔ اپنے ہونٹ سکڑ کر سننے بجائے لگا۔ چند ماتحتوں نے اسے دیکھا تو اس نے آنکھ ماری۔ تمام ماتحت چوک گئے اور ایک دوسرے کو سواہ نظر توں دیکھنے لگے۔ افسر نے اشارہ کرنے کے انداز میں منہ سے آواز نکالی "شش شش۔"

تمام گاؤز اس کی حرکتوں سے ذہنی طور پر الجھ گئے تھے۔ سوچ رہے تھے اسے صحیح الدماغ سمجھا جائے یا نہیں؟ دیے اس نے کوئی قابل اعتراض حرکت نہیں کی تھی۔ وہ حیران ہو سکتے تھے اعتراض نہیں کر سکتے تھے۔

اس نے شش، شش، کتے ہوئے دونوں ہاتھوں کے اشارے سے انہیں قریب بلایا۔ وہ سب رک کر سوچ سوچ کر قریب آئے لگے۔ ایک نے تجھکے ہوئے پوچھ "راہ: یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟"

"شش!" اس نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ بھی نے خاموش رہنے کے لئے تخی سے ہونٹوں کو سمجھ لیا۔

در اصل میں افسر کو ایسی ہی حالتوں میں جلا رکھ کر قویہ کے ساتھ دور نکل جانا چاہتا تھا۔ افسر نے پھر ہونٹ سکڑ کر سننے بجائے ہوئے ماتحتوں کو سمجھایا کہ اس کی طرح وہ بھی سننے بجائے۔

سیکولر گاؤز کو اپنے افسر کا ہر جاز اور تاجاز حکم ماننا پڑتا ہے۔ وہ تمام گاؤز انہیں میں دنگے تھے کہ یہ کیا حکم ہے؟ آخر کیوں اتنےوں کی طرح سننے بجائی جائے؟

افسر نے انہیں گھور کر دیکھا پھر ڈانٹ کر کہا "تیری آن مائی آرڈر!"

وہ سپاہی تھے اپنے کمانڈر کے حکم پر مجبور۔ سننے بجائے لگے جب وہ ایک حکم پر انسانوں کو گولیاں مارنے لگے تو سننے بجائے میں کیا مضائقہ تھا؟

اس وقت وہ مسکندہ خیر قماش بن گئے تھے۔ اگر شر میں امن و امان ہو تو وہاں قاتل مشا دیکھنے والوں کی بھڑنگ جاتی۔ قویہ گاؤز ڈرا یہ کر رہی تھی اس نے اچانک بریک لگائے۔ میں غافل تھا ڈیش بورڈ سے ٹکراتے ٹکراتے بھاگ رہی تھی۔ "سوری" مجھے اچانک راستہ بدلنے کے لئے بریک لگانا پڑا۔

میں نے پوچھا "رات کیوں بدل رہی ہو؟"
اس نے ایک طرف اشارہ کر کے کہا "دُھر آگ ہی آگ
دھواں ہی دھواں نظر آ رہا ہے۔ زبردست جنگ چھڑی ہوئی ہے۔ ہم
اُدھر سے جائیں گے۔"

"بجوری ہے تو پھر ادھر ہی چلو یہ کون سا راستہ ہے؟"
"یہ راستہ ہمیں شہر سے باہر لے جائے گا۔"

"توبہ! ہمیں یہ شہر چھوڑنا ہوگا۔ میں نے سیکورٹی افسر کے دماغ
کو آزاد چھوڑ دیا ہے۔ اب وہ متعلقہ حکام کو ہمارے خلاف رپورٹ
پیش کر رہا ہوگا۔ حاتم شہرا کو تلاش کر رہا ہوگا۔ اسے جیل میں آقا
نظر نہیں آئے گا تو حالات ہمارے خلاف ہو جائیں گے۔"
"کیا اس کے دماغ کو مزید قابو میں نہیں رکھ سکتے؟"

"آخر تک تک قابو میں رکھوں گا۔ مجھے دماغی طور پر حاضر رہنا
پڑتا ہے۔"

"گنہگار کو گولی مار دینا چاہیے تھا۔"

"اب بھی اسے ہلاک کر سکتا ہوں لیکن دوسرے گاؤں
ہمارے خلاف بولیں گے۔ آخر کتنوں کو قتل کر کے زبانیں بند کی
جاسکتی ہیں؟"

"دوست ہے لیکن پارس شہر میں ہے۔ کیا ہم اسے چھوڑ کر
جائیں گے؟"

"میں اسے خیال خواتی کے ذریعے کہتا ہوں کہ وہ ہم سے شہر
کے باہر ملاقات کرے۔ یہاں سے دور کسی جگہ کا نام بتاؤ؟"
"اس سے کہو۔ وہ پروان کے راستے پر پہلی چوکی میں آکر
ملاقات کرے۔"

میں نے پارس کو مخاطب کیا پھر اپنے حالات بتائے۔ اس نے
کہا "آپ نے درست فیصلہ کیا ہے۔ ہمارا گائیڈ جلال شاہ بھی یہی
کہہ رہا ہے۔ یہ شہر آفت زدہ ہے۔ موت پر امن شہریوں کو بھی اپنی
لپیٹ میں لے رہی ہے۔"

پارس نے جلال شاہ سے کہا "ہم ابھی پروان کے راستے پر
جائیں گے۔"

وہ بولا "نہیں برادر! اس راستے پر کیونٹ لیشیا ہے۔
ہمارے ملک سے دوس تو چلا گیا۔ مگر کیونٹوں کو چھوڑ دیا ہے۔"

"پھر ہمیں کس سمت جانا چاہیے۔"
"ہم وادوگ کے راستے پر جائیں گے۔"

"وہاں کو ہر قیام کریں گے؟"
"وہاں شہت آباد نا ہی ایک چھوٹی سی بستی ہے۔ اس بستی

میں حزبِ مومن کے عابدین ہیں۔ وہاں ہم پوری طرح محفوظ رہیں
گے۔"

میں پارس کے ذریعے رہنا تھا۔ جلال شاہ نے کہا "حضور
ارسلان صاحب کو بھی ہمارے ساتھ ہونا چاہیے۔" وہ میرا
عقیدت مند تھا۔ مجھے حضور کہتا تھا۔ پارس نے کہا "حضور بہت

پہنچے ہوئے ہیں، وہ شہت آباد پہنچ جائیں گے۔"
میں نے توبہ سے کہا "جلال شاہ کی معلومات کے مطابق وہاں
کے راستے میں کیونٹ لیشیا ہے۔ ہمیں وادوگ کے راستے پر جانا
چاہیے۔ پارس تمہیں شہت آباد میں لے گا۔"

وہ گاڑی کو ایک چھوٹے سے کیے راستے پر موڑتے ہوئے بولی
"ہمیں مکمل شہر کے باہری باروس کو میٹر کا پتھر کٹ کر جانا ہوگا
یہی ذرا سیدھے۔"

"گھر نہ کرو۔ اندر من کا کاٹنا رہا ہے کہ کھلی قل ہے۔ وہی
میں ایکسٹرا پڑول کے کہیں ضرور ہوں گے۔"

"بات صرف پڑول کی نہیں ہے۔ صبح سے اس کی خیریت
معلوم نہیں ہوئی ہے۔"

میں نے انجان بن کر پوچھا "کس کی خیریت؟"
وہ کن اکھیں سے دیکھ کر بولی "مجھ رہے ہو اور انجان بن
رہے ہو۔"

"اس کا نام کیوں نہیں لیتیں؟"
"کون سا نام؟ ہمارا پارس؟"

"تم نے دونوں ناموں کی پھڑکی پکائی تھی؟"
وہ ہنسی ہوئی بولی "یعنی ملو سے تمہارا وادو پارس سے رسی توام
ہو اما رس۔"

ہم دونوں ہنسنے لگے۔ پھر وہ بولی "کسی کام میں جلدی کرو تو بھول
چوک ہو جاتی ہے۔"

"اب کیا ہوا؟"
"جلدی میں مبالغہ فون لانا بھول گئی۔ فون ہوتا تو ابھی
تمارس سے خوب باتیں کرتی۔"

سخر طویل تھا۔ میں نے اس کا دل بھلانے کے لیے کہا "میں
فون کئے بغیر بھی پارس سے تمہاری گفتگو کر سکتا ہوں۔"

"ج؟" وہ خوشی سے چیخ پڑی۔ پھر گاڑی روک کر بولی "بات
کراؤ۔"

گاڑی چلاؤ اور کسی بستی سے گزرو۔ ہم نے صبح سے ہشتا
نہیں کیا ہے۔ اگر پارس سے تمہاری بات کراؤں گا تو وہہر کے
کھانے کا وقت بھی گزر جائے گا۔"

"کھانا مل جائے گا۔" جھجھکی سیٹ پر بند ذہن میں موجود ہے۔
پلین پارس سے بات کراؤ۔ مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ میں تمہارا
ٹیلی فنیٹس کے ذریعے اس سے کس طرح گفتگو کروں گی؟"

"کیا تم مذاق سمجھ رہی ہو؟"
"مذاق نہیں ہے تو وہ خواہ وقت کیوں ضائع کرے۔"

"پہلے ٹیلی فنیٹس کی چٹیک سمجھ لو۔ میں پارس کے دماغ میں
جاؤں گا۔ اس کی سوچ کی لمبوں کو خیال خواتی کے ذریعے اپنے دماغ
میں کھینچوں گا۔ پھر اسے تمہارے دماغ میں پہنچاؤں گا۔"

"تو پھر کھینچنے میں اور اسے میرے دماغ میں لانے میں کافی وقت
پہنچے ہوئے ہیں، وہ شہت آباد پہنچ جائیں گے۔"

"ہم کو نہیں۔ یہ چشمِ زون میں ہوگا۔"
"یہ چٹیک میرے بچے نہیں پڑی ہے۔ پھر بھی چلو باتیں
کراؤ۔"

"میں اسے تمہارے پاس لا رہا ہوں لیکن تم ذرا سیدھے پر
دھماں رکنا۔ ورنہ ہم دونوں غائب دماغ ہیں گے تو یہ گاڑی ہمیں
کسی گھڑے یا کمانی میں پہنچا دے گی۔"

"میں وعدہ کرتی ہوں۔"
میں خیال خواتی کے ذریعے اس کے دماغ میں آیا۔ تھوڑی دیر
اسے بے چینی سے انتظار کرنے دیا پھر پارس کے لیے اور
اسٹاکس میں بولا "ہیلو توبہ! کیا تم مجھے سن رہی ہو؟"
وہ خوش ہو کر بولی "ہاں، سن رہی ہوں۔ تم پارس ہی ہونا؟ ذرا
لمبوا بھی بات کرتی ہوں۔"

اس نے کن اکھیں سے مجھے اپنے پاس بیٹھے ہوئے دیکھا۔
میری نظریں دھڑا اسکرین کے پار سکت تھیں۔ اس کی مجھ میں
آہا تھا کہ میں خیال خواتی میں مصروف ہوں۔ میں نے اس کے
اندروں کے ذریعے پوچھا "تم میری طرف کیا دیکھ رہی ہو؟ پارس
سے باتیں کرو۔"

اس نے پوچھا "کیا تم بھی موجود رہو گے؟"
"میں تمہارے دماغ میں رہوں گا۔ تب ہی پارس کی سوچ کی
لمبوں کو پہنچاؤں گا۔"

پھر میں نے پارس کے لیے میں کہا "توبہ! بابا کی موجودگی لازمی
ہے ورنہ میری باتیں تمہارے پاس نہیں پہنچیں گی۔"

وہ بولی "پارس! یہ تو کمال ہو گیا۔ ہم فون کے بغیر باتیں کر رہے
ہیں۔"

"فی الحال بابا کو ٹیلی فون سمجھ لو۔ ہم ان کے ذریعے بول رہے
ہیں۔"

"ہاں! بس یہی ذرا گزیر رہی ہے۔"
میں نے اپنے لیے میں کہا "توبہ! بابا کی موجودگی لازمی
ہے ورنہ میری باتیں تمہارے پاس نہیں پہنچیں گی۔"

وہ بولی "پارس! یہ تو کمال ہو گیا۔ ہم فون کے بغیر باتیں کر رہے
ہیں۔"

"فی الحال بابا کو ٹیلی فون سمجھ لو۔ ہم ان کے ذریعے بول رہے
ہیں۔"

"ہاں! بس یہی ذرا گزیر رہی ہے۔"
میں نے اپنے لیے میں کہا "توبہ! بابا کی موجودگی لازمی
ہے ورنہ میری باتیں تمہارے پاس نہیں پہنچیں گی۔"

وہ بولی "پارس! یہ تو کمال ہو گیا۔ ہم فون کے بغیر باتیں کر رہے
ہیں۔"

"فی الحال بابا کو ٹیلی فون سمجھ لو۔ ہم ان کے ذریعے بول رہے
ہیں۔"

"ہاں! بس یہی ذرا گزیر رہی ہے۔"
میں نے اپنے لیے میں کہا "توبہ! بابا کی موجودگی لازمی
ہے ورنہ میری باتیں تمہارے پاس نہیں پہنچیں گی۔"

وہ بولی "پارس! یہ تو کمال ہو گیا۔ ہم فون کے بغیر باتیں کر رہے
ہیں۔"

"فی الحال بابا کو ٹیلی فون سمجھ لو۔ ہم ان کے ذریعے بول رہے
ہیں۔"

"ہاں! بس یہی ذرا گزیر رہی ہے۔"
میں نے اپنے لیے میں کہا "توبہ! بابا کی موجودگی لازمی
ہے ورنہ میری باتیں تمہارے پاس نہیں پہنچیں گی۔"

وہ بولی "پارس! یہ تو کمال ہو گیا۔ ہم فون کے بغیر باتیں کر رہے
ہیں۔"

"فی الحال بابا کو ٹیلی فون سمجھ لو۔ ہم ان کے ذریعے بول رہے
ہیں۔"

"ہاں! بس یہی ذرا گزیر رہی ہے۔"
میں نے اپنے لیے میں کہا "توبہ! بابا کی موجودگی لازمی
ہے ورنہ میری باتیں تمہارے پاس نہیں پہنچیں گی۔"

وہ بولی "پارس! یہ تو کمال ہو گیا۔ ہم فون کے بغیر باتیں کر رہے
ہیں۔"

"فی الحال بابا کو ٹیلی فون سمجھ لو۔ ہم ان کے ذریعے بول رہے
ہیں۔"

"ہاں! بس یہی ذرا گزیر رہی ہے۔"
میں نے اپنے لیے میں کہا "توبہ! بابا کی موجودگی لازمی
ہے ورنہ میری باتیں تمہارے پاس نہیں پہنچیں گی۔"

"بزرگوں کی یہی بری عادت ہے۔ بولتے بھی جاتے ہیں اور
خاموش رہنے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں۔"
"دیکھو پارس! تم اپنے باپ سے گستاخی کر رہے ہو۔"
وہ پریشان ہو کر بولی "محمود محمود! میری بات سنو۔ آپس میں
جھگڑنا کرو۔"

میں نے پوچھا "جھگڑا میں کر رہا ہوں؟ تم بھی پارس کی حمایت
میں بول رہی ہو۔"

"نہیں۔ میں دونوں سے کہہ رہی ہوں۔"
میں نے پارس کے لیے میں پوچھا "توبہ! دونوں کا مطلب یہ
ہوا کہ تم مجھے بھی جھگڑا کر رہی ہو۔ میں پوری ایک رات
تمہارے ساتھ رہا تھا۔ کیا تم نے مجھے بد مزاج اور جھگڑا پایا تھا؟"

"بالکل نہیں، تم تو بہت سلجھے ہوئے شریف نوجوان ہو۔"
میں نے اپنے لیے میں کہا "ابھی تو وہ سلجھا ہوا ہے۔ شریف
ہے اور میں بد معاش ہوں۔ جھگڑا کرنا ہوں۔"

"نہیں، میرا یہ مطلب نہیں ہے۔ خدا کے لیے یہ بحث ختم
کرو۔"

"بحث ختم ہو جائے گی۔ پارس سے کو، مجھ سے معافی
مانگے۔"

پھر میں نے پارس کے لیے میں کہا "اے واہ بابا! میں کس
بات کی معافی مانگوں؟"

"تم نے باپ کی شان میں گستاخی کی ہے۔"
"بزرگوں نہیں۔ توبہ کے بیان کے مطابق میں سلجھا ہوا شریف
نوجوان ہوں۔"

وہ بولی "چٹیک تم نے گستاخی نہیں کی لیکن یہ تمہارے باپ
ہیں، معافی مانگو۔"

میں نے اچانک ہی خیال خواتی ختم کرتے ہوئے کہا "اے
گاڑی سنبھالو۔"

اس نے فوراً ہی ایکسٹریمرگ کو قابو میں کیا۔ ورنہ گاڑی سڑک
کے کنارے ایک بڑے ٹیلے سے ٹکرائے والی تھی۔ وہ گاڑی روک
کر بولی "میرا نام توبہ ہے مگر تم باپ بیٹے کے مجھے توبہ کرا دیا ہے۔
تم کیسے باپ ہو۔ اتنی عمر ہوگی جو ان بیٹا پیدا کر دیا مگر یہ حمل نہیں
آئی کہ بیٹے اور اس کی گرل فرینڈ کے درمیان میں بولنا چاہیے۔"

میں نے ناگوار سے پوچھا "کیا تم نوجوانوں کو زیب دیتا ہے
کہ اپنی باتوں میں بزرگوں کا ادب لحاظ بالکل ہی بھول جاؤ؟"

"اسی کوئی بات نہیں ہے! تمہارا بیٹا جو ان لڑکیوں کا دواؤں
نہیں ہے۔ میں نے ایک رات میں اسے پہچان لیا ہے۔ غلطی
تمہاری تھی، تم کچھ زیادہ ہی بزرگ بن رہے تھے۔"

"ہاں ہاں میں غلطی ہو چڑھا ہوں۔ گاڑی چلاؤ۔"

"چلاؤ کس کی، پہلے وعدہ کرو۔"

"کیسا وعدہ؟"

167

رات یاد نہیں کرتا۔ قسم کھا کر جھوٹی بات کا یقین دلانا گویا محبت میں

پارس: ام حاموس کیوں ہوئے؟ پارس: بونوکیا رابن

بہار: کیا یہی ہو سکتی ہیں؟ میں نے موبائل فون کے

جی بتادی۔ اس نے میرے غصوں پر ہاتھ رکھ کر کہا: آپ فرماؤ۔

اثر ہوں۔ اس اندیشے سے کڑھتی رہتی ہوں کہ وہ جب چاہتا ہو میرے اندر چلا آتا ہوگا۔“

ایسے وقت جب وہ میرے خلاف ملامت سے بول رہی تھی، میں اس کے اندر موجود تھا۔ گرد و ملامت نے اس سے پوچھا کیا وہ تمہارا عاشق ہے؟“

”نہیں وہ مجھے بیٹی کہتا ہے۔“

وہ گھور کر بولا ”عجب ہے، تم باپ پر شبہ کرتی ہو کہ وہ بیٹی کا دماغ میں آتا ہے۔“

”اگر نہیں آتا ہے تو میں اس کے آنے جانے کے اندیشوں میں کیوں مبتلا رہتی ہوں؟“

”شاید تمہیں کسی غلطی کی سزا مل رہی ہے اگر مجھے گردن ان آئی ہو تو مان لو کہ وہ تمہارے دماغ میں نہیں آتا، شخص تمہارے اندر ٹپک آتا ہے، شبہ آتا ہے اور فصد آتا ہے۔“

اسے گرد و پو کی باتوں سے اطمینان ہو کہ واقعی وہ ٹپک اور شبہ میں کڑھتی رہتی ہے۔ اگر فساد آتا بھی ہے تو آتما غشی حاصل کرنے کے بعد وہ خود بخود عمل کے اثر سے نکل آئے گی۔

پھر وہ بڑی گھن سے نئے جذلوں کے ساتھ نیا غیر معمولی علم سیکھنے لگی۔ دن رات مصروف رہنے لگی، ایک تو وہ بلا کی ذہین تھی پھر بے حد غنتی تھی۔ اس لیے چھ ماہ میں اس نے آتما غشی حاصل کر لی۔ اس رات وہ درس گاہ کی چمت پر چاروں شانے چت اپنے گہنی تھی ملامت اس کے پاس پتھری مار کر بیٹھ گیا تھا۔ اس نے کہا تو ”جو کا غشتی سے کام لو، جو کئی گھنوں تک سانس روکے رکھتے پر وہ ہو جاتے ہیں ان کی سانسوں کی طرح ان کی روحیں بھی ان کے قاف میں رہتی ہیں۔ آج سے تم جب چاہو گی، روح تمہارا جسم چھوڑ کرے گی اور جب چاہو گی وہ جسم میں داخل آجایا کرے گی۔“

میں مرنا کے دماغ میں رہ کر ایک غیر معمولی اور حیرت انگیز طاقت کا طریقہ کار دیکھ رہا تھا۔ مرنا ہرے کرشنا کہتے کہتے سانس چھوڑتی تھی لیکن یہ میرے لیے اچھا نہیں ہوا۔ اس کی سانسوں کے ساتھ میں بھی باہر نکل گیا۔ سانس نہیں تو روح نہیں، سانس آئے تو روح آتی ہے اور سانس نہ رہے تو خیال خوانی کی لہریں گم اندر نہیں رہتیں۔

میں سمجھ رہا تھا کہ اس کے اندر رہ کر یہ دیکھنے کا موقع ملے گا کہ اس کے نیم مردہ دماغ میں زندگی کب اور کیسے آتی ہے لیکن میں باہر آ گیا تھا۔ دائمی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا تھا۔ اگر وہ سانسیں چھوڑتی تھی بھی دماغی رابطہ ختم کرنا پڑتا، کیونکہ ہر سانس، ہر جگر کی نفاذ کا وقت ہو رہا تھا۔ میں اپنے وعدے کے مطابق سونیا کے دماغ میں جا کر اسے جگر کی اذان سناتے لگا۔

وہ بابا فرید واسطی مرحوم کی کُنیا میں شمار رہتی تھی کسی ملاقات نہیں کرتی تھی۔ اس کُنیا میں صرف چھ گھنٹے سولی تھی انھار گھنٹے عبادت میں اور روز تہ کی مصروفیات میں گزارتی تھی۔

”نہیں سونیا، سلطانہ اور لعل کے حوالے کرتا رہا ہوں تاکہ وہ انہیں اپنا معمول بنا کر اپنی عمرانی میں رکھیں۔ ایک وقت ایسا آیا تھا جب پیر سائبر کے درجنوں خیال خوانی کرنے والے مثلاً پال ہوپ کن، نیو سٹانا، جورا جوری، جودی نارمن، وارنریک، جان گاڈوی، جے مورگن اور ایسے ہی کتنے ہمارے قابو میں آگئے تھے۔ میں نے مرنا کو بیٹی بنا کر اس کا دل جیتنے کے لیے اکثر خیال خوانی کرنے والوں کو اس کے حوالے کر دیا تھا۔ وہ ہم پر اعتماد کر سکتی تھی ہماری بیٹی بن کر وہ کتنی تھی، لیکن اس نے زبردست دھوکا دیا تھا۔ ان حالات کے پیش نظر میں نے مرنا پر خود بخود عمل کر کے اسے اپنی معمول بنایا تھا اور یہ طے کیا تھا کہ سلمان وغیرہ کو اس کی عمرانی پر مامور نہیں کر دوں گا۔ خود اس پر نظر رکھوں گا اور اسے پھر کبھی فساد کرنے کا موقع نہیں دوں گا۔“

میں بڑی پابندی سے پختہ میں دو ایک بار اس کے دماغ میں جاتا رہا تھا۔ اس کا حس دماغ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتا تھا۔ وہ پریشان سی رہتی تھی۔ یہ اندیشہ سنا تھا کہ میں اس کے دماغ میں چھپ کر آتا ہوں۔ وہ پوچھا میں مزید مہارت حاصل کر کے اس اندیشے کو دور کرنا چاہتی تھی لیکن کسی بھی طریقہ کار سے اپنے اندر کے ٹپک و شبہات مٹانے میں ناکام رہتی تھی۔

کئی ماہ گزر گئے اور میں نے خیال خوانی کے ذریعے اسے کبھی مخاطب نہیں کیا اور نہ ہی اس نے مجھے محسوس کیا تو اسے کچھ اطمینان سا ہونے لگا کہ میں بھول گیا ہوں اور ہمیشہ کے لیے اسے نظر انداز کر چکا ہوں اور پستل خود بخود عمل جو میں نے اس پر کیا تھا اس عمل کی مقررہ مدت ختم ہو چکی ہے۔

میں اس چالاک لومڑی کے معاملے میں غلط رہتا تھا خود بخود عمل کی پہلی مدت ختم ہونے سے پہلے ہی پھر اس کے خوابیدہ دماغ پر عمل کرتا تھا اور تاکید کرتا تھا کہ وہ صبح اٹھ کر خود بخود عمل کو بھول جائے اور یہی ہوتا تھا۔ وہ بھول جاتی تھی اور خوش فہمی میں رہتی تھی کہ میری گرفت سے رہائی حاصل کر چکی ہے۔

لیکن جیسا کہ اس کا مزاج تھا بے اعتمادی اور بے اطمینانی اس کی گہنی میں پڑی تھی۔ وہ کسی ایسے علم کے لیے بھگتی رہی جو اسے ٹیلی پیتھی کی دشمن طاقتوں سے تحفظ دے سکے۔ آخر ایک ہندوستانی جوگی نے اسے بتایا کہ جو آتما غشتی حاصل کرے، وہ صرف برامتا کے قبضے میں رہتا ہے، باقی کوئی انسان اس پر غالب نہیں آسکتا۔

جوگی نے کہا ”تبت کے ایک شہر لاس میں ایک ملامت کنج دیو رہتا ہے۔ وہی اسے آتما غشتی کے مراحل سے گزار سکتا ہے اور اس کی شولکانا (دل کی مراد) پوری کر سکتا ہے۔“

مختصر یہ کہ وہ ملامت کی درس گاہ میں پہنچ گئی تھی اور پہلی ہی ملاقات میں گرد و پو سے کہا تھا ”میرا ایک دشمن فراد علی بیور میرے اعصاب پر سوار ہے۔ شاید میں اس کے خود بخود عمل کے ذریعے

اوارے کے اس حصے میں گئے درخت تھے وہ کھڑی سے درخت کاٹی تھی پھر اس کی لکڑیوں سے کھانا پکائی تھی۔

سویا کے ایک عزم سے دنیا جہان کی دولت اس کے قدموں میں آسکتی تھی۔ انواع و اقسام کے لذیذ کھانے اس کے دسترخوان پر پہنچ سکتے تھے لیکن وہ کھڑی سے درخت کاٹی تھی تاکہ محل کے دوران محنت و مشقت کی حرارت بچے تک پہنچی رہے۔

وہ تمام کام اپنے ہاتھوں سے کرتی تھی، کھانا پکائی تھی، برتن اور کپڑے دھوتی تھی، کھانا کو صاف ستھرا رکھتی تھی، تاکہ ایک گھڑی کے لیے بھی سستانے یا سونے کی خواہش پیدا نہ ہو۔ میں اس کے دماغ میں اذان سن کر آجاتا تھا پھر نماز کے بعد اس کے پاس جاتا تھا۔ وہ کھانہ پاک کی تقریر سنتی تھی جس میں اس کے تحت الشور میں پہنچ کر ہونے والی اولاد تک وہ نصیر پہنچاتا تھا۔

مانا کہ سویا کی کوکھ میں ابھی وہ مصل گوشت کا ٹوکھا ہو گا ابھی جسم بننے کا عمل جاری ہو گا، اس کے ابھی کا نہیں ہوں گے لیکن کھانہ پاک سننے والی مدح موجود ہوگی۔ جب مرنا اور ملامت اپنے دھرم کے طریقہ کار کے مطابق آتما شتی حاصل کر سکتے ہیں تو پھر ہماری ہونے والی اولاد کی مدح تک کھانہ پاک کی تقریر کیوں نہیں پہنچے گی؟ ضرور پہنچے گی۔ یہ ہمارا اپنا ایمان ہے اور ہم اپنے ایمان کے مطابق عمل کرتے رہتے تھے۔

میں دو گھنٹے بعد مرنا کے پاس آیا۔ پہلے اس کے اندر سے تمام سانس نکل گئی تھی اس لیے میں بھی نکل گیا تھا۔ اب واپس آیا تو وہ سانس لے رہی تھی۔ میرے لیے یہ بات قابل اطمینان تھی کہ اس نے میری سوچ کی لمبوں کو محسوس نہیں کیا تھا۔ یعنی اس کی آتما شتی نے میرے تو خبی عمل کو نہیں مٹایا تھا۔ یہ آتما شتی صرف اس وقت میری سوچ کی لمبوں کو کاٹ دیتی تھی جب مدح اس کے جسم سے باہر ہا کرتی تھی۔ اس وقت وہ سو رہی تھی میں نے اپنے تو خبی عمل کو مزید بند کرنے کے لیے پھر اس کے خوابیدہ دماغ کو پٹا پٹا کر پھر عمل کے دوران پوچھا "کیا واقعی تم نے آتما شتی حاصل کی ہے؟"

اس کی محرومہ سوچ نے کہا "ہاں، حاصل کی ہے۔"

"کیا تمہاری مدح تمہارا جسم چھوڑ کر الگ ہو جاتی ہے؟"

"ہاں، جسم سے الگ ہو جاتی ہے۔"

"پھر تمہارا جسم زندہ کیسے رہتا ہے؟"

"میری آتما شتی کا گیان ہے۔ جسم سے مدح جدا ہونے کے بعد بھی دونوں کے درمیان ایک ناقابل فہم قدرتی تعلق ہوتا ہے۔"

اس کی یہ بات قابل غور تھی۔ ہماری دنیا میں ایسا ہوتا ہے ایسے کئی واقعات دیکھنے میں آتے ہیں کہ ایک شخص مر جاتا ہے، جسم بے جان ہو جاتا ہے۔ ڈاکٹر موت کی تصدیق کر دیتا ہے اس کے باوجود ایک آدھ مٹا یا ایک آدھ گھٹنے میں مدح واپس آجاتی ہے اور وہ زندہ ہو جاتا ہے۔ ہماری دنیا میں ایسے کئی مرنے والوں

کے اور دوبارہ جی اٹھنے والوں کے ریکارڈ موجود ہیں۔ ان ریکارڈ سے ثابت ہوتا ہے کہ مدح جسم کو چھوڑ کر الگ ہوتی ہے لیکن جسم میں واپس بھی آجاتی ہے۔

اسے قدرتی کرامات کہنا چاہیے اور علوم کی دنیا میں بڑے قدرتی مظاہر ہیں وہ انسانی کی دسترس..... سے دور نہیں ہیں انسان اپنی محنت و لگن اور ذہانت سے ایسے علوم حاصل کر لیتا ہے یا قابل تردید حقیقت ہے کہ مدح واپس آجاتی ہے یا پھر وہ قیامت تک کے لیے ٹوٹ جاتا ہے۔

میں نے اپنی معمول مرنا سے کہا "تمہارے گرد و پوئے کہ تمہاری آتما جس سے الگ ہو کر دنیا کے کسی بھی حصے میں جا ہے تمہاری آتما کہاں گئی تھی؟"

اس نے جواب دیا "پارس کے پاس گئی تھی۔"

مجھے یقین نہیں آیا کہ اس کی آتما جت سے افغانستان تھی جہاں ہم نے قیام کیا ہے لیکن یقین کرنا پڑا کہ کوئی غریب کے ذریعے معمول بننے والا کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ پھر یہ کہ سو برس دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک چلک چکے جاتی ہیں تو آتما کیوں نہیں جاسکتی؟

میں نے پوچھا "کیا واقعی پارس کے پاس گئی تھی؟"

"میں اپنے عامل سے پوچھ کر رہی ہوں۔"

"یہ تازہ نم نے پارس کو کہا دیکھا؟ وہ کیا کر رہا تھا؟"

"وہ ایک غارت کے کمرے میں سو رہا تھا۔"

"اس کی آتما کے سڑکے تھیلے سے بیان کرو۔"

وہ کہنے لگی "میں نے اسے بستر پر سوتے دیکھا، اس پر بڑا آرا تھا۔ میں نے اسے اچھوتا چاہا لیکن میری انگلیاں میرا غم نہیں تھا اس لیے اسے چھو نہ سکی۔ میں صرف دیکھ سکتی سن نہیں سکتی تھی اور نہ ہی بول سکتی تھی۔"

وہ صبر پھر کر بول رہی تھی "میں معلوم کرنا چاہتی تھی کہ کیا کس مکان میں اور کس علاقے میں ہے؟ میں دوسرے کمرے میں آ رہاں ایک حسین دوشیزا سو رہی تھی۔ تیرے کمرے میں آ پھان بچو خواب تھا۔ اس حینہ اور پھان کے لباس سے معلوم کہ پارس افغانستان میں ہے۔"

میں نے پوچھا "کیا تم میرے کمرے میں آئی تھیں؟"

"آئی تھی۔ تم بستر بیٹھے دونوں ہاتھ اپنے کانوں پر رکھے۔"

اب کچھ بڑھ رہے تھے۔

میں سمجھ گیا کہ وہ میرے اذان دینے کے وقت آئی تھی۔ یہ بات تشویشناک تھی کہ ہم دنیا کے کسی بھی حصے میں کسی بھی جگہ میں چھپے رہتے وہ وہاں پہنچ کر ہمیں پہچان لیتی۔ اس کی آتما نے ارسلان کے ہمیں میں اور پارس کو حواد کے روپ میں پہچان تھا۔

اسی طرح خیال آیا کہ سویا، رسونی، علی تیمور، سویا جا

جو، سلطان، سلطانہ اور لیلیٰ و دنیو جہاں بھی مدوش ہوتے مرنا اپنی آتما کے ذریعے وہاں کی تمام معلومات حاصل کر لیتی۔ آتما میں اور میری جیلتی کے تمام افراد مرنا سے نہ چھپ کر نہ کھتے تھے اور نہ ہی ان کی کوئی بات چھپ سکتے تھے۔ اس کیفیت نے بڑی عجیب اور ناقابل یقین روحانی قوت حاصل کی تھی۔

میں نے کہا "میں حکم دیتا ہوں کہ تم آتما شتی سے ہمارے حلق جو بھی معلومات حاصل کرو گی اسے جسم میں آنے کے بعد بول جایا کرو گی۔"

میں نے اسے تمام قبلی ممبرز اور بابا صاحب کے اوارے کے تمام افراد کے متعلق یہ اس کے ذہن میں نقش کر دیا کہ وہ ان کے خلاف اپنی آتما کے ذریعے جاسوسی نہیں کرے گی۔ اس نے میرے احکامات کی قبول کرنے کا وعدہ کیا۔ میں نے پوچھا "دو غیر معمولی علوم حاصل کرنے کے بعد تمہاری نظروں میں پارس کی کیا اہمیت رہی ہے؟"

وہ بولی "اپنے عرو کی موداعی کے سامنے دنیا کے تمام علوم داغ سے کم ہو جاتے ہیں۔ علوم کی کیا بات ہے، اس کے سامنے میں بھلی رہ جاتی ہوں۔ اسے اپنی مٹی میں رکھنے کی کوشش کرتی رہتی ہوں میں چاہتی ہوں وہ صرف میرا سرہ کرے اسیر کرتا ہے۔"

"تم اسے شدت سے چاہتی ہو پھر اس سے دور کیوں ہو؟"

"اس کے باپ سے بچ کر رہنے کے لیے اس سے دور رہتی ہوں۔"

"تمہارا کیا خیال ہے میں تمہارے داغ میں آیا کرتا ہوں؟"

"نہیں آتے ہو۔ ایک طویل عرصہ گزر چکا ہے۔ تم نے کبھی داغ میں آکر مجھے مخاطب نہیں کیا۔ تمہارے چوری سے آنے کا بھی علم نہ ہو سکا۔ پھر گرد و پوئے یقین دلایا ہے کہ آتما شتی حاصل کرنے کے بعد کوئی شخص دل و دماغ کو تسخیر نہیں کر سکتا۔"

میں نے سوال کیا "دل کو کیسے لے اور دماغ کو باپ نے تسخیر کیا ہے اس سلسلے میں کیا کشتی ہو؟"

"ابھی میں تو خبی عمل کے دوران سمجھ رہی ہوں کہ میرے داغ تمہارا قبضہ ہے۔ تو خبی نیند سے بیدار ہونے کے بعد تمہارا قبضہ بھول جاؤ گی۔ صرف دل پر پارس کی حکمرانی یا وہ جاتی ہے۔"

"تو خبی نیند سے بیدار ہو کر میرے تو خبی عمل کو بھول جاؤ گی۔"

اس نے وعدہ کیا۔ میں نے مزید ضروری ہدایات دیں پھر اسے نکلنے دے دیا۔

○ ○ ○

ہم ایک رات شہت آباد میں گزار چکے تھے دوسرے دن ہلال سے چمکی سمت روانہ ہونے والے تھے پارس نے کہا "ہم نہایت اس ملک میں ہیں تو بہ ہمارے ساتھ رہے گی۔ اس کے

بعد تمامہ جائے گی۔ اس کی تھالی مجاہدین کے گردہ میں مدہ کر دوز ہو سکتی ہے۔"

میں نے پوچھا "وہ کس گردہ میں رہنا پسند کرے گی؟"

"ہم کل رات سے یہاں حزب مومن کی پناہ میں ہیں۔ تو بہ اسی گردہ کو ترجیح دے رہی ہے۔ میں چاہتا ہوں اس گردہ میں تو بہ کا ایک اور اخلاقیات ہو، وہ اپنے مزاج کے مطابق کسی کی پابند نہ رہے۔ اگر تو بہ کی پشت پر حکومت فرانس ہو تو؟ آپ تو جانتے ہیں جس کی پشت پر بڑا ملک ہو وہ اہم ہو جاتا ہے۔"

میں نے گائیڈ جلال شاہ کو ساتھ لے کر حزب مومن کے لیڈر اور مجاہدین کے کاغذ و مرقو سے بات کی۔ ان سے کہا "اگر آپ لوگ اپنی جماعت میں تو بہ خاتم کو آزاد اور خود مختار رہنے کی اجازت دیں گے تو ملک فرانس سے آپ لوگوں کو چسپاں کھینے کے اندر بہت بڑی امداد ملے گی۔"

لیڈر نے پوچھا "کچھ معلوم تو ہو سکتی بڑی امداد ملے گی؟"

میں نے کہا "پہلی امداد کے طور پر ہند مانگا جدید اسلحہ اور پچاس لاکھ ڈالر۔ اس کے بعد بھی تو بہ خاتم جب ضرورت سمجھے گی فرانس سے مزید امداد حاصل کرتی رہے گی۔"

حزب مومن کے اکابرین اپنی مقامی زبان میں ایک دوسرے سے مشورے کرنے کے لیے پھر کاغذ لے کر کہا "یہ درست ہے کہ مجاہدین کسی بڑے ملک سے امداد حاصل کیے بغیر جنگ جاری نہیں رکھ سکتے لیکن ایک قیادت ہے۔"

جلال شاہ نے پوچھا "وہ کیا؟"

"وہ یہ کہ جس ملک سے امداد حاصل کی جاتی ہے اس کے مفادات ہمارے ملک سے وابستہ ہو جاتے ہیں۔"

اکابرین میں سے ایک نے کہا "فرانس میں دلی مہکول کر ہماری مدد کرے گا لیکن اپنی پالیسیوں کے مطابق ہمیں ضرور اپنے ہاؤ میں رکھے گا۔"

میں نے کہا "جب بھی کوئی بڑا ملک اناج، رقم اور اسلحہ و دنیو امداد کے طور پر دیتا ہے تو وہ متعلقہ چھوٹے ملک سے تحریری معاہدہ کرتا ہے تاکہ اسے دباؤ میں رکھے۔ میں یقین دلاتا ہوں فرانس کی طرف سے کوئی تحریری یا زبانی معاہدہ نہیں ہو گا۔ آپ لوگوں پر کسی طرح کا دباؤ نہیں ڈالا جائے گا۔"

ایک نے کہا "یہ عمل نہیں مانتی۔ بڑے ممالک جتنی امداد دیتے ہیں اس سے زیادہ خون چوس لینے ہیں۔ مطلب کے بغیر کوئی کسی کے کام نہیں آتا۔"

میں نے کہا "ہنگامہ حکومت فرانس کو تمہاری مدد کرنے سے پہلے ہی میری ذات سے بے شمار فائدہ حاصل ہوتے رہے ہیں اور وہ آتما شتی بھی فائدہ حاصل کرتے رہیں گے۔"

لیڈر نے پوچھا "آپ سے اس ملک کو کیا فائدہ حاصل ہوتے ہیں؟"

”آپ یہ نہ پوچھیں۔ یہ میرا اور حکومت فرانس کا معاملہ ہے۔ آپ صرف اپنا فائدہ اور سہولت دیکھیں۔ آپ سے کوئی معاہدہ نہیں کیا جائے گا۔ کسی دستاویزی ثبوت کے بغیر ہماری اسطو اور اپنی امداد پہنچتی رہے گی۔“

بات منقول تھی۔ سب قائل ہو رہے تھے میں نے کہا ”آپ کو یہ منظور ہے تو توبہ خاتم کو اپنے گروہ میں کوئی ایسا عمدہ دیں جو خاتم کے شاندار ہو۔“

کمانڈر نے پوچھا ”خاتم کیا چاہتی ہیں؟“
توبہ کو بلایا گیا۔ وہ اس اجلاس میں آئی اس نے آتے ہوئے جھکی جھکی نظروں سے پارس کو یوں دیکھا جیسے صرف اسی کے لیے آئی ہو۔ حزب مومن کے لیڈر نے کہا ”ہماری جماعت میں کوئی عورت نہیں ہے لیکن تمہاری چودہ سالہ جدید کو نصف افغانستان جانتا ہے۔ تم مردوں کے مقابلے میں مروا گئی دکھائی رہی ہو لہذا ہمیں تمہاری شمولیت پر اعتراض نہیں ہے۔“

کمانڈر نے کہا ”خاتم! ہم آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ آپ فرمائیں ہماری جماعت میں اپنا کیا مقام چاہتی ہیں؟“
توبہ نے پھر ایک بار پارس کو برہم نظروں سے دیکھا اس کے بعد کہا ”مئی! اٹال کوئی عمدہ نہیں چاہتی جب میں آٹھ برس کی تھی تب سے ہتھیاروں کے ساتھ کھیل رہی ہوں۔ میں نے چودہ برس میں کسی گروہ کا سارا نہیں لیا جو سچا مجاہد نظر آیا اس کے شاندار نشانہ لڑی رہی تاج بھی ایک مجاہد کے شاندار نشانہ ہوں۔“

اس نے آخری فقرے کی مناسبت سے پارس کو دیکھا پھر کہا ”میں آزاد تھی، آزاد رہوں گی۔ ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جہاں چاہوں گی، جاتی رہوں گی۔ اپنے کسی معاملے میں میں کسی کی پابندی برداشت نہیں کروں گی یہاں کوئی عمدہ قبول کرنے سے مجھے جماعت کے قوانین کا پابند ہونا پڑے گا لہذا میں صرف آپ کے مددگار کی حیثیت سے فائق رکھوں گی۔ جیسا کہ مسٹر ارسلان نے فرمایا ہے تو میں تمہیں میں پہلی امداد آپ کے پاس پہنچ جائے گی۔“

سب نے اس کی باتوں کو تسلیم کیا۔ حزب مومن کے اکابرین نے وعدہ کیا کہ وہ بھی توبہ خاتم کی ضرورت کے وقت اس کی ہر طرح کی مدد کرتے رہیں گے انہوں نے مطلوبہ اسطو کی ایک فرسٹ لکھ کر مجھے دی۔ میں نے حکومت فرانس سے رابطہ قائم کرنے کے لیے مجاہدین کے سامنے ان کا فون استعمال کیا۔ اگلے سہ ماہی میں فرانس کے ایک حاکم کے پاس پہنچ گیا۔ اسے صورت حال سے آگاہ کیا اور کہا کہ جو چیز تمہیں کے اندر اپنے ایک نمائندے کے ذریعہ رقم اور اسطو افغانستان پہنچاؤ۔

میں نے مجاہدین کو دکھانے کے لیے ریسور کان سے لگائے اور جی آواز میں بول رہا تھا اور اسطو کی فرسٹ پڑھ کر سنا رہا تھا۔ پھر

میں نے ریسور رکھ کر لیڈر سے کہا۔ ”کل اسی وقت تک پہلی امداد پہنچ جائے گی۔“
”ان سے ان معاملات میں منٹ کر میں پارس کے ساتھ ہم کر رہے ہیں آیا۔ وہ بولا۔ ”ہی! آج بہت عرصہ بعد مرنا میرا ہوا آئی تھی۔“

”ہوں۔ ابھی میں اس کی خیریت معلوم کرنے جاؤں گا۔“
کہہ رہی تھی؟
”وہ کچھ پرا سراری ہو گئی ہے۔ پچھلی رات میرے کمرے آئے کا دعویٰ کر رہی تھی۔“

”اچھا میں سمجھ گیا۔ اس نے بتایا ہو گا کہ تمہارے قریب ک افغانی دوستیہ کو بھی دیکھا ہے۔“
”جی ہاں۔ وہ جانتی ہے کہ میں افغانستان میں ہوں۔ ملو۔“
”میں نے اس کے باوجود اس نے مجھے پہچان لیا ہے۔“
میں نے مسکرا کر کہا۔ ”گویا اس نے خود کو متعین کر لیا ہے۔“

”میں نے اس کے کھاتے پر یاد آیا“ اس نے میرے پاس آئندہ آئے کے اسی قسم کے کوڈز مقرر کیے ہیں۔“
”وہ کوڈز کیا ہیں؟“
”یہ ہیں کہ میں دشمنوں کی اماں ہوں اور تمہارے لیے ہوں۔“

”درست کہتی ہے اگر میں اسے مستقل طور سے معلوم نہ کر سکتا تو ہم سب کے لیے متعین جاتی۔“
میں نے بے کو آتما فتنی کے مطلق تفصیل سے بتایا۔ وہ سے مستحکم پھر بولا۔ ”ہی! اس میں کتنی صداقت ہے؟“
”جیسے سو فیصد صداقت ہے۔ کل رات وہ اپنی آتما۔“
ذریعے ہم سب کو اس عمارت میں دیکھ کر کہتی ہے۔
”جہاں بھی چھپ کر رہیں گے“ اس کی آتما پہنچ گیا کرے گی؟
”میں نے اس کے دماغ میں ایسی گروہ دکھائی ہے کہ اس کی ہمیں دیکھا کرے گی لیکن دماغ بھول گیا کرے گا۔“

”بائی دی وے“ وہ دشمن بن کر میرے پاس نہیں آئی تھی۔
”وہ تو تمہارے پاس دوست بن کر رہی آئی رہے گی۔“
”وہ خوشخبری سنانے آئی تھی۔ کہہ رہی تھی اس نے آپ دل دکھایا ہے۔ اس کی ملائی کرے گی اور جلد ہی میرے پاس اسلام قبول کرے گی۔“

”وہ پیدا کتنی سیاتی ہے۔ ملامہ کے پاس پہنچ کر ہندو بن ہے۔ تمہارے پاس اگر مسلمان بن جائے گی۔ دنیا میں جتنے مسلمان ہیں وہ موقع مل کر دیکھ کر ایک کو قبول کرتی رہے گی۔ دوسرے چھوڑتی رہے گی۔ جو عقل کا دامن نہیں چھوڑے گا۔ وہی ار ہلاک لومڑی سے بچ جائے گا۔“
”وہ آخر کیا کرتی پھر رہی ہے؟“

”جس قتالی میں چھ ماہ تک کھاتی رہی ہے اسی میں مجید کرنے والی ہے۔ اپنے گرو دیو اور اس کے چھ بیٹوں کی چھٹی کرنے والی ہے۔“
”ختم سے دور تک جانتے ہو اس کے باوجود جانے کے لیے ابھی بت کر رہا ہے۔ وہ بہت گہری ہے۔“
”میں جانتا ہوں۔ اس لیے ابھی میں نے ایک لمبے کے لیے بھی اس پر مجبور نہیں کیا۔“

اسی دن میں نے مرنا کے چور خیالات پھر پڑے۔ پچا چلا کہ ایک میں کی ایک نیم مرنا کو حاصل کرنے وہاں پہنچی ہوئی ہے۔ گروہ آسانی سے حاصل نہ ہوئی تو ہم کے افراد کو اسے اغوا کرنے کا حکم تھا۔

وہ اپنی جگہ ایک مگر تھی۔ اس نے نیم کے لیڈر سے دوستی کی۔ اسے یقین دلایا کہ وہ ملامہ اور اس کے چھ بیٹوں کو قتل کرنے کے بعد اس کے ساتھ جیت جائے گی۔
پھر اس نے ملامہ کو ماسک میں کی نیم کے خلاف پھر کیا۔
نیم نے ہوا کہ دونوں پارٹیاں اسے حاصل کرنے کے لیے آپس میں لڑ رہی ہیں اور ایک دوسرے کو زخمی کرتی رہیں۔ مرنا ان زخمیوں کے اندر پہنچ کر انہیں موت کے گھاٹ اتارتی رہی۔

جیسا کہ قارئین جانتے ہیں۔ آخر میں صرف ملامہ کتنی دیو نے ایک چیلے آثار رام کے ساتھ زندہ بچ گیا تھا۔

جس وقت مرنا نے دونوں پارٹیوں کو لانے کا سلسلہ شروع کیا اس وقت ایک پہلی کا پڑ شہت آباد کے قریب آکر اڑا تھا۔
لی کی سرکاری فوج کا ایک افسر چار مسلح سپاہیوں کے ساتھ آیا۔
”ہم تمہاری دیر کے لیے ایک کمرے میں چھپ گئے۔ میں نے ال شاہ کو سمجھا دیا کہ وہ آئے والوں سے انگریزی یا دوسری زبان نہ گفتگو کرے۔“

جلال شاہ نے حزب مومن کے لیڈر اور کمانڈر کے ساتھ راکری فوج کے افسر کا استقبال کیا۔ پھر گہری زبان میں کہا۔
”ہم آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ فرمائیے سرکاری فوج کو ہماری یاد دہانی۔“

اگر فرسے کہا۔ ”ہمیں توبہ خاتم اور دو پاکستانی مخالفین کی تلاش ہے۔“
”آپ انہیں کیوں تلاش کر رہے ہیں؟“
”وہ کل کی عبوری حکومت کے مجرم ہیں۔ انہوں نے خاتم فرما کر انہیں فریکوئیں کو کسین مقاب کیا ہے۔“

”لیڈر نے کہا۔ ”خاتم شریار غیر ملکی دلال تھا۔ اسے قتل کرنا ہی اس کا مقصد ہے۔“
”اس کا مطلب ہے وہ تینوں مجرم تمہاری پناہ میں ہیں؟“
”میں مجرم نہیں چاہتا۔“
”ہم یہاں جنگ کرنے نہیں آئے ہیں۔ اگر ان تینوں کو تلاش کرنا ہے تو ہم کل حکومت کو رپورٹ کریں گے۔“

”کے“
میں پارس اور توبہ کے ساتھ ان کے سامنے آگیا۔ انہیں مخاطب کرتے ہوئے بولا ”ہم بھی جنگ نہیں چاہتے۔ نظریات کا فرق پیدا ہو تو جنگ پھر جاتی ہے۔ تمہاری نظروں میں ہم مجرم ہیں کیونکہ ہم نے غیر ملکیوں کو اور دلالوں کو سزا دی ہے اور تم ہماری نظروں میں مجرم ہو کیونکہ تم نے بڑے ممالک کو اس ملک میں مداخلت کرنے کی سوتیلیں فراہم کی ہیں۔“

”ہم بحث کرنے نہیں آئے ہیں۔ خاتم فرما رہا ہے اور تینوں غیر ملکیوں کو ہمارے حوالے کر دو۔“

میں نے کہا۔ ”تم اپنا یہ پہلی کا پڑ میرے حوالے کر دو۔ اپنے جوائوں کو حکم دو کہ یہ اپنے تمام ہتھیار پہلی کا پڑ کے اندر ڈال دیں اور بالکل ہتھے ہو جائیں۔“

یہ کہتے ہی میں نے افسر کے دماغ پر قبضہ بنایا۔ وہ مسلح سپاہیوں سے بولا۔ ”اپنے تمام ہتھیار پہلی کا پڑ کے اندر ڈال کر آؤ اور میری یہ گن اور کارتوس بھی لے جاؤ۔“

سپاہیوں نے حیران ہو کر اپنے افسر کو دیکھا۔ پھر ایک نے کہا ”لیکن سر؟“

وہ ڈانٹ کر بولا۔ ”شٹ اپ! کوئی لیکن دیکھ نہیں۔ فوراً حکم کی تعمیل کر۔“

پہلی کا پڑ وہاں سے موٹر کے فاصلے پر تھا۔ وہ سپاہی وہاں گئے اور تمام ہتھیار وہاں ڈال کر چلے آئے تمام مجاہدین حیرانی سے یہ تماشا دیکھ رہے تھے لیڈر مجھے اس سلسلے میں کچھ پوچھنا چاہتا تھا لیکن جلال شاہ نے اسے باتوں میں الجھایا۔

میں پارس اور توبہ کے ساتھ پہلی کا پڑ میں سوار ہو گیا۔ پارس نے پائلٹ کی سیٹ سنبھال لی۔ میں نے افسر کے دماغ پر قبضہ بنایا ہوا تھا۔ ایک سپاہی اس سے کہہ رہا تھا۔ ”مزاہم نے آپ کے حکم کی تعمیل کی ہے لیکن یہ کیا ہو رہا ہے؟“

دوسرے سپاہی نے کہا۔ ”وہ ہمارا پہلی کا پڑ لے جا رہے ہیں۔“

اگر فرسے کہا۔ ”لے جائے دو۔“

پہلی کا پڑ کا پچھتاہی سے گروش کر رہا تھا۔ وہ فضا میں بلند ہو رہا تھا۔ سرکاری فوج کا افسر حزب مومن کے لیڈر اور کمانڈر سے کہہ رہا تھا۔ ”وہ تینوں تمہارے شریف مسلمان تھے ہم نے بھی شرافت سے پہلی کا پڑ ان کے حوالے کر دیا ہے۔ اس ملک میں امن و امان بحال کرنے کا یہی طریقہ ہے کہ سرکاری فوج آپ جیسے مجاہدین کو اپنے پہلی کا پڑ اور اسطو دے دیا کرے۔“

میں نے پارس سے کہہ دیا تھا کہ ہم پناہ مانگیں گے۔ وہ اسی سمت جا رہا تھا۔ میں نے میں منٹ بعد افسر کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس نے چونک کر اپنے سپاہیوں اور حزب مومن کے مجاہدین کو دیکھا پھر پوچھا۔ ”ہمارا اسطو کہاں ہے؟“

ایک سپاہی نے کہا۔ ”میرا بھی آپ نے اسلحہ اور بلی کا پٹر امیں دیا ہے جنہیں گرفتار کرنے آئے تھے وہ جا چکے ہیں۔“
 ”کیا؟“ وہ بے یقینی سے سب لوگوں کو دیکھنے لگا۔ اسے کچھ کہنے کے لیے الفاظ نہیں مل رہے تھے۔ اس کی سمجھ میں کچھ آتا تو وہ بولا۔ وہ پکارا کہ ایک چارپائی پر بیٹھ گیا۔

ایک مجاہد نے پوچھا۔ ”کیا تمہارا دماغی توازن ٹھیک ہے؟“
 اس نے مجاہدین کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ ان کے کماؤڑ نے کہا۔ ”جی ہاں! آپ کچھ ایسا نازل ہیں۔ آپ نے اپنے سپاہیوں کو خودی حکم دیا تھا کہ اسلحہ اور بلی کا پٹر ان کے حوالے کر دیا جائے۔“

”سمان خن۔ کیا میں باگلوں ہوں کہ ایسا حکم دوں گا؟“
 لیڈر نے کہا۔ ”بھرا آپ نے ابھی ہم سے کہا ہے کہ اسنو ایمان بحال کرنے کے لیے سرکاری فوج کو اپنا اسلحہ اور بلی کا پٹر وغیرہ مجاہدین کے حوالے کر دینا چاہئے۔“
 وہ دباؤ سے بولے۔ ”ہرگز نہیں۔ میں نے ایسا کچھ نہیں کہا۔“

”آپ کے اپنے سپاہی گواہ ہیں۔“
 چاروں سپاہیوں نے گواہی دی۔ افسر بیٹھا ہوا تھا۔ اچھل کر کھڑا ہو گیا پھر میری مرضی کے مطابق ڈانس کرنے لگا اسے ٹھکے لگاتے دیکھ کر مجاہدین قہقہے لگنے لگے۔ چاروں سپاہی اس کی منت کر رہے تھے۔ ”سرایا آپ کیا کر رہے ہیں؟ پلیز ڈانس نہ کریں ہماری انٹل ہو رہی ہے۔“

میں نے اس کے دماغ کو ذرا سی ڈھیل دی۔ وہ ناچنے ہوئے کہنے لگا۔ ”میں ڈانس نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن بے اختیار کر رہا ہوں۔ حاتم شرمار کا سیکرٹری افسر بھی ایسے بے گلی حرکتیں کر چکا ہے۔ اس کا بیان سن کر ہمیں یقین نہیں آیا تھا۔ میں یہاں سے جا کر بیان دوں گا تو مجھ پر بھی عبوری حکومت کے حمید اور فوج کے افسران یقین نہیں کریں گے۔“

اس نے ایک سپاہی سے کہا۔ ”میرا ناچ کیا دیکھ رہے ہو۔ فوراً ہیڈ کوارٹر سے رابطہ کرو۔“
 ”سرایا کیسے کریں۔ تمہارا موبائل فون بلی کا پٹر میں دے گیا ہے۔“

وہ ناچتے ہوئے بولا۔ ”میں مجاہدین کے لیڈر سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنا فون یا ٹرانزیٹر ہمیں استعمال کرنے دے۔“
 لیڈر نے کہا۔ ”توجہ خاتم ہماری مجاہدہ ہے اور دونوں صحافی ہمارے سمعان ہیں۔ ان کے خلاف بیڑہ گوارنٹیشن رپورٹ کرنا چاہو گے تو ہم تمہاری کوئی مدد نہیں کریں گے۔“

توجہ نے میری روایت کے مطابق موبائل ٹیلی فون کے ذریعے لیڈر کو مخاطب کیا پھر کہا۔ ”میں خاتم بول رہی ہوں۔ کل تک واپس آنے کی کو خشش کروں گی اور کل تک اسلحے کے ساتھ مالی امداد بھی

پہنچے گی۔ سرکاری فوج کے افسر کو فون اور ٹرانزیٹر استعمال کرنے کیلئے یہ چیزیں ان کے لیے خود پیش کر دو۔“
 اس نے رابطہ ختم کیا۔ لیڈر نے افسر سے کہا۔ ”مجاہدین کو اور یہ فون نے کرائے لوگوں سے رابطہ کرو۔“
 اس نے ڈانس کرتے ہوئے موبائل فون کو آہستہ کیلئے ہیڈ کوارٹر کا نمبر نہ ملا سکا۔ جب بھی وہ نمبر ملا تھا میں غلط کرنا تھا۔ وہ جھجکا بولا۔ ”تمہارا فون خراب ہے۔“
 ”تمہارا دماغ خراب ہے۔“

وہ ناچتے ہوئے بولا۔ ”میں ٹھک گیا ہوں۔ آخر کب تک ہم رہوں گا۔ پلیز بیل کر کے پکڑو اور کسی باغیہ دو۔“
 سپاہیوں نے اسے پکڑ کر ایک کھات پر لٹا دیا۔ پھر اسے رسیوں سے اس طرح باغیہ دیا کہ وہ بٹنے کے قابل نہیں رہا۔ میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ بارس نے بلی کا پٹر کوخ سے پانچ گویا دور اتارا تھا تاکہ ہم کسی کی نظروں میں نہ آئیں۔ میں نے بارس اور توجہ سے کہا۔ ”تم دونوں شرمیں کیس قیام کرو۔ میں بلی کا پٹر لے کر تبت کے شہر لاہر جا رہا ہوں۔“

میں نے پہلے ہی بارس کو مرنا کے حالات بتا دیے تھے کہ بڑی ہکاری سے مالک میں کی پوری ٹیم کو ممالامہ کے ذریعے پکڑ کر انجلی ہے اور اس ٹیم کے ذریعے ممالامہ کے پانچ آتش فشاں جانے والوں کو موت کے گھاٹ اتار چکی ہے اب وہاں صرف ممالامہ اور اس کا ایک خاص چیلہ آتھارام رہ گیا ہے۔

وہ دونوں گرد چیلے اب مرنا پر شبہ کر رہے تھے۔ اس لیے روپوش ہو گئے تھے اور کسی وقت بھی اس پر قحطان نہ ملے کہتے تھے۔ میں نے مرنا کے ذریعے درس گاہ کے انچارج کے دماغ میں بھی جگہ بنائی تھی۔ وہاں دوسرے طلباء اور طالبات یوگا کی مشقیں کرتے رہتے تھے اس لیے میں مرنا کے علاوہ صرف انچارج کے دماغ میں ہی جا سکتا تھا۔

میں نے شہر لاہر کے مندر اور درس گاہ کے قریب بلی کا پٹر اتارا۔ اس وقت انچارج گردو کے جگرے میں قید ہو گیا تھا۔ آتھارام جگرے کے دروازے کو باہر سے بند کر کے کہہ رہا تھا کہ اس وقت انچارج کے اندر مرنا تھکی ہوئی ہے۔ اس لیے اسے قید کیا جا رہا ہے تاکہ مرنا باہر نکل کر اسے اور اس کے گردو کو نقصان نہ پہنچائے۔

میں درس گاہ کی سیڑھیاں چڑھ کر چھت پر آیا۔ آتھارام جگرے کے دروازے کو باہر سے بند کر کے پھر اندر کے طور پر بیٹھا تھا تاکہ مرنا انچارج کو آگہ کار نہ بنا سکے۔ وہ مجھے دیکھنے ہی بولا۔ ”کلن ہو تم؟“

میں نے کہا۔ ”تم نے مجھے جگرے میں بند کیا تھا۔ میں باہر جا رہی ہوں۔“
 ”یہ محوٹ ہے۔“ اس نے توجہ سے بند دروازے کو دھکا

بھردھک دے کر انچارج کو آواز دی۔ ”کیسوراج! کیا تم اندر ہو؟“
 میں نے انچارج کو بولنے نہیں دیا۔ اس نے کئی بار دھک دے کر پوچھا۔ اندر خاموشی رہی۔ میں نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ ”مرنا نے میرا جیس اور طیل بدل دیا ہے۔ اس لیے تم اندر رہا گاہ کے انچارج کو نہیں پہچان رہے ہو۔ میں باہر ہوں۔ اندر کئی نہیں ہے۔“

اس نے اندر دیکھنے کے لیے جلدی سے دروازے کو کھولا۔ میں نے اسے ایک لات ماری وہ کھلے ہوئے دروازے سے اندر گیا۔ میں نے جگرے کے اندر آکر دروازے کو بند کر دیا اس نے اپنی کمرہ کیا، میں نے حملہ روک کر ایک الٹا ہاتھ جھاتے ہوئے کہا۔ ”تم آتھارام خن کی ماہر ہو مگر فائنر نہیں ہو۔“

پھر بھی اس نے نہ پلٹ کر حملہ کیا اور پھر مارا کھا پیچھے گیا اجماعہ اور اور مضبوط جسم اور مضبوط حوصلوں کا مالک تھا میں نے کہا۔ ”تمہاری پٹائی کرتے کرتے تجھیں زخمی کرنے میں بڑا وقت ضائع ہوگا۔ تم ایک کھنٹے تک سانس روکنے والی توانائی رکھتے ہو مگر یہ پارہیت سے بتا دو ممالامہ کتنی دیو مکالم روپوش ہے؟“

لیکن وہ پٹائی کو ترجیح دے رہا تھا۔ بار بار کھلے کر رہا تھا۔ جب براہ راست اس کے جسم پر پڑتا تھا تو وہ سانس روک لیتا تھا۔ سانس نہیں بھرے تھی وہ فوادی کی طرح سخت ہو جاتا تھا۔ میرا ہاتھ جیسے کھال منڈھے سے بولے ہوئے پر پڑتا تھا۔ کئی بار اپنے ہاتھ اور اپنی لاشیں آزمائے کے بعد یقین ہو گیا کہ نہ وہ زخمی ہو گا نہ مجھے اس کے دماغ سے ممالامہ کا سراغ ملے گا۔

اسی وقت اس نے جا تو نکال لیا، میں نے کہا ”واہ بھی! یہ تم مجھے پر احسان کیا ہے۔ لاؤ جا تو مجھے دو۔“
 اس نے حملہ کرنے کے انداز میں جا تو پکڑ کر چیخا بدلتے ہوئے کہا۔ ”زندہ رہنا چاہتا ہے تو دروازے سے ہٹ جا۔“

انچارج میرے پیچھے سے نکلا ہوا تھا۔ وہ دروازہ کھول کر نکلا۔ آتھارام نے بھی جا تو لے کر میری طرف دوڑ لگائی میں نے آواز دیا کہ ایک طرف ہوا، وہ چونک کر گرایا۔ میں نے اسے نرم لاک لاک جا تو جھجھکیا۔ پھر اس جا تو لے اس کے جسم پر ایک لاک لاک مار ڈالا۔ اس کے منہ سے ایک بھگی سی کراہ نکلی۔ میں اس کے دماغ میں پیچ کر چشم زدن میں معلوم کیا کہ ممالامہ! سی ہٹل میں مرنا کے کمرے میں چھپا ہوا ہے۔

میں اس جیلے کو مارا اور رگیدہا اور درس گاہ کے دفتر میں لایا۔ اس کے اٹھ کھڑے کو پٹ سے پانچ حاضرت پر شیب لگا پھر کانوں اور گردن کے پٹے والی اونی ٹوپی سے اس کا چہرہ ڈھانپ دیا۔ اس کے بعد ایک دھک دیتے ہوئے ہٹل میں لے کر آیا۔ ہاٹک انچارج نے ہٹل میں رہا اور اس میں آکر ریوالور سے نشانہ لے کر بولا ”آتھارام کو بھڑاؤ۔“

میں نے اس کی کھوپڑی پر خیال خوانی کی جیت لگائی اس نے ریوالور کو میری طرف اچھال دیا۔ میں نے اسے بچ کر کے کہا ”سامحہ آؤ۔“

وہ قریب آیا، میں نے ریوالور کے دتے سے اس کے سر پر ضرب لگائی۔ وہ پکارا کہ فرش پر گر کر پھر بے ہوش ہو گیا۔ میں اس کے دماغ سے یہ معلوم کر چکا تھا کہ مرنا ہٹل کے کمرہ نمبر ۱۸ میں رہتی ہے۔ میں نے رابڈاری سے گزرتے ہوئے آتھارام کو دم کھٹے دے کر آگے چلائے ہوئے مرنا کی سوچ پر دم۔

ممالامہ اس کے کمرے میں پنگ کے نیچے چھپا ہوا تھا۔ وہاں سے نکل کر مرنا پر گولی چلا رہا تھا۔ وہ اچھل کر ایک طرف ہڑکی گئی۔ سے تو جی کئی لیکن توازن قائم نہ رکھ سکی، فرش پر گر پڑی۔ اس کا دو سرا فاقہ بھی خالی کیا تیسری گولی مرنا کی ٹانگ کو چھو کر گزری۔ وہ موت کے خوف سے چیخنے لگی۔

خوف لازمی تھا۔ جبکہ وہ بھی خوف زدہ نہیں ہوتی تھی۔ شاید اس لیے کہ ہر خطرناک موڑ سے اپنی ذہانت اور ٹیلی ہنسی کے ذریعے بچ نکلتی تھی۔ اس بند کمرے سے بچ نکلتا ناگن تھا لہذا اسے موت کا یقین ہو گیا تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ خدا مردمان ہو تو آسمان سے مدد پہنچتی ہے۔

میں نے مرنا کی چیخ سننے ہی دروازے کے لاک پر گولی ماری اس کے ساتھ آتھارام کو دھکا دیا۔ وہ دروازے سے ٹکرا آیا ہوا اندر گیا ممالامہ نے اپنی حفاظت کے لیے اندر آنے والے پر گولیوں کی پوجا کر دی، ”اپنے ہی چیلے کو ہلاک کر دیا۔“

جب اس کے چہرے پر سے نقاب ہٹایا تب ممالامہ کو اپنی غلطی کا علم ہوا۔ وہ ریوالور کا رخ کھلے ہوئے دروازے کی طرف کرتے ہوئے بولا ”ہاں! ہاروں ہے؟ کس نے میرے چیلے کو یہاں دھکا دیا تھا؟“

کمرے میں روشنی تھی اور رابڈاری میں جہاں میں کھڑا ہوا تھا وہاں تاریکی تھی۔ میں تاریکی سے روشنی کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔ ”مگر کو کھٹال! تم نے آخری تین گولیاں اپنے چیلے پر خرچ کر دیں اب تم میرے ہاتھوں خرچ ہونے کے لیے دھکے ہو۔“

مرنا نے پہلے میری آواز سنی، پھر میرے روشنی میں آتے ہی خوشی سے چیخ کر بولی ”پاپا! پاپا! پاپا!۔۔۔“

اسے موت کا پورا یقین ہونے کے بعد زندگی مل رہی تھی۔ وہ مارے خوشی کے پاپا کی گردن کٹی چلی گئی۔ موت کی دہشت اور حیات نو کی مسرتوں نے اسے کچھ بولنے نہیں دیا۔ وہ فرش پر پڑی ہوئی تھی سر اٹھا کر مجھے دیکھنے کے بعد بڑے اعتماد سے بے ہوش ہو گئی۔ اس کا سر فرش سے ٹک گیا۔ اعتماد یہ تھا کہ اب کئی دشمن اسے نہیں مار سکتے گا۔

ممالامہ کتنی دیو گولیوں کا حساب بھول گیا تھا میری بات کا یقین نہیں آیا کہ ریوالور خالی ہو گیا ہے۔ اس نے دوبارہ میرا نشانہ

لگا کر ڈنگ کو دبایا۔ کٹ کٹ کی آواز کے ساتھ خاموشی چھا گئی تھی اسے نظر انداز کرنے کے لیے اس کی کوئی اہمیت نہ ہو۔ میں کمرے میں داخل ہوا کہ اطمینان سے چلنے ہوئے ایک میز پر آیا۔ وہاں سے پانی کا جگ اٹھانے لگا۔ وہ مجھے غافل سمجھ کر دوازے کی طرف بڑھنے لگا۔ میں نے کہا "ایک کوئی چلے گی اور نکلے ہو جاؤ گے اور تم نے تو دیکھا ہی ہے کہ میرا زخمی ہونے والوں کے درناؤں میں کس آتی ہے؟"

وہ دوازے کے قریب پہنچ گیا تھا لیکن میرا رویہ اور اس کی طرف اٹھا ہوا تھا۔ شاید سوچ رہا تھا کہ وہ ایک ہی جھلاک میں دو انداز پار کرتے ہوئے راہداری کے اندھیرے میں گم ہو سکتا ہے یا نہیں؟

اس کے لیے اس نے مجھے باتوں میں الجھایا۔ مجھ سے پوچھا "تم کون ہو؟"

میں نے ایک عرصہ پہلے جب تمہیں بتائی تھا، مسلسل تم ایک باپ کی محبت اور توجہ دے رہا ہوں لیکن تم نے کبھی شک نہیں کیا۔"

"پاپا! مجھے شرمندہ نہ کریں۔ مجھے ایک موقع اور دیں اس بار میں سچ بتاؤں گی، بن کر کھانا کھاؤں گی۔"

"تم ایک موقع مانگ رہی ہو۔ میں پہلے دن سے مواقع نہ آ رہا ہوں، آئندہ بھی دیتا ہوں گا۔"

اس نے ملامہ کو دیکھتے ہوئے فرش پر سے رویہ اور اٹھا لیا۔ میں نے پوچھا "گولی مارو گی؟"

"ہاں۔ میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

"کیا تم فتنے میں ہو؟"

"اوہ! کیا تم مجھے غصہ نہیں آتا چاہتے؟"

"بالکل نہیں آتا چاہتے تم اپنا غصہ گرو دیکشنامیں دے جاؤ۔"

وہ حیرانی سے بولی "آپ کیسے جانتے ہیں؟"

میں نے ابھی گرو دے کے خیالات پر غصے میں۔ میں تمہارا حفاظت کے لیے ان کا دشمن بن کر آیا تھا لیکن خیالات پھر گم قائل ہو گیا ہوں کہ یہ بہت بڑے گیانی ہیں؟"

"پاپا! آپ دشمن کی تعریف کر رہے ہیں؟"

"تم نے جس زبان سے گرو دیو کہاں ہے اسی زبان سے دشمن نہ کہو۔ آخر یہ انسان ہیں ان سے ایک چھوٹی سی غلطی ہو گئی۔ غلطیاں ہم سے تم سے بھی ہوتی ہیں۔"

"کیا آپ جانتے ہیں اسے زندہ چھوڑ دوں؟"

"تم اپنا غصہ گرو دیو کو دے چکی ہو، وہی ہوئی چیز وہاں نہیں ملے گی۔ پھر یہ تم نے گرو سے حاصل کی ہوئی تعلیمات کے پیٹلے پنا ہے۔ کیا انکار کر سکتی ہو کہ تم نے ان سے آتما جیتی کا غیر معمولی علم حاصل نہیں کیا ہے؟"

"میں تسلیم کرتی ہوں۔ اس معاملے میں یہ ایک عظیم غلطی ہے۔"

میں نے کہا "میں موجود ہوں اور آپ کے سامنے بیٹے کا اعتراف کرتا ہوں۔ میرا ایمان ہے کہ عالم خواہ کسی مذہب کا ہو، اسے اپنی طبیعتی محرک جینا چاہئے تاکہ اس کی ذات سے دنیا کو علم حاصل ہو سکیں۔"

"میں مجھے قتل کر سکتے تھے مگر طبیعتی محرک جینے دے رہے ہو بہت تعلیم انسان ہو۔"

"انسانیت کی راہوں پر عظمت حاصل ہوتی ہے۔ میں پاکستانی سیاست اور حکومت کے معاملات میں نہیں پڑتا البتہ وہاں رہ کر میں نے تحریک کاروں اور غیر ملکی ایجنٹوں کا مطالعہ کیا ہے۔ اس میں آپ کے بھائی سراج خان بھی تھے۔ میرے بیٹے پارس نے ہندوستان جاکر اس عظیم میں رہ کر تسماری حکومت کو نقصان نہیں پہنچایا بلکہ ایک بہت بڑے سیاستدان اور دو ہزار ہندوستانیوں کو ذہن خورانی سے بنایا۔ آپ سے بھی درخواست ہے کہ ذات اور مذہب سے بالاتر ہو کر انسانیت کی بھلائی کے لیے آتما جیتی کو کام میں لائیں۔ آپ نے مرنا کو ہندو بنانے اور صرف ہندوستانی مقاصد کے لیے استعمال کرنے کی کوشش کر کے ایک غلطی کی۔ آپ بہت ذہین ہیں، دوبارہ اپنی غلطی نہیں کریں گے۔"

میں نے ایک ذرا توقف سے کہا "آپ کے چھ چیلے جو آتما جیتی حاصل کر چکے تھے، وہ فنا ہو گئے۔ آپ نے انہیں راہ عظیم کے لیے ٹیلی جیتی کے مقابلے میں تیار کیا تھا۔ ابھی آپ کے چور خیالات تیار رہے ہیں کہ آپ کو غلطی کا احساس ہو گیا ہے اور آپ یہ تسلیم کر رہے ہیں کہ اپنے غیر معمولی علم کو انسانیت کی بھلائی کے لیے استعمال کریں گے۔ میں بھر بھی آپ سے رابطہ کروں گا۔ اگر آپ انسانیت کی راہ پر دواں دواں رہے تو میں آپ کا جاں نثار دوست بن کر رہوں گا۔ تب تک کے لیے خدا حافظ۔"

میں اور میرا اس کے داغ سے چلے آئے۔



محبت میں صداقت ہو تو وہ سٹائی نہیں جاتی اور بار بار برین واٹش کرنے کے باوجود بھلائی نہیں جاتی۔ ثانی برین واٹش کے مطابق پچھلی زندگی بمول جکی تھی لیکن ابھی کسی بھی شہہ یا دواں سے علی کی خوشبو آتی تھی۔

پہلے وہ ابا کے بھس میں چھپی ہوئی تھی۔ دنیا والوں سے چھپنے میں کامیاب ہونے کے باوجود علی پر ظاہر ہو گئی تھی اور علی کو پچھتاہے پچھتاہے بھول جاتی تھی۔

پھر وہ انجانے خطر کا محبوب سے چھپنے کے لیے ابا کے خول سے نکل آئی۔ اس نے ایک لڑکی لارا کا بھس بدل لیا لیکن علی وہاں لارا کا نگہگیر مومس بن کر پہنچ گیا۔ اس نے غانی کو یقین دلایا کہ وہ کہیں محفوظ نہیں ہے۔ اگر وہ چاہتا تو مومس کے روپ میں اسے اقصائیاں کر دیتی کی دوا چلا کر دے مومس کو اس کے داغ پر مسلط کر دیتا اور اس میں شے کی کوئی نگاہ بھی نہ ہوتی۔ علی کے ہاتھ میں

لیگا اور جی تھی کہ وہ گروے زخم کے باوجود سکون اور آرام سے لیٹے ہوئے تھے۔ میرا درس گاہ کے دیہ مہاراج کو لے آئی کیونکہ ملامہ سچن دیو انگریزی ادبیات استعمال نہیں کرتے تھے۔ دیہ اپنے ایک معاون کی مدد سے ان کے علاج میں مصروف ہو گیا۔ میں مرنا کے ساتھ درس گاہ سے جانے لگا۔ وہاں طلباء و طالبات کی بھڑک لگ رہی تھی وہ ہم دونوں کو مجرم سمجھ رہے تھے۔ ہمیں شکایت ہماری غیروں سے دیکھ رہے تھے۔ جبکہ انہیں ہم پر غصہ آتا چاہئے تھا لیکن گرو دیو تعلیم شروع کرنے سے پہلے ہر طالب علم کا غصہ گرو دیکشنامیں مانگ لیتے تھے پھر اس لیے بھی غصہ نہیں تھا کہ ہم نے صرف زخمی کیا تھا اور خودیہ کو بلا کر علاج بھی کر رہے تھے۔

ہم درس گاہ کے دفتر میں آکر بیٹھ گئے۔ پھر خیال خورانی کے ذریعہ ملامہ کو مخاطب کیا۔ پہلے میرا نے کہا "گرو دیو! میرے پاپا نے کھانا، طبیعتی انسان سے ہی ہوتی ہے میں یہ بات سمجھ گئی۔" اس سے دو زبان جو کچھ ہوا اسے آپ بھول جائیں میں بھی بھول جاتی ہوں آپ کو یہ بتانے آئی ہوں کہ پاپا کے ساتھ جا رہی ہوں۔

"جاؤ اور جہاں جاؤ دوسروں کو خوشیاں دو اور خوش رہو۔ میں تمہارے پاپا کا شکر یہ ادا کرنا ہوں۔"

"تو پھر اپنا دیا ہوا غصہ واپس نہ لو۔ داغ کو اس لذت سے بالکل خالی کر کے فیصلہ کرو کیا طیش اور خون میں آتے ہو کر کئی کئی کو قتل کر سکتا ہے؟"

اس کا سر جھک گیا رویہ اور کی ٹال بھی جھک گئی۔ میں نے کہا "گرو دیو کو دیکھو؟ فرش پر بے حس و حرکت پڑے ہوئے ہیں۔ کسی کے جسم میں ہلٹ کھس جائے تو وہ تکلیف کی شدت سے جھنجھکا رہے ہیں اور بے ہوش ہو جاتا ہے لیکن یہ ایک آدھ بار کرانے کے ساتھ خاموش ہیں اور ہوش و حواس میں ہیں، جاتی ہو یہ کیا ہے؟"

"شاید آتما جیتی کا کام ہے۔"

"ہاں۔ آؤ ان کے اندر چلیں۔"

ہم دونوں ان کے اندر آئے۔ اندر وہ گولی جلتا ہوا لٹکا ہوا

میں نے میز پر سے جگ اٹھا لیا تھا۔ میرا پانی چمک کر اسے ہوش میں لانا چاہتا تھا۔ میں نے اس مقدمہ کے لیے میرا کی طرف رخ کیا اسی لمحے میں اس نے دوازے کی سمت جھلاک لگا دی۔ جھلاک کے سمتی ہیں نفاض میں اڑ کر ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچا لیکن ابھی وہ نفاض ہی تھا کہ ٹھاس کی آواز کے ساتھ وہ چٹخا ہوا یوں دوازے کی چوکت پر گر کر آدھا پڑا تھا اندر رہ گیا۔

ملامہ کچن دیو پہلوان تھا۔ پتا نہیں کتنے گھنٹوں تک سانس روک لیتا تھا۔ آئندہ داغ میں جا کر معلوم ہو سکتا تھا۔ ویسے ملامہ جیسے اہم اور غیر معمولی گرواں جب دو کوڑی کے ہوجاتے ہیں تو پھر ان کے متعلق کچھ معلوم کرنا ضروری نہیں رہ جاتا۔ بہر حال وہ فواد کی جسم کا مالک تھا۔ چوکت پر گرنے کے باعث کوئی خاص چوٹ نہیں آئی لیکن میرے رویہ اور کی گولی اس کی ران میں پیوست ہو گئی تھی وہ اس کے اندر اگڑا رے کی طرح جل رہی تھی اور اس کے داغ میں میری خیال خورانی کا شعلہ جھڑک چکا تھا۔

وہ اراچے ہوئے سوچ رہا تھا "آہ! پتا نہیں یہ کون بلائے ناگمانی کی طرح لگایا ہے۔۔۔ پھر وہاں میرا آتما ہے کیا ہے؟"

میں اپنا رویہ اور اس کی طرف پیچ کر مرنا پر جھکا اور اس کے چہرے پر پانی چمکے لگا۔ اس نے چوکت پر آکر کھینکھینک کر دیا۔

ابھی وہ کچھ کی کوشش کر رہی تھی کہ کہاں سے اور کس حال میں؟ اندر ملامہ نے نیچے سے پیچھے ہوئے رویہ اور کو اٹھا کر دیکھا۔ اس کے جیبر میں گولیاں تھیں اس نے پہلے تو مجھے حیرانی سے دیکھا۔ پھر سمجھ گیا۔ میری طرف رویہ اور دیکھتے ہوئے بولا "میں نادان نہیں ہوں تم میرے اندر ہو، مجھے گولیاں چاہئے۔ میں نہیں دوں گے۔"

مرنا اٹھ کر بیٹھ گئی۔ میری گردن میں بائیں ڈال کر پوپا! آپ نے باپ ہونے کا حق ادا کر لیا، بڑا دل میں دل دور سے اپنی بیٹی کو زخمی دینے آئے۔"

وہ چائے کی پیالی تھی جسے وہ پیئے والی تھی اور جس میں اعصابی کمزوری کی دوا حل کی گئی تھی۔ تب وہ مان گئی کہ علی اس کا سپہ دوست ہے اور جب تک یادداشت کی ہند ہی ہوتی گرہ نہیں کٹے گی وہ اپنے محبوب پر اندھا اعتماد کرتی رہے گی۔

علی نے کہا "میں اکثر سوچتا ہوں، کسی دشمن نے میرا اور تمہارا برہنہ واداش کیا ہے۔ ہمارے دماغوں سے پچھلی زندگی بھلا کر ہمیں اپنا معمول اور تابعدار بنا کر ہماری مرضی کے خلاف ہمیں استعمال کر رہا ہے۔"

"جب سے تم لے ہو، میں بھی اسی پہلو سے سوچ رہی ہوں۔ اگر میں سلوان نہیں ہوں تو کسی نے مجھے سلوان بنا کر میری اصلی شناخت گم کر دی ہے اور جس نے بھی ایسا کیا ہے، وہ کوئی کھیل متاثر نہیں کر رہا ہوگا۔ مجھے سلوان بنا کر ماحولم فوائد حاصل کر رہا ہوگا۔"

"صاف ظاہر ہے، سپر ماسٹر اور جان لیوڈا تمہاری ٹیلی پتھی اور ذہانت سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔"

"ہاں، میں یہ بھی سوچتی ہوں، لیکن انہوں نے ٹرانسفامر مشین کے ذریعے مجھے ایک غیر معمولی علم دے کر احسان کیا ہے۔"

"کیا تمہارے ہاں باپ کو اور تمہارے محبوب کو چھین کر تم پر احسان کیا گیا ہے؟ کیا ایسا علم قابل قبول ہوتا ہے جو خون کے اور محبت کے رشتوں کو بھلا دیتا ہے؟"

"تم مل گئے ہو تو چھڑے ہوئے والدین بھی مل جائیں گے۔"

"والدین مل جائیں گے لیکن یادداشت واپس آنے پر پتا چلے کہ تمہارا محبوب یا شوہر کوئی اور ہے اور وہ میں نہیں ہوں تو تمہارا دل کس طرح ٹوٹے گا۔"

"اؤ گاؤ! میں نے اس پہلو سے سوچا ہی نہیں تھا۔ شاید اس لیے کہ میں مدد کی کمزوریوں سے ہمیں اپنا نامتی ہوں۔ یہ سوچنا ہی نہیں چاہتی کہ کوئی دوسرا شخص مجھے چھو بھی سکتا ہے۔"

"خدا نے ہمیں ذہانت دی ہے، ہمیں یہ سمجھنا چاہئے اور اپنی پچھلی زندگی کو یاد کرنے کی عقل تدبیر کرنا چاہئے۔"

"کیا تمہارے ذہن میں کوئی تدبیر ہے؟"

"ایک ہی راستہ ہے کہ ہم کسی چٹان پر کھڑے رہیں اور ہمارے گرد سے ہمیں ڈانٹیں اور ہمیں زندہ کی عقل سوالات کرے اور ہم اسے جواب دیتے ہیں۔"

"انہیں کیسٹ میں ریکارڈ کرنا چاہئے۔"

"ہاں۔ اس طرح ماضی تھینے کی طرح صاف ہو جائے گا لیکن کسی عامل پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔ اگر وہ کوئی دشمن نکلا تو پھر ہمیں خودی عقل میں بکڑے گا۔"

"اگر تم تباہ ہو جی یا میں تباہ ہوں تو یہ اندیشہ بجا ہوتا لیکن جب تم پر عمل ہوگا تو میں تمہارے پاس موجود رہوں گا اور عامل کو غلط عمل کرنے کی اجازت نہیں دوں گا۔ اسی طرح مجھ پر عمل کیا

جائے گا تو تم میرے پاس موجود رہو گی اور عامل کو کسی دشمن کی مکاری کا موقع نہیں دو گی۔"

"بے شک یہ نہایت ہی محفوظ رکھنے والا اور مطمئن کھیلو طریقہ کار ہے۔"

علی نے کہا "ہمیں ہر کام خدا کا نام لے کر کرنا چاہیے۔ ہم ہر چیز سے نہیں کہہ سکتے کہ ہم یہودی ہیں عیسائی ہیں یا مسلمان ہیں اور ہمیں خدا کو کوئی کاٹنا چاہئے۔"

"ہاں۔ ہمیں یقین سے یہ معلوم ہونا چاہئے کہ ہماری مذہبی شناخت کیا ہے۔"

"میں جی بڑی دنیا میں صرف ایک ہی جگہ ایسی جہاں یہودی عیسائی اور مسلمان تینوں اپنے اپنے خدا کو یاد کرنے آتے ہیں۔ وہ تینوں کی عبادت کا مشترکہ مقام ہے اور وہ ہے بیت المقدس۔"

"درست ہے۔"

"ہمیں پچھلی زندگی کو یاد کرنے کے لیے اپنی تدبیر پر عمل بھی کرنا چاہئے اور خدا سے کامیابی کی دعا بھی مانگنی چاہئے۔ بیت المقدس جاکر خدا سے پوچھیں گے اسے ہمارے معبود! ہماری مذہبی شناخت کیا ہے؟ ہمیں اپنی دعاؤں کا جواب ضرور ملے گا۔"

"میں ضرور چلوں گی۔ تم جاؤ اور پاک صاف ہو کر پھر ہا ستری سامان لے آؤ۔"

"میں بیش پاک صاف رہتا ہوں اور مجھے کبھی ستری سامان کی ضرورت نہیں ہوتی۔ میری کار میں کافی رقم ہے اور کپڑے گاڑ بھی ہے۔ ہم جہاں رہیں گے وہاں ضرورت کا سامان خرید لیں گے۔"

وہ ڈرائنگ روم سے اٹھ کر بیڈ روم میں گئی۔ لڑکیاں کیم جانے کے لیے کھنٹوں میک اپ کرتی اور ڈھنسی سنواری ہیں پھر لباس کے انتخاب میں بھی وقت ضائع ہوتا ہے۔ وہ دس منٹ میں واپس آئی پھر وہ دونوں کار میں آکر بیٹھ گئے۔ علی نے کار اشارت کر کے آگے بڑھائی تھانی نے کہا "جان لیوڈا کسی وقت بھی مجھے رابطہ کر سکتا ہے۔ میں اس سے کہہ دوں گی کہ لا راک کی حیثیت سے اپنے معیتر موس کے ساتھ ریو دھم جاری ہوں۔"

"اس بات کو لیوڈا کے مزاج کے مطابق اور معتدل بنائی ہو۔ اس سے کہہ سکتی ہو کہ ایک گولڈن برین واداسکوئی تھو ریو دھم میں رہتا ہے۔ تم اسے نہ پکڑنے جارہی ہو۔"

"راستی یہ بہانہ معتدل رہے گا۔ کچھ عرصہ پہلے تمہارا ساتھ واداسکوئی تھو ریو دھم کا گھبراہٹ میں تھیں اور وہیں گئے ایک گولڈن برین کے دماغ سے لیوڈا کو نکالا تھا۔"

وہ ساحلی راستے سے اٹھیلیاں کی سمت جا رہے تھے۔ وہاں سے اہلات پہنچ کر پھر بیت المقدس کا رخ کرنے والے تھے۔ اسی وقت لیلیٰ نے رابطہ کیا کہ ڈورڈا اور کرتے ہوئے پوچھا "ہیلو! کیا کیے ہو؟ میں پچھلی رات سے تمہارے پاس نہ آ سکی، بہت مصروف

تھی۔"

"ہاں! آپ کی دعاؤں سے بخیریت ہوں۔ ثانی میرے پاس لا راک کے روپ میں بیٹھی ہوئی ہے۔ آپ بتائیں مصروفیت کیا تھی؟ کوئی تفریق بات تو نہیں ہے؟"

"شوٹیں تھی وہ دور ہو گئی۔ تمہاری آخری یعنی ہونے والی ماس سلطان ماں بننے والی ہے۔ کچھ کمزور ہو گئی ہے، میں کل سے اس کی نگہداشت میں لگی ہوئی تھی۔"

"اب تک خوشخبری ملے گی؟"

"نہ کی! آٹھ مہینے بعد۔ پہلے سسٹر (سونیا) کی زندگی ہوگی پھر سلطان ماں بنے گی۔ اسے موجودہ حالات تباہ۔"

علی نے ثانی سے کہا "سلوان! ابھی میرے پاس بے مورگن آقا۔ میں نے اس سے بیس سیکنڈ بعد آنے کے لیے کہا ہے۔ وہ آئی ہوگا۔ تم اس وقت تک مجھے مخاطب نہ کرنا جب تک میں نہیں مخاطب نہ کروں۔"

اس نے "اؤکے" کہا۔ علی خاموشی سے دیو اسکرین کے پار دیکھنے لگا۔ یہ تاخیر دینے لگا کہ بے مورگن جو کھنگو ہے اس نے ٹپا کو پچھلی رات سے اب تک کے واقعات سنائے کہ ثانی کس طرح الپا سے لا راک میں گئی ہے اور وہ لا راک کے معیتر موس کے بیس میں ہے پھر اس نے کہا "اسی! ثانی کو اب اپنی پچھلی زندگی یاد آنا چاہئے۔"

"کیوں بڑی بات نہیں ہے۔ خودی عمل کے ذریعے یہ پھر جاری ہو جائے گی۔"

"لیکن یہ کسی کو اپنے دماغ میں نہیں آنے دے گی۔"

"ہیئے! ہم اس کی بھلائی کے لیے اسے دماغی کمزوری میں مبتلا کر سکتے ہیں۔"

"ابھی تقریباً دو گھنٹے پہلے مجھے موقع ملا تھا۔ میں اسے کمزوری میں مبتلا کر سکتا تھا لیکن میں اپنے پار کو کمزور نہیں دیکھنا چاہتا۔"

"یہ تم جذباتی اور احمقانہ بات کہہ رہے ہو۔ اسے دماغی کمزوری نقصان نہیں پہنچائے گی بلکہ ہم سب ٹیلی پتھی جانتے والوں کے مضبوط فطرت میں پہنچائے گی۔"

"آپ درست کہہ رہی ہیں لیکن یہ اس طریقہ کار پر آمادہ ہے کہ کوئی چٹان پر کھڑے والا اس پر عمل کر کے ماضی یاد دلائے اور اس عمل کے دوران میں موجود رہوں تاکہ کوئی عامل شرارت یا دھوکے سے اسے اپنی معمول نہ بنائے۔"

"میں تمہاری نظروں میں ایسا کوئی عامل ہے جو ثانی کی اصلیت معلوم ہونے کے بعد رازدار رہے گا؟"

ایک ماں بابا صاحب کے ادارے سے قتل رکھنے والا ایسا ایک عامل یہ طریقہ میں رہتا ہے۔ آپ ادارے سے اس کا موجودہ پتہ معلوم کر کے مجھے بتا سکتی ہیں۔"

"ٹھیک ہے، میں ابھی پانچ منٹ میں آتی ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ علی انتظار کرنے لگا۔ وہ اپنی خاموشی سے ثانی پر ظاہر کر رہا تھا کہ ابھی تک بے مورگن سے کھنگو جاری ہے، لیکن نے واپس آکر کہا "ہیئے! اس عامل کو ادارے میں واپس بلایا گیا تھا اور اب اسے کسی دوسرے مشن پر بھیجا گیا ہے۔"

"پھر تو یہ مسئلہ ہو گیا۔"

"ثانی کو دماغی طور پر کمزور کر دیا اسے راضی کر دے کہ وہ ہم میں سے کسی کو اپنے دماغ میں آنے دے۔"

"وہ تو مجھے کیوں دماغ میں آنے گا؟ میں کیا جواب دوں گا؟ مجھے تو بے مورگن کا نام بتانا ہوگا اور وہ کسی یہودی کو آنے نہیں دے گی۔ وہ لیوڈا کے حوالے سے پایا کہ اور ہمارے خاندان کو اپنا دشمن سمجھتی ہے۔"

"میں دیکھتی ہوں کہ اسے اس کا نام بتانا ہوگا اور وہ کسی یہودی کو آنے نہیں دے گی۔ وہ لیوڈا کے حوالے سے پایا کہ اور ہمارے خاندان کو اپنا دشمن سمجھتی ہے۔"

"میں دیکھتی ہوں کہ اسے اس کا نام بتانا ہوگا اور وہ کسی یہودی کو آنے نہیں دے گی۔ وہ لیوڈا کے حوالے سے پایا کہ اور ہمارے خاندان کو اپنا دشمن سمجھتی ہے۔"

"خدا تمہارے ایمان کو اور مستحکم کرے۔ میں جاری ہوں، مجھے دو گھنٹے بعد آؤں گی۔"

اس کے جانے کے بعد علی نے ایک کمری سانس لے کر ثانی سے کہا "مورگن چلا گیا ہے۔"

"وہ کیا کہہ رہا تھا؟"

"سرکاری معاملات پر بول رہا تھا۔"

"وہ جو بول رہا تھا وہ مجھے نہیں بتاؤ گے؟"

"تم لیوڈا اور سپر اسٹرکی باتیں مجھے نہیں بتاتی ہو پھر گولڈن برنیز کی باتیں مجھ سے کیوں پوچھ رہی ہو؟"

"پہلے نہیں بتاتی تھی۔ آج تو تم نے میری آنکھیں کھول دی ہیں۔ مجھ سے جو پوچھو گے وہ بتاؤں گی۔ جب تک میں خود کو نہیں پہچانوں گی تب تک غیر جانبدار رہوں گی۔"

"میں بھی غیر جانبدار رہوں گا اور لیوڈا سے تعلق رکھنے والے تمہارے معاملات میں مداخلت نہیں کروں گا۔"

"یہ موضوع ختم کرو، ہم اپنی باتیں کریں گے۔"

"ہاں اور اپنی بات ہے کہ سب سے پہلے ہم کافی بیٹیں گے کیونکہ اعصابی کمزوری پیدا کرنے والی چائے تمہارے ڈرائنگ روم میں موجود ہے۔"

وہ بیٹنے ہوئے ہوئی "وہ چائے ہمیں پلانے والی تھی۔ بعض اوقات ہم سے انجانے میں بڑی غلطیاں ہو جاتی ہیں۔"

"میں غلطیوں میں مجھے شامل نہ کرو، میں غلطیاں نہیں کرتا۔"

"اور نہ ہیے فرشتے آتے ہیں۔ چناں ہے کہ کبھی غلطی ہی نہیں ہوتی۔"

”تمہارے معاملے میں نہیں ہوتی۔ جب بھی تم نے غلط راستے پر مجھے ڈانا جاہا میں نے صحیح راستے پر آکر نہیں چلایا۔“
 ثانی نے دل میں تسلیم کیا جب سے مل ابیب کے انزویہ پر سامنا ہوا تھا۔ تب سے وہ اسے ہر مجلس میں بچاتا اور اسے حاشا کرنا آتا تھا۔ انہوں نے افسانہ لکھ کر سینڈویچ کھائے پھر کافی پینے لگے اس بار بے مورگن نے رابطہ کیا۔ کوڈروڈز ادا کیے۔ ان ہی لمحات میں لیوڈا نے ثانی سے رابطہ کیا۔ ثانی ادھر ادھر علی مصوف ہو گیا۔
 بے مورگن نے علی سے کہا ”میرا یہ الپا واقعی مشکوک ہوتی جا رہی ہے۔“

”ہوں۔ وضاحت کرو۔“
 ”وہ مہلتے ایک گولڈن برین جان فوئل سے فری ہو رہی ہے۔ اس نے آج رات اسے ڈنر کی دعوت دی ہے۔“
 ”تم یہ کتنا چاہتے ہو کہ ہمارے کسی بھی ٹیلی بیٹھی جاننے والے کو کسی گولڈن برین سے ذاتی تعلقات قائم کرنے کی اجازت نہیں ہے اور وہ درپردہ قتل قائم کر کے خلاف ضابطہ حرکتیں کر رہی ہے۔“

”جی ہاں۔ وہ گولڈن برین جان فوئل کے دماغ میں آئی ہے۔“
 ”یہ تمہیں کیسے معلوم ہوا؟“
 ”مجھے آدھا گھنٹا پہلے میں نے جان فوئل سے فون پر رابطہ کرنا چاہا۔ پتا چلا فون خراب ہے لہذا میں نے خیال خواتی کے ذریعے مخاطب کرنا چاہا وہاں پہنچنے ہی الپا کا لہجہ سنا دیا وہ کہہ رہی تھی ”مسٹر جان! میں ابھی فون پر رابطہ کر رہی تھی۔ پتا چلا تمہارا فون خراب ہے اس لیے مجبور ہو کر تمہارے دماغ میں آئی ہوں۔“
 گولڈن برین جان فوئل نے کہا ”ٹھوکی بات نہیں۔ پولو کیا کام ہے؟“

”میں یہ کہنے آئی ہوں کہ تمام گولڈن برینز خود کو راز میں رکھنے کے لیے بہت محتاط رہتے ہیں۔ خود کو بھی کسی پر ظاہر نہیں کرتے لیکن میں نے نوبلیز نائٹ کی پائل میں نہیں پہچان لیا ہے۔“
 وہ پریشان ہو کر بولا ”کیا کہہ رہی ہو؟ تم نے کیسے پہچان لیا؟“
 ”تمہاری آواز اور لہجہ۔ تم نے یہ نہیں سوچا کہ اس پائل میں ٹیلی بیٹھی جاننے والے آسکتے ہیں۔ میں آؤں بے مورگن تمہاری آواز اور لہجہ کو پہچانتے ہیں۔ تمہیں وہاں لہجہ بدل کر بولنا چاہئے صاحب تم بیکھر کی جوان بیٹی سے گفتگو کر رہے تھے تب میں تمہارے قریب ہی تھی۔“

”اوہ گاڈ! مجھے خیال نہیں رہا تھا کہ میں اپنے لیے میں بول رہا ہوں۔“
 ”کیسے خیال رہتا۔ بیکھر کی بیٹی حسین بھی ہے اور جوان بھی۔ جس فری ہونے کا موقع بھی دے رہی تھی۔“
 ”یہ بات نہیں ہے تم مجھے غلط سمجھ رہی ہو۔“

”میں اتنی دیر سے تمہارے دماغ میں ہوں۔ ذرا اعتماد کرو میں نے تمہیں باتوں میں لگا کر کتنے چور خیالات پڑھے ہیں۔“
 ”یہ دیکھو یہ غلط بات ہے کہ میں چور خیالات نہیں پڑھنے لگا۔ سانس روک رہا ہوں۔“
 ”اگر سانس روکے تو میں تمہاری بے پروائی کی رپورٹ نام گولڈن برینز کے سامنے پیش کر دوں گی۔ وہ اس اندیشے کے تحت تم سے یہ وعدہ جمیں ہیں کہ کے میری طرح کوئی دوسرا خیال خواتی کرنے والا دشمن بھی تمہارے لیے کوں چکا ہے اور تمہیں چہرے سے پہچان چکا ہے۔ میں وہ چور خیالات بھی پیش کر دوں گی جو اب تک پڑھ چکی ہوں۔“

اس نے پریشان ہو کر پوچھا ”کیا پڑھ چکی ہو؟“
 ”جی کہ تم نے اٹھائیں دسمبر کی رات رہنا نامی ایک لڑکی کے مکان میں گزار دی ہے اور یہ انتہائی غیر ذمے داری کا ثبوت ہے۔ میں نے رہنا کا فون نمبر اور پتا بھی تمہارے خیالات سے معلوم کیا ہے۔“
 وہ سمجھ گیا کہ بری طرح چسپ چکا ہے۔ اس نے عاجزی سے کہہ دیا ”الپا! پلیز میرے خلاف رپورٹ پیش نہ کرو۔“

”پیش کرنا ہوتا تو تمہارے پاس نہ آتی۔ تمہیں نوجوان لڑکیاں پسند ہیں اور مجھے تمہارے جیسے بوڑھے مرد۔ کیا کہے؟“
 ”مجھ کی کیا تو میری خوش قسمتی ہے کیا تم مل سکتے ہیں؟“
 ”میں ملیں گے تو بڑھاپے اور جوانی کا غلط ایسے ہو گا؟“
 ”تو آج رات میری طرف سے ڈنر کی دعوت ہے۔“
 ”کی ہوگی میں دعوت دو گے تو تمہاری نصیب نہیں ہوگی بھرم دونوں ایک ساتھ دیکھ لے جائیں گے۔ ہماری ٹھہری اٹلیٹکس کے جاسوس بڑے تیز ہیں۔“

”ٹھیک کہتی ہو اپنے بچکے کا پتا تاؤ۔ میں رات کے آٹھ بجے حاضر ہو جاؤں گا۔“
 بے مورگن الپا کی یہ دوداد علی کو سنا رہا تھا۔ علی نے کن انکھیں سے پاس بیٹھی ہوئی ثانی کو دیکھا۔ وہ خاموش تھی۔ اپنے دماغ میں لیوڈا کی باتیں سن رہی تھی دونوں اپنی اپنی جگہ مشکوکاں مصوف تھے علی نے بے مورگن سے کہا ”میں نے پہلے ہی الپا شک ظاہر کیا تھا اب یہ شک یقین میں بدل رہا ہے۔ وہ عاتق ساتھ جو ناکم کیمیل رہی ہے۔ آج اس کا ذرا پک سمن ہوا چاہئے۔“

”ضرور ہو گا میرا آپ محمد دیں۔“
 گولڈن برین راجر موس سے کہو۔ میں لارا کے ساتھ ہوں اس لیے فون پر ایسی خفیہ اہم باتیں نہیں کر سکتا۔ میں نے علی ہوں ہمارے ذہین سراسر اس اور فوج کے جوان اس وقت الپا کے بچکے کو گھیر لیں جب جان فوئل اس سے ملاقات کے لیے آئے ہمارا ایک جوان بچکے میں داخل ہوتے ہی الپا کو بے ہوش کیا

اعین لگائے گا کہ لیوڈا وغیرہ کا نامی کی صورت میں الپا کو ہلاک نہ کر سکیں۔“
 ”مجھے کیا سرائیں ابھی آپریشن کی تیاری کرتا ہوں۔“
 ”اور سنو۔ الپا کا برین جلد سے جلد واش ہونا چاہئے۔ دشمن کو ذرا بھی مدخلت کا موقع نہ دینا۔“
 ”سہاوی ہو گا سراسر۔“
 بے مورگن چلا گیا۔ اوہر ثانی کے دماغ میں لیوڈا بھی اسی موضوع پر باتیں کر رہا تھا اور فوج سے کہہ رہا تھا کہ الپا نے ایک گولڈن برین جان فوئل کو چھانسا لیا ہے۔ ابھی تین گھنٹے بعد وہ الپا کے بچکے میں ڈنر کے لیے آئے گا تو اس کا دماغ کنزور ہو گا پھر اسے اپنا معمول اور ناہم رہنا پائے گا۔“

ثانی نے تمام باتیں سننے کے بعد کہا ”میں اس وقت لارا کے عجیب موس کے ساتھ ہوں اور پورے غم جباری ہوں۔“
 ”اوہ نوسلو۔ اہم ایک اہم گولڈن برین کو ٹیپ کر رہے ہیں ایسے وقت تمہیں الپا کے قریب رہنا چاہئے۔“
 ”میں اکل! پہلے آپ یہ تو پوچھیں کہ میں پورے غم کیوں جا رہی ہوں۔“

”ہاں یہ تو میں نے پوچھا ہی نہیں۔“
 ”آپ جانتے ہیں ایک گولڈن برین واسکوڈی تھا پورے غم میں رہتا ہے۔ لارا کے عجیب موس سے اس کی رشتہ داری ہے۔ میں اس کے گھر جا رہا ہوں۔“
 وہ خوش ہو کر بولا ”یہ تو کمال ہو گیا۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ تم اس گولڈن برین کو ضرور ٹیپ کر دو گی۔“
 ”جی ہاں۔ جب بھی کامیابی ہوگی میں آپ کو اور ہر ماشر کو خوشخبری سنائے آؤں گی۔“

لیوڈا چلا گیا، ثانی نے ایک گھری سانس لے کر کہا ”تمہیں تانے کا موقع نہیں ملا۔ اچانک جان لیوڈا آیا تھا اور ایک معاملے پر گفتگو کر رہا تھا۔“
 علی نے کہا ”میں میرے ساتھ ہو رہا تھا۔ بے مورگن مجھ سے باتیں کر رہا تھا۔“
 وہ ثانی کے ساتھ کافی اؤس سے باہر آتا پھر دونوں کار میں بیٹھ کر پورے غم کی طرف جانے لگے۔ وہ شام کے سات بجے وہاں پہنچے۔ پورے غم کے منہ سے یہی باتیں سن رہی تھیں۔ اس سے میں کی قرب اور دوز قبیلے کے لوگوں کو ہائش کی اجازت نہیں دی جاتی ہے۔ وہیں ایک بچکے میں گولڈن برین واسکوڈی تھا رہتا تھا۔ لیوڈا نے کہا ”پہلے ہم سمجھا افسانہ میں حاضری دیں کہ پھر واپس آکر اکل فرما سے ملاقات کریں گے۔“

اس نے کار کو سر موڑ لی پھر مدینا کا سب سے قدم ڈھکی آؤں فیصل بند شرف تھا۔ اس شہر کویت المقدس کہتے ہیں۔ دینا کے کہنے کہنے سے تین غائب کے سامنے والے یہاں ہوا ہر موسم

میں زیارت کے لیے اور ایمان تادہ کرنے کے لیے آتے ہیں۔ وہ فیصل کے ایک دواؤں سے بہت المقدس میں داخل ہوئے پھر حرم شریف میں آئے ثانی نے پوچھا ”تم پہلے مسلمانوں کے حرم شریف میں کیوں آئے ہو۔ سنا ہے اس سے ملحقہ ایک حصے میں وہ احاطہ ہے جہاں حضرت عیسیٰ کی خالی قبر ہے۔ قبر اس لیے خالی ہے کہ وہ آسمان پر اٹھا لیے گئے تھے اور یہ ایمان ہے کہ حضرت عیسیٰ زندہ ہیں اور ایک دن دنیا میں واپس آئیں گے۔“

علی نے کہا ”ہم عیسائیوں کے اس کلیسا میں بھی جائیں گے جو ان کی سب سے مقدس زیارت گاہ ہے۔ یہ دیکھو یہ سمجھ افسانہ ہے اس احاطہ کی پشت پر یہودیوں کی دیوار گر رہی ہے۔“
 ”یہ دیوار گریہ کیا چیز ہے؟“
 ”یہودیوں کے عقیدے کے مطابق یہاں حضرت سلیمان علیہ السلام کی عبادت گاہ تھی۔ جسے دونوں نے دہزار سال قبل سہارا کر دیا تھا۔ یہودی اس سانچے کے غم میں آج بھی اس دیوار سے لگ کر رہتے ہیں۔ یہ آؤ داری ان کی عبادت کا ایک حصہ ہے۔“

وہ دونوں سمجھ افسانہ کا نظارہ کر رہے تھے۔ علی دل ہی دل میں دعا میں مانگ رہا تھا ”یا اللہ! میری ثانی مجھے واپس دے دے۔ میں اس کی دعا کی توانائی کو کنزور نہیں کر دوں گا۔ یہودیوں کے غم میں ہو گا۔“

سمجھ افسانہ کو اکثر مسلمان سمجھ کر بھی کہتے ہیں۔ حضرت عمر نے پورے غم کو ختم کرنے کے بعد اس مسجد کے اس حصے میں نماز ادا کی تھی جہاں سے آنحضرت ”سراج کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ علی اور ثانی وہاں سے نکل کر مغربی کی عمارت میں آئے مغربی کے اندر ایک گھیرے میں وہ چٹان ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے قربانی کا وعدہ کیا تھا۔ اس چٹان کے قریب اس وقت دوسرے زائرین بھی تھے۔ ان میں عیسائی اور یہودی بھی تھے۔ ایک یہودی نے ثانی کے قریب آکر کہا ”ہیلو لارا! تم تو ایسے غائب ہوئی ہو کہ میںیں صورت نظر نہیں آتی۔“

ثانی نے ناگوار سے کہا ”میں لارا نہیں ہوں۔“
 وہ اپنے ایک ساتھی کو مخاطب کرتے ہوئے بولا ”دون! اسنو یہ کیا کہتی ہے؟ یہ لارا نہیں ہے۔“
 دراصل لارا قہرٹ کسے والی لڑکی تھی۔ جس میں قہرٹ ابیب سے نوجوا رک تک کتنے شہروں میں کتنے عاشق بنا رکھے تھے۔ پورے غم نے آئے والے عاشق ثانی کو لارا سمجھ رہے تھے۔ دوسرے عاشق نے سامنے آکر کہا ”واہ میری جان! مذاق کر رہی ہو یا جگہ بچانے سے انکار کر رہی ہو۔“

وہ دونوں تیزی سے باہر آ رہے تھے۔ عین نوجوان بیچھے بیچھے تھے۔ ایک کتا آتا تھا "یارا بات سمجھا کر" ایک نئے عاشق کے ساتھ ہے اس لیے ہم سے انجان بن رہی ہے۔"

دوسرے نے کہا "لیکن یہ تو ہماری اہل ہے۔ اس کے ساتھ رات گزارنے کے لیے ہمیں ٹھہرا رہی ہے۔"

علی نے حرم شریف کے باہر قدم رکھتے ہی اس کے منہ پر ایک اٹا ہاتھ رسید کیا ہاتھ کیا تھوکرے کی سلاخ تھی۔ وہ چپچپ مارتا ہوا دور جا کر گر پڑا۔ وہ عیاشی کرنے والے جوان دہلے پلٹے ناک سے تھے لڑنا نہیں جانتے تھے۔ انہوں نے ذرا دور بھاگ کر چتر اٹھا کر مارنا شروع کیا۔ علی نے ٹائی کو چھوڑا جسے بچانے کے لیے دھماکا بننے کی کوشش کی، زخمی بھی ہو لیکن عین اطراف سے پتھر آ رہے تھے۔ وہ ٹائی کے ساتھ دوڑتا ہوا حرم شریف میں واپس آیا۔ اپنی جان حیات کو رکھا تو وہ بھی زخمی ہو چکی تھی۔ بیٹانی سے کوسہرے ہوا تھا اور وہ ان بھگڑوں کو گھور رہی تھی جو بہت دور جا کر کھڑے ہو گئے تھے۔

ایک پولیس افسر اور کئی سپاہی آگئے تھے۔ علی نے اپنا کارڈ دکھایا تو سب نے الرٹ ہو کر سیکیورٹی کیا۔ وہ بولا "ہتھیوں تو نہیں زادے! دھرم کھڑے ہوئے ہیں۔ انہیں بچاؤ اور گرفتار کرو۔ یہ گرفتار نہ ہوئے تو تم سب کی دوڑیاں اٹا کر لے جائیں گی۔"

وہ تینوں بھاگے گئے۔ سپاہیوں نے ان کے پیچھے دوڑ لگا دی۔ ٹائی کے سر پر سخت چوٹ آئی تھی۔ علی اپنی چوٹیں بھول گیا۔ اسے سارا دے کر کار میں لے آیا۔ وہ دونوں فواد تھے۔ ایسی چوٹیں کوئی اہمیت نہیں رکھتی تھیں لیکن ایمان اور عقیدے پر دھکا جانے تو اللہ تعالیٰ نے علی کی دعا قبول کر لی تھی۔ ٹائی کو کڑوری میں جلا کر دیا تھا۔

جب علی آئی تو علی اور ٹائی گولڈن برین و اسکوڈی تھوکرے کے بیچلے میں آگئے تھے۔ تھوکرے نے ان کو کال کیا تو علی نے کہا "علی! تمہارا ایمان اور تمہارا جذبہ صادق ہے۔ خدا نے تمہاری سن۔ ٹائی کو اعصابی کمزوری میں جلا کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ اس کی واپسی کا اہتمام قدرت نے کیا ہے۔"

جب ان کو مزہم بنی کر کے چلا گیا تو علی چپکے سے ٹائی کے دماغ میں آئی۔ اسے تھپک تھپک کر سلا یا بھراس پر عمل کرنے لگی۔

☆○☆

خدا جب کسی شخص یا کسی قوم کو دولت اور قوت دیتا ہے تو کبھی برسوں تک اور کبھی صدیوں تک اس کا عرف آزماتا ہے۔ دوسرے نصف صدی سے زیادہ عرصہ تک سپر پاور ہاگراس کی کم عثمانی نے اسے توڑ دیا۔ امریکا اور اسرائیل کا بھی جلد یا بدیر کچھ ایسا ہی انجام ہونے والا ہے۔

دائیں ہندو تو یہ ہے کہ ہم اپنے ہی اسلامی ممالک کا جائزہ لیں۔ اللہ تعالیٰ نے مشرق وسطیٰ کی تمام مسلمان ریاستوں کو تخیل کی

اتنی بڑی دولت دی جس کی مثال دنیا کے کسی اور ملک میں نہیں ملتی لیکن اس دولت سے کوئی ایسی فوج تیار نہیں ہوئی جو اسرائیل کے مقابلے میں ایک دن کی بھی جنگ لڑنے کے قابل ہو۔ اس دولت سے جدید اسلحہ کی کوئی فیکٹری نہیں بنائی گئی۔ ان ریاستوں میں سے کسی نے اس دولت سے کسی مسلمان کو مادیاتیوں اور سائنس دانوں میں بنایا بلکہ اپنی پوری قوم کو امریکا کا دوست اور وفادار بنا دیا۔ امریکا کی دھمکی اور قہر داری کی قدر اسرائیل کے بعد کرتا ہے۔ افغانستان جیسے اسلامی ملکوں کو غاندہ جگہ میں جلا کر کے اس قدر کھوکھلا کر دیا جاتا ہے کہ وہ کسی چھوٹے ملک کے سارے کے بغیر اپنا وجود قائم نہیں رکھ سکتے۔ اب میری داستان جس کو آزاد اسلامی ملک سے گزرنے والی ہے اس کا نام ازبکستان ہے۔

اس اسلامی ملک پر ساری دنیا کے عیسائیوں اور یوں کی نظریں لگی ہوئی ہیں۔ یہاں بیسویں اپنی مذہبی شناخت سے نہیں بلکہ کیونٹ پائلے کے لیڈر اور ذکر کی حیثیت سے غلبہ پانے کی جدوجہد میں مصروف ہیں۔

میں جانتا ہوں میرے قارئین بڑی معلومات کے حامل ہوں ہیں اس کے باوجود یہ داستان کا تقاضا ہے۔ میں یہ بتانا چاہوں کہ مغربی ممالک ازبکستان پر اثر انداز کیوں ہونا چاہتے ہیں؟ سب سے پہلی اور ناقابل انکار حقیقت یہ ہے کہ مغربی ممالک کبھی اسلامی ممالک کو فتح ہونے نہیں دیں گے اور اپنے انجام سے بے خبر مسلمان خود بھی فتح نہیں ہوں گے۔

بحر یہ کہ خدا نے جس طرح مشرق وسطیٰ کے مسلم ممالک کو تیل کی دولت دی ہے اسی طرح ازبکستان کو سونے کا ذخیرہ دیا ہے۔ یہاں سونے کی کانوں سے تقریباً چالیس ٹن سونا سالانہ نکالا جاتا ہے۔ قدرتی گیس، کوئلے اور دیگر دھاتوں کے وسیع ذخائر پائے جاتے ہیں اور اتنی فیصد اعلیٰ درجے کی گیس کی پائیں پیدا ہوتی ہے۔ یہاں ایسے سائنسی ادارے ہیں جہاں چالیس لاکھ افراد کام کرتے ہیں۔ یہاں کے لوگ فن میں اس قدر آگے ہیں کہ زلزلہ ہونے پر عمارتیں تعمیر کرتے ہیں۔ ایسی عمارتیں اب تک نہیں زلزلوں کے شدید جھٹکے برداشت کر چکی ہیں۔

اپنے ذہن، مادی دار اور قدرتی دولت سے بالا مال مسلمان مغربی ممالک کی نظروں میں یقیناً ٹھکے رہیں گے۔ انہیں شیشے میں آٹانے کے لیے بین الاقوامی سیاست کی بے باک چوچو چالیں چلی جاتی ہیں اس کی کچھ جھلکیاں اس داستان میں ملتی ہیں گی۔

اس کے خاکہ میں جیت سے واپس افغانستان پارس کے پاس جاتے ہیں اس نے کہا تھا "ایسا! آپ مجھے ازبکستان کے کسی سرحدی شہر میں ڈراپ کر دیں۔ مجھے وہاں کچھ ضروری کام ہے۔"

میں اس بلی کا پتھر میں اسے لے گیا جو میں افغانستان سے لے کر آتا تھا۔ ایسی نو آزاد ملکوں کی سرحدیں مضبوط نہیں تھیں۔ ایسے ممالک میں داخل ہوتے وقت کوئی خاص پریشانی نہیں ہوتی ہے۔ اگر ہوتی تو ہم ٹیلی جیٹیک کے ذریعے پکڑی جاسکتے تھے۔ میں نے ایک مشرقی شہر فرغانہ کے قریب اسے بلی کا پتھر سے اتار دیا اور تھوڑی دیر کے لیے انہیں بند کر دیا۔ وہ بولی "آپ نے یہ نہیں پوچھا کہ میں پارس سے ملے آپ کے ساتھ کیوں نہیں جا رہی ہوں؟"

میں نے جواب دیا "تمہارا اور پارس کا معاملہ ہے۔ مجھے کوئی سوال نہیں کرنا چاہیے۔"

"آپ ایک سوال کا صحیح جواب دیں گے؟"

"میں تو صحیح جواب دوں گا لیکن تمہیں میری سچائی کا یقین نہیں آئے گا۔ تم نے کبھی کسی پرجوش سائنس دان سے کیا ہی نہیں ہے۔"

"چلیں یہی سبھی آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ میں جیت میں ہوں اور خطرات میں گھری ہوئی ہوں۔"

"جیت میں میرے کئی آلات کار ہیں، ان میں سے ایک نے مجھے درکار کے انجانہ کے دماغ میں پہنچایا تھا۔"

"آپ اپنے بیٹے پارس کی قسم کھا کر کہیں گے کہ مجھ پر عمومی عمل نہیں کیا ہے اور میرے دماغ میں نہیں آتے ہیں؟"

"تم نے میرا پورا ریکارڈ پڑھا ہے۔ اس میں یہ لکھا ہوا ہے کہ میں کبھی نہیں کھاتا اور اس گھر میں دھلا نہیں ہوا کہ قسم کے بغیر اگلا مجھ پر یقین کر رہا ہے یا نہیں؟"

"تو پھر تم کے بغیر میرے سوال کا جواب دیں۔"

"میں تمہارے دماغ میں آیا کرتا تھا۔ جب سے تم نے آتما نفس حاصل کی ہے تب سے تمہارا دماغ میری گرفت سے نکل چکا ہے۔ میں نے ایک بار جب چاہا تھا تمہارے پاس آنے کی کوشش کی تھی۔ تم نے سانس روک لی تھی۔"

"وہ مطمئن اور خوش ہو گئی۔ میں نے کہا "پارس نے مجھے بتایا تھا کہ تم نے اس سے رابطہ کیا تھا اور وعدہ کیا تھا کہ اسلام قبول کر دو گے۔"

"بے شک۔ میں نے آپ کا دل دکھایا تھا۔ میں اسی طرح ٹائی کر سکتی ہوں۔ آپ کا دل بیت سکتی ہو اور میری جان بچا کر تو آپہنٹے مجھے خرید لیا ہے۔ میں آپ لوگوں کی ہوں۔"

"پارس کو کوئی پتہ نام ہو گی؟"

"آپ اس سے کہہ دیں کہ اسی کی موجودگی میں اس کا مذہب ٹھیک کر لیں گی۔ شرط یہ ہے کہ وہ اس افغانی دوست کو چھوڑ کر میرے پاس آئے۔"

میں نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ وہ الوداعی مصافحہ کر کے

جانے لگی۔ جب وہ دور نکل گئی تو میں نے انہیں اشارت کیا۔ گردش کرنے والے چپکے کی طوفانی ہوا میں دور مریٹا تک پہنچ رہی تھیں۔ اس کی زلفیں اور لباس ہوا کی زد میں لہرا رہے تھے۔ میرا تیلی کا پتھر فضا میں پلٹ رہا ہوا تھا۔ اس سے دور ہوتا چلا گیا۔

مریٹا کو پورا یقین ہو گیا کہ مجھ سے بچا چھوٹ گیا تھا۔ وہ موجودہ تمام ٹیلی جیٹیک جاننے والوں میں سب سے ذہین اور مکار تھی (بھی ٹائی سے اس کا پالا نہیں پڑا تھا)۔ بڑی سرچا تھیں کہ پتھر دینی آ رہی تھی۔ کبھی کسی کے قابو میں نہیں آئی تھی۔ اس بار مصلاحہ کے ہاتھوں ماری جاتی۔ میں نے اس لیے عین وقت پر بچایا تھا کہ میں ابتدا سے اس کے حواس پر بچایا ہوا تھا۔ اس بار کام اگر مزید اس کے دماغ میں گھس ہو گیا تھا۔ وہ میرا نام ہی سن کر احساس کمزوری میں مبتلا ہو جاتی تھی۔ اس لیے جب اسے معلوم ہوا کہ میں افغانستان جا رہا ہوں تو اس نے ازبکستان کو اپنی منزل بنالیا۔

میں نے اسے فرغانہ تک پہنچایا تھا لیکن مجھے ازبکستان میں کسی بھی دشمن اسلام کی موجودگی کو ادراک نہیں تھی۔ اس کی اہم وجہ بیان کرتا ہوں۔ یہاں کے مسلمانوں کو ایک دوسرے سے نہیں ستر برس سے غلام بنا کر رکھا تھا۔ ان کی دینی زندگی پر قانونی پابندیاں عائد کی گئی تھیں۔ بے شمار ملک کو تختہ دار پر لٹکا گیا تھا۔ نماز اور قرآن مجید پڑھنے والوں کو ستایا جاتا تھا۔ مختلف جیلوں ہماؤں سے انہیں آہنی سلاخوں کے بیچے دھکیل دیا جاتا تھا۔ دین کا پرچار کرنے والوں کو شدید مصائب میں مبتلا کر کے لیے سائبیریا بھیج دیا جاتا تھا۔

وہاں کے مسلمان اپنی زبان علی رسم الخلیفہ لکھا کرتے تھے۔ اسے دوسری رسم الخلیفہ تبدیل کر دیا گیا تھا۔ کیونٹ حکمرانوں نے دین اسلام کے خلاف لاکھوں کتابیں شائع کیں اور انہیں گھر گھر پھینک کر دے دیے۔ ایسے آزمائشی حالات میں ستر برسوں تک یہاں کے لوگ کھڑے نہ بنے ہیں پھر بھی ان کی اکثریت مسلمان ہی رہی۔ یہ اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ خدا اپنے دین کی خود حفاظت کرتا ہے۔

آزاد ہونے کے بعد دشمنان اسلام کو ان کی ہر چال کا جواب دیا جاتا تھا۔ اب وہ دوبارہ علی رسم الخلیفہ شروع کر چکے ہیں۔ قرآن مجید کی تعلیم عام کی جا رہی ہے۔ ہر مدرسے، اسکول اور کالج میں اسلامی تعلیمات لازمی قرار دی گئی ہے۔ شہر والے دیہی علاقوں میں کوئی خلاف اسلام حرکت ہو تو اسلامی پاسپاؤں کے دتے اس کی روک تھام کرتے ہیں۔

گویا ازبکستان میں ابھی تک اور اسلام کی جنگ جاری تھی۔ ایسے میں مریٹا وہاں پہنچی تھی۔ وہ دوسرے تمام مذاہب کو مذاق سمجھتی تھی۔ کوئی سماجی مذہب قبول کر کے اسے چھوڑ دینا اس کے لیے کھل ایک کھیل تھا۔ اسے مسلمانوں سے خدا واسطے کا میرہ تھا۔ اس نے ٹیلی جیٹیک جاننے والے وارنر بیک کو اسلام قبول کرنے کی

سزا دی تھی۔ آئندہ پارس کو دھوکا دینے کے لیے نمائشی طور پر اسلام قبول کرنا چاہتی تھی۔ ایسی حکمرانوں کی اس ملک میں دشمنان اسلام کے لیے بہت بڑی طاقت بن سکتی تھی۔

میں نے افغانستان واپس جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ پارس سے رابطہ قائم کر کے اسے مرہٹا کے حالات اور خیالات بتانے پھر کہا ”مرہٹا فرقتہ گئی ہے۔ تاشقند وہاں سے سو کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ میں تاشقند میں قیام کر کے اس کی مصروفیات پر نظر رکھوں گا۔“

”نیک ہے پایا! آپ واپس نہ آئیں، میں آپ کے پاس جلد آؤں گا۔“

پارس وہاں توبہ خانم کے ساتھ تھا اور بڑے ہی قابل ذکر حالات سے گزر رہا تھا۔ میں نے سلمان کو مخاطب کر کے کہا ”پارس کے پاس آتے جاتے رہو۔ اسے کسی وقت بھی ہماری ضرورت پڑ سکتی ہے۔“

”بھائی جان! آپ فکر نہ کریں۔ میں پارس سے رابطہ رکھوں گا۔“

”فکر تو ہوتی ہے۔ پارس کی نہیں کروں گا تو تمہاری کروں گا۔“

”میری فکر سنے؟“

”ہاں! سلطانہ ماں بننے والی ہے۔ جسیں باپ بتا رہی ہے۔“

”یہ فکر کی نہیں خوشی کی بات ہے۔“

”اں خوشی کی بات تو ہے لیکن کبھی مجھے بتا رہی تھی کہ تمہاری بیگم بڑی فکر مند رہتی ہے۔“

”اں نے مجھے نہیں بتایا اور آپ کو معلوم ہو گیا؟“

”بھئی بہت سی باتیں عورتیں اپنے مرد کو نہیں بتاتیں۔ سلطانہ اپنی بہن (بھتیجی) سے کہہ رہی تھی کہ وہ ماں بننے والی ہے۔ ایسے دنوں میں مرد آواز ہو جاتے ہیں۔ اپنی خالی رائیں دوسری جگہ مگراتے ہیں۔“

”کیا سلطانہ میرے متعلق ایسی رائے رکھتی ہے؟ مجھے آواز دے سکتی ہے؟“

”پھر وہ چونک کر بولا ”اے بھائی جان! آپ پھر میاں بیوی کو لڑانے والی باتیں کر رہے ہیں۔ شیطان کو بھگنے کے لیے لے لالچل پڑتے ہیں۔ آپ کے لیے کیا پڑھوں؟“

میں مسکرا کر ہوائی طور پر حاضر ہو گیا۔ بلی کا پتھر کو پلے ہی ایک پہاڑی کے دامن میں اُتار چکا تھا۔ وہاں سے تین کلومیٹر کے فاصلے پر ایک پختہ سڑک بھی جو تاشقند کو جاتی تھی۔ میں نے ڈش بوز کے ایک خانے سے ایک کانڈہ اور قلم نکالا اس پر جلی حروف میں لکھا۔

”ایک ملک سے دوسرے ملک آنے والا مسلمان اپنے میزبانوں کے لیے تحائف ضرور لاتا ہے۔ میں دشمنوں سے بچنا ہوا

یہ بلی کا پتھر تحفے کے طور پر ایک مسلمانوں کو پیش کرنا ہوتا۔ کر قبیل اختدہ نے عزت شرف۔“

میں وہ کانڈہ ڈش بوز پر ایک شپ کے ذریعہ چپا کر ٹیکسلا پہنچا دیا۔ پھر وہاں سے پختہ سڑک کی طرف پیدل جانے لگا۔ وہاں غیر قانونی ہائٹس کا مسئلہ تھا۔ میں نے فرانس کے ایک ایسے حاکم سے رابطہ کیا اس نے کہا ”خود صاحب! ہم نے افغانستان کی حزبہ مومن کے لیڈر تک اسلحہ اور مالی امداد پہنچادی ہے اور فرمائیں؟“

میں نے کہا ”آپ کی امداد کا شکریہ، میں تاشقند فرمیں داخل ہونے والا ہوں۔ میرے پاس یہاں رہنے کے لیے قانونی کانڈہات نہیں ہیں آپ اس سلسلہ میں کیا کر سکتے ہیں؟“

”آپ تو جانتے ہیں، افغانستان میں ہمارا باقاعدہ سفارت خانہ قائم نہیں ہوا ہے۔ وہاں ہمارا ایک سیاسی نمائندہ اور اس کے معاون ہیں۔ ان کے علاوہ فرانس کے چار بڑے اخبارات کے صحافی، شاعر اور ادیب ہیں اور آپ تو درپردہ حقائق کو سمجھتی ہیں۔ یہ سب فرانس کے جاسوس ہیں۔“

”آپ ابھی کسی خاص جاسوس سے فون پر رابطہ کریں۔ باتیں کریں کہ میں اس کے دماغ میں چیخ بچھ گیا ہوں اور اب اس سے کام لوں۔ اے وہ آپ کا حکم سمجھ کر قبیل کر رہا ہے۔“

اس نے فون کے ذریعہ تاشقند میں قیام کرنے والے ایک جاسوس سے رابطہ کیا پھر پوچھا ”کیا رپورٹ ہے؟“

وہ رپورٹ پیش کرنے لگا۔ میں اس کے اندر چیخ گیا۔ وہ فرانس کے ایک اخباری رپورٹر کی حیثیت سے وہاں قیام کر رہا تھا۔ اس کا نام جیکلی ہارپ تھا۔ اس سے کہا گیا کہ میں ان کی گفتگوں نہ ہوں اور شاید جیکلی ہارپ کے دماغ میں چیخ گیا ہوں۔ میں نے کہا ”جیکلی! میں تمہارے پاس ہوں۔“

وہ مسکرا کر بولا ”خوش آمدید مسٹر فراد۔“

پھر اس نے اعلیٰ حاکم سے کہا ”مسٹر فراد مجھے سے رابطہ قائم کر چکے ہیں۔“

اعلیٰ حاکم سے کہا ”اے جیکلی! تم نے تمام افراد سے کہہ دو کہ جب بھی فراد صاحب کوئی حکم دیں اس پر فوراً عمل کریں اور انہیں اس طرح کی سوتیلیں فراہم کرتے رہیں۔“

فون کا رابطہ ختم ہو گیا۔ میں نے جیکلی ہارپ سے کہا ”تم نے میری جسامت اور قد دیکھا ہے یا ریکارڈ میں پڑھا ہے کیا ان کے مطابق تمہاری ٹیم میں کوئی شخص ہے؟“

”جی ایسا شخص ہے۔ میں نے آپ کو دیکھ کر کیٹ میں مقرر دیکھا ہے۔ ہمارا آدمی شاید تم میں آپ سے ایک آدمی لایا ہوگا۔“

”جیکلی! کیا یہ فرق پڑے گا؟“

”جیکلی! اگر وہ میری جسامت اور مشابہت رکھتا ہے تو کیا

اپ کے جملہ سامان کا انتظام کرو۔ میں اس کے ساتھ آؤں۔“

اہانت کے مطابق یہاں رہوں گا۔ اسے جیسوں واپس بھیج دیا جائے گا۔“

”میں اس سلسلے میں انتظامات کر رہا ہوں۔ آپ اس وقت کہاں ہیں؟“

میں نے اپنے چاموں طرف دیکھتے ہوئے وہاں کا محل وقوع بیان کیا۔ اس نے کہا ”آپ پختہ سڑک کے قریب انتظار کریں، ہمارا ایک آدمی آ رہا ہے۔ وہ کمرے کھر کے اور روگٹ اور ٹینٹ میں ہوگا۔ اس کے ہاتھ میں ایک زور رنگ کا رومال رہے گا۔ آپ اسے مخاطب کریں کہ وہ آپ سے ملے گا۔ آپ نے تشریف لار کھل آسان کر دی ہے۔“

میں نے اُسے کہہ کر رابطہ ختم کر دیا۔ اس کی سوچ سے پتا چل گیا کہ جو شخص آنے والا ہے اسے میرے پاس پہنچنے میں شاید ایک گھنٹہ لگے گا۔ میں پہاڑی کے دامن میں ایک چٹنے کے کنارے بیٹھ گیا۔ دور تک کسی کیس برف بھی ہوئی دکھائی دیتی تھی۔ سردی بڑے دامن تھی۔ برف باری میں اضافہ ہونے والا تھا۔ چٹنے کا پانی جی ٹیم پر ٹپکا ہو رہا تھا۔ وہاں سے دور ایک پختہ سڑک نظر آ رہی تھی۔ میں آنے والے ابھی کو وہاں بیٹھ کر دیکھ سکتا تھا۔

پھر میں پیچھے پیچھے مرہٹا کے پاس آیا۔ وہ فرقتہ کے ایک علاقائی علاقہ میں تھی۔ اس علاقہ میں ایک چھٹی تھا۔ وہ وہاں پہنچ کر اپنے لیے جگہ بن رہی تھی۔ اس نے دیکھنے پہلے چھٹے کے ایک

پارسی سے ملاقات کی تھی۔ اس سے کہا تھا کہ وہاں راہبر بننے کے لیے آئی ہے۔ پارسی نے پوچھا ”تم کون ہو؟ اور کہاں سے آئی ہو؟“

”فادر! اگر میں اپنے متعلق کچھ نہ بتاؤں تو کیا آپ مجھے اس

بھائی کی خدمت کرنے نہیں دیں گے؟“

”تم جیسا کہ ہوتو یہ جانتی ہو گی کہ کنفیئشن باکس میں جا کر اپنی غلطیاں کا اعتراف کرنا پڑتا ہے اور یہ اعتراف چھٹا کا پارسی سنا ہے۔ اگر تم اعتراف سے بچنا چاہو تو مجھ کو یہاں اسلامی

محکمات سے اسلای پاسپورٹ کے دستے جگہ جگہ گھومتے اور انوائسز کرتے رہتے ہیں۔ وہ اُدھر آئیں گے تو تمہارا محاسبہ کریں گے کہ تم ان سے اپنی اصلیت نہیں چھپا سکتی۔“

”بھائی! یہ دوا نہ ہے سر جھکائے کھڑی تھی اور پارسی کے

آواز میں ہر دھڑکی تھی۔ پھر تنہا ہی بولی ”مجھے خداوند یسوع نے

میں لوگوں کی مدد کے لیے بھیجا ہے۔ آسمان کی مظلوم بندہ یوں سے وہ

مظلوم بائیس میرے دل میں اتارتی ہیں جو دوسروں کو وقت سے پہلے

موت دے سکتے ہیں۔“

”تمہیں ایسی کون سی بات معلوم ہے جسے ہم نہیں جانتے

تھے؟“

”آپ جانتے ہیں آج سے نصف صدی پہلے کیونٹ حکام

میں بھول اور گرجوں کو بند کر دیا تھا۔ اس چھٹ میں کوئی عبادت

کرنے والا نہیں رہا۔ جب یہاں کے مسلمانوں نے آزادی حاصل کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور حکومت دوس کو یقین ہو گیا کہ ازبکستان آزاد ہو کر رہے گا تو اس وقت کے حکام نے

بظاہر مذہبی آزادی دے دی۔ مسجدوں اور گرجوں کو کھولنے کی

اجازت دی پھر تیس پارسی بیکاروں سے راہب اور چھ راہباؤں کے

ساتھ اس چھٹ میں بھیج دیا تاکہ تم اس نو آزاد اسلامی مملکت کے

خلاف جاسوئی کرتے رہو۔“

نام نماد پارسی نے اسے چونک کر دیکھا۔ گھبرا کر اس پاس دور

تک نظرس دوڑا میں پھر فوراً ہی اپنے لباس سے ایک ریو اور نکال

کر بچتی سے کہا ”اندرو چلو۔ تم آں! چلو ورنہ کوئی مار دوں گا۔“

وہ اس کے آگے چلتی ہوئی اندر آئی پھر بولی ”مسٹر اندرو! تم

یہ ریو اور خود ہی میرے ہاتھ میں دو گے۔“

اس نے پلٹ کر اندرو کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اندرو نے وہ

ریو اور اس کے ہاتھ میں دیا پھر جیسے ہی دماغ کو آزادی ملے وہ گھبرا کر

بولا ”یہ... یہ... کیسے ہو گیا؟ میں نے یہ جیسے دیکھے وہ؟“

”تم اس ریو اور کے بدلے اپنی جان دے سکتے تھے۔ یقین نہ

ہو تو آزاد ہو۔“

اس نے ریو اور واپس کیا۔ اندرو نے جھپٹ لیا۔ فوراً ہی

اس کی ٹال اپنی کپٹی سے لگا کر کہا ”خود را اپنی اصلیت بتاؤ ورنہ کوئی

مار دوں گا۔“

پھر اسے غلطی کا احساس ہوا۔ وہ اپنی کپٹی پر ریو اور رکھ کر اسے

قتل کرنے کی دھمکی دے رہا تھا۔ اس نے ریو اور کا رخ بدلاتا چلا

لیکن مرہٹا کی سمت نہیں ہو رہا تھا۔ اس کی ٹال کپٹی پر واپس آ جاتی

تھی۔

وہ خاموش کھڑی اسے تنبیہ سے دیکھ رہی تھی۔ پھر بولی

”میں نے تم کا تمام نام جان دوں گے اور تم کہہ رہے ہو کہ کسی

بھی مجھے کوئی تمہاری کپٹی کے اندر گھسنے والی ہے۔“

”نہیں... نہیں... مجھے معاف کرو۔ خداوند یسوع نے ہمیں

ہماری مدد کے لیے بھیجا ہے۔ مجھے معاف کرو۔“

وہ سخت لیسے میں بولی ”خود را! اپنی ناپاک زبان سے خدا اور

مسیح مصلوب کا ذکر نہ کرنا۔ تم لوگ عیسائیت کو بدنام کرنا چاہتے ہو۔

تم لوگوں نے چھٹ کو سراغ رسائی کا آواز بایا ہے۔“

”پلیز غصہ نہ کرو۔ وہ تمہارے جذبات سے سمجھ گیا ہوں کہ تم

کفر عیسائی ہو، میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں بھی عیسائی ہوں۔ یہ

الگ بات ہے کہ تمہارے مقابلے میں میرا ایمان کمزور ہے۔“

”ایمان کی کمزوری کا بھانہ نہ کرو۔ یہ تمہارے پاس ہے ہی

نہیں۔ چھٹ کے پیچھے تم اپنی راکش گاہ میں چھپ کر شراب پیتے ہو اور جنیس راہبر بایا ہے ان کے ساتھ تم کیماہ جاسوس اپنی رائیں

کالی کرتے ہو۔“

چھٹ کے ایک حصے سے گونجی ہوئی سی آواز آئی ”حیہ! تم

بہت خطرناک ہو۔ ہمیں اس چار دیواری سے باہر نہیں جانا چاہئے۔

مرنے سے سرگھا کر دکھا۔ بیڑی صلیب کے نیچے دو افراد راہروں کے سفید لباس میں تھے اور ان کے ہاتھوں میں سیاہ تھیں۔ چھج کے دوسرے دو اڑے سے مزید تین راہب اسی طرح ہتھیار اٹھائے داخل ہوئے۔ ان میں سے ایک نے کہا "تمہاری معلومات بہت وسیع ہیں۔ تب ہی ہے بند کروں میں ہونے والے گناہوں کا علم نہیں کیسے ہو گا؟"

چھج کے اندر رہے ہوئے کشمکش پاس سے تین راہب اور نکلے۔ ان کی گلوں کا رخ بھی مرثیہ کی طرف تھا۔ ان میں سے ایک نے کہا "ہمیں گولی مارنے میں دیر نہیں لگے گی لیکن پہلے یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ تم کون ہو اور ہمارے تمام راز کیسے جانتی ہو؟" وہ گھوم گھوم کر انہیں دیکھتے ہوئے بولی "تم تعداد میں نو ہو جاتی دو کہاں ہیں؟"

ایک نے گالی دے کر کچھ کہا تھا۔ مرثیہ اس کی زبان واغلوں کے درمیان لے آئی۔ وہ تکلیف کی شدت سے ہلکا اٹھا "ایسا لگا جیسے اپنے ہی واغلوں کے درمیان زبان کٹ کر رہ گئی ہے۔ اس نے جھنجھلا کر اپنے ساتھی کو گن کے دستے سے مارتے ہوئے کہا "میں آف اے ہیچ! تمہارے دھکا دینے سے میری زبان واغلوں میں آگئی ہے۔"

مار کھانے والے نے اس کے منہ پر گھونٹا رسید کرتے ہوئے کہا "کتے کے بچے! میں نے دھکا نہیں دیا تھا۔"

صلیب کے پاس کھڑے ہوئے شخص نے پوچھا "یہ تم لوگ کیوں خواہ مخواہ جھجڑا کر رہے ہو۔"

اس کے ساتھی نے کہا "جھجڑا کرنے دو، تمہارے باپ کا کیا جاتا ہے؟"

"میں شائبہ، تم میرے باپ تک پہنچ رہے ہو؟"

اس نے ایک اٹا ہاتھ رسید کر دیا۔ ادھر ان کے درمیان بھی لڑائی ہونے لگی۔ مرثیہ نے اسی طرح باقی تین افراد کو بھی ایک دوسرے سے لڑنے پر مجبور کیا لیکن وہ دو چار کو آپس میں لڑائی تو دوسرے دو چار دفاعی طور پر آزاد ہو کر سوچے کہ وہ کیوں خواہ مخواہ ایک دوسرے پر ہتھے کر رہے ہیں۔ میں نے مرثیہ کی مدد کی۔ ان کے واغلوں میں گھس کر انہیں ایک دوسرے کے ذریعے زخمی کرنے لگا۔

مرثیہ سمجھ رہی تھی وہ جس کا داغ چھوڑ کر جاتی ہے وہ دفاعی طور پر آزاد ہو کر بھی فیس میں لڑائی جاری رکھتا ہے اسی لیے وہاں تیسری جنگ عظیم جاری ہے جو کسی نتیجے کے بغیر ختم نہیں ہوگی۔ ان کا لیڈر آندریو ان کے درمیان صلح کرانے کے لیے دوڑتا پھر رہا تھا۔ ایک ایک سے کہہ رہا تھا "توڑ جاؤ، ذرا عقل سے سمجھو۔ یہ لڑکی پراسرار ہے۔ میں اسے گولی نہ مار سکا تم بھی اپنے ہتھیاروں

سے اس کا کچھ نہیں لگاؤ سگوسے"

گوئی اس کی نہیں سن رہا تھا۔ بلکہ چھج بھاڑ کے دوران بھی گھبراہٹا تھا۔ آخر تھک ہار کر مرثیہ کے قدموں میں آکر بیڑی گم کر کے پاؤں پکڑ کر بولا "میری ماں! تو کون ہے؟ میں تمہاری برتری چم کرنا ہوں۔ اگر یہ ایک دوسرے پر فائزنگ کریں گے تو دوسرا آواز جائے گی، ہم قانونی معاملات میں پھنس جائیں گے۔ تمہارے پاؤں پکڑنا ہوں! انہیں مزید باطل ہونے سے روک دے۔" وہ تھک ہار کر گرتے رہے۔ آپس کی لڑائی رفتہ رفتہ ختم ہو گئی اس کے بعد کسی میں اتنی سکت نہیں رہی کہ اٹھ کر دوسرا ملنا بچتا رہا۔

ان کے لیڈر آندریو نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا "تم لوگوں نے؟ یہ لڑکی ہے ہم سے جسمانی طور پر کمزور ہے۔ ظاہر ہے ہم سے لڑنے کے لیے ایک انٹلی بھی نہیں اٹھا رہا۔ اس کے باوجود تم بہت نہیں چاہتے رہے ہو۔"

ان میں سے جو فرش پر پڑا ہوا تھا وہ تکلیف سے کراہنے ہوئے اٹھ کر بیٹھ گیا جو بیٹھا ہوا تھا وہ کھڑا ہو گیا جو کھڑا ہوا تھا وہ لڑکھڑاتا لڑکھڑاتا ہوا مرثیہ کو حیرانی اور پریشانی سے دیکھنے لگا۔ ایک ایک نے کہا "یہ جاؤ جا رہی ہے۔" دوسرے نے گن سمجھاتے ہوئے کہا "ایک ہی گولی میں اس کا جاؤ ہوا ہو جائے گا۔"

آندریو نے کہا "تم احمق ہو۔ اب بھی نہیں سمجھتے میرے اپنے میں رہو اور ہے، میں نے کئی دفعہ اس پر گولی چلانے کی کوشش کی، کام نہ ہا۔"

"میں ناگام نہیں رہوں گا۔ میرے ہاتھوں میں گن چلانے کی قوت ہے، گن میں کا توں ہیں، میرا نشانہ کسی نہیں چمکتا پھرنا ناگام کیسے رہ سکتا ہوں۔"

اس نے یہ کہتے ہی مرثیہ کا نشانہ لیا۔ اس کے ساتھ ہی گھوم اپنے ایک ساتھی کو ٹارگٹ بنایا۔ وہ ایک جگہ چھپتے ہوئے بولا "کیا کر رہے ہو؟ گن چیک کرو۔ درودن میں تمہیں گولی ماروں گا۔" وہ چھپنے والا اب اس کا نشانہ لے رہا تھا۔ مرثیہ نے کہا "اپنے حالات پر غور کرو اور سمجھو جس طرح تم سب ابھی دست بستہ لڑائیوں میں مصروف تھے اسی طرح ان ہتھیاروں سے ایک دوسرے کو مار کر خود تباہ ہو جاؤ گے۔"

وہ سب سوچ میں پڑ گئے۔ وہ بولی "میں نے تم میں سے کسی کو اب تک گولی نہیں چلانے دی۔ فائزنگ کی آواز دور تک جانے اور مہیاں لاٹھیں پانی جائیں گی تو یہاں کے مسلمان پولیس اسلام آباد پاکستان کے رضا کار کا تم سے کون جیسا سلوک کریں گے؟ ان کی بے بسی اور آپس کی لڑائی سمجھا رہی تھی کہ میں نے والا ہے۔ ایک نے کہا "تمہاری بات ہماری سمجھ میں آ رہی ہے۔ یہ تو تاؤ ہم تمہارے سامنے ہے بس کہیں ہو گئے ہیں؟"

مجھے میرے خدا نے غیر معمولی طاقت دی ہے۔ اس یاد رکھو۔ میں سب کو اپنا غلام بنائوں گی۔" ان سب نے کھینچے ٹھیک دینے، ایک نے کہا "ہم تمہاری بات طاقت کو مانتے ہیں اور تمہارے وقار اور رہنے کی قسم کھاتے ہیں۔ ان کے لیڈر آندریو نے کہا "ہم تمہارے احکامات کی قیبل

نے ہیں گے۔" وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی پر چپک اٹھ کر بولی "میرا سب پر ہمارا حکم یہ ہے کہ یہاں چھج میں اور اس کے احاطے میں جہاں باطو، شراب اور بے جا عورتیں چھا کر رکھی گئی ہیں انہیں کھینچ کے اندر مہیاں سے دور لے جاؤ۔" "ہم یہ ذبحہ کہاں لے جائیں گے؟" "تم لوگوں کا دور کوئی خفیہ اڈا ہو گا۔"

ایک نے کہا "تمہارے پاس دوسرا کوئی خفیہ اڈا نہیں ہے۔" مرثیہ نے اس کے داغ کو ہلکا سا جھٹکا دیا۔ وہ چھج مار کر دونوں ہاٹ سے سترام کر لاکھڑا دیا۔ پھر ایک ساتھی سے ٹکرا کر گر پڑا۔ اٹھا جو مجھ سے جھوٹ بولے گا اور آندریو کو مارنا چاہے گا اس کی حالت ہوا کرے گی۔ تم بولو آندریو! کوئی دوسرا اڈا ہے؟" وہ دونوں ہاتھ جو ڈکڑا بولا "حتی در بعد سمجھ میں آیا ہے کہ تم

انجی جاتی ہو۔ تم اب تک ہمارے واغلوں پر قبضہ نہ جاتی رہی۔ مجھے رہو اور سے فائز نہیں کرنے دیا اور ان سب کو آپس لڑائی دیں۔"

"ہاں! میں تمہاری کھوپڑیوں میں گھس کر بیٹھ کی آنتیں نکال رہا ہوں۔ اس وقت ایک ایک کے پیچھے ہونے خیالات پڑھ رہی ہوں۔ ان کو لیں میرے بارے میں کیا سوچ رہا ہے۔"

وہ ایک شخص کو دیکھ کر بولی "جیکب! تم سوچ رہے ہو کہ کسی نذیبی مجھے غافل پکڑا کر کھڑے ہو گا۔"

وہ جلدی سے اپنی گن کو ایک طرف پھینکتے ہوئے بولا "مجھے پتہ ہے جیکب! میں نے یہی ارادہ کیا تھا میں گن کا پکڑ کر کھڑا ہوں۔ اسے خلاف کسی کو بھی بات دل میں نہیں لاؤں گا۔"

وہ دوسرے سے بولی "اور تم سوچ رہے ہو اپنا دوسرا اڈا مجھے دکھا کر کہے گے۔" وہ دوسرے میل کے قافلے پر پہنچے اُدھر کارخ نہیں لے گئے۔" وہ جلدی سے بولا "نہیں۔ میں میڈم مہم میں مبتلا ہوں۔" "تائے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں جانتی ہوں وقت ضائع نہ کرو۔ اپنی تعلیمات سمیٹ کر یہاں سے لے جاؤ۔ صرف آندریو کو یہاں رہے گا اور میرے احکامات تم لوگوں تک پہنچانا رہے۔"

"میں ہم یہاں عیسائیوں کی حیثیت سے تھے۔ چھج سے

جانے کے بعد یہاں کی اتلی جنس کو کیا جواب دیں گے۔" "میں کہی کہ تم لوگ چھج کے اختتامات سنبھالنے کے قابل نہیں تھے اس لیے اب محض عیسائی شری بن کر رہو گے۔ چھج کا انتظام دوسرے قادر سنبھالیں گے۔"

پھر اس نے آندریو سے کہا "تمہارے چور خیالات نے بتایا ہے کہ فرغانہ میں ایک نایت ایمان دار قادر رہے ہیں۔ وہ ایک بار یہاں عبادت کے لیے آئے تھے۔ تم لوگوں کی عبادت کرنے کے طریقوں پر اعتراض کیا تھا، کیونکہ تم سب صحیح طور سے عبادت کرنا جانتے ہی نہیں ہو۔ اپنی غلطیوں کو چھپانے کے لیے تم لوگوں نے اس بے چارے کو یہاں سے ہٹا دیا تھا۔"

"میڈم! آپ سے کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی۔ میں اس قادر سے معافی مانگ لوں گا۔"

"صرف معافی نہیں مانگو گے۔ انہیں عزت کے ساتھ یہاں لاؤ گے۔ میں یہ چھج ان کے حوالے کر دوں گی۔"

اس کے احکامات کی قیبل کے لیے آندریو شرکی طرف گیا اور اس کے دوسرے ساتھی وہاں سے اپنا بویا بستر کھینچنے چلے گئے۔ میں دفاعی طور پر حاضر ہو گیا۔ مجھے دور سرک پر ایک گاڑی رکتی ہوئی دکھائی دی۔ میں چشمہ کے پاس سے اٹھ گیا۔ اس گاڑی سے ایک شخص باہر آیا۔ وہ گرے گھر کے اور کوٹ اور فیلٹ ہیٹ میں تھا اور اس کے ہاتھ میں دور درگ کا ایک دھواں تھا۔

جیکب! ہارپ نے میرے پاس آنے والے کی یہی نشانیاں بتائی تھیں اور ایک مخصوص کوڈ بھی تھا۔ میں نے تیزی سے چلتے ہوئے اس کے قریب آکر کہا "ہیلو سسٹر؟"

اس نے مسکرا کر کہا "آپ نے تشریف لا کر مشکل آسان کر دی ہے۔"

اس نے کوڈ کے طور پر صحیح فقرہ ادا کیا تھا۔ میں نے اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "مجھے اطمینان ہو گیا ہے۔"

مجھے صرف پہلی طاقت میں شناسائی کی ضرورت تھی۔ باقی میں اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کر سکتا تھا۔ وہ مجھے گاڑی کے پچھلے حصے میں لایا، وہاں ایک شخص بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے اس شخص سے تعارف کراتے ہوئے کہا "میرا بیٹا ہوا ایڈرن ہے۔ قد اور جسامت میں آپ جیسا ہے۔ صرف ایک انچ قد کم ہے۔"

میں نے اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا "انا سافزق چلے گا۔" ہم سب پچھلے حصے میں آکر بیٹھ گئے۔ ذرا نیرونے گاڑی آگے بڑھا دی۔ وہاں میک اپ کا سامان اور بڑا سا آئینہ سب کچھ تھا۔ میں نے توڑی دیکر تھک ہوا ایڈرن کے چہرے کو ہر زاویے سے دیکھا پھر اپنے چہرے پر میک اپ کرنے لگا۔ اس سے کہا "اپنے متعلق بتاتے رہو۔ یہاں کتنے دنوں سے ہو، کتنے مردوں اور عورتوں سے خاص جان بچاؤ ہوئی ہے اور ان سے کس طرح کی باتیں ہو چکی ہیں؟"

190

وہ اپنے حلق تمام باتیں تفصیل سے بتاتے لگے۔ میں ایک اپ کرنے کے دوران سن رہا تھا اور اہم باتیں ذہن نشین کر رہا تھا۔ انسان کو بچھلی تمام باتیں پوری تفصیل سے یاد نہیں رہیں وہ کچھ بھول بھی جاتا ہے پھر اس کی ذات سے وابستہ کچھ ایسی باتیں ہوتی ہیں جنہیں وہ کسی کے سامنے زبان پر نہیں لاتا۔

اس وقت میں میک اپ پر توجہ دے رہا تھا۔ اس لیے اس کے خیالات نہیں پڑھ رہا تھا۔ ذرا سیر کر کے دیا گیا تھا کہ وہ ست رفتاری سے ڈرائیو کرے اور تاشقند پہنچنے میں زیادہ دیر لگا سکے۔ اس نے یہ کیا۔ یوں تو ایک گھنٹے میں میک اپ ہو گیا تھا لیکن قائل گھر کرتے کرتے پہنچے دیکھنے لگ گئے۔ بھولا ایڈرن اور دوسرے میزبان مجھے حیرانی سے اور تعجبی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ ایک نے کہا ”سرا! آپ کمال کے فنکار ہیں۔ بھولا کو کبیرا کس نے والی ماں بھی آپ کو دیکھے گی تو جو دم کا کھاجائے گی۔“

بھولا نے کہا ”مجھے تو ایسا لگ رہا ہے جیسے میں خود کو آئینے میں دیکھ رہا ہوں۔ یہ آپ نہیں ہیں آئینہ ہے اور سامنے میرا عکس ہے۔“

میں نے کہا ”دور یہ عکس تمہاری ہی آواز اور سبے میں بول رہا ہے۔“

”سرا! ہم نے آپ کے حلق جو کچھ سنا تھا آپ اس سے بھی زیادہ ہیں۔ آپ ذرا پھر میرے لیے میں بولیں۔“

میں نے کہا ”آپ تو ہیں جب تک یہاں رہیں گے تمہاری ہی آواز اور سبے میں بول رہوں گا۔ کیا ہم تاشقند میں داخل ہو گئے ہیں؟“

مجھے کڑکی کے باہر شری مناظر دکھائی دے رہے تھے۔ ایک نے کہا ”جی ہاں ہم تاشقند پہنچ گئے ہیں۔ یہ تو اہل کا شہر کھانا ہے۔“

بھولا نے کہا ”ایک زبان میں تاشقند کے معنی ہیں ”چروں کا شہر“ قدیم زمانے میں حملہ آوروں سے محفوظ رہنے کے لیے شہر کے اطراف چروں کی فصیل کھڑی کی گئی تھی تب سے یہ نام پڑ گیا ہے۔“

میں ان کی باتیں سن رہا تھا اور کڑکی کے باہر اس خوب صورت شہر کو دیکھ رہا تھا۔ ہم باقی کے لیٹن اسکو اڑے گزر رہے تھے۔ عوام نے آزادی کے بعد اس کا نام آزادی اسکو اڑ رکھ دیا تھا۔ جدید عمارتوں کے ساتھ قدیم اسلامی طرز کی عمارتیں بھی نظر آ رہی تھیں۔ وہ عمارت بھی نظروں سے گزری جہاں ۱۹۴۵ء کی پاک بھارت جنگ کے بعد تاشقند معاہدے پر دستخط کئے گئے تھے اور بمائل وزیر اعظم لعل بہادر شاستری کی موت واقع ہوئی تھی۔ میں نے بھولا ایڈرن سے کہا ”مجھے ان تمام جگہوں پر لے چلو جہاں سے تم گزرتے رہے ہو۔ اس دوران میں لباس جو تے اور شیوہ کا سامان وغیرہ آ رہا ہو گا۔“

ہم مزید تین گھنٹوں تک گاڑی میں بیٹھے شہر میں گھومتے اور میں شایک کرتا رہا۔ انہوں نے اس شہر کے مشہور صوفی ہوٹل چار سو میں قیام کیا تھا۔ اس ہوٹل میں داخل ہوئے پہلے میں نے کہا ”دور نصف گھنٹہ گاڑی میں سیر کرو۔ میں اس خاموشی میں رہوں گا۔“

پھر میں بھولا ایڈرن کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کی یادداشت میں چھپی ہوئی باتیں پڑھنے لگا۔ پھر میں نے اس سے کہا ”بھولا“ ”سرا! ہمیں بتایا کہ شراب پیتے ہو؟“ وہ بھولا ”میں نے اس طرح پیتے ہیں اس لیے میں نے شراب نوشی کے ذہنیت نہیں دی۔“

”میں نہیں پیتا ہوں اس لیے میرے سامنے ذکر کیا تھا۔“ ”غلطی ہو گئی سرا!“

”تم نے اپنی یہاں کی تمام مصروفیات بتائیں اور اس لولیتا کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔“

وہ حیرانی اور پریشانی سے مجھے دیکھنے لگا۔ میں نے کہا ”پھر کہ غلطی ہو گئی۔ آج رات وہ تمہارے کمرے میں آنے والی تھیں تم اس کے ساتھ دوسری واڈ کا پینے والے تھے اور رات گزارنے والے تھے۔“

”ہاں۔ وہ بات یہ ہے سر کہ میں۔۔۔“ ”تو اس مت کرو۔ میں تمہارے کمرے میں قیام کرتے ہوں۔ وہ رات کو آتی اور میں اسے فوراً نہ چھوڑتا تو بات بگڑتی تھی۔“

”سرا وہ بے ضرر لڑکی ہے۔ اس کا حلق کسی عظیم باب پانی سے نہیں ہے۔“

”تم یقین سے کہیے کہہ سکتے ہو؟“ ”جناں! میں قیافہ شاس تو نہیں ہوں پھر میں چروں سے حد تک انسان کو بچاؤ لیتا ہوں۔“

میں نے کہا ”تمہارے کوٹ کی اندرونی جیب میں اس تصویریں ہیں مجھے دکھاؤ۔“ اس نے اندرونی جیب سے دونوں تصویریں نکال کر طرف بڑھا دیں پھر کہا ”میں آپ کو تنہائی میں اس کے بتانے والا تھا۔“

”تم متانی پیش نہ کرو۔ تمہارے چہرے خیالات مجھے بتا رہے کہ لولیتا نے جس عجمی جی حجت کا یقین دلایا ہے۔ وہ تمہارے باطنی خاطر پناہ و وطن چھوڑ کر تمہارے ساتھ ہیں جانے کو تیار ہے۔“ ”میں سرا میں آپ سے یہی کہنے والا تھا کہ ابھی کے راستے سے سرحد پار کرنا چاہئے گی۔ میری درخواست ہے کہ لولیتا کو اپنے ساتھ لے جانے کی اجازت دی جائے۔“

”شاہ! اکل لولیتا سے تمہاری دوستی ہوئے ابھی چوس گئے تھے مگر اسے اور اتنی جلدی جی حجت ہو گئی تھی کہ وہ اپنے باپ دادا باپن میں چھوڑ کر تمہارے ساتھ جانے کے لیے راضی ہو گئی ہے۔“ ”سرا! یہ بات ہے میں کیسے یقین دلاؤں۔“

”یقین نہ دلاؤ میں ابھی معلوم کر لیتا ہوں۔“ میں نے لولیتا کی تصویر دیکھی پھر اس کی آنکھوں میں جھانکتا ہوا اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ایک سو ٹھیک پول کے کنارے مانچہ پر اوڑھ لی ہوئی تھی۔ اس کے بدن پر اتنا مختصر سا کپڑا تھا کہ اس کے بعد وہ اور مختصر نہیں ہو سکتا تھا۔ ایک عورت اس پر غبی ہوئی بولے بولے سانج کر رہی تھی۔ یہ بے حیائی غلامی کے دورے تھی۔ چونکہ ابھی کئی شہیوں پر دوس کا غلبہ تھا اور مغربی لہے سے آنے والی بے حیائی کو چھوٹ دی جا رہی تھی۔ اس لیے اب بھی سربراہ شراب پینے والے اور عورتوں کے ساتھ فری ہونے والے مناظر کس نظر آتے تھے۔

یہاں اسلامی تہذیب اور شرافت کو عام ہونے میں کئی برس لے کر لیکچروں کی یہ پوری کوشش تھی کہ اسلامی جمہوریت اپنے کل اقدار کے ساتھ قائم نہ ہو۔ میں تو خودی دیر تک لولیتا کے بظاہر چہرہ پر پھر دماغی طور پر حاضر ہو کر بھولا ایڈرن سے کہا۔ ”رات تم لولیتا کے ساتھ ادبیرا تھیں۔ تمہیں احساس نہیں تھا کہ وہ باتوں باتوں میں تمہیں زیادہ پلا رہی ہے۔“

”تو سرا! میں بدوش نہیں ہوا تھا۔“ ”پھر لولیتا کو کیسے معلوم ہوا کہ تمہارے برف کیس میں آئل پناہ کی ایسی تصویریں ہیں۔ جو فوجی نقطہ نظر سے بہت اہم ہیں۔“ ”انوار احمد کبھی جنگ چھڑے گی تو ان تصویروں کے ذریعے انہوں کو قتل کے کنوئیں میں گولے برسانے کی مکمل رہنمائی ملے گی۔“

”سرا! لولیتا تصویروں کے بارے میں کچھ نہیں جانتی ہے۔“ میں نے ایک زور کا الٹا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کیا پھر پوچھا۔ ”گھر میں ہو کہ کس کے سامنے بول رہے ہو۔ میں تصویروں کے بارے میں لولیتا کے دماغ سے معلوم کر رہا ہوں اور تم حقیقت سے انکار کر رہے ہو۔“

”میں طرہ پر کھارہی اہلٹ پر تھلا رہا تھا۔ کہنے لگا ”آپ نے پھر ہاتھ اٹھا کر اچھا نہیں کیا۔ میں فرانسیسی اٹلی جنس کا چیف ہو گیا۔“

میں نے کہا ”جینف تھے میرے طرہ کے بعد نہیں رہے۔“ ”میں نے اس کو کھام بھی تمہارا یہ عمدہ حال نہیں کر سکیں گے۔“ ”سرا! فوراً یہ آنے والا وقت بتائے گا۔“ ”کیا یہ کوئی آنے والا وقت ہے کہ تم کو کچھ سکوت ہے؟“ ”آپ کہا کیا چاہتے ہیں؟“ ”تم کہہ رہے ہو کہ فرہادیماں تمہارے ہمیں میں

موجود ہے۔ تم لولیتا کی دیوانگی میں آئندہ شراب پی کر اس کے سامنے میری اصلیت اگل دو گے۔ اس لیے تمہاری زبان کو کھیت کے لیے بند ہو جانا چاہئے۔“ وہ سہم کر بولا ”کیا آپ بی بی جی کے ذریعے مجھے ہلاک کرنا چاہتے ہیں؟“

”کئی احوال تو میں تمہیں آزاد کر رہا ہوں۔ ذرا سیر گاڑی روکو۔“

گاڑی رک گئی۔ میں نے کہا ”باہر جاؤ۔ لولیتا تمہارا انتظار کر رہی ہے۔“

وہ فوراً ہی باہر نہ جانا شاید مجھ سے بحث کرنا لیکن لولیتا کا نام سن کر تیر کی طرح گاڑی سے باہر چلا گیا۔ میں اسے تو خودی دور چلانا ہوا لگیا۔ آگے ایک کاکڑی ہوئی تھی۔ اس کا نام کسی قریبی عمارت میں گیا ہوا تھا۔ بھولا دو روزہ کھول کر بیٹھ گیا، چابی کھار کر کار کو اشارت کیا پھر اسے آگے بڑھا دیا۔

اس نے سوچ کے ذریعے پوچھا ”مسٹر فرہادیما! آپ موجود ہیں؟“

میں نے جواب نہیں دیا۔ اس نے کہا ”میں آپ سے ایک ضروری بات کہنا چاہتا ہوں۔“

وہ مجھے بولنے پر اکسا رہا تھا پھر کہنے لگا ”مجھے طرہ کھانے کے بعد غصہ آ گیا تھا میں مٹانی چاہتا ہوں۔ یہ تسلیم کرنا ہوں کہ فرانس کا کوئی حاکم آپ کی اجازت کے بغیر مجھے ڈیپارٹمنٹ میں واپس نہیں آنے دے گا۔ آپ بہت فراخ دل ہیں۔ پلیز مجھے معاف کر دیں۔“

وہ بول رہا تھا مگر اس کے چہرے خیالات کہہ رہے تھے کہ وہ منافق اور دوغلا ہے۔ وہ پہلے ایسا نہیں تھا۔ آدمی وقت اور حالات کے ساتھ بدلتا ہے اسے لولیتا کے حسن و شباب نے بدل دیا تھا۔ حالانکہ ابھی وہ ہاتھ نہیں آئی تھی دوسری دور سے ترغاری تھی۔ یہ لالچ شدید تھا کہ آج رات وہ مریاں ہوگی۔

وہ مجھ سے دوستی کر کے آج رات یہاں رکنے کی اجازت چاہتا تھا کہ صبح تک لولیتا کے ساتھ رہے یا پھر اسے چہرے راستے سے اپنے ساتھ بھروسے لے جائے۔ دو میں سے کوئی ایک بات ممکن ہو جاتی لیکن لولیتا اس جنموں کی لٹی نہیں تھی۔ اہم تصاویر حاصل کرنے کے لیے اسے انویٹاری بھی اور اس حقیقت کو وہ دیوانہ عاشق تسلیم نہیں کر رہا تھا۔

اس نے کئی بار مجھے مخاطب کیا پھر کہا ”میں جانتا ہوں فرہادیما! مجھے اس لیے آزاد چھوڑا ہے کہ میں سدا اپنی لولیتا سے جا کر ملوں۔ پھر وہ میرے ذریعے میری ڈانگ کو نقصان پہنچائے لیکن میں اتنا نادان نہیں ہوں کہ خود پر جان دینے والی کی جان کا دشمن بن کر ابھی اس کے پاس جاؤں۔ میں ایسے وقت جاؤں گا جب وہ ہماری آگ میں نہیں رہے گا۔“

ایسا سوچتے وقت اکثر شکار ہونے والے بھول جاتے ہیں کہ وہ اپنی مرضی سے نہ بلکہ سوچ سکتے ہیں نہ کوئی حرکت کر سکتے ہیں وہ بھی بھول رہا تھا۔ اتنا تو یقین ہو گیا تھا کہ وہ مجھ سے کابل نہیں رہا ہے۔ اس کے ذریعے لوہا کے پیچھے چھپے ہوئے دشمنوں کو یہاں میری موجودگی کا علم ہو جائے گا۔

وہ ذرا نیو کرنا ہوا شہر سے باہر آیا، ایک جگہ کارو کی پھر دو اوازہ کھول کر باہر آیا۔ اس کی سوچ کہ رسی ختمی "یہ میں کیا کر رہا ہوں؟ اس ویرانے میں کیوں آیا ہوں؟"

وہ خالی الذہن ہو کر سوچنے لگا کہ اصرحیوں آیا ہے؟ دراصل اس وقت میں اس کے دماغ میں نہیں تھا۔ ایک ہلکا دافی طور پر اپنی گاڑی میں حاضر ہونا پڑا۔ میرے ایک میزبان نے موبائل فون کا رسیور ہاتھ دیتے ہوئے کہا "مسٹر بارپ آپ سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔"

جنگلی بارپ ان کی ٹیم کا لیڈر تھا۔ اس نے کہا "ہیلو مسٹر فراد! چھپنے گزر چکے ہیں آپ ابھی تک ہوش نہیں بچنے۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔"

میں نے کہا "فون رکھ دو میں گفتگو جاری رکھتا ہوں۔"

اس نے فون بند کر دیا میں نے اس کے پاس آکر اسے بولا اینڈرزن کی اعتقاد مشفق داستان سنائی۔ اس نے کہا "جنتاب! اس بولانے تو بڑی حماقت کا ثبوت دیا ہے۔"

"جی ہاں! اگر میں نے اسے جہنم میں نہیں پہنچایا تو وہ شراب کے نشے میں لوہٹا کو میری اصلیت بتا دے گا۔"

"میں ٹیم کے لیڈر کی حیثیت سے کہہ رہا ہوں اسے زندہ نہیں رہنا چاہیے۔"

میں نے کہا "مسٹر بارپ! آپ فوراً بولا کے کرے میں سے جانیں اور اس کے بریف کیس سے آگے رٹنا فٹری کی تمام تصویریں نکال کر اپنے پاس چھپالیں۔ میں ابھی بولا کے پاس سے آتا ہوں۔"

میں بولا کے پاس آتے ہی چوک گیا تھا۔ وہ آگ کے شعلوں میں گھرا ہوا تھا۔ میں نے جلدی جلدی اس کے خیالات پرے کیونکہ اس کا دماغ فلک الموت کی ایک چوہک سے بجھنے والا تھا۔ میں نے سوچا تھا کہ اسے ویرانے میں پہنچا کر مجبور کروں گا کہ وہ اپنے اوپر پھول چڑھ کر آگ لگائے اور اس طرح جل مرے کہ اس کی صورت پہچانی نہ جائے۔ اس طرح میں یہاں بولا بن کر رہ سکتا تھا۔

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس نے خود ہی اپنے اوپر پھول چڑھ کر آگ کیوں لگائی؟ اسے کس نے مجبور کیا تھا۔ جبکہ میں اس کے دماغ میں نہیں تھا۔ میں جنگلی بارپ سے باتیں کر رہا تھا سوچا نہیں جاسکتا تھا کہ وہ خود ہی جل کر مر گیا ہو گا۔

وہ موت کو نہیں، محبوب کو گلے لگاتا جاتا تھا۔ میری غیر موجودگی میں کس نے اسے مرنے پر مجبور کیا تھا لیکن وہ کون تھا؟ اس

ویرانے میں اس کے آس پاس کوئی نہیں تھا۔ شعلے بھڑک رہے تھے لوگوں نے دور سے دیکھا تھا اور اس کی سمت دوڑنے لگے تھے۔ اس کے خیالات بتا چکے تھے کہ اس نے اپنی مرضی سے خود کو آگ لگائی ہے۔

اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ یہ حرکت ٹیلی میٹھی کے ذریعے کی گئی ہے۔ میرے علاوہ کوئی اس کے اندر موجود رہا تھا اور چاہے میری تمام کاروائیاں دیکھ رہا تھا۔ اسے معلوم ہو گیا کہ میں بولا بن کر وہاں رہنے والا ہوں۔ وہ دماغ میں نہ کر کے تھا کہ میں بولا کو ویرانے میں لے جا کر قتل کرنے والا۔ اسی لیے جب میں فتوحی دور کے لیے جنگلی بارپ کے پاس گیا اجنبی خیال خوانی کرنے والا یہ معلوم نہ کر سکا کہ میں بولا کا موجود ہوں یا نہیں۔ اس نے میرے پروگرام کے مطابق اسے مرنے پر مجبور کر دیا۔

میں نے جنگلی بارپ کے پاس آکر کہا "مہار! منصوبہ یہی ناکام ہو رہا ہے۔ کوئی دور سرائی جیتی جانے والا ہے۔ میں بولا کے دماغ میں تھا اور تم سب کی مصروفیات کو دیکھتا تھا۔ اس نے بولا کو ختم کر دیا ہے۔ کیا تم نے اس کے بریف سے تصویریں نکال لیں؟"

"افسوس کے ساتھ کہتا ہوں سب تصویریں غائب ہیں۔ کسے والے نے بولا کے دماغ سے بریف کیس کے لاک کا نمبر پڑھا ہو گا۔ اس کے مطابق وہ بریف کیس کھول کر تصویریں لے گیا ہے۔"

میں نے فوراً ہی لوہٹا کے دماغ کی طرف چلا جگہ لگائی واپس آگیا۔ اس کا دماغ موت کی تاریکی میں ڈوب چکا تھا۔ جنگلی بارپ سے کہا "ہیولا کی طرح لوہٹا کو بھی ہلاک کر دیا گیا۔ بات سمجھ میں آگئی ہے۔ وہ تصویریں حاصل کر لینے کے بعد جہاں کے کسی کام کا نہ رہا تھا۔"

"اس ٹیلی میٹھی جاننے والے نے لوہٹا کو کیوں مارا؟"

"اس لیے کہ میں اس لڑکی کے ذریعے اجنبی خیال خوانی کے والے کے دوسرے آلہ کاروں تک پہنچ سکتا تھا۔"

"جنتاب! اس معاملے میں ہم بری طرح ناکام رہے ہیں۔"

"ہم کالی تو میری ہے کہ وہ اجنبی ٹیلی میٹھی جاننے والا یہاں علی تیمور کو دیکھ رہا ہو گا اور جال پھیلا رہا ہو گا۔ میں کسی کو اتنا نہیں دیتا کہ وہ چھپ کر مجھ پر نظر رکھے۔"

"جب میں کہہ رہا ہوں کہ مجھے جا رہا ہوں تو پھر تمہیں وہاں پہنچنے کا اطلاع کیوں دیتا رہوں۔ دراصل مسٹر بارپ! میں اسی وقت ہمارے دشمنوں کا سراغ لگاتا ہوں۔ اس وقت وہ خیال خوانی کرنے والا ہمارے دماغ میں چھپا ہوا ہے۔"

جنگلی بارپ نے کہا "جنتاب! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

میں نے کہا "جنتاب! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

میں نے کہا "جنتاب! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

میں نے کہا "جنتاب! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

میں نے کہا "جنتاب! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

میں نے کہا "جنتاب! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

میں نے کہا "جنتاب! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

میں نے کہا "جنتاب! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

میں نے کہا "جنتاب! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

میں نے کہا "جنتاب! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

میں نے کہا "جنتاب! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

ان کی گاڑی سڑک پر گھڑی ہوئی تھی۔ میری گاڑی اسے گرہ مارتی ہوئی آگے نکل گئی۔ میں نے عقب نما آئینے کو الٹ دیکھ کر دیکھا کہ وہ گاڑی لوگ فائرنگ کرتے ہوئے دوڑ رہے تھے۔ اہر سڑک پر تیزی سے بھاگنے والی گاڑی میں بیٹھ گئے۔

اس گاڑی کے تیزی سے بھاگنے سے پیچھے آنے والے ساتھیوں کی گاڑی رک گئی تھی۔ ان کے دوبارہ گاڑی میں بیٹھے اور گاڑی کو سیدھی کر کے آگے بڑھنے میں جودت لگا دی دریں میں ان سے دور ایک موٹر بچھ گیا۔ میں اکثر وہ دیکھ رہا ہوں جس کے بارے میں دشمن سوچ بھی نہیں سکتے۔ وہ گاڑی مجھے آگے بھاگنے میں مدد دے سکتی تھی لیکن میں نے اسے روک دیا۔ دو اوازہ کھول کر باہر آیا اپنے لیے جو نیا لباس خریدا تھا اسے پہنا ڈالا۔ میک اپ کے سامان سے ماسک نکالی پھر چلی سے پھول لگی کو کھولا بیٹھے ہوئے کپڑے کو پھول میں بھونکا آدھا کپڑا لگی کے اندر گھسایا۔ آدھا باہر نکلتا پھر ایک تلی سلا کر کپڑے کو آگ دکھاتے ہی وہاں سے بھاگتا چلا گیا۔ سڑک کے ایک طرف کسی فیکٹری کی قبر کے لیے احاطے کی دیوار اور سڑک نظر آتی تھی جیسے ہی میں چلا گیا کہ دیوار پر چڑھا ایک زوردار دھماکا ہوا جس کی دیوار کے دوسری طرف پہنچ گیا۔ وہاں سے سڑک نظر نہیں آتی تھی لیکن دھماکے سے بیٹھے والی کار کے ٹکڑے فضا میں پھرتے ہوئے دکھائی دیے۔

میں دیوار کے پیچھے چھپے ہوئے اس سمت دوڑنے لگا مگر میرے دشمن دو گاڑیوں میں آ رہے تھے۔ وہ مجھے دیوار کے پیچھے نہیں دیکھ سکتے تھے لیکن دھماکے والے موٹر بچھ کر کرک گئے تھے گاڑی کے پچھلے حصے میں داخل پھول تھا جو سڑک پر پھیل گیا تھا۔ اس کے ساتھ آگ بھی پھیل گئی تھی۔ کوئی گاڑی وہاں سے نہیں گزر سکتی تھی۔

میں بہت دور جا کر پھر دیوار پر چڑھ کر سڑک کی سمت اتر گیا۔ بہت سے لوگ بھاگتے ہوئے شعلوں کی طرف جا رہے تھے۔ پیچھے آنے والی گاڑیاں سڑک پر کھینچی جا رہی تھیں۔ دشمنوں کی گاڑیاں سڑک کے کنارے اتر کر گھاس پر پھلتی ہوئی آگ سے بچ کر...

آگے جا رہی تھیں۔ ان کا خیال تھا میں اپنی گاڑی کو آگ لگا کر ان کا راستہ روک کر کہیں آگے بھاگتا چلا گیا ہوں۔

اس سڑک پر گاڑیاں جا رہی تھیں اور آگ بھی رہی تھیں میں نے ایک کار والے سے کہا "مسٹر! کیا مجھے ناشتہ تک لٹ لے گی؟"

وہ شخص بہت ہی زندہ دل تھا، مسکرا کر بولا "اگر لفٹ نہیں دوں گا تو چاکم تک ہتھیار نکال کر مجھے ہلاک کرنے کی دھمکی دو گے میں مجبور ہو جاؤں گا۔ لہذا مجبور ہونے سے بہتر ہے میں تمہاری شرافت کی زبان سمجھ لوں۔ آجائو! اسے اپنی ہی گاڑی سمجھو۔"

وہ شخص بہت ہی زندہ دل تھا، مسکرا کر بولا "اگر لفٹ نہیں دوں گا تو چاکم تک ہتھیار نکال کر مجھے ہلاک کرنے کی دھمکی دو گے میں مجبور ہو جاؤں گا۔ لہذا مجبور ہونے سے بہتر ہے میں تمہاری شرافت کی زبان سمجھ لوں۔ آجائو! اسے اپنی ہی گاڑی سمجھو۔"

وہ شخص بہت ہی زندہ دل تھا، مسکرا کر بولا "اگر لفٹ نہیں دوں گا تو چاکم تک ہتھیار نکال کر مجھے ہلاک کرنے کی دھمکی دو گے میں مجبور ہو جاؤں گا۔ لہذا مجبور ہونے سے بہتر ہے میں تمہاری شرافت کی زبان سمجھ لوں۔ آجائو! اسے اپنی ہی گاڑی سمجھو۔"

بچے نہیں ہیں۔ اس لئے اطمینان سے کسی کو بھی لفت دے دیا ہوں کہ میرے پیچھے کوئی نہ دلا نہیں ہے۔

میں نے سیٹ کی پشت سے سر تک کر آنکھیں بند کر لیں پھر اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ وہ بول رہا تھا "یا نبی! تم سو رہے ہو" میں نے باتیں کرنے کے لیے لفت دی ہے۔ میرے جذبات کا خیال کرو۔ اسے میرے خوابیہ ہم سڑاؤں میں سے بول رہا ہوں۔

میں اسے سامنے کے لیے خزانے لے کر لگا "اس نے کہا مجھے حسین عورت کے خزانے اچھے نہیں لگتے میں تمہارے کیسے سنوں؟ یا اللہ! ارحمکم۔"

اس نے ڈیش بورڈ کے ایک خانے سے تھوڑی سی بوٹی نکالی۔ پھر اسے دونوں کانوں میں ٹھونس لی۔ میں نے خزانے بند کر دیے۔ اس کے خیالات نے بتایا وہ ایک کارنوال کا مالک ہے اس کارنوال میں سرکس کے تماشے دکھائے جاتے ہیں۔ طرح طرح کے کھیل اور دیکھنیاں ہوتی ہیں۔ اسٹیج پر رانچ گانے پیش کیے جاتے ہیں۔ اسٹالوں پر را نقل سے تلاء بازی ہوتی ہے اور فزری اسٹاکل کشنیاں بھی دکھائی جاتی ہیں۔

کارنوال کے مالک کا نام یعقوب ہوا تھا۔ اس کے تقریباً دو سو لاکھ کارنوال کے مختلف شعبوں میں مکمل تماشے دکھاتے تھے جن میں سے ستر لاکھ تھیں۔ اور ہر ایک دن سے کچھ لوگ یعقوب ہوائی کو پریشان کر رہے تھے اسے دھمکیاں دے رہے تھے کہ اگر اس نے اپنے کارنوال میں چار اجنبی مردوں اور دو عورتوں کو ملازمت نہ دی اور یہاں کی سرکار کو مطمئن نہ کیا کہ وہ چھ بندے اس کے کارنوال کے پرانے ملازم ہیں تو اس کا نتیجہ برا ہوگا۔

ایک دھمکی سے صاف ظاہر تھا کہ وہ دو اجنبی عورتیں اور چار مرد غیر قانونی طور پر ازبکستان آئے ہیں اور جعلی شناختی کاغذات کے ذریعے کارنوال میں پناہ لیتا چاہتے ہیں۔ گویا کوئی خفیہ تنظیم تھی جو اپنے چھ بندوں کو وہاں کی شہرت دلانا چاہتی تھی۔

یعقوب ہوائی کے ساتھ انکڑا لیا ہوا تھا۔ جب وہ دوس کی ایک ریاست سے دو سری ریاست میں اپنا کارنوال لے جاتا تھا تو حکومت کے باقی کارنوال میں چھپ کر اور کافی واسطہ چھپا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے تھے۔ آج کل غیر ملکی جاسوس اس کے پاس چھپے آکر کرتے تھے۔

میں نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا پھر سیٹ پر سیدھا ہو کر بیٹھے ہوئے حیرانی سے پوچھا "کیا میں سو گیا تھا؟"

وہ چکر بولا "نہیں میں سو رہا تھا اور تم ذرا سو کر رہے تھے۔"

"سوری۔ دراصل بات یہ ہے کہ جب کوئی زیادہ بولتا ہے تو اس کی بات شروع ہوتے ہی مجھے نیند آ جاتی ہے۔"

"میں تو نہیں ہوں، جس نیند نہیں آتی تھی تم مجھ سے بچھا چمڑا رہے تھے یہ بتاؤ تاشقند میں کہاں ڈراپ کروں؟"

"اپنے کارنوال میں۔"

"کیا؟" وہ چکر بولا "تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میرا کارنوال ہے؟"

"تمہاری پیشانی پر لکھا ہے کہ تمہارا نام یعقوب ہوائی ہے اور تم کارنوال کے مالک ہو۔"

اس نے کارڈ دکھ دی، عقب نما آئینے کو اپنی طرف گھما کر اپنی پیشانی کو دیکھا۔ پھر کہا "میری پیشانی پر کچھ لکھا ہوا ہے کہ تم میرا مالک ہو۔"

"پیشانیوں پر لکھی ہوئی تحریریں صرف میں پڑھتا ہوں۔"

"تم چھ اجنبیوں سے پریشان ہو؟ وہ آج رات تمہارے کارنوال میں پناہ لینے آ رہے ہیں۔"

"کمال ہے تم پریشان کرنے والوں کی تعداد سے کبھی واقف ہو۔ چھ ہزار تذاکیر ان کے نامکدہ ہو؟"

"بالکل نہیں۔ میں نے کبھی ان میں سے کسی کی صورت ہی نہیں دیکھی۔ تم ایسے لوگوں کو باراض نہیں کرتے کیونکہ وہ تمہارے کارنوال کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ ایسے لوگ دوست بن کر نہیں مانی فائدہ پہنچاتے ہیں اور کچھ پڑھوں؟"

"ہاں یہ بتاؤ جب ان سے مالی فائدہ پہنچتا ہے تو میں پڑھوں کیوں ہوں؟"

"موجودہ حکومت نے تمہیں تاکید کی ہے اگر تمہارے کارنوال میں کوئی جاسوس چھپا ہو گا یا کارنوال کی آڑ میں ملکہ دشمنی کو گتے تو لیے عرصے کے لیے جیل جے گا۔"

"مجھے تم تو میری پیشانی کو کتاب کی طرح پڑھ رہے ہو۔"

"ہاں، تمہارے کارنوال میں پہلے سے چند تباہیہ نگار لوگ ہیں۔ تم ایسے تمام لوگوں سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہو۔ کیا؟"

اس نے بڑی مدت کے بعد فکری نماز پڑھی اور دعا مانگی کہ خدا جیسے ایسے لوگوں سے نجات دلائے، خدا نے تمہاری سہی لی۔ اگر تمہارا ایمان مضبوط ہے تو یقین کر لو اس معبود نے مجھے نجات دے دیا تمہارے پاس سمجھا ہے۔"

وہ مجھے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ ان ایمان مضبوط رکھنا چاہیے۔ قدرت کب اور کس زمانے میں ہدایت فرمائے گی؟ یہ بندہ نہیں سمجھ پاتا۔ اگر مجھے کسی کو شش کی جانے تو تباہیہ نگاروں میں آ جاتی ہے۔ وہ میرا ہاتھ تمام کر بولا "تم میرے ساتھ کارنوال چلو گے؟"

اس نے کار آگے بڑھائی۔ میں نے کہا "ہاں، فی الحال تمہارے ساتھ رہوں گا میں بھی اس ملک میں اجنبی ہوں۔"

"میں تم پر کس حد تک بھروسہ کر سکتا ہوں؟"

"میں مسلمان ہوں، پاکستانی ہوں۔ مسلمانوں کی تو آزاد اسلامی جمہوریت کی راہ میں جو بھی حائل ہو گا میں اس سے بچوں گے۔ میں صرف تم سے زمین سرکادوں گا۔ مجھ پر اعتماد کرنے کے لیے صرف تم سے زمین سرکادوں گا۔"

رات تک میرے ساتھ رہو، میں تمہارے کارنوال کو تمام تباہیہ نگار سے خالی کرادوں گا۔"

اس نے مجھ سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا "میں تم پر بھروسہ کر سکتا ہوں۔ آج تم میری مشکل آسان کر دو تو کل صبح سے تمہیں اس ملک کا باقاعدہ شہری بنادوں گا۔ متعلقہ شعبے میں بہت اور کچھ میری پہنچ ہے۔ اعلیٰ افسر کے سامنے نوٹوں کی گزیاں رکھتی یا ہم بن جانا ہے کیا اپنا تہذیب تبدیل کر دے؟"

اس نے گاڑی آگے بڑھائی۔ میں نے کہا "یہ میرا اصلی چہو نہیں ہے۔ عارضی میک اپ میں ہوں۔ اپنے لیے کچھ ضروری سامان خریدوں گا۔"

میں نے تاشقند پہنچ کر پھر ایلیاس اور دو سری ضروریات کی چیزیں خریدیں پھر کار میں اگیا۔ وہ ڈرائیو کر گئے۔ کارنوال کے احاطے میں پہنچنے تک میں نے بیولا انڈرزن کے میک اپ سے نجات حاصل کر لی۔ اپنے چہرے پر مونچھوں کا اور ہلکی سی خوب صورت تراشیدہ داڑھی کا اضافہ کیا تھا۔ آنکھوں میں بڑے بڑے رنگ کے سنسر لگائے تھے۔ چھوٹی چھوٹی تہذیبوں سے چوبالکل بدل گیا تھا۔

اس نے تفریحی نظروں سے دیکھا پھر پوچھا "تمہارا نام کیا ہے؟"

"مجھے ظہیر الدین بابر کہتے ہیں۔"

وہ بولا "ظہیر الدین بابر آج کا ایک اہم کردار ہے۔ وہ یہاں سے سوئٹل کے قاضی پر فرائض میں پیدا ہوا تھا۔ اس نے ہندوستان میں عظیم الشان مظاہرہ سلطنت کی بنیاد ڈالی تھی۔"

میں نے کہا "میرے والدین نے اسی شہنشاہ سے متاثر ہو کر میرا نام ظہیر الدین بابر رکھا ہے۔"

میں کارنوال کے احاطے میں پہنچے وہاں شام پانچ بجے سے رات کیا دہ بجے تک مکمل تماشے جاری رہتے تھے۔ جب ہم پہنچے تو شام ہونے والی تھی۔ کارنوال کے تمام اشغال مکمل رہے تھے۔ کرکس اور ٹیبلوٹریو کے خیموں سے موسیقی کی آواز ابھر رہی تھی۔

کہ وہاں کے تمام ملازمین یعقوب ہوائی کو دیکھ کر سلام کر رہے تھے وہ چار نے میرے متعلق اس سے سوال کیا۔ اس نے کہا "یہ میرے بہت سے بے عمل سیکرٹری مسٹر ظہیر الدین بابر ہیں اب یہ میرے ماتو بابر ہیں گے۔"

خوشے جنس اور توشیٹ سے دیکھ کر میرے متعلق سوالات آئے۔ میں ان کے اندر کا حال معلوم کرنے لگا تھا۔ میں نے یعقوب ہوائی سے کہا "تمہارا یہ پهلوان زرک زرتاج اس کارنوال کا دادا یا ہوا ہے۔ اس سے سب ڈرتے ہیں یہ تمہیں کئی غلط فہمیوں سے نجات دے گا۔"

"ہاں پهلوانوں کی کشنیاں دیکھنے والے شائقین زیادہ ہیں۔ یہاں پهلوانوں پر نقد دینے کی شراکت لگائی جاتی ہیں، زرک زرتاج

اپنی شراکت کی آدمی رقم خوردہ کر لیتا ہے۔ یہاں کے بڑے بڑے پهلوان بھی اس سے ڈرتے ہیں۔"

"آج رات میرے ساتھ اس کی کشنی کا اعلان کرو۔"

وہ حیرانی سے بولا "تم اس سے مقابلہ کر دے؟ پورے ازبکستان میں اس کے مقابلے کا کوئی پهلوان نہیں ہے۔ جو پہلے تھے وہ اس سے اپنے ہاتھ پاؤں تروا چکے ہیں۔ وہ تمہارے مقابلے میں پھاڑ ہے۔"

میں نے کہا "ہاں تو آدمی یہ بات کاٹ کر چھوٹا کرنا ہے۔"

"پھر بھی پہلے تم میرے چھوٹے دشمنوں کو کاؤ۔ ورنہ یہ زرک زرتاج تمہیں آج اسپتال بھیج دے گا۔"

"ہوائی! اگر میں بیکار ثابت ہوا تو پھر تمہیں فکر نہیں کرنی ہوگی کہ میں اسپتال جا رہا ہوں یا قبرستان۔ اس لیے کہ میں تمہارے کسی کام کا نہیں رہوں گا اور اگر کار آمد ثابت ہوا تو پھر تمہارے ساتھ یہیں مستقل رہوں گا۔"

اس نے کارنوال کے منبر کو بلا کر کہا "ریٹنگ ایریا میں اعلان کرادو۔ آج رات ایک نیا پهلوان ظہیر الدین بابر یہاں آیا ہوا ہے اور وہ ناقابل شکست پهلوان زرک زرتاج کو مقابلے کے لیے چیلنج کر رہا ہے۔ شرط لگانے والوں کو دو گے چار دس کے ہیں اور پچاس کے سوئٹس گے۔ یہی اعلان پوسٹر کی صورت میں لکھوا کر کارنوال کے تمام اسٹالوں پر لگوادو۔"

وہ اپنے دفتر میں آیا۔ وہاں ایک میز کے پیچھے ایک حسین و جمیل عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ پہلے ہوائی نے اسے محبت میں پھانسا تھا۔ اب وہ اسے شادی کے لیے پھانسی رہی تھی۔ ہوائی شادی کا معاملہ زیادہ عرصہ تک ٹال نہیں سکتا تھا کیونکہ وہ پهلوان زرک زرتاج کی چھوٹی بہن تھی اور زرک زرتاج نے ہوائی سے صاف صاف کہہ دیا تھا "میری بہن زرینہ زرتاج سے شادی کرو۔ اگر کسی وجہ سے نہیں کرنا چاہے تو کارنوال کی آدمی آئنی اس کے نام لکھ دو۔"

جب زرینہ زرتاج کو معلوم ہوا کہ میں اس کے بھائی سے مقابلہ کرنے والا ہوں تو وہ مجھے خفارت سے دیکھتے ہوئے بولی "ہوائی! کیا میرے بھائی کے مقابلے کے لیے تمہیں ایسے ہی کڑے کوڑے ملتے ہیں۔ میرا بھائی اس پر حقوے کا تویر کر پڑے گا۔"

میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا "یہ تو تباہیہ نگار کیسے حقوے کا؟ کیا ایسے؟"

میں نے آج حقوے کوئے اس پر حقوے دیا۔ مارے حقوے کے اس کا داغ پھٹنے لگا۔ وہ پوری قوت سے جھجی ہوئی کرسی سے اچھل کر کھڑی ہوئی پھر مجھ پر حملہ کرنے کے لیے آگے بڑھی۔ سامنے ایک کرسی تھی۔ اس نے کرسی کو لٹا ماری پھر اسے اٹھا کر جھینٹے لگی، اس کے داغ میں یہ بات تھی کہ وہ مجھے اٹھا کر جھینٹ رہی ہے۔

میں نے پھر اس کے اندر یہ خیال پیدا کیا کہ اس پر دوبارہ

تھوک رہا ہوں۔ وہ خستہ کی شدت سے چیخ کر بھائی کو آواز دی
دیتی ہوئی دفتر کے باہر بھائی چلی گئی۔ بھائی نے اپنے سر کے بالوں کو
نوجے ہوئے کہا "ہائے بابر! یہ تم نے کیا کیا؟ اب تو یہاں تسماری
لاش گرے کی اور میرے ہاتھ پاؤں ٹوٹیں گے۔ نہیں یہاں لانے
کی سزا مجھے بھی ملے گی!"

میں دفتر سے باہر آیا۔ وہاں پورے کارکنوں پر بن بھائی کی
دھشت طاری تھی۔ بھائی کے تمام ملازمین زبردہ جھجک جھک کر
سلام کرتے تھے۔ آج اسے روٹے اور بھاتے دیکھ کر پہلی سی جی
گئی۔ جب یہ پتا چلا کہ میں نے میڈم کی بے عزتی کی ہے تو تھیں ہی
لوگ بھائی کے پاس آئے۔ بھائی نے کہا "مجھے اس بات کا
افسوس ہے کہ میں اسے سمان بنا کر یہاں لایا ہوں۔ بہرحال وہ
تسمارے آقا کا سمان ہے۔ تم میں سے کوئی اس پر ہاتھ نہیں
اٹھائے گا البتہ وہ زرنہ کا مجرم ہے اس مجرم کو زرنہ زرنہ سزا
دے گا۔ وہ بن کا انتقام لینے آئی ہوگا۔"

کارنوال کے وسط میں ایک اونچا سا اسٹیج ہوا تھا۔ میں
وہاں جا کر کھڑا ہو گیا۔ پھر زرنہ زرنہ کے اندر پہنچ گیا۔ زرنہ
خستہ سے چیخ کر کہہ رہی تھی "اسے مار ڈالو جان سے مار ڈالو۔
جب وہ آدھا مر جائے تو اسے میرے حوالے کر دیتا۔ میں اس پر
تھوکتی جاؤں گی اور اس کے جسم پر خنجر سے زخم لگاتی جاؤں گی۔"
وہ بن بھائی جہاں کھڑی کرتے تھے وہاں کوئی ان پر تھوک
دے "یہ تو میرے لیے مار ڈالنے والی بات تھی۔ زرنہ شیر کی طرح
دباؤ آواہا اپنے خستہ سے باہر آیا۔ بھائی کے دفتر کی طرف دوڑتے
ہوئے مجھے گالیاں دیتا چلتا تھا میں نے اسے آوندے منہ کر دیا۔
اس نے دوبارہ اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے گالی دینا چاہا۔ میں نے
پھر اسے آوندے منہ کر دیا۔

وہ جہاں کر رہا تھا وہاں ایک پتھر تھا جس سے چوہ لولمان ہوتا
تھا۔ میں نے اس کے اندر ہی خیال پیدا کیا کہ گالیاں دیتا رہے گا تو
آوندے منہ پتھر پر گرنا ہے۔ وہ گالیاں چھوڑ کر گرنا اور لنگارتا
ہوا اٹھا پھوڑتا ہوا آئے گا۔ لوگ دور بٹ رہے تھے۔ زرنہ بھی
ہاتھ میں خنجر لیے بھائی کے پیچھے چلی آ رہی تھی۔
کارنوال کے تمام لوگ زرنہ پھلان کو لولمان دیکھ کر حیران
ہو رہے تھے۔ وہ دنگن کر پوچھ رہا تھا "کہاں ہے وہ بد معاش؟ آج وہ
جہت ناک موت مرے گا۔"

لوگوں نے میری طرف اشارہ کیا۔ وہ اچھل کر اسٹیج پر میرے
سامنے آیا پھر گھٹتے ہوئے مجھ پر چلا گیا۔ سیدھا مجھ پر آیا
میں نے زرا جھک کر اسے دونوں ہاتھوں پر روک لیا۔ اسے اپنے سر
سے بلند رکھتے ہوئے سیدھا کھڑا ہو گیا پھر لوگ گھوم کر اسے اسٹیج
سے باہر تماشائیوں کے ادھر پھینکا۔ تماشائی وہاں سے بھاگے۔ وہ
زینن پر جا کر گرا پھر تکلیف سے کرا رہا تھا۔
زرنہ خنجر اٹھائے دوڑتی ہوئی اسٹیج پر آئی۔ مجھ پر خنجر سے حملہ

کیا۔ میں نے اس کی کلائی پکڑی تھی۔ تکلیف برداشت نہ کر سکا
خنجر گر پڑا۔ میں نے اسے ایک جھٹکے سے لوگوں کی طرف گھمائی
ہوئے کہا "اسے دیکھو۔ غور سے اس کے دل و دماغ سے اندازہ
کا احترام مٹا رہا ہے۔ یہ بھائی کی شہ زوری سے کئی پر تم سب
حقارت سے دیکھتی تھی۔ اس نے مجھ پر تھوکنے کی بات کی تو میں نے
اس پر تھوک کر دکھایا۔"

زرنہ زینن پر سے اٹھ رہا تھا۔ میں نے زرنہ کو اٹھا کر اس پر
پھینک دیا۔ کارنوال میں کام کرنے والے میری باتوں سے قائل
ہو رہے تھے کیونکہ وہ زرنہ سے سسرے رہتے تھے۔ وہاں کھانے
دکھانے اور ڈانٹنے گانے والی لڑکیاں بھی اس کے خلاف بھائی سے
شکایتیں کرتی تھیں اور بے جاہ بھائی زرنہ کے سامنے ہاتھ جوڑ
کر کہتا تھا "پلیز لڑکیوں کو پریشان نہ کرو۔ وہ بھاگ جائیں گی تو پھر
کارنوال کے لیے ایسی تہمت یا فتنہ لڑکیاں مشکل ہی سے ملیں گی۔
آج وہ لڑکیاں بن بھائی کو مار کھاتے دیکھ کر خوش ہوئی
تھیں لیکن ان لڑکیوں کی طرح دوسرے مرد بھی ایسی سڑکوں کو چھڑ
رہے تھے۔ انہیں ابھی پوری طرح یقین نہیں ہوا تھا کہ میں اس
خطرناک پہلو کو آخر تک غالب رہوں گا۔"

زرنہ اور زرنہ کی عزت پر بنی تھی۔ ان کے سامنے وہی
راستہ تھے کہ مجھے مار ڈالنے یا پھر آدھا کارنوال جان کے لیے
میں تھا۔ اسے چھوڑ کر بھاگ جاتے اور کوئی اپنی حکومت اور
اقتدار کی جگہ چھوڑ کر جاتا نہیں چاہتا۔ اس لیے زرنہ کی جان بچانا
کر مجھ سے مقابلہ کرنے کا لیکن واقعہ تو یہ ہوتا کہ اسے اور ہی جان لگنے
کے باوجود وہ بری طرح مار کھا رہا تھا کیونکہ میں اس کی سوچ کے
ذہنیے اس کے حملوں کے انداز کو سمجھ لیتا تھا اور خود حملے کرتے
وقت اسے اپنے ہتھیار کا موقع نہیں دیتا تھا۔

زرنہ بھائی کو لولمان ہوتے دیکھ کر بھائی ہوئی تھی ابھی
سوچنے سے تیار تھا کہ وہ اپنے خستہ سے گن اور کارتوس لیے گا
ہے۔ واپس آتے ہوئے اس نے ایک ہوائی فائر کیا۔ جس کے
باعث مجھ پر پھٹ گئی۔ وہ مجھے گن پوائنٹ پر رکھتے ہوئے ہلکا
"زرنہ! اسے خوب مارو۔ یہ تم پر ہاتھ سے حملہ کرے گا تو میں اس کے
کے ہاتھ پر گولی ماروں گی۔ یہ تم پر بات چلانے کا تو میں اس کے
چہروں کو زخمی کروں گی۔"

زرنہ نے مجھے کرائے کا ایک ہاتھ رسید کرنے کے لیے ہاتھ
اٹھایا۔ میں نے سوچ لیا تھا کہ زرنہ کے دماغ میں گھس کر اس کے
بھائی کے ہاتھ پر گولی ماروں گا اس سے پہلے ہی غصے کی آواز کے
ساتھ گولی چلی اور زرنہ اپنا زخمی بازو تمام کر کر پڑا۔
سب کی نظریں ایک حینہ پر جم گئیں۔ وہ ایک دواور کو
دونوں ہاتھوں سے پکڑے زرنہ کو نشانے پر رکھتے ہوئے بول رہی
تھی "زرنہ! بھائی کو زندہ دیکھنا چاہتی ہو تو آئی گن پھینک دو۔"
انصاف نہیں ہے کہ باہر نشانے اور تم اسے گولی مارنے کی دھمکی

دے کر بھائی کی گھٹتے کو ختم کر دینے کی بے ایمانی کرو۔"
اس حینہ کی جرات نے دوسروں کو حوصلہ دیا سب کہنے لگے
"ہاں! ہاں! یہ بے ایمانی ہے۔ زرنہ مر جائے گی تو ایمان چھوڑ
دو۔"

زرنہ اپنی گن پھینک کر بھائی کو بے باعد و گار نہیں بنانا
چاہتی تھی۔ اس نے یعقوب بھائی سے کہا "تم ایک اجنبی کے کل
پر ہمارے زلت کا تماشہ دیکھ رہے ہو۔ یاد رکھو! باؤں کی وقت بھی
پلٹ سکتی ہے۔ اپنی بھلائی اور سلامتی چاہتے ہو تو اس اجنبی کو ابھی
یہاں سے نکال دو۔"

پھر غصے سے ایک گولی چلی۔ زرنہ کے ہاتھوں سے گن
پھوٹ گئی۔ وہ اپنے زخمی بازو پر ہاتھ رکھ کر کرا رہی تھی۔ حینہ نے
کہا "میں ۳۳ کو یہاں سے نکالنے کا حکم نہ دو۔ انصاف کا تقاضا پورا
ہوئے۔ دو۔ جو میدان ہمارے گا وہی یہاں سے جائے گا۔"
میں نے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا "مجھے ابھی سے محبت کرنے
اے دوستو! میرا مقابلہ زخمی ہو چکا ہے۔ میں اس پر ہاتھ نہیں
ٹھاکوں گا۔"

یعقوب بھائی نے زرنہ کی گری ہوئی گن اٹھا کر کہا "ایک
ام میں دو گولیاں نہیں نکلتیں۔ میرے کارنوال میں دوش زور
میں نہ نکلتے کسی ایک کو رہنا ہے۔"

اس نے زرنہ کا نشانہ لیتے ہوئے کہا "۳۳ کا ہاتھ تم نے سب
کے سامنے سیرا کر دیا پھر اٹھا۔ اس کارنوال کے مالک کو ذلیل کیا
ہے۔ بن بھائی مجھے آقا نہیں ایک مجبور غلام سمجھتے تھے۔"
اس نے زرنہ کی ایک ٹانگ پر گولی ماری۔ وہ چیخ مار کر گر پڑا۔
والی نے زرنہ سے کہا "ایک بار تم نے اپنے بھائی کی موجودگی
لے مجھے طمانچہ مارا تھا۔ میں نے اسی دن لے کر لیا تھا کہ بھائی کے
رہنے مجھ پر حامی رہنے والی سے کبھی شادی نہیں کروں گا۔"
اس نے زرنہ کا نشانہ لیا۔ وہ گولیاں لگی "نہیں! مجھے گولی
مارو۔"

وہ قریب آکر اس کے منہ پر طمانچہ مارتے ہوئے بولا "اس
فلان تم نے مجھے طمانچہ مارا تھا۔ آج میں نے تمہیں مارا ہے۔
میں تمہیں طاقت مار لی ہے۔ اس لیے چند روزہ طاقت پر غور
کرنا چاہیے۔ یہ طاقت بڑی برائی ہے، کبھی تسمارے پاس
بہ۔ یہ کبھی اچانک تم پر تھوکنے کے لیے ہمارے پاس چلی آتی
ہے۔"

پھر اس نے کہا "۳۳ بن بھائی کے تین غنڈے مانتے ہیں وہ
سلاہ جاؤں اور اپنے پہلو کو اٹھا کر میرے کارنوال سے دور
والی نے تین مانتے اسٹیج پر سے زرنہ کو اٹھا کر لے جانے لگے۔
کارنوال نے زرنہ کو دھکا دیتے ہوئے کہا "جاؤ اور کبھی اور غنڈے نہ آنا
کہ بار تم بھائی کے ساتھ زندہ جاؤں ہو اٹھ! بار موت تم لوگوں کو

لے جائے گی۔"

وہ دونوں اپنے تین غنڈوں کے ساتھ ایک گاڑی میں بیٹھ کر
چلے گئے۔ کارنوال کے تمام ملازمین اب کھل کر خوشی کا اظہار
کر رہے تھے۔ کوئی مجھ سے معاف کر رہا تھا کوئی مجھے گناہ کا ہاتھ
وہ حینہ دور کھڑی مجھے دیکھ رہی تھی اور مسکرا رہی تھی۔ اس کا نام
سمورا ڈیویکوف تھا۔ کارنوال میں رات گئی شوگ اسٹال کی
انچارج تھی۔ اس کا تعلق کسی عظیم سے نہیں تھا اور وہ کسی کی
آواز کا نہیں تھی۔

میں لوگوں سے معاف کرنے کے دوران سمورا کے دماغ میں
جھانک آیا۔ ضروری معلومات سے مطمئن ہو کر یعقوب بھائی کو
دیکھا۔ وہ قریب آکر بولا "تمہیں داد دینے کے لیے میرے پاس
الفاظ نہیں ہیں تسماری یہ بات میرے دل کو گھ گھتی ہے کہ میں نے
آج فجر کی نماز میں دعا مانگی تھی۔ خداوند کریم نے دعا قبول کر لی
واقعی تمہیں نجات دہندہ بنا کر میرے پاس بھیجا ہے۔ اب میں
تمہیں کہیں جانے نہیں دوں گا۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا "شام کا اندھیرا پھیل رہا ہے
کارنوال کا اندھا شروع کر دے اپنی باتیں بعد میں ہوں گی۔"
یعقوب بھائی نے دو چکریداروں کو حکم دیا "گٹ کاؤنٹرز
کھول دو! لوگوں کو اندر آنے دو۔"

دونوں چکریدار چلے گئے۔ مجھے اپنے پیچھے مترنم سی آواز سنائی
دی "بیلہ بابر!"

میں نے گھوم کر دیکھا۔ سمورا ڈیویکوف مسکرا رہی تھی۔ اس
نے معاف کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ میں نے وہ گداز ہاتھ تمام لیا۔
ابھی خاصی اور کوٹ پہنے والی سردی تھی "اس کے باوجود سمورا کا
ہاتھ گرم تھا وہ اٹھا بیسویں برس کی گری عمر سے گزر رہی تھی لیکن
اب تک شادی نہیں کی تھی اور نہ ہی کسی مرد سے دوستی کی تھی
ایسا کیوں تھا؟ یہ تفصیل سے چور خیالات پڑنے کے بعد معلوم
ہوا۔ جس کا موقع ابھی نہیں تھا۔

دوبلی "تم نے آج مجھ پر احسان کیا ہے۔"
میں نے کہنے ہوئے کہا "۳۳ احسان تو تم نے کیا ہے؟ زرنہ کو گولی
مار کر اسے زخمی کر کے فوراً ہی جگ ختم کرادی۔"
"اگر تم اسے مار مار کر ختم کر دے تو میں اس پر گولی
چلائے گا حوصلہ نہ کرنا۔ اس شیطان نے جتنی کیا تھا کہ آج رات
میرے خستہ میں آئے گا۔"

میں نے مسکرا کر پوچھا "اگر آج آؤ کیا کر تیں؟"
"میں نے ایک ہتھول اور ایک خنجر تھکے کے نیچے اور چوروں کی
طرف چمپا کر رکھ دیا تھا۔ ختم کھائی تھی کہ اسے زندہ نہیں
چھوڑوں گی۔ تاہم ہوئی تو خود بخود کھائی کروں گی۔"
میں نے پھر مسکرا کر کہا "خود کھانی کی نوبت نہیں آتی، تم کسی
خوش نصیب کے لیے بچاؤ ہو۔"

”میری زندگی میں کسی خوش نصیب یا بد نصیب کے لیے کوئی منجاش نہیں ہے۔“

”یہ تم فطری تقاضوں کے خلاف رویہ ہو۔“

اس نے میرے ہاتھوں میں اپنے ہاتھ کو دیکھا پھر کہا ”تم نے یہ ہاتھ مدت در رکھا اب دواہیں کرو۔“

میں نے اسے چھوڑتے ہوئے کہا ”تم نے اپنی خوشی سے میرے ہاتھوں میں دیا تھا۔ میں کبھی کسی سے کچھ نہیں اٹکتا۔ تم سے بھی ایک ٹکاو کر کم کی بیک نہیں مانگوں گا۔ ویسے جب کبھی سوچتا تو یہ ضرور سوچتا کہ کیا وقت نہیں ہوں کہ بلاؤ تو پھر آئے سکوں۔“

اسی وقت یعقوب ہدائی تیزی سے چلتا ہوا آیا پھر بولا ”سمورا! تم جاؤ پھر کچھ گزربڑھنے والی ہے۔“

وہ ہمیں سواہی ٹھکڑوں سے دیکھتی ہوئی چلی گئی۔ ہدائی نے کہا ”دیکھ رہے ہو بار! ابھی تک کارنوال کا چھانک نہیں کھلا ہے“

گلٹ کاؤنٹر بندنہ۔

”کیوں بند ہیں؟ ہاں؟ ہر قسم تماشائی کیوں نہیں آ رہے ہیں؟“

”جس شخص نے مجھ سے کہا تھا کہ میں اس کے چہ بندے

اپنے کارنوال میں ملازم رکھ لوں اس نے یہاں غنڈا گردی شروع کر دی ہے۔ کاؤنٹر پر غنڈے ہیں، وہ کسی کو ٹکٹ خریدنے نہیں دے رہے ہیں۔“

میں نے کہا ”یہ شخص سینماؤں اور ٹھیٹھوں میں ہونے والی غنڈا گردی نہیں ہے۔ اس کے پیچھے سیاست اور غیر ملکی ایجنٹوں کی چالیں ہیں۔ کبھی بھی غیر ملکی سیاسی تنظیم کو تمہارے کارنوال سے

ہمت سے فائدہ حاصل ہوں گے اس لیے وہ شخص چاہتا ہے کہ یہاں صرف اس کے چہ بندے نہ رہیں بلکہ پورا کارنوال اس کے قبضے میں آجائے۔“

ہدائی نے کہا ”میں کوئی بات نہیں ہے، اس شخص کا معاملہ ہے کہ میں تمہیں اس کے حوالے کروں۔“

میں نے تجب سے پوچھا ”کیا واقعی؟“

”ہاں وہ کتا ہے، تمہارا نام ظہیر الدین بابر نہیں بلکہ فراد علی

تیور ہے۔“

میں یکبارگی اندر سے الٹ ہو گیا۔ بیڑا بجے کی آواز سنائی

دی کارنوال کے احاطے کا گیت کھلے گا۔ بیڑا بجے والے اپنی

”دھن بجاتے ہوئے لیٹ رات کے انداز میں چلتے ہوئے احاطے

میں داخل ہو رہے تھے۔ ان کے پیچھے دو گاڑیاں تھیں ان میں سب

افراد تھے ایک گاڑی کی چھت پر ایک شخص کھلے کھڑا تھا۔ اس

نے ہاتھ اٹھا کر ایک بچہ بٹائی اس کے ساتھ ہی چاروں طرف

احاطے کی دیوار پر گن گن چڑھتے ہوئے دکھائی دیے۔

وہ سب پیچھے ہوتے تھے اب ظاہر ہو رہے تھے گاڑی کی

چھت پر کھڑے ہوئے شخص نے دونوں ہاتھوں سے ایک سنکڑ دیا۔

اس کے ساتھ ہی احاطے کی دیوار پر سے چاروں طرف ہوائی

فازنگ ہوئی پھر خاموشی چھا گئی۔

وہ شخص بلند آواز سے بولا ”یہ ہوائی فازنگ ایک دھارنگ

ہے۔ اگر کسی نے مقابلہ کرنے کی حماقت کی تو کارنوال کے ایک

ایک فرد کو گولیوں سے چھلکی کر دیا جائے گا۔“

وہ دور سے میری طرف انگلی کرتے ہوئے بولا ”یہ سورجوں

صدی کا سب سے خطرناک شخص فراد علی تیور ہے اس کے سامنے

دوس اور امرا مارا جاتے ہیں حتیٰ کہ اس کے پاس آکر موت بھی مار

جائی ہے۔“

وہ اپنا جینڈ ٹھوکتے ہوئے بولا ”میں سلا شخص ہوں کہ اس ٹپلی

بٹھتی جانے والے کے دماغ کے اندر جا کر اپنی خیال خرابی کی

حکومت قائم کرنے والا ہوں۔“

وہ چاروں طرف دیکھتے ہوئے بولا ”کوگو! میں اسے جان سے

نہیں ماروں گا صرف زخمی کروں گا پھر میرا تہدار بن جائے گا۔

اپنی مرضی سے میرا غلام بن کر یہاں سے جائے گا اس لیے تم لوگوں

کو ہمارے معاملہ میں نہ اعتراض کرنا چاہیے نہ ہمارے مقابلہ پر

آنے کی حماقت کرنا چاہیے۔“

اس نے گن سیدھی کی پھر مجھ سے کہا ”فراد! تم یہ معلوم

کرنے کے لیے بہت سے چین ہو گئے کہ میں کیا خیال خرابی کرنے

والا کون ہوں اور کس ملک یا کس تنظیم سے تعلق رکھتا ہوں۔“

میں نے اسے باتوں میں الجھانے کے لیے کہا ”مجھے امیر کرنے

سے پہلے بہتر ہے کہ مجھے اپنی بہتری یاد۔“

”تمہاری گھوڑی کے اندر آکر سب کچھ بتا دوں گا۔ میں تمہیں

صرف ایک منٹ دیتا ہوں تم ابھی طرح چوہین کو سمجھ لو۔ خیال

خوابی کے ذریعے اپنی پوری جلی کو مدد کے لیے بلاؤ اور یہ وقت دعا

بھی ہے لیکن ایسا برا وقت ہے کہ خدا بھی دعا قبول نہیں کرے

گا۔“

اس میں شبہ نہیں تھا کہ اس نے زبردست محاصرہ کیا تھا۔

تقریباً پچیس تیس مسلح افراد چاروں طرف احاطے کی دیوار پر کھڑے

ہوئے تھے۔ میں کارنوال کے کھلے ہوئے حصے میں ایک اسلحہ پر غلہ

دہان سے کسی طرف بھی بھاگتے وقت گولیوں کی بوچھاڑ سے بچتا اور

چھپنے کے لیے کوئی آڑ نہیں تھا۔

مجھے یقین ہو گیا کہ ان حالات میں اپنی کوششوں سے بچا

ناممکن ہے پھر بھی میں نے اپنی ہی کوشش کی ”اس سے کہا متوا

میں نے فراد کی جیلتی سے ابھی رابطہ کیا تھا۔ انہیں اپنی حالت ذرا

بتائی تھی۔ وہ کہتے ہیں بچاؤ کی کوئی صورت نہیں ہے۔ مجھے تمہارے

ہاتھوں زخمی ہو کر اپنا دماغ تمہارے حوالے کر دینا چاہیے۔“

اس شخص نے کہا ”تم مجھے یہ سمجھانا چاہتے ہو کہ تمہاری جلی

کو تمہارے امیر ہونے کی کوئی پروا نہیں ہے یعنی تم فراد نہیں

نہیں دلاؤں گا اور نہ ہی تم یقین کرو گے میرا خیال ہے ایک منٹ کی

دہ ملت ختم ہو چکی ہے۔“

اس نے اپنی کن سے میری ایک ٹانگ کا نشانہ لیتے ہوئے کہا

”میں صرف زخمی کر رہا ہوں، اگر ذرا بھی بلو گے تو جان بھی جاسکتی

ہے۔“

میرے پاس کھڑے ہوئے یعقوب ہدائی نے کہا ”تمہارا یہ

دشمن مجھ میں نہیں آیا۔ جب یہ جس جان سے مار سکتا ہے تو پھر

زخمی کیوں کر رہا ہے؟“

اس سوال کا جواب ملنے ہی والا تھا۔ فازنگ کی آواز گونجی

ملی سنائی ہوئی آئی میں ایک دم سے اچھل کر ہدائی پر آ کر

ایک پیچ چلنے ہوئی پھر دونوں ایک دوسرے سے لپٹے ہوئے اسلحہ پر

گڑے۔ یہ درست ہے کہ یہ دنیا ایک اسلحہ ہے۔ ہم سب پیدا

ہو کر مرنے تک ایکٹنگ کرتے ہیں پھر اس اسلحہ سے پیشہ کے لیے

چلے جاتے ہیں۔

دشمن جان نے مجھے پیشہ کے لیے رخصت نہیں کیا، میں نے

دماغ میں اس کی سوچ کی لہروں کو سنا۔ وہ مجھے کہتا تھا اور کہہ رہا

”تو میں دنیا کا سلا خیال خرابی کرنے والا ہوں کہ فراد کے دماغ میں

رکے جھنڈے گاڑ رہا ہوں۔“

وہ پھر ایک بار قہقہہ لگا کر بولا ”افسوس فراد! آج سے تمہاری

ٹائی کا دور شروع ہوتا ہے۔“



بڑی کو کھینچے اور نیکی کا بول بالا رکھنے کے مخصوص ایمان افروز

فرماتے ہیں۔ اس طرح نیکی بڑا دے اور بدی کا سرنگھ رکھنے کے

لیے بھی بے شمار جھنڈے آڑے آئے جاتے ہیں ایم انسانوں کی مذہبی

دانا میں بھی ایسی چالیں چلی جاتی ہیں۔ اگر ایک مذہب بڑھتا اور

بہت بڑا ہوتا تو اس کے مقابلے میں دوسرے مذہب کو بڑھا چڑھا کر

بھی کیا جاتا ہے اور اس دوسرے مذہب میں طرح طرح کی

پیشکش پیدا کی جاتی ہیں تاکہ کدور عقیدے کے لوگ کش کش

آئے رہیں اور اپنے بڑھتے چھلے چھلے والے مذہب کی نفی کرتے

ہیں۔

ابھی کچھ زیادہ مہدیاں نہیں گزریں۔ ہندوستان میں شیشہ

اگر نہ ایک سننے مذہب دین الہی کی داغ بیل ڈالی تھی۔ رانی

جسٹا کی شادی کر کے اس روایت کا آغاز کیا تھا کہ ہندو بھی

مسلمان عورتوں سے شادی کر سکتے ہیں۔ موجودہ دور میں بھارت کے

بہتر بائیس کے مطابق آج بھی ہندو اور مسلمان کیس کیس ایک

دوسرے کی عورتوں سے شادی کرتے پائے جاتے ہیں۔

اس کی بات نہیں ہے کہ وہاں کے مسلمان راج العتیدہ اور

مہم امان نہیں رکھتے ہیں بلکہ ایسے ایمان والے ہیں کہ کھر کے

مسلمان کو ہندو مذہب کی سینڈل رسی ہو تو وہ انکار کیوں کرے گا یا

اپنی بیٹی یا بہن ہندو کو دینے سے اپنی سیاسی پوزیشن مضبوط ہوتی ہو تو

وہ اقتدار کی طرف کیوں نہیں جاتے؟

میں اپنی داستان کی طرف آتا ہوں۔ ازبکستان میں ایسے ہی

ایک نئے مذہب کا پرچار کرنے والی جماعت موجود تھی۔ اس

جماعت کا نام خمدہ مذہبی فرنت تھا اور اس کے مذہب کا نام دین

انسان تھا۔ ان کی باتیں بڑی خوب صورت تھیں وہ کہتے تھے۔

”مذہب وہ ہے جو انسان کو مذہب کے دائرے میں رکھتا ہے

اور مذہب اسی صورت میں قائم رہتی ہے جب تمام انسان ذات

برادری اور مذہبی تعصب سے بالاتر ہوں۔“ یہ ”دین انسان“ ایسا

مذہب ہے جو دنیا کے تمام انسانوں کو ایک پلیٹ کا مڑ پلا تا ہے۔

دین انسان کے سامنے والے اپنے اپنے گھروں اور عبادت

گاہوں کی کھوپڑیاؤں میں ہندو، یہودی، عیسائی اور مسلمان ہوتے

ہیں لیکن ”سکول“، ”بازاروں“، ”دفتروں“، ”کلبوں“، ”تفریح گاہوں“ اور

اسمبلیوں میں صرف انسان ہوتے ہیں۔ سرعام محفلوں اور مجلسوں

میں کسی کا کوئی ذاتی مذہب نہیں رہتا۔ سب کا مشترکہ مذہب

”انسانیت“ ہوتا ہے۔“

دیکھا جائے تو یہ باتیں حقیقتاً دانشمندانه ہیں لیکن یہ حقیقت

پسندی اور نام نہاد انسانیت ازبک مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لیے

تھی۔

دوسے حکمرانوں کے دور میں ازبکستان کے عوام صرف نام کے

مسلمان رہے تھے۔ انہیں مذہبی فرائض ادا کرنے کی اجازت نہیں

دی جاتی تھی۔ وہ شراب پیتے تھے اور سرعام ناچتے گاتے تھے۔

راستوں اور قریح گاہوں میں اپنی پسند کی عورتوں سے بھل کیر

ہوتے تھے۔ ایسے میں کیس ایک نئے مذہب دین انسان نے یہ تبلیغ

کی کہ شراب اور عورت پر پابندی صرف گھروں اور مسجدوں تک

رہیں۔ باہر وہ مسلمان نہیں دین انسان کے نیک بندے ہیں جو

دوسرے مذہب کا احترام کرتے ہیں ان کے ہاں شراب اور پرانی

عورت جائز ہے۔ اس لیے مسلمان بھی صرف انسان بن کر ایسی

رنگ ریلوں میں مصروف رہ سکتے ہیں۔

شراب اور شباب میں بڑی شش ہوتی ہے۔ وہ دل سے کی

ہوتی تو بہ توڑتی ہے۔ ہندوؤں میں شیو پر ساد کے نام پر بھگ پینے

اور پوجا کے نام پر عورتوں کو رخص کرنے کی اجازت ہے۔

عیسائیوں نے شراب اور شباب کو تمام مغربی ممالک میں دعوت عام

کی طرح پھیلا رکھا ہے۔ یہودی بھی ان سے پیچھے نہیں ہیں صرف

اسلامی ممالک میں ان خرافات کی اجازت نہیں ہے چو نکہ

ازبکستان میں ابھی اسلامی قوانین نافذ نہیں ہوئے تھے اس لیے

پہلے ہی اس کا توڑ کرنے کے لیے وہاں خمدہ مذہبی فرنت نامی

جماعت ”دین انسان“ نے کر پائی تھی۔

اس خمدہ مذہبی فرنت میں ہندو، یہودی اور عیسائی کے علاوہ

بکاؤ مسلمان بھی تھے۔ یہ معاملہ صرف ہمیں تک ہوتا تو یہ حصہ مذہبی فرائض کا سیاق نہ ہوتا۔ کیونکہ ازبکستان کے مسلمان تقریباً ستر برس تک اسلام سے دور رکھے جانے کے باوجود کٹر مسلمان تھے۔ وہاں کی تمام مسجدیں اور درس گاہوں میں مسلمان نمازیں پڑھتے اور قرائی طہیات حاصل کرتے کثیر تعداد میں نظر آتے ہیں۔

وہاں ایمان افروز مناظر دیکھ کر یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ حصہ مذہبی فرائض والے انہیں بھی ایمان کے راستے سے نہیں ہٹا سکیں گے لیکن ایک بڑا خطرہ تھا اور وہ خطرہ ٹیلی جیتی کا تھا۔ اس حصہ مذہبی فرائض میں ایک نہیں ٹیلی جیتی جانے والے تھے۔ اس ”دین انسان“ کے ٹین ٹیلی جیتی جانے والوں کے متعلق مجھے بعد میں معلوم ہوا تھا لیکن اپنی داستان کے تسلسل کے لحاظ سے حقائق پہلے بیان کر رہا ہوں۔

اگر قارئین میری داستان کے پچھلے حصے پر غور و خوض تو اس میں ٹیلی جیتی جانے والے یاد آئیں گے ایک کام روکی بڑن دوسرے کا جی ہاک اور تیسری باربرا نکسن تھی۔ وہ تینوں بھی برین ماسٹر کے قبضے میں تھے بعد میں ان تینوں کو ٹرپ کر کے ایک تاریک قید خانے میں پہنچایا تھا (ماہ اگست ۱۹۹۱ء کی قسط ملاحظہ فرمائیں)۔

میں نے ان تینوں کو اپنا تاجدار بنا کر بعد میں آزاد چھوڑ دیا تھا یہ اطمینان تھا کہ وہ دنیا کے جس گوشے میں بھی جائیں گے میرے معمول بن کے رہیں گے اور مجھے اپنی کھوپڑیوں کے اندر آنے سے نہیں روک سکیں گے لیکن وہ میری عدم افرصت یا غفلت کے باعث آزاد ہو گئے۔

مجھے اعتراف ہے کہ میں نے اب تک جتنے ٹیلی جیتی جانے والوں کو اپنا معمول اور تاجدار بنایا ہے ان میں سے صرف مرتابہ توجہ دتا رہا ہوں اور بیشک یہ یاد رکھنا ہوں کہ اس خطرناک لڑکی پر اگلا ترغیبی عمل کتنی مدت کے بعد کرنا ہے۔ اس لیے وہ آج بھی میری گرفت میں تھی۔

بہر حال جن تین خیال خوانی کرنے والوں کو میں نے خطرناک نہیں سمجھا تھا اور جن پر زیادہ توجہ نہیں دی تھی وہی مذہب جان اور دشمن ایمان بن کر ایک نئی حکمت عملی کے ساتھ وہاں آئے تھے۔ وہ سننے ”ذہب“ ”دین انسان“ کا ستون تھے۔ پختہ عقیدہ رکھنے والے مسلمانوں کے داغوں میں گھس کر انہیں نئے دین کی طرف مائل کر سکتے تھے۔

اس کا سب سے تشویشناک پہلو یہ تھا کہ یہ ٹیلی جیتی جاننے والے دشمن اس آزاد اسلامی مملکت کے ان علمائے کرام کو ٹرپ کر سکتے تھے جو وہاں کا آئین بنانے والے تھے۔ اگر ان پر ترغیبی عمل کیا جاتا تو وہ اسلامی آئین نہ بناتا۔ اس آئین میں نئے ”ذہب“ ”دین انسان“ کے پھیلنے پھولنے کے لیے سوتیلی پیدا کرتے

اور بے چارے علماء کو ہچا پچا تے چلا کہ وہ محروم ہو کر دین اسلام کے خلاف ایسا کر رہے ہیں۔

یہ جتنے ٹیلی جیتی جاننے والے ہیں انہیں سب سے پہلے اسے بھاد کی فکر ہوتی ہے۔ یہ پہلے ہی معلوم کرتے ہیں کہ فریاد اور ٹیلی جیتی جاننے والی اس کی پوری کھلی کھلی ممالک میں کیا کئی بھارتی ہے۔ ان تینوں نے ازبکستان میں آکر پہلے ہی معلوم کیا تھا کہ میں اس اسلامی ملک سے کوئی دلچسپی نہ رہا ہوں یا نہیں؟

یہ معلوم کرنے کے لئے انہوں نے فرانس سے آنے والی ٹیم کے تمام افراد کو اپنی نظروں میں رکھا، کیونکہ میرا اور میری ٹیلی فرانس سے کمرہ متعلق رہتا ہے۔ اس ٹیم کا لیڈر جیکی ہارپ تھا۔ ابتدا میں ان تینوں ٹیلی جیتی جاننے والوں کو ڈرا اطمینان ہو گا کہ فرانس کی ٹیم میں ہمارا کوئی خیال خوانی کرنے والا نہیں ہے۔

لیکن ایک معاملہ ان کے لئے تشویشناک تھا اور وہ یہ کہ وہاں اسلامی حکومت قائم کرنے والے جتنے مسلمان اکابرین تھے وہ سب پرانی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتے تھے۔ یہ ماننے والی بات نہیں تھی کہ وہ سب یوگا کے ماہر ہوں گے البتہ سمجھ میں آنے والی بات تھی کہ فریاد نے یا اس کے خیال خوانی کرنے والے ساتھیوں نے ان مسلمان اکابرین پر ترغیبی عمل کر کے ان کے داغوں کو لاک کر دیا ہے جبکہ میں نے ایسا کچھ نہیں کیا تھا۔

ابھی یہ بات میرے علم میں نہیں تھی۔ ورنہ میں یہ ضرور معلوم کرنا کہ اس ملک کے اکابرین نے مذہب کے شریعتوں سے کس طرح محفوظ ہیں۔ ایک بار اس سلسلے میں حصہ مذہبی فرائض کے اہم افراد کا اجلاس ہوا۔ اس اجلاس میں تین ٹیلی جیتی جاننے والے روکی بڑن، جیکی ہاک اور باربرا نکسن کے علاوہ دو چھان فادر ایک یسودی رہی اور ایک ہندو پیازنم کا مہار تھا۔

ان کی تعداد سات تھی لیکن وہاں پانچ موجود تھے۔ جیکی اور باربرا جسمانی طور پر حاضر تھیں تھے اس بینک میں خیال خوانی کے ذریعے شریک تھے ایک قادر نے کہا ”میں سات افراد نے مذہبی فرائض قائم کیا تھا۔ آج ہماری اس تنظیم میں ستر افراد ہیں جو یہاں کے بڑے شہروں تاشقند، سرقتہ اور بخارا میں نئے مذہب کی تبلیغ کر رہے ہیں۔“

یسودی رہی نے کہا ”میرا“ ”دوس“ ”اسرائیل“ بھارت اور دوسرے ملکوں نے ہمیں بڑی بڑی آفر دی ہے۔ یہ اپنی طرف کی ایک ایسی تنظیم ہے جس کی پشت پر کوئی چھوٹا بڑا ملک نہیں ہے۔ دوسرے نے کہا ”جی ہاں۔ ہم نے یہ تنظیم سیاسی جنگ لڑنے کے لئے نہیں صرف مذہبی جنگ جاری رکھنے کی خاطر قائم کی ہے۔“ ”دنیا کا نقشہ اٹھا کر دیکھو تو اسلامی ممالک کی تعداد بڑھتی ہوئی نظر آتی ہے۔ بڑے بڑے مغربی ممالک ان اسلامی ملکوں کو چھان اور ہمسائہ دیکھتے ہیں۔ انہیں آپس میں لڑا کر ان کی تعداد کم کرنے ہیں پھر بھی یہ کیسری طرح چلنے جارہے ہیں۔“

”دین اسلام کو اس کی حق سے لرانے اور مسلمانوں کو دین سے پھرنے کا بس یہی طریقہ ہے جو ہم نے اختیار کیا ہے۔“ ”بے شک“ جس طرح لوہا لوہے کو کاٹنا ہے اسی طرح ایک نیا مذہب چودہ سو سال پرانے مذہب کو کاٹنے لگا۔“

”یہ ایسی جنگ ہے جس میں کوئی آہستہ استحلال نہیں ہوگا۔ ہماری تنظیم میں چالیس حسین اور نوجوان لڑکیاں ہیں مسلمانوں کو اسلامی جمہوریہ کی جنت سے نکالنے کے لئے اور خواہاں آجائیں گی۔“

”اور یہ بات ہمارے حق میں ہے کہ ابھی اس ملک میں شراب پر پابندیاں عائد نہیں کی گئی ہیں۔ ادھر باؤس اور ناٹ کسب دیکھو وہیں ہم ان ملکوں میں اضافہ کریں گے۔“ ”میں نے کہا“ میں نے امریکا اور اسرائیل سے صاف کہہ دیا ہے کہ ہم اپنی تنظیم میں کسی کی مداخلت نہیں چاہتے۔ چونکہ اسلام کو ختم کرنا بہت بڑی شے ہے اس لئے وہ ہم سے دور رہ کر شے کر سکتے ہیں ہماری ضرورت کے وقت ہمیں مالی امداد دے سکتے ہیں ورنہ ہماری تنظیم کسی کی محتاج نہیں ہے۔“

ٹیلی جیتی جاننے والے روکی بڑن نے کہا ”جب ہم یہاں آئے اور کام شروع کیا تو ہمیں منزل پالینا آسان نظر آیا لیکن اب مشکلات پیدا ہو رہی ہیں۔ یہ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ یہاں کے اکابرین کے داغ پھر کیسے ہو گئے ہیں۔ ہماری سوچ کی لہر گرا کر واپس آجاتی ہیں۔“

”اگر دو ایک ایسے ہوں تو سوچا جاسکتا ہے کہ وہ یوگا کے ماہر ہیں۔“

باربرا نکسن اس اجلاس میں خیال خوانی کے ذریعے موجود تھی ایک قادر کی زبان سے ہوئی ”میں باربرا یول رہی ہوں۔ میں نے بھی کئی اکابرین کے داغوں میں جانے کی کوششیں کیں مگر کام نہ ہوا۔ یہ سب کے سب یوگا کے ماہر نہیں ہو سکتے۔ مسلمان ٹیلی جیتی جاننے والوں نے ان کی داغوں کو لاک کر کے ہمارا راستہ لاک دیا ہے۔“

”میں نے کہا“ مسلمان ٹیلی جیتی جاننے والے فریاد اور اس کے ساتھی ہی ہو سکتے ہیں ہمیں یہ معلوم کرنا ہو گا کہ ان دھڑیوں میں سے کون ازبکستان میں موجود یا مصروف ہے؟“

باربرا نے کہا ”جیکی ہاک اس سلسلے میں چھان بین کر رہا ہے جو ابھی ملکوں کے دھانپ رہا ہے اس کی داغوں میں جھانک کر دیکھا ہے۔ جیکی اور روکی بھی مختلف داغوں میں جاتے رہتے ہیں“ آخر کسی نہ کسی داغ میں اس کا سراغ ضرور ملے گا۔“

اجلاس میں گفتگو ہو رہی تھی اسی دوران جیکی ہاک نے ہندو راہنما کرنے والے کے پاس آکر کوڈز دوا کے پھر کہا ”میں اس وقت فرانس سے کوئیں ہمارے ساتھیوں سے کوئیں ہمارے زبان سے ایک اہم خبر ملنے آیا ہوں۔“

مباحثی راج نے کہا ”آپ لوگ ذرا خاموش ہو جائیں اور مجھ پر توجہ دیں، جیکی ہاک میری زبان سے ایک اہم خبر سن رہا ہے۔“ ”جیکی نے کہا“ ”اور یہ ہم سب کے لیے بڑی خبر ہے۔ فریاد علی تیمور کوئی آرمے گھٹنے میں تاشقند پہنچنے والا ہے۔“ ”کیا یہ بڑی خبر ہے؟“

”جی ہاں میں اس فرانسیسی ٹیم کے لیڈر جیکی ہارپ کے داغ میں تھا۔ جیکی ہارپ اپنے ایک آدمی سے کہہ رہا تھا۔ فریاد صاحب اس کے جاسوس بیولا اینڈرسن کے ایک آپ میں رہیں گے اور اصل بیولا چور راستے سے سرحد پار کر کے فرانس واپس چلا جائے گا۔“

میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ میں نے قانونی طور پر ازبکستان میں قیام کرنے کے لئے فرانس کی ایک سرائیوں کی ٹیم سے رابطہ کیا تھا اور ہمارے درمیان یہ طے پایا تھا کہ میں ایک اہم فرانسیسی جاسوس بیولا اینڈرسن کی صورت میں وہاں رہوں گا۔ میں نے بیولا کا بیسوپ اختیار کر لیا تھا پھر مجھے پتا چلا کہ بیولا دشمنوں کی ایک گڑھ کار لوہیتا کے متعلق میں گرفتار ہے۔

لوہیتا کا متعلق اس حصہ مذہبی فرائض سے تھا۔ ٹیلی جیتی جاننے والے جیکی ہاک کو یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ میں بیولا بن کر لوہیتا سے متعلق کروں گا اور اس کے خیالات بدھوں کا تو مجھے معلوم ہو جائے گا کہ لوہیتا کا متعلق نئے مذہب دین انسان سے ہے اور اس مذہب کے پیچھے میں ٹیلی جیتی جاننے والے کچھ ہوئے ہیں۔

اس راز کے فاش ہونے سے پہلے ہی جیکی نے لوہیتا کو قتل کر دیا اور بیولا کے داغ میں بھی گھس کر اسے زندہ جل جانے پر مجبور کر دیا۔ اس اجلاس میں جیکی کی رپورٹ سننے کے بعد سب نے اتفاق رائے سے یہ کہا کہ ایسی صورت میں لوہیتا کو مار ڈالنا ہی بہتر تھا ورنہ فریاد اس تنظیم حصہ مذہبی فرائض کی اصلیت تک پہنچ جاتا۔ جیکی نے کہا ”فریاد ابھی بیولا کے روپ میں ہے اور اس کا ڈیڑی میں تاشقند سے واپس جا رہا ہے۔ اسے گھر پر قتل کیا جاسکتا ہے۔“

روکی بڑن نے کہا ”میں مجھے گاڑی کے ذریعہ روکے داغوں میں پہنچاؤ اور اپنے مسل آٹھ کاہلوں سے کو وہ اس گاڑی کا قاتل کریں۔“

وہ مجھے قتل کرنے کے اس منصوبے پر عمل کرنے لگے۔ یہ بھی میں بیان کر چکا ہوں کہ میں نے کیسی حکمت عملی سے اپنی جان بچائی تھی۔ پھر مجھے تاشقند واپس جانے کے لیے کارنٹل کے مالک یعقوب بھادانی کی کار میں لفٹ مل گئی تھی۔ بھادانی نے بتایا کہ ایک نامعلوم شخص اسے مجبور کر رہا ہے کہ اس کے چھ آدمیوں کو کارنٹل میں ملازمت دی جائے اور ان کے جعلی کاغذات بنوائے جائیں ان کاغذات سے ثابت ہو کہ وہ چھ افراد کی برسوں سے کارنٹل کے ملازم ہیں اور ازبکستان کے پیدا کی باشندے ہیں۔

اس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ نامعلوم شخص کسی غیر ملک کا

ایک جیسے یہ یا کسی دشمن عظیم کا اہم فرد ہے۔ چونکہ مختلف ممالک کے جاسوس اور مختلف دشمن خطبیں ازبکستان پہنچی ہوئی تھیں۔ اس لیے میرے ذہن میں یہ بات نہیں آئی کہ اپنے چھ آدمیوں کو کارنیل میں چھپانے کا ارادہ کرنے والا اسی حمزہ مذہبی فرنت سے تعلق رکھتا ہوگا اور وہ ٹیلی فنی جانیے والا روکی پڑن ہوگا۔

میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ روکی فون کے ذریعے یعقوب بھرائی سے گفتگو کرتا ہوگا اور اس کے دماغ میں بھی آتا جاتا ہوگا ایسی ہی آمدورفت کے دوران اسے معلوم ہو گیا کہ میں بھی بھرائی کے کارنیل میں پناہ لینے آیا ہوں۔

میں نے اس کارنیل میں بھرائی کے دشمنوں کو مار دیا تھا۔ وہ دشمن تو بھاگ گئے لیکن روکی پڑن نے بڑی کامیابی سے مجھے کھیر لیا۔ کارنیل کے احاطے کی چار دیواری پر اس کے مسلح آدمی کھڑے ہو گئے تھے میرے لیے کہیں سے فرار کا راستہ نہیں چھوڑا تھا۔

میری پوزیشن یہ تھی کہ میں ایک اونچے اونچے پر کھڑا تھا۔ اسٹیج چاروں طرف سے گھلا ہوا تھا۔ یوں چاروں طرف سے مجھ پر گولیاں برسائی جا سکتی تھیں میرے بالکل قریب بھرائی کھڑا تھا۔ روکی کہہ رہا تھا کہ وہ مجھے جان سے نہیں مارے گا۔ صرف زخمی کر کے میرے دماغ پر قبضہ جمانے کا پھر مجھے پیش کے لیے اپنا معمول اور تابعدار بنائے گا۔

وہ کاری کھت پر گن لیے کھڑا تھا اور میری طرف اٹلی افکار لوگوں سے کہہ رہا تھا "یہ موجودہ صدی کا سب سے خطرناک شخص فریاد علی تیمور ہے۔ اس کے سامنے دوس اور امریکا ہار جاتے ہیں حتیٰ کہ اس کے پاس آکر موت بھی ہار جاتی ہے۔"

وہ اپنا سینہ ٹھوک کر کہہ رہا تھا "میں پلا مقص ہوں کہ اس ٹیلی فنی جانیے جاننے والے کے دماغ میں جا کر اپنی خیال خوانی کی حکومت قائم کرنے والا ہوں۔"

اس نے گن سیدھی کی۔ پھر مجھ سے کہا "فریاد اتم یہ معلوم کرنے کے لئے جے چین ہو گئے کہ میں نیا خیال خوانی کرنے والا کون ہوں اور کس ملک یا کس تنظیم سے تعلق رکھتا ہوں؟"

اس نے میری ایک ٹانگ کا نشانہ لیتے ہوئے کہا "میں صرف زخمی کر رہا ہوں اگر ذرا بھی بلوگے تو جان بھی جا سکتی ہے۔"

میرے پاس کھڑے ہوئے یعقوب بھرائی نے کہا "تمہارا یہ دشمن سمجھ میں نہیں آیا۔ جب یہ تمہیں جان سے مار سکتا ہے تو پھر زخمی کیوں کر رہا ہے؟"

اس سوال کا جواب ملنے ہی والا تھا۔ فائزنگ کی آواز گونجی گولی سنائی دیتی ہوئی آئی میں ایک دم اچھل کر بھرائی پر آکر گر۔ ایک چیخ بلند ہوئی پھر ہم دونوں ایک دوسرے سے لپٹے ہوئے اسٹیج پر گر پڑے۔ یہ درست ہے کہ یہ دنیا ایک اسٹیج ہے ہم سب پیدا ہو کر مرنے تک ایک ٹیکہ کرتے ہیں پھر اس اسٹیج سے پیش کے لیے چلے

جاتے ہیں۔

دشمن جان لے مجھے پیش کے لئے رخصت نہیں کیا۔ میں نے دماغ میں اس کی سوچ کی لہروں کو سنا۔ وہ قہقہے لگا رہا تھا اور کہہ رہا تھا "میں دنیا کا پشلا خیال خوانی کرنے والا ہوں کہ فریاد کے دماغ میں فتح کے جھنڈے گاڑ رہا ہوں۔"

وہ پھر ایک بار قہقہہ لگا کر یوں "افسوس فریاد! آج سے تمہاری غلامی کا دور شروع ہو رہا ہے۔"

میں نے کراہتے ہوئے پوچھا "تو امیری ٹانگ سے گولی نکالو۔ بڑی تکلیف ہو رہی ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے یوں "گولی ٹانگ سے نکل جائے گی لیکن میں تمہارے دماغ سے کبھی نہیں نکلوں گا۔"

"تمہیں تم کون ہو؟"

وہ یوں "یاد رکھو! آج سے امت عرصہ پہلے تم نے امریکا میں جنی خیال خوانی کرنے والوں کو نرپ کر کے تارک کرکوں میں قید کیا تھا اور انہیں غریبی عمل کے ذریعے اپنا معمول اور تابعدار بنایا تھا کیا تمہیں یاد ہے؟"

"ہاں یاد ہے۔ ان میں سے ایک خیال خوانی کرنے والی کا نام باربرا نکسن دوسرے کا نام جری ہاک اور۔"

"اور وہ تیسرا میں ہوں روکی پڑن! یوں تمہاری بے چینی ہو گئی کہ میں کون ہوں اور کچھ تمہاری؟"

میں نے کہا "اور نہ تاؤ۔ میں باقی معلومات تمہارے دماغ میں آکر حاصل کروں گا۔"

وہ قہقہہ لگا کر یوں "ننگرا گھوڑا بھی نہیں دوڑتا! زخمی ٹیلی فنی جاننے والا فریاد میرے دماغ میں خیال خوانی کی دوڑ نہیں لگا سکے گا۔"

میں اسٹیج کے فرش پر یعقوب بھرائی کے ساتھ زخمی حالت میں پڑا ہوا تھا اور میری کال ٹھی کہ میں زخمی نہیں تھا۔ زخمی یعقوب بھرائی تھا۔

ابھی میں نے کہا تھا کہ یہ دنیا ایک اسٹیج ہے، ہم سب اپنی پیدائش سے لے کر موت تک ایک ٹیکہ کرتے رہتے ہیں ان حالات میں میں نے بھی ایک ٹیکہ کی تھی۔ میں نے گولی چلانے والے روکی پڑن کی انگلی اور زنگیر پر نظر رکھی تھی جیسے ہی انگلی نے زنگیر حرکت کی میں ادھر اچھل پڑا میرے پاس کھڑے ہوئے بھرائی کی ٹانگ میں گولی لگی! اسے گولی کھا کر گرتا ہی تھا اس سے پہلے میں اچھل کر اس پر گر اس سے لپٹ اسٹیج کے فرش پر گر پڑا۔

یوں میں نے فوری طور پر دو مقاصد حاصل کئے ایک تو روکی کو یہ سمجھنے پر مجبور کیا کہ گولی مجھے لگی ہے اور میں بھرائی سے ٹکرا کر اس کے ساتھ گر پڑا ہوں۔ دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ میں نے گرتے گرتے بھرائی کے کوٹ کی اندر مٹی جیب سے بھرا ہوا دیواری ٹکال لیا۔ یہ میں اس کی سوچ سے معلوم کر چکا تھا کہ اس نے اندر مٹی

جیب میں دیواری چھپا رکھا ہے اور اسے استعمال نہیں کر رہا ہے۔

کونکہ چاروں طرف سے ہم گھرے ہوئے ہیں۔

گولی لگتی ہے بھرائی چیخ پڑا تھا۔ وہ کھائی پیچ بن کر روکی سے سمجھ نہ لایا کہ بھرائی زخمی ہو کر چیخ پڑا ہے۔ روکی کو تو یہ سب سے بڑا اعزاز حاصل ہونے والا تھا کہ وہ فریاد کے دماغ کے اندر پہنچ گیا ہے۔

اور میں نے اسے اپنے دماغ میں آنے کی کھلی چھٹی دے دی۔

تکلیف سے کراہتے ہوئے یہ تاؤ دینے لگا جیسے گولی لگنے کی اذیت برداشت کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ روکی جیت کے نشے میں مر رہا تھا۔ قہقہے لگا رہا تھا اور حشرات سے کہہ رہا تھا کہ آج سے میں غلامی کا دور شروع ہو رہا ہے۔

میں نے صرف اتنا معلوم کیا کہ اس کے ساتھ دو اور خیال خوانی کرنے والے ہیں۔ اب وہ کہاں ہیں؟ کیا کرتے پھر رہے ہیں؟

یہاں وہ کبھی نہ تاؤ۔ لفظ مزید معلومات کے لیے اس کے دماغ میں پھنسا ضروری ہو گیا تھا۔ میں اسٹیج کے فرش پر اچانک ہی کرکٹ بال کر روکی کی طرف محوم گیا وہ گاڑی کی پھت پر گن لیے کھڑا تھا۔ غلامی کی آواز کے ساتھ گولی چلتی ہی وہ اچھل کر پھت پر سے نیچے زمین پر آ کر۔ اس میں سے ایک کھمبہ بھی ضائع کئے بغیر اس کے دماغ پر قبضہ عمارت سے زمین پر آ گھایا۔ اس کے مسلح ماتحت بھی اسے سارا دینے آئے تھے میں نے اس کی زبان سے بلند آواز سنا کہ "فریاد! میرے حکم کے بغیر کوئی گولی نہ چلائے۔"

تھوڑے خنوں کی تھیں مجھ پر مرکوز ہو گئی تھیں۔ روکی کے ایک حکم پر مجھے اور بھرائی کو گولیوں سے چھتی کر دیا جاتا لیکن روکی کی زبان سے خلاف توقع حکم سن کر وہ نہیں سنائے پر رکھ کر سائت ہو گئے تھے جیسے یہ جان بیٹھے تھے صرف روکی کے اشاروں پر کچھ انجان کی طرح حرکت کر سکتے تھے۔

روکی کا ایک ہیر زخمی ہوا تھا۔ میں نے اسے دوبارہ کاری بہت پر زور دیا پھر اس کے حلق سے چیخ کر کہا "یہ فریاد بہت فریاد ہے۔ میں نے ابھی اس کے دماغ میں جا کر یہ معلوم کیا ہے کہ اس کی ایک چھوٹی سی خفیہ فوج نے کارنیل کو چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے۔ اگر ہم ایک بھی گولی چلائیں گے تو پھر وہ ہمیں ہٹائیں سے زندہ واپس جانے نہیں دیں گے۔ میں حکم دیتا ہوں، ہٹائیں سے فوراً بھاگ چلو۔"

جس کا دشمن کارنیل کی دیواریوں پر چڑھے ہوئے تھے وہ فوراً نیچے دوسری طرف چلا گئے تھے ہوئے نظروں سے اوچھل گئے روکی کی گاڑی دوسری سمت محوم گئی اور کارنیل کے احاطے سے باہر جانے لگی ذرا سی دیر میں میدان صاف ہو گیا میں نے اسٹیج پر کرکٹ ہو کر کہا "دوستو! غصہ نہ کیا ہے۔ یہ بھرائی زخمی تھا میں فوراً مٹی ادا کر چکا ہوں۔"

کتنے ہی لوگ دوڑتے ہوئے آئے اور بھرائی کو اٹھا کر لے

زندگی کے نشیب و فراز گتہ و ثواب

اندھیروں اور اجالوں
وقت اور حالات کے ہفتوں جن ہم لینے والی ایک
بصیرت افزا روزگاری۔

غلام ارویں

میاں شاہد علی کی داستان حیات سب رنگ و طرح سے
شائع ہونے والی سلسلہ داستانیں جو پہلی بار کتابی شکل میں منظر عام پر آئی ہیں
ایک معجزہ اور بے شبہ شخص کی المیہ خیز کہانی۔ اس نے جرم و گناہ کے
راستوں کو اپناتے سے انکار کیا تو جرم و گناہ کے راستے میں کی کی آہنی سلاخوں
کے پیچھے چھپ گئی۔ کیا قیمت نے اسے گھروا دیا اور والدین کے سلاتے
سے محروم کر دیا۔!!

وہ جیل سے رہا ہو کر اپنا تو اس کا سینہ دکھاتا۔ انتقام کے شعلے
اس کے وجود کو جھلساتے تھے۔ لیکن ایک دوست نے اس کی
رہنمائی کی کہ وہ کال کے آسانے تک کر دی۔!!

وہ عیش و عشرت میں ڈوب گیا۔ اس نے سچی تھیں منکرانہ توقع
روشن ہو گئی۔ لیکن ایک ایسا جھٹکا تھا جسے وہ فانی کے زخموں کو کوہِ در
پہر نہ کر دیا تو اس نے سچی تھیں کھول لیں۔!!

تاکید راہوں کی گفتگو سے ابھرنے والی ایک خوبصورت
اور عبت ترنگین داستان۔

قیمت: ۱۰۰ روپے

نئے کا پتہ

کتابیات پبلیکیشنز پتہ: محلہ راجہ

میں ہنسا ہوا سمورا کے ساتھ دوسرے کمرے میں آیا بھرپورا۔
 ”اپنے حقیقی گناہ نہ۔ پہلے ایک کپ گرم کافی چلاؤ۔“
 ”یعنی اتنی دیر میں تم میرے چور خیالات پر دھوکے؟“
 ”ہرگز نہیں۔ میں اس دشمن کے پاس جا رہا ہوں جو ابھی
 یہاں سے گیا ہے، وہ کمبخت لیٹ کر آسکا ہے۔“
 وہ کافی لانے چلی گئی۔ میں دو کی ہڈن کے اندر بیچ گیا۔ وہ
 کارنیل سے دور جا کر رک گیا تھا۔ ایک حواری نے اس کے زخمی
 پیو کی مرہم پٹی کی تھی۔ جب سے میں نے اس کے دماغ کو آزاد
 چھوڑا تھا تب سے وہ پریشان ہو کر سوچ رہا تھا کیا کیا کرے؟ کہاں
 جا کر چھپے؟ اب وہ دنیا کے کسی گوشہ میں، پناہ میں اور سمندر کی
 آغوا گراؤں میں بھی چلا جائے گا تب بھی فرادے سے چھپ نہیں
 سکے گا۔

”جہیں ہم سب نے سمجھایا ہے کہ اپنے بدن سے زہر نکالنا کہو۔ زہر پر خون کی گری سے تمہارا دماغ زیادہ سوچنے کے قابل نہیں رہتا ہے۔ بھی، جب میں نے فرما کر زخمی کر کے ہر کے دماغ میں پختے کی کوشش کی تھی تو کیا وہ مجھے زخمی کر کے ہر

میں تمہیں نہیں تمہارے اندر مجھے ہوئے فریاد کو پکار رہا تھا۔ تم ہی اس سے التجا کرو کہ ہم سے بھڑکنا ہے۔
 "تو کی باتیں کیلے جیسا اگلا ہوں میرے اندر کوئی نہیں ہے۔"
 "جیسا تم ہی نے کہا تھا کہ تمہارے اندر بے چینی ہو رہی ہے۔"
 "میں محسوس کروں یہ بے چینی نہیں فریاد ہے۔"
 "تجربہ دار خراب نہ کرو۔ جب مجھے نشے کی طلب ہونے لگتی

”تم اتنے ہی بے چین ہو تو اپنی ٹیلی بیسی کے ذریعے اس کے پاس جاؤ اور گڑگڑا کر کہو کہ وہ تمہیں اپنا غلام بنالے یا تمہیں مار ڈالے کسی طرح بھی تمہیں ترپنے اور بے چین ہوتے رہنے سے بچالے۔“

206

گاڑی اشارت ہو کر آگے بڑھ گئی۔ دوی سوچ رہا تھا فرما دو
خیال خرابی کے ذریعے مخاطب کرنا نا امانی ہوگی۔ وہ ضرور کسی
دوسرے اہم معاملہ میں الجھ گیا ہے۔ اسی لیے مجھے عارضی طور پر
چھوٹ مل گئی ہے۔ مجھے اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ فوراً
ی اپنی ٹیم کے تمام اہم افراد کو فرما کے بدلتے ہوئے خطرے سے
آگاہ کر دینا چاہیے۔“

اس نے آنکھیں بند کر کے خیال خوانی کی پرواز کی لیکن زخمی ہونے کے باعث دماغی کمزوری کا احساس ہوا۔ میں چاہتا تھا کہ وہ اپنے لوگوں سے رابطہ کرے اس لیے میں نے مدد کی کے اندر بھر خیال خوانی کی تحریک پیدا کی۔ پھر اس کے دماغ میں توانائی کا اضافہ کیا تو وہ ٹپلی بیتیسی جانے والے ایک ساتھی جیری ہاک کے دماغ میں پہنچ گیا۔

وہ سانس روکنا چاہتا تھا روکی نے مخصوص کوڈرؤز ادا کیے پھر کہا "میں روکی اینڈرسن بول رہا ہوں بڑی گزب ہو گئی ہے۔"

"صاف اور سیدھی بات کرو۔ تمہید نہ بانو، کس قسم کی گزب ہو گئی ہے؟"

”فرہاد میری گرفت میں آتے آتے نکل گیا ہے۔ اس کبخت نے مجھے زخمی کر دیا ہے۔ وہ میرے دباغ میں بھی آیا تھا۔“

”ہلکا بکواس کر رہے ہو۔ دودھ خن تمہارے دماغ میں آنے لگا ہے اور تم ایسے وقت میرے دماغ میں آئے ہو اسے میرے بھی دماغ میں پھنچا رہے ہو۔ میں سانس روکنے سے پہلے تمہیں سمجھا رہا ہوں کہ میرے بعد ہماری ٹیم کے اور کسی فرد سے رابطہ نہ کرنا۔“

”محمود، سانس نہ روکو۔ ابھی فرما د میرے دماغ میں نہیں ہے۔ تمہارے لئے کوئی خطو نہیں ہے۔“

”تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ ابھی وہ ہمارے درمیان نہیں ہے؟“
 ”میں یقین سے کہتا ہوں کہ وہ کسی دوسرے معاملے میں بے حد
 مصروف ہے۔ میں اس موقع سے فائدہ اٹھا کر تمہیں صورتِ حال
 سے آگاہ کر رہا ہوں۔“

تجربے نے سانس روک لی۔ روکی دافی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ پھر تجربے نے اس کے اندر آکر کہا "روکی! تم نے میرے پاس آنے کی زبردست حماقت کی تھی اس لیے میں تمہیں اپنے اندر سے نکال کر تمہارے اندر آیا ہوں تاکہ فریاد موجود ہو تو وہ تمہارے ذریعے میرے دماغ میں پھسپھس کر نہ سکے۔"

”یہ تم نے اچھا کیا۔ پلیز فراد کو اپنے داغ سے دور رکھنے کی کوئی تدبیر نہ کرو۔“

ابھی تھوڑی دیر پہلے جب روکی جہزی کے دماغ میں گیا تھا تب میں بھی جہزی کے اندر اس کے چور خیالات بڑھ رہا تھا پہلے زہر معلوم کیا کہ وہ بارہا ممکن کے دماغ میں کن کوڈ ورنڈز کے ذریعے جاتا ہے اور بارہا اس کے پاس آکر کون سے کوڈ ورنڈز ادا کرتی ہے؟ ان دونوں کی رہنمائی کہاں ہے؟

فی الحال میں زیادہ معلومات حاصل نہ کر سکا کیونکہ جبری مسائل روک کر روکی کے پاس آگیا تھا۔ یوں اس نے اٹھائے جسے مجھے بھی اپنے داغ سے باہر نکال دیا تھا۔ میں نے سوچا جبری روکی کے اندر ابھی موجود رہے گا اور میں روکی کو اپنی مرضی کے مطابق اپنا کلا کار نہیں بناسکتاں گا۔ بعد میں اس سے رابطہ کروں گا۔ یہ سوچ کر میں اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔

تسوار میرے سامنے بیٹھی مسکرا رہی تھی۔ مجھے یہ بولی معلوم
تھی کہ تمہاری فراغت کے مطابق کافی لے کر آئی تھی۔ تمہیں خیال خوافی
میں معصوف دیکھ کر دروازے سے لوٹ گئی اب تمہارا میں کالی
لائی ہوں۔ صبح تک خیال خوافی کرتے رہو گے تب بھی یہ لعلی
نہیں ہوگی۔“

اس نے ایک یہالی میں کافی انڈیل کر دی۔ میں نے اسے پٹے ہوئے پوچھا "تم مجھے اپنے منقطع کچھ سج بتانا چاہتی تھیں۔"

وہ بڑی رازداری سے بولی "میرا تعلق دوس کی نظر
 وٹلی نہیں ہے۔ ہے۔ جن دنوں سونیا ماکوسم تھی ان دنوں مجھے
 کی خفیہ عمرانی پر مامور کیا گیا تھا۔ میں نے تمہاری سونیا جیسی بالکا
 عورت آج تک نہیں دیکھی۔ یوں لگتا تھا جیسے اس کے دائم
 ہائیں آگے بچھے آنکھیں ہی آنکھیں ہیں۔ میں بیٹھ اس کی گھرا
 کرنے میں ہانک رہتی تھی شاید اسے پتا چل جاتا تھا کہ ہم
 جاسوس اسے خلف ذرائع سے دیکھتے اور سنتے رہتے ہیں اس۔
 جاسوسی کیروں اور خفیہ ڈیڑیوں کا ذہن کسٹم کو بھی ناکام بنا
 تھا۔"

میں نے کہا ”وہ میری بیوی ہے اور تم اس کے متعلق
تجارتی ہو جبکہ تم نے اسے بارے میں گفتگو شروع کی تھی۔“

”وہ سو رہی۔ دراصل میں سو گیا۔ بہت متاثر ہوں بلکہ اس سے مرعوب ہوں، جب وہ ماسکوں میں تھی اور ایک زہریلی ٹوکی مار کھاتی۔“

”سمورا! تم پھر پڑی سے اتر رہی ہو، چلو میں تمہیں پڑی لاتا ہوں۔ یہ بتاؤ روس کی ملٹری سروس چھوڑ کر کارنگل میں کیا

کر رہی ہو؟“

”ظاہر ہے اپنے ملک کے لئے جاسوسی کر رہی ہوں۔“

رپورٹ حاصل کرتی رہتی ہوں کہ میاں کی نئی اسلامی حکومت میں کیسے کیسے سیاستدان ہیں اور کتنے سیاستدان خریدے جاسکتے ہیں اور یہ کہ دوسرے ممالک سے آنے والے جاسوسی میاں کیا کر رہے ہیں۔“

”تم جانتی ہو“ میں مسلمان ہوں اور اس اسلامی ملک کے
”رف جاسوسی“ نہیں ہونے دوں گا۔ ایسے میں تم کیا کرو گی؟“

وہ مسکرا کر بولی "تمہارے سامنے سچ بولنے کا مطلب یہ ہے کہ
 میں ہتھیار ڈال چکی ہوں۔ تمہاری مرضی کے خلاف کوئی کام کروں
 تو اس میں ناکامی ہوگی۔ تم میری مخالفانہ چالوں کو میرے خیالات
 پر مبنی مظلوم کر لیا کرو گے۔ سیدھی سی بات ہے میں دوست بن کر
 ہوں گی۔"

”ملٹری اٹلیجنس کے اعلیٰ افسران تمہیں وفاداری تبدیل کرنے کی سزا دیں گے“

”کیا تم ان کے عذاب سے مجھے نہیں بچاؤ گے؟“
 ”جب تک یہاں موجود ہوں تمہاری حفاظت کرتا رہوں گا لیکن

ہاں سے جانے کے بعد دوسری ممبروفیات میں گم ہو جاؤں گا تو
 ہی عدم موجودگی تمہیں نقصان پہنچائے گی۔“
 ”مگر جہاں جاؤ گے میں خدمت گزاری کے لیے ساتھ رہا
 ملاں گی۔“

”میرے پیوی بچے بھی میرے ساتھ نہیں رہ پاتے۔ ابھی کل لپارس میرے ساتھ تھا لیکن حالات نے اچانک ہمیں جدا کیا۔ میں ایسا مقدر لے کر پیدا ہوا ہوں کہ میرے ساتھ کوئی قتل نہیں رہ پاتا۔“

”میں رہ کر دکھاؤں گی۔ میں تمہارا مقدمہ بدل دوں گی، ہمارے بیان جدا کی کا کوئی لمحہ نہیں آئے گا۔“

میں نے ہنستے ہوئے کہا ”آج تک کوئی میرے معمولات میں
 دلیاں نہیں لاسکا۔ اگر تم لا سکو تو چلو تمہاری ہی جیت ہوگی ورنہ
 رانا بہت مرگا پڑے گا۔ بہت دل دے گا، نہ کہہ کر کی نہ کھا
 دے۔“

”تمہارے نام سے تو پہچانی جاؤں گی۔“
 ”میں ایک طرح سے تمہارا بچاؤ کرتا ہوں۔ تم اپنے کسی اعلیٰ

”ہمیں افسر سے کیا کہوں گی؟ تمہارا ارادہ کیا ہے؟“

”مہیں کچھ کہنا نہیں ہوگا۔ میں تمہاری زبان سے بولتا رہوں گا۔“

”میری اصلیت یعقوب ہمدانی کو معلوم نہیں ہے میں اپنے
سامان میں ایک ٹرانسیر چھپا کر رکھتی ہوں اور وہ سامان میرے خیمے
میں ہے۔“

میں اس کے ساتھ دفتر سے باہر آیا پھر کارنیل کے مختلف
 محفل سے گزرتا ہوا اس کے خیے میں پہنچ گیا۔ باہر بہت بدوقت تھی
 دیر تک انتظار میں حصہ لے رہے تھے۔ خیے کے اندر خاموشی
 اور خاموشی تھی اس نے میری گردن میں بائیں ڈال کر کہا "شاہیہ میں"

میں نے تھوڑی دیر اسے یقین کرنے دیا پھر کہا ”کلامِ بہت ضروری ہے“ اپنے افسر سے رابطہ کرو۔“

وہ اپنی ایک اونچی کے پاس گئی۔ میں بستر پر بیٹھ گیا۔ خیمے کے اندر ایک سنکل بیڈ، ایک کرسی اور عام استعمال کی دو چار مختلف چیزیں رکھی تھیں۔ وہ ایک ننھا سا نرالیسیئر لے کر آئی پھر بستر پر مجھ سے لگ کر بیٹھ گئی۔ رابطہ قائم کرنے لگی چند سیکنڈ کے بعد دوسری

طرف سے کسی کی آواز آئی۔ سمورا نے کوڑو وڈز ادا کیے اور سرے
 بھی ایک افسر نے اپنے کوڑو وڈز سنائے پھر کہا ”سمورا! رپورٹ
 بناؤ۔“

وہ بولی ”بہت بری رپورٹ ہے۔ یہاں فرماؤ علی تیمور ہے۔“
 ”کیا تاشقند میں ہے؟“

”میرے دماغ میں ہے، مجھے تم سے رابطہ قائم کرنے پر مجبور کر رہا ہے اور اب تمہارے دماغ میں آ رہا ہے۔“

”ہیلو! میں فرہاد علی تیمور تم سے مخاطب ہوں۔“

وہ اپنی جگہ گم صم بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی ”یہ“

دوسروں کی حفاظت کیجیے
کے ذریعے اپنی اور

[illegible]

سکتہ نفست

یہ منہ دیکھ کر وہ اور بھی ہنسنے کا محتاج ہو گیا تھا۔ اس نے اس سانپ کو پٹارے میں رکھ کر بند کر دیا۔ اس کے پلٹو سانپ ایک وقت میں ایک ہی بار ڈٹتے تھے پھر دودھ مانتے تھے۔ وہ دوسرا سانپ دوسرے پٹارے سے نکلتے ہوئے بولا "لیکن جی صاحب! میں تو ابھی بدوش ہوں جو اس کا۔ اس لاش کا کیا بنے گا؟"

"اس کی گھر نہ کرو۔ یہ غائب کر دی جائے گی۔" "حق راج نے اپنا منہ کھول کر زبان نکالی پھر مٹی میں پکڑے ہوئے سانپ کو بالکل قریب لایا۔ سانپ نے اس کی زبان کو ڈس لیا۔ اس کے حلق سے ایک کراہ نکلی۔ اس نے فوراً ہی اسے پٹارے میں ڈال کر بند کر دیا۔ پھر لڑکھاتا ہوا آکر بستر پر گر پڑا۔ تھوڑی دیر بعد اسے ہوش نہیں رہا۔ وہ مکلی آنکھوں سے کمرے کو دیکھ رہا تھا لیکن ہنسنے کی رنگین وادیوں کی سیر کر رہا تھا۔ دوسری صبح آٹھ بجی تو یاد آیا کہ کچھیلی رات کو آیا کرتا رہا تھا۔ اس نے کمرے کی طرف دیکھا وہاں فرش پر روکی کی لاش نہیں تھی۔ جی کے آوی اسے اٹھا کر لے گئے تھے۔ مٹی حق راج کے یہ خیالات چڑھ رہا تھا۔ جی کے لیے سانپ بولا "ہاں وہ لاش میرے آوی لے گئے ہیں۔ تم تھوڑی دیر فرٹ کے رہی اور پاروں کو فون کے ذریعہ اطلاع دو کہ روکی مارا گیا ہے۔"

"جی صاحب! میں کیسے اطلاع دوں۔ آپ جانتے ہیں۔ ہم تمام اہم افراد ایک دوسرے کی رہائش گاہ اور فون نمبر نہیں جانتے ہیں۔ آپ نیلی جی جانتے والے ہیں ایک دوسرے کی خبریں پہنچاتے ہیں اور کسی مقرر کی ہوئی جگہ ہمیں میٹنگ کے لیے بلاتے ہیں۔"

اس کی باتوں سے چا چلا کہ وہ سب بہت محتاط ہیں کسی بھی نیلی جی جانتے والے دشمن سے محفوظ رہنے کے لیے یہ طریقہ کار اختیار کیا ہے۔ چونکہ روکی سب کے نام پر اور فون نمبر وہ جانتا تھا اور ان سے دانی رابطہ بھی رکھتا تھا۔ اس لیے پہلی فرمت میں اسے مار ڈالا گیا تھا تاکہ اس تنظیم تک پہنچنے کا بھی کوئی راستہ نہ ملے۔

میں نے دانی طور پر دانیس آکر سمورا کو دیکھا، وہ بولی "خیال خوانی سے فرمت مل گئی ہے تو چلو۔" "فرمت کہاں ملتی ہے؟ ہمارے دشمن میرے سوا میرے جانتے ہیں۔ میں بھی کبھی جیتنے والی بازی ہار جاتا ہوں۔" "یہ تو میرے لیے دکھ کی بات ہے کہ میرے آتے ہی تمہارا کام بگڑ رہا ہے۔"

"میں میں شبہ نہیں ہے کہ تم میرا چال چلن بگاڑتی رہیں۔ اگر کل رات روکی کے ساتھ لکھ رہا تو اس تنظیم کے تمام اہم افراد کے نام اور پتے معلوم کر لیتا۔" وہ قریب آکر بولی "میں بہت ہی ہوشیار ہوں کیا مجھے چھوڑ دو گے؟" "نہیں، تم نے کام بگاڑا ہے تم ہی اسے سناؤ۔ روکی۔ ابھی

تاش کا ایک پتا تھ میں ہے۔ میں نے جی کے دماغ سے مرز کو دروڑی نہیں اس کی اور بار بار کی باتیں جی کے لیے بھی معلوم کئے تھے۔ لیکن تو میں نے کہ وہ ان مکانوں میں ہوں گے کہ اوڑھان کی طرح رہائش میں بدل دی ہوگی۔ پھر جی چلو میں چا تا رہا ہوں وہاں تک میری رہنمائی کرو۔"

ہم نیچے سے باہر آئے۔ یعقوب بھائی سے ملاقات ہو گئی اس نے سمورا سے کہا "تم نے میرے بار کو ایسا دیوانہ بنایا ہے کہ مجھے بھول گیا ہے۔ کہاں ہے وہ؟"

وہ بولی "تم یاری کا دعویٰ کرتے ہو اور یار کو نہیں پہچانتے ہو۔" اس نے چونک کر مجھے دیکھا، پھر قریب آکر اور غور سے دیکھے لگے میں نے ہنسنے ہوئے کہا "بھائی! میں فرما ہوں۔" وہ مجھ سے ہٹ کر بولا "کمال ہے تم تو بالکل ہی بدل گئے ہو۔ کیا پھر دشمنوں سے سامنا ہو گا؟"

"خدا بڑھا جاتا ہے۔ سامنا ہو سکتا ہے اسی لیے اپنی اقدار سے باہر جا رہا ہوں۔" ہم بائیں کرتے ہوئے سمورا کی کار کے پاس آئے۔ بھائی نے کہا "تمہارے آتے ہی مجھے تمام دشمنوں سے نجات مل گئی۔ برا خیال ہے اب کوئی مجھے پریشان نہیں کرے گا۔"

"کیا بات نہیں ہے، غیر ملکی اینٹیٹوں کے چھنے کے لیے تمہارا یہ کارنیل بہت ہی محفوظ پناہ گاہ ہے۔ تمہیں تو چھ پر ہی نہیں۔ کل رات میں نے یہاں سے دو سی جاسوسوں کو بھی بھیجا ہے؟" اس نے جی رانی سے پوچھا "کیا واقعی؟ لیکن وہ بھانٹے والے جاسوس کون تھے؟ میں تو اپنے تمام ملازموں کو جانتا ہوں۔"

"وہ تمہارے ملازم نہیں تھے وہ سمورا اور دوسرے ملوک ملازموں کو شپ کر کے انہیں حکومت کی خلاف جاسوسی اور تحریک کاری کے لیے استعمال کرنا چاہتے تھے۔" "بھئی یہ کارنیل تو میرے لیے معیت بن رہا ہے میرا دوست فرماؤ! تم نہیں رہو گے تو میں دشمنوں کو بھی پہچان نہ سکوں گا۔"

سمورا نے کہا "دشمنوں کو جلد ہی یقین ہو جائے گا کہ تمہارا کارنیل موت کا نشان ہے۔ جو دشمن بن کر آئے گا وہ زندہ رہا نہیں جائے گا اور جو رہا نہیں گیا۔ وہ دوبارہ آنے کی جرأت نہیں کرے گا۔"

میں سمورا کے ساتھ کار میں بیٹھ کر جانے لگا۔ بھائی نے کہا "یار! جلدی واپس آنا، مجھے معلوم ہوا کہ تمہارے پیغمبر کارنیل جاری نہیں رکھ سکوں گا تو میں تمہارے پیغمبر ہونے سے انکار کرتا۔"

ہم جیتے ہوئے کارنیل کے احاطے سے باہر آئے۔ سمورا دروازے پر کھڑی تھی۔ اچھی خاصی سرور پر ہی تھی۔ چونکہ ہم اپنی

زندگی کا زیادہ حصہ سرد علاقوں میں گزارتے رہے ہیں۔ اس لیے اس شدید سردی کے باوجود موسم خوشگوار لگ رہا تھا۔ میں نے سمورا کو سب سے پہلے بارش کی باتیں گاہ کا پتا بتایا۔ وہ مجھے شہر کے ایک دور افتادہ حصے میں لے آئی۔ وہاں چھوٹے چھوٹے کالج بنے ہوئے تھے اس نے ایک کالج کے سامنے کار روک دی۔

میں نے کالج کا نمبر پڑھا، وہی تھا سمورا نے کہا "تم جیو میں جاتی ہو۔ ہو سکتا ہے وہاں تمہارے لیے جال بچھایا گیا ہو۔" "جب یہ سمجھی ہو کہ وہاں جال بچھایا جاسکتا ہے تو یہ بھی سمجھ لوں یہاں آرام سے بیٹھ کر تمہیں وہاں جانے نہیں دوں گا۔" "تم یہاں بیٹھ کر میرے دماغ میں یہ کمری حفاظت کر سکتے ہو لیکن وہاں تمہیں کچھ ہو گیا تو میں تمہارے لیے کچھ نہیں کر سکتا۔"

وہ درست کہہ رہی تھی۔ میرا جواب سننے بغیر کار سے نکل کر کالج کے احاطے میں وہاں خاموشی اور دیرانی ہی تھی جیسے اس کالج میں کوئی رہتا ہی نہ ہو۔ سمورا نے بر آئے میں پہنچ کر دو دروازے کے ساتھ گئی ہوئی گاڑی کا نشان دیا۔ ذرا انتظار کیا پھر میں دیا گیا اندر سے کسی کی آہٹ بھی سنائی نہیں دے رہی تھی۔ اس نے تیری بات سن لی۔ میں نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "دروازے پر دستک دو۔"

اس نے دستک دینے کے لئے دروازے پر ہاتھ مارا تو وہ کھٹکا پڑا۔ سمورا نے اسے پوری طرح کھول کر دیکھا۔ پھر چونک گئی کہ اس کے وسط میں فرش پر ایک نوجوان لڑکی کی لاش پڑی تھی۔ وہ لڑکی "فرماؤ! تم میرے اندر ہو؟"

"ہاں اور تمہارے ذریعے ایک لاش دیکھ رہا ہوں۔ اندر جاؤ گی سے بھی سامنا ہو تو اسے بولنے پر مجبور کرنا تاکہ میں اس کے ذریعے کر نہیں اس سے محفوظ رکھ سکوں۔"

وہ محتاط انداز میں کمرے کے اندر آئی۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ پھر وہ دوسرے کمرے میں گئی پتا تھ "دوم" اسٹور دوم اور تین وغیرہ میں جا کر دیکھ لیا۔ جب یقین ہو گیا کہ کالج کے اندر اور باہر کوئی نہیں ہے تو میں کار سے نکل کر اس کمرے میں آیا اس لاش اور دیکھتی جی رانی ہوئی۔ وہ بار بار انکس تھی۔

مجھے یقین نہیں آ رہا تھا۔ اس کے قتل ہونے کی کوئی وجہ سمجھ نہ سکی۔ میری سوچ کی لمبوں کو بار بار کے دماغ میں پہنچنا چاہتے تھا۔ میں وہ جگہ دیکھ رہی تھی بار بار کا دماغ نہیں مل رہا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ دماغ والی اور اپنے مخصوص لب و لہجے والی اب لڑکی نہیں رہی ہے۔

سمورا نے پوچھا "کیا اسے پہچانتے ہو؟ یہ کون ہے؟" میں نے اس کے ساتھ کالج سے باہر آتے ہوئے کہا "وہ

بار بار کی لاش تھی۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے اس کی موت کا یقین کیا ہے۔"

ہم دونوں کار میں آکر بیٹھ گئے۔ وہ اسے اشارت کرنا چاہتی تھی۔ میں نے کہا "معلوم مجھے یقین کرنے کے بعد بھی یقین نہیں آ رہا ہے۔"

"یہ کیا بات ہوئی؟ کیا خیال خوانی کا علم غلط ہو سکتا ہے؟" میں نے اسے ہاتھ کے اشارے سے خاموش رہنے کے لیے کہا پھر اپنی سوچ کی لمبوں کو جی تک پہنچایا۔ مزید جی رانی ہوئی۔ جی بھی مردہ تھا۔ شاید وہ بھی قتل کیا گیا تھا۔

کیا مجھے یقین کرنا چاہئے کہ ایک تنظیم کی تین نیلی جی جانتے والے اس دنیا سے ایک ہی دن میں اٹھ گئے ہیں؟ روکی کا قتل سمجھ میں آیا تھا۔ میں اس کے ذریعے جی اور بار بار کو بے غائب کر سکتا تھا اس تنظیم کو چار کر سکتا تھا۔ اس لیے جی نے اسے ختم کر دیا تھا لیکن جی اور بار بار کو کس نے مارا؟ کیوں مارا؟ عقل حلیم نہیں کرتی تھی کہ ایک تنظیم کے بے حد اہم ستون گرا دیے گئے ہیں۔

میں نے سمورا سے کہا "کیا تم یقین کر سکتے ہو کہ ان کا دوسرا نیلی جی جانتے والا جی بھی قتل ہو چکا ہے؟"

جاموکی ادب کی معیاری کتابیں کم سے کم قیمت میں
جاموکی ناولوں کے مقبول ترین مصنف ایچ اقبال کھنہ

عمران سیریز

بے باک رن ڈراما سیریز

ایک جلد میں دو کتابیں ○ قیمت ۲۰/- روپے

پرسود سیریز

جارج اورنگ (ایڈیٹڈ بیٹ)

ایک جلد میں دو کتابیں ○ قیمت ۲۰/- روپے

آج ہی طلب فرمائیے

کتابیات پبلی کیشنز پرسٹ بکس ۲۳ کراچی ۱

”مگر تسماری ٹیبل پتھی کسے ہے تو جہان لینا چاہیے۔ بالی دی دے“ تم قہقہہ کیوں نہیں کر رہے ہو؟

میں نے دوا اسکرین کے پار غلام میں کھتے ہوئے کہا تمہیں چاہوں تو میں بھی دھشوں تو قہقہہ دلا سکتا ہوں۔ ان کی سوچ کی لہریں بھی انہیں یقین دلائی گئی کہ فرما دیا چکا ہے۔

”یہ کیسے ہو سکتا ہے؟“

ہوں مگر مجھے حقیقت معلوم کے بغیر میں اسے نہیں جانا چاہیے۔
 وہ بولی "ہمیں باپ سہارا اور دیگر شادی کاغذات میں لگے
 ہوتے کہ ہمارے جسم پر کوئی زخم کا کسی طرح کا پیدائشی نشان
 ہے یا نہیں؟ کیا برا کے جسم پر کوئی پیدائشی..."
 اس کی بات بوری ہونے سے پہلے میں جس چمک گیا اس کے
 شانہ زار تھ مار کر بولا "وہ مارا!"

یہ افغانوں کا دوا بخشی میل ہے جو صدیوں سے دیکھی اور
چراغوں کی مظاہرے کے طور پر کھلنا جاتا ہے اس کھیل میں کئی
فلجے کے جواں مرد شریک ہوتے ہیں۔ یہ تمام جواں مرد گھوڑوں پر
سوار رہتے ہیں۔ اور کئی میل کی دو لگانے جاتے ہیں۔ ایک جگہ زمین پر
نچکیا ہوا بکرا پڑا ہوتا ہے۔ شرط یہ ہوتی ہے کہ کوئی شہسوار گھڑ
سوار کی کرنا ہو اس جگہ سے گھوڑا اس افغان کے لئے جائے۔

جلد کی محفوظ جگہ پہنچنا چاہتے تھے وہ آمد می طوفان کی طرح آنے والے اس جگہ پہنچ گئے جہاں کھرا پڑا ہوا تھا لیکن اب وہ وہاں نہیں تھا۔

ایک اور سوار نے کہا "جو نوجوان فتح کے نشان تک بڑا چھین کر لے جاتا ہے اسے نقد رقم کے علاوہ بکرا بھی دیا جاتا ہے۔ ہم میں سے جو نہیں چھین کر کے نشان تک لے جائے گا تم اسے انعام میں مل جاؤ گی۔"

وہ اپنے گھوڑوں کو چابک مارے ہوئے ان میں نیلے کی بلندی پر لارہے تھے۔ کچھ گھوڑے ڈھلان میں پھسل رہے تھے کچھ اپنا توازن نہیں رکھ پارہے تھے۔ ان کے ہنسنے اور سواروں کے ہانکنے کی آوازوں سے فضا گونج رہی تھی۔ توبہ ایسے حالات میں شیرینی بن جاتی تھی۔ پہلے تو اس نے سوچا تھا کہ اپنے ہم وطنوں کے خلاف ہتھیار استعمال نہیں کرے گی لیکن اس نے مجبوراً اپنے شانے پر سے گمن اتاری۔ پہلے ایک ہوائی فائر کیا کہ وہ منتشر ہو کر میدان چھوڑیں مگر چابک ہی ایک سوار نے اس کے ہاتھ پر ٹھوکر ماری۔ گمن ہاتھوں سے چھوٹ کر ڈھلان میں لڑھکتی چلی گئی۔ وہ گمن کے پیچھے دوڑی سوار اس کے پیچھے دوڑے۔ اس سے پہلے کہ وہ جنگ کر گن اٹھائی "دو سواروں نے دونوں طرف سے اس کے بازوؤں کو جکڑ لیا پھر اسے اٹھاتے ہوئے لے گئے۔

پارس دوسرے سواروں کے درمیان الجھا ہوا تھا اور توبہ کے قریب پہنچا چاہتا تھا۔ سوار اسے آگے پیچھے سے چابک مارے جارہے تھے۔ اس نے توبہ کو اغوا ہوتے دیکھا تو ایک سوار پر چلا گیا لڑائی اسے لیے ہوئے گھوڑے سمیت ڈھلان کی طرف گرا۔ سوار کو پوں لگا پیچھے دوڑا دی ہاتھ مٹہ پر بڑے ہوں۔ اس کی آنکھوں کے آگے اندر چڑھا گیا قہارہ مقابلے کے قابل نہیں رہا تھا۔ پارس نے اس کے ہاتھ سے چابک چھین کر گھوڑے کو پھرتی سے گھڑا کیا۔ اس پر اچھل کر سوار ہوا۔ پھر اسے اڑا لیا تو ان سواروں کے پیچھے دوڑ پڑا تو توبہ کو لیے جارہے تھے۔

توبہ کی حالت قابل دید تھی۔ اسے دو سوار دو طرف سے پکڑے ابھی اپنی طرف کھینچتے ہوئے برق رفتاری سے لیے جارہے تھے۔ دوسرے سوار بھی ان کے برابر گھوڑے دوڑاتے ہوئے توبہ کو ان سے جھین لیتا چاہتے تھے۔ کڑی کڑی کے مقابلہ میں انعام پانے کا لالچ ہوتا ہے اور ان کی میں توفان کی ایک نہایت تسکین دہیل عورت لئے والی تھی اس لیے ہر سوار کی یہ خواہش تھی کہ وہ دوسروں سے توبہ کو جھین کر لے جائے۔

پارس اپنے گھوڑے کو برق رفتاری سے دوڑاتا ہوا دوسرے سواروں سے سبقت لے جا کر توبہ کے قریب پہنچ گیا دوسرے سواروں کے چابک مارا تھا اور اپنے چابک سے انہیں مارا جا رہا تھا۔ چھین کر ماری تھی اپنے دونوں بازوؤں کو دو طرفہ گرفت سے پھڑانے کی کوشش کر رہی تھی لیکن بازو ایسے ہی لمبائی میں نہایت پاتے تھے کہ کوئی تیرا آکر اسے پکڑ کر کھینچتا ہوا لے جاتا تھا۔ توبہ کی بیڑوں میں آتو نہیں تھے اور نہ ہی وہ عام عورتوں کی

طرح نازک اور کمزور تھی وہ غصہ اور جوش میں بھڑکتے ہوئے چینی جاری تھی۔ پارس کے لیے دشواری یہ تھی کہ وہ ایک سوار سے توبہ کا بازو چھڑاتا تو دوسرے اسے سخت زخموں پر کھینچتے ہوئے لے جاتا۔ ابھی تو وہ دو سواروں کے درمیان زمین سے اٹھی ہوئی جاری تھی۔

وہ برق رفتار گھوڑے کی پیٹھ پر کھڑا ہو گیا۔ ہاتھوں میں لگام تھی اور وہ اپنا توازن قائم رکھتا ہوا ان دو سواروں کے پیچھے توبہ کو ایک دوسرے سے کھینچنے ہوئے جارہے تھے۔ لیکن چند دھڑکے کے دوران دونوں کے گھوڑے قریب ہو جاتے تھے۔ توبہ ان گھوڑوں کے درمیان پھنسے اچھلتی لگتی تھی۔ ایسے ہی وقت پارس نے ان کے پیچھے سے چلا گیا لڑائی کھینچتے ہوئے والے دونوں سواروں کی گردنیں اپنے دونوں بازوؤں میں دھج لیں ان کو گھولوں کی رفتار اتنی تیز تھی کہ دونوں سواروں کے پاؤں رکاوٹوں سے نہ نکل سکے۔ گھوڑوں کی پیٹھ سے کرتے ہی وہ پیچھے ہوئے بیڑوں کے ساتھ کھینچے ہوئے جانے لگے۔ توبہ ان کی گرفت سے چھوٹ کر پارس کے ساتھ زمین پر لڑھکتی جاری تھی۔

پیچھے آنے والے گھڑ سوار دور سے توبہ کو آتے آہے تھے۔ اب وہ اسے اٹھا کر لے جانے والے تھے۔ پارس نے کہا "یہ چابک لو۔ اس کے سامنے وہ جھین ہاتھ لگائے بغیر گزر جائیں گے۔" توبہ نے چابک نہیں لیا۔ اپنی بیٹھ میں ہاتھ ڈال کر پھلٹا نکالا پھر قریب آنے والے گھڑ سوار کو گولی سے اڑا دیا۔ وہ گھوڑے کی پیٹھ پر سے اڑتا ہوا نیچے آکر زمین بوس ہو گیا۔ اس ایک گولی کی آواز نے گھڑ سواروں کو منتشر کر دیا۔ وہ پڑ پڑی کے مقابلے کے لیے صرف خنجر اور چابک لے کر نکلتے تھے۔ کسی کے پاس اتنی اسلحہ نہیں تھا۔ اس لیے وہ گولی کی ریٹ سے دور نکلتے ہوئے شر کی طرف جارہے تھے۔

گولی کی زد میں آنے والے سوار کا گھوڑا لڑکھڑا کر گر پڑا تھا۔ پارس نے دو ڈکراس کی لگام ہاتھوں میں لے لی تھی۔ پھر اس سوار ہو گیا تھا۔ توبہ بھی دوڑتی ہوئی آکر اس کے پیچھے بندھ گئی پھر لیا "وہ گھڑ سوار جدھر گئے ہیں، اودھر نہ جاؤ وہ اپنے قبیلے والوں کے ساتھ مسلح ہو کر آئیں گے۔"

اس نے لگام دوسری سمت موڑی پھر وہ ایک لمبا پکڑا کر شرمیں داخل ہوئے۔ کچھ دیر انہیں غصیاتی کی بدولت مشورہ۔ ایک توبہ کے مہمان مولانا جلال الدین موئی پیدا ہوئے تھے۔ دوسرے یہ کہ یہاں حضرت ابراہیم ابراہیم کا مزار ہے اسی مزار کے قریب حزب مومن کے مجاہدین رہتے تھے۔ توبہ نے شہت آباد سے لایا ہوا خط حزب مومن کے لیڈر کو دیا۔ یہ خط شہت آباد کے حزب مومن کے لیڈر نے توبہ قاغیہ اور حماد (پارس) کے خلاف میں لکھا تھا۔ ان دونوں کو بے حد عزت اور احترام سے خوش آمدید کہا گیا ان کی رہائش کے لیے ایک چھوٹا سا مکان مخصوص کیا

میلہ۔ ان میں پڑ پڑی کا واقعہ بتایا۔ مجاہدین کے کمانڈر نے کہا۔ "مہمانوں کے ایکشن متائی لوگوں کو خوش رکھنے کے لیے یہاں مکمل فرائض کرتے رہتے ہیں۔ ابھی ہمارے جاسوس معلوم کر کے آئیں گے کہ تمہارے خلاف ان لوگوں کا رد عمل کیا ہے؟"

لیڈر نے پوچھا "یہاں تم لوگوں کے ارادے کیا ہیں؟" پارس نے کہا "میلے تو آپ یہاں رہنے والے غیر ملکیوں اور جاسوسوں کے متعلق تفصیلی معلومات فراہم کریں۔ وہ لوگ یہاں بندھ کر کابل میں مجاہدین کی طاقت کو توڑ رہے ہیں۔ ہم یہاں ان توڑنے والوں کو توڑیں گے۔"

کمانڈر نے پلخ شہر کا نقشہ ان کے سامنے بچھا دیا۔ پھر بتانے لگا کہ دشمنوں کے خفیہ اڈے اور اسلحہ خانے وغیرہ کہاں ہیں اور کن علاقوں میں ان کی پوزیشن مضبوط ہے۔ تمام تفصیلات بتانے کے بعد کمانڈر نے کہا "ان کے اسلحہ خانوں اور رہائش گاہوں کے اطراف اتنا سخت پھرا رہتا ہے کہ ہم بڑا کر دشمنوں کے باوجود بھی انہیں نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ سچ بات تو یہ ہے کہ اس شہر میں ہماری پوزیشن بہت کمزور ہے۔"

توبہ نے کہا "اللہ پر بھروسہ رکھیں۔ میں بھی یہاں تھا اور بے یار و مددگار تھی خدا نے حماد کو دلیل بنا کر بھیجا ہے تب سے میں دشمنوں پر غالب آتی جاری ہوں۔ خدا بڑا کار ساز ہے۔ انشاء اللہ یہاں بھی آپ مجاہدین کا پلڑا ہماری رہے گا۔"

لیڈر نے کہا "تم شہت آباد سے تعاقب خطہ نہ لائیں تب بھی ہم تمہیں پہچان لیتے۔ تم ارسلان اور حماد غیر ممالک کے ایک بیڑوں اور کیرنٹ لیشیا کے لیے چھینچ رہے ہو۔ یہ تمام دشمن تمہیں کو تلاش کر رہے ہیں۔ ویسے سزاواران کہاں ہیں؟"

"وہ دوسرے شہر میں ہیں ہم سے جلدی آئیں گے۔" پارس اور توبہ کی پشت پر ایک ایک کٹ بندھ گئی تھی جس میں ان کا لباس اور دوسری ضروری چیزیں رہتی تھیں۔ پڑ پڑی کی جنگ کے دوران دونوں کی پشت پر وہ کٹ بندھ رہی تھیں۔ انہوں نے مکان میں ہر کٹس کیا لباس تبدیل کیا، میزبانوں کے ساتھ دوپہر کا کھانا کھایا پھر پارس نے کہا "ہم شام تک آرام کریں گے پھر رات کو اپنے خاص مشن پر روانہ ہوں گے۔"

"آپ مشن کے متعلق بتائیں، ہمارے مجاہدین آپ کے ساتھ رہیں گے۔" ہم آپ کا صرف ایک گائیڈ لیں گے۔ وہ مجھے اور توبہ کے مطالبہ مقامات تک پہنچائے گا انشاء اللہ کل صبح تک دشمنوں کے فوش اڑائے ہوں گے۔"

وہ اٹھ کر جانے لگے تو ایک بزرگ نے کہا "بیٹے حماد! ہمیں ایک سوال پریشان کر رہا ہے۔" پارس نے کہا "وہ سوال مجھ سے ہے تو میں ضرور جواب دوں

"تم اور توبہ آپس میں محرم ہو یا نا محرم؟" توبہ اور پارس نے ایک دوسرے کو پچھاتے ہوئے دیکھا پھر پارس نے کہا "نا محرم۔"

"پھر تو ایک چھت کے نیچے ایک ہی چار دیواری میں ساتھ رہنا خلاف شریعت ہے۔" "ہاں، ہم اس بات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں لیکن حالات کے مطابق ہمارا ساتھ رہنا اور بھاد کے متعلق مضمونوں پر تھائی میں بحث کرنا ضروری ہے۔"

"اگر رازدارانہ گفتگو لازمی ہو تو مکمل جگہ دو جا کر بیٹھ جایا کرو۔ یوں باتیں کرو کہ دوسرے نہ سن سکیں اس طرح دوسرے لوگ دوسرے تمہاری پاکبازی کے گواہ رہیں۔"

دوسرے مجاہدین بھی بزرگ کی تائید کرنے لگے۔ توبہ نے کہا۔ "میں حضرات درست قرار رہے ہیں میں اس سلسلے میں کچھ کہنے سے پہلے حماد سے تھائی میں باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

"بے شک آپس میں ضرور مشورہ کرو۔" وہ دونوں اس مکان سے باہر مکمل فضا میں آئے پھر زور زور جا کر توبہ نے کہا "یہ کیا نیا مسئلہ پیدا ہو گیا ہے جس میں تم سے الگ نہیں رہوں گی۔"

"یہ کوئی نیا مسئلہ نہیں ہے۔ اسلامی قانون ہے۔ یہاں جتنے مجاہدین ہیں ان کے اندر یہ غیرت مند سوال چل رہا ہے کہ ان کی قوم کی ایک بیٹی ایک مسلمان مہمان کے ساتھ کس رشتے سے ایک چھت کے نیچے رہتی ہے؟"

"میں کچھ نہیں جانتی، ایک ساتھ رہنے کی کوئی صورت نکالو۔"

"صرف ایک ہی صورت ہے کہ ہمارا نکاح ہو جائے۔" "تو پھر ابھی ان کے سامنے نکاح پر حوالہ۔"

"کیسی باتیں کرتی ہو۔ میں نے تمہیں اچھی طرح سمجھا ہے کہ میں ایک مسافر ہوں کس دن بھی یہ ملک چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔" "ہاں، تم نے سمجھا یا نہیں میری کچھ میں کچھ آتا نہیں ہے تو سمجھانے کا ناکہ کیا ہے؟ بلیز انکس نکاح پر حوالہ۔"

"میں تمہیں شریک حیات بنانے کے بعد کس دل سے جھین رہاں چھوڑ کر جاؤں گا؟ اور تم نے صاف کہہ دیا ہے کہ اپنا ملک چھوڑ کر نہیں جاؤ گی؟"

"جب میں تمہارے ساتھ یہ ملک چھوڑ کر نہیں جاؤں گی تو تمہاری ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے۔ تمہارے ضمیر پر بوجھ نہیں رہے گا اور اگر بوجھ رہے گا تو میں اپنی خوشی سے پیش کے لیے علیحدگی اختیار کر لوں گی مگر ابھی میری بات مان لو۔"

پارس نے لیڈر کا کمانڈر اور دوسرے بزرگوں کے پاس آکر کہا۔

”حالات ہمارے موافق نہیں ہیں۔ انجانے دشمن قدم قدم پر ہیں ایسی صورت میں میں کوئی توبہ کو خود سے الگ نہیں کروں گا۔ آپ حضرات سے گزارش ہے کہ ابھی ہمارا نکاح پر حادیں۔“

بزرگ نے کہا ”سمان اللہ“ نیک ارادوں پر فوراً عمل ہونا چاہیے۔“

پھر مل ہو گیا۔ ایک گھنٹے کے اندر دونوں کا نکاح پر حاد ہو گیا۔ پھر وہ ایک چار دیواری میں ایک چھت کے نیچے آگئے۔ پارس نے پوچھا ”آخر تم نے اپنی ضد پوری کر لی؟“

وہ مسکرا کر کہی ”یہ بے جا ضد نہیں، میری بے انتہا محبت ہے۔“

”تم نے انجام کی پروا نہیں کی ہے۔“

”انتہائی نیچے کو انجام کہتے ہیں جب میری محبت کی انتہا نہیں ہے تو جہلا انجام کیا ہو گا؟“

وہ پارس کی ایک دیوانی ہوئی تھی کہ اس سے ابھی ایک لمبے کی جہاں بھی گورا نہیں تھی مگر آئندہ بھی جہاں کی گھڑیوں میں کیا ہو گا وہ دل کو کیسے سمجھائے؟ دیوانگی کو کیسے مٹائے؟

وہ جہلوں میں ڈوب کر سانسوں کے قریب ہو کر سر کو شہ میں بولی ”تمہارے پیار کی دیوانگی نے مجھے جہاد کا ایک نیا سبق سکھایا ہے۔“

”چچا! بھلا وہ سبق کیا ہے؟“

”میں اپنے ملک کے اندر ایک نئے فتنے ہونے والی جنگ اپنی جہاد کے لیے لڑ رہی تھی۔ اب جہاد کے لیے نہیں مرنے کے لیے جنگ جاری رکھوں گی۔“

”یہ ایک بے گئی کی بات ہے۔“

”یہ بات تمہارے خیال میں بے گئی ہے۔ چودہ برسوں سے میرا دل گھر نہیں رہا۔ کوئی عزیز رشتے دار نہیں رہا۔ اپنے وطن کے سوا کسی کے لیے جینے یا مرنے کا جذبہ پیدا نہیں ہوا۔ اب تمہارے لیے یہ جذبہ پیدا ہوا ہے۔ تم کسی دن چلے جاؤ گے تو میں پیٹے پر ہم باندھ کر دشمنوں کے کسی اسلحہ خانہ میں کھس جاؤں گی۔“

پارس نے اپنا سر پٹ لیا۔ وہ نکاح پر حادوں کے بعد اس کے داغ پر بوجہ زائل رہی تھی کہ چھوڑ کر جانے کا تو وہ دشمنوں سے خود کشی کے انداز میں لڑ رہی تھی۔ وہ بولی ”تم نے سر کیوں پھوکیا ہے؟“

”دور کیا کروں؟ تم نے نکاح سے پہلے جو وعدہ کیا تھا، اس سے مکدری ہو۔ پتا نہیں کب یہاں سے جاؤں گا لیکن ابھی سے رکاوٹیں پیدا کر رہی ہو۔“

”خود خواہ الزام دہ سے رہے ہو۔ میں تو کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کر رہی ہوں۔“

”کیا یہ سن کر میں تمہیں چھوڑ کر جاسوں گا کہ میرے جانے کے بعد تم جنگ لڑنے کے بہانے جان دے دو گی؟“

”جنگ کے بہانے نہیں، بیچ بچہ جنگ کرتے کرتے جان دنا وطن پر قربان ہونا ہے۔ میں کوئی خود کشی تو نہیں کروں گی۔“

”کیا آج رات تم اپنے پیٹے پر ہم باندھ کر دشمنوں کے اسلحہ خانے میں داخل ہو جاؤ گی؟“

”آج نہیں، ابھی تو مجھے زندگی کی ایسی سرگرمی مل رہی ہے جنہیں عورت کبھی فراموش نہیں کرتی۔“

یعنی جب تک میں رہوں گا، تم زندگی سے بھرپور لذت گزار رہی رہو گی اور خطرات سے بچتے ہوئے جنگ جاری رکھو گی جیسے ہی جاؤں گا، تم جنگی تدار اور اقسامی طریقہ کار بھول جاؤ گی۔ ایک لمبے گرد دشمنوں کے کسی اڑے میں کھس جاؤ گی؟“

”تم تو ایک سی بات کے پیچھے بڑھتے ہو۔“

”دور تم اس ایک بات کو واضح الفاظ میں حلیم نہیں کو گی کہ دانشمندانہ جنگی حکمت عملی کو بھول کر پیٹے پر ہم باندھ کر کسی اسلحہ خانے میں کھس دو وطن پر قربان ہونا نہیں ہے۔ سراسر خود کشی ہے۔“

”میں کان پکڑی ہوں تو قہر کرتی ہوں آئندہ ایسی باتیں نہیں کروں گی۔“

جنگ کے دوران جو جڑ سے زیادہ قریب رہتی ہے، وہ موت ہے اور تمہاری میں جو سب سے قریب رہتی ہے وہ محبت ہے۔ وہ دونوں رات کے آٹھ بجے تک محبتیں اور سر میں سینے رہے۔ موت کی طرف پیش قدمی کے لیے تیار ہو گئے۔

ایسے ہی وقت سلمان نے پارس کے پاس آکر کوڑوڑا دیا کہ پھر کہا ”چچا تو حضور نے شادی کی ہے؟“

پارس نے حیرانی سے پوچھا ”آپ تو ابھی میرے پاس آئے ہیں۔ میری شادی کے متعلق کیسے معلوم ہو گیا؟“

”میں نکاح کے وقت قہر کے داغ میں تھا۔ تمہارے پیانے کا قہمیں تمہاری خیریت معلوم کر رہا ہوں۔“

”تو پھر آپ نے مجھ سے رابطہ کیوں نہیں کیا؟“

”میں کیسے رابطہ کرنا؟ آپ تو نئی نئی وائس پیدا کر کے اپنے باپ کا نام بدوش کر رہے ہیں۔ تمہارے باپ نے تمہاری عمر میں ریکارڈ توڑ پیش کیے ہیں اور کیا عجب ہے کہ حضرت اس عمر میں کیس گل کھارہے ہوں۔“

”کل! میرے پاس حضرت کی جن بندویوں پر ہیں وہاں کے چادوں طرف گل ہی گل کھلتے ہیں۔ پیانا کو گل کھلانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ ویسے یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ دنیا میرے پیانا کو دل چیک کر لیں کتنی ہے۔ ان حسیناؤں کو کیوں نہیں کتنی جو خودی دل بھیجنے لگی آتی ہیں۔ کیا پیانا نہیں مگر سے بلا کر لائے ہیں یا ملی جیتی کے ذریعے انہیں اپنی طرف مائل کرنے کی بد اخلاقی اور بد نیتی کا ثبوت دیتے ہیں۔“

”بھئی یہ دشمن بھی ماتے ہیں کہ تمہارے پیانا کسی کو جہاں اپنی طرف مائل نہیں کرتے۔ پھر بھی اب انہیں۔“

پارس نے بات کاٹ کر کہا ”میں قبیح ہاتھ میں لے کر ایک مرنے میں بیٹھ جاتا ہوں۔ کیونکہ ایسا ہی عہد تہذیب و تمدن کی رقیبوں سے دور رہتا ہے۔ خدا نے قشتوں کو اسی لیے دنیا میں نہیں بھیجا کہ یہاں کی رنگینیاں ان کی بھی مصیبت کو ختم کر دیں اور آپ تو جانتے ہی ہیں کہ میرے پیانا فرشتہ نہیں ہیں، انسان ہیں۔“

”آخر وہ اپنے باپ کے بیٹے بات خالی نہیں جانے لگے۔ یہ بے فتنہ کو کام کی بات سنو۔ جب تمہیں بلخ شہر کا نقشہ دکھا کر بتایا جاتا تھا کہ دشمنوں کے خیر اڑے اور اسلحہ خانے کہاں کہاں ہیں اس وقت بھی میں تم لوگوں کے درمیان قہم میں لیڈر کمانڈر اور دوسرے مجاہدین کے داغوں میں جاتا رہا۔ جب پتا چلا ان میں دو تو ایسے ہیں جو دشمن کے پاس ہیں اور یہاں مجاہدین بن کر رہے ہیں یہاں کی اہم خبریں وہاں پہنچاتے رہتے ہیں۔“

”وہ دونوں کون ہیں؟“

”بھی معلوم ہو جانے گا ان میں سے ایک کا نام اکبر اور دوسرے کا نام دلاور ہے۔ اکبر نے خیر طور سے ٹرانسپیر کے اڑے ایک شخص سے رابطہ کیا تھا اور اسے یہ بتا چکا ہے کہ جن غیر ملکی جاسوسوں کو حماد اور قہر خانم کی تلاش ہے وہ حماد اور قہر یہاں انہیں مومن کے علاقے میں موجود ہیں۔“

سلمان نے بتایا کہ ایسے وقت اس نے اکبر کے داغ میں رہ کر اس کی زبان سے کہا ”تو قہر اور حماد آج آدھی رات کو ازبکستان بنانے کے لیے ہائی وے سے گزر رہے گے۔“

دوسری طرف سے کہا گیا کہ آدھی رات کے بعد ان دونوں کو قبر کو گولیوں سے چھتی کر دیا جائے گا۔ پھر سلمان دوسری طرف سے لوٹنے والے کے اندر پہنچا۔ وہ شخص قلعہ ساسان میں تھا۔ اس نے انگریز کے ذریعے ایک انگریز کو مخاطب کیا۔ پھر اسے حماد اور قہر کے متعلق بتایا۔ اس انگریز نے کہا ”تم خود مسلح سپاہیوں کے ساتھ ہائی وے پر جاؤ، ہم کو شش کریں گے کہ جب مومن کے انیس پری حملہ کر کے مجاہدین کے ساتھ ان دونوں کو ختم کر دیں۔“

سلمان اس انگریز کے اندر کیلاں کا نام ایڈی پائل تھا۔ وہ مجھے اور پارس کے خون کا پاسا تھا۔ میں نے اس کے ایک ماگی جیک چارلٹن اور دو ملی جیتی جاننے والوں فریزر اور پاسکو لٹ کو حاتم شہزاد کی حویلی سے قحب کر دیا تھا۔ اب انہیں تینوں لاکھ تھا کہ میں نے ان تینوں غیر ملکیوں کو حاتم سمیت قتل کر دیا ہے اور یہاں پہنچے حاتم کی من تو قہر کو لے کر کہیں بھیجتے پھر رہے ہیں۔

اب وہ تینوں کے ساتھ سوچ رہا تھا کہ حماد اور قہر اپنی جان بچانے کے لیے افغانستان سے ازبکستان کی طرف بھاگ رہے ہیں پھر شام کو یہ اطلاع ملی کہ سرکاری فوج کا ایک افسر مسلح سپاہیوں کے ساتھ پہلی کا پڑ میں شہت آباد کیا تھا۔ وہاں قہر اور سلمان اور حماد انہیں تھے۔ ان کے سامنے وہ افسر دفاعی طور پر قحب ہو گیا قلعہ

تینوں کو گرفتار کرنے آیا تھا لیکن اس نے تینوں کو اپنا پہلی کا پڑنے جانے کی اجازت دے دی تھی بعد میں افسر نے دفاعی طور پر حاضر ہو کر بیان دیا کہ وہ اپنے افسر میں نہیں تھا۔ کسی نے اس کے داغ پر قبضہ نہ کیا تھا۔

اس طرح یہ سب ہی جان گئے کہ ارسلان و فیرو علی جیتی جاتے ہیں اور یہ بھی رائے قائم کی جاتی تھی کہ مسلمانوں کی حمایت اور امریکی پالیسیوں کی مخالفت کرنے والا ارسلان ہی فرہاد ہو گا۔

قلعہ ساسان میں رہنے والا ایڈی پائل سوچ رہا تھا کہ بلخ شہر میں صرف قہر اور حماد آئے ہیں وہ ارسلان یا فرہاد کہاں قحب ہو گیا ہے؟ کیا وہ چھپ کر یہاں آیا ہے؟ کیا اس معبود قلعے کے اندر پہنچ سکتا ہے؟

ایڈی پائل نے سپر ماسٹر کو رپورٹ دی تھی کہ ان کے دو ملی جیتی جاتے دالے فریزر اور پاسکو قلعہ قحب ہو گئے ہیں ان کے ساتھ جیک چارلٹن اور حاتم شہزاد بھی لاپتا ہیں۔ تھوڑی دیر بعد جان لیوہانے خیال خوانی کے ذریعے تصدیق کی اور کہاں کہاں قلعے کے داغ موت کی تاریکیوں میں کم ہو گئے ہیں اور انہیں اس انجام کو پہنچانے والا فرہادی ہو سکتا ہے۔

سپر ماسٹر نے ایڈی پائل سے کہا تھا کہ اسے بہت محتاط رہنا چاہیے اگر واقعی فرہاد افغانستان میں ہے تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ سپر ماسٹر نے قلعہ ساسان کو اپنا اڈا بنایا ہوا ہے اور اس قلعے کے ایک بہت وسیع و عریض حصہ میں جدید اسلحہ راکٹ لانچر ز اور گولہ باندھ وغیرہ ہیں لہذا قلعے کے اندر اور باہر سخت احتیاطی انتظامات کیے جائیں اور تمام مسلح گناہ کو بدالیا دی جائیں کہ وہ کسی بھی اجنبی سے گفتگو نہ کریں کسی کو اپنی آواز نہ سنائیں۔

اس کے باوجود آدھی گفتگو کرنے اور اپنی آواز سننے پر مجبور ہوا ہے۔ ایڈی پائل کا بھی یہ خیال تھا کہ اپنے خاص آدمی سے انگریز کام پر گفتگو کر کے وہ محفوظ ہے اور کسی ملی جیتی جاتے والے نے اس کی آواز نہیں سنی ہے جبکہ سلمان اس کے اندر رہ کر وہاں کے دوسرے اہم افراد کے داغوں میں بھی پہنچتا جا رہا تھا۔

حزب مومن کے لیڈر کمانڈر اور دیگر اکابرین نے قہر اور پارس کو رات کے کھانے پر مدعو کیا۔ پارس نے کہا ”بیٹ بھرنے کے بعد آرام کی طلب اور نیند کی خواہش ہوگی۔ ہم اس صبح سے واپس آنے کے بعد کا نہیں گے۔“

ایک بزرگ نے پوچھا ”اگر واپسی میں صبح ہوگی تو کیا تمام رات بھوکے رہو گے؟ یہ دانشمندی نہیں ہے۔“

پارس نے کہا ”میں قلعہ ساسان کو تباہ کرنے جا رہے ہیں۔ اس مقصد میں کامیاب ہونے کے لیے زیادہ سے زیادہ وہ کھٹے لگیں گے۔“

کمانڈر نے بہت زوردار قہقہہ لگایا۔ دوسرے بھی ہنسنے لگے۔

لیڈر نے سگراتے ہوئے کہا "مسٹر عبادا برا نہ مانا۔ تم نے بت ہی بگڑا بات کی ہے۔ تم نے تو قلعے کا نام سنا ہے" اسے دیکھا نہیں ہے۔ وہاں ایک چوٹی بھی ریک رک نہیں جاسکتی۔ تم اسے دور سے دیکھ سکتے ہو لیکن اس قلعہ کی ایک اینٹ کو بھی ہاتھ نہیں لگا سکو گے۔"

پارس نے کہا "میرے بھائی! ہماری دنیا میں کوئی کام ناممکن نہیں ہے۔ اگر کوئی کام ناممکن ہوتا ہے تو کچھ لوہہ ہمارے اندر چھپے ہوئے خداؤں کی وجہ سے ہوتا ہے۔ تمہارے ان مجاہدین میں دو خدا چھپے ہوئے ہیں۔"

"کیا؟" سب نے حیرانی اور بے چینی سے دیکھا۔ دلاور نے آگے بڑھ کر کہا "میاں کا ایک ایک مجاہد اللہ سے ڈرتا ہے اور قوم کا وقار ہے تم میں سے کسی خدا کو مجھے ہو؟"

"دلاور خان! اللہ تعالیٰ کا نام اپنی ناپاک زبان پر نہ لاؤ۔ میاں کے کمانڈر اور مجاہدین کی موت کا سامان تمہاری جیب میں ہے ابھی رات کے کھانے کے بعد کمانڈر اور چند دیگر مجاہدین توبہ پینے والے ہیں۔ اس میں تم بے ہوش کی دوا ملا کر دیتا چاہتے ہو وہ دوا تمہاری جیب میں ہے۔"

وہ ایک دم سے بولکھٹا گیا۔ اس کے دونوں ہاتھ اپنی جیبوں پر گئے وہ اپنے بچاؤ کے لیے کوئی بات بنانا چاہتا تھا لیکن سلمان نے اسے اپنی مرضی کے مطابق بولنے پر مجبور کیا۔ وہ بھاگنے کے انداز میں پیچھے ہٹ کر بولنے لگا "خبردار! کوئی سیری تلاش ہی نہ لے میرے پاس دوا ہے اور بے ہوش کی دوا رکھنا جرم نہیں ہے۔ میں اپنی مرضی کا لالک ہوں۔"

لیڈر نے کہا "مگر تم نے کس مقصد کے لیے وہ دوا رکھی ہے؟ تم کسے بے ہوش کرنا چاہتے ہو؟"

"میں تمہارے سوالوں کا جواب نہیں دوں گا۔ تم لوگوں کو مجھ پر بھروسہ نہیں ہے تو میں میاں سے چلا جاؤں گا۔"

سلمان نے دوسرے خدا اکبر کے داغ پر قبضہ نہایا۔ وہ دلاور کو اپنی گن کے نشانے پر رکھتے ہوئے بولا "اپنے جرم کا اعتراف کرو۔ میں بھی اعتراف کرتا ہوں کہ میں نے ایڈی پاؤل سے پچاس ہزار ڈالر لیے ہیں اور میاں کی تمام خبریں قلعے میں پہنچاتا ہوں۔"

سب لوگ یہ باتیں سن کر گم حسم سے رہ گئے تھے۔ اکبر نے کہا۔ "میں نے قلعے میں یہ خبر پہنچادی ہے کہ توبہ اور مدار میاں آئے ہوئے ہیں اور آج رات ان کا کوئی اسلحہ خانہ تباہ کرنے والے ہیں۔"

دلاور نے کہا "میرے سامنے سے اپنی گن ہٹاؤ اور مجھے جانے دو۔ تمہارا داغ چل گیا ہے۔ تم میاں موٹے جاؤ گے۔"

"کیسے جانے دوں۔ ایڈی پاؤل کے فوجی افسر آج رات کو میاں حملہ کریں گے اس سے پہلے تم کمانڈر اور چند اہم مجاہدین کو

بے ہوش کی دوا ملاؤ گے تاکہ یہ مجاہدین ان کے حملے کا جواب دینے کے قابل نہ رہیں اور آسانی سے ان کے قلعوں ہلاک ہو جائیں گے اس سے پہلے تم جہنم میں جاؤ۔"

یہ کہتے ہی اس نے دلاور کو گولی مار دی۔ پھر اپنی گن کی ٹانگ اپنے سینے پر رکھتے ہوئے بولا "خدا روں کا میں انجام ہونا چاہیے۔ لیڈر نے کہا "تو جاکر خود کو ہلاک نہ کرو۔ تم نے اپنے جرم کا اعتراف کیا ہے، ہم تمہاری سچائی کے پیش نظر۔"

وہ بات کاٹ کر بولا "کیسی سچائی؟ جرم اتنے احمق نہیں ہوتے کہ پچاس ہزار ڈالر انگریزوں سے لے کر اپنی قوم سے وفاداری کریں۔ جب ہم جیسے کینوں کے سر پر ٹیلی بیسی کی گوارا لگتی ہے تب ہم سچ بولنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ یہ ایک مسلمان ٹیلی ویژن جاننے والے کا حکم ہے کہ میں ایک خدا کی موت میرا کس۔ اس لیے مر رہا ہوں۔"

اس نے دوسرے ہی لمحے میں زخم کو دیا۔ اسے اچھل کر زمین پر گرنا تھا۔ وہ موت کی گود میں گرا۔ چند لمحوں تک وہاں کئی خاموشی رہی۔ ایک بزرگ نے پارس سے کہا "تو جوان! تم نے درست کہا تھا، دونوں خدا خود ہی اپنے انجام کو پہنچ گئے ہیں۔"

لیڈر نے پوچھا "مسٹر عبادا! یہ ٹیلی بیسی کا کیا معاملہ ہے۔ اکبر مرے سے پہلے اس کے حلق پر کچھ کہہ رہا تھا۔"

پارس نے پوچھا "کیا آپ لوگ ٹیلی بیسی کے علم کے حلق کچھ نہیں جانتے ہیں؟"

کمانڈر نے کہا "میں جانتا ہوں۔"

دوسرے کئی مجاہدین نے بھی ہاتھ اٹھا کر کہا کہ وہ اس لمحے میں کچھ نہ جانتے ہیں۔ پارس نے لیڈر سے کہا "آپ اس علم کے بارے میں مجاہدین سے معلومات حاصل کرتے رہیں باقی میں واپس آکر بتاؤں گا۔"

وہ توبہ کے ساتھ ایک لیڈر روڈ گاڑی میں آکر بیٹھ گیا۔ اس میں ہر طرح کے جدید ہتھیار موجود تھے۔ ایک مجاہد گاڑی ڈرامیو کرنے لگہوہ ان کا گائیڈ بھی تھا۔ اس نے بتایا کہ وہاں سے قلعہ سامان آدھے گھنٹے کی مسافت پر ہے۔ لمبی لے آکر ڈوڈو ڈزاد کے پھر گا۔ "پارس! میں توبہ کے داغ میں رہوں گی۔ سلمان بھائی قلعے میں گئے ہیں وہاں تمہارے لیے راستہ ہوا رکھیں گے۔"

سلمان قلعے کے اندر اسلحہ خانے کے انچارج کے پاس آیا۔ اس کے داغ پر قبضہ نہایت ہی وہ چاہیوں سے بولا "تم لوگ باہر رہو۔ میں ابھی اندر کا معائنہ کر کے آتا ہوں۔"

اس نے اندر آکر دروازے کو بند کر دیا۔ وہ ایک بت ہی دیا وعر بیض ہال تھا۔ اس سے متصل دوسرے بڑے کمرے بھی تھے جن میں بے حد حساب اسلحہ اور بارود بھرا ہوا تھا۔ یہ شام ۱۱ بجے بھی رکھے ہوئے تھے۔ وہ ایک ایک نام میں چند ہتھ کاؤت مقرر کرتے ہوئے انہیں اسلحہ خانے کے مختلف حصوں میں رکھتے گئے۔

پارس نے چار پنڈ گریڈ اپنی جیبوں میں رکھے۔ اس کے بعد باہر نکلا۔

باہر آتے ہی سلمان نے اسے قلعے کے بیرونی دروازے کی طرف دوڑایا۔ سپاہیوں نے سوالیہ نظروں سے اسے دوڑتے ہوئے دیکھا۔ وہ افسر تھا اس نے اپنے ساتھ دوڑنے کا حکم نہیں دیا تھا اس لیے وہ اپنی جگہ ڈیوٹی پر کھڑے رہے۔ وہ انچارج بیرونی دروازے سے کچھ فاصلہ پر رک گیا۔ وہ دروازہ اتنا مضبوط اور بھاری تھا کہ اسے کئی سپاہی زور لگا کر کھولتے تھے۔

وہاں ایک دوسرے افسر اور سپاہیوں کی ڈیوٹی تھی وہ انچارج کے حکم سے دروازہ نہ کھولتے۔ اس نے اپنی جیبوں سے پہلے دو گریڈ نکالے پھر کہا "فریاد علی تیرور کے صاحبزادے تشریف لارہے ہیں اس لیے دروازے کو کھلنا چاہیے۔"

اس نے دونوں گریڈوں کی پین دائروں سے نکالی۔ افسر اور سپاہیوں نے چکر کر کہا "کیا کر رہے ہو؟"

مگر وہ تو چکر کا تھا۔ اس نے دونوں ہم دروازے کے پاس پھینکے۔ نام ڈیوٹی دینے والے وہاں سے بھاگنے لگے۔ دوسرے دو گریڈ نکالے تک دروازے پر زور دار دھماکا ہوا۔ بھاگنے والے افسر نے دروازہ انچارج کو گولی مار دی۔ گولی کھٹنے سے پہلے ہی باقی دو گریڈ بھی دروازے سے لگ کر بھٹ پڑے تھے۔ اس مضبوط اور بھاری بھرکم دروازے کے پیچھے اڑھتے تھے۔ قلعے کے اندر جانے کا راستہ ہی نکلتا تھا۔

اس کے دھم بھم بعد ہی اسلحہ خانہ میں پہلا زبردست دھماکا ہوا۔ ایسا کہ جیسے زلزلہ آگیا ہے۔ قلعے کی مضبوط دیواریں لرزنے لگیں۔ پھر ایک بعد دیگرے قیامت کے دھماکے ہونے لگے۔ بھاگنے اور مرنے والوں کی چیخیں دیر تک جاری تھیں۔ اتنے بڑے اسلحہ خانے میں بھرا ہوا بارودی سامان وہ نہ کر دھماکے کر رہا تھا توں لگ باقی جیسے آسمان پھٹ پڑا ہے۔ مضبوط دیواروں کے پتھر روٹی کے ٹکڑوں کی طرح نفاضیں اڑتے اور ٹکڑے تبارہ تھے۔

ایڈی پاؤل اور دوسرے غیر ملکی اینٹ اس جگہ سے تقریباً ایک ہزار گز کے فاصلے پر تھے اس لیے محفوظ تھے۔ وہاں کی چار دیواری سے نکل کر بھاگتے ہوئے دور باغیچے کی گھاٹ پر اوندھے ٹریلنگ تھے۔ سلمان نے میرے لیے میں کہا "بیو ایڈی پاؤل! قیامت کے دھماکے پر سے بچ کر شرمیں گنج رہے ہیں۔ تم ان لوگوں کو فرار کے قدموں کی چاب سمجھ سکتے ہو۔"

اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ آگ کے دبیز شیلے آسمان کو چبے۔ چھوٹے چھوٹے انسان کی روشنی میں رات دن ہو گئی تھی۔ بہت دور سٹیج ہوا صاحب! آپ کیا کر رہے ہیں؟ یہ جنگی اصولوں کے خلاف ہے۔ جنگ شروع کرنے سے پہلے مذاکرات ہوتے ہیں۔ اس میں وہ ان کا حکم کرنے کی کوششیں کی جاتی ہیں۔ کوششوں میں ناکام ہونے

کے بعد جنگ شروع ہوتی ہے۔"

سلمان نے کہا "اگر یہ جنگ ہوتی تو میں اصولوں کا پابند رہتا۔ جنگ تو دو ملکوں اور دو فوجوں کے درمیان ہوتی ہے۔ میرا کوئی ملک نہیں ہے۔ میری کوئی فوج نہیں ہے اور تمہارا بھی یہ ملک نہیں ہے۔ تمہیں افغانستان کی زمین پر فوج رکھ کر لڑنے اور سیاسی سازشیں کرنے کا حق کس نے دیا ہے؟"

وہ بولا "میاں کے مسلمانوں نے ہمیں مدد کے لیے پکارا تھا اس لیے ہم آئے ہیں۔"

"مسلمان مدد کے لیے صرف خدا کو پکارتا ہے۔ تمہیں جن نام غلام مسلمانوں نے پکارا وہ بین الاقوامی دلال ہیں تم نے۔ چار سو سال سے روس کے خلاف میاں کے مجاہدین کی مدد اس لیے نہیں کی کہ تمہیں مسلمانوں سے محبت ہے۔ تم اپنے مقابلے کی سپرداروں کو پکارتا چاہتے تھے۔ تمہیں افغان مجاہدین کا احسان ماننا چاہیے کہ انہوں نے اپنی زمین پر تمہاری جنگ لڑی اور تمہارے دشمن روس کو شکست فاش دی۔"

"تمہاری ہر بات سر آٹھوں پر مگر یہ دھماکے بند کرو۔ پھر پراسن فضا میں نکلے گا۔"

"ابھی سر پر جوتے پڑے ہیں اس لیے میری باتیں سر آٹھوں پر لے رہے ہو۔ اگر تم افغان قوم کے اچھے اور سچے دوست ہو تو فوراً میاں سے پہلے ہزار ہا افغانوں کو اپنے طور پر میاں اسلامی حکومت قائم کرنے دو۔ لیکن اسلامی حکومت تو تمہاری پالیسیوں کے خلاف ہے اس لیے تم میاں مجاہدین کو آپس میں لڑا رہے ہو اور اپنے زر خرید مسلمانوں کے ذریعے میاں اپنی پسند کی حکومت قائم کرنا چاہتے ہو۔"

زبردست دھماکے مسلسل ہورہے تھے قلعے کی مضبوط اور موٹی دیواریں گر رہی تھیں۔ اس کا وہ حصہ کھنڈر ہو چکا تھا جہاں اسلحہ خانہ تھا۔ وہ افسردہ نظروں سپاہیوں کے ساتھ دوڑتے آ رہے تھے۔ کیونکہ ایک قلعے میں وہی جگہ محفوظ تھی جہاں غیر ملکیوں نے پناہ لے رکھی تھی! میں اس سے ایک افسر نے سیلٹ کرتے ہوئے کہا۔ "سر! مسٹراس کی گاڑی قلعے میں داخل ہو گئی ہے۔"

ایڈی پاؤل نے گھاٹ پر سے اٹھتے ہوئے پوچھا "کیا اس گاڑی کو روکا گیا ہے؟"

"سر! ہمارے افسروں کے داغ خراب ہو گئے ہیں۔ جن سپاہیوں نے اس گاڑی پر قازق کی اس کے جواب میں افسروں نے اپنے سپاہیوں پر گولیاں برسا کر انہیں ہلاک کر دیا اس کے بعد خود ان افسروں نے ایک دوسرے پر گولیاں چلائیں۔ عقل یہ سمجھنے سے قاصر ہے کہ ہمارے لوگ خودی ایک دوسرے کو کیوں ہلاک کر رہے ہیں؟"

وہ بولا "تو تان سن! فریاد اور اس کی پوری ٹیم ٹیلی بیسی جاننے والی ٹیلی ہمارے تمہارے داغوں میں گھسی ہوئی ہے۔ پارس

کارستانہ دو کا عزت اور احترام سے لے کر آؤ۔
ایڈی پاول کے ایک انگریز ساتھی نے کہا "مشترک پاول! افراد کو اس زیادتی سے روکنے کا ایک ہی طریقہ ہے اس کے بیٹے پاس کو گرفتار کر کے اسے گرفتار کر رکھا جائے۔"
ایک افسر نے کئی سیدھی کرتے ہوئے کہا "پاس کے خلاف کوئی منصوبہ بنانے والا دوسری سانس نہیں لے گا۔"
یہ کہنے ہی اس نے ایڈی پاول کے انگریز ساتھی کو گولی مار دی۔ پاول نے غصے سے اس افسر کو دیکھا پھر دوسرے افسر سے کہا "اس سے کچھ نہیں اور گرفتار کر ڈالو اس سے میرے دوست کو گولی مارنے کی اطمینان جرات کی ہے۔"
دوسرے افسر نے ایڈی پاول کو کشتے پر رکھ کر کہا "تمہارے ساتھی کو میرے ساتھی افسر نے نہیں فریادے گولی ماری ہے تمہارا بھی ایسا انجام ہو سکتا ہے لیکن فریاد تمہیں مذاکرات کے لیے زعمہ رکھنا چاہتا ہے یا زور پاس کا استقبال کرو۔"
"میں میں ابھی جا رہا ہوں۔ دیکھو گولی نہ چلاؤ۔ مجھے اوجھلے چلو۔ ہم سب مل کر اس کا استقبال کریں گے۔"
دوسرا افسر جانے لگا۔ توہ اور پاس گاڑی میں بیٹھ ہوئے تھے توہ کے ہاتھوں میں کلاخوف تھی لیکن اس سے ایک گولی بھی چلانے کی نوبت نہیں آئی تھی۔ قلعے میں داخل ہونے کے بعد وہ دلچسپی تھی کہ جہاں سے گاڑی گزرتی تھی اور سپاہی گولیاں چلاتے آتے تھے وہاں وہ خود ایک دوسرے کو ہلاک کرنے لگتے تھے۔
گاڑی ڈرائیو کرنے والا مجاہد بھی شدید جراتی سے کہ رہا تھا "یہ تو جھوٹ لگتا ہے ہم مجاہدین بھی اس قلعے کے سامنے سے گزر نہیں سکتے تھے اور آج ایسے داخل ہو رہے ہیں جیسے اپنے گھر میں آئے ہوں۔ برادر حماد! گاڑی کو کھڑے جاؤں؟"
"اس قلعے کے ہر حصہ سے گزرتے رہو۔ ذرا دیکھو تو سہی، کتنا راکھ ہو چکا ہے اور کیا بچا ہوا گیا ہے؟"
ایک جگہ چند انگریز اور مقامی سپاہی اور افراسن اور صل کا جھنڈا لہراتے آ رہے تھے۔ سلمان نے کہا "پاس! یہ ایڈی پاول اور غیر ملکی ایجنٹ ہیں، صل کے لیے آ رہے ہیں ان کے غبارے سے سپرادر کی ہوا نکل رہی ہے یہ ہمیں نقصان نہیں پہنچائیں گے۔"
پاس نے گاڑی روکنے کے لیے کہا۔ گاڑی رگڑ گئی۔ ایڈی پاول نے آگے بڑھتے ہوئے کہا "مشترک! ہم سب آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ پلیز اپنے پایا سے کوئی تازی دوک دیں، ہمیں یہاں سے بچنا پڑتا ہے۔"
پاس نے گاڑی سے باہر آکر کہا "ہم اتنے احسان فراموش بھی نہیں ہیں کہ افغانستان پر تمہارے احسانات کو بھول کر ہمیں یہاں سے بھاگوں۔ تمہارے سپرادر نے یہاں کی چودہ سالہ جنگ میں افغان مجاہدین کو بے انتہاد دولت اور اسلحہ دیلا، ایسی امداد کے بغیر

دو کی پہلی شکل میں مجاہدین نے امریکا کی برتری اور اپنے ملک کی آزادی کے لیے جنگ لڑی ہے۔"
ایڈی پاول نے کہا "آپ درست فرماتے ہیں۔ لیکن یہ کہ آپ کے امریکا کو برتری حاصل ہو چکا ہے، پھر طرح آپ نے دولت اور اسلحے سے مدد کی تھی اسی طرح ایک آزاد اسلامی حکومت قائم کرنے میں ان سے تعاون کریں۔ سپرادر پالیسی نے مجاہدین کو ایک دوسرے کے خلاف مختلف گروہوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ تو ہم کو سپرادر کے ایجنٹ بن کر اسی شرط پر مدد دے سکتے ہو کہ مجاہدین کے اختلافات فسخ کرنے کی کوشش کرو۔ پھر بھی مجاہدین کو سمجھنا آتا ہوں، خدا کے لیے صل کے باغی بنو اور یہ دیکھیں کہ دنیا کے تمام اسلامی ممالک کو کس طرح آپہنچ لایا جا رہا ہے ان کی اطمینان عدوتوں سے استراحت اور مغربی ممالک کو کس قدر سیاسی قوتیں حاصل ہو رہی ہیں۔"
"مشترک! اس سے بڑی بات اور کیا ہوگی کہ مجاہدین آپہنچ کے اختلافات کے ذریعے حکومت قائم کرتے ہیں وہ حکومت کبھی کسی سپرادر کے ہواؤ میں نہیں آتی۔ کوئی سپرادر ان کے ملک میں ان کی حکومت کو بدلنے کی جرات نہیں کرتا۔"
سپرادر کے ایک اور ایجنٹ نے کہا "ہم تمام مجاہدین کے گروہوں کے لیڈروں کو دعوت دیں گے کہ وہ یہاں آتے ہیں اور ہمارے سامنے بیٹھ کر اپنے اختلافات دور کریں۔"
پاس نے کہا "کوئی کوشش کرتے رہیں سے اختلافات رشتہ فسخ ہو جائیں گے۔ آپ بھی کسی ایک یا دو گروہوں کی زیادہ حمایت نہ کریں، ہم نے اسلحہ خانہ اسی لیے تیار کیا ہے کہ یہاں سے آپ کے پیچھے گروہ کو اسلحہ پہنچایا جاتا تھا اگر آئندہ بھی ایسا ہو تو تمہیں اسلحہ پہنچانی کرنے اور سیاسی چالیں چلانے والے ایجنٹ اس ملک میں زندگی کی ایک سانس نہیں لے سکیں گے۔"
توہ نے ہاتھیں سن رہی تھی۔ پاس گاڑی میں آکر بیٹھ گیا پھر مجاہد ڈرائیو سے بولا "واپس چلو۔"
گاڑی گھوم کر واپس جانے لگی۔ توہ نے کہا "تم یہاں کے مختلف گروہوں کو نہیں جانتے ہو، تمام گروہوں کے لیڈر بھی ایک دوسرے سے سمجھوتہ نہیں کریں گے اور یہ امریکی ہریک کارل اور کسٹمنڈ جیسے مفاد پرست لوگوں کو کابل حکومت میں لے آئیں گے۔"
پاس نے کہا "توہ! تم نے ایک بار پہلے بھی ہریک کارل اور کسٹمنڈ کے خلاف اپنی رائے ظاہر کی تھی۔ میں اور پاپا اس لیے خاموش رہے کہ یہ تمہاری ذاتی رائے ہے، ہر شخص اور گروہ کا اپنا ایک نظریہ ہوتا ہے اگر کسی دن، ہریک کارل اور کسٹمنڈ یہاں ایک مضبوط اور پرامن حکومت بنانے میں کامیاب ہو جائیں تو ہمیں اپنے مخالفانہ نظریے پر شرمندگی ہوگی۔"

میں دعوے سے کہتی ہوں کہ وہ کبھی کامیاب نہیں ہوں گے۔
میں کا ہر گروہ ایک دوسرے کے خلاف ایسا ہی دعویٰ کرتا ہے۔
پہن مجاہدین یہاں اپنی حکومت چاہتے ہیں۔ ایران کی ہے جنگ کرنے والے مجاہدین یہاں اپنا قلعہ چاہتے ہیں۔
ایٹلیا اپنے مفادات کے لیے جنگ کر رہی ہے۔ امریکا کی حاصل کرنے والے مجاہدین اپنا اقتدار چاہتے ہیں۔
ہر ملک کے گروہ ہوتے دکھائی دے رہے ہیں۔
ہولی "پاس! ہم افغانی ہیں، ایک بار کسی کو دشمن سمجھ لینے دے، تم تک اسے دشمن ہی سمجھتے رہتے ہیں۔"
"دشمن سمجھتا ہوں، تم سب اپنے دشمن آپ ہو۔ اپنے سے لڑ رہے ہو۔ اپنے مذہب سے لڑ رہے ہو۔ یہ غلط ہے کہ میرا ان آکر دشمنی کرتے ہیں۔ باہر کے دشمن تو ایک قوی اتحاد باگ جاتے ہیں مگر اپنے اندر کے دشمن کو مارنا یا بگاڑنا بہت آسان ہے۔"
اس نے دوسری طرف منہ پھیر کر وہ پاس کی باتیں نہیں سمجھ سکی، لیکن ہمیں چاہتی تھی۔ پاس نے بھی خاموشی اختیار کر لی۔
موسم کے مجاہدین کو یہ برہنہ جنگی کتبہ اور حماد نے کتاہ کر دیا ہے وہ انہیں واپس آنا دیکھ کر خوشی میں ہوا کی کہنے اور اچھل اچھل کر قہقہے کرنے لگے پاس کو اپنے دل پر اٹھا کر تپنے لگے۔ وہ تھوڑی دیر تک سرفوں کا اظہار کرتے ہوئے خاموش رہے۔
بڑے پوچھا "مشترک! ہماری سمجھ میں آیا ہے کہ اتنی بڑی باتیں کتنی جتنی کے ذریعے نصیب ہوئی ہے۔ اب قلعے کی کیا بات ہے؟"
"ہو لا! اسلحہ خانہ مکمل طور پر تیار ہو گیا ہے۔ وہاں ایک بھی اور گولہ یا دھواں نہیں رہا۔ آج کل قلعہ کھنڈر بن چکا ہے وہاں ناؤں اور غیر ملکی ایجنٹوں نے ہتھیار ڈال دیے ہیں۔"
کناڑے خوش ہو کر کہا "مرحبا حماد! مرحبا! اب تو اس قلعے پر فتح ہو گئی۔"
توہ نے کہا "مشترک! ہمیں یہ خوشی نہیں دے گی۔ کیونکہ ماہی نے قلعہ بھر غیر ملکی ایجنٹوں کے حوالے کر دیا ہے۔"
لڑنے کے جراتی نے پوچھا "کیا یہ سچ ہے؟"
پاس نے کہا "سچ ہے جس امریکا نے چودہ برس تک آپ کو اور ڈالرز دیے اس کے ایجنٹوں سے ایک قلعہ چھین کر میں انہیں فراموشی کا الزام نہیں لگنا چاہتا تھا۔ آپ وہ قلعہ لڑنے کے کابل میں اپنی حکومت نہیں بنا سکتے تھے۔"
لڑنے نے کہا "ہم ان کی حکومت بنائے ہیں یا نہیں۔ یہ آپ باتیں کر رہے ہیں اس قلعے پر قبضہ حاصل تو ہمارا دہ بدہ جائے ہمارے نے پوچھا "یعنی آپ لوگ صرف دہ بدہ چاہتے ہیں۔"

ایک دوسرے پر ہیبت لے جانے والی جنگ جاری رکھنا چاہتے ہیں۔ ایک متحدہ قوی حکومت بنانے کا راستہ اختیار نہیں کرتا چاہتے؟"
"یہاں ہم چاہتے ہیں لیکن ہماری اپنی حکومت ملنے سے حکومت قائم ہوگی۔ آپ ہمارے سمان ہیں دوست ہیں۔ دوستی کا ثبوت دیں اور وہ قلعہ خالی کریں۔ ہم سچ ہوئے ہی وہاں چڑھ سوسن کا پرچم لہرائیں گے۔"
"مجھے افسوس ہے، میں وہ قلعہ ان کے حوالے کر آیا ہوں۔ وہی ہوئی چیز واپس نہیں لوں گا۔"
کناڑے نے پوچھا "آپ انکار کر رہے ہیں؟ یعنی ان کی حمایت کر رہے ہیں کیا آپ بھی امریکی ایجنٹ ہیں؟"
"ہرگز نہیں! دنیا جانتی ہے کہ فریاد علی تیمور اور اس کا پورا خاندان امریکا کا دوست کبھی نہیں رہا۔ لیکن ہم انصاف کے تقاضے پورے کرنے کے لیے دشمنوں کے معاملے میں بھی جگہ پیدا کرتے ہیں۔"
ایک بزرگ نے پوچھا "مخلی بیٹی جاننے والے فریاد سے تمہارا کیا تعلق ہے؟"
"میں فریاد علی تیمور کا بیٹا ہوں۔ آپ حضرات اپنی عقل سے سمجھتے ہیں۔ میں اپنی عقل سے سمجھتا ہوں آپ نے مشکل جہاد کیا اور دوس سے اپنے ملک کو چھین لیا لیکن آج تک یہ چھوڑنا سا قلعہ کیوں نہیں چھین سکے؟"
کناڑے نے ناگواری سے پوچھا "کیا تم آج کی کامیابی پر مغرور ہو کر نہیں غصے رہے ہو؟"
"میں کہہ چکا ہوں کہ سمجھا رہا ہوں۔ سمجھو کہ چودہ سالہ جنگ کے دوران تم سب متحد ہو کر دوس سے لڑتے تھے اس سپرادر کو بھاگنے کے بعد یہاں اقتدار حاصل کرنے کے لیے تمہارا اتحاد ٹوٹ گیا۔ تم سب گروہوں میں جیسے پہلے سے ہوئے تھے اب پھر ٹک گئے ہو۔ اگر تم کسی غیر ملکی کے قلعے پر حملہ کرتے ہو تو تمہارے ہی وطن کا دوسرا گروہ ان غیر ملکیوں کے لیے ڈھال بن جاتا ہے ایسی صورت میں تم ایک چھوٹا سا قلعہ فتح نہیں کر سکتے۔ اسے طعنہ نہ سمجھو۔ میرے غلظ اور دوستی پر شہ نہ کرو۔"
توہ نے کہا "یہ غلط ہے دانشمندی کی باتیں ہوں گی۔ ہم سب اس پر غور کریں گے لیکن میری ایک عرض ہے کہ تم افغانی مزاج کو نہیں سمجھتے ہو۔ اس لیے مجاہدین کو ان کی حکمت عملی کے مطابق چلنے دو۔ میری دوسری عرض یہ ہے کہ تمہارے پایا پلک بیٹھنے کی وہ قلعہ خالی کر سکتے ہیں، تم ہمارے ان مجاہدین کو سچ سے پہلے وہاں پرچم لہرانے دو۔"
"توہ! تم میرا جواب سن چکی ہو۔ پھر بھی ضد کر رہی ہو؟"
"وہی! تمہاری جیت کو ہار میں بدل رہے ہو اور مجھے ضدی کہہ رہے ہو۔ غیر ملکیوں کو ذلت آمیز گفت دینا۔ بیچ سے میری

چھوڑ دو، میرے ساتھ ازبکستان چلو۔ جب یہاں امن و امان ہو جائے گا اور تمہاری قومی انگٹوں کے مطابق جمہوری حکومت قائم ہو جائے گی تو واپس چلی آنا۔“

”میں تمہیں بار بار کہہ چکی ہوں کہ اپنا ملک چھوڑ کر کیس نہیں جاؤں گی۔“

”کچھ عرصہ کے لیے جاؤ گی تو یہاں سے تمہارا رشتہ نہیں ٹوٹے گا، تمہیں یہاں دوبارہ داخل ہونے سے کوئی نہیں روکے گا۔“

”میں شادی سے پہلے اپنا فیصلہ تمہیں سنا چکی تھی اب تم اس سلسلے میں بحث نہ کرو۔“

”تو پھر میری فیصلہ سن لو۔ میں یاں لوگوں کی عافیتیں مول لے کر نہیں رہوں گا، صبح تک یہ ملک چھوڑ دوں گا۔“
 لیلیٰ نے کہا: ”تو! اپنے شوہر سے خد بحث نہ کرو۔ وہ تھماری بہتری کا ہوتا ہے۔“
 توہ نے فٹسے سے جیج کر کہا: ”تم ابھی تک میرے اندر موجود ہو؟ یہ کسی زبردستی ہے؟ کیا مجھے میرے شوہر کے ساتھ تھما رہے نہیں دوگی؟ چلی جاؤ میں کسی ہوں چلی جا رہا ہوں۔“
 ”تو! اس کے چکی ہوں جب تک میرے بیٹے کا فیصلہ تسلیم نہیں کیا جائے گا، جب تک مجھے یقین نہیں ہوگا کہ یہ پوری طرح محفوظ ہے جب تک میں اپنے تمام ٹیلی فنی جاننے والے ساتھیوں کے ساتھ رہوں گا۔“

”ہاں“ وہ سب لیزر اور کانڈرو فیبر کے اندر موجود ہیں اور ان میں سے کسی کو میرے بیٹے کے خلاف کوئی چال چلنے نہیں دیں گے۔“

وہ بولی ”پارس! اپنی امی سے کہو باہر کسی کے دماغ میں رہیں اور ہمیں تنہا چھوڑ دیں۔“

وہ بستر سے اٹھ کر یوٹا۔ ”سب اہم خاموشیوں میں سے ایک جگہ چلو۔ میں یہاں سے جا رہا ہوں، تمہارے دل میں میرے لیے جگہ ہے تو میرے ساتھ چلو۔ ورنہ اپنے غلط فیصلوں پر پچھتانے کے لیے یہاں رہ جاؤ۔“

وہ دروازہ کھولتا ہوا باہر نکلیا۔ وہاں دور تک مجاہدین اور ان کے لیڈر اور کانڈر وغیرہ بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک دوسرے سے مقامی

زبان میں زور زور سے بول رہے تھے۔ پارس کو دیکھتے ہی چپ ہو گئے۔ وہ ان کے درمیان آکر کھڑا ہو گیا۔ توبہ جی مکان سے نکل کر اس کے پاس آگئی۔ پارس نے لیڈر سے کہا۔ ”میں نے ایک مقتول فیصلہ سنا تھا۔ امید ہے کہ آپ حضرات نے اس پر غور فرمایا ہوگا۔“

ان سب نے توبہ کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ بولی۔ ”مجھے الحوس ہے، میں اپنے خاوند کا فیصلہ بدل سکی۔ یہ اس قلعہ کو اسن دمان کی آماجگنا بنا چاہتے ہیں اس لیے تمام گروہوں کے

ہم اس قلعے پر لڑائیں گے۔
کمانڈر نے کہا۔ ”تم غیر ملکی دلاؤں کے پرچموں کے ساتھ اپنے پرچم کو ناپاک نہیں کریں گے۔ مسٹر پارس! تم ہمارے پرچم کی بے حرمتی کرنا چاہتے ہو۔“

لڑنے لگا۔ ”یہ بات صاف طور سے سمجھ میں آ رہی ہے کہ تم ہمیں قلعے کے اندر کم غریب دشمنوں سے لگے لگا کر ہمارا گھاناٹے چاہتے ہو۔ تم درپردہ امریکی دلال ہو۔“

یہ کہتے ہی اس کی زبان داغوں کے درمیان آگئی۔ وہ تھلائے اور چیخنے لگا۔ کچھ لوگ اسے سنبھال رہے تھے اور اس کی تکلیف کی وجہ پوچھ رہے تھے۔ پارس نے کہا۔ ”مجھے تو پچھو۔ تمہارے لیڈر نے مجھے امریکی دلال کہا۔ یہ بات غلط ہے اس لیے یہ اذیت میں جتا ہوا گیا ہے۔ آپ حضرات سے میری التجا ہے کہ جوش اور غصے میں میرے خلاف کوئی بات نہ کریں اور نہ ہی میری مخالفت میں کوئی قدم اٹھائیں۔“

توبہ نے کہا۔ ”آپ حضرات نے دیکھا ہے کہ میرے خاوند نے چند منٹوں میں لاکھوں ڈالر زکات اسلحہ تیار کرادیا۔ آج قلعے کو کھنڈر بنا دیا۔ آپ سب میرے اپنے ہیں۔ میں بھی التجا کرتی ہوں کہ آپ نہایت سنجیدگی اور غصے سے داغ سے کسی نتیجے پر پہنچیں۔“

کمانڈر نے کہا۔ ”جیسی ہوئی بازی ہمارے سامنے ہے۔ ہم ابھی قلعے میں جا سکتے ہیں مگر تمہارا خاوند ہمیں غصہ دل رہا ہے۔“

”غصہ کرتے وقت سوچ لو کہ تم سب کے سروں پر ٹیلی بیٹھی کا عذاب نازل ہو چکا ہے۔ ٹیلی بیٹھی کے ہتھیار سے وہ قلعہ محفوظ نہیں رہا تو تم سب کیسے محفوظ رہو گے؟ چند منٹوں میں یہاں ایک ایک جوان مارا جائے گا۔ اس لیے غصے اور دشمنی کی بات نہ کرو۔ بے موت مرنے کا راستہ اختیار نہ کرو۔“

کمانڈر نے پارس کو نشانے پر رکھتے ہوئے کہا۔ ”اگر میں اسے گولی مار دوں تو ٹیلی بیٹھی اسے بجائے کی؟“

اس کا گھبراہٹ والا ہاتھ آپ ہی آپ گھومتے لگا۔ مگر اس کی کینچی سے جا کر لگ گئی۔ سلمان نے سوچ کے ڈر لیے کہا۔ ”ٹیلی بیٹھی اس طرح پارس کو پچھانے گی۔ دیکھو تمہاری اپنی گن تمہاری اپنی کینچی سے لگ گئی ہے۔ تم لاکھ کوششیں کرواؤ اسے یہاں سے نہیں ہٹا سکو گے۔“

وہ ہٹانے کی کوشش کرنے لگا۔ پھر چیخ کر بولا۔ ”ٹیلی بیٹھی میری گن سے میرا نشانہ نہ لے رہی ہے مجھے بچاؤ۔“

آس پاس کھڑے ہوئے جوان اس گن کو اس کی کینچی سے ہٹانے کے لیے آئے۔ سلمان نے کمانڈر کے ڈر لیے ایک ہوائی فائر کیا۔ وہ جوان دور پھلے۔ کمانڈر نے پھر گن کو اپنی کینچی پر رکھ کر کہا۔ ”مجھے بچانے کا ایک ہی طریقہ ہے۔ پارس کو یہاں سے صبح سلامت جانے دو۔“

اس چوہین پر سب لوگ ساکت و جامد رہ گئے۔ وہ اپنے

کمانڈر کی حرام موت نہیں چاہتے تھے۔ لیڈر نے کہا۔ ”کمانڈر نے کہا۔ ”ہم غیر ملکی دلاؤں کے پرچموں کے ساتھ اپنے پرچم کو ناپاک نہیں کریں گے۔ مسٹر پارس! تم ہمارے پرچم کی بے حرمتی کرنا چاہتے ہو۔“

لڑنے لگا۔ ”یہ بات صاف طور سے سمجھ میں آ رہی ہے کہ تم ہمیں قلعے کے اندر کم غریب دشمنوں سے لگے لگا کر ہمارا گھاناٹے چاہتے ہو۔ تم درپردہ امریکی دلال ہو۔“

یہ کہتے ہی اس کی زبان داغوں کے درمیان آگئی۔ وہ تھلائے اور چیخنے لگا۔ کچھ لوگ اسے سنبھال رہے تھے اور اس کی تکلیف کی وجہ پوچھ رہے تھے۔ پارس نے کہا۔ ”مجھے تو پچھو۔ تمہارے لیڈر نے مجھے امریکی دلال کہا۔ یہ بات غلط ہے اس لیے یہ اذیت میں جتا ہوا گیا ہے۔ آپ حضرات سے میری التجا ہے کہ جوش اور غصے میں میرے خلاف کوئی بات نہ کریں اور نہ ہی میری مخالفت میں کوئی قدم اٹھائیں۔“

توبہ نے کہا۔ ”آپ حضرات نے دیکھا ہے کہ میرے خاوند نے چند منٹوں میں لاکھوں ڈالر زکات اسلحہ تیار کرادیا۔ آج قلعے کو کھنڈر بنا دیا۔ آپ سب میرے اپنے ہیں۔ میں بھی التجا کرتی ہوں کہ آپ نہایت سنجیدگی اور غصے سے داغ سے کسی نتیجے پر پہنچیں۔“

کمانڈر نے کہا۔ ”جیسی ہوئی بازی ہمارے سامنے ہے۔ ہم ابھی قلعے میں جا سکتے ہیں مگر تمہارا خاوند ہمیں غصہ دل رہا ہے۔“

”غصہ کرتے وقت سوچ لو کہ تم سب کے سروں پر ٹیلی بیٹھی کا عذاب نازل ہو چکا ہے۔ ٹیلی بیٹھی کے ہتھیار سے وہ قلعہ محفوظ نہیں رہا تو تم سب کیسے محفوظ رہو گے؟ چند منٹوں میں یہاں ایک ایک جوان مارا جائے گا۔ اس لیے غصے اور دشمنی کی بات نہ کرو۔ بے موت مرنے کا راستہ اختیار نہ کرو۔“

کمانڈر نے پارس کو نشانے پر رکھتے ہوئے کہا۔ ”اگر میں اسے گولی مار دوں تو ٹیلی بیٹھی اسے بجائے کی؟“

اس کا گھبراہٹ والا ہاتھ آپ ہی آپ گھومتے لگا۔ مگر اس کی کینچی سے جا کر لگ گئی۔ سلمان نے سوچ کے ڈر لیے کہا۔ ”ٹیلی بیٹھی اس طرح پارس کو پچھانے گی۔ دیکھو تمہاری اپنی گن تمہاری اپنی کینچی سے لگ گئی ہے۔ تم لاکھ کوششیں کرواؤ اسے یہاں سے نہیں ہٹا سکو گے۔“

وہ ہٹانے کی کوشش کرنے لگا۔ پھر چیخ کر بولا۔ ”ٹیلی بیٹھی میری گن سے میرا نشانہ نہ لے رہی ہے مجھے بچاؤ۔“

آس پاس کھڑے ہوئے جوان اس گن کو اس کی کینچی سے ہٹانے کے لیے آئے۔ سلمان نے کمانڈر کے ڈر لیے ایک ہوائی فائر کیا۔ وہ جوان دور پھلے۔ کمانڈر نے پھر گن کو اپنی کینچی پر رکھ کر کہا۔ ”مجھے بچانے کا ایک ہی طریقہ ہے۔ پارس کو یہاں سے صبح سلامت جانے دو۔“

اس چوہین پر سب لوگ ساکت و جامد رہ گئے۔ وہ اپنے

جس کے باعث وہ زخمی ہو گئی تھی۔
اس کے ذہن میں سوال پیدا ہوا کہ کارمن سے اس کی ملاقات کیسے ہوئی؟ وہ اسرائیل کیسے پہنچی تھی؟

اس کی یادداشت نے جواب دیا۔ یہ وہ پراسٹور اور جان لیوڑا کی طرف سے یہاں آئی ہے۔ پہلے الیہ کے بیٹوں میں تھی۔ اب ایک رنجی زادی لارا کے بیٹوں میں ہے۔ اس نے ٹرانسٹرانس مشین سے گزر کر ٹیلی بیٹھی کا علم حاصل کیا ہے۔ پراسٹور نے اسے سر دام کا خطاب دیا ہے اور وہ ایک خاص مشن پر اسرائیل آئی ہوئی ہے۔

یہ سب کچھ یاد کرنے کے دوران وہ دور ماضی تک پہنچی تو یکدم عیدداشت دوش ہو گئی وہ فوراً ہی بستر سے اٹھ کر بیٹھ لی۔ بے اختیار زبان سے بولی۔ ”میں سوینا ثانی ہوں۔“

وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس خواب گاہ کو دیکھنے اور سوچنے لگی۔ اسے ایک ایک یاد یاد آ رہی تھی کہ کئی لے اس پر غریبی عمل کے اسے سلوانہ بنایا تھا۔ پھر وہ مختلف چکروں میں پڑی ہوئی جان راک کے ہاتھ لگ گئی تھی۔ وہ اس کی ملا جلیوں سے بے حد متاثر تھا۔ اس نے کئی طرح سے اس کی وقاداروں کو آزما یا پھر اسے ٹرانسٹرانس مشین سے گزار کر ٹیلی بیٹھی کا علم کھدایا۔

پھر یہ بھی یاد آیا کہ وہ تمام گولڈن برنز کو نوپ کرنے اور ایک لڈن برن کارمن (ٹیلی) کو قتل کرنے آئی ہے لیکن اس کارمن نے اپنی عمر کی دھڑکی ہو گئی ہے، جو محبت میں بدل چکی ہے۔

اب یہ محبت ایک گالی لگ رہی تھی کیونکہ وہ تو علی پر جان دیتی تھی اور ایک دن اس کی شرکس حیات بنا تھا۔ اس نے داری سے سوچا۔ ”یہ کم بخت کارمن کہاں سے محبت کرنے کے بہ آواز ہے؟ وہ بھی یہودی؟“ اس کی کھوپڑی تو ڈونڈ گئی۔

یہ بات بھی مزاج کے خلاف تھی کہ وہ کارمن کے ساتھ بیت غصہ آئی ہے اور اس کے ساتھ اس بیٹنگ میں ہے۔ پھر یہ کہ وہ ابھی ایک گولڈن برن واسکوڈی تھا کہ ہے۔

وہ سوچنے لگی۔ اب اسے ذہن کیم کھلنا ہو گا۔ پہلے وہ سلوانہ یا ہارام بن کر پراسٹور کے لیے گولڈن برنز کو نوپ کرنے آئی تھی۔ بک کر حقیقتاً وہ سلوانہ نہیں سوینا ثانی ہے اور اب اسے صرف گولڈن برنز کو ہی نوپ کرنا نہیں ہے بلکہ پراسٹور اور لیوڑا کو بھی لارنا ہے۔

موت حال بدل چکی تھی اب اسے اپنے باپ فرما اور اپنے بچے علی تیور کے لیے نئے سرے سے مکمل شروع کرنا تھا اور پہنا کرنے سے پہلے یہ سمجھنا تھا کہ وہ کارمن کے ساتھ بیت غصہ کیوں آئی ہے؟ یہاں آئے کا کوئی تو متفقہ ہو گا؟
پھر ایک یاد آیا کہ کارمن بھی اس کی طرح بیچلی زندگی کو لارنا تھا۔ وہ اصل میں کارمن میرا نہیں تھا۔ کوئی اور تھا۔ اس کی بیٹھ اسے بھی یاد نہیں آتا تھا کہ وہ کون ہے؟ کیا واقعی

یہودی ہے؟
اور اسی مذہبی شناخت کے لیے وہ بیت المقدس آئی تھی۔ کیونکہ یہی ایک ایسی مشترک عبادت گاہ ہے جہاں یہودی جیسا کہ مسلمان اپنے اپنے خدا کو یاد کرتے آتے ہیں۔ وہ کارمن کے ساتھ خدا سے پوچھنے آئی تھی۔ اے ہمارے مقبوضہ ہم تجھے کس مذہبی شناخت سے پکاریں؟

اور غالی کو اپنی دعا کا جواب مل گیا تھا۔ اسے معلوم ہو گیا تھا کہ الحمد للہ وہ مسلمان ہے۔ وہ سوچ رہی تھی۔ مجھے یاد آ گیا ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ نے اس پر بھی کرم کیا ہو گا۔ اسے بھی یاد آئی گیا ہو گا کہ وہ۔۔۔

وہ سوچتے سوچتے رک گئی۔ کمرے کا دروازہ کھل رہا تھا اور وہاں کارمن نظر آ رہا تھا۔ وہ خوش ہو کر پوچھنا چاہتی تھی کہ اسے کچھ یاد آئی ہے یا نہیں؟ وہ مسلمان ہے اور اس کا کام ثانیہ سلمان عرف سوینا ثانی ہے۔

وہ بولنے بولنے رک گئی۔ اس کی حاضر دماغی نے کہا۔ ”پہلے یہ معلوم کرو کہ کارمن کی یادداشت واپس آئی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو پھر یہ یہودی رہے گا اور یہ معلوم ہونے پر کہ میں فریاد علی تیور کے خاندان سے تعلق رکھتی ہوں، میرا دشمن بن جائے گا۔“

وہ کمرے میں آکر مسکراتے ہوئے بولا۔ ”یہ تو کچھ یاد آئی ہے یا نہیں؟“

”ہاں تمہیں یاد آئی؟“

”مجھے سے کیوں پوچھ رہی ہو؟“

”پہلے تم تازہ پھر میں بتاؤں گی۔“

”تم نہ بھی بتاؤ تو میں جانتا ہوں۔ تم میری جان سوینا ثانی ہو۔“

اس نے حیرانی سے دیکھا۔ وہ بولا۔ ”پہلے میں تمہیں اپنے داغ میں آنے نہیں دیتا تھا۔ اب آ سکتی ہو۔ میرے خیالات پڑھ سکتی ہو۔“

وہ بستر پر آکر جادوں شانے چت لیٹ گیا۔ ثانی اس کے اندر پہنچ کر چور خیالات پڑھتا چلتی تھی۔ علی کی پہلی ہی سوچ نے چونکا دیا۔ وہ خوش تھی مگر بے چینی سے بولی۔ ”تم۔۔۔ تم علی ہو۔ میرے علی ہو؟“

”تم میری زبان پر مجھو سا نہیں کر دو گی۔ اس لیے اپنے داغ میں آنے دے۔“

اسے یقین نہیں آتا تھا کہ اتنی بڑی خوشی مل گئی ہے۔ اس کا محبوب اس کے بالکل قریب ہے۔ اس نے طرح طرح سے چور خیالات کو کھنگالنا پھر خوشی سے چنچنی ہوئی اس پر آگری۔ علی بھی دل کھول کر قہقہے لگنے لگا۔ وہ دو قاب تھے ایک قاب ہو کر بستر پر لوٹنے لگا۔

ان کی مسرتوں کی کوئی حد اور انتہا نہیں تھی۔ ایسی مسرتوں کی

مذہب زور لہوں میں دو محبت کے تواسے نہ جانے کتنی دور تک برہم جاتے لیکن وہ فوراً الگ ہو گئے۔ ہرگز کے ایک سرے پر علی اور دوسرے سرے پر ثانی چلی گئی۔ پھر علی حقیقت کے دیکھنے لگا اور وہ شہر کا نظریں پرانے لگی۔ دونوں کے مزاج میں جنسی خواہش اور ہوس پرستی نہیں تھی۔ وہ دونوں اپنے جذبات کو گھمبیرا جانتے تھے۔ اس لیے زیادہ سے زیادہ ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑتے تھے اس سے آگے نہیں جاتے تھے۔

”ہولہ! ثانی! آج تمہیں پاکر مجھے نئی زندگی مل گئی ہے۔“
”تم نے تو مجھے اپنا کے دوپ میں ہی پھانسا لیا تھا۔ میں تو آج پہچان رہی ہوں۔ تم مجھے پہلے پایا تھا۔ میں آج پاری ہوں۔ جی چاہتا ہے کہ ایک عرصے کی طرح خوب اچھلتا کودتا شروع کر دوں۔ یہ تازہ جیس اپنی پچھلی زندگی کا یاد آئی؟“
”مجھ سے کیوں پوچھ رہی ہو۔ ابھی تم نے میرے خیالات پڑھے ہیں۔“

”تمام خیالات نہیں پڑھے۔ یہ یقین ہوتے ہی کہ تم میرے علی ہو! میں سب کچھ بھول گئی۔“
”گھنٹی بات نہیں! اب پڑھ لو۔“

”پڑھنا کیا ضروری ہے؟ تم خود ہی کیوں نہیں پڑھتے؟“
”بھئی! کچھ ایسی بات بھی ہے جس سے میں زبان سے نہیں کہہ سکوں گا۔ میں فون کے ذریعے بے مورگن سے باتیں کرتا ہوں! تم اپنی موجودگی ظاہر کیے بغیر میرے دماغ میں رہو کیونکہ بے مورگن بھی کسی ضرورت سے میرے اندر آسکتا ہے۔“

”وہ ٹیلیفون کے پاس جا کر بیٹور اٹھا کر خبردار کل کرنے لگا۔ رابطہ قائم ہوتے ہی اس نے کوڈورڈ ادا کیے پھر کہا ”ہیلو مورگن! کیا رپورٹ ہے؟“

”سرا! ہم نے اپنا کو حراست میں لینے ہی اسے بے ہوش کر دیا ہے تاکہ جان لیوڈا پاؤزی ہار کر اسے ہلاک نہ کر دے۔“

اپا نے ایک گولڈن برین جان فیل کو اپنا دیوانہ بنایا تھا۔ اسے اپنے پیچھے میں رات کے کھانے کی دعوت دی تھی۔ علی نے بے مورگن کو اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ اپا اور جان فیل کو بڑی ہوشیاری سے گھیرنا ہو گا کیونکہ لیوڈا بھی خیال خوافی کے ذریعے وہاں موجود ہو گا۔ جب وہ دیکھے گا کہ اپا ہاتھ سے نکلی جا رہی ہے تو کسی کو آواز دینا کہ اسے مار ڈالے گا۔ تاکہ ٹیلی میٹھی جاننے والی اسرا نیل میں نہ رہے اور گولڈن برینز اس سے محروم ہو جائیں۔

بے مورگن نے اپا کو گرفتار کرتے ہی بے ہوش کر دیا تھا۔ جان فیل کو بھی لٹری کی تحریک میں پھنسا دیا تھا تاکہ اسے فوری قوانین کے مطابق سزا دی جائے۔ علی نے کہا ”مورگن! ہماری ٹیلی میٹھی جاننے والی اپنا خطرے سے باہر نہیں ہے۔ لیوڈا اس کے ہوش میں آنے کا انتظار کرے گا یا پھر اسے قتل کرنے کے لیے کسی آلہ کار استعمال کرے گا۔“

”سرا! لٹری اسپتال میں سخت پہرا ہے۔ اسپتال کے اس مخصوص حصے میں صرف ایک ڈاکٹر ہی جاتا ہے۔ کسی دواؤں اور نرس کو بھی ادھر جانے کی اجازت نہیں ہے۔ اپا کو ایک مخصوص مدت تک کمر میں رکھا جائے گا۔ ہم لیوڈا کی کوئی چال کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔“
علی نے کہا ”اپا کچھ عرصہ تک فیلڈ میں نہیں رہے گی۔ مرز تو اور بیری ہو گن ہمارے خیال خوافی کرنے والے رہو گے۔ جڑ پالو کن کی کیا رپورٹ ہے؟“

”میں آپ سے اسی کا ذکر کرنے والا تھا۔ وہ ہمارا تیرا خیال خوافی کرنے والا پورے فارم میں ہے۔ اس کا برین واش کرنے کا بعد پناہ کرنے والے نے یقین دلایا ہے کہ وہ پچھلی تمام باتیں بھول گیا ہے۔ میں بھی چپ چاپ اس کے خیالات بڑھ چکا ہوں۔ ہم اس پر مجبور سا کر کے اس کی ٹیلی میٹھی کو چھوٹے اور کم اہم معاملات میں استعمال کر سکتے ہیں۔“

”ہمارے دوسرے خیال خوافی کرنے والے بیری ہو گن پر کس حد تک مجبور سا کرتے ہو؟“

”آپ سچ پوچھیں تو ہم میں سے کوئی بھی قابلِ اعتماد نہیں ہے دشمن کسی موقع پر بھی ہمیں فریب کر کے ہماری دفا واری کو گھانا میں بدل سکتے ہیں؟“

”تم درست کہتے ہو۔ ویسے بیری ہو گن نے ٹیلی میٹھی کے ذریعے کوئی قابلِ ذکر کارنامہ انجام نہیں دیا ہے۔“

”وہ کارنامے انجام دے سکتا ہے لیکن اس سے شراب چھڑا چاہو تو چھپ کر لی لیتا ہے۔ اس بری لت کے باعث وہ مائل روکنے کا عادی نہیں رہا۔ آپ سے پہلے کسی گولڈن برین نے اسے کسی دشمن کے خلاف استعمال نہیں کیا۔ اس سے ہم صرف حکومت کے ایسے اہم کام کراتے ہیں جسے کرنے کے دوران دشمنوں سے اس کا سامنا نہیں ہوتا۔“

”لیوڈا کو معلوم ہو گا تو اسے پہلی فرصت میں اپنا غلام بنا گا۔“

”اسی لیے اسے منظر عام پر آنے نہیں دیا جاتا ہے۔ اس کے لیے جی۔ ہرگز ہے کہ وہ گمنام رہ کر اپنا کام کرتا رہے۔“
علی نے اور دو چار باتیں کر کے اپنا رابطہ ختم کر دیا۔ ویسے رکھ کر جانی کو دیکھا تو وہ ناراض ہونے کی ادا دکھائی ہوئی دھڑکی طرف منہ پھیر کر بیٹھ گئی۔ وہ ہولہ! ”میں جانتا تھا جب تمہیں معلوم ہو گا کہ میں نے پامیلا سے شادی کی تھی تو تم ناراض ہو جاؤ گی۔“

وہ بولی ”کیا تمہارے اس کارنامے پر مجھے خوش ہونا چاہیے؟“
”جینک! وہ ایک میٹر می تھی! اس کے ذریعے میں گولڈن برین بکھلا ہوں۔“
”اور دو چار شادیوں کر لو۔ ڈائننگ اور پلاٹینم برین بھی ملنا دے۔“

”ہنسنے ہوئے ہولہ! تم جانتی ہو کہ میں عشق کے معاملے میں کتنا جڑ ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ خدا نے مجھے صرف تمہارے لیے پیدا کیا ہے۔“
”جی ہاں! تمہیں میرے لیے اور پامیلا کو تمہارے لیے پیدا کیا تھا۔“

”پلیز یقین کر دو۔ میں نے اپنی خوشی سے ایسا نہیں کیا تھا۔ ہرے پامیلا اور تمہاری ڈیڈی کی یہ پلاننگ تھی کہ مجھے اس حکمتِ ملی سے گولڈن برینز کے درمیان پہنچا جائے۔“

”تانا! شہر کے منہ کو لو کا چکا اور مرو کی نیت کو عورت کی اپنی کا چکا پڑ جائے تو وہ اسے بھول نہیں ہے! ایک کے بعد دوسرا اڑھوڑا ہے۔“

علی نے اپنے دونوں کانوں کو پکڑتے ہوئے کہا ”خدا! اتنے نی کو غیر معمولی ذہانت دی لیکن اسے عورت کی دبی ٹکلی طبیعت بے یقینی دماغ کے اس کے دل سے میل نکل جائے۔“

”جب مورگن غلطی کرتا ہے تو بد حواسی میں اپنی سیدھی حرکتیں کرتا ہے۔ تم دونوں کان پکڑ کر دماغ تک رہے ہو جب کہ کان پکڑ کر اپنی نا اعلیٰ جاتی ہے۔ تمہاری یہ بد حواسی ظاہر کر رہی ہے کہ تم اب ہاتھ چھپا رہے ہو۔“

”ہمیں میں سمجھا گیا۔ جب دل میں ایک بار شک پیدا ہو جائے تو مرتے دم تک نہیں ٹھٹھا۔ ٹھیک ہے میں عاشق مزاج اور عیاش کیا ہوں۔ کسی دوسرے موضوع پر گفتگو کر دو۔“

”ایک تو تم نے میرے سوا دوسری کا منہ دیکھا۔ اوپر سے اکر مالتے ہو میرے سر پر ہاتھ رکھ کر بولو کیا پامیلا سے محبت نہیں کی؟“

”تم اچھی طرح جانتی ہو! میں کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ پہلے پلا سے محبت نہیں تھی! شادی کے بعد قدرتی طور پر محبت ہو گئی۔ بہت اچھی تھی۔ اس کی صاف دلی سے پتا چلا کہ یہودیوں میں بھی بت کرنے والی ہستیاں ہوتی ہیں۔ میں اپنے دل میں صدمات کو نہیں دتا لیکن پامیلا کی بے وقت موت سے مجھے بہت صدمہ پہنچا۔“

”ثانی نے قریب آکر اس کا ہاتھ تمام کر کہا ”تم بہت سچے ہو۔“
”ناتے تمہارے خیالات پڑھ کر معلوم کر لیا تھا کہ تمہیں اس غبارِ بوی سے محبت ہو گئی تھی اور یہ واقعی قدرتی بات ہے۔ میرا نا ہوا رہا تھا کہ تم سے دھوکہ جاؤں۔ ورنہ تم سے کوئی شکایت نہیں ہوتی۔“

”یقیناً اب ہم دوسرے موضوع پر باتیں کر سکتے ہیں؟“
”ہاں! یہ تازہ۔ اس پیچھے کا مالک گولڈن برین واکوڈی تھا۔“

”ہم جیسے نوجوان جوڑے کو یہاں رات گزارنے کا موقع دے

”کہ دوسرے بجٹے میں گیا ہے۔ یہاں ہم ہیں اور کوئی تیرا نہیں ہے۔“
”اب یہ طے کرنا ہے کہ مجھے بدستور سلوانہ اور سپر ادا م کا دل دار کرنا چاہیے یا نہیں؟“
”محفل کشی ہے فی الحال اپنی اصلیت ظاہر نہ کر دو۔ سپر ادا م بن کر سپر اسٹار اور لیوڈا کے لیے کام کرتی رہو۔“

”میں بھی یہی جانتی ہوں لیکن پامیلا سے مشورہ کر لیتا ہے۔“
”یہ تم پر! خدا خانی کا بدکارم ہے کہ تمہیں ٹیلی میٹھی کا علم دیا ہے۔ پہلے اسی سے بات کر دو۔ ورنہ پامیلا کے پاس جاؤ گی تو وہ یقین نہیں کریں گے کہ تم دماغ میں آکر بول رہی ہو۔ اسی نے تم پر عوامی عمل کیا تھا۔ وہی پامیلا سے رابطہ کریں گی۔“

”ثانی نے خیال خوافی کی پرواز کی۔ پھر لیلی کو مخاطب کیا۔ ”اسی! میں ہوں ثانی۔“

”جی! ہمارے درمیان کوڈورڈ مقرر نہیں ہوئے ہیں۔ تم چلو میں علی کے پاس آ رہی ہوں۔“

”ثانی نے دفاعی طور پر حاضر ہو کر علی سے کہا ”اسی تمہارے پاس آ رہی ہیں۔“

”لیلی نے آکر کوڈورڈ ادا کیے۔ ”ثانی کے لیے کوڈورڈ مقرر کر دو۔ تاکہ دشمن ہمیں دھوکا نہ دے سکیں۔“ علی نے ذرا سوچ کر یہ

ماحول میں شہرت کے لیے نئی تکنیکیں استعمال کریں

تقریباً ۱۲۵۰

باخبر کا

دیکھ ۱۲۵۰

علامہ شمس الدین عظیمی ریسرچ سوسائٹی

نہ صرف آج کے بلکہ کل کے حالات سے آگاہ کرے گا کیونکہ یہ علم ہائے گہاں حالات میں مستقبل قریب کا عمل کیا ہو سکتا ہے۔

ہر اچھے کے مسئلے کے حل کے لیے ہم نے سب کچھ کر دیا

مکتبہ نفسیات

پیشہ ۹۰۰۰

کراچی

کوڈرڈ سناے "ٹانی" اے بلونگ فلاڈر "ٹانی" ایک بھلا ہوا پھول۔
 ٹانی نے مسکرا کر کہا "یہ دہائی کوڈرڈ تمہارے دماغ میں آکر
 سٹائے گی تو اچھا لگے گا۔ اس سے کہو میں اس کے پاس آکر کھوں
 گی۔ دی نورا رنگ سن سونیا ٹانی "ایسا ابھرا ہوا آفتاب سونیا
 ٹانی۔"

"اور ٹانی آپ کے پاس آکر کیا کھے گی؟"
 "وہ ہم تمام بزرگوں کے پاس آکر کہا کرے گی۔ یورولی ہے
 بی (آپ کی پیاری بی بی)
 "ٹھیک ہے آپ بابا کے پاس جائیں۔ ٹانی آری ہے۔"
 لیلی میرے پاس آگئی۔ چند لمحوں کے بعد ٹانی نے آکر کہا "میلو
 بابا! سونیا ٹانی۔ یورولی ہے۔"

میں نے خوش ہو کر کہا "بے شک وہ تم کی لیلی بی ہو۔ ایک
 عرصے کے بعد ہمیں اپنے درمیان پاکر کتنی خوشی ہو رہی ہے۔ یہ تم
 میرے خیالات بڑھ کر معلوم کر سکتی ہو۔"
 "بابا! مجھے تو اپنی کمائی ہوئی بخت مل گئی ہے۔ میں ابھی ڈیڑی
 اور مئی کے پاس جاؤں گی۔ پہلے ایک مشورہ چاہتی ہوں۔ کیا مجھے
 اسلیٹ ظاہر کرنا چاہیے یا پیرا دام بن کر رہنا چاہیے؟"
 "بہتر تمہارا نام بنی نہیں ہو۔ اپنی عقل سے فیصلہ کرو۔"
 "میں نے اور علی نے سوچا ہے ذیل ٹیم کیلچا جائے۔ فی الحال
 اسلیٹ ظاہر نہیں کروں گی۔"

"میں اس منصوبے کی تائید کرتا ہوں۔ تمہاری ای اپنے تمام
 لوگوں کو تمہاری آمد اور کوڈرڈ کے متعلق بتا رہی ہیں۔ جاؤ اور
 تمام بزرگوں کو سلام کرو۔ سب سے پہلے جناب اسد اللہ تھیر کی
 خدمت میں حاضری دو۔"

ٹانی نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام کیا۔ انہوں نے
 دعائیں دیں پھر کہا "بی بی! اپنے تمام عزیزوں اور رشتے داروں سے
 ملاقات کرو۔ صرف اپنی ماما "سونیا" کے پاس نہ جانا۔ اُس نے
 ایک مخصوص مدت کے لیے گوشہ نشینی اختیار کی ہے۔"

وہ سلمان اور سلطان کے پاس آئی۔ وہ اس کے والدین تھے
 اس کے ساتھ تھوڑی دیر بیٹھتے رہے پھر ٹانی نے سلطان سے
 پوچھا "مئی! یہ بتائیں ہماری ممانے گوشہ نشینی کیوں اختیار کی
 ہے؟"

"بی بی! وہ ماں بننے والی ہیں۔ تمہارے نانا جان بابا فرید واسطی
 مرحوم نے انہیں ہدایات دی تھیں کہ ذہنی ہونے تک وہ تمہارے
 نانا جان کے حجرے میں رہیں گی۔ کسی سے ملاقات نہیں کریں گی
 اور کسی ذریعے یعنی ٹیلیفون اور خیال خوانی کے ذریعے سے بھی
 منگھو نہیں کریں گی۔"

وہ بولی "مئی! میں آپ کی باتیں سن رہی ہوں اور خیالات بڑھ

رہی ہوں یہ انکشاف ہو رہا ہے کہ آپ بھی ماں بننے والی ہیں۔"
 سلطان شہزادے اور مسکرائے گئے۔ وہ مبارکباد دے کر باپس
 کے پاس آکر پھر کوڈرڈ لدا کیے۔ "میں ہوں سونیا ٹانی۔ یورولی
 ہے۔"

وہ یولا "لا حول ولا قوتہ۔ جو وہاں نہ بن سکی۔ میرے نصیب
 میں شاید بچہ نہیں ہے پھر یہ پیاری بی بی کہاں سے پیدا ہوگی
 ہے۔"

"مئی نے کہا ہے کہ میں بزرگوں کے دماغوں میں جا کر مئی
 کوڈرڈ بنایا کروں۔"

"اچھا تو میں تمہارا بزرگ ہوں۔ علی بھی میرا ہم عمر ہے لیکن
 اُس کی بھی بچی ہو؟ ذرا اسے اب حضور کو۔"

"اے میں تمہارا منہ تو ڈروں گی۔ تم مجھ سے اور علی سے بڑے
 کہیں ہو؟"

"جتنے کی تو بات ہے۔ وہ تم سے شادی کرنا چاہتا ہے جب کہ
 میں تم سے عشق کرتا ہوں۔"

"مگر دیکھا ہے آئیے میں؟ سات سمندر دور سے پہلے ملے دو
 کر آؤ۔ تب بھی گھاس نہیں ڈالوں گی۔"

"اس کا مطلب ہے علی کو گھاس ڈالنی ہو۔"
 "ہاں ڈالنی ہوں۔"

"نہیں شرم نہنی چاہیے۔ گھاس ڈال ڈال کر میرے بھائی
 جانور بنا دیا ہے۔ پیچھا انسانوں کی خوراک بھول گیا۔ کسی نے کہا
 ہے عورت انسان کو انسان نہیں رہنے دیتی۔ کچھ بتا دیتی ہے۔"

"میری بھلی اور آخری خواہش یہی ہے کہ کوئی عورت ہمیں
 غروبہ بنا دے۔"

"میں خواہش پوری کرنے کے لیے میں نے تم سے عشق کیا
 ہے۔"

"دیکھو باپس! میں سمجھا دیتی ہوں۔ یہ عشق و محبت کی بکواس
 مجھ سے نہ کیا کرو۔"

"اگر یہ بکواس ہے تو اللہ کرے تمہارے سامنے ایسی بکواس
 کرنے والے کے منہ میں چھالے پڑیں۔ ذرا علی کا منہ کھول کر
 دیکھو چھالے تو نہیں ہیں؟"

وہ دماغی طور پر علی کے سامنے حاضر ہو کر بولی "خدا اچانک
 تمہارے بھائی سے دماغ کھالیتا ہے۔ کیا تم اسے منع نہیں کر
 سکتے؟"

"ہاں صحیح ہے۔ جب تم ذہنی بن جاؤ گی تو پھر وہ مذاق کرنے کا
 انداز بدل دے گا لیکن تھیں پھیلنے سے باز نہیں آئے گا۔ میں
 اسے اچھی طرح جانتا ہوں وہ میرے رشتے سے تھیں بہت چاہتا
 ہے وہ اپنی محبت سے تمہاری ناک میں دم کر رہا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں آئندہ اس سے نمٹ لوں گی۔ دوسری بات
 کرو میں نے لیوڈا سے کہا تھا کہ میں کوڈلن برین واسکوڈی قہرا کو
 رہ کرنے والی ہوں۔"

"تو پھر اپنی کار کوئی دکھاؤ۔ اسے فریب کر کے لیوڈا اور پھر
 اس کو خوش کرو۔"

"بہتر دشمن کو کوڈلن برین کے دماغ میں پنچائیں گے تو ہمارا
 نقصان نہیں ہوگا؟"

"نہیں ہوگا۔ یہ تمام کوڈلن برینز کوں سے ہمارے رشتے دار
 ہں۔ انہیں دشمنوں کے قبضے میں جانے دو۔ ہم تو یہودی ٹیلی جیتی
 اسنے والوں کو اپنے قبضے میں رکھیں گے۔"

"ہاں تم الپا کے سلسلے میں فون پرائیں کر رہے تھے۔"
 "الپا کو کہا میں رکھا جائے گا۔ ٹانی اہمال تم بہتری ہو گمن کو نہ رہ
 سکتی ہو۔"

"یہ ٹیلی جیتی جانے والا ہو گمن نہ بھی نظر آتا ہے نہ ہی بھی
 ل کا ڈر کرنا جاتا ہے۔ یہ رہتا کہاں ہے؟"

"تھیں معلوم ہو جائے گا میں فون پرائیں کروں گا۔ اگر وہ
 پنے مکان میں ہو گا تو کراہند کر کے لی رہا ہو گا۔ تھیں اپنے دماغ
 ماحوس نہیں کرے گا۔"

فون کی کھنٹی بجتی تھی۔ علی نے ریسور اٹھا کر چلوں گا۔ دوسری
 رف سے کوڈلن برین واسکوڈی قہرا نے پوچھا "ہیلو کارسن! میں
 نے تھیں ڈسٹرب تو نہیں کیا؟"

"اوہ نو اٹکل! آپ کسی بات کر رہے ہیں؟ آپ کو تو یہاں
 اسے ساتھ رہنا چاہیے۔"

"جو انوں کے ساتھ یوڈما اچھا نہیں لگتا۔ بائی دی ونے میں
 زکے لیے کب یوڈلن جا رہا ہوں۔ کیا لارا کے ساتھ مجھے جوائن
 لوگے؟"

"وہہ گرنٹ پیٹھر اٹکل! ہم ابھی کب یوڈ جینج رہے ہیں۔
 ٹھیک یو۔"

اس نے ریسور رکھ کر کہا "ٹانی! تمہارا کام بن رہا ہے۔
 کوڈلن برین نے ہمیں ڈنر کے لیے انوائٹ کیا ہے۔"

وہ اٹھتے ہوئے بولی "میں پیچ کر کے آتی ہوں تم بہتری ہو گمن
 سے رابطہ کر کے مجھے اس کی آواز سناؤ۔"

"میں ان کوئی ہو گمن نہیں رہتا۔ ہے۔ رانگ نمبر۔"
 علی نے ڈانٹ کر کہا "میں پورا ریسور نہ رکھا۔ یہ فٹری کے اہم
 معاملات سے تعلق رکھنے والے فون میں سے ایک ہے۔ یہ بھی
 رانگ نمبر نہیں ہو سکتا۔ بڑی آپ یوڈی لیڈی! ہو گمن کو ریسور
 دو۔"

"وہ سہم کر بولی "میں سہم کر آپ کوں ہیں سہم سہم ہو گمن پیتے
 وقت فون انوائٹ نہیں کرتے ہیں۔"

"اس سے یوڈو کوڈلن برین کارسن ہیرا لڈا سے فون پر بلا رہا
 ہے۔"

اس عورت نے ہو گمن کی طرف ریسور بڑھاتے ہوئے
 کارسن کا نام بتا لیدو فوراسید ہا کر بیٹھ گیا۔ پھر ریسور کان سے لگا
 کر بولا "میں سہم کر ہو گمن بول رہا ہوں۔ میں نے بالکل نہیں جانی
 ہے۔ صرف تھوڑی سے چٹکی ہے۔ آؤ مئی بول چٹکتے میں اور پیتے
 میں یوڈا فرق ہو تا ہے تو آپ جانتے ہی ہیں۔"

"میں نہیں جانتا کیونکہ نہ بھی جانی ہے نہ بھی چٹکی ہے۔ یہ
 تمہارے ساتھ عورت کوں ہے؟"

"سہم کر! بلی ڈارلنگ ہے۔ مہم میرا مطلب ہے بلی باورجن
 ہے۔ کھانا اچھا کاتی ہے۔"

"تم بہتر بننے ملازمہ بدلتے رہتے ہو۔ کسی دن بری طرح پھنسو
 گے۔"

"مجھے کوئی نہیں چھانے گا۔ آپ تو جانتے ہی ہیں کہ میرے
 چادرلوں طرف فونوں کا تخت پڑا رہتا ہے۔"

ٹانی دوسرے کمرے سے لباس بدل کر آگئی۔ اس سے
 بولی "میں اس کمرے کے دماغ میں پہنچ گئی ہوں۔ بعد میں اس سے
 نمٹ لوں گی۔"

علی نے ریسور رکھتے ہوئے اسے قہر لٹی نظروں سے دیکھا۔ پھر
 کہا "مجھے شاعری نہیں آتی صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ اس لباس
 میں بہت پیاری لگ رہی ہو۔"

وہ دونوں باہر آئے علی نے ہنگلے کے دروازے کو لاک کیا۔
 پھر ڈرائیونگ سیٹ پر آکر بیٹھ گیا وہ اس کے برابر آکر بیٹھ گیا۔ گاڑی
 اشارت ہو کر آگے بڑھتی گئی تو اس نے کہا "مجھے غائب نہ کرنا۔
 میں لیوڈا کے پاس جا رہی ہوں۔"

وہ مخصوص کوڈرڈ کے ساتھ لیوڈا کے پاس آکر بولی "ہیلو
 اٹکل! کیا الپا کامیاب ہو گئی؟"

"اوہ مائی ڈارلنگ ہے بی! بہت برا نقصان ہوا ہے۔ الپا
 ہمارے ہاتھ سے نکل گئی ہے۔ یہ کارسن ہیرا لڈا اور بے مور گمن
 بہت دوسرے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ الپا کی کھراٹی کر رہے تھے۔
 انہیں شبہ تھا کہ وہ ہمارے لیے کام کر رہی ہے۔ اس شبہ کی تصدیق
 ہوتے ہی انہوں نے اسے گرفتار کر کے بے ہوش کر دیا۔ پھر اسے
 کوا میں پنچا دیا۔ پتا نہیں وہ کوا سے کب نکالی جائے گی۔ میری عدم

سے مشورہ کیے بغیر اتنا بڑا قدم کیوں اٹھایا؟

خواب ہو رہی ہے۔ میں فوراً ہی میڈیکل ٹریٹمنٹ کے لیے جا رہا ہوں۔ آپ دونوں ماسٹرنہ کریں۔“

ہانی نے کہا "کوئی بات نہیں۔ آپ جا سکتے ہیں۔"
 لبوڑا اے لے گیا۔ علی نے کہا "سپر اسٹور اور جان لبوڑا بہت

خوش ہو رہے ہوں کہ ایک لٹنے کے اندر ایک ٹیلی پیسٹی جانے والا اور ایک گولڈن برین ان کے ہاتھ آ گیا ہے۔

وہ سکرار بولی ”سچ لکنا علیٰ یہ طریقہ کار لیا ہے ہم اس میں
شکار کھینے دے رہے ہیں لیکن وہ تمام شکار ہمارے کام آتے رہیں

”تمہارا بھی جواب نہیں ہے تم نے یہ نیا سلسلہ خوب نکالا

وہ کھانے کے دوران باتیں کرتے رہے۔ اس وقت لہذا

اسکو ڈی تھما کے جو رخسالات زہرہ رہا تھا۔ جاننے ہو کتنا زبردست

”کیا انکشاف؟“

”تمہارے ساتھ جو بوائے فریڈ ہے، وہ بھی گولڈن برین ہے
 روہ کار من ہیرا لڈ ہے جسے ہم قتل کرنا چاہتے ہیں۔“

”جی ہاں، یہ کارمن بہرا لڈ ہے لیکن وہ نہیں ہے جسے ہم قتل
 بنا کر چاہتے ہیں۔ یہ میری چال ہے۔ میں کارمن کی ڈی اپنی ساتھ

پنے بچلے میں ہمیں جگہ دی۔ اس بچلے میں واسکوڈی تھراپی کی ایک

میں ہاتھ ملی بس میں ملی۔۔۔ جی جانے والے ہیری ہو لن کا پتا
 "رفون نمبر تھا۔"

میں نے بھی کیا ہی کون بسترے ڈریسے مے ڈی کارسن اور
 کی ہو گن کی بات کرائی اور مجھے ہو گن کے داغ میں پہنچا دیا۔

”اے بھائی! اس کا کام کرنے کے ذریعے میں نے خطہ سدا راہ

اصلی کار میں جہاں بھی چھپا ہو گا وہ اچانک مجھ پر حملہ کرے۔ میں کل صبح تک لارا کے میک اپ سے نجات حاصل کرتا

”آج رات کہاں گزار دو گی؟ اصلی کارمن واسکوڈی تمہارے

”میں جنگل میں نہیں جاؤں گی۔ اس ڈی کے ساتھ تفریح کرتی

دوسری۔ پھر رات دو بجے ڈومیسٹک فلائٹ سے مل ایبیل چلی
 آئی گی۔ آپ وہیں کسی فیملی میں ایسی لڑکی کا انتخاب کریں جس کا

وہ چلا گیا۔ ثانی نے علی کو دیکھا۔ اس نے کہا ”تمہاری خاموشی بتا رہی تھی کہ خیال خوانی میں مصروف ہو۔“

”ہاں، لمبوڈا آیا تھا۔ اسے واسکوڈی تھرا کے خیالات پڑھ کر
چتا چلا کہ تم کارمن ہیرالڈ ہو۔ میں نے بات بنا دی کہ ڈی کارمن ہو

اور ہمیں کارمن بنا کر میں اتنی ساری کامیابیاں حاصل کر رہی ہوں لیکن اصلی کارمن سے خطرہ ہے اس لیے میں بچنے میں واپس

سہیں جاؤں گی۔ رات دو بجے کی فلائٹ سے مل ایبپ روانہ ہو جاؤں گی۔ وہاں مجھے دو سری لڑکی کا روپ اختیار کرنا ہے۔“

مجھ تمہارے چہرے پر کوئی نئی لڑکی ہو گی۔ مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے

جاری ہوں۔“

چلو اٹھو۔“

”میں نے ان کے لئے دو ٹکٹس لیں۔ پھر ثانی نے پوچھا۔
 ”میں بنگلے میں داخل نہیں ہوتا۔ دو بجے تک کہاں وقت گزارا

جائے؟“

”وہ سامنے کیسینو ہے۔ سنا ہے وہاں لاکھوں روپے کا جوا کھیلا

جاتا ہے۔ کیا خیال ہے کہ کوڑھتی اور ارب پتی جواریوں کا کبڑا کیا جائے؟“

”یہ نیک کام ضرور کرنا چاہیے۔ شاید کوئی بری طرح ہمارے والا آئندہ جو اٹھنے سے توبہ کر لے۔“

اس ہمارے لیے نئی منزلوں میں مختلف قسم کا جوا کھیلنا جاتا تھا۔ وہ تیسری منزل میں آئے وہاں آتش کی بازیاں جاری تھیں۔ بڑا

دھواں دھار مائل تھا۔ ہر سو سگریٹ کا دھواں اور شراب کی بو پھیلی ہوئی تھی۔ جواریوں کی میزوں پر حسین نوجوان اور بوڑھی

کون سی میز پر زبردست کھیل ہو رہا ہے۔ ایک میز کے پاس کچھ لوگ غصے میں ہاتھ رکھ کر بیٹھ کر تھوڑا سا ناخوش ہو کر کھیل کر رہے ہیں۔

وجہ پوچھ رہے تھے۔ ایک شخص نے دوسرے شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ”سہ کھل، مے کو، اسافر اذ کر مے چہ ہمارے سمجھ

میں نہیں آ رہا ہے۔“

دوسرے نے تائید کی ”میں بھی اس کے ساتھ چھ ماہوں تک

چکا ہوں۔ اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ ہمارے پاس کون کون سے پتے ہیں۔“

ثانی اور علی نے چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا۔ وہ شاطر کہہ رہا تھا ”یہ دونوں تقریباً تین لاکھ ہارنے کے بعد جھنجھلا گئے ہیں۔ مجھے

خواتین اور فراڈ کہہ رہے ہیں۔ میں بھلا کیسے معلوم کر سکتا ہوں کہ میرے سامنے والے کھلاڑی کے پاس کون کون سے پتے ہیں۔“

ثانی نے فوراً ہی خیال خواتین کی جھٹکا لگا لیا اس شاطر کے دماغ میں پہنچی۔ شاطر نے فوراً ہی سانس روک لی۔ پھر کچھ پریشان ہو کر جھجھکیں نکلتی نظر دوڑانے لگا جیسے کسی خیال خواتین کرنے والے کو تازہ پاتا ہو۔

ثانی نے کہا ”اصلی! یہ شاطر یا تو ٹیلی بیٹھی جانتا ہے یا کسی ٹیلی بیٹھی جانتے والے کا آلہ کار ہے۔ ابھی اس نے سانس روک لی تھی۔“

”ہمیں معلوم کرنا چاہیے کہ یہ شخص آلہ کار ہے یا کوئی اہم شخص ہے۔“

”اگر ہم اس سے کھیلنے کا ارادہ ظاہر کریں گے تو یہ کھیلنے سے پہلے ہمارے اندر آنا چاہے گا۔ ہم سانس روکیں گے تو یہ کھیلنے سے انکار کر دے گا۔“

”میدان حارہ ایسی ہے کہ اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کر دیا جائے یا اسے کسی طرح زخمی کیا جائے۔“

”یہاں کچھ لوگ غصے میں ہیں۔ جھگڑا کرنے کے موڈ میں ہیں۔ کیوں نہ جھگڑا بوجھا جائے اور اسی جگہ سے میں اس شاطر کو زخمی کر دیا جائے۔“

ثانی نے ایک غصہ کرنے والے شخص کے دماغ پر قبضہ جاکر اس کے ہاتھوں میں اس کے ہی ایک پاؤں کا جو تازہ نکالا اور پھر اسے دور سے سے کھینچ کر شاطر کے منہ پر مارا۔ وہ ایک دم تھلا کر غصے سے گر پڑا۔

”کس نے جوڑے سے مارا ہے۔ مرد کا بچہ ہے تو سامنے آئے۔“

اس وقت تک ثانی نے دوسرے پر قبضہ جاکر اس کے ایک گھونٹا دید کیا۔ وہ گھونٹا کھاتے ہی پیچھے ایک کرسی سے ٹکرا کر گر پڑا۔ قمار خانے کے گارڈز اسے پکڑ کر فرش پر سے اٹھانے لگے۔ لوگوں کو دور بھاگنے لگے۔ گارڈز تعداد میں کم تھے۔ ثانی نے ایک اور شخص کو آلہ کار بنا کر گارڈز پر حملہ کر دیا۔ پھر دوسرے شخص نے بھی اسی طرح حملہ کیا۔ یوں گارڈز اور جواہریوں کے درمیان باقاعدہ جنگ شروع ہو گئی۔

علی نے کہا ”یہ شاطر ابھی تک زخمی نہیں ہوا ہے اسے ایک ہاتھ جتنا ہی ہو گا۔“

اس نے سچ بچاؤ کے انداز میں لڑنے والوں کے درمیان گھٹتے ہوئے شاطر کے منہ پر ایک فلائی ہاتھ رسید کیا۔ شاطر کی آنکھوں کے سامنے تارے ناچنے لگے۔ سر پکڑا لگا۔ ایسے ہی وقت ثانی اس کے سر میں ماری۔

وہ ایک آلہ کار تھا۔ اس کے اندر کوئی بول رہا تھا۔ مگر مے! یہاں سے فوراً نکلے۔ سیکورٹی افسر کے پاس جاؤ۔ وہ پوری طرح ہتھیار خالی کرے گا۔“

ثانی نے اس آلہ کار کے دماغ میں توانائی پیدا کی تاکہ اس اجنبی خیال خواتین کرنے والے کو اس کی کمزوری معلوم نہ ہو۔ وہ وہاں سے دوڑتا ہوا سیکورٹی گارڈز کے روم میں چلا گیا۔ ابھی اسے کہہ رہا تھا ”میں آرام سے بیٹھوں۔ میں معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہوں کہ کس نے تمہارے دماغ میں آنے کی کوشش کی تھی؟“

جب پولی بائر ٹی آلہ کار کے دماغ میں گئی تھی اور اس نے سانس روک لی تھی تب سے وہ اجنبی خیال خواتین کرنے والا تشکیل میں مبتلا ہو گیا کہ اس قمار خانے میں کوئی دوسرا ٹیلی بیٹھی جانتے والا کیسے پہنچا ہوا ہے؟ اور کس مقصد کے لیے پہنچا ہوا ہے؟

ادھر آلہ کار کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ اپنے دماغ میں آنے والے شخص کو نہیں جانتا ہے۔ وہ آلہ کار ایک بہت بڑا سرکاری افسر تھا۔ لیٹننٹ کے جنرلی سائل پر یودیوں کی خاصی آبادی تھی۔ انکو یودی خاندان وہاں مسلسل جنگ جاری رہنے کے باعث پریشان ہو گئے تھے اور اسرائیل میں آکر پناہ لے چکے تھے۔

اب اسرائیلی حکومت انہیں وہاں واپس بھیج رہی تھی۔ وہ آلہ کار اس شبے کا سب سے بڑا سرکاری افسر تھا جہاں لیٹننٹ جانے والے یودیوں کی فرسٹ تھی ان کی منتقلی کے کاغذات دہی چار کیے جاتے تھے۔ وہ اجنبی خیال خواتین کرنے والا بھی اسرائیلی سرحد پار کر کے لیٹننٹ جانا چاہتا تھا۔ اس مقصد کے لیے اس نے اعلیٰ افسر کو اپنا آلہ کار بنا لیا تھا۔

ابھی نے افسر کے دماغ میں آکر کہا تھا ”میں یہاں تو تم سے زبردستی اپنا کام نکال سکتا۔ ہوں تم انکار کرو گے تو تمہارے بیوی بچوں کو قتل کر سکتا ہوں۔ تمہیں سمندر میں لے جا کر ڈال سکتا ہوں لیکن میں ظالم نہیں ہوں۔ تم سے دوستی رکھنا چاہتا ہوں۔ تمہیں دولت مند بنانا اور زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچانا چاہتا ہوں۔“

افسر نے پوچھا ”تم چاہتے کیا ہو؟“

”میں تو جو چاہتا ہوں وہ ہو جاتا ہے۔ میں تمہیں دفاعی طور پر غائب کر کے اپنے منتقلی کے کاغذات ہوا کر لیٹننٹ جاسکتا ہوں۔ میرے لیے تمہاری یا کسی کی مدد ضروری نہیں۔“

”ایسا نہ کہو! مدد ضروری نہ ہوتی تو تم میرے پاس نہ آتے۔“

”ایک طرح سے یہ بھی درست ہے۔ مجھے اپنے لیے نہیں۔ دوسروں کے لیے تمہارا تعاون چاہیے۔ میرے دو جاسوس یہاں سے اپنے ملک واپس جائیں گے اور وہاں سے ہمارے تین جاسوس آئیں گے یوں آنے جانے کا سلسلہ لگا رہے گا اور تمہیں اسرائیلی کرہ میں لاکھوں شیشیل ملے رہیں گے۔“

”ٹھیک ہے۔ مجھ سے ملاقات کرو اور کچھ رقم پیشی ادا کرو۔“

”مجھ سے ملاقات کرنا ضروری نہیں ہے ابھی نیڑے اور کارکن بینک جاؤ۔ کاؤنٹر کے پاس ایک شخص بلو سوٹ اور بلیک مانی میں گا۔ اس کے ہاتھ میں ایک چیک ہو گا۔ تم اس کے پاس جا کر

ناموشی سے کچھ کے بغیر وہ چیک اس کے ہاتھ سے لے لیا۔ جتنی جلدی ہو سکے اسے کیش کر کے وہاں سے چلے آئے۔“

افسر نے کہا ”میں سوسائٹی میں بہت معروف ہوں۔ وہ شخص مجھے پہچانتا ہو گا۔“

”میں اسے غائب دماغ رکھوں گا تب وہ تمہیں نہیں پہچانے گا۔“

”لیکن وہاں کئی جان پہچان والے مجھے بینک سے رقم لے جاتے ہوئے دیکھیں گے۔ وہ رقم تمہاری تھی ہوگی؟“

”تم بتاؤ کیا چاہتے ہو؟“

”وطن سے غداری بڑا زبرد میں نہیں لاکھوں شیشیل میں ہوگی۔ میں تمہارے ایک آدمی کو تری پار کرنے کے لیے دو لاکھ شیشیل لوں گا۔“

”تمہیں دو لاکھ مل جائیں گے اگر یہ شبہ ہے کہ اتنی بڑی رقم کیش کراتے وقت کاؤنٹر کل کی نظروں میں آؤ گے تو خود نہ جاؤ۔ بچے بھروسے کے آدمی کو بھیج دو۔“

اس افسر نے اپنی بیوی کو بھیجا۔ وہ اپنے شوہر کی ہدایت کے مطابق بینک کے کاؤنٹر کے پاس آئی۔ ایک شخص بلو سوٹ اور بلیک ٹی میں نظر آئے۔ اس نے ہاتھ میں ایک چیک پکڑا ہوا تھا۔ اترنے ناموشی سے وہ چیک اس کے ہاتھ سے لیا۔ وہ شخص بے ان جسد کی طرح کھڑا رہا۔ اس نے فوراً ہی وہ چیک کاؤنٹر پر دیا۔ اس منٹ کے اندر اسے دو لاکھ شیشیل مل گئے۔ وہ انہیں ریفر کس کر کے بینک سے چلی آئی۔

دوسرے دن اس افسر نے اس اجنبی کے دو جاسوس جعلی اغذات کے ذریعے لیٹننٹ پہنچائے۔ پھر ابھی سے کہا ”میری بیوی بٹ بینک جا کر رقم نہیں لانے کی۔ کوئی دوسرا ذریعہ اختیار کرو۔“

وہ بولا ”تمہاری سوچ بتا رہی ہے تمہیں جو اٹھانے کا بہت شوق ہے تم کیسی نو جاؤ۔ میں تمہیں پانچ لاکھ سے دو لاکھ شیشیل جیتنے کا ارادہ رکھتا ہوں اس سے پہلے میرے جعلی کاغذات تیار کرو۔ میں لیٹننٹ سے لیٹننٹ چلا جاؤں گا۔“

”ٹھیک تمہارے جانے کے بعد میری آمدنی کا ذریعہ ختم ہو جائے گا۔“

”میں دنیا کے کسی ملک میں بھی نہ کر تمہارے دماغ میں آسکتا۔ میں اپنے خاص لوگوں کو اسرائیل پہنچانے اور وہاں سے لے کر لانے کے سلسلے میں تم سے کام لیتا رہوں گا۔ کام نہ ہونے کی صورت میں تمہیں ہالانڈ پاس بڑا شیشیل ملے گا۔“

یہ معاملہ طے ہونے کے بعد کیسی نو میں کھیلنے آیا تھا۔ تقریباً ان لاکھ شیشیل جیت چکا تھا کہ وہاں جگہ جگہ شروع نہ ہوا تو اور دو آرٹھوں میں چھ سات لاکھ جیت چکا تھا۔ اس کے مقابل کھیلنے والوں کو اس پر شبہ ہو گیا تھا۔ وہ ان سے جان پہچانے کے لیے کھیلنے کا روز کے روم میں آکر بیٹھ گیا تھا۔ علی کا ایک ہاتھ کھانے

کے بعد سیلا تو پکڑا کر رہ گیا تھا۔ عارضی طور پر دفاعی توانائی میں فرق آ گیا تھا۔ اب وہ نارمل تھا۔

ابھی نے اس کے پاس آکر کہا ”میں کیسی نو میں ابھی طرح تلاش کر چکا ہوں۔ یہاں کوئی ٹیلی بیٹھی جانتے والا نظر نہیں آ رہا ہے۔“

”شاید یہاں ایسا کوئی نہیں ہو گا۔ ہو تا تو نظروں میں آ جاتا۔“

”پھر وہ کتنا جواہر تمہارے اندر آنا چاہتا تھا اور تم نے سانس روک لی تھی۔“

”ہو سکتا ہے ان جواہریوں سے لڑنے کے دوران گھبراہٹ یا پریشانی میں سانس روک لی ہو۔“

”جولو ٹھیک ہے۔ یہ تین لاکھ شیشیل لے کر گھر جاؤ۔ وہاں اور تین لاکھ پہنچ جائیں گے۔ کل میری روادارگی کے وقت بحری جہاز میں ضرور موجود رہتا۔ جعلی کاغذات میں کوئی بات شبہ پیدا کرے گی تو اسے تم ہی دور کر سکو گے۔“

ثانی ناموشی سے افسر کے دماغ میں رہ کر یہ معلومات حاصل کر رہی تھی پھر اس نے علی کو یہ سب کچھ بتایا۔ وہ سوچ میں پڑ گیا۔ کہنے لگا ”یہ اجنبی خیال خواتین کرنے والا کون ہو سکتا ہے؟“

ثانی نے کہا ”دو باتیں ہو سکتی ہیں۔ یودی خیال خواتین کرنے والوں میں سے کوئی اس ملک سے بھاگ رہا ہے۔ یا پھر کسی ملک سے تعلق رکھنے والا یہاں ٹیلی بیٹھی کے ذریعے کچھ کرنے آیا ہو گا۔ یا نام یا کام یا کامیاب ہو کر واپس جا رہا ہے۔“

وہ بولا ”ثانی! اس ملک کے ٹیلی بیٹھی جانتے والوں میں الیا کہا میں ہے۔ میری ہو گئی کہ لہذا نے اسیر کیا ہے۔ بے مورخین پورے فارم میں ہے اور گولڈن رینجر کے لیے کام کر رہا ہے۔ جنرل پارکس کے متعلق بھی رپورٹ ہے کہ اس کا برین واش کرنے کے بعد وہ قابل اعتماد ہو گیا ہے اور اس سے معمولی نوعیت کے کام لیے جا رہے ہیں۔“

”تو پھر جنرل پارکس مشکوک ہے۔ برین واش ہونے کے بعد کسی دشمن کو اتنا موقع مل گیا ہو گا کہ وہ اسے زہر کر کے اور اب وہ اس دشمن کے اشاروں پر یہ ملک چھوڑ رہا ہو گا۔“

”تمہارے دو ماتحت خیال خواتین کرنے والے ہو مبادا اور جلیوت اس ملک میں موجود ہیں۔ تمہیں وہ کسی کے ظلام نہ بن گئے ہوں۔ انہیں فوراً چیک کرو۔“

ثانی نے دونوں سے باری باری رابطہ قائم کیا۔ وہ کسی کے ذہن میں نہیں تھے۔ بالکل خیریت سے تھے اور کوئی ایسا ٹیلی بیٹھی جانتے والا ان کے علم میں نہیں تھا جو اسرائیل میں موجود ہو اور کل یہاں کی سرحد پار کرنے والا ہو۔

علی نے کہا ”اب تو یہ کل ہی معلوم ہو گا کہ وہ ذات شریف کون ہیں۔“

وہ ان رپورٹ آئے لہذا نے ثانی کے پاس آکر بتایا کہ قتل

ایب کے انزبوت میں ایک میاں بیوی اس کے استقبال کے لیے آئیں گے۔ وہ ان کے گھر جانے کی اور ان کی ایک جوان بیوی کا چہو اٹانے کی۔ علی نے فون کے ذریعے بے مورگن کو مخاطب کیا۔ پھر کما "میں طیارے میں سوار ہونے جا رہا ہوں۔ میرے پاس دو۔ تم سے ضروری باتیں کرنی ہیں۔"

وہ ریسیور رکھ کر ٹائی کے ساتھ دن دے کی طرف جانے لگا۔ بے مورگن نے آکر کوڈروڈز ادا کیے۔ علی نے کما "ایک تشریشاک مسئلہ ہے۔ میں جو کہنے جا رہا ہوں وہ بات کسی اور کو نہ معلوم ہو۔ ہمارے ملک میں ایک خیال خانی کرنے والا ہے۔ اس نے کل بجری راستے سے میاں کی سرحد پار کرنے کے انتظامات کر لیے ہیں۔"

"سریہ کون ہو سکتا ہے؟"

"وہ کوئی ہمارا دوست بھی ہو سکتا ہے اور دشمن خیال خانی کرنے والا بھی۔ ویسے میں جزل پارکن پر شہر کر رہا ہوں۔ اگر میرے اور تمہارے سوا کسی تیسرے کو یہ بات معلوم نہ ہوئی تب اسے آسانی سے گرفتار کر لیں گے۔"

"ٹھیک ہے سر! اہتمام جانے والا بجری جنازہ کیا ہو بیچے وہاں ہو گا۔ میں آپ سے دس بجے رابطہ کروں گا۔"

جی مورگن چلا گیا۔ ٹائی اور علی طیارے میں بیٹھ کر ایب کی طرف پرواز کر رہے تھے۔ یہ ایسے راستے پر جا رہے تھے اور ایسی حکمت عملی اختیار کر رہے تھے جو میں نے اور سونیا نے بھی کبھی اختیار نہیں کی تھی۔ ہم اپنی ہوا اور اپنے مفاد کے لیے دشمنوں سے جنگ کرتے آئے تھے۔ ہمارے ہر ٹکس سونیا ٹائی اور علی دشمنوں کے حق میں ان کی ہٹا کے لیے مصروف ہو گئے تھے۔ ٹائی لیوڈاکو فائدے پہنچا رہی تھی۔ علی اپنا اور جزل پارکن کو دشمنوں کی قید میں جانے سے بچا کر گولڈن برنز کو فائدے پہنچا رہا تھا اور یوں یہ دونوں ان کی جڑوں میں کھس گئے تھے۔

ایک بار سلمان نے بھی اسی طرح جڑوں میں کھس کر پھر بائسز کا مدد حاصل کر لیا تھا۔ علی سب سے زیورٹ گولڈن برنز بن چکا تھا۔ اب پتا نہیں ٹائی پر دام سے اور کیا کچھ بننے والی تھی۔

○●○

مرتا اس چرچ پر قہقہہ ہنسنے کے بعد بہت مصروف ہو گئی تھی۔ پہلے اس چرچ میں ایک فراڈی اداریہ تھا۔ اس کے ساتھ دس راہب اور چھ راہبائیں تھیں اور یہ سب کے سب بادی جاسوس تھے۔ مرتا نے ان سب کو اپنا تابعدار بنا کر انہیں ایک خفیہ اڈے میں بائش کی اجازت دی تھی۔ چرچ کو ان کے وجود سے پاک کر کے فرنانڈ سے ایک صحیح پادری اور چند عمارت گزار راہب اور راہبائیں کو بلا کر وہ چرچ ان کے حوالے کیا تھا۔ اپنے لیے چرچ کے پیچھے ایک کمرہ مخصوص کر لیا تھا۔ مرتا نے طرز زندگی بدل لیا تھا۔ رنگین بلاؤز، بیلی کوٹ،

شرٹ چھوڑ کر راجہ کا سفید لباس پہن لیا تھا۔ حسین چرسے پر تنجید کی اور بدداری دیکھ کر لوگ متاثر ہوتے تھے۔ نیا پادری قادر جوزف بھی متاثر ہوا تھا۔

اس نے پہلے ہی دن کہا تھا۔ "میری اہم کام میں گت ہو چکا تھا۔ اندر بزرگوں جیسی تنجید کی اور اپنے دین کی لئے محبت ہے۔ یہاں مسلمانوں کی کثیر تعداد کے بعد کیونٹ زیادہ نظر آتے ہیں۔ عیسائی کم نظر آتے ہیں۔ ہماری کوشش ہو گی کہ اس چرچ میں عبادت کرنے والے زیادہ تعداد میں آئیں۔"

اس نے کما "قادر ہمارے ہی کوشش ہو گی کہ یہاں عیسائیوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہے۔ اس مقصد کے لیے میں ایک تبلیغی جماعت بنا کر تاشقند جاری ہوں۔"

"جی! وہاں ہماری ایک بہت بڑی تبلیغی جماعت ہے، تم اس میں شامل ہو جاؤ۔"

"قادر! میری جماعت ان سے مختلف ہو گی۔ میں اپنے دین کی تبلیغ کی خاطر سیاسی چالیں چلوں گی۔ شرافت کا جواب شرافت سے اور مکاری کا جواب مکاری سے دوں گی۔"

"تمہاری اس بات سے یاد آیا، ازبکستان کے بڑے شرمیں ایک نئی تنظیم قائم ہوئی ہے۔ اس تنظیم کا نام متحدہ مذہبی فرٹ ہے۔ وہ ایک نئے مذہب "دین انسان" کی تبلیغ کر رہے ہیں۔ سنا ہے یہ بنیادوں کو شفا دیتے ہیں۔ اور لوگوں کو مختلف پریشانیوں اور مصیبتوں سے نجات دلاتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے وہ مذہبی فرٹ والے جادو جانتے ہیں۔"

"قادر! آپ کو جادو کا خیال کیوں آیا؟ وہ ایسا کیا حیرت انگیز کارنامہ دکھاتے ہیں؟"

"ہنکارا کے دو بڑے ڈاکٹروں نے ایک شخص کا طبی معائنہ کر کے رپورٹ دی تھی کہ اسے کینسر ہے اور وہ زیادہ سے زیادہ چھ ماہ جی سکے گا۔ "دین انسان" کے ایک عالم نے اس پر صبح سے شام تک روحانی عمل کیا پھر کما جاؤ اور ڈاکٹروں سے کہو تمہیں کینسر نہیں ہے۔ وہ طبی معائنہ کر کے تصدیق کر سکتے ہیں۔"

مرتا نے کما "انہوں نے طبی معائنہ کیا ہو گا اور یہ حیرت انگیز انکشاف ہوا ہو گا کہ کینسر کا مرض ختم ہو چکا ہے۔"

"ہاں! ایک اور شخص بہت زیادہ خوفزدہ تھا۔ ایک دشمن اسے قتل کرنا چاہتا تھا۔ اس نے مذہبی فرٹ میں جا کر پناہ لی۔ اس دن کے ایک پادری نے روحانی عمل سے اس دشمن کو بلا دیا۔ دشمن آتے ہی قدموں میں گر کر معافی مانگنے لگا۔ پھر اس نے قسم کھائی کہ کبھی کسی کو قتل کی دھمکی نہیں دیا کرے گا۔"

مرتا نے ہنسنے ہوئے کما "میں بھی ایسے ہی کمالات دکھا کر لوگوں کو اپنے دین کی طرف مائل کرنا چاہتی تھی لیکن یہ "دین انسان" والے مجھ سے پہلے ہی ایسی چالیں چلے گئے ہیں۔ میں تاشقند پہنچ کر ان سے نہٹ لوں گی۔"

قادر نے تعجب سے پوچھا۔ "کیا تم ان کی طرح کمالات یا کمالات دکھا سکتی ہو؟"

"میں بہت کچھ کر سکتی ہوں۔ کیا آپ "دین انسان" کے کسی بی بی بیڈیا ان کے کسی اہم آدمی کا نام اور فون نمبر دیکھو جانتے ہیں؟"

قادر جوزف نے اپنی فائل میں سے ایک کتابچہ نکال کر دیتے ہوئے کما "دین انسان" کا ایک تبلیغی کتابچہ ہے۔ اس میں بہات کے علاوہ تنظیم کے اہم افراد کے نام پتے اور فون نمبرز دیے ہیں۔"

مرتا نے اسے اپنے پاس رکھ لیا۔ قادر سے رخصت ہو کر فراڈ روٹی آندرو کے پاس آئی پھر یولی "سلمان سرباھو اور تبلیغی ٹی پر تاشقند چلو۔ باقی باتیں راستے میں ہوں گی۔"

آندرو دس فراڈ راہب اور چھ راہبائیں کے ساتھ چلنے کی راہاں کرنے لگا۔ مرتا سمجھ گئی کہ متحدہ مذہبی فرٹ میں کوئی ٹیلی ٹی جانتا ہے۔ اس نے دو بڑے ڈاکٹروں کے دماغوں میں کھس کر بہت مند شخص کے لیے کینسر کی میڈیکل رپورٹ تصدیق ہو رہی تھی۔ پھر اس شخص پر مجبوت موٹ کا روحانی عمل کر کے اسے پھر ہسپتال کے لیے بھیجا ہو گا۔ دوسری بار ان ڈاکٹروں کو آواز کار لیا گیا ہو گا اور انہوں نے ہوش و حواس میں وہ کئی میڈیکل رپورٹ تصدیق ہو گی کہ واقعی کینسر کا مرض حیرت انگیز طور پر ختم ہو

چکا ہے۔

اسی طرح وہ دشمن جو کسی کو قتل کرنا چاہتا تھا وہ بھی ٹیلی بیجی کے ذریعہ اثر معافی مانگنے اور توبہ کرنے پر مجبور ہو گیا ہو گا۔ مرتا نے تاشقند پہنچ کر ایک بہت بڑی عمارت کا ایک پورا فلور کرائے پر حاصل کیا۔ آندرو اور اس کے تمام راہب اور راہبائیں کو حکم دیا کہ اس فلور میں عمل مذہبی ماحول قائم کریں۔ اگر وہاں کسی نے شراب پی اور کوئی گناہ کیا تو وہ اسے سزا دیا کر مار ڈالے گی۔ وہ لوگ ٹیلی بیجی کے ذریعے ملنے والی باتیں برواٹ کر چکے تھے۔ اب ان باتوں کے تصور سے ہی کانپ جاتے تھے۔ پھر یہ کہ مرتا اس عرصے میں ان سب کو عری عمل کے ذریعے اپنا تابعدار بنا چکی تھی۔ اس لیے وہ نیک راہب اور راہبائیں بھی زندگی گزارنے والے تھے۔

مرتا نے وہاں تمام انتظامات مکمل کرنے کے بعد اپنے لیے ہوٹل چار سو میں ایک کمرہ لیا۔ پھر وہاں آرام سے بیٹھ کر کتابچے کو دیکھا اس میں ہر شے کے یودی "میلی عیسائی پادری اور مسلمان علماء کے نام پتے اور فون نمبرز تھے۔ ان یودی عیسائی اور مسلمانوں کے پیڑوائوں نے دعویٰ کیا تھا کہ یہ "دین انسان" تمام مذاہب کو ایک پلیٹ فارم پر لاتا ہے اور دنیا سے تمام مذہبی متافروٹوں کو ختم کر رہا ہے۔

مرتا نے ایک یودی مہلی کے نمبر ڈائل کیے۔ پھر رابطہ قائم

آزمائش کی کڑی دھوپ میں ایک پاکستانی جاں باز کا سفر

جب آنکھیں آہن پوش ہوئیں..... جب خون جگر برقا ہوا

جاسوسی ڈائجسٹ میں سلسلہ وار شائع ہونے والی مقبول کہانی
علی یار خان کی سرگزشت

مجاہد

کتابی شکل میں چار حصے شائع ہو گئے ہیں

قیمت فی حصہ = ۴۰ روپے ڈاک خرچ ۱۶ روپے
چاروں حصے ایک ساتھ منگانے پر ڈاک خرچ معاف

کتابیات پبلی کیشنز - پوسٹ بکس نمبر ۲۳ - کراچی نمبر ۴۲۰۰

ہوئے پوچھا۔ کیا میں محترم رہتی ہے مخاطب ہوں؟

”ہاں خاتون! میں رہتی ہوں۔“

”محترم میں خاتون نہیں! ایک دو شیوہ ہوں۔ ابھی میری شادی نہیں ہوئی ہے۔ آپ نے مجھے خاتون کہہ کر میرا دل توڑ دیا ہے۔“

”مجھے افسوس ہے کہ میں نے تمہاری آواز سے غلط اندازہ لگایا۔ ویسے تم کون ہو؟ اور کیا چاہتی ہو؟“

”میں نے آپ لوگوں کا کتا پچہ پڑھا ہے اور یہ بھی سنا ہے کہ آپ لوگ روحانی قتل کے ذریعے مجھے دھمکتے ہیں۔ کبھی جیسے ناقابل علاج مرض کو ختم کر کے مریض کو نئی زندگی دیتے ہیں اور دشمنوں کو اپنے قدموں میں گر گزاردے۔ رنجور کر سکتے ہیں۔“

”ہاں! ہم برائیوں اور نیاریوں کو ختم کر دیتے ہیں۔ تمہارا کیا مسئلہ ہے؟“

”میں تمہارے جیسی برائیاں ختم کرتی ہوں۔ اگر دیکھنا چاہو تو اپنے کسی ٹیلی فون پر مجھے جاننے والے کو میرے پاس بھیج دو۔“

اس نے ریسور رکھ دیا۔ پھر اس نے اپنی کمانڈر پینچ کی۔ پتا چلا وہ مٹی کا ایک شاکرد ہے۔ اصل مٹی پادری اور علماء نے گوشہ نشینی اختیار کر لی ہے۔ وہ دو پوش نہیں ہوئے تھے لیکن کسی سے رابطہ نہیں رکھتے تھے۔ مرنا نے اس کی سوچ میں پوچھا۔ ”تخیم کے ان اکابرین نے گوشہ نشینی کیوں اختیار کی ہے؟“

اس کی سوچ نے کہا ”چاہک ہی ہو کہ وہ بڑھ ہو گئی تھی۔ سب پریشان ہو گئے تھے۔ پھر سب نے فیصلہ کیا کہ وہ اکابرین فی الحال کسی سے بات نہیں کریں گے۔ تخیم کے دوسرے افراد عوام سے رابطہ رکھیں گے۔“

اس کی سوچ تاری تھی کہ مٹی اس بار کس گاہ میں موجود ہے مرنا اسے وہاں سے اٹھا کر چلائی ہوئی مٹی کے کمرے میں لے گئی۔ مٹی نے کہا ”دھر میرے فون کی گھنٹی بجی تھی۔ میں ہاتھ دوم میں تھا۔ کیا تم نے اینیڈ کیا تھا؟“

وہ اس کے سوال کا جواب دینے لگا۔ مرنا نے مٹی کے داغ میں پچھتا چلا۔ اس نے سانس روک لی۔ بڑبڑا کر اٹھتے ہوئے بولا۔ ”فراڈ آ رہا ہے۔ وہ تمہارے اندر ہے۔ میرے اندر آنا چاہتا ہے۔ جاڑیوں سے بھاگ جاؤ۔ میں اندر سے دروازہ بند کروں گا۔“

اس نے اپنے شاکرد کو دروازے کی طرف دھکا دیا۔ مرنا نے اس شاکرد پر پوری طرح قبضہ جمایا تھا۔ وہ اچھل کر ایک طرف گیا۔ سینئر نیل پر ایک ٹرے میں بت سے پھل رکھے ہوئے تھے۔ پھل کاٹنے والا چاقو بھی تھا۔ اس نے لپک کر چاقو اٹھایا پھر مٹی کے سنبھلے سنبھلے حملہ کر دیا۔ اس کے حلق سے ایک چھنکائی۔ جان سے مار ڈالنے کا ارادہ بر گزرتا تھا۔ اس لیے وہ صرف زخمی ہوا۔ مرنا اس کے اندر پینچ گئی۔

اس نے سب سے پہلے یہ سوال کیا ”اس تخیم میں ٹیلی فون کی جاننے والا کون ہے؟“

اس کی سوچ نے کہا ”تمہیں ٹیلی فون کی جاننے والے تھے۔ اس میں سے ایک ٹیلی فون کی جاننے والا دو کی ہنس سانپ کے ڈنڈے مر گیا ہے۔ باقی دو خیال خوانی کرنے والے بارہا اٹھیں اور ٹیلی فون پر دو پوش ہو گئے ہیں۔“

وہ بولی ”ابھی تم کہہ رہے تھے کہ فراڈ تمہارے اندر آنا چاہتا ہے۔ کیا وہ تم کو لوں گا جانتا ہے؟“

”ہاں جانتا ہے۔ شاید نہ جانتا لیکن ہمارے خیال خوانی کرنے والے دو کی کی شامت آگئی تھی وہ فراڈ کو نرپ کر کے اپنا انبار بنانا چاہتا تھا مگر خود اس کے دام میں آگیا۔ فراڈ کو اس کے ذریعے ہماری تنظیم کا کچا چھٹا معلوم ہو گیا۔ شاید اسی نے دو کی کو سانپ کے ذریعے ہلاک کیا ہے۔“

وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر ناگوار سے سوچنے لگی۔ ”کیا مصیبت ہے۔ فراڈ ان کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ مجھ سے پہلے ہی ان کے اندر پہنچا ہوا ہے۔“

وہ مجھے منہ کے سامنے بڑی محبت سے پایا کہتی تھی مگر مجھ سے دور ہوتے ہی دشمن ٹیلی فون کی جاننے والا فراڈ کما کرتی تھی۔ اب وقت اس کے دل میں ایک ذرا محبت اور محبت نہیں ہوئی تھی۔ اب مسئلہ یہ تھا کہ جس طرح وہ ٹیلی فون کے ذریعے کرات دھکا کر لوگوں کو عیسائیت کی طرف مائل کرنا چاہتی تھی۔ اسی طرح ”دین انسان“ والے کرات دھکا رہے تھے۔ وہ اپنی حکمت مٹی سے اس نئی مذہبی تنظیم کو مٹا سکتی تھی مگر یہ کام نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میری مداخلت پسند نہیں تھی کیونکہ بارہا اور جی کو نرپ کر کے اپنا انبار بنانا چاہتی تھی اور ایسا میری موجودگی میں ممکن نہیں تھا۔

میں نے اس سے کہا تھا کہ افغانستان جا رہا ہوں لیکن پلٹ کر تاشقند آگیا تھا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ میں یہ سنا کر دو کی یہاں مجھے نرپ کرنا چاہتا تھا مگر میرے ہاتھوں ہلاک ہو گیا ہے تو تشویش اور بڑھ گئی کہ میں اسی شہر میں اس کے قریب ہوں! اب اس کی چالاک فطرت سمجھا رہی تھی کہ اسے جینی بن کر میری پدرانہ محبت کا فائدہ اٹھانا چاہیے۔

اس نے خوب سوچنے سمجھنے کے بعد مجھے مخاطب کیا۔ ”میلو! میں آپ کی بیٹی مرنا ہوں۔“

”ہاں یو۔ کیسے یاد کیا؟“

”میں آپ سے اگر کچھ اٹھوں گی تو کیا آپ دے دیں گے۔“

”دینے کی کوئی چیز ہوگی تو ضرور دوں گا۔ جو چاہتی ہو اسے لے لیں۔“

”میں ان دونوں کو اپنا انبار بنانا چاہتی ہوں۔“

”کیا تم ان کے داغوں میں جا سکتی ہو۔“

”میں نے ان کی آواز اور لہجہ نہیں سنا ہے۔ کیا آپ سنا ہے؟“

”مجھے افسوس ہے کہ میں سانپوں کا۔ وہ دونوں شاید مر چکے ہوں۔ ان دونوں پر کچھ ایسا تاریخی عمل کیا گیا ہے کہ جس کے نتیجے میں ان کے داغ سے ان کی اپنی آوازیں اور لہجے مٹ گئے ہیں۔“

اسی خیال خوانی کی لہر میں ان دونوں کے مطابق جاتی ہیں اور داغ میں جاتی ہیں۔ یہی سمجھ میں آتا ہے کہ سوچ کی لہروں کو داغ میں نہیں مل سکتا۔ اس لیے وہ مر چکے ہیں؟“

”میں سمجھتی ہوں انہوں نے آپ سے چھپنے کے لیے خود کو مر دینا ہے۔ اچھا میں جانی ہوں۔“

”فصو۔ مجھے یہ بتاؤ۔ تم دوسرے خیال خوانی کرنے والوں کو انبار داریوں میں جانتا ہے؟“

”وہ لوگ نیا دین پھیلانے کے ہمارے فراڈ کر رہے ہیں میں انہیں دیکھ کر ہنس رہی ہوں۔“

”فراڈ یہی ہے کہ دین اسلام کو کٹر کرنے کے لیے یہ نیا دین لیا ہے۔ ازبکستان کے باشندے طوطی اسلام سے اب تک لمان رہے ہیں۔ دھر تقریباً سترہ سو برس سے دوس نے دوسرے کے ساتھ اسلام کو بھی اس ملک سے ختم کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ لیکن اسلامی تعلیمات ختم کر دیں جو اب دوبارہ نیا ہو چکی ہیں۔ ایسی صورت میں ابھی مسلمانوں کو بھگانے کے مواقع ہیں۔ اس لیے بھگانے کی خاطر یہ نیا دین لایا گیا ہے۔“

”پھر تو میں اس فراڈ میں والوں کو جہنم میں پہنچاؤں گی۔“

”نہیں اسلام سے کیا دلچسپی ہے؟“

”میں جلد ہی پارس کی موجودگی میں اسلام قبول کرنے والی ہوں۔“

”تم کبھی مسلمان نہیں بن سکو گی۔“

”یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟“

”جن دنوں میں تمہارے داغ میں آیا کرتا تھا ان دنوں اسے خیالات چھ کر معلوم ہو گیا تھا کہ تم کٹر عیسائی ہو۔ اپنی بات سے کتنے ہو مگر نیا دین نہیں چھوڑ سکتیں۔“

”وہ بہت عرصہ پہلے کی بات ہے۔ اب میرا فیصلہ بدل گیا۔“

”کیا یقین کرنے کے لیے مجھے اپنے داغ میں آنے دو گی؟“

”آں؟ فن نہیں۔ بلکہ آپ نہ آئیں۔ میں سانس روک لوں۔“

”آپ اس بحث کو جانے دیں میں عیسائی رہوں گی۔“

”تو پھر یہاں عیسائیت کی تبلیغ کے لیے کام کرتی رہو گی۔ ایسی رت میں میں نہیں چاہوں گا کہ تم کسی خیال خوانی کرنے والے اپنا انبار بننا اور یہاں کے مسلمانوں کے خلاف اپنی طاقت کا استعمال کرو۔“

”میں آپ کو پایا کہتی ہوں اور آپ مخالفانہ انداز میں گفتگو کر رہی ہیں۔“

”میں آپ کو پایا کہتی ہوں اور آپ مخالفانہ انداز میں گفتگو کر رہی ہیں۔“

”میرا اپنا بیٹا بھی اسلام کے خلاف محاذ بنا کر مجھے پیار سے پایا کے کا تو میں اس کی بھی مخالفت کر دوں گا۔“

”ابھی بات ہے پایا! میں یاس ہو کر جا رہی ہوں۔“

”جائیں! جہاں رہو خوش رہو! شاد آباد رہو۔ دھو صوفی شاد پوتوں جھوٹا۔“

وہ میرے داغ سے نکل کر اپنی جگہ حاضر ہو گئی۔ اسے مجھ پر غصہ تھا۔ تھا تھا۔ میں جب چاہ اس کے اندر پہنچ گیا تھا اور اسے خبر نہیں تھی خوش تھی کہ میں اس کے آہن قتل حاصل کرنے کے بعد اس کے داغ میں میری سوچ کی لہر میں آنے میں ناکام رہی تھی۔

وہ سوچ رہی تھی ”وہاں کے لوگ اگرچہ مسلمان ہیں مگر دین و ایمان کے مستحکم اصول کو نہیں جانتے ہیں۔ میرے یہاں عیسائیت کے اصول انہیں سمجھائے جائیں اور انہیں خیال خوانی کے ذریعے اپنی طرف مائل کیا جائے تو... خاطر خواہ کامیابی ہوگی لیکن اس مقصد کے لیے ایسا راستہ اختیار کرنا ہو گا جہاں فراڈ سے سامنا نہ ہو۔“

وہ مجھے مصیبت اور مسئلہ سمجھ کر غور کر رہی تھی۔ میں نے سوچا جب یہ کسی نیچے پر پہنچ کر عمل کرے گی تو میں اس کے پاس آکر اس کی چالوں کو سمجھ لوں گا۔ میں وہاں سے چلا آیا۔ پھر ایک گھنٹے بعد اس کے پاس آیا تو ایوان اسکا بول رہا تھا۔ ”مرنا! جہنم پارکن کے پاس پہنچو۔ وہ اسرائیلی سرحد پار کر کے لبنان پہنچنے والا ہے۔“

ایوان اسکا نے جہنم پارکن کو پہلے اپنا معمول بنایا تھا پھر مرنا نے ایوان اسکا سے اسے اپنے قبضے میں لے لیا تھا۔ وہ جہنم پارکن کے پاس آئی۔ پھر بولی۔ ”کیا تم پوری طرح مطمئن ہو کہ اسرائیلی سرحد پار کر کے وقت کوئی رکاوٹ پیش نہیں آئے گی؟“

”میں پوری طرح مطمئن ہوں! مادام! اعلیٰ افسر جس نام سے میرے کاغذات تیار کیے ہیں میں اسی میک اپ میں ہوں۔ اب بندر گاہ کی طرف جا رہا ہوں۔ اس اعلیٰ افسر کی موجودگی میں کوئی مجھ سے کسی قسم کا سوال نہیں کرے گا۔“

”مجھے اس افسر کے داغ میں لے چلو۔“

وہ افسر کے داغ میں آکر بولا ”میں اپنی رہائش گاہ سے چھپ کر نکل رہا ہوں۔ بحری جہاز تک میں منٹ میں پہنچ جاؤں گا۔“

مرنا نے کہا ”میں افسر کے خیالات دہشتی رہوں گی۔ تم ہو شیاری سے آؤ اور تعاقب اور گرفتاری کرنے والوں کا خاص خیال رکھو۔“

وہ چلا گیا۔ مرنا اپنے اطمینان کے لیے افسر کے خیالات دہشتی رہوں گی۔ پتا چلا وہ پچھل رات نے بروٹھم کے ایک قمار خانے میں تھا۔ پھر رات ہی کی فلاٹ سے نکل آیا تھا۔ قمار خانہ میں چند جواریوں سے جھگڑا ہوا تھا اور اس نے نکل ایک بار سانس روک لی تھی۔

وہ چلا گیا۔ مرنا اپنے اطمینان کے لیے افسر کے خیالات دہشتی رہوں گی۔ پتا چلا وہ پچھل رات نے بروٹھم کے ایک قمار خانے میں تھا۔ پھر رات ہی کی فلاٹ سے نکل آیا تھا۔ قمار خانہ میں چند جواریوں سے جھگڑا ہوا تھا اور اس نے نکل ایک بار سانس روک لی تھی۔

وہ چلا گیا۔ مرنا اپنے اطمینان کے لیے افسر کے خیالات دہشتی رہوں گی۔ پتا چلا وہ پچھل رات نے بروٹھم کے ایک قمار خانے میں تھا۔ پھر رات ہی کی فلاٹ سے نکل آیا تھا۔ قمار خانہ میں چند جواریوں سے جھگڑا ہوا تھا اور اس نے نکل ایک بار سانس روک لی تھی۔

وہ چلا گیا۔ مرنا اپنے اطمینان کے لیے افسر کے خیالات دہشتی رہوں گی۔ پتا چلا وہ پچھل رات نے بروٹھم کے ایک قمار خانے میں تھا۔ پھر رات ہی کی فلاٹ سے نکل آیا تھا۔ قمار خانہ میں چند جواریوں سے جھگڑا ہوا تھا اور اس نے نکل ایک بار سانس روک لی تھی۔

وہ چلا گیا۔ مرنا اپنے اطمینان کے لیے افسر کے خیالات دہشتی رہوں گی۔ پتا چلا وہ پچھل رات نے بروٹھم کے ایک قمار خانے میں تھا۔ پھر رات ہی کی فلاٹ سے نکل آیا تھا۔ قمار خانہ میں چند جواریوں سے جھگڑا ہوا تھا اور اس نے نکل ایک بار سانس روک لی تھی۔

وہ چلا گیا۔ مرنا اپنے اطمینان کے لیے افسر کے خیالات دہشتی رہوں گی۔ پتا چلا وہ پچھل رات نے بروٹھم کے ایک قمار خانے میں تھا۔ پھر رات ہی کی فلاٹ سے نکل آیا تھا۔ قمار خانہ میں چند جواریوں سے جھگڑا ہوا تھا اور اس نے نکل ایک بار سانس روک لی تھی۔

وہ چلا گیا۔ مرنا اپنے اطمینان کے لیے افسر کے خیالات دہشتی رہوں گی۔ پتا چلا وہ پچھل رات نے بروٹھم کے ایک قمار خانے میں تھا۔ پھر رات ہی کی فلاٹ سے نکل آیا تھا۔ قمار خانہ میں چند جواریوں سے جھگڑا ہوا تھا اور اس نے نکل ایک بار سانس روک لی تھی۔

وہ چلا گیا۔ مرنا اپنے اطمینان کے لیے افسر کے خیالات دہشتی رہوں گی۔ پتا چلا وہ پچھل رات نے بروٹھم کے ایک قمار خانے میں تھا۔ پھر رات ہی کی فلاٹ سے نکل آیا تھا۔ قمار خانہ میں چند جواریوں سے جھگڑا ہوا تھا اور اس نے نکل ایک بار سانس روک لی تھی۔

سانس روکنے والی بات نے مرینا کو تشویش میں مبتلا کیا۔ اس نے پوچھا۔ ”کیا تمہارے دماغ میں کوئی آیا تھا؟“ وہ بولا ”میں پہلے کبھی چکا ہوں کہ مار کھا کر گرتے وقت چند ساعتوں کے لیے ہوش و حواس معطل ہو گئے اور سانس رکی تھی۔ میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ ایسا مار کھا کر بدحواسی میں ہوا اس دوران یا اس سے قبل کوئی دماغ میں آیا تھا۔“

”اس کے بعد کیا پھر تم نے سانس روکی تھی؟ یا پرانی سوچ کی لمبوں کو محسوس کیا تھا؟“

”نہیں میں نے کسی بھی سوچ کی لہر کو محسوس نہیں کیا اور نہ ہی کسی وقت سانس روکی ہے۔ اگر کوئی ناکام ہو کر جاتا تو پھر کامیاب ہونے کی کوشش میں دوبارہ آتا لیکن وہ پھر لپٹ کر نہ آیا۔“

مرینا نے جنرل پارکن کے پاس آکر پوچھا ”کوئی تعاقب کر رہا ہے؟“

وہ ڈرائیو کر رہا تھا۔ عقب نما آئینے میں دیکھتے ہوئے کہا ”میں بہت محتاط ہوں۔ اپنے بچکے سے دیکھتا رہا ہوں۔ بچکے کے آس پاس نہ کوئی عمرانی کسے والا تھا اور نہ اب کوئی تعاقب کر رہا ہے۔“ وہ بندرگاہ کے پارنگک ایریا میں کار سے اتر گیا ”اپنی لے کر ایمریشن کاڈنٹر آیا۔ وہاں وہ اعلیٰ افسر موجود تھا۔ اس نے جنرل کے کاغذات لے کر کلرک سے کہا ”یہ اوکے ہے۔ ان پر سرنگا دو۔“

کاغذات پر سرحد پار کرنے کی مرہنگ مئی۔ افسر اس کے ساتھ چلتا ہوا۔ جہاز کی سیڑھوں تک آیا۔ وہاں دو افسر اور مسلح فوجی جوان کھڑے ہوئے تھے۔ علی بھی موجود تھا۔ اس کا اشارہ ہاتھ ہی دو جوانوں نے جنرل پارکن کو بکڑ لیا۔ وہ بولا ”یہ کیا حرکت ہے؟“

علی نے کہا ”تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میں کارمن ہیئرلڈ ہوں تمہارا گولڈن برین۔ تم سرحد پار نہ جاؤ۔ آہنی سلاخوں کے پار جاؤ۔“

یہ کہتے ہی اس نے سرج کی سوئی اس کے بازو میں پیوست کر دی۔ جنرل پارکن دوسرے ہی لمحے میں بے ہوش ہو گیا۔ مرینا کو اس کے دماغ سے نکلنا پڑا۔ وہ اعلیٰ افسر کے پاس آئی۔ اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑی لگ چکی تھی۔ اس نے علی کے دماغ میں آنا چاہا وہاں جبکہ نہ علی اس نے افسر سے پوچھا۔ ”کیا یہی کارمن ہے؟ گولڈن برین ہے؟“

وہ بولا ”میں نے اسے پہلی بار دیکھا ہے۔ یہ خود کو ابھی گولڈن برین کہہ رہا تھا۔“

مرینا نے کہا ”میں نے آس پاس کے فوجی جوانوں اور افسروں کو کسی طرح بولنے پر مجبور کر دیا۔ ان میں سے کسی کے ذریعے گولڈن برین کو زخمی کر دیا۔ تمہیں اور جنرل کو رہائی دلا دی۔ میرے لیے یہ گولڈن برین کے اندر بیٹھنے کا بہترین موقع ہے۔“

اس افسر نے چیخ کر کہا ”میں ایک ذمہ دار سرکاری افسر

ہوں۔ تم مجھے ہتھکڑی پہنا کر غلطی کر رہے ہو۔ مجھ سے اس معاملے میں بات کرو۔ بولو افسر تمہارا نام کیا ہے؟“

علی نے کہا ”خواہ مخواہ ان کی زبان کھلاؤ ان کی کوشش کر رہے ہو۔ ان میں سے کوئی افسر اور جوان اپنا نام نہیں بتا سکے گا۔ کیونکہ یہ سب گونگے ہیں۔“

”جھوٹ بولتے ہو۔ فوج میں کسی گونگے اور بہرے کو سپاہی نہیں بتایا جاتا۔“

”لیکن میں تمہاری ٹیلی بیٹھی جاننے والی کے لیے انہیں گونگا کر لایا ہوں۔ یہاں کوئی چال کامیاب نہیں ہوگی۔ بانی دی دے تم کون ہو مارا دم؟ کیا اپنا تعارف کراؤ گی؟“

مرینا اپنی ناکامی کو سمجھ گئی تھی۔ افسر کے دماغ سے چلی گئی۔ اسی افسر کے اندر ثانی اور بے مورگن جیسے ہوئے تھے۔ مورگن نہیں جانتا تھا کہ وہاں ٹیلی بیٹھی جاننے والی کوئی ثانی موجود ہے۔ الٹ ثانی اس کی موجودگی کے متعلق جانتی تھی۔ علی نے افسر کو دیکھتے ہوئے مورگن کو مخاطب کیا ”مورگن! وہ محترمہ جو فوجیوں کو بولنے پر مجبور کرنا چاہتی تھیں ابھی تک خاموش کیوں ہیں؟“

وہ بولا ”شاید ٹیلی جی ہے۔ یا سوچ رہی ہے کہ اپنا جھوٹا تعارف کیسے کرائے؟“

۳ سے سوچنے دو یا اگر چلی گئی ہے تو برا کرم کیا ہے۔ تم چل پارکن کو کما پچھلے تک اس کی سختی سے عمرانی کرتے رہو۔“

علی وہاں سے چلتا ہوا بندرگاہ کے پارنگک ایریا میں آیا۔ ایک بہت سی فوجی کار اس کے سامنے آکر رک گئی۔ ڈرائیو تک بیٹھ کر ایک نمائندہ ی حسین و جمیل دوشیزہ بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ دونوں کھول کر باہر آئی۔ بدن پر فوجی اور جاذب نظر لباس تھا۔ وہ ایک ادائے ناز سے چلتی ہوئی اس کے سامنے آکر بولی۔ ۳ سے سزا جنمیں دکھائی نہیں دیتا۔ یہ راستہ ہے۔ اگر میں بریک نہ لگاتی تو کچلے جاتے۔“

علی نے مسکراتے ہوئے کہا ”تم تو مجھے بچانے کے لیے ہی بیٹھ ہوئی ہو۔ کب تک بریک لگاتی رہو گی۔ مجھ پر جرح چلی آؤ۔“ وہ فہم کر بولی ”تم پامیلا سے شادی کرنے کے بعد بدعاش ہو گئے ہو۔ پہلے ایسی باتیں نہیں کرتے تھے۔ یہ بتاؤ یہ غنا حسن کیا ہے؟ کیا میں حسین اور پرکشش لگ رہی ہوں؟“

”تم خواہ کتنی ہی حسین بن جاؤ۔ میری عانی کے اصلی چہرے کے سامنے ہانکی کوئی صورت نکالوں میں نہیں مانتی۔“

”اے تم نے مجھے کیسے پہچان لیا۔ کو، کیا میرے میک اپ میں کوئی خامی رہ گئی ہے یا آواز اور لہجہ بدلنے میں ناکام رہی ہوں؟“

”تمہاری کوئی خامی یا ناکامی نہیں ہے۔ پر ٹیکٹ میک اپ ہے۔ یہ کیوں بھولتی ہو کہ ہم ہزار پردوں میں بھی ایک دوسرے کو پہچان لیتے ہیں۔ تم نے مجھے پال ہیبرن کے روپ میں اور میں نے تمہیں اپا کے روپ میں پہچان لیا تھا۔ اگرچہ تم یادداشت کھو چکی

جس اس کے باوجود مجھے اپنا سمجھ رہی تھیں۔ ہم بصارت سے نہیں بصیرت سے ایک دوسرے کو پہچان لیتے ہیں۔
 وہ مسکرا کر بولی۔ ”میری گاڑی میں چلو گے یا اپنی گاڑی میں؟“
 ”میری گاڑی ملازم لے آئے گا۔ مجھے تمہاری جیسی حینہ سے لطف لیتا ہے۔“

وہ دونوں بٹنے ہوئے کار کی اگلی سیٹ پر آکر بیٹھ گئے۔ ثانی نے اسے اشارت کر کے آگے بڑھاتے ہوئے کہا ”میرا موجودہ نام کتنی ہے۔ میں ایک ارب پتی یہودی پرانے ہولڈن کی بیٹی ہوں۔ لندن سے سینٹر کیرج کا استخوان پاس کر کے آئی ہوں۔ مئی ڈیڑی نے کہا ہے کہ مجھے جلدی ایک لائف پارٹنرشپ کر لینا چاہیے۔“
 یعنی تمہارے مئی ڈیڑی کو معلوم ہو چکا ہے کہ تم بالغ ہو چکی ہو؟“

”جی ہاں۔ معلوم ہو چکا ہے۔“
 ”کیسے معلوم ہو گیا؟ کیا تمہاری کوئی پالانہ حرکت پکڑی گئی ہے۔“
 ”۳۰ مسٹر زیادہ فری ہونے کی کوشش نہ کرو اور کام کی بات کرو۔ اس افسر کے داغ میں کوئی غلطی جتنی جاننے والی بول رہی تھی۔ تم کچھ اندازہ کر سکتے ہو کہ وہ کون تھی؟“

”اندازہ ہی نہیں لیتیں کہ وہ مرنا تھی۔ آپ کل سپر باسٹر کی ٹیم میں صرف تھی ایک خیال خواتین کسے والی لڑکی ہو پانی سب مرد ہیں۔ ماسک میں کے پاس صرف ایک ایوان راسکا ہے۔ اسرائیل میں ایک الپا ہے جو ابھی کو ماسک ہے۔ شپا اور جورا جوری جیسی برائی خیال خواتین کسے والیاں ناہود ہو چکی ہیں۔ صرف ایک مرنا تھی۔ وہ دی ایسی حرکتیں کر رہی ہے۔“
 والوں کی ٹیم جانے کا خیال ہے۔ آج وہ جیل پارک کو دیکھیں گے۔ لے جانا چاہتی تھی۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ پرانا خیال ابھی تک اس کے داغ میں ہے۔“

”تمام غلطی جتنی جاننے والوں میں وہی ایک ایسی عورت ہے جو یہ علم حاصل کرنے کے بعد بھی آج تک بھگ رہی ہے۔ نہ زندگی گزارنے کے لیے نفوس اصول بناتی ہے۔ نہ کسی پر اعتماد کرتی ہے۔ نہ اس کا کوئی گھر ہے اور نہ ہی کوئی محفوظ پناہ گاہ ہے۔ کسی مصیبت کی گھڑی میں کوئی اس کی پشت پناہی کرنے والا نہیں ہے۔ وہ ایک دن مت بچتا ہے۔“

غلطی جتنی سمجھ لینے کے بعد جیسے نہیں لوگوں کو کیا ہو جاتا ہے۔ وہ پھر زمین پر پاؤں ہی نہیں رکھتے۔ آسمانوں پر اڑنے لگتے ہیں۔ غالی نے کہا ”خدا کا شکر ہے۔ صرف ہمارے خاندان کی تمام غلطی جتنی جاننے والی خواتین پیشہ سے محفوظ رہی ہیں اور خدا نے چاہا تو ہمیشہ عزت و آبرو سے زندگی گزارتی رہیں گی۔“
 غلطی کہنا چاہتا تھا۔ غالی نے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

”کیونکہ لیوڈا اس کے پاس آکر گودھڑا ادا کر رہا تھا۔ پھر اس نے کہا ”مائی ڈارلنگ بے لی۔ وہ کم بخت بھری ہوئی تو فضل مائوٹی ہے۔ غلطی جتنی جانتا ہے مگر ہمارے کام نہیں آئے گا۔“
 ”وہ اس قدر ناگاہ کیوں ہے انکل؟“

”وہ کم بخت بہت زیادہ شراب پیتا ہے۔ ہم اس سے یہ لطف نہیں چھڑا سکتیں گے۔ ڈاکٹروں کی حشفہ رائے ہے کہ اس کے جسم میں شراب توڑی موت پہنچتی رہے۔ اسے پینے سے روکا جائے گا تو وہ دقت سے پہلے مر جائے گا۔“
 وہ ایک جگہ گاڑی روک کر بولی ”اکیسا شخص نصیب زیادہ پہنچائے گا۔ دشمن اس کے داغ میں چھپ کر ہارلی مصروفیات معلوم کرتے رہیں گے۔ مجھے افسوس ہے کہ میں نے ایک ناگاہ شخص کو آپ کے حوالے کیا ہے۔“

”یعنی ایسا نہ کرو۔ تم تو زبردست کام دکھا رہی ہو۔ ہمارے مقدر میں ہی خرابی ہے۔ اس لیے الپا بھی ہمارے ہاتھ سے نکل گئی ہے۔“
 ”کلام اگر جتنے ہیں تو مجھے بھی ہیں۔ آپ الپا کی خبر لینے دیں۔ ہو سکتا ہے وہ پھر ہمارے ہتھ میں آجائے۔“
 ”میں کئی بار جا چکا ہوں۔ وہ کو ماسک ہے۔ ٹھیک ہے پھر بار دیکھا ہوں۔“

”چلا گیا۔ ثانی نے ایک کمری سانس لے کر علی کو دکھا کر مسکرائی۔ علی نے پوچھا ”مسکرا رہی ہو۔ کیا کوئی لائف سٹاپا ہے؟“
 ”یہ لائف ہی تو ہے۔ جان لیوڈا اس بھری ہوئی کو پار کرنا خوش ہوا تھا اب اسی ٹھہرا رہا ہے۔“
 وہ دونوں ہنسنے لگے۔

○●○

”خج کے گلے ساسان کا انچارج اور اعلیٰ افسر ایڈی باؤل“
 پاس کا احسان مند تھا کیونکہ اس نے قلعہ فتح کرنے کے بعد پھر اسے اس کے حوالے کر دیا تھا۔ جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ پاس حزب مومن کے اکابرین کے فیصلوں سے مایوس ہو کر قیام ہے اور قلعہ ہمایا ہے تو ایڈی باؤل نے کہا ”مسٹر پاس! آپ خاتونیں ہیں۔ یہ قلعہ آپ ہی کا ہے۔ ہمیں حکم دیں، ہم آپ کے لیے کیا کر سکتے ہیں؟“

”آپ میرے ازبکستان جانے کی انتظامات کریں۔ میں یہاں سے صبح روانہ ہونا چاہتا ہوں۔“
 ”آپ وہاں رہائش کے لئے کون سا طریقہ اختیار کریں گے قانونی یا غیر قانونی؟“

”قانونی طریقہ۔ حکومت فرانس کو اطلاع دے دی گئی ہے۔ کل صبح میرے قانونی کاغذات تیار ہو کر سرحد میں فرانس بھیجے گئے۔ پاس ٹھیک کے ذریعے پہنچ جائیں گے۔ آپ بجلی کا کاپڑ انتظام کریں اور مجھے سرحد پہنچا دیں۔“

”آپ نے حکومت فرانس کو کیوں زحمت دی ہے۔ پراسٹریکٹ سے تمام انتظامات ہو جائیں گے۔“
 ”میرے پاس نے کبھی پراسٹریکٹ قانون حاصل نہیں کیا۔ سرحد لے کے لے بجلی کا کاپڑ اس لیے لے رہا ہوں کہ یہ قلعہ اور یہاں بانی اندہ چیزیں میری خیرات کی ہوئی ہیں۔ میں بجلی کا کاپڑ مانگ رہا ہوں۔ لگنے کے حالات ہوں گے تو چھین کر لے جاؤں۔“

”وہ ب خاموش رہے۔ ان کی خواہش تھی کہ کسی طرح دن اور فراہم کا پناہاں سے چلا جائے۔ افغانستان میں ہم ان کے نہ دہیں وہ کسی خواہش نہ کرتے۔ تب بھی پاس کو وہاں سے ہی قلعہ۔ وہ دوسرے دن سرحد پہنچ گیا۔“

سرحد کو جھیل زمین کہا جاتا ہے۔ وہ پورا علاقہ اتنا روشن اور آنا ہوا سا ہے جیسے نور بریں رہا ہو۔ پاس نے بجلی کا کاپڑ کی پرواز دوران دیکھا تھا اس شکر کے تین اطراف خوبصورت برپوشیاں ہیں اور چوٹی صحت دیوانے زرافشاں کا صاف و شفاف بنا ہے۔ شاید اسے زرافشاں اسی لیے کہا جاتا ہے کہ اس کا ہانڈی طرح جھکتا رہتا ہے۔

اس نے پرواز کے دوران کوکب پہاڑی کے دامن میں ایک بڑی رصد گاہ دیکھی۔ ایک بہت بڑی پیرل بھی نظر آئی۔ بہت سی مہ کاغذ تیار ہوتا ہے۔ اگرچہ پاس کا ان چیزوں کوئی تعلق نہیں تھا۔ لیکن ہو سکتا ہے اس پورے علاقے کو اور سمجھنا ضروری ہو۔ حالات اسے ان علاقوں کی طرف بھی دیکھتے تھے۔

بجلی کا کاپڑ وہاں کے ایک بجلی بند پڑا تھا۔ فرانس کے سفیر دوسرے افسران اس کا استقبال کرنے کے لیے آئے تھے۔ مانے اس کی وہاں باقاعدہ رہائش کے لیے قانونی کاغذات اس کے لیے ایک جھرنے سے کاپڑ اور ایک ملازم کا انتظام کیا تھا۔ غلطی نے ملازم کو اندر سے پر لکھا تھا پھر پاس نے کہا ”یہ مکی جاسوس ہے اور تمہارا وفادار رہے گا۔ کیا میں تمہارے پیلا ملازم سے دوں؟“

”ابھی رہتے ہیں۔ دو چار روز میں یہاں قلعہ رہنا چاہتا ہوں۔ تاکہ بے سنے لوگ ہیں اس لیے پلیز آپ مجھے دو گھنٹے میں نافذت معلوم کرتی رہیں۔“

”جائیں! میں اتنی رہوں گی۔ اب آرام کرو، میں جا رہی ہوں۔“

وہ بجلی گئی۔ پاس نے ملازم سے کہا ”میں سونے جا رہا ہوں۔ اگلا صبح میں بجلی کا کاپڑ لے گا۔ اس سے پہلے نہ جگنا۔“
 اس نے سنے لے کر کاغذات اندر سے بند کیا۔ پھر بستر پر آکر لٹی رہی جس میں کمری بند ہو گیا۔ اس کا کاپڑ ایک پہاڑی کے ناموں تھا۔ ایک کشادہ کمری کا پردہ بٹانے سے دیا ہے۔

زرافشاں بستا ہوا دکھائی دیتا تھا۔ اس کالج کے اطراف بڑے خوبصورت مناظر تھے ایسے مناظر کو دیکھتے رہنے سے جی نہیں بھرتا تھا۔ پھر یہ کہ مشینی دنیا اور مشینی زندگی کے برعکس وہاں بہت خاموشی اور سکون تھا۔

وہ بڑے سکون سے سو رہا تھا۔ دماغ کو ہدایات دی جھیں کہ دوسرے کو بوجے بیدار ہوں گا لیکن ایک گھنٹہ پہلے ہی آٹھ مکمل گئی۔ کوئی غیر معمولی بات ہوئی تھی۔ وہ فوراً ہی اٹھ کر بیٹھ گیا۔ کالج کا فرش اور دیواریں لکڑیوں کی تھیں۔ لکڑی کے فرش پر دور کوئی ٹھہر ٹھہر کر چل رہا تھا۔ جیسے چھپ کر آ رہا ہو۔ پاس نے فوراً ہی جوتے پہن لیے۔ پھر سوئیچ پرستار ہوا ایک میز پر چڑھ گیا۔ اس کے کمرے کی چھت پر ایک آسمانی گھڑی تھی جس کے پٹ اندر سے بند کیے جاتے تھے۔ وہ دونوں پٹ کھول کر اوپر چھت پر آگیا۔

چھت پر برف جمی ہوئی تھی۔ وہ چاروں ہاتھ پاؤں سے رینگتا ہوا چھت کے کنارے آیا۔ کالج سے ذرا فاصلے پر دو مسلح افراد قرض، سمور کی ٹوپی اور غل پوت پہنے کھڑے تھے۔ ان کے پاؤں تھوڑے سے برف میں دھنسنے ہوئے تھے۔ ان کے اشارے سے کچھ کچھ۔ پھر وہ دو مختلف سمتوں سے کالج کو گھیرنے لگے۔ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے کالج کے اندر آئے۔

پاس پھر چھت کی برف میں رینگتا ہوا۔ دوسرے کمرے کی آسمانی گھڑی کے پاس آیا اسے کھول کر اندر دیکھا۔ اس کمرے میں ایک مسلح شخص کمری کے پاس کھڑا باہر سے آنے والوں کو دیکھ رہا تھا۔ پاس نے آسمانی گھڑی کھولی تو اس شخص نے سر اٹھا کر اوپر دیکھا پاس نے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ پھر اسے اوپر آنے کے لیے کہا۔ وہ فوراً ہی ایک کمری پر چڑھ گیا۔ اپنا ہاتھ اوپر کی طرف بوسایا پاس نے ہاتھ پکڑا کر اسے اوپر کھینچ لیا۔

اس نے اوپر آکر پوچھا ”تم کون ہو؟“
 ”میں اس کالج میں رہتا ہوں۔ تم کیوں میرے گھر میں گھس آئے۔ یہ معاملہ کیا ہے؟“

”وہ چار تھے۔ میں نے دو کو فٹم کر دیا ہے۔ وہ وہ گئے ہیں۔“
 ”کیا ان دو کو رشتے دار سمجھ کر چھوڑ دیا ہے؟“
 ”جی نہیں۔ مجھے سے رشتے کی بات نہیں۔ ایک کی۔ پھر کما گولیاں فٹم ہو گئی ہیں۔ یہ کن خالی ہے۔ کیا تمہارے پاس گن ہے؟“
 ”مجھے ایسے ہتھیاروں سے ذر لگتا ہے۔ انہیں رکھنا تو دور کی بات ہے، میں تو ہاتھ بھی نہیں لگاتا۔“

”اسے تھوڑے تھوڑے ہو کر ہتھیاروں سے ڈرتے ہو۔“
 ”اگر تم نہیں ڈرتے ہو تو ان ہتھیاروں سے بھاگ کر میرے پاس کیوں آئے ہو؟“

”میں اس وقت کہہ رہا تھا۔ ان سے پہنچنے کی تدبیر کرو۔“
 ”تدبیر کیا کرنا ہے۔ وہ گمراہ ہیں۔ قتل و غارتگری کے راستے پر چل رہے ہیں۔ میں انہیں صحت کر دوں گا۔ خدا کا خوف دلائل گاہ

وہ نام ہو کر ہتھیار پہنچ کر دیں گے۔
 "یہ تم واقعی بچکانہ باتیں کر رہے ہو یا میرے برے حالات میں
 مذاق فرما رہے ہو۔"
 "کیا سیکھتے ہوئے لوگوں کو راہِ راست پر لانا تمہاری نظروں میں
 مذاق فرما ہے؟ دیکھو، میں ابھی انہیں درندے سے انسان بنا دیتا
 ہوں؟"

یہ کہتی ہے اس نے بلند آواز سے پکارا "ارے بھائی صاحبان
 میں یہاں ہوں۔"
 انہی نے جلدی سے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر غصے اور
 سرکشی میں کہا "یہ تم نے کیا کیا؟ انہیں معلوم ہو جائے گا کہ میں
 یہاں ہوں۔"

"خدا کو سب معلوم پہنچتا تھا، وہ؟ وہ آسمان پر ہے، تم چھت
 پر ہو۔ جب اس سے نہیں چھپتے تو بندوں سے کیوں چھپتے ہو۔"
 کالج کے اندر سے کسی نے کہا "تم وہ نہیں ہو جس کی ہمیں
 تلاش ہے۔ تم کون ہو؟ نیچے آؤ ورنہ گولی مار دوں گا۔"
 پارس نے کہا "خدا سے ڈرو۔ ایک دن سب کو اور سے نیچے
 آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ زندگی جیتنے کے لیے دی ہے۔ گولی مارنے
 کے لیے نہیں دی ہے۔"

پارس نے آسانی کڑی کے پٹ اٹھا کر کرے میں جمائے
 ہوئے دونوں کو دیکھا۔ پھر کہا "السلام علیکم۔"
 دونوں نے اوپر دیکھتے ہوئے کہا "وعلیکم السلام۔ تم نے ہم پر
 سلامتی بھیجی ہے، ہم نے تم پر۔ سلام کرنے سے جان کی امان ملتی
 ہے۔ نیچے آ جاؤ۔"

وہ آسانی کڑی کے راستے کرے کے اندر لٹک کر فرش پر اٹھیا
 پھر ان سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا "مجھے خوشی ہے کہ میرے گھر
 میں مسلمان بھائی آئے ہیں۔ میں خوش آمدید کہتا ہوں۔ تشریف
 رکھیے آپ کے لیے توہہ حاضر کروں گا۔"

"ہم توہہ نہیں اس دشمن کا خون نہیں گئے۔"
 "اتنی ساری میں اس کا خون روگوں میں جم رہا ہے۔ آپ نہیں
 لی کیس گئے پھر وہ میرا سمان ہے۔ آپ جانتے ہیں، مسلمان جان
 دے دیتا ہے مگر سمان پر آج نہیں آئے دیتا۔ اس نے میرے پاس
 پناہ لی ہے۔"

"دیکھو برادر! اس نے ہمارے دو آدمی مار دیے ہیں۔ وہ قاتل
 ہے۔ اسے ہمارے خوالے کر دو۔"
 "جب میرا سمان میرے گھر سے نکل کر چالیس قدم دور چلا
 جائے گا تو اسے بے شک گولی مار دینا ابھی یہ ممکن نہیں ہے۔"
 ایک نے جراتی سے پوچھا۔ "جس میں یہ ڈر نہیں ہے کہ ہمارے
 ہاتھوں میں بھری ہوئی بندو قس ہیں۔"
 "تم وعلیکم السلام کہہ کر سلامتی دے چکے ہو۔ پھر ڈر کیا ہے؟"
 دونوں نے ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ پھر کہا۔

"تم بہت چلاک ہو۔ ہم سے سلامتی حاصل کر لی۔ ٹھیک ہے ہم
 رہے ہیں یہاں سے چالیس قدم دور جا کر اس قاتل کا انتظار کریں
 گے۔"

وہ ناگوار سی سے پاؤں پیچھے ہونے باہر آئے۔ پارس نے مصافحہ
 کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا "فی امان اللہ۔"
 وہ دونوں پیچھے ہٹ گئے ایک نے کہا "ہم زیادہ جلدی نہیں
 جاتے ہیں۔ تم پھر سلامتی جیسی کوئی بات کہہ کر دشمن قاتل کو
 چالیس قدم دور بھی سلامتی دلاؤ گے۔ نہیں، تم تمہارے ہم مصافحہ
 نہیں کریں گے۔"

وہ دونوں جانے لگے۔ جب ذرا دور چلے گئے تو پارس نے
 کرے میں آکر کہا "وہ جا چکے ہیں۔ اندر آ جاؤ۔"
 انہی آسانی کڑی کے لٹک کر کرے میں آیا پھر بولا "تم نے تو
 نکال کر دیا۔ یہ آج معلوم ہوا کہ سلام کرنے کے بعد مسلمان ایک
 دوسرے کی سلامتی کے ذمہ دار ہو جاتے ہیں۔"
 "ہاں مگر چالیس قدم کے فاصلے پر سوت تمہارا انتظار کرنا
 رہے گی۔"

اس نے زوردار قہقہہ لگا پھر کہا "میں موت کا رخ پھیروں
 گا۔ ان دونوں کو چالیس قدم تو کیا چالیس میل دور بھی گا۔ گا۔
 دی دے پینے کے لیے توہہ ملے گا؟"
 "میں بھی میرا ملازم آئے گا توہہ مل جائے گا۔ اپنے متعلق بتاؤ۔
 یہ معاملہ کیا ہے؟"

"یہ لوگ میری گرل فرینڈ پر بری نظر رکھتے تھے۔ میں نے
 انہیں سمجھایا کہ یہ اللہ والی ہے۔ اس کے لیے برا سوچ کے تو
 عذاب نازل ہو گا مگر انہوں نے ایک نہیں سنی۔ پھر ان پر عذاب
 اترا۔ ان میں سے دو نے خودی ایک دوسرے کو گولی ماری اور مر
 گئے۔"

"لیکن تم نے تو چھت پر کہا تھا کہ ان دونوں کو تم نے قتل کیا
 ہے۔"
 "شاید میں ڈیجھیں راستے ہوئے ایسا کہ گیا تھا۔ حقیقت یہ
 ہے کہ ان دونوں نے میری کی بد دعاؤں کے نتیجے میں خود کشی کی
 ہے۔"

"کیا میری تمہاری گرل فرینڈ کا نام ہے؟"
 "ہاں وہ میری جان ہے، میری آرزوؤں کی جنت ہے۔"
 "چالیس قدم پر جہنم ہے۔ تمہاری جنت کتنے فاصلے پر ہے؟"
 "وہ اسپتال میں ہے اس کا آپریشن ہو رہا ہو گا بلکہ ہو چکا ہو
 گا۔ مجھے وہاں پہنچنا تھا لیکن ان دشمنوں نے راستہ روک رکھا
 ہے۔"

"گوئی بات نہیں۔ آپریشن تو کامیاب رہا ہے۔"
 "ہاں میری توقع سے زیادہ کامیاب رہا ہے۔ میں
 ہوں۔"

"تم اسپتال نہیں پہنچ سکے تو آپریشن کی کامیابی کا یقین کیسے ہو
 گیا۔"
 "تس؟" وہ گڑ بڑایا۔ پھر جلدی سے مسکرا کر بولا "میرے دل کے
 معاملات ہیں۔ محبت میں دل گواہی دیتا ہے۔ آپریشن دھڑک رہا ہے
 اور۔"

"پچھرا دھر ہو جاتا ہے جس میں سن چکا ہوں محبت میں بڑے بڑے
 تماشے ہوتے ہیں۔"
 پارس اپنے داڑھی سے اس حد تک معلوم کر چکا تھا کہ وہ
 انہی ٹیلی بیٹھی جانتا ہے یا اس کے پیچھے یہ علم جاننے والا کوئی چھا
 ہوا ہے۔ ایک تو یہ بات محض سے نہیں اڑی کہ اسے قتل کرنے کے
 راہہ کس نے والوں میں سے دو نے خودی ایک دوسرے کو قتل کر دیا۔
 بے جاں لیا تماشے ٹیلی بیٹھی کے ذریعے کیے جاتے ہیں پھر وہ
 عی کے پاس پہنچے بغیر خیال خوانی کے ذریعے معلوم کر چکا تھا کہ
 آپریشن کامیاب رہا ہے۔

ملازم نے آکر کہا "سرا آپ وقت سے پہلے بیدار ہو گئے
 یہ معلوم ہوا تو شہر نہ جاتا۔"
 "گوئی بات نہیں۔ آدھے گھنٹے بعد کھانا لگا دو۔ یہ میرے
 ماں یہاں میرے ساتھ کھائیں گے اور کھانے کے بعد توہہ بخش
 لیں ابھی ہاتھ دوسرے آ رہا ہوں۔"

اس نے ہاتھ دھو میں آکر دوڑاؤ کے اندر سے بند کیا۔ اسی
 نہ کوئی داغ میں آیا۔ اس نے صرف تین سیکنڈ انتظار کیا۔ پھر
 ٹس روک لی۔ اگر ٹلی ہوئی تو آتی ہی کوڈروڈز ادا کرتی پانچ
 رس کا یقین اور پختہ ہو گیا وہ جتنی جو اس کالج میں عادی ٹیلی بیٹھی
 نہ تھا۔

وہ دوسری بار نہیں آیا۔ سمجھ گیا کہ جس کے ہاں پناہ لے رہا
 ہے، وہ پوگا کا ماہر ہے، اپنی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس
 نہ لیتا ہے۔ پارس نے ہاتھ دھو دوسرے سے آکر لباس تبدیل کیا۔ پھر
 اس کی میز پر آکر انہی سے بولا "چلو دوست! کھانا شروع کرو۔
 یہ تم نے آپ تک اپنا نام نہیں بتایا۔ ہو سکے تو نام کے ساتھ کام
 لانا دو۔"

"میرا نام ہال بھری ہے اور کام میرا عشق کرنا اور حسن کے فائدہ
 اٹانے۔ اس کے علاوہ جتنے بھی کام ہیں وہ دنیا کے بد نصیبوں کے
 ہیں۔"

"میں تمہاری میری کو ضرور دیکھوں گا جس سے عشق کرتے تم
 مالک میں آئے ہو۔ وہ کس اسپتال میں ہے؟"
 وہ دشمنی قہقہہ لے کر چپاتے ہوئے بولا "میں جس اسپتال
 چلوں گا۔ شرط یہ ہے کہ ان دشمنوں کو ٹال دو جو چالیس قدم پر
 لا موت بن کر کھڑے ہوئے ہیں۔"

پارس وہاں سے اٹھتے ہوئے بولا "میں ان دشمنوں کو جا کر
 مانتا ہوں کہ تم مرنے سے پہلے اسپتال تک جا کر اپنی محبوبہ کا

آخری دیدار کرنا چاہتے ہو۔ اس طرح تم اسپتال تک پہنچنے پہنچنے
 اپنے ہتھیار کا راستہ نکال لینا۔"

"دشمنوں کی خوشامد کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے ایک
 گمن یا کارتوس دے دو، میں منوں میں انہیں ناکروں گا۔"
 "سودی" میں اپنے پاس بھی ہتھیار نہیں رکھتا۔ تم یہ بتاؤ کہ
 کس اسپتال میں ہے، تاکہ وہاں تک لے جائے کی اجازت حاصل
 کر سکوں۔

اس نے اسپتال کا نام اور پتہ بتایا۔ پارس تیزی سے چلتا ہوا
 کالج سے باہر آیا۔ ہال بھری کے قتل کا ارادہ کرنے والے کالج کے
 دانش ماں چالیس قدم کے فاصلے پر کھڑے ہوئے تھے تاکہ وہ کسی
 بھی سمت سے بھاگ نہ سکے۔ پارس ایک کے قریب آیا۔ اس نے
 کہا "برادر! تم نزدیک نہیں آؤ۔ تم پھر کوئی چالاکی دکھاؤ گے۔ تم
 مسلمان ہو کر اس بے دین کی حمایت کرتے ہو۔"

"تم کیسے جانتے ہو کہ وہ بے دین ہے؟"
 "لو برادر! یہ اور اس کا سامنی ایک نڈھب کی تبلیغ کر
 رہے تھے، انہی مسلمانوں کو بھگاتے ہیں۔ یہ ہم سے بھی کتا تھا کہ
 ہم دین اسلام چھوڑ کر "دین انسان" کو قبول کر لیں۔ ہم اسے
 مارنے کے لیے دوڑے تو اس نے ہمارے دو ساتھیوں کو قتل کر
 دیا؟"

"کیسے قتل کیا؟ ذرا تفصیل سے بتاؤ۔"
 "یہ ہماری سمجھ میں بھی نہیں آیا۔ یہ دین انسان کے غیث
 لوگ شاید جادو جانتے ہیں۔ پہلے اس کا فریڈ دونوں کو گولی مارنے کی
 کوشش کی مگر وہ زخمی ہوئے پھر اس نے کتا جادو چل گیا، ہمارے
 دونوں ساتھیوں نے ایک دوسرے کو گولی ماری۔"

پارس نے پوچھا "کیا تم لوگ پوگا کا ماہر ہو۔"
 اس نے پوچھا "یہ پوگا کیا ہوتا ہے؟"
 "سانسوں کو قابو میں رکھنے والے روزشی آسمانوں کو پوگا کہتے
 ہیں۔"

"ہاں ہم لوگ ازبکستان کے معروف پھلوان ہیں۔ صبح و شام
 روزش کرتے ہیں اور کئی منٹ تک سانس روک لیتے ہیں۔"
 "وہ کالج میں جو سمان ہے وہ کتا تھا کہ تم لوگ اس کی محبوبہ
 کو اس سے چھیننا چاہتے تھے۔"

"شیطان کا بچہ جھوٹ بولتا ہے۔ ہم نے اس کی محبوبہ کو تو کیا
 اس کی ماں کو بھی نہیں دیکھا۔"
 اسی وقت ٹلی لے آتی ہی کوڈروڈز ادا کیے، پارس نے کہا۔
 "ہاں! ایک خیال خوانی کرنے والا مرغا میرے کالج میں ہے۔ میں
 آپ سی کا انتظار کر رہا تھا۔ آئیے میں آپ کو اس کے داغ میں لے
 چلوں۔"

پھر اس نے ازبک مسلمان سے کہا "آؤ دوست! ہم کالج میں
 چلتے ہیں۔ وہ سمان نہیں شیطان ہے۔ اس نے مسلمانوں کو بے

پارس نے کھڑکی سے باہر دیکھا۔ سامنے دارالافتاء کی بڑی سی عمارت تھی۔ وہ اس کا ہاتھ اپنے ماتھوں میں لے کر الوداعی مصافحہ کرتے ہوئے بولا۔ ”تم نے اپنی عمر کے گھوڑے پر مجھے بٹھا کر سماں تک پہنچا دیا ہے۔ چاہی نہ چلا کر راستہ کیسے کٹ گیا۔“

”مجھے مجھ کا نام بتا کر جاؤ۔“

”مجھ کوں کے استمال کے لیے چند شرائط ہیں۔ پہلی شرط یہ کہ عورت شراب پیتی ہو۔“

”وہ تو میں پیتی ہوں۔“

”دوسری شرط یہ ہے کہ ہر رات اس کا ایک نیا عاشق بدلا رہے۔“

”میں تو عاشق بدلتی رہتی ہوں۔ مجھ کوں کا نام بتاؤ۔“

”اس مجھ کوں کا نام ہے بے خیالی۔ بے خیالی کی خوراک کھانے والیاں ہر رات میں برس کی ہوتی ہیں اور ہر صبح آئینے میں اپنی عمر کا چالیسواں دیکھتی ہیں۔ ورنہ حیا والیاں اس عمر میں مقدس مرتبے پر پہنچ کر فخر کرتی ہیں۔“

”وہ روزانہ معمول کرنا ہر آگیا۔ وہ مجھ سے پھٹ پڑی۔ چچا کر گالیاں دینے لگی لیکن وہ گالیاں کی رنج سے دور نکل گیا۔ اسپتال کے انکوائری کاؤنٹر پر آکر بولا۔ ”میں مس میری سے ملنا چاہتا ہوں۔“

”آج صبح اس کا آپریشن ہوا ہے۔ پانچ بجے اس کا وارڈ اور دم بھر تائی۔“

”کاؤنٹر گرل نے کھینچ کر آہٹ کیا۔ پھر کہا ”ایک مس میری کا آپریشن مگرش ہوا تھا۔ آج تین بج کر پندرہ منٹ پر لیٹی اب سے آدھا گھنٹہ پہلے وہ اسپتال سے چلی گئی ہے۔“

”کہاں گئی ہے؟ کیا آپریشن ہو سکتا ہے؟“

”اس کے ساتھ ہی اسے اسپتال میں داخل کرتے وقت دو سوسات اعظم اسٹریٹ کے ایک چوک کا تاج کھوایا تھا۔“

”لیکن مس کل آپریشن ہوا آج چھٹی کیسے دے دی گئی۔ کیا معمولی آپریشن تھا؟“

”میں آپریشن کی نوعیت کا علم نہیں ہے۔ آپ ڈاکٹر آندھی سے معلوم کر سکتے ہیں۔ فرسٹ فلور پر ڈاکٹر کا کمرہ ہے۔“

”وہ فرسٹ فلور پر آیا ایک دواخانے پر ڈاکٹر آندھی کی نیم پلیٹ تھی۔ اس نے دستک دی آواز آئی۔ کم ران۔“

”اسی وقت لیٹی آئی۔“ میں ڈاکٹر آندھی سے معلوم کرنے جا رہا ہوں کہ میری کو اسپتال سے چھٹی کیوں دے دی گئی۔“ وہ ڈاکٹر کے چیمبر میں آیا پھر بولا۔ ”میں فرانس سے آیا ہوں اور مس میری کے ایک عزیز کا پیغام لایا ہوں۔ کاؤنٹر پر معلوم ہوا کل اس کا آپریشن ہوا تھا۔ آج چھٹی ہو گئی۔ کیا معمولی آپریشن تھا؟“

”میں بہت سنجیدہ اور سیریس آپریشن تھا۔ ہم مس میری کو کبھی چھٹی نہ دیتے لیکن ہسپتال اسے زبردستی لے گئے ہیں۔“

”آپ نے اسپتال کے قوانین کے خلاف مشہال کی ضد کیسے

وہ قدرے پریشان ہوا اور سر جھکا کر بولا۔ ”میں یہ سمجھنے سے معذور ہوں کہ اس کی ضد کیسے مان لی۔ میں نے انکار کیا تھا لیکن جانے کیسے بے اختیار ہو کر اسے میری کو لے جانے کی اجازت دے دی گئی تھیں تو میں لگتا ہے جیسے مجھ پر کوئی جادو کیا گیا تھا۔“

پارس نے اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ ”کوئی بات نہیں ڈاکٹر! میں اسے تلاش کروں گا۔“

”ہاں! ڈاکٹر کی سوچ بڑھ کر معلوم ہو چکا ہے کہ میری اور پال دراصل باربرا اور جبری ہاگ ہیں۔ ڈاکٹر ان کی اصلیت نہیں جانتا ہے لیکن میں نے آپریشن کی نوعیت سے حقیقت معلوم کی ہے۔“

”آپریشن کی نوعیت کیا ہے؟“

”کیا تمہیں پتا ہے کہ باربرا جسمانی اعتبار سے نہ لڑکی تھی نہ لڑکا۔“

”مجھے اس بات کا علم نہیں تھا۔ کیا آپریشن کے ذریعے اس کی جنس تبدیل کی گئی ہے؟“

”ہاں! آپریشن کا سیلاب رہا ہے۔ اس کا علاج جاری رہا تو وہ مکمل لڑکی بن جائے گی۔“

وہ اسپتال سے باہر آکر گاؤنڈ میں بیٹھ گیا۔ پھر بولا۔ ”آپ باربرا اور جبری کے متعلق اہم معلومات فراہم کر سکتی ہیں؟“

”لیٹی نے اسے شروع سے ان کے حالات بتائے اور یہ بھی بتایا کہ وہ چند یسودی مٹی خیمائی پادری اور نام نہاد ملاؤں کے ذریعے ایک نئے مذہب ”نورین انسان“ کی تبلیغ کر رہے تھے ان کا ایک مٹی بیٹھی جانے والا ساتھی ہو کر بدین میرے چنگل میں آگیا تھا۔ جبری نے دوی کو مار ڈالا کہ اس کے ذریعے میں اس کے اور باربرا کے دماغ میں نہ پہنچ جاؤں۔ پھر اس دونوں نے کسی عمل سے اپنی توازن اور بے کو بدل ڈالا۔ مجھے یہ سمجھنا چاہا کہ وہ دونوں بھی مر چکے ہیں۔ پھر وہ تاشقند سے بھاگ کر سرحد آ گئے۔“

پارس نے کہا ”آسمان سے گرنے والے مجبور میں اکتھے ہیں۔ وہ دونوں باپ سے بچ کر رہنے کے پاس اکتھے آ گئے ہیں۔“

”بیٹے! جبری نے باربرا کو اسپتال سے لے جا کر عمارت کی ہے۔ کیونکہ اس لڑکی کو صبح و شام میڈیکل نرسٹ منٹ اور فوج کی ضرورت ہے۔ اگر دن رات علاج کی سوتیں حاصل نہ ہو تو وہ کیس بگڑ جائے گا۔“

”اس کا مطلب ہے وہ مجھ سے جہاں بھی جا کر چمے گا وہاں کسی ڈاکٹر سے ضرور رابطہ رکھے گا۔ اسے علاج کے لیے شہر میں ہی رہنا پڑے گا۔“

”ہاں! اسے باربرا کی بہتری کے لیے ایسا کرنا ہوگا۔ اس لحاظ سے ایک اور بات اہم ہے۔ باربرا سرد مزاج کی تھی۔ اس میں لڑکیوں جیسے جذبات نہیں تھے اور نہ وہ بھی لڑکی بننا چاہتی تھی۔ پھر وہ آپریشن کے لیے کیسے راضی ہو گئی۔ یہ تبدیلی کیوں قبول کر دی

”ہو سکتا ہے۔ اس کے خیالات بدل گئے ہوں۔ وہ خوشی سے یہ تبدیلی قبول کر رہی ہو۔“

”جب پہلی بار تمہارے پیپا نے اسے ٹریپ کیا تھا تب سے میں اس لڑکی کے خیالات کی بار بار پوچھ چکی ہوں۔ وہ پھر بے لوث جانتی ہے۔ بدلتا نہیں جانتی۔ مجھے شبہ ہے کہ اس کے مزاج کو جڑا بدلا گیا ہے۔“

”شیے کی کوئی توجہ ہو گی؟“

”ہاں! باربرا کی طرح کسی جبری بھی ہمارا معمول تھا۔ میں نے اس کے بھی خیالات پڑھے ہیں۔ وہ باربرا کا دیوانہ ہے۔ کئی بار اسے آپریشن کرانے کے لیے کہہ چکا ہے اور یہ سوچنا مجھ ہی ہے کہ یہ سیدھی طرح نہیں مانے گی تو میں کسی حکمت عملی سے اسے عمل لڑی بناؤں گا۔“

”پھر تو آپ کا شہر درست ہو سکتا ہے۔ اس وقت باربرا دماغی اور جسمانی طور پر کمزور ہو گئی۔ آپ کو اس کا موجودہ وجہ معلوم ہو جائے تو آپ کو ساری حقیقت معلوم ہو جائے گی۔“

”پتلے تو یہ معلوم کرنا ہو گا کہ جبری اسے کہاں چھپاتا پھر رہا ہے۔ وہاں کی بڑا ڈاکٹر ضرور جانے گا اور شہر میں بڑا آپریشن کرنے اور تبدیلی جنس کے معاملات کو نرسٹ کرنے والے کئی کے چند انکڑ ہوں گے۔ میں ابھی ان کے نام اور پتے معلوم کر کے آتی ہوں۔“

”لیٹی پھر اس ڈاکٹر کے دماغ میں آئی جس نے باربرا کا آپریشن کیا تھا اور اسے دوسرے ہی دن اسپتال سے لے جانے کے باعث نشان ہو رہا تھا۔ لیٹی نے خاموشی سے اس کے خیالات پڑھ کر اس ڈاکٹر کے نام سے اور فون نمبرز نوٹ کیے۔ پھر پارس کے پاس آکر کہا۔ ”چلو میں نمبرز بتا رہی ہوں تم کیے بعد دیکرے سب لڑکیوں کی آوازیں سننا۔“

اس نے ایک ہاتھ میں آکر لیٹی کے بتائے ہوئے پتلے ڈاکٹر کے بڑا ڈاکٹر کیسے۔ دوسری طرف سے کسی نے کہا۔ ”وہ موجود نہیں ہے۔ ابھی چند منٹ پہلے اچانک ہی گیس گئے ہیں۔“

پارس نے رعبور رکھا۔ لیٹی اس بولنے والے کے خیالات کو آنکھ پھیر لی۔ ”بیٹے! تم نے جس کی آواز سنائی وہ ایک سنٹ لیڈی ڈاکٹر تھی۔ وہ یہ سوچ کر حیران اور پریشان ہو رہی کہ ڈاکٹر مریضوں کو دیکھ رہا تھا پھر اچانک یہ کہہ کر چلا گیا کہ سنٹ باقی مریضوں کو دیکھو۔ اسے واپس آنے میں دیر ہو جائے۔“

”اچانک اٹھ کر جانے کا مطلب یہ ہوا کہ جبری اس کے اندر اس کو آگے جبر دہاں سے لے گیا ہے۔“

”کیا بات ہے۔ لیڈی ڈاکٹر کی سوچ بتا رہی ہے کہ ڈاکٹر نے اسے عمل کسی سے فون پر مختصر سی بات کی تھی۔ صاف ظاہر کہ جبری نے فون کے ذریعے اس ڈاکٹر کو ٹریپ کیا ہے۔“

”جب تک وہ ڈاکٹر دہاں نہیں آئے گا، آپ لیڈی ڈاکٹر کے ذریعے اس کی آواز نہیں سن سکتے ہیں؟“

”میں سن سکتی ہوں۔ ڈاکٹر کے پاس موبائل فون ہے۔ وہ اپنی اسٹنٹ کی کال سن سکتا ہے۔ میں ابھی آتی ہوں۔“

وہ لیڈی ڈاکٹر کے پاس آئی۔ وہ ایک مریض کا معائنہ کر رہی تھی اور اس کے لیے سوچ رہی تھی کہ مریض کو کون کون سی دوا لکھ کر دے گی۔ لیٹی نے اس کے اندر یہ بات پیدائی کہ وہ ڈاکٹر سے اس سلسلے میں مشورہ کرے۔ مشورہ کیے بغیر سینئر ڈاکٹر کے نسخے میں تبدیلی کرنا مناسب نہیں ہے۔

لیڈی ڈاکٹر نے قائل ہو کر فون کے ذریعے رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے ڈاکٹر کی آواز سنا دی۔ اسٹنٹ نے مریض کی دواؤں کے متعلق مشورہ طلب کیا۔ ڈاکٹر نے ناگاری سے کہا ”پتے اندر خود احتیاطی پیدا کرو اور میری عدم موجودگی میں پورے اعتماد سے نسخے لکھا کرو۔“

ڈاکٹر نے رابطہ فتم کیا۔ لیٹی خاموشی سے اس کے اندر پہنچ گئی۔ وہ کارڈ رائیو کرتا جا رہا تھا اور یہ نہیں جانتا تھا کہ کہاں جا رہا ہے۔ اس کی حالت میں یہی سوچا جاسکتا تھا کہ خزل صرف جبری کو معلوم ہے۔ وہ اس کے اندر خاموشی سے موجود ہے اور اسے مخصوص راستوں سے گزار کر اپنی خفیہ پناہ گاہ کی طرف لے جا رہا ہے۔

لیٹی نے سفر کے پاس آکر اسے ایک کار فراہم کرنے کے لیے کہا۔ اسے بتایا کہ پارس دارالافتاء کے سامنے ہے گا رہاں پہنچائی جائے۔

پھر پارس نے کہا۔ ”ڈاکٹر حمزہ وہ کوڈ رائیو کرتا جا رہا ہے۔ تمہارے لیے ایک کار آ رہی ہے۔ تم کالا دیا کی سمت بڑھتے رہنا۔“

میں ابھی آکر ڈاکٹر اور جبری کی خزل بتاؤں گی۔“

وہ پھر ڈاکٹر کے پاس آئی۔ وہ کم سم اسٹریٹک سیٹ پر بیٹھا ڈرائیو کر رہا تھا اور نہیں سمجھ رہا تھا کہ کن راستوں سے گزر رہا ہے۔ لیٹی نے ایک بار دیا کی لمبوں کا شور سنا تھا اور ڈاکٹر کو آکر کڑی کر تم آکر ڈاکٹر نے پیپا تھا اس لیے سمجھ گئی تھی کہ وہ کالا دیا کے بل پر سے گزر رہا ہے۔

کوئی پتہ نہیں بعد لیٹی پارس کے پاس آئی۔ وہ بھی اب کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ اس نے کہا ”وہ قبرستان شاہ زندہ کے سلطان والے حصے میں کار سے اترا اور پیدل چلا ہوا آگے بڑھا۔ میری گھڑی کے حساب سے وہ پندرہ منٹ تک چلا رہا۔ پھر ایک کھنڈر نما عمارت میں داخل ہو گیا۔ اس کے اوپر حصے کے ایک غلط سے کمرے میں باربرا ایک بستر پر پڑی ہے۔“

”کیا آپ نے اس کے خیالات پڑھے ہیں؟“

”ابھی پڑھنے جاری ہوں۔ کیا وہاں تک پہنچ جاؤ گے یا مزید رہنمائی کروں۔“

”میں ای! آپ باربرا پر دھیان دیں۔“

وہ باربر کے پاس آگئی۔ ڈاکٹر اس کا معائنہ کر رہا تھا۔ جی نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا تھا۔ پہلے تو ڈاکٹر نے پریشان ہو کر اس شکستہ کمرے اور مریضہ کو دیکھا تھا اور سوچنے لگا تھا کہ وہاں کیسے پہنچ گیا ہے۔ تب جی نے سوچ کے ذریعے لے لیا تھا۔ "ڈاکٹر! سوچتے ہیں وقت ضائع نہ کرو۔ اپنی پریشانی بھول کر مریضہ کی پریشانیوں دور کرو۔ اگر یہ زندہ نہ رہی تو تم بھی یہاں سے زندہ نہیں جاؤ گے۔"

اس نے پوچھا۔ "مگر تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟"

"ان تمام باتوں کا جواب مل جائے گا۔ پہلے اسے اینڈ کرو۔"

وہ باربرا کا معائنہ کرتے ہوئے آپریشن کی نوعیت معلوم کرنے لگا۔ وہ اس کے سوالات کے جواب دیتی گئی۔ ایسے وقت جلی اس کے چور خیالات پیڑھ رہی تھی۔ باربرا کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ قدرتی طور پر بھی تھی لیکن یہ رہا جاتی تھی لیکن جی کے اصرار پر وہ تبدیلی کے لیے راضی ہو گئی تھی۔

جی نے اس کی سوچ میں سوال کیا۔ "میں تو اپنے فیصلے کسی نہیں بدلتی۔ پھر راضی کیسے ہو گئی؟"

"تجربہ نہیں میں پہلی جیسی کیوں مستقل مزاج نہیں رہی۔ جی کا حکم سنتے ہی اس کی عقل کمری ہوں اور اپنا فیصلہ بھول جاتی ہوں۔"

باربرا کے ان خیالات سے صاف ظاہر تھا کہ جی نے باربرا کو بھی دھوکے سے دماغی توانائی میں مبتلا کیا ہو گا پھر اسے خوشی عمل کے ذریعے اپنی معمول اور تابعدار بنایا ہو گا۔ اس طرح وہ نہ چاہے ہوئے بھی آپریشن کے مرحلے سے گزر کر مکمل لڑکی بن گئی تھی۔

ڈاکٹر نے اس کا معائنہ کرنے کے بعد پوچھا۔ "جسین مکمل توجہ طلب اور دیکھ بھال کی ضرورت ہے ایسی حالت میں جسین صرف اسپتال میں رہنا چاہیے۔ کون پائل کا پچہ جسین اس کنڈور میں لے آیا ہے؟"

جی نے سوچ کے ذریعے لے لیا۔ "ڈاکٹر! میں نے امتحانہ حرکت کی ہے لیکن میں مجبور تھا۔ دشمن اس لڑکی کو اغوا کرنا چاہتے ہیں اس لیے میں نے اسے یہاں چھپایا ہے۔"

"تم اس سلسلے میں پولیس کی مدد لے سکتے تھے تم ان دشمنوں سے زیادہ دشمن ہو۔ اس عیاری کو یہاں لا کر کیس کا زبہ ہو۔ یہ مریضی کتنی ہے؟"

"میں ڈاکٹر! ایسا نہ کرو۔ میں اسے جی جان سے چاہتا ہوں۔ اس کے لیے جان دے سکتا ہوں۔"

"تم کون ہو سائے انکرا تکیں نہیں کرتے؟"

"میں اس جگہ سے بہت دور ہوں۔ میرا تمہارا رابطہ صرف ٹیلی فونی کے ذریعے رہے گا۔"

"کیا تم بھی دشمنوں سے چھپ رہے ہو؟"

"ہاں مجبوری ہے۔"

"تاکر گاڑ سیک۔ اس لڑکی کو نہ چھپاؤ۔ فوراً میرے اسپتال

پہنچاؤ۔ میں وعدہ کرتا ہوں اس کے کمرے کے باہر اور وارڈ میں پولیس کا سخت پیرا رہے گا۔"

"ڈاکٹر! یہی طرح دشمن بھی ٹیلی فونی جانتے ہیں۔ وہ فلوڈی پرا تو ذکر اسے لے جائیں گے؟"

"لے جائیں گے تو مہر لڑکی ہاتھ لگے گی۔ تم اسے اسپتال نہیں پہنچاؤ گے تو تمہارے حصے میں... میں اس کی لاش آئے گی۔ یہ صرف اور صرف اسپتال میں زندہ رہتی ہے۔"

جی نے باربرا کے پاس آکر کہا۔ "بے! ابھی ادھر نہ جاؤ۔"

وہ گاڑی روک کر بولا۔ "کیا بات ہو گئی؟ میں قبرستان شاہ زندہ کے سامنے پہنچ گیا ہوں۔"

"اپنی گاڑی کسی دوسرے حصے میں لے جاؤ ورنہ ڈاکٹر کی گاڑی کے قریب تمہاری گاڑی دیکھ کر جی کو تعجب کا شہ ہو گا۔"

وہ قبرستان دور تک پیچھا ہوا تھا اور ہاڑی کی دھڑلانہ رفتار۔ باربرا گاڑی کو دوسری سمت لے جانے لگا۔ جی نے کہا "جی رہا ہوں موجود نہیں ہے۔ اس کے آلا کار ہو سکتے ہیں۔ ڈاکٹر اسے قاتل کر رہا ہے کہ باربرا کو فوراً اسپتال پہنچائے ورنہ وہ زندہ نہیں رہے گی۔"

"کیا جی قاتل ہو جائے گا؟"

"نہیں ہو گا تو اسے باربرا کی لاش ہی ملے گی۔ وہ دیوانہ ہے اسے مرنے نہیں دے گا۔"

وہ ایک طرف گاڑی روک کر باہر نکلا پھر جیتی جتوں اور خوبصورت نقش و نگار سے تیار کردہ مزاروں کے درمیان سے گزرتا ہوا ہاڑی کے اوپری حصے کی طرف جانے لگا۔

ایک روایت کے مطابق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے م زاد حضرت قیام کا نام ابن عباس رضی اللہ عنہما میں دھن کیے تھے تھے۔ ان کے تمام عزیزا قارب کی قبریں یہاں ہیں۔ یہ بھی روایت ہے کہ حضرت قاسم ابن عباس نماز ادا کر رہے تھے ایسے ہی وقت دشمنوں نے ان کا سر تن سے جدا کر دیا۔ حضرت اپنا نکا ہوا سر اپنے ہاتھوں میں لیے ہوئے مسجد کی چن ہوئے والی عمارت میں غائب ہو گئے تھے۔ اسی لیے انہیں شاہ زندہ کہا جاتا ہے اور وہ قبرستان انہی کے نام سے موسوم ہے۔

باربرا نے ہاڑی کی بلندی سے دیکھا۔ وہ آدمی ایک اسٹریج افسانے ایک کنڈور نما عمارت سے کھل رہے تھے۔ جی نے آکر کہا۔ "وہ باربرا کو لے جا رہے ہیں۔ ڈاکٹر نے مشورہ دیا ہے کہ اسے دارالافتاء میں ہی پہنچایا جائے تاکہ اس کا آپریشن کرنے والا ڈاکٹر آندری باربرا کے پیچھے کسی کی اچھی طرح اسٹریج کرنا ہے۔ جی کے دو آلا کار اسے دارالافتاء لے جا رہے ہیں۔"

"اسی! جب جی اس کا آقا ہی دواؤں ہے کہ اس کی صلاحتی کے لیے اسے مکمل عام اسپتال پہنچا رہا ہے تو وہ اپنی محبوب سے دور نہیں رہے گا۔"

"ہو سکتا ہے وہ کیس قریب ہی رہ کر باربرا کی عمرانی کر ما

ہو۔"

"یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اسٹریج لے جانے والے دو آدمیوں میں سے ایک وہ خود ہو۔"

ان دونوں نے اسٹریج کو گاڑی کے پیچھے حصے میں رکھ دیا تھا۔ ایک ذرا نیچے تک سیٹ پر گیا تھا اور دو سرا باربرا کے اسٹریج کے پاس بیٹھ گیا تھا۔ ڈاکٹر اپنی کار اشارت کر کے جا رہا تھا۔ باربرا کی گاڑی بھی اس کے پیچھے چل پڑی تھی۔ باربرا دھڑلانہ پر دوڑتا ہوا اپنی کار میں آکر بیٹھ گیا۔ ویسے خاص جلدی بھی نہیں تھی۔ یہ معلوم ہو چکا تھا کہ اسے دارالافتاء لے جایا جا رہا ہے۔ صرف یہ معلوم کرنا تھا کہ ان دونوں سے کوئی ایک جی رہی ہے یا نہیں؟

جی نے کچھ سے بہت خوفزدہ تھا۔ میری معلومات کے دائرے سے نکل جانے کے لیے اس نے اپنے سامنے روکی ڈن کو قتل کیا تھا تاکہ مجھے بھی معلوم نہ ہو سکے کہ وہ باربرا کے ساتھ کہاں کس ہو گیا ہے۔ لیکن اپنی آواز اور لہجہ بدلنے کے باوجود یہ ذہن بانی تھی کہ میں کیس ان کے قریب ہوں۔ اگر یہ معلوم ہو جاتا کہ باربرا نے اسے ڈاکٹر کے قریب ہی رہا ہے تو شاید وہ بہت سے مرنا۔

ابھی وہ باربرا کو کھنکھائی فراموشی اس فریجھ رہا تھا اور شہر کر رہا تھا کہ اس افسر کا تعلق فرادلی تیمور سے ہو سکتا ہے یا وہ افسر آشد میں فرادلی تک ہے یا فرادلی تیمور سے کہ سرحد میں ایک ٹیلی فونی ہائے والا ہے جو فراموشی افسر کے جاسوس ملازم کو زخمی کر کے ہماگ کیا اور اس ہماگے والے کی محبوبہ دارالافتاء میں ہے۔

ان حالات کو سمجھتے ہوئے وہ باربرا سے دور تھا۔ دارالافتاء کے قریب نہیں گیا تھا۔ باربرا اور ڈاکٹر آندری کے دماغ میں وہ کہ یہ معلوم کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ ہم اس کی محبوبہ تک پہنچ رہے ہیں یا نہیں؟

جی نے باربرا کے پاس پہنچ کر خود کو ظاہر نہیں کیا تھا۔ باربرا بھی اس سے دوری تھا۔ ان کی یہ دوری اور خاموشی جی کو ایک طرف مطمئن کر رہی تھی کہ دشمن اس سے اور باربرا سے بے خبر تھے۔ دوسری طرف اندیشے تھے کہ کمری خاموشی بہت بڑے طوفان انہیں خیرہ ہوتی ہے۔

پھر جی کو کیسوی دلی نے اطلاع دی تھی کہ کوئی خیال خوانی کرنے والی اس کے دماغ میں آئی تھی۔ اور زیادہ پریشان کرنے والی بات تھی دلی نے بتایا کہ وہ دن انسان کے تین خیال خوانی کرنے والوں کے متعلق پوچھ رہی تھی۔ یعنی اسے یہ نہیں معلوم تھا کہ فرادلی کی وجہ سے دلی ڈن مارا گیا ہے اور جی اور باربرا ہمارے ہیں۔

جی نے دلی سے کہا۔ "اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس خیال خوانی کرنے والی کا تعلق فرادے نہیں ہے۔ وہ دوبارہ آئے تو مجھے اس فون پر اطلاع دے گا۔ میں اس سے فون کے ذریعے یا تمہارے دماغ میں آکر گفتگو کروں گا۔ ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ وہ کون ہے اور کیا چاہتی ہے؟"

پھر اسی شام "دین انسان" کے پارٹی نے فون پر اطلاع دی کہ وہ خیال خوانی کرنے والی موجود ہے۔ جی فون بند کر کے پارٹی کے دماغ میں پہنچا پھر بولا۔ "ٹیلی فون جی رہا ہوں۔ میرے مرادہ بن کر رہنے کا منصوبہ ناکام رہا ہے۔ فرادے چھناہٹ محال ہے۔"

وہ بولی "ابرا بھی محال نہیں ہے۔ میں کامیابی سے چھپ کر رہتی ہوں۔ وہ میرے دماغ میں نہیں آسکتا ہے۔"

"تم کون ہو؟"

"میرا نام دنا کے تمام ٹیلی فونی جانے والوں کو معلوم ہے۔ مجھے مرنائی دنا کہتے ہیں۔"

"وہ مرنائی تم ہو۔ تمہاری ذہانت اور حاضر دماغی کے سامنے برین ماسٹر اور بلیک ٹیکریٹ وغیرہ مٹ گئے۔ فرادے جسین جی تاکر بھی اپنا تابعدار نہ بنا سکا تم تو فلوڈ ہو فلوڈ۔"

"مجھے ایسا کہتے ہو تو مجھ سے دوستی کرو۔ جس فرادے سے خوفزدہ ہو کر چھپتے پھر رہے ہو میں اس کے خلاف ایک مضبوط محاذ بندی ہوں تو میری جی نہیں آتا ہے اس کی خوش قسمتی ہے ہوتی ہے کہ وہ بیشک کے لیے فرادے دشمنی سے محفوظ ہو جاتا ہے۔"

"میں نے یہاں دین اسلام کے خلاف ایک نئی مذہبی عظیم بنائی تھی۔ مجھے اس میں ناکامی۔"

وہ بات کاٹ کر بولی۔ "مجھے معلوم ہو چکا ہے۔ ہم سب ناکامی کاٹتے اس وقت تک دیکھتے رہیں گے جب تک فرادے کی جلی کی طرح ہمارے درمیان بھی مضبوط اتحاد نہیں ہو گا۔"

"درست کہتی ہو۔ میں خود کو بہت تھا اور نے یا بعد وہ گارہا ہوا ہوں۔ مجھے تمہارے جیسے مضبوط سارے کی ضرورت ہے۔ میں تمہاری ٹیم میں شامل ہونے کو تیار ہوں۔"

"میں جسین خوش آمدید کہہ رہی ہوں مجھے اپنی مشکلات بتاؤ میں ان کا حل بتاؤں گی؟"

وہ بتانے لگا کہ ہمارا ایک مسلمان اس کے پیچھے پڑ گئے تھے۔ وہ دو کو قتل کر کے اپنی جان بچاتا ہوا ایک کالج میں پناہ لینے گیا تو وہاں ایک پراسرار نوجوان ملا۔ اس کے جاسوس ملازم سے معلوم ہوا کہ وہ فرانس کا ایک اعلیٰ افسر ہے لیکن وہ یوگا کا ماہر ہے۔ میں ایک بار اس کے دماغ میں گیا تو افسر نے ذرا انتظار کیا جیسے کہ کوڈرز شتا چاہتا ہو پھر اس نے سانس روک لیا۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ اسے اپنے دماغ میں کسی ٹیلی فونی جاننے والے کا انتظار تھا۔

مرناتے کہا "تم جی بس باتیں نہ کرو۔ اس نوجوان کا طبع اور متفکر کا انداز بتاؤ۔"

"تفکر کا انداز کیا بتاؤں۔ وہ تو عجیب و غریب ہے۔ اپنے پاس ہتھیار نہیں رکھتا ہے۔ باتوں کے ذریعے ان دو ایک مسلمانوں کو اپنے کالج سے چاہیں قدم دور پہنچا اور میری جان بچائی۔"

"سنو! یہ فرادے سوچا باربرا اور علی تیمور کی پہچان ہے کہ وہ بھی اپنے پاس ہتھیار نہیں رکھتے اب ایک سوال کا جواب خوب سوچ کچھ کر دو۔ کیا اس نوجوان کی جلیکس ساکت رہتی ہیں یا

وہ پکلیں جھپکتا ہے؟

وہ چند لمحوں تک سوچتا رہا پھر بولا "میں اس سے ملنے کے بعد یہ سوچ کر اچھٹا رہا کہ اس میں کوئی عجیب سی بات ہے جو دوسروں میں دیکھی نہیں گئی۔ یاد آ رہا ہے کہ وہ پکلیں نہیں جھپکتا تھا اور میں باتوں کے دوران اس سے زیادہ نظریں نہیں ملا سکتا تھا۔ میری نظریں جھپک جاتی تھیں۔"

"میں سمجھ گئی۔ وہ بہت سی خطرناک زہریلا سانپ ہے۔ اسے فراد علی تصور کا بیٹا پارس کہتے ہیں۔"

"وہ مائی گاڈ! مجھ سے کتنی بڑی حماقت ہوئی تھی۔ میں پارس کے کا بیچ میں پناہ لینے گیا تھا۔ اس کی زہریلی آنکھوں نے اور میری چوٹی جس نے خطرے کا احساس دلایا اور میں بھاگ آیا ورنہ اب تک میں مر چکا ہوتا یا فراد کا غلام بن جاتا۔"

"ایک بار بچ گئے۔ یوں ہی تمہارے تو بار بار نہیں بچ سکو گے۔ اپنی سلامتی چاہتے ہو تو مجھ پر بھروسہ کرو اور مجھے اپنے دماغ میں آنے دو۔ یاد رکھو جہاں میں آئی ہوں وہاں فراد بھی نہیں آتا۔"

"ٹھیک ہے لیکن میرے دماغ میں آنا کیا ضروری ہے۔ ہم اسی طرح کسی آواز کا رے دماغ میں مل لیا کریں گے۔"

"میں صرف اس سے ملتی ہوں اور اسے دوست بناتی ہوں جو مجھ پر بھروسہ کرے اور اپنا ذہن میرے حوالے کر دیتا ہے۔"

"صاف لفظوں میں کہیں نہیں کہیں کہ مجھے اپنا معمول اور تمہاری مخالفت میں قدم اٹھاؤں گی اور سیدھی بارہا کے دماغ میں پنچوں گی۔"

"تم بارہا کے موجودہ لمبے کو نہیں پچھاتی ہو؟ اس کے پاس

تاجدار ملنا چاہتی ہو۔"

"تم تمام ٹیلی ویژنی جاننے والوں کے مقدس غلامی لکھی ہے۔ جو میرا تاجدار نہیں بنے گا جلد یا بدیر فراد کا غلام بن جائے گا۔"

"جب ایسا وقت آئے گا تو دیکھا جائے گا۔"

"ایسا وقت آجکا ہے جی! ذرا عقل سے سوچو اور سمجھو کیا فراد کا بیٹا اتنا نادان ہے کہ تم بھاگو گے اور وہ تم پر نظر نہیں رکھے گا۔ اگر تم اب تک آزاد ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ باپ بیٹے کوئی ایسی جگہ بنائی ہے جہاں سے وہ مطمئن ہو کر چپ چاپ تمہاری گھرائی کر رہے ہیں۔"

مرتہ کی یہ بات دل کو گئی۔ وہ پریشان ہو کر بولا۔ "ہاں! بارہا

بنار ہے۔ اس کا دماغ مکمل کتاب کی طرح ہے کوئی بھی اس کے اندر

دھکے نہیں دے کر کے لیے اختصار کر سکتا ہے لیکن۔"

وہ پھر سوچ م۔ دیکھا۔ مرتہ نے کہا "جب بارہا کا دماغ مکمل

کتاب بن چکا ہے تو یکن کی گنجائش نہیں رہی ہے۔"

"لیکن فراد کو کیسے معلوم ہو گا کہ میں نے اسے علاج کے لیے

اور میری تیار محبت کا نام بارہا ہے؟"

"جب معلوم ہو جائے گا تو دن میں تارے نظر آجائیں گے اور وہ ایسا برا وقت ہو گا کہ میں بھی تمہیں فراد سے نہیں بچا سکوں گی اور اس لیے میں بچاؤں کی کہماری ہے ملاقات ختم ہوتی ہے کیسے پسپو کی۔"

"جس طرح تم اس کے دوانے ہو؟ اسی طرح پارس میرا دیوانہ

ہے۔ چندہ منٹ کے بعد بارہا کے پاس آؤ وہاں میں لوں گی۔"

وہ ناکاراری سے بولا۔ "پارس کا باپ بھی بارہا کی موجودہ

آواز اور لمبے کو نہیں پہچانتا ہے۔ تم ان کے ذریعے قیامت تک

اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکو گے۔ تم بہت مضبوط ہو گئی ہو مجھے

غلام بنانا چاہتی ہو۔ میں تمہارے ہاں تمہاری دکان پر۔"

اسے جواب نہیں ملا۔ اس نے مخاطب کیا۔ "مرتہ! میں

دوستوں کا دوست اور دشمنوں کا دشمن ہوں۔ اپنے دماغ سے غور

کے کیزے نکال کر میرے پاس آؤ۔ خاموش کیوں ہو۔ جواب دو۔"

اسے پھر جواب نہیں ملا۔ مرتہ وہاں سے چل آئی تھی اور

سوچ رہی تھی۔ پارس کے پاس جا کر اسے محبت سے بھلاتا پھلانا

چاہیے وہ ضرور جانتا ہو گا کہ بارہا کہاں ہے؟

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر کسی رکاوٹ کے بغیر

پارس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس نے سانس نہیں روکی۔ مقدسے

مرتہ کا ساتھ دیا تھا۔ وہاں لپٹی پہلے سے موجود تھی۔ اس لیے پارس

نے مرتہ کی سوچ کی لمبوں کو محسوس نہیں کیا۔ یوں اس کے نصیب

سے کام آسان ہو گیا۔ وہ اس کی طلسمی میں چور خیالات کے ذریعے

معلوم کرنے لگی کہ بارہا کس اسپتال میں ہے اور کس ڈاکٹر کے زیر

علاج ہے۔

اگر وہ یہ ساری باتیں پارس کو مخاطب کر کے پوچھتی تو وہ شاید

نہ بتاتا۔ اسے زیادہ دیر اپنے دماغ میں رہنے بھی نہ دیتا۔ لپٹی اس

وقت کہ وہی تھی "بیٹے! میں جاری ہوں۔ ایک گھنٹے بعد آؤں

گی۔"

لپٹی سے پہلے ہی وہ دماغ سے نکل آئی تاکہ پارس کو اس کی

موجودگی کا ظہن نہ ہو۔ اس نے ٹیلی فون انکوائری سے سروس کے ڈاکٹر

آنند کی کا فون نمبر معلوم کیا۔ اس نمبر کے ذریعے رابطہ کر کے آنند

کی آواز سنی۔ پھر اس کے ذریعے بارہا تک پہنچ گئی۔

وہاں جی کہ رہا تھا۔ "بارہا! ہمارے ستارے گردش میں

بارہا! میں ٹھیک کہہ رہی ہوں؟ میں نے تمہارے بارہا کو سمجھایا تھا کہ مجھ پر بھروسہ کرنا میرا تاجدار بن جائے لیکن۔"

بارہا نے بات کاٹ کر کہا۔ "مرتہ! پلیز جی کو میرا راز نہ کہو۔

میں یہ سوچ سوچ کر پریشان ہوتی ہوں کہ آخر کیوں اس کے

اکامات کی قبیل کہنے لگی ہوں۔ میں آپریشن کے خلاف تھی

لیکن اپنی مرضی کے خلاف عمل لڑی گئی ہوں۔"

"ان باتوں سے صاف ظاہر ہے کہ اس نے تمہیں اپنی معمول

یار رکھا ہے۔"

"میری عقل بھی یہی سمجھاتی ہے کہ اس نے مجھے عمل لڑی بنا

کر حاصل کرنے کے لیے ایسی ہی کوئی چال چلی ہے۔ میں اس کے

خلاف سوچتی ہوں لیکن اس سے نفرت نہیں کرتی ہوں۔ آخر اس

کی معمول ہوں کی نفرت کر سکتی ہوں۔"

"تمہاری پوری دوداد سمجھ میں آئی ہے۔ میں تمہیں ایک

لڑکی کی حیثیت سے اس کی ہوس کا شکار نہیں ہونے دوں گی۔ جتنی

جلدی ہو سکے گا میں اس کم بخت کو تمہارے دماغ میں آنے سے

بیش کے لیے دوک دوں گی۔"

وہ بولا۔ "مرتہ! میں تمہاری ذہانت اور صلاحیتوں کا قائل

ہو گیا ہوں۔ پلیز مجھے دشمن نہ سمجھو اگر تم میری ایک شرط مان لو تو

میں تمہارا تاجدار بن جاؤں گا۔"

"بولو کیا شرط ہے؟"

"اسی بادر کی دماغ میں چلو۔"

وہ دونوں پھر بادر کی کے اندر آئے۔ وہ بولا۔ "کیا بات ہے؟"

جی نے کہا "تم خاموش رہو۔ میں مرتہ سے بات کر رہا ہوں

اور اس سے کہہ رہا ہوں کہ وہ بارہا کو میری رہنے دے۔ اس کے

دل میں میرے لیے محبت بھروسہ۔ میں اسے حاصل کرنے کی خاطر

اپنی آزادی داؤ پر لگا دوں گا اور مرتہ تمہارا تاجدار بن جاؤں گا۔"

"مگر میں مجبور ہوتی تو بارہا کو تمہاری بھولی میں ڈال کر تمہیں

اپنا غلام بنالیتی لیکن میں چند گھنٹوں میں کوئی شرط تسلیم کیے بغیر

تمہارے اندر پہنچ جاؤں گی۔ جاؤ اور مجھ سے چھپنے کی ہر ممکن تدبیر

کرتے رہو۔"

وہ چلی گئی۔ جی اسے آواز دیتا رہا لیکن جواب نہیں ملا۔

دکڑ اور بڑل نہیں تھا۔ حالات کا مقابلہ کر سکتا تھا لیکن میرا

"سانس نہ روکنا۔ میں ایک کم شدہ ٹیلی ویژنی جاننے والا جی ہاک ہوں۔"

"تاہم ہر سانس کے دماغ میں آؤ۔"

یہ کہہ کر لیوڈا نے سانس روک لی۔ جی اس کے دماغ سے

نکل کر تاہم ہر سانس کے پاس آیا۔ پھر بولا۔ "میں تمہارے دماغ

میں سڑنا لیوڈا سے باتیں کر رہا ہوں۔"

لیوڈا نے کہا "میں موجود ہوں۔ بولو۔"

"سرا! آپ جانتے ہیں میں ابتدا میں برین ماسٹر اور بلیک

بکریٹ کا ماتحت تھا پھر فراد نے مجھے اور بارہا کو ایئر کر لیا تھا۔"

"میں جانتا ہوں۔ آگے بولو۔"

"فراد کچھ عرصہ سے ہم سے غافل ہو گیا تھا۔ ہمیں اس سے

نجات حاصل کرنے کا موقع مل گیا۔ ہم نے ازبکستان میں اسلام کا

زور کم کرنے کے لیے ایک نئے "یونین انسان" کی تبلیغ شروع کر دی

لیکن بری طرح ناکامی ہو رہی ہے۔ ہمارا ایک ٹیلی ویژنی جاننے والا

روکی مارا گیا ہے۔ بارہا اسپتال میں ہے۔ فراد اور مرتہ نے اس

کے دماغ میں جگہ بنائی ہے اور اب مجھے پچھاننے کی فکر میں ہیں۔"

"مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"تمہارا اور سلامتی چاہتا ہوں۔"

"فراد اور مرتہ بھی تمہیں پناہ دے سکتے ہیں۔"

"وہ مجھے غلام بنائیں گے۔"

"میں بھی تمہیں اپنا ماتحت بنا کر رکھوں گا۔"

"مجھے اپنے ملک اور اپنی قوم کی خاطر آپ کی ماتحتی قبول

ہے۔"

"شباب۔ وطن کی محبت میں آئے ہو تو میں تمہیں خوش

آمدیہ کتا ہوں۔ یہ بتاؤ مجھے کہ کوئی عمل کرنے دو گے؟"

"آپ جب چاہیں کر سکتے ہیں۔ میں اس سلسلے میں آپ سے

ایک مہربانی چاہتا ہوں۔"

"میں تمہاری ہر خواہش پر مطالبہ پورا کروں گا۔ بولو کیا

چاہتے ہو؟"

"میں بارہا کو دل و جان سے چاہتا ہوں۔"

"مجھے جہاں تک یاد ہے بارہا مکمل لڑکی نہیں ہے۔"

"اس کا آپریشن ہو چکا ہے۔ وہ لڑکی بن چکی ہے۔ میں اس کے

وہ جی کے اندر چلا آیا۔ جی نے کہا۔ ”مرا میں کسی سے رابطہ نہیں رکھوں گا لیکن بارہا کی خیمت معلوم کیے بغیر سکون نہیں ملے گا۔“

”یہ کئی بار اہم نہیں ہے۔ تم خاموشی سے خیمت معلوم کرنے اس کے پاس جاؤ گے اور خاموشی سے آؤ گے اگر کوئی حیات کو کے اور اپنی موجودگی کا احساس دلاؤ گے تو مرنا اور فرما نہیں نہیں چھوڑیں گے۔“

اس نے لیوڈا کو بارہا کے پاس پنچاؤ۔ بارہا کا دماغ ٹپل مرنا اور لیوڈا کا اکٹافہ بن گیا تھا۔ تینوں وہاں تھے اور تینوں خاموش رہتے تھے۔ فی الحال اسے چھیننے سے یعنی اپنی معمول بنانے کی کوشش کرنے سے وہ دماغی توازن کو بھیجی اس کی جستانی اور دماغی صحت پر بہت برا اثر پڑتا۔ کوئی اسے نقصان نہیں پنچاؤ چاہتا تھا۔ سب سی اس کی بہترین صلاحیتوں کے ساتھ اسے حاصل کرنا چاہتے تھے۔

جان لیوڈا نے پہلی بار وہاں جا کر خاموشی دیکھی۔ دوسری بار اگر کما سیو بارہا ایس لیوڈا بول رہا ہوں۔ جنہیں شاید معلوم ہو کہ تمہارے اندر مرنا اور فرما بھی آتے ہیں۔“

لیٹی نے کہا۔ ”فرما نہیں میں آتی ہوں۔ مجھے مسٹر لیل فرما کتے ہیں۔“

”میں پہلی بار بیگم فرما کی سوچ کی لموں کو سن رہا ہوں۔ مجھے خوشی ہو رہی ہے۔ کیوں مرنا آتے ہیں نہیں بولوں گی؟“

مرنا نے کہا۔ ”مہی موجودگی ظاہر کر رہی ہوں۔ یہ اس لیے ضروری ہے کہ ہمیں بارہا کے معاملے میں کسی نتیجے پر پنچنا چاہیے۔“

لیٹی نے پوچھا۔ ”اس لڑکی کا انجام کیا ہو گا۔ ہم میں سے ہر ایک اسے حاصل کرنا چاہتا ہے جو حاصل کرنے میں ناکام رہے گا وہ اسے مارا لے گا کہ یہ دشمن کے کام نہ آئے۔“

لیوڈا نے پوچھا۔ ”کیا تم اسے مارا لڑو گی؟“

لیٹی نے جواب دیا۔ ”جو ہمیں نقصان پہنچاتا ہے، ہم اسے نہیں چھوڑتے لیکن بارہا ہمارے ہاتھ نہیں آئے گی تو ہم کچھ نہیں کھائیں گے کیونکہ اس کی ٹیلی جینیٹکس ہمارے پیداوار میں ہے۔ تمہاری پیداوار ہے۔ یہ تمہارے ہاتھ سے نکلے گی تو تم نقصان برداشت نہیں کھو گے۔ اسی طرح مرنا بھی برداشت نہیں کرے گی۔ تم دونوں اسے قتل کرنا چاہو گے۔“

مرنا نے کہا۔ ”اگر تم قتل نہیں کوئی اور جنہیں اسے حاصل نہ کرے گا وہ نہیں ہو گا تو پھر یہاں سے چلی جاؤ گے نہیں نہیں لے گی۔“

”میں اسے حاصل کرنے نہیں آتی ہوں۔ اسے تم دونوں کی کم عمری سے چلانے کے لیے موجود ہوں۔“

لیوڈا نے کہا۔ ”بھی میں بہت کم خوف ہوں۔ میری ژانہ فارم میں سے پیدا کی ہوئی بارہا مجھے نہیں لے گئی تو میں اسے ختم کر کے تمہیں کے ذریعے دوسری بارہا پیدا کرلوں گا۔“

بارہا نے غائبیت سے کہا۔ ”کیا ضروری ہے کہ تم سب جو سوچ رہے ہو وہ ہو جائے اور جو نہیں سوچ رہے ہو وہ نہ ہو؟“

”کیا تمہارے سوچنے سے جتنی ہے اور تمہارے سوچنے سے گزرتی ہے؟“

مرنا نے کہا۔ ”تم ہماری ٹیلی جینیٹک کی ٹھوکوں میں ہو۔ اسی لیے تم نہ بولو۔“

”یہ تمہاری خوش فہمی ہے کہ میں ٹھوکوں میں ہوں۔ کیا جنہیں محسوس نہیں ہو رہا ہے کہ میری سوچ کے لیے میں توانائی ہے؟“

”ہاں توانائی محسوس ہو رہی ہے لیکن ایک بڑے آپریشن کے بعد اس قدر کمزور ہو چکی ہو کہ بہتوں اور مہینوں میں اپنے اندر آنے سے نہیں روک سکی۔“

”تو پھر ہر جاؤ۔“

یہ کہنے ہی بارہا نے سانس روک لی۔ ”لیٹی مرنا اور لیوڈا اس کے دماغ سے باہر نکل آئے۔ جی بھی چھپا ہوا تھا وہ بھی وہاں سے نکل آیا۔ سب سی شدید جیڑائی میں مبتلا ہو گئے۔ یہ بات انتہائی حیران کن تھی کہ بہت بڑے آپریشن کے نتیجے میں کمزور ہو جانے والی لڑکی نے بڑی توانائی سے سانس روک لی تھی۔“

وہ چاند پھر اس کے دماغ میں گئے۔ وہ سانس لے رہی تھی۔ پرانی سوچ کی لموں کو محسوس کرتے ہی اس نے پھر سانس روک لی۔ دوبار اس کے اندر سے باہر نکل آنے کے بعد بھی یقین نہیں آتا تھا کہ ایک بے حد کمزور لڑکی یہ مجبور دکھا رہی ہے۔

یہ کہنے ہو سکتا ہے؟ یہ نامکن ہے۔ وہ چاند ڈاکٹر آفندی کے پاس آئے اسے دوڑاتے ہوئے بارہا کے کمرے کے سامنے لے آئے۔ دوڑاؤ بند تھا۔ لیوڈا نے ڈاکٹر کے ذریعے دنگ دینے ہوئے کہا۔ ”دوڑاؤ کھلو۔ اندر کون ہے؟“

پھر ایک نیا انکشاف ہوا کہ بارہا صرف سانس ہی نہیں روکی۔ خیال خوانی کی پرواز بھی کرتی ہے۔ وہ ڈاکٹر کے دماغ میں آکر بولی۔ ”میں نے دوڑاؤ اندر سے بند کیا ہے۔ خالی خالی ہوں۔ پلیز ڈاکٹر! آپ صرف معائنے کے وقت تشریف لائیں۔“

مرنا نے پوچھا۔ ”لیکن تم خیال خوانی کیسے کر رہی ہو۔ تم تو چھ مٹ پہلے بہت کمزور تھیں۔“

”تم چند مٹ پہلے شہ زور تھیں۔ لیوڈا کا دعویٰ تھا کہ میں اس کے ہاتھ نہ آتی ہوں مجھے مارا لے گا۔ اب یہاں سے جاؤ اور صبح پنج گرو سوچ کہ میں مر رہی تھی زندہ کیسے ہوئی؟ آئندہ اسے بچانے ڈاکٹر کے دماغ میں آکر اسے اور مجھے پریشان نہ کرو۔ کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ گنڈائی اینڈ سونار۔“

جان لیوڈا دماغی طور پر حاضر ہو کر جیڑائی سے سوچنے لگا۔ ”کیا یہ خواب تھا؟ عقل حلیم نہیں کرتی ہے کہ اس نے چند مٹ میں اپنا ہی توانائی حاصل کی ہے۔ مجھے اپنے انجینوں کے ذریعے اس ہسپتال پر اور بارہا پر نظر رکھنا چاہیے۔ اس لڑکی کی حیرت انگیز اور غیر معمولی توانائی کے پیچھے ضرور کوئی راز ہے جو ابھی کچھ میں نہیں آ رہا ہے لیکن میں اس راز کو ضرور سمجھوں گا۔“

لیٹی ڈاکٹر کے دماغ سے نکلنے ہی میرے پاس آئی پھر کوڈوز ڈاوا کر کے بولی ”ایک ناقابل فہم واقعہ ظہور میں آیا ہے۔ آپ بھی شی کے توجہ میں رہنا چاہیے۔“

اس نے بارہا کے توانائی حاصل کرنے والا واقعہ پوری تفصیل سے سنایا۔ میں بھی حیران رہ گیا۔ بے یقینی سے بولا۔ ”یہ کیسے ممکن ہے۔ میرا خیال تھا کہ درجنوں ٹیلی جینیٹک جاننے والے س کے دماغ میں آتے جاتے رہیں گے تو وہ کمزوری کے باعث گل ہو جائے گی لیکن وہ تو ہوش مندوں کا پگھل رہا رہی ہے۔“

میں نے آواز اٹھ کر اس کے دماغ میں پنچنا چاہا مگر اس نے سانس روک لی میں واپس آ گیا۔ اب تو یہ جادو سالگ رہا تھا۔ بات فہم سے بالاتر ہو رہی تھی۔ میں نے کہا۔ ”لیٹی! اتم اور رس اس لڑکی پر نظر کرو۔ اس کے دماغ میں اس کے آس پاس نور ایسی کوئی بات ہے یا کوئی ہستی ہے جو اسے تحفظ دے رہی ہے۔“

ادھر مرنا بھی بے یقینی تھی۔ ایسی بات ہو سکتی تھی جس کی یہ نہ پہنچے بغیر سکون نہیں مل سکتا تھا۔ بارہا سانس روک لیتی تھی۔ ان کے دوڑاؤ بند کر کے اور زیادہ پراسرار ہو گئی تھی۔ مرنا کی دیر تک کمرے میں قیام رہی اور اس معاملے پر ہر پہلو سے دیکھ رہی۔ پھر وہ رک گئی۔ غلامی تھکے ہوئے مسکرائے۔

”اے اسے کوئی راستہ بچائی نہیں دے رہا تھا۔ اس نے دوڑاؤ بند کر کے ایک ایک ناکت کر دیا۔ پھر کہا۔ ”میں آرام کر رہی ہوں۔“

”مرنا۔ کوئی فون آئے تو کہہ دینا میں موجود نہیں ہوں۔“

پھر اس نے دوڑاؤ بند کر کے اندر سے بند کر لیا۔ گنڈائی پلے سی ہو گئی۔ فرخ پر قائلین بچا ہوا تھا۔ وہ قائلین پر چاندو شانے بڑا کر گئی۔ دونوں ہاتھ پیٹے پر رکھے پھر آنکھیں بند کر کے لے آئے اندر آتے آتے سانس کھینچتے ہوئے گئے۔ ”میں۔“

”میں۔“

وہ بڑبڑاوتے ہوئے خاموش ہو گئی۔ اس کے ہونٹ لفظ ”ایک“ دوسرے سے چپک گئے۔ جسم ساکت ہو گیا۔ ایسے ہی لٹ میں مرنا نے خود کو اپنے جسم سے باہر دیکھا۔ اس کا بدن ٹھنک رہا تھا۔ وہ حرکت پڑا ہوا تھا۔ وہ وہاں سے چلی پڑی۔

اس نے ارادہ کیا تھا کہ بارہا کے پاس جائے گی۔ لہذا جٹ میں وہاں پہنچ گئی۔ آتما کے سامنے کوئی رکاوٹ نہیں ہوئی۔ وہ دوڑاؤ اندر محسوس دماغی ادوں کے آواز پیل آتی ہے۔ اس نے

کمرے میں آکر دیکھا۔ بارہا بستر پر آرام سے لیٹی ہوئی بہت کی طرف تک رہی تھی اور کسی سوچ میں نہ تھی۔

اس کے سرہانے ایک حسین و جمیل نرس کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے چہرے پر نور برس رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا وہ نرس نہ ہو آسمان سے خوراک آ کر آئی ہو۔ عجیب بات ہے تھی کہ وہ خوراک سے محروم نہ رہے تھی۔ یہ تھی۔ آتما کسی کو نظر نہیں آتی۔ مرنا بھی ایسے وقت کسی کو نظر نہیں آ سکتی تھی کیونکہ نظر آنے والا جسم اپنے کمرے کے قائلین پر چھوڑ کر آتی تھی۔ یہاں تک عجیب اور حیران کن تھی کہ خوراک دیکھ رہی تھی۔

مرنا کمرے میں داخل ہوئے۔ قائلین جانے لگی تو حور کی نظرس بھی اس کے ساتھ ساتھ زاویہ بدلتے گئیں۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ وہ واقعی مرنا کی آتما کو دیکھ رہی ہے۔ پھر اس حور نے دوڑاؤ کی طرف انگلی سے اشارہ کیا۔ اشارہ بالکل واضح تھا۔ مرنا کی آتما کو کمرے سے باہر جانے کا حکم دے رہی تھی۔

شاہد وہ حکم کی تعمیل نہ کرتی۔ وہاں سے نہ جاتی لیکن اب بارہا کے کمرے میں مزید دیکھنے اور سمجھنے کے لیے کچھ نہ رہا تھا۔ دوسرے ہی لمحے میں اپنے کمرے میں اپنے جسم کے اندر آئی۔ بدن میں ٹپکی کر رزش ہوئی۔ ہونٹ داہرے۔ اس نے ”میں پھر آتما“

”ٹھنکی“ کہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں لیکن اسی طرح لیٹی رہی۔ جھٹ کو گھورتے ہوئے سوچنے لگی۔ ”وہ نرس کون تھی؟“

آج ایسے واقعات رونما ہو رہے تھے جنہیں عقل حلیم نہیں کر رہی تھی۔ یہ تو سب جانتے ہیں اور سب جانتے ہیں کہ مداح کسی کو نظر نہیں آتی، لیکن بارہا کے کمرے میں ڈیوٹی دینے والی نرس مداح کو واضح طور سے دیکھ رہی تھی۔

اس طرح یہ سمجھ میں آ رہا تھا کہ وہ نرس کوئی غیر معمولی علم جانتی ہے اور ایسے ہی علم سے بارہا کو دماغی توانائی پہنچا رہی ہے۔

وہ قائلین پر اندھ کر بیٹھ گئی۔ پھر خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی ڈاکٹر آفندی کے پاس پہنچ گئی۔ اس کی سوچ میں سوال کیا ”میں“

”میں۔“

ڈاکٹر کی سوچ نے جواب دیا ”اس کمرے میں کسی نرس کی ڈیوٹی نہیں ہے۔“

مرنا نے اسے بارہا کے کمرے تک آئے پر مجبور کیا۔ وہ دوڑاؤ کھول کر اندر آیا۔ بارہا بستر پر اٹھ کر بیٹھے ہوئے تھی۔

”آئیے ڈاکٹر! میں بہت آرام اور سکون محسوس کر رہی ہوں۔“

ڈاکٹر نے پوچھا۔ ”کیا اس کمرے میں ابھی کوئی نرس تھی؟“

”نہیں۔ میں تو بالکل تنہا تھی۔“

مرنا نے ڈاکٹر کی زبان سے کہا۔ ”تم جھوٹ بولتی ہو۔ ابھی ایک مٹ پہلے ایک نرس تمہارے سرہانے کھڑی ہوئی تھی۔“

وہ تیزی سے چلا ہوا مٹ میں گیا۔ کمرے میں دوسرا دوڑاؤ نہیں تھا۔ ڈاکٹر کے چہرے حالات بھی مرنا سے کہہ رہے تھے کہ وہ پھر

سے اس کمرے میں کوئی نرس نہیں تھی ہے کیونکہ باربرا انتہائی چاق و چوبند تھی۔

مرتا پھر تالین پر لیٹ گئی۔ آتما حقیقی کے عمل کے ذریعے اپنے جسم سے جدا ہو کر باربرا کے کمرے میں آئی تو ڈاکٹر ابھی وہاں موجود تھا۔ باربرا بستر پر بیٹھی ہوئی تھی اور بستر کے سرہانے دی حور دکھائی دے رہی تھی۔ ڈاکٹر کمرے سے جا رہا تھا اور وہ حور پھر ہاتھ کے اشارے سے اس کی آتما کو وہاں سے جانے کا حکم دے رہی تھی۔

آتما واپس آگئی۔ مرتا تالین پر اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس کا سر جھکا رہا تھا۔ یقین نہیں آ رہا تھا کہ باربرا کے کمرے میں موجود جو حور تمثال حبیہ ہے، وہ بھی ایک مدح ہے کیونکہ جب مرتا نے ہادی طور پر ڈاکٹر کے داغ میں مدھ کر دکھا تو باربرا کے کمرے میں حور نظر نہیں آئی اور جب آتما حقیقی سے دیکھا تو وہ حسین آتما نظر نہ آئی۔ کیا باربرا کے ساتھ بھی کوئی آتما حقیقی والی ہستی ہے؟ جو سرہانے نظر آتی تھی وہ لاجواب حسن کی بالک تھی۔ بالکل نیا چہرہ تھا۔ مرتا نے پہلی بار وہ صورت دیکھی تھی۔ اس کے دل میں شبہ پیدا ہوا کیا جیت کا معاملہ کچھ دیوانہ اپنی شکست کا بدلہ لینے آیا ہے؟ اور یہاں میرے خلاف باربرا کو تو تائی دے کر اسے میرے مقابلے پر لانا چاہتا ہے؟

ایسا ممکن تھا۔ اس دنیا میں کیا نہیں ہوتا؟ جو نہ سوچو، وہ ہو جاتا ہے۔ فی الحال مرتا ہر طرف سے دباؤ میں آگئی تھی۔ اگر آتما حقیقی کے حوالے سے معاملہ سمجھ لیجئے تو مقابلے پر آیا ہے تو مصیبت میں اضافہ ہو چکا ہے۔ پہلے میں ہی ایک تھا۔ آتما حقیقی۔ آگر اس کے سر پر مسلط ہو گیا تھا۔ پھر اسرا نیل میں علی نے جزل پارکس کو اس سے چھین لیا تھا۔ جزل کے بعد اب صرف بی بی حور ابھی ایک ٹیلی ویژن جیسے جانے والا اس کے قبضے میں رہ گیا تھا۔

وہ ٹیلی ویژن جانے والوں کی ایک مضبوط ٹیم بنانا چاہتی تھی اور اب اندیشہ پیدا ہو گیا تھا کہ کہیں حور اب بھی ہاتھ سے نہ نکل جائے۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر مٹنے لگی اور سوچنے لگی۔ "ہادی ہوئی بازی جیت سکتی ہوں اگر باربرا اور جیری میرے قبضے میں آجائیں اور فرادی ملے جھوڑ کر چلا جائے یا مرتا۔"

اسے یاد آیا کہ "وین انسان" کے ایک بانی کے خیالات پڑھ رہی تھی تو یہ معلوم ہوا تھا کہ دو بڑے بڑے نے فراد کو ایک کارنٹل میں گھیر لیا تھا لیکن خود فراد کے قبضے میں آ گیا تھا اس طرح یہ معلوم ہو چکا تھا کہ وہ کارنٹل میں رہتا ہے۔ یا کارنٹل کے کسی شخص کے ذریعے اس کی رہائش گاہ کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

وہ مٹلے مٹلے رنگ کی۔ پھر بیٹھ گئی۔ ذہن تیزی سے سوچ رہا تھا کہ فرادی کی رہائش گاہ معلوم ہو جائے تو اس کی غفلت میں اس پر وار کیا جاسکتا ہے۔ کسی بڑی واردات کی ضرورت پڑے گی صرف ذرا سا زخمی کر کے فراد کو اپنا غلام بنایا جاسکتا ہے۔ وہ گامزن ہے اس پہلو سے کیوں نہ سوچا کہ فراد اسی شہر میں ہے میں ذرا سی کوشش

کے بعد اس کا پتا ٹھکانا معلوم کر سکتی ہوں یا اس کے قریب رہنے والے کسی فرد کو آلا کارنا سکتی ہوں۔"

وہ بڑے جوش و جذبہ سے سوچ رہی تھی۔ کسی اٹھ رہی تھی کبھی بیٹھ رہی تھی۔ یہ بات داغ میں پک رہی تھی کہ کبھی فراد نے اس کے داغ پر قبضہ نہ کیا تھا اور اسے اب فراد کے عذاب میں مبتلا کر رکھا تھا۔ اب وہ بھی فراد کو معقول اور مجبور بنا سکتی ہے۔

اس نے کارنٹل کے کئی فون نمبر معلوم کیے۔ پھر فون کے ذریعے یعقوب ہدائی کی آواز سن کر اس کے خیالات پڑے۔ پھر فون ہدائی نے فراد کی تیور کو دوست بنایا ہے اور فراد ایک دوسری حبیہ کے ساتھ اس کے کارنٹل والے خیمے میں رہتا ہے۔ مرتا نے کارنٹل کے ایک اور شخص کی آواز سنی۔ پھر اسے آلا کارنا کر سمورا کے خیمے میں لگی۔ سمورا وہاں تھا تھی۔ میں اس وقت موجود نہیں تھا اور نہ ہی اپنے خلاف مرتا کی یہ مصروفیات دیکھ رہا تھا۔

مرتا مجھے وہاں نہ پا کر ذرا مایوس ہوئی لیکن اس نے سمورا کے داغ میں جگہ بنالی۔ پھر اپنی جگہ دائمی طور پر حاضر ہو گئی۔ اسے پورا یقین تھا کہ مجھے سمورا کے ذریعے ٹریپ کر کے لے گی۔ اس کے ہاتھ پر میری پوری ہنسی اس کے پیش نظر تھی۔ اس نے میرا ریکارڈ پڑھا تھا۔ یہ دیکھا اور سامجی تھا کہ میں ہمیشہ حکمت عملی سے یا قدرے بچ نکلتا ہوں۔

ابھی پچھلی بار دو بڑے بڑے نے مجھے گولی مارنے، زخمی کرنے اور مجھے غلام بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ تمام دشمنوں کے دلوں میں یہ دہشت اور یقین ہے کہ میں دنیا والوں کے سامنے مر جاتا ہوں۔ برسوں مردہ رہتا ہوں۔ پھر زندہ ہو کر جرائم سے بھری ہوئی دنیا میں واپس آ جاتا ہوں۔

مرتا بھی کامیابی کا یقین کرنے کے باوجود اندر سے سسپی ہوئی تھی کہ کام ہوئی اور میں محفوظ رہوں گا تو پھر میری انتہائی کاروائی کے نتیجے میں وہ خیریت سے نہیں رہ سکے گی۔

مجھے غلام بنانے والا کارنامہ ایسا زبردست ہوتا ہے تھا ساری دنیا کو حیران کر لیا ہے اور وہ زندگی میں پہلی بار اتنا بڑا کام کرنے سے پہلے پریشان اور بے چین ہو رہی تھی۔ اسے مضبوط سارے کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ آج اسے یہ غلطی سمجھ میں آ رہی تھی کہ وہ اب تک تنہا زندگی گزار رہی ہے جبکہ امریکا میں اسرا نیل میں دس میں اور میری ٹیلی میں تمام ٹیلی ویژن جیسے جانے والوں کو تحفظ حاصل ہے۔ ان کے اپنے بہت بڑے وقت میں کام آسکتے ہیں جبکہ آج وہ مجھے ٹریپ کرنے کا فخر مہولہ لینے والی تھی اس کا سامرا بننے کے لیے کوئی ٹیلی ویژن جیسے جانے والا سامجی نہیں تھا۔

ایوان را کا اس کا دوست تھا۔ لیوڈا کے دادا بی بی حور اب کو اپنا تاجدار بن چکی تھی مگر وہ دونوں کچھ زیادہ ذہین اور حاضر داغ

نہیں تھے۔ میں وقت پر کام لگاؤں گے۔ پھر بھی اس نے سوچا وہ حور اب سے سمورا کی عمرانی کام لے سکتی ہے۔

اس نے حور اب کو مخاطب کیا۔ وہ بولا۔ "میں دام ام میں آپ کا خادم ہوں۔ کیا خدمت کروں؟"

"میں تمہیں ایک عورت کے داغ میں لے جا رہی ہوں، تم اس کے اندر بالکل خاموش رہو گے۔ وہاں اپنی موجودگی کا احساس نہیں ہونے دے گے۔ اس عورت کا نام سمورا ہے۔ اگر سمورا کا کوئی یار اس کے قریب آئے تو مجھے فوراً اطلاع دینا۔"

"میں دام ام میں حکم کی قیل کروں گا۔"

مرتا نے اسے سمورا کے پاس پہنچایا۔ پھر ایوان را کا کے پاس آکر بولی۔ "میں ایک بہت بڑا منکر سر کرنے والی ہوں۔ اگر کامیاب ہو گئی تو مجھ کو سمورا کی حکومت کریں گے۔"

"وہ ایوان را کا منکر ہے؟"

"میں فراد کو اپنا تاجدار بنانے والی ہوں۔"

اس نے شدید جرات سے پوچھا۔ "کیا فراد علی تیور ہے؟"

"ہاں، کیا یقین نہیں آ رہا ہے؟"

"یہ تو مجھ میں آتا ہے کہ چوٹی میں ٹریپ چڑھ سکتی ہے لیکن اس بڑے چڑھا اور بات ہے اور فراد پر چڑھ دوڑنا اور بات ہے۔ بڑے بڑے شہ زور اور انتہائی ذہین ترین لوگ اس سے دھوکا کھاتے جا رہے ہیں۔"

"میں دھوکا نہیں کھاؤں گی۔ پہلے پوری طرح تصدیق کروں گی کہ وہ فرادی ہے پھر اس پر حملہ کروں گی۔"

"کیا حملہ کرنا اتنی آسان ہو گا؟ نئے حادثات دھم نہیں بچاتے۔" اسے تم کیسے زخمی کرو گی؟"

"جو سوچا ہے اس پر عمل کروں گی۔ خواہ خواہ مایوس ہو کر بیٹھے رہنے سے بہتر ہے۔ آوی کچھ کر گزرے۔ ہو سکتا ہے مقدور میں ایسا ہی لکھی ہو۔"

اسی وقت بی بی حور اب نے آکر کہا۔ "دام ام! سمورا کے پاس ایک شخص آیا ہے وہ اسے فراد کہہ کر مخاطب کر رہی ہے۔"

وہ بولی۔ "راسا! تم میرے ساتھ سمورا کے اندر آؤ۔ وہاں لکل خاموش رہنا۔ جب تک میں کچھ نہ کروں کوئی حرکت نہ لے۔"

وہ دونوں سمورا کے پاس آئے۔ میں سمورا کے پاس خیمے میں لے بستر پر بیٹھ گیا تھا اور اس سے کہہ رہا تھا۔ "اپنا ضروری سامان بند کر کے لو۔ ہم شہر میں کوئی چھوٹا سا بنگلہ لے کر رہیں گے۔"

سمورا نے پوچھا۔ "کیا یہاں خطہ محسوس کر رہے ہو؟"

میں نے بستر پر لیٹے ہوئے کہا۔ "ہاں۔ جبری ٹیوٹوش ہے۔ مجھ پر

اجا عیب ہی کیسے سے حملہ کر سکتا ہے۔ پھر مرتا بھی یہاں ہے۔ وہ بلا کی مکار ہے۔ اچانک ہی ایسا کوئی کام کرنا ہی ہے جس کی توقع پہلے نہیں ہوتی۔ ہو سکتا ہے سپراسٹر کے خیال خوانی کرنے والے بھی یہاں پہنچے ہوں۔ میں یہاں سے نکلنے ہی اپنا حلیہ بدل بھی لوں گا۔"

میں بستر پر لیٹا ہوا پوتا جا رہا تھا۔ سمورا پر نظر نہیں تھی۔ کیونکہ وہ میرے سرہانے تھی۔ وہاں ایک صندوق کی کھول کر ایک خنجر نکال رہی تھی۔ وہ اپنے آپ میں نہیں تھی۔ دائمی طور پر غائب ہو چکی تھی۔ مرتا اس کے اندر پوری طرح قبضہ تھا کہ میرے قریب آئی۔ میں اسے دیکھ سکتا تھا لیکن جب شامت آئی تو کیسے دیکھ لیتا؟

میں نے آنکھیں بند کر کے ہونے کہا۔ "سمورا! تھوڑی دیر تک مجھے مخاطب نہ کرنا۔ میں مرتا کی خبر لے کر آتا ہوں۔"

جس کے پاس جا رہا تھا وہ شہر کے قریب پہنچ گئی تھی۔ میں نے خیال خوانی کی پرداز کر۔ مرتا کے داغ میں پہنچنے پر دیکھا کہ مجھ پر حملہ کر رہی ہے۔ یہ کسی خواب کی طرح غیر متوقع تھا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایسا حملہ ہو گا اور ایسا میری معمول کرے گی۔

وہ صرف ایک ساعت کی بات تھی۔ مجھے سنبھلنے کا موقع نہیں ملا۔ اس نے خنجر کو میرے شانے میں بھس کر دیا۔ میرے حلق سے لگی یہ کراہ نکل۔ میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ سمورا مجھ پر جھکی ہوئی تھی اور بڑی بھرتی سے خنجر کو میرے شانے سے کھینچ کر نکال رہی تھی۔ خنجر رہی تھی۔ "میں نہیں... یہ میں نے کھوایا۔ مجھے پتا بھی نہیں چلا اور میں نے تم پر قاتلانہ حملہ کیا ہے۔ ہائے میں مر جاتاں گی۔ تمہیں کچھ ہوا تو اپنی جی جان دے دوں گی۔ کوئی ہے۔ فرسٹ ایڈ میں لاؤ۔"

وہ دوڑتی ہوئی خیمے سے باہر چلی گئی۔ مرتا میرے اندر آگئی۔ فاحشہ انداز میں قہقہہ لگا کر بولی۔ "فراد! اے فراد! دنیا کے سب سے بڑے شہ زور اور مقدور کو اپنی طعنی میں رکھنے والے! آج سے تمہارا ناقابل تخیل داغ میری چٹکی میں رہا کرے گا۔ اے..."

اور یہ کوئی خواب نہیں تھا۔ پچھلی بار میں نے جھوٹ موت مہولی کھا کر زخمی ہوئے کا زور مارا کہ وہ دو بڑے کو اتار دیا تھا لیکن یہ کوئی ڈراما نہیں تھا۔ میں سچ سچ مرتا کے چنگل میں پھنس گیا تھا۔ خنجر کا زخم اتنا گہرا تھا کہ میں خیال خوانی بھی نہیں کر سکتا تھا۔ درنہ سلمان اور علی کو مدد کے لیے بلا لیتا۔ آہ! پتا نہیں سونپائے کب کتنا گہرا کبھی کبھی تھا۔ ان لمحات میں یاد آیا۔ آہ! اس نے کہا تھا۔ "فراد! تمہیں موت نہیں مارے گی جب بھی مارے گی کوئی عورت یہی مارے گی۔"

اتنی ہی موت بھی دیتی ہے۔ فی الحال تم زندگی دے رہی ہو۔ ایسی وہ
آئے گی پھر مجھ پر عمل کرنے کے لیے مجھے مہر کی نیند سلائے گی۔
”میں اسے عمل کرنے نہیں دوں گی۔ تیس سوئے نہیں دوں
گی۔“

ہیں؟“
مرتا میرے اندر بولی ”تمہاری داشتہ کیسے تڑپ رہی ہے تمہارے لیے تڑپا بد معاش ہے۔ کسی حسین عورت کو نہیں چھوڑتا۔ میں تمہارے لئے تڑپ رہا ہوں، مجھے ہاتھ نہیں لگا سکتا تھا اس لئے میرے

میں نے یہ سب سنا کر ہنس دیا۔ "تم نے یہ سب سنا ہے؟" میں نے کہا۔ "جی ہاں، میں نے سب سنا ہے۔" میں نے کہا۔ "تم نے یہ سب سنا ہے؟" میں نے کہا۔ "جی ہاں، میں نے سب سنا ہے۔"

جس کو اس نے جاس سے زیادہ محبت کی تھی وہ وہ
 پہلے جاتا ہے۔ انسان کو اس کی اوقات سے زیادہ خوشیاں ملیں تو وہ
 ہوش و حواس سے بیگانہ ہو جاتا ہے۔ ہنسنے ہنسنے پاگل ہو جاتا ہے اور
 بالکل پین میں بھی ڈبٹ چلا جاتا ہے۔

تھے؟ میں بیان نہیں کر سکتی کہ تمہاری یہ حالت دیکھ کر مجھے مسرتوں کا کتنا غنائ مل رہا ہے۔

”تمہاری سرخیں ابھی مایوسی میں بدل جائیں گی۔“
یہ کہنے میں نے ایک زور کی چیخ ماری۔ پھر چنٹا چلا گیا۔ اس نے میرے داغ پر حاوی ہو کر چھین روک دیں۔ پھر پوچھا ”اس حرکت کا مقصد کیا ہے؟“

”مجھے یہ کیوں پوچھتی ہوں؟ اب تو تم میرے مقاصد اور منصوبے پیچھے سے اور آسانی سے بڑھ سکتی ہے۔“

وہ چپ رہی۔ شاید بڑھنے لگی۔ میری چھین سن کر کارنل کے لوگ بھائی کے ساتھ دوڑے آئے تھے۔ میں کی جانتا تھا کہ سورا کے قتل کا پتہ لوگوں کی بھیڑ لگے۔ پولیس والے بھی آجائیں۔ میرے پاس متعلقہ افراد کا آنا جانا گھر سے اور ایسی افرائقی میں مرنا تو خیر عمل کے لئے مجھے کسی خفیہ نہ ملنا سکے۔

وہ جانتی تھی دوسرے تمام ٹیلی جنتی جانے والوں اور خصوصاً میرے اپنے خیال خواتی کرنے والوں کا راستہ روکنے کے لیے میرے دماغ کو لاک کر دے۔ یہ کام اسے... جلد سے جلد کرنا چاہیے تھا۔ لیکن اتفاقی حسرت پوری کرنے کے لیے میرے اندر زلزلہ پیدا کیا اور وقت ضائع کیا پھر سورا کو قتل کرتے وقت نہیں سوچا کہ یہ قتل تو خیر عمل میں رکھنا نہیں پید کرے گا۔

وہ اس قتل کو قصوری دہر چھا سکتی تھی۔ مجھے وہاں سے جزا دوسری جگہ لے جاسکتی تھی، لیکن اس رازداری کا پہلے ہی میں نے چیخ چیخ کر بھید کھول دیا۔ وہاں کچھ لوگ کہہ رہے تھے کہ میں نے سورا کے سینے میں خنجر گھونپ کر اسے ہلاک کیا ہے کیونکہ سورا نے بھی مجھے زخمی کیا تھا۔ میں نے اسی کا اہتمام کیا ہے۔

بھائی! ایسے سمجھا رہا تھا کہ یہ ساری وارداتیں ٹیلی جنتی کے ذریعے ہو رہی ہیں۔ وہ کارنل کا مالک تھا اس لیے لوگ قائل ہونے لگے لیکن پولیس والے اگئے۔ یوں معاملہ اور بڑھ گیا۔

مرنے کا ”واقعی فرادہ“ اذہانت یا مکاری تم پر اور تمہارے خاندان والوں پر ختم ہے۔ میں جنہیں جیت چلی ہوں مگر کسی وقت بھی ہار سکتی ہوں۔ تم نے یہاں تو خیر عمل کرنے کا چانس ختم کر دیا ہے۔ لیکن میں جلد سے جلد یہ عمل کر کے رہوں گی۔“

یہ بعد میں پتا چلا کہ وہ پولیس افسر کے دماغ میں گھس گئی تھی۔ افسر نے ”پوچھا“ ”سزا فرادہ کیا تم پولیس اسٹیشن تک چلنے کے قائل ہو یا ایمریٹس منگوا کر آئے؟“

میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ پھر سبایوں کے درمیان چلا ہوا ان کی گاڑی میں آکر بیٹھ گیا۔ یعقوب بھائی نے کہا ”دوست فرادہ! فکر نہ کرنا۔ میں بھی اپنی گاڑی میں آ رہا ہوں۔ جنہیں ضمانت پر رہا کراؤں گا۔ تمہارا مقدمہ لڑوں گا۔ تمہارا راجہ ابھی زندہ ہے۔“
پولیس کی گاڑی مجھے کارنل سے لے جانے لگی۔ بھائی نے اپنی گاڑی میں بیٹھ کر اسے اشارت کرنا چاہا، لیکن نہ کر سکا۔ اپنی

سہمی حرکتیں کرنے لگا۔ کبھی چلائی گھماتا بھول جاتا تھا۔ کبھی ایکسپریز پر پاؤں نہیں رکھتا تھا۔ کبھی گاڑی اشارت کرتا تو آگے بڑھا کر بریک لگا دیتا اور انجن بند کر دیتا۔
مرنے کا ”بھائی! ان محافض سے سبق سیکھو۔ میں جنہیں فرادہ کے پیچھے جانے نہیں دوں گی۔ جانے کی ضد کرو گے تو سورا کی طرح جنہیں بھی قتل کر دوں گی۔“

وہ فحشا میں تھکے لگا۔ اپنی درمیں پولیس والوں کی گڑیاں کئی میل دور نکل گئی تھیں۔ افسر نے ایک جگہ گاڑیاں رکھوائیں۔ اپنے ماتحت افسر سے بولا ”تم سورا کی لاش کو تھانے لے جا کر کسی کی انٹری کو پھر اسے پوسٹ مارٹم کے لیے اسپتال پہنچاؤ۔ میں فرادہ کو لے جا رہا ہوں۔ اس کے زخم کی میڈیکل رپورٹ لے کر آؤں گا کہ ایڈیٹری آن لائن آؤ۔“

افسر نے اپنی گاڑی سے سبایوں کو بھی اتار دیا۔ پھر مجھے اگلی سیٹ پر بٹھا کر وہاں سے لے چلا۔ آگے جا کر مرنے اس کی زبان سے کہا ”دیکھا فرادہ! جنہیں گھننے کے بال کی طرح نکال لائی ہوں۔ یہ افسر بالکل غائب داغ ہے۔ یہ جنہیں میرے خفیہ اڈے پر چھوڑ کر جانے کا پھر اسے یاد نہیں رہے گا کہ یہ جنہیں کہاں بھیج کر آیا ہے۔“

وہ گاڑی کی گھنٹے تک چلتی رہی۔ ہم فرغانہ کی طرف آئے تھے۔ فرغانہ سے سو کلو میٹر دور فراز پادری آندریو کا ایک خفیہ اڈا تھا۔ آندریو اور اس کے تمام ساتھی مرنے کے غلام تھے۔ افسر نے مجھے اس اڈے میں پہنچا کر آندریو سے کہا ”میں اس افسر کے اندر تمہاری داماد مرنا بول رہی ہوں۔ میرے اس شکار کو بستر آرام سے لٹاؤ مگر باندھ کر رکھو۔ میں ابھی آتی ہوں۔“

انہوں نے مجھے پکڑ کر ایک بستر پر باندھ دیا۔ وہاں صرف چار افراد تھے۔ میں زخمی ہونے کے باوجود زور بازو سے اور حکمت عملی سے ان پر غالب آسکتا تھا، لیکن یہ جانتا تھا کہ وہ مجھے مقابلہ نہیں کرنے دے گی اور میرے اندر آکر کمزور بناتی رہے گی۔

جب انہوں نے مجھے باندھ دیا تو وہ مطمئن ہو کر افسر کو وہاں سے لے گئی۔ اسے فرغانہ اور اشتادہ کے درمیان راستے پر لا کر ایک گرمی کھائی میں گاڑی سمیت گرادیا۔ وہ مجھے غلام بنانے کے لیے پاگل ہو رہی تھی۔ بے گناہ افراد کو ہلاک کرتی جا رہی تھی۔ اس نے آندریو کے پاس آکر کہا ”اس کرے سے باہر جاؤ۔ دروازے کو باہر سے بند رکھو۔ جب تک میرا گھم نہ ہو دروازہ نہ کھولو اور نہ ہی اندر آؤ۔ کرے کے اطراف خاموشی رہے۔“

آندریو نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ باہر جا کر دروازے کو بند کر دیا۔ مرنے کا ”فرادہ! بے گناہ چلا لیاں دیکھنا! یہاں تمہاری کوئی مکاری نہیں چلے گی۔ دیکھو کتنی خاموشی اور سکون ہے۔ تو خیر عمل کے لیے ماحول سازگار ہے۔ آؤ اپنا ذہن میرے حوالے کر دو۔“

میں بستر پر چپ چاپ پڑا رہا۔ وہ بولی ”تمہاری خاموشی کچھ متی رکھتی ہے۔ کیا میں چور خیالات پڑھوں؟“
”پڑھو گی تو یہی معلوم ہو گا کہ مجھے تمہارے تو خیر عمل پر یقین نہیں ہے۔ مجھے اپنا اتھارہ نہیں بنا سکتی۔“
”کیا تمہارے لیے کسی سے مدد چاہنے والی ہے؟ میں نے سوچ لیا ہے کہ تمہارے خیال خواتی کرنے والوں میں سے کسی نے یہاں انٹرنیٹ میں عمل میں رکھنا پید کیا تو میں ناکامی برداشت نہیں کروں گی۔ تمہارا دماغی توازن بگاڑ دوں گی۔“

”طہیٹان رکھو! میں اپنے خیال خواتی کرنے والوں کو منع کر دوں گا۔ وہ واپس چلے جائیں گے“ اس کے بعد بھی تم بے کام رہو گی۔“

”جو اس کر رہے ہو اور میرا وقت ضائع کر رہے ہو۔“
”تم نے کارنل میں میری باتوں کو جو اس سمجھ کر دو غلطیاں کیں جس کے نتیجے میں اب تک مجھ پر عمل نہ کر سکیں۔“
”میں ٹھیک ایک منٹ بعد عمل شروع کر دوں گی۔ جنہیں ٹھانڈی دی۔ اس سے پہلے جتنا جاہو تو بتاؤ کہ جنہیں میری ناکامی کا یقین کیوں ہے؟“

میں نے کہا ”اس وقت یہاں شام کا اندھا چمک رہا ہے۔ مجھے بیس کے وقت کے مطابق فجر کی نماز سے پہلے سونیا کے پاس جانا ہے اور اپنے ہونے والے بچے کو اذان سناتا ہے۔“
وہ کھٹکھٹا کر کہنے لگی۔ میں نے چند سیکنڈ تک اس کی ہنسی سنی پھر کہا ”تم ایک منٹ بعد عمل شروع کرنے والی تھیں۔ وہ ایک منٹ تم نے ہنسی میں ضائع کر دیا۔“

وہ سوچ کی لمبوں سے میرے دماغ کو تھپکنے لگی۔ مجھے سلائے لگی۔ اگلے ایک منٹ کے اندر میں گھری نیند میں ڈوب گیا پھر اس نے تو خیر عمل کے طریقہ کار کے مطابق مجھے اپنا معمول بنایا۔ اس کے بعد اس نے کہا ”میں گرمی مٹی ہوں۔ تمہارا دماغ حساس رہے۔ کم از کم کمزوری کے باوجود سوچ کی لمبوں کو محسوس کرو گے اور سانس لاک کر انہیں دماغ سے نکال دیا کرو گے۔“

میں نے وعدہ کیا کہ ایسا ہی کروں گا۔ پھر اس نے کہا ”صرف اپنی سوچ کی لمبوں کو محسوس نہیں کرو گے۔ میرے خلاف کبھی کبھی سوچو گے اور میرے ہر جائز و ناجائز حکم کی قبول کرتے رہو گے۔“

میں نے ایک معمول کی حیثیت سے تمام احکامات کی قبول کرنے کا وعدہ کیا پھر وہ بولی ”تم اپنے گھر کے اور خون کے رشتوں کو الگ جاؤ گے۔ سونیا! پارس اور علی تیر کو جانی دشمن سمجھ کر کے“
”میرے قتل کرو گے۔“

میں نے خون کے رشتوں کو بچانے سے انکار کیا اور ان تینوں قتل کرنے کا عہد بھی کیا۔ اس نے پوچھا ”کیا تم نے مجھ سے اہل حاصل کرنے کے لیے کسی کو مدد کے لیے دماغ میں بلایا ہے یا

کوئی چال چل رہے ہو؟“

”میں نے سلمان کو بلانے کے لیے خیال خواتی کی پرواز کی تھیں لیکن دماغی کمزوری کے باعث رابطہ نہ کر سکا۔ میں تم سے نجات حاصل کرنے کے لیے کوئی چال نہیں چل رہا ہوں۔“
”اگر کوئی فراڈ نہیں کر رہے ہو تو یقین سے ایسے کہتے ہو کہ مجھ نماز سے پہلے سونیا کے پاس جاؤ گے؟“

”میں نے کسی منصوبے کے بغیر اپنے ایمان اور یقین سے ایسا کہا ہے۔ اس پختہ ایمان کا بھرم اللہ رکھے گا۔“

مرنے نے اور کئی سوالات کیے پھر آخر میں کہا ”تم بیس کے وقت کے مطابق صبح سات بجے تک سوتے رہو گے۔ اس سے پہلے تم سونیا کے پاس جانے اور اذان سنانے کے لیے بیدار نہیں ہو سکو گے۔“

اس نے تمام احکامات میرے ذہن میں نقش کرنے کے بعد مجھے تو خیر نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا۔ اس دوران مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے مجھ پر خوابیہ حالت میں عمل نہیں کیا گیا تھا۔ میں جاگ رہا تھا لیکن بیداری کا احساس نہ مجھے تھا اور نہ ہی مرنا کو تھا۔ البتہ یہ ہوا کہ اس نے تو خیر نیند سونے کے لیے کہا تو میں بے خبر ہو گیا۔

یہ بعد میں پتا چلا کہ وہ پھر آدھے گھنٹے کے بعد آئی تھی اور یہ اطمینان کیا تھا کہ میرے دماغ میں کوئی چھپا ہوا تو نہیں ہے اور یہ کہ میں گرمی نیند سو رہا ہوں۔ اسے اپنی کامیابی کا پوری طرح یقین نہیں آ رہا تھا۔ میری یہ بات چھپ رہی تھی کہ میں صبح دماغی کمزوری کے باوجود خیال خواتی کی پرواز کروں گا اور اپنے ہونے والے بچے کو اذان سناتے سونیا کے پاس جاؤں گا۔

یہ بظاہر بچکانہ بات تھی۔ یہ سنتے ہی مرنے نے پہلی بار قہقہہ لگایا تھا۔ یوں مذاق اڑانے کا سبب یہ تھا کہ میں کوئی اللہ والا نہیں تھا کہ دماغی کمزوری کے باوجود خیال خواتی کی پرواز کا معجزہ کھاتا اور یہ مادہ پرست لوگوں کے لیے انتہائی مضحکہ خیز بات تھی کہ بیہوش کے بچے کو اذان سناتی جا رہی ہے۔

بعد میں مرنے کے اندر یہ حقیقت گردش کرنے لگی کہ یہ بچکانہ عمل نہیں ہے۔ سائنس اور روحانیت کا مشترکہ عمل ہے۔ میں روحانی تسکین کے لیے سونیا کے اندر پہنچ کر اذان سناتا ہوں۔ نفسیاتی حقیقت یہ ہے کہ ایک عورت حمل کے پہلے دن سے زچگی کے دن تک اپنے حالات اور اپنے ماحول سے جسمانی اور ذہنی طور پر جو تاثرات قبول کرتی ہے وہ اثرات بچہ قبول کر رہا ہے۔

وہ سوچ رہی تھی ”فرادہ اور سونیا کی اکثر باتیں اور حرکتیں وقت گزرنے کے بعد سمجھ میں آتی ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ پانی میرے سر سے گزر جائے اور تب معلوم ہو کہ صبح ہو چکی ہے اور فرادہ سونیا کے پاس جا کر واپس آچکا ہے۔“

وہ پھر اپنا تہہ دور کرنے کے لیے میرے دماغ میں آئی۔ میں بدستور گھومنے پھرنے کا سو رہا تھا اور خواب غروش دیکھ رہا تھا۔

خروش کی جگہ صرف اپنا منہ چمپا دیتے تھے تو جھکتا تھا۔ پوری طرح دنیا کی نظروں سے چھپ گیا۔ مرنا مجھے تو بخوبی عمل کے پروئے میں چمپا کر سمجھ رہی تھی کہ مجھے تمام خیال خوانی کرنے والوں کی دست رس سے دور کر دیا ہے۔

وہ دوسری بار بھی مطمئن ہو کر چلی گئی۔ آدھی رات کے بعد مجھے مروانہ آواز میں ہنسی سنائی دی۔ پھر کسی نے مخاطب کیا لیوڑا فریاد اُٹھتے ہوئے۔

آواز جانی پہچانی تھی لیکن میں خواب میں سمجھ نہیں پایا۔ وہ بول رہا تھا ”بھئی بالشت بھر کر میرا نئے تو بلی بیٹھی کی دنیا کا سب سے حیرت انگیز اور ذرا گوارا رہنے والا کارنامہ انجام دے۔ جے شیر کو چاہنا ہوا ہے۔“

وہ ہنسنے لگا۔ ہنسنے کہنے لگا ”تم سے کلاہا تو دور کی بات ہے۔ ہم تمہارا نام سن کر کان پکڑتے تھے اور تپتے کرتے تھے آج تم ایسے پڑے ہو جیسے تمہارے اندر سے سارا خون نچر لیا گیا ہو۔“

وہ ذرا چپ ہوا، پھر بولا ”ہاں میں تمہارے خیالات پر مت جا رہا ہوں۔ تم نیند میں میری آواز نہیں پہچان رہے ہو۔ بھی میں لیوڑا ہوں۔ تمہارا بھائی راجا لیوڑا۔“

وہ قہقہہ لگا کر بولا ”اگر موت کا فرشتہ مجھ سے آخری سانسوں میں پوچھتا کہ بولو آخری خواہش کیا ہے تو میں اس سے تمہارا سر مانگتا ہوں۔ دیکھو میری خوش قسمتی میں آخری سانس نہیں مگن رہا ہوں مگر تمہارا سر مجھے مل گیا ہے۔ میں کتنے آرام سے اس سر میں ٹھس کر رہا ہوں۔ بولو اس دھڑکنے والے سوراخ کیا مجھے یہاں سے نکال سکتے ہو؟“

اب میں سمجھ رہا تھا۔ ایک مٹی تھی۔ دوسرا آیا تھا۔ سوال پیدا ہوا کیسے ایسا جگہ وہ میرے داغ کو لاک کر چکی تھی؟

جواب پڑا تھا۔ ایسا ہم بھی دوسروں کے داغوں میں کر چکے ہیں۔ کسی کے داغ میں چھپ کر کسی کے توخی عمل کو ناکام بناتے رہے، لیکن وہ لیوڑا کیسے آیا تھا؟ مرنا نے تو بڑی رازداری سے کام کیا تھا۔ کسی دشمن کو میری ایسی کی خبر نہیں ہونے دی تھی۔

لیوڑا نے ہنسنے ہوئے کہا ”میں بتانا ہوں۔ ایک یاد رکھنے والی بات یہ ہے کہ جو جتنا زیادہ عقلمند ہوتا ہے وہ اتنی ہی بڑی غلطی کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ عقلمند سے بھی غلطی نہیں ہوتی۔ تم نے یہ غلطی کی کہ سمورا سے کارنول جیسی مکلی جگہ میں دوستی کی اور مرنا کے لیے اسے ایک ذریعہ بنادیا۔“

میں نے کہا ”تم اپنی بات بتاؤ۔“

”میری بات یہ ہے کہ میں نے مرنا کی غلطی سے فائدہ اٹھایا۔ میں بہت زیادہ عقلمند نہیں ہوں اور اتنا احمق بھی نہیں ہوں کہ بی بی قمرال جیسے غلطیاں کرنے والے کو اپنا داماد بناؤں۔ دادا اس لیے بنایا کہ وہ میری بی بی کی پسند ہے۔ تم اس احمق سے ایک بار فائدہ اٹھا کر میرے داغ میں ٹھس آئے تھے تب میں نے سوچا کہ کسی

دن میں بھی اپنے احمق دادا سے ایسا ہی کوئی بڑا فائدہ اٹھا سکتا ہوں۔“

وہ ایک ذرا توقف سے بولا ”میر میں نے ایک روز اپنے دادا کے چور خیالات پر مبنی کو شش کی قربانیاں کیں کہ وہ سانس روک لیتا ہے جبکہ وہ ایسا نہیں کرتا تھا۔ میں نے دھوکے سے اسے کمزوری میں جکڑا کیا اس کے خیالات پر مبنے تو معلوم ہوا مرنا اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا گیا ہے۔ پھر میں نے مرنا کے عمل کا توڑ کر کے اپنے طور پر اسے اپنا معمول اور تابعدار بنایا۔ یہ بات اس کے ذہن میں نقش کر دی کہ وہ بدستور مرنا کا تابعدار بنا رہے گا لیکن اس کی تمام مصروفیات کی اطلاع مجھے چپکے سے دیتا رہے گا اور یہ کہ مرنا کی موجودگی میں میرے توخی عمل کو معمول بنانے کا وہ لیوڑا فخریہ انداز میں کہہ رہا تھا کہ مرنا کچھ شام کی ہی قمرال کے پاس آئی تھی اور اسے سمورا کی خبرائی کا حکم دیا ”اس سے کہنا کہ کوئی مٹی سمورا سے تمہاری مٹی لے آئے تو وہ مرنا کو اطلاع دے۔“

ان نے اطلاع دی مٹی کی جو شخص تمہاری مٹی لے آئے ہے سمورا اسے فریاد کہتی ہے۔ قمرال نے یہی بات لیوڑا کے پاس آکر بتائی۔ یوں لیوڑا پہلے سمورا کے پاس آیا۔ اس کے اندر وہ مرنا کو مطلع کیا کہ مرنا نے اس کے ذریعے فریاد کو ڈھکی کیا ہے اور اب مفہوم فریاد کی گریٹ کا داغ نکالنا بن گیا ہے۔ تب سے وہ میرے اندر آکر چھپا ہوا تھا۔

اس نے کہا ”فریاد غور سے سر اٹھانے والی پہاڑ کی ٹھک بوس چوٹیاں بھی ڈرتے کے ایک ٹھکے سے زمین بوس ہو جاتی ہیں۔ تم آخر تک ہمارے قدموں میں نہ آتے؟“

”میں نے کہا ”اگر میں نے بھی ناانگشتی میں غور کیا ہو تو اسے خدا معاف کرنے والا ہے۔ ویسے دشمن اس لیے مجھے مفہوم کہتے ہیں کہ مجھ پر غالب آنے میں ناکام ہوتے رہتے ہیں۔ جب لومڑی انگوٹوں کو الزام دے سکتی ہے تو دشمن مجھے کیوں نہ دیں گے؟“

”کیا مجھے باتوں میں الجھا کر میرے توخی عمل سے محفوظ رہنا چاہتے ہو؟“

میں خاموش رہا ”اس نے پوچھا ”خاموش کیوں ہو؟“

”میں بولوں گا تو بولو گے کہ بولتا ہے اور توخی عمل سے محفوظ رہنا چاہتا ہے۔“

”تعب ہے۔ اس حال میں بھی تمہاری زندہ دلی باقی ہے۔ چلو اب میں عمل شروع کر رہا ہوں۔ تمام توجہ مجھ پر مرکوز کرو اور مرنا کو بھول جاؤ۔“

مرنا کی آواز سنائی دی ”تم اس پر عمل کر سکو گے تب یہ مجھے بھولے گا۔“

لیوڑا نے کہا ”اوہ گاؤ! تم اسے توخی نیند سنانے کے بعد بھی چلی آئیں؟“

”میں کی بار آچکی ہوں۔ مجھے شب تھا کہ کہیں سے کوئی گزریا ہو رہی ہے مجھے فریاد کے ٹپکی بیٹھی جانے والوں کی طرف سے خطو تھا۔ میں نے سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تمہارے دادا کو اپنا تابعدار بنا کر اتنا برا نقصان اٹھاؤں گی۔“

لیوڑا خاموش تھا۔ وہ بھی خاموش رہی۔ دونوں اپنی اپنی جگہ سوچ رہے تھے کہ یہ کیا ہو گیا؟ میں بالکل ترنوالہ نظر آیا تھا۔ ان کے خیال سے وہ فوراً ہی مجھے نکل جاتے مگر سوال یہ تھا کہ ان کا اور کون مجھے سے دست بردار ہوگا؟

سوال ہی پیدا نہیں ہوا تھا کہ ان میں سے کوئی میرے حصول سے باز آیا تھا مجھے حاصل کرنے کا موقع پھر کبھی نہ ملتا۔ مجھے اپنا غلام بنانے کے جس مقام تک وہ پہنچ گئے تھے وہاں سے ایک آنچ بھی پیچھے ہٹنے والے نہیں تھے۔

بڑی دیر بعد لیوڑا نے کہا ”میں جانتا ہوں تم موجود ہو۔“

”وہ تو میں موجود رہوں گی۔ اسے میں نے شکار کیا ہے۔“

”جس لمحے سے تم نے شکار کرنا شروع کیا تھا اسی لمحے سے میں سمورا کے اندر موجود تھا۔ میں بھی سمورا کے ذریعے اسے ڈھکی کر سکتا تھا یا اسے تمہارا شکار ہونے سے بچا سکتا تھا۔ میرا احسان انوکھ میں نے رکھا تھا پیدائش کی۔“

وہ بولی ”ان باتوں سے مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ اگر اس کے خیال خوانی کرنے والے آجائیں گے تو ہم میں سے کوئی اسے اپنا تابعدار نہیں بنا سکتے گا۔“

وہ بولا ”میں پانچ منٹ کے اندر فیصلہ کرنا چاہیے کہ ہم میں سے کون اسے اپنا معمول اور تابعدار بنائے گا۔“

”ان پانچ منٹوں میں بازی پلٹ سکتی ہے۔ ایک لمحہ بھی ضائع نہ کرو۔ یہ طے ہے کہ نہ تم باز آؤ گے نہ میں اسے چھوڑوں گی۔ فی الحال یہی ایک راستہ ہے کہ ہم دونوں اس پر توخی عمل کریں اور بدلے سے جلد اس کے داغ کو لاک کر دیں۔ اس کا کوئی فیصلی ممبر کسی نت بھی اٹھ سکتا ہے۔“

”ٹھیک ہے پہلے میں عمل شروع کرتا ہوں۔“

”میں پہلے میں عمل شروع کروں گی۔“

”پہلے میں اور پہلے میں کی تحریار ہوتی رہی تو یہ شیر تھکے سے مل جائے گا۔“

وہ چمک کر بولی ”وہ گاؤ! یہ کہہ رہا تھا کہ بیڑس کے وقت کے طاقت یہ خیال خوانی کے ذریعے سوینا کے پاس جانے کا اور اپنے دے والے بے گناہان سنائے گا۔“

لیوڑا نے کہا ”جب یہ تم سے کہہ رہا تھا تب میں موجود تھا۔ یہ سب کچھ میں نے سنا ہے۔ تم نے بے یقینی سے قسم کھائی تھا جبکہ یہ یاد رکھتا ہے۔“

وہ حیرانی سے بولی ”کیا تمہیں ایسی بے گناہ بات کا یقین ہے؟“

”مرنا! تم اتنی بڑی کامیابی حاصل کر کے خوشیوں کی بجائے میں

بہت کچھ بھول رہی ہو۔ ابھی چند گھنٹے پہلے ہم بار برائیکس کے داغ میں تھے وہ آپریشن کے بعد اتنی کمزور ہوئی تھی کہ نہ بول سکتا تھا نہ کھڑکی تھی اور نہ ہی خیال خوانی کے قابل رہی تھی، لیکن اچانک ہی اس نے سانس روک کر ہم سب کو اپنے داغ سے نکال دیا تھا۔“

مرنا نے کہا ”واقعی یہ تو میں بھولی مٹی تھی۔ بار بار اتنی کمزوری کے باوجود خیال خوانی کی مٹی اور ذاکر کے داغ میں پہنچ کر کہا تھا کہ وہ تمہاری چاہتی ہے لہذا کوئی اس کے کمرے میں نہ آئے۔“

جب یہ واقعہ ہوا تھا تب لیوڑا ”مرنا“ لکلی اور جی سب کے سب بار بار کے داغ میں تھے اور ایک ساتھ سب ہی اس کے اندر سے نکل آئے تھے۔ اگر ان کے ساتھ ایسا نہ ہوتا تو وہ کبھی یقین نہ کرتے کہ ایک بہت بڑے آپریشن سے گزرنے والی نے اتنی کمزوری کے باوجود سانس روک ہے اور خیال خوانی کا مظاہرہ کیا ہے۔

اس واقعہ کے پیش نظر لیوڑا نے کہا ”اب سوچو مرنا! اگر بار بار اتنی کمزوری کے باوجود خیال خوانی کر سکتی ہے تو فریاد بھی سوچ کے ذریعے سوینا کے پاس پہنچ سکتا ہے۔ ہم وقت ضائع کر رہے ہیں۔“

”ہاں، ہم فوراً عمل کریں گے۔ ہم دونوں اسے گہری نیند سلاتے وقت اپنی اپنی آوازیں سناتے رہیں گے اس کے اندر ایک بار میں بولوں گی۔ دوسری بات تم بولو گے۔ ہم دونوں کی آواز سے حیرزدہ ہو کر ہمارا معمول بن جائے گا۔“

وہ بولا ”ایسا توخی عمل آج تک کسی نے نہیں کیا۔“

”مگر تم کریں گے۔“

”ذرا عمل سے سوچو۔ ایسا ممکن نہیں ہے کہ ایک شخص ایک وقت دو عاملوں کا معمول بن جائے۔ ایک وقت میں ایک ہی کا محر طاری ہوتا ہے۔“

”ہو سکتا ہے ہمارا یہ تجربہ کامیاب رہے۔“

”اور ناکامی ہوئی تو پھر ایک بار ساری دنیا حلیم کر لے گی کہ فریاد کبھی شکست عملی سے اور کبھی قدرے بے یقینی تھا ہے۔“

”اس کے ٹپکی بیٹھی جانے والے اسے بجائے آجائیں گے۔ فار گاؤ! کب ”میری بات مان لو مجھے اس پر توخی عمل کرنے دو۔“

”تم خواہ مخواہ ضد کر رہی ہو۔ خود کو اپنے ملک کا وفادار کہتی ہو۔ میں ملک کی بہتری کی خاطر اسے اپنا معمول بنانا چاہتا ہوں اور تم رکاوٹیں پیدا کر رہی ہو۔“

”تم اور سپراسٹر گواہ ہو کہ میں نے اپنے ملک کو کبھی نقصان نہیں پہنچایا ہے۔ میں فریاد کو تابعدار بنا کر تم ہی لوگوں کو فائدہ پہنچاؤں گی۔“

”کیا تم مجھے نادان بچہ سمجھتی ہو؟“

”نہیں یہ تو تم مجھے سمجھ رہے ہو۔“
 ”ہات مجھ میں آگئی ہے ہمارے جھگڑے سے یقیناً فرہاد کو
 قاتلہہ بنیے گا۔ ہم میں سے کوئی اسے تابعدار نہیں بنائے گا۔“
 ”تمیں قسم کھا چکی ہوں“ اسے اپنا حکوم نہ بنا سکتا تو مار ڈالوں
 گی۔“

اس نے ایک ماتحت کے اندر آکر کہا ”دروازہ کھول کر اندر
 جاؤ اور اس قیدی کو جہاں باندھ کر لائیا ہے۔ اس بستر کے نیچے
 ریموٹ کنٹرول ہم رکھ کر باہر آجاؤ۔ میں جب بھی تمہیں حکم دوں“
 کنٹرول کا بٹن پیش کر دیا۔“

ماتحت آندروں سے حکم کی قیبل کی۔ دروازہ کھول کر اندر آیا۔
 اسٹور روم سے جا کر ایک ریموٹ کنٹرول اور ہم لے آیا۔ کنٹرول
 اور ہم کے ایڈجسٹمنٹ کو چیک کرنے کے بعد اس نے ہم کو بستر کے
 نیچے رکھ دیا۔ پھر باہر آکر دروازے کو بند کر کے ایسی کھڑکی کے پاس
 بیٹھ گیا جہاں سے ہم اور کنٹرولر کا الیکٹرونک رشتہ قائم رہ سکتا تھا۔
 مرہٹا نے کہا ”فرہاد! تمہارا کوئی ٹیلی فون بھی جاننے والا مد کرنے
 آئے تو اسے بتادینا ہم بارود پر لپٹے ہوئے ہو۔ اگر وہ فوراً تمہارے
 داغ سے نہ گئے تو بچاؤ کے اقدامات سے پہلے ہی تمہارے پیچھے
 اڑا دیے جائیں گے۔“

پھر وہ بولی ”اور لیڈوا! تم بھی سن لو۔ اگر کوئی چال چلتا اور
 چالاکی دکھا کر اسے مجھ سے چھیننا چاہو گے تو یہ تمہیں زندہ نہیں
 ملے گا۔“

وہ بولا ”مرہٹا نے تو حق کہ جہاں پاک۔ اگر زندہ رہے گا تو میرا
 ہی تابعدار بن کر رہے گا۔“

”یعنی تم اس کا پیچھا نہیں چھوڑو گے؟“
 ”تم نے اس کے نیچے ہم رکھ کر یہ سمجھ لیا کہ میں اس کی موت
 کا یقین کر کے چلا جاؤں گا اور تم اپنا اٹو سیدھا کر لو گی۔ تم اپنی
 چالاکی دکھاؤ میں اپنی دکھاؤں گا۔“

وہ بریشان ہو کر بولی ”قادر گاؤ سب کوئی سمجھو تاکہ۔ یہ ہاتھ
 سے نکل جائے گا تو ہم دونوں بچتے نہ جائیں گے۔“
 ”مرہٹا! تم ایسی ہی کچھ کم معیت نہیں ہو۔ فرہاد کو تابعدار
 بنا کر تو قیامت بن جاؤ گی۔“

”تم غشی انداز میں سوچ رہے ہو۔ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ میں
 امریکی حکومت اور امریکی قوم کی بھلائی کے لیے۔۔۔“

”کیا اس مت کر۔ تمہیں ہمارے ملک اور ہماری قوم کی
 بھلائی کا ذرا بھی خیال ہو تا تو یوں ملک چھوڑ کر نہ جاتیں۔ تم نے
 برسوں باہر رہ کر اس ملک کے لیے کیا کام کیا ہے۔ قوم کو کیا فائدہ
 پہنچایا ہے؟“

”پہلے فرہاد رکاوٹیں پیدا کر رہا تھا۔ اب یہ قابو میں رہے گا تو
 میں صرف اپنے وطن کے لیے کام کرتی رہوں گی۔“

”مرہٹا! اپنی بکواس میں وقت ضائع کر رہی ہو۔ گھڑی دیکھو اور

حساب آلو۔ جس کے قتل کے ملتان میں پورنٹی ہوئی پانچ گنتے رہ گئے
 ہیں اور یہ اندیشہ اپنی جگہ قائم ہے کہ یہ صبح کی نماز کے وقت ہوتا
 کے پاس جا سکتا ہے۔ پھر کوئی ایسا مجرم ہو سکتا ہے۔۔۔ بارے کے
 ساتھ ہوا تھا۔“

وہ بریشان ہو کر سوچنے لگی۔ لیڈوا بولا ”مصل سے کام لو۔ اس
 سے پہلے کہ فرہاد کو بھی مجبوری طور پر توانائی اور خیال خوانی کی قوت
 ملے“ اس کے داغ کو لاک کرنے دو۔“

”یہی تو کہہ رہی ہوں۔ مجھے لاک کرنے دو“ تم جاؤ۔“
 ”یہ ثابت ہو گیا کہ تمہیں ملک اور قوم سے محبت نہیں ہے
 تم خود غرض ہو۔“

”ہاں“ میں خود غرض ہوں۔ پہلے اپنی قوت“ اپنا اقتدار اپنا
 تحفظ دیکھتی ہوں۔ عورت کو اپنا بدن اور اپنی آبرو سب سے زیادہ
 عزیز ہوتی ہے میں نے یہ بھی پاس کو دے کر اس سے اور اس
 کے باپ سے دفاع نہیں کی۔ اپنے ملک سے صرف اسی حد تک وقا
 کروں گی جس حد تک میرے اغراض و مقاصد کو نقصان نہ پہنچے
 میں نقصان اٹھانے اور تم لوگوں سے کترین کر رہنے کے لیے پیدا
 نہیں ہوئی ہوں۔“

”تو پھر ٹھیک ہے میں یہاں ہم کر رہوں گا۔ اس کی موت کے
 بعد ہی داغ سے نکلوں گا۔“

وہ دونوں میرے داغ میں جھگڑا کر رہے تھے اور درہم دہ
 کوشش کر رہے تھے کہ کسی طرح ایک دوسرے کی پناہ گاہ معلوم
 کر لیں۔ ان میں سے کوئی کسی کو زخمی کرنے یا مار ڈالنے میں
 کامیاب ہو جاتا تو پھر تمنا مجھے اپنا حکوم بنالیتا۔

جان لیڈوا کے کئی جاسوس ازبکستان کے مختلف شہروں میں
 تھے۔ اس نے سب ہی کو حکم دیا تھا کہ وہ مرہٹا کو تاشقند سے فراتند
 تک تلاش کریں۔ اسے کسی بھی طرح ڈھونڈ کر زخمی کریں۔ فراتند
 کے قریب اس کا ایک خفیہ اڈا ہے۔ اسے بھی تلاش کیا جائے
 وہاں جو شخص اس کو کمرے میں بندھا ہوا نظر آئے اسے اپنی تحویل
 میں لیا جائے۔ باقی افراد کو کلیوں سے چھٹی کر دیا جائے۔ آندروں
 نامی ایک شخص کے پاس ریموٹ کنٹرول ہے۔ اسے کنٹرول استعمال
 کرنے کا موقع نہ دیا جائے۔ ورنہ جس قیدی کو وہاں سے لانا ہے وہ
 ہم کے دھماکے سے قتل ہو جائے گا۔

مرہٹا بھی یہی چاہتی تھی کہ کسی طرح جان لیڈوا کا پتا لگاتا
 معلوم ہو جائے تاکہ اسے زخمی کر کے ایک طرف تو اسے میرے
 داغ سے ہٹا سکے دوسرے اسے بھی اپنا معمول اور تابعدار سنا سکے
 مرہٹا کے پاس ایک ہی خیال خوانی کرنے والا ایوان راسکاں
 گیا تھا۔ بی جی گھرال کو استعمال کر کے دھوکا کھا چکی تھی۔ اس
 نے ایوان راسکا سے کہا ”لیڈوا میرے لیے براہم بن گیا ہے میں
 اسے فرہاد کے داغ سے نکالنے کے لیے اس کے آپس پاس کے
 لوگوں کو آلا کار بنانا چاہتی ہوں“ لیکن ایسا کرنے کے دوران لیڈوا

فرہاد کے اندر تھما جائے گا اور میری عدم موجودگی میں اسے اپنا
 تابعدار بنالے گا۔ اس کے داغ کو لاک کر کے گا پھر میں اس کے
 اندر نہیں جا سکتی گی۔“

”کیا آپ چاہتی ہیں کہ میں آپ کی عدم موجودگی میں فرہاد کے
 اندر رہوں اور لیڈوا کو قتل نہ کرے دوں؟“

”ہاں بہت مختار رہو۔ اس کی باتوں اور اس کی چالوں میں نہ
 آؤ۔ آئندہ پانچ گنتوں میں کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ میں تمہارے پاس
 آتی رہوں گی۔ بہتر ہے تم لیڈوا کو اپنی آواز نہ سناؤ۔ اس سے بات
 نہ کرنا“ اپنی موجودگی ظاہر نہ کرو۔ جب وہ فرہاد پر عمل کرنا چاہے تو
 خاموشی سے رکاوٹیں پیدا کر دیا کرو۔“

”ٹھیک ہے“ میں بالکل خاموش رہ کر رکاوٹیں پیدا کرتا رہوں
 گا۔“

جان لیڈوا بھی یہی چاہتا تھا کہ میرے داغ میں جھٹا نہ رہے۔
 باہر نکل کر اور دوسرے ذرائع سے مرہٹا کو نپ کرے۔ اسے
 انڈیشہ قحاک اپنے کسی ماتحت کو میرے اندر گھرائی کے لیے چھوڑ کر
 جائے گا تو مرہٹا اسے کسی چالاکی سے دھوکا دے کر اپنے مقصد میں
 کامیاب ہو جائے گی۔ لہذا اپنے کسی ایسے خیال خوانی کرنے والے
 کو میرے داغ میں رکھے جو مرہٹا کے جوڑ کا ڈھوڑ۔

اور وہ جوڑ کا ڈھوڑ ایک ہی تھی اور وہ تھی سونا ٹانی عرف
 سلوان عرف پرماداب لیڈوا نے فوراً ہی ٹانی کے پاس آکر کہا
 ”سلوان! بہت بڑی خوش خبری ہے۔ اگر ابھی ایک رکاوٹ دور
 ہو جائے تو ہم فرہاد علی تیور کو اپنا غلام بنائیں گے۔“

ٹانی نے حیرانی سے پوچھا ”کیا واقعی؟ یقین نہیں آ رہا۔“

وہ بولا ”ٹانی! ڈارلنگ بے بی! واقعی یہ یقین نہ کرنے والی بات
 ہے“ لیکن یہ سچ ہے۔ مرہٹا بڑی چالاکی سے فرہاد کو زخمی کر کے اس
 کے داغ میں گھس آئی ہے۔ مرہٹا کی ایک حماقت سے مجھے بھی فرہاد
 کے اندر پہنچنے کا موقع مل گیا ہے۔ ہم دونوں میں بڑی دیر سے یہ
 جنگ جاری ہے کہ فرہاد کو کون اپنا غلام بنائے گا۔ میں کسی طرح
 اس کینی کو وہاں سے ہٹا جاتا ہوں۔“

یہ سن کر ٹانی کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا تھا کہ میں نپ
 کیا گیا ہوں۔ ایسے میں وہ لیڈوا کو اپنے داغ میں نہ کر لے رہی تو
 وہ میرے لیے ٹانی کی سمجھیں اور جڈوں کو پڑھ لیتا۔ وہ بولی ”انکل!
 میں ہاتھ دھم میں جا رہی ہوں۔ آپ جائیں میں ابھی آ رہی ہوں۔“
 یہ کہتے ہی اس نے سانس دوک لی۔ پھر علی کے داغ میں آکر
 بولی ”تم کہاں ہو؟ فوراً میرے پاس آؤ۔ ابھی لیڈوا نے بتایا ہے کہ
 مرہٹا نے بابا کو زخمی کر کے اس کے داغ پر قبضہ چھلایا ہے۔ تم یہاں
 آؤ۔ میں ڈیڑی کے پاس جا رہی ہوں۔“

اس نے فوراً ہی سلمان کو مخاطب کرتے ہوئے کوڈرڈز ادا
 کیے پھر کہا ”ڈیڈی! غضب ہو گیا۔ بابا کا داغ مرہٹا کے قابو میں
 گیا ہے۔ آپ می دیمو کو آگاہ کریں اور بابا کے پاس جا کر صورت حال

معلوم کریں۔ ان حالات میں جب بھی میرے پاس آئیں مختار ہو کر
 آئیں کیونکہ لیڈوا سے میرا مسلسل رابطہ رہے گا۔“

پھر اس نے لیڈوا کے پاس آکر کہا ”سوری انکل! اب آپ
 فرمائیں“ فرہاد کو محکوم بنانے کے لیے آپ کی حکمت عملی کیا ہو گی؟“
 ”فرہاد قسمت کا دھمی ہے۔ مرہٹا کی رکاوٹ دور نہ کی گئی تو وہ
 ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ پھر ایسا انمول موقع کبھی کسی کو
 نصیب نہیں ہو گا۔ میں چاہتا ہوں تم فرہاد کے داغ میں موجود ہو
 تاکہ میں دوسرے ذرائع سے مرہٹا کو اس کے اندر سے نکلے پر مجبور
 کر سکوں۔“

”میں سمجھ گئی“ آپ چاہتے ہیں کہ مرہٹا آپ کی غیر موجودگی
 میں فرہاد پر تخری عمل نہ کرے۔ آپ اطمینان سے جائیں۔ میں
 مرہٹا سے نمٹ لوں گی۔ میں فرہاد کی آواز اور لہجے سے واقف نہیں
 ہوں“ آپ مجھے وہاں پہنچا دیں۔“

وہ میرے پاس آئی جانی رہی تھی لیکن سلوان کی حیثیت سے
 لاعلمی ظاہر کر رہی تھی۔ لیڈوا نے اسے میرے داغ میں پہنچا دیا۔
 میرے اندر کمری خاموشی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے داغ میں کوئی
 دشمن یا دوست نہ ہو۔ ٹانی نے میرے پاس آتے ہی معلوم کرنا چاہا
 کہ لیڈوا نے میرے چور خیالات پڑے ہیں یا نہیں؟

ٹانی میرے چور خیالات نہ پڑھ سکی۔ اس سے چل پٹا گیا کہ
 مرہٹا نے میرے داغ کے اس خانے پر سختی سے قبضہ چھلایا ہوا ہے۔
 وہ نہیں چاہتی تھی کہ لیڈوا کو ایک بہت بڑی حقیقت معلوم ہو اور وہ
 حقیقت یہ تھی کہ مرہٹا لاعلمی میں میری معمول بن کر رہتی تھی اور
 میں اس کے بے خبری میں اس کے داغ میں جا رہا تھا۔

اگر یہ بات لیڈوا کو معلوم ہو جاتی تو وہ میرا لب و لہجہ اپنا کر اس
 کے داغ میں پہنچ کر ڈھول پیدا کر دیتا۔ پھر بڑی آسانی سے مجھے اپنا
 معمول اور تابعدار بنالیتا۔

مرہٹا نے ایوان راسکا سے کہا تھا کہ وہ اس کی عدم موجودگی
 میں میرے اندر رہے گا۔ وہ راسکا کو خاص طور پر ناکید کرنا چاہتی
 تھی کہ میرے داغ کے چور خانے میں سختی سے جتا رہے اور لیڈوا کی
 سوچ کی لہروں کو دھرنے آئے دے لیکن پھر عقل آئی کہ ایوان
 راسکا میرا وہ چور خیال پڑھ لے گا جس سے مرہٹا کی کردہی معلوم
 ہو جائے گی۔

وہ اپنے سائے پر بھی بھروسا نہیں کرتی تھی پھر راسکا پر کیسے
 اعتماد کر لیتی۔ اس کی بھی نیت بدل سکتی تھی وہ بھی اسے اپنی معمول
 بنا سکتا تھا۔

وہ مجھے نپ کر کے بڑی مشکل میں پڑ گئی تھی۔ میرے داغ
 سے نکل کر کہیں نہیں جا سکتی تھی۔ بعد نکلنے پر لیڈوا صرف مجھے ہی
 نہیں اسے بھی اپنا تابعدار بنا سکتا تھا۔

ٹانی نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا ”بیٹو فرہاد! میں سلوان
 عرف پرماداب بول رہی ہوں۔ تم لوگوں نے پہلے بھی یہ نام نہیں سنا

ہو گا اور آج بھی نہ سنتے لیکن میں یہ دیکھنے آئی ہوں کہ تمہارے جیسے پڑاؤ کے داغ میں یہ کون چیل مسمی ہوئی ہے۔
مرتا کے لیے بھی سپردام سلوان کا نام بنا تھا۔ اپنے لیے چیل کا لٹل سن کر اسے غصہ آیا تھا لیکن وہ خاموشی سے برداشت کر رہی تھی۔
ٹانی نے کہا ”کیا بات ہے۔ میں فراد کے چور خیالات پڑھتا چاہتی ہوں لیکن میری سوچ کی لہرں ناکام ہو رہی ہیں۔“
اسے جواب نہیں ملا۔ وہ بولی ”مرتا! آخر تک تک ہٹ دھری کر دو گی۔ فراد کے ٹیلی بیٹھی جانے والے آجائیں گے تو پھر قیامت تک اسے اپنا گھوم نہیں بنا سکو گی۔ پھر تمہیں کیا حاصل ہو گا؟“

مرتبانے کہا ”مجھے حاصل نہیں ہو گا تو دوسرے بھی خالی ہاتھ نہ جائیں گے۔ میں نے فراد کے بستر کے نیچے م رکھ دیا ہے۔ میرے ناکام ہوتے ہی وہ تم فراد کے چھوڑے اڑا دے گا۔“
ٹانی نے لیوڈا کے پاس آکر پوچھا ”کیا آپ جانتے ہیں کہ اس نے فراد کے بستر کے نیچے م رکھا ہے۔“
”ہاں! ذرا رنگ بے بی! یہ مرتبا پڑھا اس ہو گئی ہے اس نے میری موجودگی میں اپنے ناکت آندریو سے ہم رکھوا تھا۔ لیکن حکم کی تعمیل کرانے وقت آندریو کے داغ میں نہیں تھی، کیونکہ فراد کے داغ سے ہٹا نہیں چاہتی تھی۔ میں نے اس ناکت کو قاتل داغ بنا کر ہم دہاں سے ہٹا دیا ہے اور ریموٹ کنٹرول کا سیل بھی نکال دیا ہے۔“

”شکر ہے کہ فراد زندہ رہے گا۔ مرتبا کی چال ناکام ہو گئی۔“
”لیکن ہم بھی کامیاب نہیں ہوں گے۔ فراد کے رشتے دار کسی وقت بھی اس کے داغ میں پہنچ جائیں گے۔“
”انکل! کیا آپ نے فراد کے چور خیالات پڑھے ہیں؟“
”وہ کبھی سنائے بن کر بیٹھی ہے۔ بھلا کیسے پڑھ سکتا ہوں۔“

”اس کا مطلب ہے فراد کے داغ میں کوئی ایسا راز چھپا ہوا ہے جو ہمیں معلوم ہو جائے تو یہ معلومات مرتبا کو نقصان پہنچا سکتی ہے۔“

”بے شک کوئی ایسی بات ہے۔“
”انکل! ذرا داغ لڑائیں کہ وہ بات کیا ہو سکتی ہے؟“
”بے بی! خود فکر کا وقت نہیں ہے۔ میں یہاں طرح طرح کے ذرائع مرتبا کے خلاف استعمال کرنے میں مصروف ہوں۔“
”میں آپ کا وقت ضائع نہیں کروں گی“ صرف دس منٹ چاہتی ہوں۔“
”دس منٹ کیا؟ تمہارے لیے تو ہماری پوری زندگی حاضر ہے پولو!“
”مرتبا پارس کی محبوبہ تھی۔ فراد نے اسے بیٹیا تھا لیکن یہ

فراد اتنا نادان نہیں ہے کہ مرتبا کی مکاریانہ فطرت پر اعتماد کر رہا ہو۔ کیا اس نے دھوکے سے چپ چاپ مرتبا کو اپنی معمولی نہیں بنایا ہو گا؟“
”ہاں بے بی! تمہاری باٹ دل کو گھتی ہے۔ اس نے ایسا کیا ہو گا؟“

”پھر آج مرتبانے اس کے داغ میں مسمی کر کے معلوم کیا ہو گا کہ وہ دھوکا کھاتی رہی ہے اور اب تک نادانگی میں اس کی معمولی بن کر رہتی آئی ہے۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ مرتبا آپ سے یہی راز چھپانے کے لیے چور خیالات پڑھنے کا موقع نہیں دے رہی ہے؟“

”ایسا ہو سکتا ہے۔“
”ہو سکتا ہے تو انتظار کس بات کا ہے۔ فراد کال دلو۔ وجہ اختیار کر کے اس جھاک لڑو گی کے داغ میں پہنچیں۔ ہو سکتا ہے ناکامی ہو۔ آرتانے میں مرج کیا ہے۔“

اس نے فوراً ہی آنکھیں بند کیں۔ میرے لب دہلے کو گرفت میں لیا پھر مرتبا کے لب دہلے سے رابطہ قائم کرتے ہوئے اس کے داغ میں پہنچا تو جگہ ٹکی۔ اس نے سانس نہیں روکی۔ اس کی آہ سے بے خبر رہی۔ لیوڈا کو پہلے چند لمحوں تک یقین نہیں آیا پھر یقین آیا تو خوشی سے اچھل پڑا۔ ٹانی کے پاس آکر بولا ”سلوان! میری جان! میری بیٹی! ہم سب کی سپردام! تم کیا چہ ہو؟ اس دنیا کی نہیں ہو۔ کسی سیارے سے آئی ہو۔“
”کپیڈوز سے زیادہ طاقت ہو ا رہے تم نے مجھے کہاں پہنچا دیا۔ اب فراد کے ساتھ مرتبا جیسی مکار عورت بھی میری مسمی نہیں آگئی ہے۔“

”انکل! زیادہ خوشی کا نام گاؤ ڈے گی۔ مرتبا کو فوراً فراد کے داغ سے نکال کر دونوں کو قابو میں کریں اور مجھے جانے دیں۔“
”صرف دس منٹ انتظار کرو۔ میں ابھی آتا ہوں۔“

وہ ٹانی سے رخصت ہو کر مرتبا کے پاس آیا۔ پھر اسے مخاطب کیا ”لیوڈا! مجھے بیان رہی ہو؟“
وہ خوف سے چیخ پڑی ”میں بات۔۔۔ تم فراد نہیں ہو۔ وہ تو زخمی ہے خیال خوانی کے قاتل نہیں ہے۔“
”بالکل درست سمجھ رہی ہو۔ میں لیوڈا ہوں۔ فراد کا لہجہ اختیار کر کے آیا ہوں۔“

”میں تمہیں اپنے داغ میں نہیں رہنے دوں گی۔“
”مجھے بھگتا جا ہو گی تو زلزلہ پیدا کروں گا۔ میں نے تمہیں سمجھایا تھا مجھ سے مقابلہ نہ کرو۔ فراد کو میرے لیے چھوڑ دو۔ مگر تم پر کامیابی کا نشانہ چھایا ہوا تھا۔“
وہ دوڑتی ہوئی دروازے کے پاس گئی۔ اس نے کہا ”بھاگو کتنی دور بھاگ سکو گی؟“

اس نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ لیوڈا نے کہا ”تعب ہے، میں سمجھ رہا تھا تم اس کمرے سے اس عمارت سے باہر بھاگنا

چاہتی ہو۔ مگر تم نے تو دروازہ بند کر لیا۔ کیا مجھے اندر آنے سے روک رہی ہو۔“
اس کی باتوں کے دوران وہ فرش پر جھکتی ہوئی چاروں شانے بت ہو گئی۔ وہ بولا ”کیا ڈراما کر رہی ہو۔ میں ابھی تمہارے داغ کو گزرو رہا تھا۔ بعد ازاں ایک ناکت کو تمہارے اندر مگرانی کے لیے چھوڑ دوں گا کہ تم فراد کے داغ میں نہ آ سکو۔“

وہ اس کے اندر زلزلہ پیدا کر کے دافنی کورڈی میں جلا کر پاتا تھا۔ اس سے پہلے ہی مرتبانے کرشنا کرشنا ہرے کرشنا کہتے ہوئے اپنے اندر کی تمام سانسوں کو باہر نکالا۔ اس کے ساتھ ہی اس کی آتما بھی جسم سے الگ ہو گئی۔

لیوڈا دافنی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ وہ ایک خفیہ ہائٹس گاہ میں سپر سائرس ہولی من کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ سپر سائرس جب سے یہ معلوم ہوا تھا کہ میں ان کا حکم اور تابعدار رہنے والا ہوں تب سے وہ بے چین تھا۔ راکوٹ پیدا کرنے والی مرتبا کو گالیاں دے رہا تھا۔ اسے ناقص اور فرغانہ میں وضو نہ کھانے کی ہر ممکن کوشش کر رہا تھا۔

پھر لیوڈا نے بتایا کہ اس مرحلے پر بھی سپردام سلوان کی ذہانت کام آئی ہے۔ وہ مرتبا کے داغ میں پہنچ گیا ہے۔ سپر سائرس خوشی کا ٹھکانا نہیں تھا۔ وہ تھیں کھارہا تھا کہ سپردام سلوان اس صدی کی سب سے ذہین لڑکی ہے۔ وہ جیسے حیرت انگیز کارنامے انجام دے رہی ہے وہی مثال دنیا کی کوئی لڑکی نہیں پیش کر سکتی۔ پھر سپر سائرس خوش ہوتے ہوئے بھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ لیوڈا نے بتایا کہ مرتبانے سانس روک لی ہے اور اسے داغ سے باہر نکال دیا ہے۔ یہ اطلاع دے کر وہ پھر ایک بار مرتبا کے پاس گیا۔ خیال تھا کہ وہ سانس لے رہی ہوگی۔ لیکن سوچ کی لہروں کو مرتبا کا داغ میں ملا۔ یہ یقین کرنے والی بات نہیں تھی کہ وہ اچانک مر گئی ہے۔

لیوڈا اور سپر سائرس وغیرہ کو مرتبا کی آتما حقیقی کے حلقے کچھ معلوم نہیں تھا۔ آتما جسم کا ساتھ چھوڑ دے تو بدن عارضی طور پر مردہ ہو جاتا ہے۔ داغ بھی خالی گہر بن جاتا ہے۔ لیوڈا کی سوچ کی لہر اس خالی مکان میں بھٹ کر واپس آگئی تھیں۔

اس نے دس منٹ کے بعد پھر اس کے اندر آتا چھا۔ پھر بندہ منٹ پھر میں منٹ کے بعد بھی آیا لیکن ناکامی ہوئی۔ سپر سائرس نے پوچھا ”کیوں وقت ضائع کرتے ہو۔ فراد کو قابو میں کرو۔“
”میں حیران ہوں کہ وہ اچانک کیسے مر گئی۔ میں میں منٹ تک برابر اس کے داغ میں جاتا رہا ہوں۔ اس سے زیادہ سانس روکنا اس کے لیے ممکن نہیں ہو گا۔ وہ یقیناً مر چکی ہے۔“
”اسے ختم میں جانے دو۔ فراد پر عمل کرو۔“

اس نے ٹانی کے پاس آکر مرتبا کے متعلق اسے بتایا۔ وہ بولی ”بڑے بڑے یوگا کے ماہر آدھے گھنٹے بعد کسی کئی گھنٹے سانس روک

لیتے ہیں۔ شاید اس نے بھی ایسی ہی صلاحیت حاصل کر لی ہو۔ میں یقین نہیں کروں گی کہ وہ مر گئی ہے۔“
”بے شک وہ بہت مکار ہے۔ شاید کوئی چال چل رہی ہے۔ ایسا کرو۔ تم وقفے وقفے سے اس کے اندر جانے کی کوشش کرتی رہو۔ میں جلدی فراد پر عوامی عمل سے فارغ ہو جاؤں گا۔“

وہ عوامی عمل کرنے میرے اندر آ گیا۔ ٹانی نے سلمان کے پاس آکر پوچھا ”ڈیفی! آپ لوگ پیپا کے تحفے کے لیے کیا کر رہے ہیں؟“

”لیلی مستقل بھائی جان کے داغ میں ہے۔ دشمنوں کو نقصان پہنچانے میں دے گی۔ میں آدھا گھنٹا پہلے بھائی جان کا لہجہ اختیار کر کے مرتبا کے اندر چھپا ہوا تھا۔ پھر لیوڈا وہاں پہنچ گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ اس کے اندر زلزلہ پیدا کرنا اس نے آتما حقیقی کے ذریعے عارضی موت اختیار کر لی۔“

ٹانی نے جراتی سے پوچھا ”آتما حقیقی؟“

”ہاں اس نے جنت کے ایک بہت بڑے لامہ کے پاس رہ کر مکش (تپنا) ریاضت کے بعد یہ حقیقی حاصل کی ہے۔ چالیس منٹ تک سانس روک لیتی ہے۔ پھر ایک منٹ سانس لے کر مزید چالیس منٹ تک سانس روکنے کا عمل جاری رکھتی ہے۔“
”تعب ہے۔ ہماری دنیا میں کیسے جیسے حیرت انگیز علوم ہیں۔ آخر وہ اس طرح سانس روک کر کیا کر رہی ہو گی؟“

”اس کی آتما ٹھیک چھپتے ہی دنیا کے کسی بھی حصے میں پہنچ جاتی ہے۔ چونکہ لیوڈا اس کا راستہ روک رہا ہے اس لیے یہی کچھ میں آتا ہے کہ اس کی آتما لیوڈا کے پاس پہنچی ہوگی اور اسے نقصان پہنچانے کی تدبیر کر رہی ہوگی۔“

”لیکن آتما تو غیر مرئی ہوتی ہے۔ نہ اسے کوئی دیکھ اور چھو سکتا ہے نہ وہ کسی کو چھو سکتی ہے۔“

”بھائی جان نے ہمیں بتایا تھا کہ وہ صرف دیکھ سکتی ہے لیکن کسی کو چھو نہیں سکتی۔ کسی کی آواز سن نہیں سکتی اور نہ کسی کو اپنی آواز سناسکتی ہے۔“

”پھر ایسے میں وہ لیوڈا کا کیا کاروائی کرے گی؟“
”ابھی ہم کیا کہہ سکتے ہیں؟ یہ تو جانتے ہیں کہ بہت مکار ہے۔ لیوڈا کو کامیاب نہیں ہونے دے گی۔“

”پارس کہاں ہے؟“
”مشرق میں تھا۔ اب فرغانہ کی طرف چل پڑا ہے۔ جلدی اپنے پیپا کے پاس پہنچ جائے گا۔“

ٹانی نے لیلی کے پاس آکر کوڈروڈا ادا کیے۔ لیلی میرے داغ میں خاموش تھی اور لیوڈا کی لالی میں اس کے عمل کو گزرتاری تھی۔ ٹانی نے کہا ”ای! آپ مرتبا کے لیے میں لیوڈا کو مخاطب کریں اور دونوں کو ایک دوسرے سے لڑاتی رہیں۔“
لیلی نے پوچھا ”کوئی خاص مصلحت ہے؟“

”جی ہاں“ وہ آتما شکتی کا مظاہرہ کر رہی ہے۔ لہذا یہ سمجھنے سے قاصر ہے کہ وہ زندہ ہے یا مردہ؟ وہ اس کے دماغ میں جاتا ہے اور ہلک کر واپس آجاتا ہے۔ وہ آپ کے ذریعے اس کی آواز سن کر یہ عمل چھوڑ کر اس کے پیچھے جانے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

”ٹھیک ہے۔ اسے تھوڑی دیر کے لیے یہاں سے بھگانا چاہیے۔“

”میں نے مرنا کی سوچ کا تجربہ کیا ہے۔ لہذا وہ مخاطب کرتے ہوئے کہا میں پھر آجی ہوں۔“

اس کا تجربی عمل ادھر رہا گیا۔ وہ غصے سے بولا ”شیطان کی بیانیہی وجہ سے ٹیلی پتھی کا یہ فلک بوس پہاڑ نہیں ہو گا۔ میں تجھے آخری وار تک دیتا ہوں۔ تجھے عمل کرنے نہیں دے گی تو ابھی اگر تیرے دماغ میں زلزلہ پیدا کر دوں گا۔“

”تو آئے گا تو پھر مراؤں گی“ جانے گا تو پھر میری جانوں گی۔“

”تجھے بتاؤ تم کیا عمل کر رہی ہو؟ کیا تمہیں سانس روک لیتی ہو؟“

”کچھ بھی سمجھ لو۔ جو عمل کر رہی ہوں اس کے نتیجے میں تمہاری زندگی مختصر ہو رہی ہے۔“

”میں ابھی تمہاری زندگی مختصر کرتا ہوں۔“

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا مرنا کی تلاش میں آیا۔ لیکن اسے وہ پرواز سراسر دماغ نہیں ملا۔ وہ ابھی تک آتما شکتی کے عمل سے گزر رہی تھی۔ ابھی چالیس منٹ پورے نہیں ہوئے تھے۔ لیکن مرنا کے لیے جس میں گفتگو کر کے اسے اور ابھارا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا

”یہ کیسا علم ہے ادھر مردہ بنی ہوئی ہے ادھر میرے پاس آکر بول رہی ہے۔“

اس نے میرے دماغ میں آکر پوچھا ”مرنا! تم موجود ہو؟“

لیکن ”جی ہاں“ وہ آتما شکتی کا مظاہرہ کر رہی ہے۔ لہذا یہ سمجھنے سے قاصر ہے کہ وہ زندہ ہے یا مردہ؟ وہ اس کے دماغ میں جاتا ہے اور ہلک کر واپس آجاتا ہے۔ وہ آپ کے ذریعے اس کی آواز سن کر یہ عمل چھوڑ کر اس کے پیچھے جانے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

”ٹھیک ہے۔ اسے تھوڑی دیر کے لیے یہاں سے بھگانا چاہیے۔“

”میں نے مرنا کی سوچ کا تجربہ کیا ہے۔ لہذا وہ مخاطب کرتے ہوئے کہا میں پھر آجی ہوں۔“

اس کا تجربی عمل ادھر رہا گیا۔ وہ غصے سے بولا ”شیطان کی بیانیہی وجہ سے ٹیلی پتھی کا یہ فلک بوس پہاڑ نہیں ہو گا۔ میں تجھے آخری وار تک دیتا ہوں۔ تجھے عمل کرنے نہیں دے گی تو ابھی اگر تیرے دماغ میں زلزلہ پیدا کر دوں گا۔“

”تو آئے گا تو پھر مراؤں گی“ جانے گا تو پھر میری جانوں گی۔“

”تجھے بتاؤ تم کیا عمل کر رہی ہو؟ کیا تمہیں سانس روک لیتی ہو؟“

”کچھ بھی سمجھ لو۔ جو عمل کر رہی ہوں اس کے نتیجے میں تمہاری زندگی مختصر ہو رہی ہے۔“

”میں ابھی تمہاری زندگی مختصر کرتا ہوں۔“

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا مرنا کی تلاش میں آیا۔ لیکن اسے وہ پرواز سراسر دماغ نہیں ملا۔ وہ ابھی تک آتما شکتی کے عمل سے گزر رہی تھی۔ ابھی چالیس منٹ پورے نہیں ہوئے تھے۔ لیکن مرنا کے لیے جس میں گفتگو کر کے اسے اور ابھارا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا

”یہ کیسا علم ہے ادھر مردہ بنی ہوئی ہے ادھر میرے پاس آکر بول رہی ہے۔“

اس نے میرے دماغ میں آکر پوچھا ”مرنا! تم موجود ہو؟“

لیکن ”جی ہاں“ وہ آتما شکتی کا مظاہرہ کر رہی ہے۔ لہذا یہ سمجھنے سے قاصر ہے کہ وہ زندہ ہے یا مردہ؟ وہ اس کے دماغ میں جاتا ہے اور ہلک کر واپس آجاتا ہے۔ وہ آپ کے ذریعے اس کی آواز سن کر یہ عمل چھوڑ کر اس کے پیچھے جانے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

”ٹھیک ہے۔ اسے تھوڑی دیر کے لیے یہاں سے بھگانا چاہیے۔“

”میں نے مرنا کی سوچ کا تجربہ کیا ہے۔ لہذا وہ مخاطب کرتے ہوئے کہا میں پھر آجی ہوں۔“

اس کا تجربی عمل ادھر رہا گیا۔ وہ غصے سے بولا ”شیطان کی بیانیہی وجہ سے ٹیلی پتھی کا یہ فلک بوس پہاڑ نہیں ہو گا۔ میں تجھے آخری وار تک دیتا ہوں۔ تجھے عمل کرنے نہیں دے گی تو ابھی اگر تیرے دماغ میں زلزلہ پیدا کر دوں گا۔“

”تو آئے گا تو پھر مراؤں گی“ جانے گا تو پھر میری جانوں گی۔“

”تجھے بتاؤ تم کیا عمل کر رہی ہو؟ کیا تمہیں سانس روک لیتی ہو؟“

”کچھ بھی سمجھ لو۔ جو عمل کر رہی ہوں اس کے نتیجے میں تمہاری زندگی مختصر ہو رہی ہے۔“

”میں ابھی تمہاری زندگی مختصر کرتا ہوں۔“

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا مرنا کی تلاش میں آیا۔ لیکن اسے وہ پرواز سراسر دماغ نہیں ملا۔ وہ ابھی تک آتما شکتی کے عمل سے گزر رہی تھی۔ ابھی چالیس منٹ پورے نہیں ہوئے تھے۔ لیکن مرنا کے لیے جس میں گفتگو کر کے اسے اور ابھارا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا

”یہ کیسا علم ہے ادھر مردہ بنی ہوئی ہے ادھر میرے پاس آکر بول رہی ہے۔“

اس نے میرے دماغ میں آکر پوچھا ”مرنا! تم موجود ہو؟“

”خود سوال کرتی ہو؟ خود جواب دیتی ہو۔“

مرنا اچانک دماغی طور پر اپنے کمرے میں حاضر ہو گئی۔ اسے عجیب سی سک کا احساس ہوا تھا۔ اس نے دیکھا کمرے میں ہلکا سا سادھا جھلکا ہوا تھا۔ وہ فوراً ہی فرش پر سے اٹھ گئی۔ اگرچہ بجلی سی خوشبو کا احساس تھا۔ تاہم بعض بے ہوشی کی دوا میں دھیمی خوشبو کی طرح گوارا ہوتی ہیں اور وہ خوشبو سے بھل نہیں سکتی تھی۔ کمرے میں اس کے پھیلاؤ سے خطرے کی گونج آ رہی تھی۔ خیریت اسی میں ہوئی کہ وہ فوراً کمرے سے باہر نکل جاتی۔

تیزی سے چلتی ہوئی دروازے کے پاس آئی۔ اسے کھولنے کے لیے پینٹل پر ہاتھ رکھا۔ پھر رک گئی۔ محض نے سمجھایا کوئی اسے باہر نکالے کے لیے ایسی حرکت کر رہا ہے۔ کھڑکیاں کھولنے سے دھواں کم ہو سکتا ہے۔

وہ پلٹ کر کھڑکی کے پاس آئی اس کے پردوں کو ہٹایا پھر اسے کھل دیا۔ تازہ ہوا کا ایک جھوک سا آیا۔ اس کے ساتھ سی دھواں کم ہونے لگا۔ پھر اسے کچھ ایسی آواز سنائی دی جیسے تیزی سے پانی گر رہا ہو۔ اس نے سر ہٹا کر ہاتھ دھو م کی طرف دیکھا۔ تیزی سے چلتی ہوئی دروازے کے پاس آئی۔ پھر اسے کھولنے کی پانی ہٹا ہوا اس کے پردوں پر سے گزرا ہوا کمرے میں آئے لگا۔ پانی کی پائپ لائن کیس سے ٹوٹ گئی تھی، یا تو ڈوب گئی تھی۔ جس کے نتیجے میں ہاتھ دھو م کا فرش پانی میں ڈوب گیا تھا۔ اور اب وہ پانی کمرے کے فرش پر پھیل رہا تھا۔ اس کے تیز بننے سے پتلا رہا تھا کہ جلدی وہ کمرے کے سامان کے ساتھ تیرنے لگی۔

گھبرا کر اسے باہر جانا ناگزیر ہو چکا تھا۔ وہ دروازے کے پاس آکر پہنچی ہوئی بولی گھون ہے؟ باہر کون ہے؟

کوئی جواب نہیں ملا۔ اس نے کھڑکی کے پاس آکر آواز دی۔ حد نظر تک کوئی دکھائی دے رہا تھا۔ وہ پلٹ کر کمرے کے وسط میں آگئی۔ پانی ٹخنوں سے اوپر پہنچوں تک پہنچے والا تھا۔ وہ آتما شکتی کے ذریعے باہر جا کر دشمن کو دیکھ سکتی تھی، لیکن اس کے لیے چاروں شانے چت لیٹ کر جسم کو ڈھیلا چھوڑ کر آتما کو ابھارنا پڑتا ہے اور وہاں فرش پر لیٹ نہیں سکتی تھی۔ پانی بہا رہا تھا۔ اس کمرے میں کوئی پینک نہیں تھا اور ایسے صوفے تھے جن پر وہ لیٹ نہیں سکتی تھی۔

وہ ایک اونچی میز پر آکر بیٹھ گئی۔ اس پر یوگا کا ایک آسن اختیار کیا۔ وہ آزمائش چاہتی تھی کہ اس انداز سے آتما شکتی کا کامیاب عمل ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اس نے ذمہ داری سنبھالی پھر سانس چھوڑتے ہوئے بولی ”کرتا کرتا“ ہرے کرتا۔

وہ کامیاب ہو گئی۔ آتما باہر آگئی۔ پھر اس نے بند دروازے سے باہر آکر دیکھا کوئی نہیں تھا۔ اس پینک کے دوسرے کمرے خالی تھے۔ وہ پینک کے باہر آئی مغل میں کچھ لوگ آتے جاتے دکھائی دیے۔ چند قدم کے فاصلے پر شاہراہ تھی۔ وہاں اچھا سا ٹرانک

اس کے پیچھا کر رہا تھا۔ لہذا اس کے پاس آکر اس کے دماغ میں جاتا ہے اور ہلک کر واپس آجاتا ہے۔ وہ آپ کے ذریعے اس کی آواز سن کر یہ عمل چھوڑ کر اس کے پیچھے جانے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

اس کے پیچھا کر رہا تھا۔ لہذا اس کے پاس آکر اس کے دماغ میں جاتا ہے اور ہلک کر واپس آجاتا ہے۔ وہ آپ کے ذریعے اس کی آواز سن کر یہ عمل چھوڑ کر اس کے پیچھے جانے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

”ٹھیک ہے۔ اسے تھوڑی دیر کے لیے یہاں سے بھگانا چاہیے۔“

”میں نے مرنا کی سوچ کا تجربہ کیا ہے۔ لہذا وہ مخاطب کرتے ہوئے کہا میں پھر آجی ہوں۔“

اس کا تجربی عمل ادھر رہا گیا۔ وہ غصے سے بولا ”شیطان کی بیانیہی وجہ سے ٹیلی پتھی کا یہ فلک بوس پہاڑ نہیں ہو گا۔ میں تجھے آخری وار تک دیتا ہوں۔ تجھے عمل کرنے نہیں دے گی تو ابھی اگر تیرے دماغ میں زلزلہ پیدا کر دوں گا۔“

”تو آئے گا تو پھر مراؤں گی“ جانے گا تو پھر میری جانوں گی۔“

”تجھے بتاؤ تم کیا عمل کر رہی ہو؟ کیا تمہیں سانس روک لیتی ہو؟“

”کچھ بھی سمجھ لو۔ جو عمل کر رہی ہوں اس کے نتیجے میں تمہاری زندگی مختصر ہو رہی ہے۔“

”میں ابھی تمہاری زندگی مختصر کرتا ہوں۔“

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا مرنا کی تلاش میں آیا۔ لیکن اسے وہ پرواز سراسر دماغ نہیں ملا۔ وہ ابھی تک آتما شکتی کے عمل سے گزر رہی تھی۔ ابھی چالیس منٹ پورے نہیں ہوئے تھے۔ لیکن مرنا کے لیے جس میں گفتگو کر کے اسے اور ابھارا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا

”یہ کیسا علم ہے ادھر مردہ بنی ہوئی ہے ادھر میرے پاس آکر بول رہی ہے۔“

اس نے میرے دماغ میں آکر پوچھا ”مرنا! تم موجود ہو؟“

لیکن ”جی ہاں“ وہ آتما شکتی کا مظاہرہ کر رہی ہے۔ لہذا یہ سمجھنے سے قاصر ہے کہ وہ زندہ ہے یا مردہ؟ وہ اس کے دماغ میں جاتا ہے اور ہلک کر واپس آجاتا ہے۔ وہ آپ کے ذریعے اس کی آواز سن کر یہ عمل چھوڑ کر اس کے پیچھے جانے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

”ٹھیک ہے۔ اسے تھوڑی دیر کے لیے یہاں سے بھگانا چاہیے۔“

”میں نے مرنا کی سوچ کا تجربہ کیا ہے۔ لہذا وہ مخاطب کرتے ہوئے کہا میں پھر آجی ہوں۔“

اس کا تجربی عمل ادھر رہا گیا۔ وہ غصے سے بولا ”شیطان کی بیانیہی وجہ سے ٹیلی پتھی کا یہ فلک بوس پہاڑ نہیں ہو گا۔ میں تجھے آخری وار تک دیتا ہوں۔ تجھے عمل کرنے نہیں دے گی تو ابھی اگر تیرے دماغ میں زلزلہ پیدا کر دوں گا۔“

”تو آئے گا تو پھر مراؤں گی“ جانے گا تو پھر میری جانوں گی۔“

”تجھے بتاؤ تم کیا عمل کر رہی ہو؟ کیا تمہیں سانس روک لیتی ہو؟“

”کچھ بھی سمجھ لو۔ جو عمل کر رہی ہوں اس کے نتیجے میں تمہاری زندگی مختصر ہو رہی ہے۔“

”میں ابھی تمہاری زندگی مختصر کرتا ہوں۔“

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا مرنا کی تلاش میں آیا۔ لیکن اسے وہ پرواز سراسر دماغ نہیں ملا۔ وہ ابھی تک آتما شکتی کے عمل سے گزر رہی تھی۔ ابھی چالیس منٹ پورے نہیں ہوئے تھے۔ لیکن مرنا کے لیے جس میں گفتگو کر کے اسے اور ابھارا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا

”یہ کیسا علم ہے ادھر مردہ بنی ہوئی ہے ادھر میرے پاس آکر بول رہی ہے۔“

اس نے میرے دماغ میں آکر پوچھا ”مرنا! تم موجود ہو؟“

تھا۔ مرد عورتیں بوڑھے اور بچے فٹ پاتھ اور دکانوں میں دکھائی دیے تھے۔ اتنے جھوم کسی کی انجانے دشمن کو بچانا مشکل تھا۔ اگر وہ دشمن کی صورت آشنا ہوتی تو لاکھوں کی بھینٹیں سیدی اس کے پاس پہنچ جاتی۔ لیکن یہی معلوم نہیں تھا کہ وہ کون ہے؟

ایک بات واضح تھی کہ میں پھر اس پر ہماری پردہ تھا۔ میری شریک حیات کل میرے دماغ میں پھرا رہی تھی۔ وہ ناکامی کی صورت میں کم کے ذریعے بھی میرے چہرے پر آڑا کی۔ اسے میدان چھوڑنا پڑا تھا۔ اپنے وقت ہی کچھ میں آتا تھا کہ میرے ہی لوگ اسے اس جنگ میں گھیر لے آگئے ہیں۔ چونکہ پارس اس ملک میں موجود تھا اس لیے دھیان اس کی طرف گیا کہ وہی دشمن بن کر اسے پکڑنے آیا ہے۔

پارس کا دھیان آتے ہی اس کی آتما اس کے پاس پہنچ جاتی۔ وہ سڑک کے کنارے ایک کار میں ایسی جگہ تھا جہاں سے وہ نکلی اور بگلا دکھائی دے رہا تھا۔ وہاں مہربانے رہائش اختیار کی تھی۔ پارس کا خیال تھا کہ وہ مجبور ہو کر باہر نکلے گی اور کہیں بھی جائے گی تو نظروں میں رہے گی۔

لیکن اس کی آتما باہر آئی۔ وہ اس کی آمد سے خبر نہ تھا۔ اس چین کے ساتھ کار میں بیٹھا ہوا تھا کہ وہ دھوئیں اور پانی سے گھبرا کر ضرور باہر آئے پر مجبور ہو جائے گی۔

آتما واپس آئی۔ وہ پوچھا کہ آتما چھوڑ کر میری سیدی بیٹھ گئی۔ وہ جنگ کے پیچھے کسی جنگ جگہ سے فرار ہو سکتی تھی لیکن پارس سے ناوانی کی توقع نہیں تھی۔ وہاں بھی اس کی نگرانی کرنے والے ہو سکتے تھے۔ اس نے مجھے کھم بھانے کے لیے بہت بڑی دشمنی کا مظاہرہ کیا تھا اس لیے اس کے اطراف گھبراہٹ نکلیا گیا ہو گا۔

اپنے ہی فرار کا راستہ اختیار کرنے سے بہتر تھا کہ وہ پارس سے پیادگی تجویز کرے۔ وہ دشمن بن کر تباہی آتا ہم محبوب تھا کسی اور دشمن کے چنگل سے بچ نکلنے کی امید نہیں تھی، محبوب کے لات جو تے کھا کر چھوڑا کہ راستہ نکال لینے کا یقین تھا۔

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر پارس کے اندر پہنچنے کی کہا "میں ہوں مرنا، سانس نہ روکتا۔"

وہ ناگوار سے بولا "کیوں آئی ہو؟"

"عورت پر برا وقت آئے تو وہ اپنے محبوب کے قدموں میں پناہ ڈھونڈتی ہے۔"

"اور اگر عورت اپنے محبوب پر برا وقت لائے تو اس کا انجام کیا ہوتا ہے؟"

"برے کا برا انجام ہوتا ہے، لیکن محبت کے جذبے لپک پیدا کرتے ہیں۔ تم میری خوب پائی کرو۔ مار مار کر آدمی جان کر دو۔ صرف اتنی ہی زندگی دو کہ میں آئندہ غلطیوں سے توبہ کرتی رہوں۔"

"سیدی طرح میرے پاس چلی آؤ۔"

"آری ہوں۔ آتما تادو تم نے مجھے کیسے تلاش کیا ہے؟"

"تم نے جی محبت سے، یہاں کی شش میاں لے آئی ہے۔"

"یہ تو بچ ہے۔ تم میرے دیوانے ہو اور میں تمہاری مگر پلہ تادو کہ میری رہائش گاہ کا پتا بھی چل گیا؟"

"یہ تو ہم سب جانتے ہی تھے کہ تم آتما قد میں ہو۔ میں کچھ تین گھنٹوں سے تمہیں ہر علاقے میں ڈھونڈ رہا ہوں۔ ہر گھر کے دروازے پر چند سینکڑے لیے رکنا تھا۔ پھر اس دروازے پر تمہاری بدن کی بولی گئی۔"

وہ بھول گئی تھی کہ پارس اس کی ملک سے لاکھوں میں اسے پہچان سکتا ہے۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے سر قہام کر سوجھا "میں وہ ہری معیت سے بھی نہیں نکل پائی گی۔ ایک طرف باپ دہا میں کھسا رہا ہے۔ دوسری طرف بیٹا بوسو گتہ کرشہ رگ تک پہنچا ہے۔ میں کیا کروں؟ ان دونوں سے کیسے نجات حاصل کروں؟"

پھر اس نے پارس سے پوچھا "تم نے دروازے پر دستک نہ کر مجھے کیوں نہیں بلایا؟ کہرے میں دھواں اور پانی چھوڑنے کی ضرورت تھی؟"

"تم اس قابل نہیں ہو کہ میں تمہارے دروازے پر آتا ہوں۔ سانپ کو اس کے بل سے نکالنا جانتا ہوں۔ پھر یہ بھی چاہتا تھا کہ اگر گھر سے نکل کر ہرست جاؤ اور یقین کر لو کہ فرار کے تمام راستے مسدود ہو چکے ہیں۔ اگر تم کسی طرح مجھے باتوں میں لگا کر کہیں جاؤ ہو تو جاؤ۔ واپس میرے پاس آؤ گی۔"

"میں سیدی تمہارے پاس آری ہوں۔"

وہ جنگل سے باہر آئی۔ گلی سے گزرتے ہوئے میں روڈ پر کھلی پارس کی کار فٹ پاتھ سے گئی کھڑی تھی۔ اس نے اگلی سینکڑوں دروازہ کھول کر اس کے برابر بیٹھے کا ارادہ کیا لیکن دروازہ اندر نہ لاک تھا۔ کڑکیوں کے شیشے چڑھے ہوئے تھے۔ وہ اشاروں کی دبا سے بولی "دروازہ کھولو۔"

پارس نے ہاتھ سے اپنے سر کی طرف اشارہ کیا۔ وہ دماغ آکر بولی "کیا بات ہے؟ دروازہ کیوں نہیں کھولتے؟"

"میں وہی ہوں جو تمہارے لیے دل کے دروازے کھول رہا ہوں۔ اب تمام دروازے بند ہو چکے ہیں۔ تم اس قابل نہیں ہو کہ میرے قریب آسکو اور میرے برابر بیٹھ سکو۔"

"تم بے شک مجھ دھکا دو۔ مگر ٹھنڈے دماغ سے میری بات سن لو۔"

"میرا دماغ ٹھنڈا ہے اس لیے میرے ہاتھوں سے بچی ہوئی؛ ورنہ تمہاری جیسی ذلیل عورت کو تو میں عبرت ناک سزا میں دے مار ڈالتا۔ تم نے میرے پایا کو زخمی کیا۔ چڑیل بن کر ان کے دہار میں گھس گھس گئیں۔ کیا تم نے پایا کو اتنی غیر محفوظ سمجھا ہے؟"

"میں اپنی اس حماقت پر شرمندہ ہوں اور تمہارے ہاتھوں سے پائے کو تیار ہوں۔"

"جان لیوا دشمنی کو حماقت کا نام دے رہی ہو تاکہ سزا دشمنی کی نے حماقت کی ملے۔ اب سے پہلے بھی تم نے کسی بار دشمنی ہونے کا ثبوت پیش کیا اور پایا تمہیں معاف کرتے رہے لیکن اب یہاں کی کوئی شخص نہیں رہی ہے۔ لہذا آج سے تم غلامی کی زندگی گزارو گی۔"

"میں تمام مہرتماری غلامی کرتی رہوں گی۔"

"میں تم پر ٹھونکتا ہوں۔ تمہیں ایسی قتل کر دیتا چاہتا تھا کہ میرے بزرگوں نے مجھے اجازت نہیں دی۔ یہ فیصلہ کیا کہ تمہیں زندہ رکھا جائے گا اور بدترین زندگی گزارنے پر مجبور کیا جائے گا۔ تم مرنا چاہو گی تو اپنی مرضی سے مرنے بھی نہیں دیا جائے گا۔"

"میں پایا کے قدموں میں گر کر کہتا۔"

وہ ڈانٹ کر بولا "خبردار! آئندہ اپنی کندی زبان سے پیا نہ کہنا۔"

"بیٹیاں غلطیاں کرتی ہیں۔ بزرگ انہیں معاف کر دیتے ہیں۔ میں ایک نہیں ہزار بار انہیں پایا کہوں گی۔"

اس کے دماغ کو ایک ہلکا سا جھٹکا لگا۔ وہ پکڑا گئی۔ کرتے کرتے کار کا سارا لے کر سنبھل گئی۔ پارس کا اشارت کر کے چلا گیا۔ وہ آواز دینا چاہتی تھی لیکن دماغ کے اندر آواز آئی "آئندہ پایا کا رشتہ نہ جوڑنا ورنہ زلزلہ آجائے گا۔ تم اپنا دماغی توازن کھودو گی۔ تمہیں باگل خانے پہنچا دیا جائے گا۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "کون ہو تم؟ لہجہ فراد کا ہے مگر فراد نہیں ہو۔"

جواب ملا "وہ دشمن کا کوئی بھی نام ہو۔ وہ وہاں دشمن ہے۔ میں کوئی بھی ہوں، تمہاری مرضی کے خلاف آیا ہوں۔ اور تم مجھے آنے جانے سے نہیں روک سکو گی۔ یہی تمہاری غلامی اور مجبوری ہے۔"

وہ سر جھکا کر شکست خوردہ انداز میں جنگل کی طرف جانے لگی۔ اس کے اندر سلمان تھا۔ اس نے پوچھا "کہاں جا رہی ہو؟ اس شہر میں اور اس ملک میں تمہارا کوئی گھر اور کوئی عارضی رہائش گاہ نہیں ہے۔"

وہ چلتے چلتے گر گئی۔ سلمان نے کہا "تمہیں بارہ گھنٹے کی سلاط دی جاتی ہے۔ اس ملک سے نکل جاؤ۔ ان بارہ گھنٹوں میں تم کی محبت کے نیچے آرام نہیں کرو گی۔ اس ملک کا پانی نہیں پوئی، نہا نہیں کھاؤ گی۔ ہو کہ یا اس برداشت کرنے کا حوصلہ نہ ہو تو بارہ گھنٹوں سے پہلے چلے جانے کی کوشش کرو تاکہ کسی دوسرے ملک میں جا کر پیٹ بھر سکو۔ میں توڑی توڑی دیر میں آکر دیکھتا رہوں گا۔ اگر تم نے میرے احکامات کے خلاف عمل کیا تو میں تمہارا اپنی توازن بگاڑوں گا۔"

وہ بولی "میں چلی جاؤں گی لیکن ایک بار پایا ہے۔"

اس کے دماغ میں ہلکا سا زلزلہ پیدا ہوا۔ وہ بچ مار کر فٹ پاتھ

پر گر پڑی۔ راہ گیر دوڑتے ہوئے آنے لگے۔ سلمان نے کہا "تمہیں دو رنگ دی گئی تھی کہ پیا نہ کہنا۔ رشتہ نہ جوڑنا۔"

لوگ اسے سارا دے کر اٹھا رہے تھے۔ بچو اسے اچھال پہنچانا چاہتے تھے۔ وہ بولی "میں بالکل ٹھیک ہوں۔ اگر کسی سے لغت نہ تو پاسپورٹ آفس جانا چاہوں گی۔"

ایک شخص نے اسے اپنی کار میں لٹ دی۔ وہ سوچ رہی تھی "نی الحال حکومت بن کر احکامات کی قیام کرنی ہوگی۔ اوہ گاڑا میں کتنی بے بس ہو گئی۔ ایک کردار اور بدترین عورت کی طرح احکامات کے آگے جھکی ہوئی ہوں۔ کیا مجھے نجات کا راستہ نہیں ملے گا؟"

"ملے گا۔ قتل نے تمہیں بھیا "شہر دشمنان سے جانے کے بعد آرام سے، اطمینان سے اور آزادی سے سوچوں گی۔ میں جسمانی قید برداشت کر سکتی ہوں لیکن ذہنی غلامی برداشت نہیں کروں گی۔"

وہ بڑے کرب میں جھلا تھی۔ کوئی اندر چھپا ہو اور اپنی موجودگی ظاہر نہ کرنا ہو تو اندر سوچنے کی اور خوب بندگی کی آزادی ختم ہو جاتی ہے۔ اس نے پاسپورٹ آفس کے افسر اعلیٰ سے ملاقات کی پھر کہا "مجھے ابھی ایک پاسپورٹ چاہیے۔ میں لندن جاؤں گی۔"

افسر نے کہا "پاسپورٹ اتنی جلدی نہیں مل جاتا۔ تم کون ہو؟ اس ملک میں کہاں سے آئی ہو؟"

"اتنے سوالات نہ کرو جو کہہ رہی ہوں وہ کرتے جاؤ۔"

اس نے افسر کے دماغ پر قبضہ نہ کیا۔ افسر نے اپنے دراز میں سے ایک کیرا نکال کر اس کی تصویریں انارے کیرے سے ٹیکٹو رول نکال کر اسٹنٹ کو بلا کر اسے دیتے ہوئے کہا "ایک گھنٹے کے اندر یہ پاسپورٹ ساز تصویریں برٹ کر کے لاؤ۔"

وہ ٹیکٹو لے کر چلا گیا۔ اعلیٰ افسر نے مرنا کا نام اور فرضی پتا اور عمر وغیرہ لکھ کر اپنے جوئیز کو دیتے ہوئے حکم دیا "فورا ایک پاسپورٹ تیار کرو اور دروازہ قائم ہو کر۔"

وہ سب مشین کی طرح حرکت میں آگئے۔ اس دوران مرنا اس افسر کے دماغ میں گھسی رہی۔ اس نے لندن جانے کا پروگرام بدل دیا۔ اس تبدیلی کے مطابق افسر نے دو گھنٹے کے اندر ہندوستان جانے کے لیے پاسپورٹ تیار کیا اور بھارتی سفارت خانے سے ویزا بھی منگوایا۔

مرنا نے انٹرنیشنل ائیر لائن میں فون کیا۔ اسے رات کی فلائٹ سے جگہ مل گئی۔ اس وقت پیرس کے وقت کے مطابق صبح ہونے والی تھی۔ سلمان نے آکر کہا "مرنا! تم چند ساعتوں کے لیے فرار کے دماغ میں جا کر دو سکتی ہو۔ وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہو سونا کے پاس جا رہا ہے۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی "میں کیا دیکھوں؟ فراد کو ہر پہلو سے مجبور کرنے کے بعد میں بھی مجبور ہو گئی۔ کامیابیوں کی

انتہائی بلندی پر پہنچ کر انتہائی پستی میں گہری ہوں۔ اپنی ہلکت کا تشاؤ دیکھنے کے بعد میرا یہ ایمان پختہ ہو گیا ہے کہ فرہاد اس دنیا میں ہماری عبرت کا سامان بن کر آیا ہے۔

”مجھے خوشی ہے کہ تم عبرت حاصل کر رہی ہو، لیکن خوش قسمی نہیں ہے کہ تم کیا کیوں سیدھی ہو سکتی ہے۔ گزشتہ سو قار“
وہ چلا گیا۔ مرنا کو یقین نہیں تھا کہ وہ جا چکا ہے۔ وہ موجود ہو سکتا تھا اور نہیں بھی ہو سکتا تھا۔ یہی ہونے اور نہ ہونے کے اسرار مرنا کو ذہنی اضطراب میں مبتلا کر دیتے تھے۔
بہت دیر بعد جب اسے یقین ہو گیا کہ داغ میں کوئی نہیں ہے تو وہ سوچنے لگی ”میں نے ملامہ سے مکمل تعلیم حاصل نہیں کی۔ یہی میری بہت بڑی غلطی تھی۔ اگر میں تعلیم جاری رکھتی، کئی کتنوں تک سانس روکنے میں مہارت حاصل کر لیتی تو داغ غلام ہوا جتنا پھر فرہاد کا تو یہی عمل بھی زائل ہو جاتا۔ وہ ٹیلی بیسی کا پتہ ابھی میرے داغ میں آنے کے قابل نہ رہتا۔“

اب وہ سوچ رہی تھی فرہاد اور اس کی فیملی سے پیچھا چڑانے کا اور ذہنی غلامی سے نجات حاصل کرنے کا یہی ایک راستہ ہے کہ کسی دیرانے میں جا کر عبادت اور ریاضت میں مصروف ہو جائے اور یوگا اور آتما شکتی کی انتہا کو پہنچنے کا مشکل ترین عمل جاری رکھے۔

وہ ضروری کاغذات حاصل کر کے سپورٹ آفس سے اٹھ گئی۔ کافی پینے کا پانی چاہ رہا تھا لیکن اس ملک میں کھانے پینے کی ممانعت تھی۔ اس نے سوچا اگرچہ فلائٹ میں کافی دیر ہے تاہم ازپورٹ پر ہی وقت گزارنا چاہیے۔ وہ فٹ پاتھ پر آکر ٹیکسی کے انتظار میں کھڑی ہو گئی۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی ایک وین کار قریب آکر رک گئی۔ ڈرائیو کرنے والے نے کھڑکی سے جھانک کر پوچھا۔
”ہیلو! میں کسی کام آسکتا ہوں؟“

وہ کسی سے لطف لینے ہوئے ڈرتی نہیں تھی۔ کوئی بد معاشر کھرا جائے تو اسے سیدھا کارکنے کا ہتھ آتا تھا۔ وہ مسکرا کر شہرے ادا کرتی ہوئی اس کے برابر والی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ اس شخص نے گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے پوچھا ”کہاں جاؤ گی؟“
اس نے مختصر سا جواب دیا ”ازپورٹ“

”پھر ازپورٹ سے کہاں جاؤ گی؟“
اس نے سرگھما کر دیکھا۔ پھر کہا ”انڈیا۔“

”کیا انڈیا میں دشمن نہیں ہوں گے؟“
وہ ایک دم سے چونک کر بولی ”اس سوال کا مطلب کیا ہے؟“
”مطلب پوچھتے پوچھتے میری کھوپڑی میں نہ آتا۔ ہاوی ہوگی۔“ منع کرنے کے باوجود اس نے کوشش کی۔ اس جوان شخص نے سانس روک لی۔ پھر پوچھا ”سلی ہو گی؟“
”کون ہو تم؟ گاڑی روکو۔“
وہ گاڑی روک کر بولا ”میں جانے سے نہیں روکوں گا لیکن

گاڑی کے باہر بھی دشمن ہے جن سے بھاگ کر انڈیا جاری ہو۔ میں دشمن ہوں یا نہیں، ابھی تم نے مجھے آزادی نہیں ہے۔“
”تو پھر یقین دلاؤ کہ دشمن نہیں ہو۔“
”تم اپنی نادان تو نہیں ہو کہ زبان سے دوستی کا دعویٰ سن کر یقین کر لو گی۔ مجھے آزادی پھر نہیں کرو۔“

”کیا مجھے ازپورٹ پہنچا کر میرا پیچھا چھوڑ سکتے ہو؟“
وہ گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے بولا ”میں وہاں پہنچا کر وہیل ہال میں رہوں گا۔ تم اندر چلی جاؤ اور جہاز کے پرواز کرنے تک فیصلہ کرنا کہ مجھ پر بھروسہ کر سکتی ہو یا نہیں؟ بھروسہ کر سکو تو یوں آتا۔“

”بات بھروسے کی نہیں ہے۔ فرہاد کے کسی خیال خوائی کے والے نے دھمکی دی ہے کہ اگر میں ملے گا۔ مجھ کو نہیں جاؤں گا۔ وہ مجھے داغی اڈوں میں جلا کر کے باگل خانے پہنچا دے گا۔“
”کیا فرہاد اور اس کے فیملی ممبر نے بیٹھ غالب آنے اور

میران مارنے کا مقصد نامہ لکھوایا ہے؟ کیا ایک بڑی ہلکت نے تمہاری کمر توڑ دی ہے؟“
”میں بارنا نہیں جانتی۔ ایک بار کسی طرح دشمن کو اپنے داغ سے نکال دوں تو پھر آتش نشانی بن جاؤں گی۔“
”یہ تو صرف میری ہی دوستی سے ممکن ہے۔“

”کیا تم میرے داغ کو فرہاد کے توہمی عمل کے اثرات سے نجات دلا سکتے ہو؟“

”کوشش کرے انسان تو کیا ہو نہیں سکتا۔“
”ابھی بات ہے۔ میں فرہاد کے غلبے سے نجات پانے کے لیے تم پر بھروسہ کرتی ہوں۔ بولو مجھے کیا کرنا چاہیے؟“
وہ گاڑی روک کر بولا ”بچہلی سیٹ پر بیٹھ جاؤ۔ وہاں آرام سے لیٹ کر آتما شکتی کے ذریعے ان باپ بیٹے پر نظر رکھو۔ میں تمہیں ایک خفیہ اڈے میں لے جا رہا ہوں۔“

”میں اعتماد کر رہی ہوں۔ اگر تم نے دھوکا دیا تو؟“
”تم نے بڑی ہی بچکانہ بات کی ہے۔ مجھے تمہاری آتما مجھے بھی دیکھتی رہے گی۔ اگر مجھ سے دھوکا ہو گا تو کسی وقت بھی آسانی سے مجھ پر حملہ کر سکو گی۔ تم پیچھے رہو گی اور مجھے پیچھے کی خبر نہیں ہوگی۔ ڈیٹس بورڈ میں ہتھول ہے۔“ اپنے پاس رکھ لو۔“

اس نے ڈیٹس بورڈ کے خانے کو کھول کر دیکھا۔ واقعی ہوا ہوا ہتھول رکھا ہوا تھا۔ وہ اسے لے کر بچہلی سیٹ پر آگئی۔ گاڑی پھر آگے بڑھ گئی۔

وہ بولی ”ایک بات تاہم اس اس ملک میں مجھے کہیں بھی چھپاؤ کے تو پاس میری بوسہ کر کر پہنچ جائے گا۔ وہی ایک ایسا دشمن ہے جو اچانک سر پر آچھتا ہے۔“
”اور باپ سر کے اندر پہنچ جاتا ہے۔ اسی لیے کتا ہوں آتما شکتی سے ان پر نظر رکھو۔ ان کی کمزوریاں معلوم کرتی رہو۔ وقت

صانع نہ کرو۔ ان میں سے کوئی بھی تمہارے اندر ہو سکتا ہے۔ شاید ہماری باتیں نہ رہا ہے۔ اگر ایسا ہے تو وہ تمہیں آتما شکتی کا طریقہ اختیار نہیں کرنے دے گا۔“
”میرے خیال سے ابھی ہمارے درمیان کوئی تیسرا نہیں ہے۔ میں آزادی ہوں۔“

وہ بچہلی سیٹ پر لیٹ گئی۔ پھر آتما شکتی کے طریقہ کار پر عمل کرنے لگی۔ ایسا کرتے وقت کوئی رکاوٹ پیش نہیں آئی۔ اس کی آتما بچہلی سیٹ سے اگلی سیٹ پر اس انجینی دوست کے پاس آگئی۔ جہن ڈرائیو تک میں مصروف تھا۔ اس نے سرگھما کر دیکھا۔ بچہلی سیٹ پر مرنا کا جسم بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔ اس نے پھر سرگھما دیکھا۔ اس کے پار دیکھتے ہوئے پوچھا ”دول مرنا! کیا تم کا کامیابی تھی ہو؟ کوئی تمہارے اندر رکاوٹ بنا ہوا تو نہیں ہے؟“
اسے جواب نہیں ملا۔ اس نے پھر پوچھا ”کیا میں تمہاری اس موٹی کو کامیابی سمجھوں؟“

جب دوسری بار بھی خواب نہیں ملا تو وہ مطمئن ہو گیا۔ آتما کے بالکل قریب تھی۔ وہ چاہتی تھی اسے اس انجینی کی حقیقت ہم کرے۔ فرہاد اور پارس سے توہمی دیر بعد نکلے گی۔ اگر ایسا نہیں کرے گی تو ایک دشمن سے نجات پانے کے لیے اندھا رو دوسرے دشمن کی ٹھوکوں میں چلی جائے گی۔

”دوسری طرف سلمان نے سوچا تھا کہ ہر آدمے کھنڈے بعد مرنا داغ میں چلا کرے گا۔ جب تک وہ ازبکستان سے نکل کر ت نہیں پہنچے گی۔ اس کا پیچھا نہیں چھوڑے گا، لیکن آدھے بعد آیا تو اسے مرنا کا داغ نہیں ملا۔ اس نے پریشان ہو کر پھر باخوالی کی۔ پھر تاہم ہوا۔ اس کے بعد میرے پاس آکر بولا ”اے جان! وہ آتما شکتی کے عمل سے گزر رہی ہے۔“
”یعنی تمہیں اپنے داغ سے دور کر رہی ہے۔“

فرہاد نے کے ایک اسپتال میں میری باقاعدہ مزمن بنی ہو چکی تھی۔ اتنا کافی حال ہو رہی تھی۔ ٹکلی نے تعجب ہوا ہی سے کہا تھا کہ ”میں میری عیوضہ رہائش کا انتظام کرے۔ وہ اپنی کار میں یہ پاس پہنچنے والا تھا۔“
سلمان نے کہا ”اب وہ تقریباً چالیس منٹ تک ہماری گرفت زادر ہے گی۔“

میں نے کہا ”وہ چالیس منٹ کے لیے ہیں دھوکا دے کر نہیں ہے۔ اسے کوئی ایسا راستہ مل گیا ہے جس پر وہ لمبی آزادی کرتی رہے گی اور ہمارے توہمی عمل کے اثر سے نکلے گی۔“

”اگر ہماری جان چالیس منٹ کے بعد وہ ضرور سانس لے گی۔ بہت وقت نہیں آئے۔ میں روک سکے گی۔“
”ہاں اگر صحیح وقت پر تم جاؤ گے تو نہیں روک سکتے گی، کیونکہ منٹ تک سانس لینے کے بعد پھر چالیس منٹ کے لیے نجات

حاصل کرے گی۔“
”میں ٹھیک چالیس منٹ کے بعد پہنچنے کی کوشش کروں گا۔“
”ہو سکتا ہے وہ بیس منٹ یا تیس منٹ میں ہی ایک منٹ کے لیے سانس لینے حاضر ہو جائے۔ اور حتم چالیس منٹ کا انتظار کرتے رہ جاؤ گے۔“

”ہاں وہ بڑی پکڑا ہے۔ ایسا کر سکتی ہے پھر بھی میں اس کی طرف جاتا آتا ہوں گا۔ مجھے تو وہ گرفت میں آئے گی۔“
”اور جب تک گرفت میں نہیں آئے گی میرے اوپارس کے لیے درد سہی رہے گی۔ اس وقت وہ میرے یا میرے بیٹے کے قریب ہوگی۔ پارس کو موجودہ صورت حال سے آگاہ کرو۔ یہ بات خاص طور سے سمجھاؤ کہ مرنا کی کو آلا کار کیا کر اسے نقصان پہنچا سکتی ہے۔ لہذا وہ کسی بھی ہتھیار والے سے دور رہے۔ کسی انجینی سے ملاقات کرنے کے لیے یقین کر لے کہ وہ نہ متا ہے۔ مختصر یہ کہ وہ مرنا کی ہر مکاری اور گہری چالوں کو دھیان میں رکھے۔“

وہ پارس کے پاس چلا گیا۔ میں نے مرنا کی طرح ضدی لڑکی نہیں دیکھی تھی۔ وہ ہلکت کھا کر ٹوٹ جاتا نہیں جانتی تھی۔ ایک ننگے کا سارالے تو ازبک پھاؤ کے سر پر سوار ہو جاتی تھی۔ ہم نے تو اسے نیم مردہ کہا تھا۔ اسے ایک حقیر تیزی کی طرح زندگی گزارنے پر مجبور کر چکے تھے۔ ایسے میں وہ جال توڑ کر نکل گئی تھی۔ اب حالات بتا رہے تھے کہ وہ باپ بیٹے کو زندہ نہیں چھوڑے گی یا ہم دونوں کو کسی بھی شخص سے اسے اپنا معمول اور تابعدار بنائے گی اور جب تک کامیاب نہیں ہوگی آتما شکتی کے ذریعے خطرہ بن کر ہمارے سروں پر منڈلاتی رہے گی۔

○●○

جان لیوڈا کی موت سے پہلے سڑکی ٹلی بیسی کے تمام شعبوں میں ماتمی سناٹا چھا گیا۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ یوں اچانک اپنی ہی بیٹی کے ہاتھوں مارا جائے گا۔
اس کی بیٹی کا وانا کو حرات میں لے لیا گیا تھا لیکن یہ سب ہی جانتے تھے کہ وہ قتل کرنے کے باوجود قاتل نہیں ہے۔ یہ مرنا کی انتہائی ٹیکنیک ہے کہ جو بیٹی دل و جان سے باپ کو چاہتی تھی اس کو آلا کار کیا کر باپ کا خون بہا دیا۔

اب وہاں ٹلی بیسی جانے والی جان لیوڈا جیسی قد آور شخصیت نہیں تھی۔ پراسٹرنے ہات لائن پر سونپا ٹائی سے کما۔ ”فوترا چلی آؤ۔ لیوڈا کی جگہ تم ہی لے سکتی ہو۔ میں بالکل تھکا گیا ہوں۔“

”ابھی بات ہے۔ میں میلان دستیاب پہلی فلائٹ سے آنے کی کوشش کروں گی۔“
اس نے اپنے دو ٹلی بیسی جانے والے ماتحتوں کو حکم دیا ”میرا سپورٹ اور ضروری کاغذات لے جاؤ۔ مختلف سفارت خانے سے آج کی دعا کی کے لیے ملگواؤ اور کسی پہلی فلائٹ میں

اور اب اس عمل کے سامنے کوئی رکاوٹ نہیں رہ گئی تھی۔ دیکھا جائے تو اب اس دنیا میں کسی کے لیے کوئی رکاوٹ نہیں رہی۔ اونچے سے اونچے اور مضبوط سے مضبوط قلعے کی دیوار بھی

مورکن غیارے میں آیا۔ عالی کنسول باورے کے اعلیٰ افسر کے
داغ میں بھی۔ جلیٹ نے پائلٹ کے داغ پر قبضہ چلایا تھا۔
مورکن نے بڑی تباہی ادا کی۔ اس رپورٹ انتظامیہ کو سنبھال لیا
تھا۔ وہاں کے انچارج کو میزبیاں بٹانے پر بائبل کیا تھا۔ غیارے
کے دواڑے بند کر دیے گئے تھے۔ کنسول باورے کے کنٹرول میں چکا
تھا۔ اسے میں دیکر کیا ہوا؟ غیارہ چل بڑا۔ دن وے پر دوڑنا ہوا

پانکٹ سے رابطہ قائم نہیں ہوگا۔“

لما بیات فی مہینہ • پورٹ جس ۷۲ مہینہ سن ۱۲۸۵ ہجری قمری فی ۱۲۸۵

متحدہ ذرائع سے تصدیق کی گئی ہے؟

”ہمارے ملک کے حکام نے سپراسٹر سے یہ سوال کیا تھا۔ اس نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ جان لیوذا لپا ہے۔ کسی مصلحت کی بنا پر اس کی موت چھپائی جا رہی ہے۔“

”اگر وہ قتل ہو چکا ہے تو سپراسٹر کے پاس کسے کو تو ٹیلی فونی جاننے والوں کی فوج ہوگی۔ لیکن لیوذا جیسا کوئی خزانہ نہیں ہوگا۔ میری عقل تسلیم نہیں کرتی کہ سپراسٹر کے تجربہ کار ٹیلی فونی جاننے والوں نے مورمن کو اغوا کیا ہے۔“

گولڈن برین کارمن عرف علی نے کہا ”آپ بھول رہے ہیں کہ کچھ عرصہ پہلے ہمارے پاس ایک رپورٹ آئی تھی۔ اس میں ایک بہت ہی چالاک ٹیلی فونی جاننے والی سلوانہ کا ذکر ہے۔ فراد نے ایک بار لیوذا اور اس کے کئی ماتحتوں کے داغوں میں جگہ بتائی تھی۔ ان سب کو سلوانہ نے فراد سے نجات دلائی تھی۔ اسے سپرادم کا عمدہ دیا گیا ہے۔ میری عقل کہتی ہے کہ اسی سپرادم نے مورمن کو اغوا کیا ہے۔“

”نیویارک اور واشنگٹن میں ہماری جتنی خفیہ ایجنسیاں ہیں ان سب کو مورمن کے سلسلے میں فوراً آگاہ کرنا چاہیے۔“

علی نے کہا ”مورمن ہمارا سب سے اہم اور قابل اعتماد ٹیلی فونی جاننے والا ہے۔ ہم اس کی واپسی کے لیے صرف خفیہ ایجنسیوں پر بھروسہ نہیں کریں گے ہمیں ذاتی طور پر بھی کچھ کرنا ہوگا۔“

”ہم ذاتی طور پر کیا کر سکتے ہیں؟“

”یہ آپ لوگ سوچیں۔ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں خود بچے مورمن کو لانا امریکا جاؤں گا۔“

راجر موس نے کہا ”ملک اور قوم کے لیے تمہارا جذبہ قابل تحسین ہے لیکن اسی ملک اور قوم کے لیے تم بہت زیادہ اہم ہو۔ ہم تمام گولڈن برینز تمہاری ذہانت اور حاضر دماغی کے معترف ہیں۔ سیدھی سی بات ہے۔ ہم تمہیں کھانا نہیں چاہتے۔“

”میں میں کھانے کی کیا بات ہے؟ میں زیادہ سے زیادہ ایک ہفتے کے لیے جاؤں گا اور اسے کسی طرح واپس لے کر آ جاؤں گا۔“

”ہو سکتا ہے تم کسی سازش کا شکار ہو جاؤ، بیمار ہو جاؤ یا کوئی حادثہ پیش آجائے تم ہمارا وہ سرمایہ جو ہے، ہم کھو دینے کے خیال سے ڈر جاتے ہیں۔“

”مجھے حادثہ اپنے ملک میں بھی پیش آسکتا ہے۔ یہاں بھی میں کسی سازش کا شکار ہو سکتا ہوں۔ آپ لوگ مجھے اپنے درمیان رکھ کر میری کبد بختی سے نہیں لڑ سکیں گے۔“

ایک گولڈن برین نے کہا ”مسٹر کارمن! اپنا ملک چھوڑ کر جانے کے سلسلے میں ابھی بحث نہ کرو۔ ہم اس مسئلے پر بعد میں غور کریں گے۔“

”جب تک یہاں غور کیا جائے گا وہاں مورمن کا برین داخل کر دیا جائے گا۔ میں اس وقار دار ٹیلی فونی جاننے والے کو دشمنوں کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑوں گا۔ ہم میں سے ہر گولڈن برین سال میں ایک ماہ کی چھٹی لیتا ہے۔ مجھے اجازت نہ دی گئی تو میں چھٹی لے کر جاؤں گا۔ چھٹی نہ دی گئی تو میں استعفا پیش کر دوں گا۔“

تمام گولڈن برینز کے کچھ بڑا سکرین ٹھوڑی دیر تک تادیک رہے پھر راجر موس نے کہا ”میں تمام گولڈن برینز سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ کارمن کے بارے میں کچھ فیصلہ نہ کریں۔“

ایک نے کہا ”کسی بھی گولڈن برین سے اس کے مزاج کے خلاف کام لیا جائے گا تو وہ پوری ذہانت اور ذمے داریوں سے کام نہیں لے گا۔ بہتر ہے کہ کارمن کو جانے کی اجازت دی جائے۔“

سب نے باری باری تائید کی۔ راجر موس نے کہا ”۳ امریکا کے لیے اگلی فلائٹ پندرہ گھنٹے بعد ہے۔ کارمن! تم جانے کی تیاری کرو اور ان پندرہ گھنٹوں میں ملک سے باہر جانے کا ارادہ بدل لو تو ہم سب کو خوشی ہوگی۔“

”میں اگلی فلائٹ کے انتظار میں یہاں پندرہ گھنٹے ضائع نہیں کروں گا۔ ایک خصوصی طیارے میں استنبول جاؤں گا۔ مجھے وہاں سے ایک گھنٹے بعد ہی امریکا کے لیے فلائٹ مل جائے گی۔“

علی نے اپنی بات منوالی۔ سفر کی تیاریاں شروع کرنے لگے۔ ایسے ہی وقت ٹائی نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کوڈورڈز ادا کیے پھر پوچھا ”کب آ رہے ہو؟“

”تقریباً ایک گھنٹے بعد یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا۔ تم کہاں ہو؟“

”ہمارا طیارہ یونان سے گزر رہا ہے۔ یہ آگے جا کر روم میں اترے گا وہاں ہمارے لیے ایک خصوصی طیارہ موجود ہوگا۔ میں مورمن کے ساتھ اس میں سفر کروں گی۔“

وہ دونوں خوش ہو رہے تھے۔ تقریباً بارہ گھنٹے بعد واشنگٹن میں ان کی ملاقات ہونے والی تھی۔ لیکن علی کی لاعلمی میں اچانک ہی مخالف ہوا چلنے لگی تھی۔ وہ اپنے ہنگلے سے نکل کر ایئر پورٹ جانا چاہتا تھا، اس سے پہلے ہی فوج کے جوانوں نے اس کے ہنگلے کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ کرل نے کہا ”مسٹر کارمن! ہمیں افسوس ہے۔ ایک انکوائری کے سلسلے میں آپ اپنی رہائش میں نظر بند رہیں گے۔ یہاں سے باہر نہیں نکلیں گے۔“

اس نے پوچھا ”کیا میرے خلاف انکوائری ہو رہی ہے؟“

”کچھ ایسی سی بات ہے۔ آپ ابھی مزید سوال نہ کریں۔“

وہ اپنے ہنگلے کے اندر گیا۔ ایک فونی جوان نے دووازے کو باہر سے بند کر دیا۔ معاملہ بہت گریز لگ رہا تھا۔ ورنہ وہ ایک گولڈن برین کو اس طرح نظر بند نہ رکھتے۔

وہ سوچ رہا تھا ”شاید میرے خلاف کوئی ثبوت ہاتھ آ گیا ہے۔ ورنہ اس ملک میں میری جو عزت، مان مرتبہ اور رعب و دبدبہ

ہے اس کے پیش نظر مجھے حراست میں نہ رکھتے۔
فون کی گھنٹی بجتی تھی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر بیلو کیا۔ دوسری طرف سے راجر مونس نے کہا "ہیئے! میرے لیے یہ بڑے دکھ کی بات ہے کہ تمہیں حراست میں رکھا گیا ہے۔ ہم تمام گولڈن برنرز تمہارے لیے فائٹ کر رہے ہیں۔"

اس نے پوچھا "انگل! آخر معاملہ کیا ہے؟"
راجر مونس نے کہا "ایک مریٹا نام کی ٹیلی جیٹھی جاننے والی ہے اس نے اعلیٰ حکام کے دماغوں میں آکر کہا ہے کہ تم اصل کارمن ہیرالڈ نہیں ہو، بلکہ فراد علی تیمور کے بیٹے علی تیمور ہو۔"
"کیا ایک دشمن خیال خوافی کہنے والی کی بات تسلیم کی جاسکتی ہے؟"

"وہ ثبوت پیش کرنے کے لیے کہہ رہی ہے کہ تمہاری اگلیوں کے نشانات لیے جاسیں۔ یہ نشانات اصل کارمن ہیرالڈ کی اگلیوں کے نشانات سے مختلف ہوں گے۔"

علی اس بات پر چونکا۔ مرنہ اسے مدت دور سے گھبر رہی تھی۔ وہ بظاہر ہرجے ہوئے بولا "انگل! اتنی سی بات کے لیے مجھے حراست میں رکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ آپ ان سے کہہ دیں کہ فوراً میری اگلیوں کے نشانات لے کر یہاں سے مجھے جانے دیا جائے۔"

"میں ابھی کہتا ہوں۔"
رابطہ ختم ہو گیا۔ علی ریسیور رکھ کر اسٹور روم میں آیا۔ وہاں اس نے اپنی ایک چوخیہ چیزیں سنبھال رکھی تھیں۔ اصل کارمن ہیرالڈ کا تعلق جیسا بابا صاحب کے ادارے سے تھا۔ جب وہ راجر مونس کا تحت بننے والا تھا تب سرکاری کانڈتات پر اس کے وٹھلا کے علاوہ اگلیوں کے نشانات بھی لیے گئے تھے۔

اور جب علی کو کارمن سمجھ کر گولڈن برین کا عمدہ دیا جا رہا تھا تب بھی نئے سرے سے نئے تقریری کے کانڈتات پر علی کی اگلیوں کے نشانات لیے گئے تھے۔ اب یقیناً پرانے کارمن کے کانڈتات اور نئے کارمن گولڈن برین کے کانڈتات کا مطالعہ کیا جا رہا ہوگا۔
فکر پرش کشش کے ماہرین دونوں کانڈتات پر لگے ہوئے اگلیوں کے نشانات کا معائنہ کر رہے ہوں گے۔

معائنہ کرنے کے نتیجے میں دونوں نشانات ایک ہی کارمن کے ظاہر ہونے والے آتھے۔ کیونکہ ایسے موقع پر علی ٹرانسپیرٹ دستانے پہنچتا تھا۔ وہ دستانے اتارے ایک اور آئینے کی طرح شفاف تھے کہ وہ باتوں کی اصل جلدی کی طرح دکھائی دیتے تھے۔ ان دستانوں کی اگلیوں پر اصل کارمن ہیرالڈ کی اگلیوں کے نشانات کے انٹیکر لگے ہوئے تھے۔ وہ کسی بھی چیز کو پکڑا یا کانڈتات پر اٹھنے کا نشان ثبت نہ کرتا تو فی اگلیوں کے نشانات دستانے کے پیچھے ہوتے اور کارمن ۱۴ انٹیکر اوپر ہوتا اس میں کارمن کی اگلیوں کے نشانات نقش ہو جاتے تھے۔

اب پھر دوسری مرحلہ درپیش تھا۔ چند ماہرین کے سامنے اس کی

اگلیوں کے نشانات لیے جانے والے تھے۔ اس لیے اس نے اسٹور روم میں آکر الماری کے ایک خانے سے وہ مخصوص دستانے نکال لئے۔ انہیں دونوں ہاتھوں میں اچھی طرح پکن لیا۔ وہ جلد سے ایسے چپک جاتے تھے کہ دستانے لگتے ہی تھیں صفحہ طور سے ہاتھ نکلے دکھائی دیتے تھے۔

بڑی دیر بعد دو فونی افرایک فکر پرش کے ماہر کے ساتھ آئے۔ انہوں نے مجھ سے معاف کیا۔ ایک اعلیٰ افسر نے کہا "سٹرن کارمن! اس وقت میرے دماغ میں مس مرنہ موجود ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ تم کارمن نہیں ہو۔"

علی نے کہا "اس کا دعویٰ غلط ہو گا تب بھی وہ آپ لوگوں کے دماغوں پر قبضہ جاکر اپنی بات سنوائے گی اور مجھے اپنی ہی سودی قوم کا دشمن ثابت کر دے گی۔"

"دوسرے افسر نے کہا "میں یوگا کا ماہر ہوں۔ وہ میرے اندر نہیں آنے کی۔ ابھی ہم آپ کے پرانے فکر پرش چپک کر کے آرہے ہیں۔ میں نے آپ کی حمایت میں رپورٹ لکھی ہے کہ ان تمام نشانات کے مطابق آپ گولڈن برین کارمن ہیرالڈ ہیں۔"
علی نے کہا "تھیک ہو۔ لیکن جب میں کارمن ثابت ہو چکا ہوں تو آپ حضرات کیا چاہتے ہیں؟"

اعلیٰ افسر نے کہا "مس مرنہ! اصرار ہے کہ ابھی آپ کی اگلیوں کے نشانات لیے جاسیں۔ پلیز ہم سے تعاون کریں۔"
فکر پرش کے ماہر نے ایک کانڈتات میز پر رکھا۔ علی خود سیای لے کر اپنے ہاتھوں میں لگائے تاکہ ماہر سیای لگنے کے لیے اس کا ہاتھ نہ پکڑے۔ پکڑنے سے ہمید کھلنے کا اندیشہ تھا۔

اس نے دونوں ہتھیلیوں اور دس اگلیوں کے نشان مختلف کانڈتات پر نقش کر دیے۔ ماہر نے ان کا سرسری معائنہ کرنے کے بعد کہا "تھیک ہے، آپ اپنے ہاتھ صاف کر لیں۔ میں ابھی بغور معائنہ کر رہا ہوں۔"

علی ایک کپڑے سے دونوں ہاتھ پر پھینچے۔ ماہر اپنے کام میں مصروف تھا۔ تھپ تھپے سے جھپٹے نشانات اور تازہ نشانات کا موازنہ کر رہا تھا اور کتا جا رہا تھا "تھیک! بالکل تھیک ہے۔ کوئی فرق نظر نہیں آ رہا ہے۔"

وہ بڑی دیر تک معائنہ کرتا رہا اور بیڑا اٹا رہا۔ پھر اس نے فیصلہ خاتہ ہوئے کہا "آپ لوگ وقت ضائع کر رہے ہیں۔ اگلے جھپٹے تمام نشانات ان ہی کارمن صاحب کے ہیں اور اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔"

اعلیٰ افسر نے غلامی گھورتے ہوئے مرنہ کو مخاطب کیا "آگ سے پوچھا؟ تم نے سن لیا؟ تم نے میرے دماغ میں رہ کر دیکھ لیا کہ سٹرن کارمن نے ہمارے سامنے ہاتھوں اور اگلیوں کے نشانات پیش کیے۔ یہ ہم نے بھی دیکھا، تم نے بھی دیکھا اور ماہر نے تصدیق کر دی۔ کیا ابھی تم ہمارے معزز گولڈن برین کو فراڈ کہہ کر ہمیں

مگرہ کرو گی؟"

وہ زرا خاموش رہا پھر بولا "چپ کیوں ہو؟ جواب دو؟"
اسے جواب نہیں ملا۔ وہ ٹاکواری سے بولا "صفت ہے اس پر۔ وہ کینٹ کا نام ہوتے ہی بھاگ گئی ہے۔ سٹرن کارمن! ہم بہت شرمندہ ہیں۔"

علی نے کہا "شرمندگی کی کوئی بات نہیں ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ آپ لوگوں نے فرض ادا کرنے کے لیے گولڈن برین کا بھی لحاظ نہیں کیا۔"

وہ تینوں علی سے رخصت ہونے کے لیے معاف کرنا چاہتے تھے "اس نے دوری سے اپنے دونوں ہاتھ دکھاتے ہوئے کہا "یہ کپڑے سے پوچھنے کے باوجود سیاہ ہیں۔ آپ کے ہاتھوں میں بھی کالک لگ جائے گی۔"

وہ صرف ہاتھ لہرا کر گڈ بائی کہتے ہوئے رخصت ہو گئے۔ ان کے جاتے ہی علی نے اطمینان کی سانس لی۔ پھر اپنے بیڑ روم میں آیا۔ ہاتھ روم کا دروازہ کھول کر واش بین کے پاس پہنچا اور قفل کھول کر صابن سے دونوں ہاتھوں کو دھوئے لگا۔

دونوں ہاتھ صاف ہو گئے۔ اس نے کمرے میں آکر چھت کے نیچے کو آن کیا۔ ان ہاتھوں کی نمی کو خشک کیا۔ پھر ٹرانسپیرٹ دستانوں کو اتارتے ہوئے اسٹور روم میں آیا۔ الماری کے جس خانے سے وہ دستانے نکالے تھے پھر انہیں وہیں چھپا دیا۔

فوج کا اعلیٰ افسر اپنے جو نیکر افسر اور ماہر کے ساتھ ایک کار میں واپس جا رہا تھا۔ وہ یکبارگی چونک گیا۔ مرنہ نے اس کے اندر چپ کر کہا "گاڑی روکو ڈرائیور سے کہو وہ گاڑی روکے۔"

وہ جھٹکا بولا "میں کیوں پیچھے پڑتی ہو؟ آپ کیا چاہتی ہو؟"
"میں کہتی ہوں گاڑی روکو! ورنہ کمپوزیٹ میں ڈھرتے پیدا کر دوں گی۔"

اس نے ڈرائیور سے کہا "گاڑی روکے۔"
گاڑی رک گئی۔ ماتحت نے پوچھا "کیا بات ہے سر؟"
اعلیٰ افسر نے کہا "میری شامت آگئی ہے۔ مرنہ میرا پیچھا نہیں چھوڑی ہے۔"

وہ بولی "اس بار میں ثابت کر دوں گی کہ وہ گولڈن برین کارمن نہیں ہے۔"

"ٹاکو ایک مرنہ! سفید کو سیاہ ثابت نہیں کیا جاسکتا۔"
"میں ابھی دیکھ کر آ رہی ہوں۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھوں میں ٹرانسپیرٹ دستانے پھینچے تھے۔ ان دستانوں پر اصلی کارمن کے ہاتھوں اور اگلیوں کے نشانات کے انٹیکر تھے۔"

"مرنہ! تم ہمارے گولڈن برین کارمن کے دماغ میں نہیں باتیں۔ وہ یوگا کا ماہر ہے۔ پھر تم نے اس کے پاس کیسے جا کر دیکھا؟"

"میں ٹیلی جیٹھی کے بغیر بھی دیکھ سکتی ہوں۔"

"یہ تو کوئی اسحق بھی تسلیم نہیں کرے گا کہ تم ہزاروں میل دور سے دیکھ لیتی ہو۔"

"میرے پاس ایسے دیکھ لینے کا ایک غیر معمولی علم ہے۔ میں اس علم کے متعلق ابھی نہیں بتا سکتی۔ فوراً واپس چلو۔"
اس کے بعد اس نے بحث کو طویل نہیں دیا۔ اعلیٰ افسر کے دماغ پر قبضہ نہ کیا۔ اس نے ڈرائیور کو حکم دیا "سٹرن کارمن کے پیچھے کی طرف واپس چلو۔ ہری آپ۔"

گاڑی واپس مڑ گئی۔ تیز رفتاری سے دوڑتی ہوئی پیچھے کے احاطے میں آئی۔ اعلیٰ افسر نے گاڑی سے اترتے ہوئے سیکورٹی افسر اور گاؤڈز سے کہا "میرے ساتھ پیچھے کے اندر چلو اور کارمن ہیرالڈ کو۔"

سیکورٹی افسر نے کہا "سرا! بھلا لاکڈ ہے؟ کارمن صاحب نہیں ہیں۔"

وہ دانتے ہوئے بولا "کیا کہتے ہو۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے کارمن یہاں تھا۔"

"سرا! میں منٹ تھوڑے نہیں ہوتے۔ وہ تو اب انزپورٹ پہنچ گئے ہوں گے۔"

"وہ انزپورٹ کیوں گیا ہے؟"

"سرا! وہ کہاں جاتے ہیں؟ کیوں جاتے ہیں؟ ہم معمولی افسر ہو کر ان سے پوچھ نہیں سکتے۔"

وہ سیکورٹی افسر سے بولا "پنے کینن میں چلو۔ کیا تمہارے پاس ٹرانسپیرٹ ہے؟"

وہ کینن کی طرف چلے ہوئے بولا "میں سرائر کوئی خرابی پیدا ہو گئی ہے۔ ہم فون سے کام چلا رہے ہیں۔"

اعلیٰ افسر نے کینن میں آکر فون کے ذریعے گولڈن برین راجر مونس سے رابطہ کیا "سرا! وہ جو آپ کا داماد کارمن ہے، وہ دراصل کارمن نہیں ہے۔ میں ابھی ثابت کر سکتا ہوں کہ وہ فراڈ ہے۔"

راجر مونس نے کہا "کیا کیوں؟ اسے ابھی مجھے بتایا گیا ہے کہ تمہارے ساتھ جانے والے فکر پرش کے ماہر نے میرے داماد کے کارمن ہونے کی تصدیق کر دی ہے۔ تصدیق کرانے کے بعد اسے فراڈ کیوں ثابت کرنا چاہتے ہو؟"

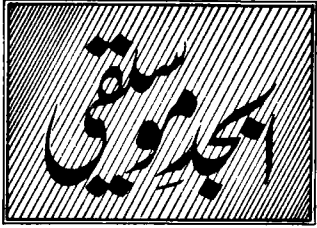
"سرا! تعمیل بتانے کا وقت نہیں ہے۔ وہ فرار ہونے کے لیے انزپورٹ کی طرف گیا ہے۔"

"تمہارا دماغ چل گیا ہے۔ وہ فرار نہیں ہو رہا ہے، ہم تمام گولڈن برنرز کی رضامندی سے خصوصی میٹارے کے ذریعے امریکا جا رہا ہے۔"

"پلیز! آپ اس میٹارے کو پرواز کرنے سے روکوا دیں۔ میں ثابت کر دوں گا کہ وہ اپنے ہاتھوں میں اصلی کارمن کے فکر پرش چپن کر رہتا ہے۔"

"یہ میرے لیے نئی بات ہے۔ فکر پرش کیسے پنے جاتے

موسیقی کے شائقین کے لیے اپنے طرز کی اچھوتی کتاب



سازوں کی سنگت میں گانا ایک شکل فن ہے



سزوں نے، گیت، راگ، ٹھاند اور
موسیقی کے دیگر اسرار و رموز
آشنا کر کے والی پیدا کار آمد کتاب

برصغیر کے نامور گلوکار اس کتاب کے بارے میں کہتے ہیں کہ:

ہم نے دیکھنے والوں کے لیے شکل لے لی ہے

مہادی حسن کا تفصیلی تبصرہ
مع ان کی رنگین تصویروں کے
اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں

یہ کتاب موسیقی کے استاد کی جگہ لیتی کرتی ہے

قیمت: ۱۰۰ روپے ۵ ڈاک خرچ: ۱۸ روپے
چنگی رقم بذریعہ منی آرڈر بھیجیں پڑاک خرچ صاف

کتابیات پبلی کیشنز

پوسٹ بکس نمبر ۲۳ سید مشتاق علی شاہ ریلوے آئی آئی چنبرہ ڈولر لاجی را

گولڈن برین واسکوزی قربانے کا ۱۳۰ گریم علی تیمور کو نقصان
نہ پہنچا تو یہ فرما دے دوستی کی بہترین ابتدا ہوگی۔ میں راجر
موس کی تائید کرتا ہوں ہمارا قدم دوستی کی طرف بڑھے گا۔
ایک اور گولڈن برین نے علی کی حمایت کی۔ یوں مرینا کو وہاں
بھی ٹاکا دی ہوئی۔ وہ راجر موس کے دماغ میں پہنچ نہیں سکتی تھی
ورنہ اسے قابو میں کر کے پائلٹ کے اندر پہنچ کر غیارے کو علی
سب سے تباہ کر دیتی۔ یہ بالکل سامنے کی بات تھی وہ ایسا کر سکتی تھی
لیکن کوئی گولڈن برین اسے اپنے پاس پھنسنے نہیں دے رہا تھا۔

☆☆☆

وہ قوم کا نپٹا اور ذات کا گورکھا تھا۔ ہالیہ کی ترائی میں
سورتی نامی گاؤں میں رہتا تھا۔ وہاں کے مندر کا پجاری تھا۔ پنڈت
بھی کھانا تھا کیونکہ جو کچھ دیا میں اسے کمال حاصل تھا۔ جس
بات کی وہ پیش گوئی کرتا تھا وہ بات ضرور پیش آتی تھی۔ ہالیہ کی
ترائی سے جنوب میں سری لنکا تک اس کی جو کچھ دیتا کا چرچا تھا۔
اس شہرت کے باعث اس تمام گاؤں کی رونق بڑھ گئی تھی۔
بڑے بڑے گیمانی اس سے یہ علم کھینچے آتے تھے۔ راجے مہاراجے
کوڑی پتی اور ارب پتی سربایہ دار اپنے اپنے مقدر کا بھید معلوم
کرتے آتے تھے۔ اور مزاروں پوری ہونے پر اس کی جھولی سونے
چاندی سے بھر جاتے تھے۔ وہاں اسکول اور اسپتال وغیرہ بنادیتے
تھے۔ وہاں انسانی زندگی کی سوسائٹس حاصل ہونے لگیں تو لوگ آکر
آباد ہونے لگے۔ رفتہ رفتہ وہ گاؤں ایک چھوٹے سے شہر میں تبدیل
ہو گیا۔ اس پجاری پنڈت کو لوگ سربا مہاراج کہتے تھے۔ اس کے
اُم پرہ چھوٹا سا شہر بنا ڈنڈن کھلانے لگا۔

پھر سربا مہاراج کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا۔ اس کی جو کچھ دیتا
نے بتایا تھا کہ اس کے ہاں ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہوگی۔ دونوں ہی
بچے مہمانی اور مہمانیائی ہوں گے۔ دنیا کے ایک سرے سے
دوسرے سرے تک ان کا بول بالا رہے گا اور دشمنوں کا ٹھنڈا کالا
بوٹا رہے گا۔

اس نے بیٹے کا نام پے پے سربا رکھا۔ چار برس بعد ایک بیٹی
ہوئی۔ جو کچھ دیتا کے مطابق اس کا شی نام رکھا گیا اس عمر سے
یہ سربا مہاراج کا اعادہ دولت مند ہو گیا تھا کہ اپنے لیے قلعہ ناجوہلی
خوالی تھی۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ اس خوالی کے یہ خانے میں کتنی
دلت چھپی ہوئی ہے۔

اس کی دولت مندی کا اندازہ یوں ہوتا تھا کہ وہ اپنے بیٹے پے
پے سربا اور بیٹی شی تارا کے لیے یورپ اور امریکا سے استادوں کو
لا تا تھا۔ استادوں سے کوئی بھول چوک ہوئی تو انہیں وہاں سے بھاگ
کر دوسرے بلوالیتا تھا۔

کسی نے پوچھا۔ اپنے بچوں کو یورپ کے مہنگے اسکولوں میں
کیوں نہیں بھیج دیتے؟ اس نے جواب دیا۔ اپنے میرے سامنے سے
لروم کو روک دیتا نہیں سیکہ پائیں گے جس سے مجھے عوج حاصل

ہمارے خلاف ایک ایسا محسوس ثبوت حاصل ہوا ہے جسے دیکھ کر
میرا دل ڈوب رہا ہے۔ اس وقت تمام گولڈن برنز سپیڈ نرڈز کے
ذہنیے ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔ میں جو کہہ رہا ہوں وہ بائیں
کھپڑا سکرین پر آ رہی ہیں۔ اس طرح ہمارے جو ایات بھی نشر
ہوتے رہیں گے۔

علی نے کہا ۱۳۱ نکل! محسوس ثبوت کے پیش نظر میرا فراڈ واضح
ہو چکا ہے۔ اس کے بعد میں دغمن کھانا کھا رہا ہوں گا۔ پھر بھی آپ کو
انکل کتا رہوں گا، کیونکہ میں نے آپ کی بیٹی کے ساتھ ایک
خوشگوار ازدواجی زندگی گزار دی ہے۔ وہ بہت ہی شریف اور نیک
بخت تھی۔ آپ یہودیوں کے درمیان رہ کر میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ
یہودی بھی انسان ہوتے ہیں۔ مذہب اور انسان دوست ہوتے
ہیں۔

وہ ایک ذرا توقف سے بولا "آپ لوگ غور کریں اور حساب
کریں تو میں نے دشمنی کے دوران بیشہ ان یہودی اکابرین کے لیے
جان کی بازیاب لگائی ہیں اور انہیں لہو ڈھا جیسے دشمنوں سے نجات
دلائی ہے، جو مجھے انسان دوست نظر آتے رہے۔ میں آپ تمام
گولڈن برنز کی شہرگ کے قریب رہا لیکن آپ اس لیے ذمہ
سلامت ہیں کہ آپ لوگ نہایت ہی سچے ہوئے انسان ہیں۔ یہ
میرا وعدہ ہے کہ میں اور میرے پاپا آئندہ بھی آپ لوگوں کے
دوست رہیں گے اور جب تک آپ کی طرف سے دشمنی میں بدل
نہیں ہوگی ہم دوستی بنا رہے رہیں گے۔"

ایک گولڈن برین نے کہا "یہ دشمن ہمارے اندر کھس کر ہمیں
اُلٹنا تا رہا اور ہمید کھلے پر دوستی کا دعویٰ کر رہا ہے۔"
راجر موس نے یہ بات فون کے ذریعے علی تک نہیں پہنچائی۔
اس نے کہا "بیٹے! میں اس مسئلے پر تم سے بعد میں گفتگو کروں گا۔
وعدہ کرو کہ آئندہ مجھ سے رابطہ رکھو گے۔"
"میں وعدہ کرتا ہوں۔ اپنے پاپا کی طرح آپ کی عزت کرتا
ہوں۔"

راجر موس نے فون کا رابطہ ختم کر کے کھپڑا سکرین پر کہا
"میں نے علی تیمور سے رابطہ ختم کر دیا ہے۔ اس سے بعد میں گفتگو
کروں گا۔ پہلے ہم اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ علی چاہتا ہے اس سے
اب دوستی کرنے میں فائدہ ہے یا دشمنی میں؟"
ایک گولڈن برین نے کہا "تم نے اس سے رابطہ کیوں ختم
کر دیا؟ مرینا ہمارے فیصلے کی منتظر ہے۔ ہم اسے پائلٹ کے دماغ
میں پھنچا دیں تو زیادہ سے زیادہ ہمارے ایک پائلٹ اور غیارے کا
نقصان ہوگا۔ لیکن فرما اپنے لاڈلے بیٹے کی موت برداشت نہیں
کر سکے گا۔ جیتے ہی ادھا مرنے لگا۔"

دوسرے گولڈن برین نے کہا "یہ فرما کو عبرت ناک سزا دینے
کا بہترین موقع ہے۔ اسے عبرت حاصل ہوگی تو وہ آئندہ گولڈن
برنز کے قریب آنے کی جرات نہیں کرے گا۔"

آن کریں، قتل ایسب سے کال ہے۔"
تھوڑی دیر بعد راجر موس کی آواز سنائی دی "ہیلو کارمن!
کیسے ہو؟"
"فائن! میرا سفر جاری ہے۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹے میں اجنبیل
پہنچ جاؤں گا۔"

وہ ہنسنے ہوئے بولا "مرینا ہمارے پیچھے پرہی ہے۔ ابھی وہ چند
افران کو ساتھ لے کر ہمارے ہنگامے میں گئی ہے۔ دعوے کرتی ہے
کہ ہمارے ہنگامے سے ثبوت حاصل کر لے گی۔"
"کیا اس کرتی ہے۔ میں اپنی چٹائی کے تمام ثبوت پیش کر چکا
ہوں۔"

"وہ کبھی کہتی ہے، تم دستانے پس کر اور اصل کارمن کی
اگلیوں کے نشانات والے اسٹیکر کا فراڈ کر رہے ہو۔"
علی نے چونک کر سوچا۔ یہ دستانے اور اسٹیکر والی بات مرینا کو
کیسے معلوم ہوئی۔ میں تو ایسی چیزیں بڑی رازداری سے چھپا کر
رکھتا ہوں۔

ثانی اس کے اندر رہ کر راجر موس کی بائیں سن رہی تھی۔
اس نے کہا "اوہ خدا! علی تم نے اس کبھی کی اتما گھتی کو بھلا
دیا تھا۔ جب یہ چیزیں تم چھپا کر رکھ رہے ہو گے تو اس کی اتما نے
آکر دیکھا ہوگا۔"

دوسری طرف سے راجر موس نے پوچھا "ہیلو کارمن! تم
خاموش کیوں ہو گئے؟ کیا میری آواز آ رہی ہے؟"
"ہاں آ رہی ہے لیکن مرینا بھی آ رہی ہے اور میں بار بار سانس
روک رہا ہوں۔ پلیز آپ تھوڑی دیر بعد مجھ سے رابطہ کریں۔ ابھی
میں اسے بھاگ رہا ہوں۔"

اس نے ریموٹر رکھ کر رابطہ ختم کر دیا پھر ثانی سے کہا "میں
نے ان دستانوں کو الماری کے ایک خانے میں چھپا کر رکھا تھا۔ اس
کبھی کی اتما گھتی ہمارے لیے عذاب بن گئی ہے۔ ہم اسے دیکھ
نہیں سکتے وہ قریب آکر ہماری خیر کرتیں دیکھ لیتی ہے۔"

ثانی نے کہا "اس نے الماری کے خانے سے یہ چیزیں برآمد
کرالی ہوں گی۔ ہمارے خلاف محسوس ثبوت پیش کر چکی ہوگی۔"
"گویا اسرائیل میں گولڈن برین کی حیثیت سے میں داخل
نہیں ہو سکوں گا۔ بہر حال فوراً احتیاطی تدبیر پر عمل کرو۔ میرا بھید
کھلے ہی اس غیارے کے پائلٹ کو میرے خلاف ہدایات دی
جائیں گی۔ تم اسے قابو میں رکھو گی۔"

وہ تھوڑی دیر پہلے پائلٹ کی آواز سن چکی تھی اس لیے اس
کے دماغ میں پہنچ گئی۔ تھوڑی دیر بعد ہی پائلٹ نے کال ریموٹر کی۔
راجر موس کہہ رہا تھا کہ کارمن ہیرالڈ سے بات کرائی جائے۔
پائلٹ نے علی تک پیغام پہنچا کر ریموٹر رکھ دیا۔ ثانی علی کے پاس
آگئی۔

دوسری طرف سے راجر موس کہہ رہا تھا "بیٹے کارمن!

ہے۔ ستادوں کی چال اور سیاست کی گردش تار ہی ہے، یہ سچے مجھ سے بھی زیادہ حیرت انگیز اور غیر معمولی علوم حاصل کریں گے۔ اس نے دونوں کو بچپن ہی سے سکھایا کہ کسی ایک چیز پر کچھ دھیان نہ کر رکھنا چاہیے۔ جب ایک چیز کو دیکھو اور اسے سمجھتے رہو تو اس وقت ساری دنیا کو بھول جایا کرو۔ وہ بچے چاند کو دیکھتے تو اسے پلکیں جھپکاتے بغیر دیکھتے رہ جاتے۔ ان کے پیچھے بیٹھا ہوا باپ اپنے بھاری بھرکم لمبے سر کردہ بھی آواز میں کھتا رہتا۔ یہ چاند ہے۔ اس کی ٹھنڈی روشنی تمہاری آنکھوں میں اتر رہی ہے۔ تمہارے دل میں پہنچ رہی ہے اور تمہاری تمام ہی اتر رہی ہے۔ بچے اگر پھل کو ایک ٹک دیکھتے رہتے تو ان کے کانوں میں باپ کی آواز سرگرمی کرتی۔ پھل کی مسند تار تمہارے ذہنوں میں نقش ہو رہی ہے۔ اس کا رنگ آنکھوں میں اتر رہا ہے اور خوشبو دلوں میں بس رہی ہے۔

وہ علاقہ سال کے آٹھ دس مہینے برف سے ڈھکا رہتا تھا۔ باپ ان بچوں کو صبح سویرے برف پر دوڑاتا تھا۔ ان کے پیروں میں دھنسنے رہتے تھے اور وہ دوڑتے جاتے تھے۔ ان حالات میں اور ایسے موسم میں ان بچوں کی سانسیں کسی منہمک ہوتی ہوں گی یہ ورزش کرنے والے پهلوان ہی سمجھ سکتے ہیں۔ دس برس کی عمر میں وہ ایسے ہو گئے تھے کہ میلوں دور تک دوڑتے رہنے کے باوجود نہ تھکتے تھے اور نہ ہانپتے تھے، بڑی سہولت سے سانس لیتے رہتے تھے۔ بھارت سے آنے والے استاد انہیں ہندی اور اردو پڑھاتے تھے، یورپ سے آنے والے انہیں انگریزی، سائنس اور جدید ٹیکنالوجی کی تعلیم دیتے تھے۔ اور باپ ان سے جہانی مشقیں کراتا تھا۔ اس نے چین اور جاپان سے جوڑو کرانے کے بڑے بڑے استادوں کو بلایا تھا اور اس نتیجہ میں رہتا تھا کہ اس کے بچوں کو خوب سے خوب تر اساتذہ ملتے رہیں۔

پھر کسی نے اسے بتایا کہ فی زمانہ ایک ہی استاد ایسا ہے جو اپنے ہنر اور تربیت سے انسان کو فوڈ بنا دیتا ہے اور اس استاد کا نام ہے اسٹرو اسٹروڈی۔

سرنا مہاراج نے پوچھا "اسٹرو اسٹروڈی کہاں ہے؟ اسے ہر قیمت پر میاں لے آؤ۔"

اس کے سیکو نے کہا "مہاراج! وہ کسی قیمت پر نہیں آئے گا۔ کیونکہ وہ دس برس کے ایک مضائقہ فانی ملائے ہیں۔ وہاں بابا فرید واسطی کا ایک ارادہ اور تربیت گاہ ہے۔"

"ہم اس تربیت گاہ سے زیادہ اسے معاوضہ دیں گے۔"

"وہ پھر مجھ ہی نہیں آئے گا۔ کیونکہ فریاد علی تیسوہر کے دو بیٹوں کو ٹریننگ دے رہا ہے۔ وہ دونوں بھی پے پے سرنا کی طرح دس برس کے ہیں۔"

میاں نہیں آئے گا۔ آخر یہ فریادوں کے کیا مجھ سے زیادہ دولت مند ہے؟"

سیوک نے کہا "میں پیرس گیا تھا تب معلومات حاصل ہوئیں۔ فریاد اتنے دولت مند ہے کہ اس کا اپنا ایک مکان نہیں ہے۔ اس کی جیب میں بھی نقد رقم نہیں رہتی۔ وہ اپنے بدن پر ایک ہی لباس پہن کر ایک ملک سے دوسرے ملک جاتا ہے۔"

"پھر وہ بہت کھل چکا ہے۔"

"میں سمجھا رہا تھا کہ وہ جب میں اس لیے رقم نہیں رکھتا کہ دنیا کی تمام چیزیں کھول سکے۔ جب چاہتا ہے رقم ہاتھ میں آجاتی ہے۔ اس کے سر اپنی ہمت اس لیے نہیں ہے کہ بلک بھگتے ہی دنیا کے تمام شاندار مٹھوں اور بڑے بڑے ملکوں کو اپنے نام لکھوا سکے۔ ایک لباس میں اس لیے گھر سے نکلتا ہے کہ جس ملک اور جس شہر سے گزرتا ہے وہاں کے شاہی دروزی اس کے لیے نئے لمبوسات تیار رکھتے ہیں۔"

سرنا مہاراج نے سیکو کو گھور کر کہا "میکوں یہی کہتا رہا ہے۔ فریاد کیا آدمی نہیں رہتا ہے۔"

"مہاراج! وہ اوتھے دیا ہے۔ یقین نہ ہو تو اس کی جنم کنڈلی بنا کر دیکھ لیں۔"

سرنا مہاراج نے اس رات تھائی میں بیٹھ کر جنم کنڈلی تیار کی تو حیران رہ گیا۔ انکشاف ہوا کہ فریاد علی تیسوہر ٹیلی جینیٹک جاتا ہے اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ وہ قدر کا دھنسی ہے۔ گرتے گرتے نہ بھٹک جاتا ہے۔ ٹوٹے ٹوٹے جڑا جاتا ہے۔ کئی بار مر گئی اٹھے گا۔ نہ کبھی حادثاتی موت مرے گا۔ نہ کوئی اسے مار سکے گا۔ بابا فرید واسطی کی پیش گوئی کے مطابق وہ اپنی اس شریک حیات کی آغوش میں طبعی موت مرے گا جس کا نام انگریزی کے حرف الیس سے شروع ہوتا ہے۔

سرنا مہاراج کی جو قش و دنیا نے سمجھا دیا کہ فریاد سے دوستی اچھی ہے، دشمنی منگنی ہے۔ اس کی کوئی چیز بھی جڑا حاصل نہ کی جائے۔ یہ علم حاصل ہونے کے بعد سرنا مہاراج نے انوسوڈی کو بابا صاحب کے ادارے سے جڑا لانے کا ارادہ ترک کر دیا۔

انہوں نے اسے ارتکاز توجہ کا عادی بنادیا تھا۔ یہ عادت اسے شہنشاہ کی طرف لے گئی۔ اس نے گیارہ برس کی عمر سے ان مشقوں کا آغاز کر دیا۔ وہ اتنی کمری تھی کہ اپنے اندر کی بات اپنے باپ کو بھی نہیں بتاتی تھی۔ وہ ہر سال اپنی سے پوچھتا تھا۔ "اب تو تم کیان دھیان میں دن سے رات اور رات سے دن گزار دیتی ہو۔ کیا تمہیں فریاد جیسا کی علم حاصل ہو رہا ہے؟"

وہ جواب دیتی تھی "میں کسی فریاد یا دو واس جیسا کوئی مقابلہ کرنے والا علم حاصل نہیں کرتا چاہتی۔ علم مقابلہ کرنے کے لیے نہیں بلکہ لوگوں کو فیض پہنچانے اور دنیا کو خوب صورت بنانے کے لیے حاصل کیا جاتا ہے۔"

اس نے باپ کی جو قش و دنیا کو پوری ذہانت سے حاصل کیا تھا۔ بعض اوقات ایسی پیش گوئی کرتی تھی کہ باپ حیران رہ جاتا تھا۔ لیکن وہ عام تجربوں کی طرح زبان سے نہیں بولتی تھی۔ ایک کانڈ پر لکھ کر اسے لٹا دیتے تھے، ہندو کے ایک ایسی الماری میں رکھتی تھی جو دو چابیوں سے کھلتی تھی۔ اس کی ایک چابی اپنے پاس رکھتی تھی اور دوسری باپ کو دے کر کہتی تھی "ہم اسے مقررہ وقت پر کھولیں گے۔ پھر آپ میری تحریر میں وہ سب دیکھ پڑھیں گے جو آپ کے سامنے پیش آچکا ہوگا۔"

ایک بار باپ نے بیٹے اور بیٹی کو بلا کر کہا "کل ۱۱:۱۱ اسٹیل مل کے ایک مالک کا بیٹا مجھ سے ملے آ رہا ہے۔ وہ ہم سے اپنے ایک سکے کا صلہ معلوم کرنا چاہتا ہے۔"

سرنا مہاراج صرف جو قش نہیں تھا۔ کچھ دنیا بھی بناتا تھا۔ یعنی کہ قیافہ شناس بھی تھا۔ چہرہ اور آنکھیں بڑھ رہی تھیں۔ بائیں ہاتھ تھا۔ اس نے ۱۱:۱۱ اسٹیل مل کے مالک کے بیٹے کی تصویریں دکھاتے ہوئے کہا "جیسا کہ تم دونوں جانتے ہو مجھ سے جو بھی ملے آتا ہے اور اپنا مسئلہ پیش کرتا ہے وہ اپنی تصویر پہلے بھیجتا ہے۔ یہ اسی نوجوان و دھنت رائے کی تصویر ہے جو کل میاں آ رہا ہے۔ تصویر کے پیچھے اس کا نام اور تاریخ پیدائش و فریاد لکھی ہوئی ہے۔ تم دونوں اس کی جنم کنڈلی بنا کر بتاؤ۔ اس کا ماضی، حال اور مستقبل کیا ہے؟"

ان دونوں شی تارا سولہ برس کی تھی اور پے پے سرنا بیس برس کاقد اور پهلوان سن چکا تھا۔ باپ نے بیٹے اور بیٹی کو فوڈ لانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی اور ذہنی طور پر بھی طرح کے علوم سے مالا مال تھا۔ اس نے بیٹی سے کہا تھا "شی تارا! تم بیٹے اپنی پیش گوئی پہنچاتی ہو بعد میں تحریر کے ذریعے ثابت کرتی ہو کہ تم نے پہلے ہی پیش آنے والے حالات کو درست سمجھ لیا تھا۔ لیکن اس بار میں صرف دو گھنٹے کا وقت دیتا ہوں تم میرے سامنے بیٹھ کر دھنت رائے کے بارے میں پیش گوئی کرو۔"

دو گھنٹے بعد پے پے سرنا اور شی تارا اپنے باپ کے سامنے

پتھر مار کر بیٹھ گئے۔ پے پے سرنا نے کہا "بابا! یہ دھنت رائے جیسے پورے ۱۱:۱۱ کے ایک بہت بڑے ساہوکار کا بیٹا ہے۔ اس کے پاس دولت کی کمی نہیں ہے لیکن یہ گھٹیا پریشانی میں مبتلا ہے۔ اس کی بیوی طلاق لے کر اپنے کسی دوسرے عاشق سے شادی کرنا چاہتی ہے۔ دونوں میں اس کی امی بڑھ چکی ہو جائے گی۔"

باپ نے کہا "وہ ٹھیکہ کی بعد بیوی کو اپنا بچہ نہیں دینا چاہتا ہے۔ اس کے متعلق بتاؤ۔"

پے پے سرنا نے کہا "قانونی طور پر بچہ باپ کے پاس رہے گا۔ وہ بیٹا ہے اور چھ برس کا ہو چکا ہے۔ ماں اسے نہیں لے جاسکتی۔ لیکن ستارے کہتے ہیں وہ لے جائے گی۔ دھنت رائے اور اس کی قانونی کارروائی ماں کو بچہ لے جانے سے نہیں روک سکے گی۔ میں نے اس ماں کی جنم کنڈلی بھی دیکھی ہے۔ اس کے ستارے بڑے ٹھیکہ مان ہے۔ دھنت رائے ہار جائے گا۔"

باپ نے کہا "شہنشاہ بیٹے امیراکیان بھی یہی کہتا ہے لیکن دھنت رائے ہماری آسانی ہے۔ اس نے دو لاکھ روپے میرے اکاؤنٹ میں بیٹھتی جمع کرادیے ہیں۔ اگر وہ بار بار جائے گا تو میں دو لاکھ واپس کرنے ہوں گے۔ اگر اس کی جیت ہوگی تو میں مزید تین لاکھ روپے ملیں گے۔ وہ پورے پانچ لاکھ کی آسانی ہے۔"

شی تارا نے کہا "بابا! وہ لاکھ آپ کے اکاؤنٹ میں ہیں گے۔ باقی تین لاکھ نہیں ملیں گے۔ آپ دھنت رائے کا پلڑا بھاری کرنا چاہتے ہیں لیکن آپ ناکام رہیں گے۔"

باپ نے ہمت سے گھور کر دیکھا۔ بھائی نے پیار سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ دونوں باپ بیٹے شی تارا کو جان سے زیادہ چاہتے تھے۔ پے پے سرنا نے مسکرا کر کہا "بابا! آپ کی یہ بیٹی آپ کی جو قش و دنیا کی ایسی کی تھی کہ اسے کہیں جب اس چیز لے کر دیا ہے تو ہمیں پورے پانچ لاکھ نہیں ملیں گے۔"

باپ نے بڑے اعتماد سے کہا "میرا چالیس برس کا تجربہ ہے۔ میں نے کئی بار تدبیر سے دوسروں کی تقدیریں بدل دی ہیں۔ دھنت رائے کی بیوی شہنشاہ رائے کی جنم کنڈلی بتاتی ہے کہ وہ بے وقار عورت ہے۔ اپنے بیٹے کو دھوکا دے کر دوسرے سے عشق کرتی ہے۔"

شی تارا نے کہا "دھنت رائے بھی شرابی اور عیاش ہے اور وہ اپنی بیوی شہنشاہ سے بچھا بچھڑانا چاہتا ہے اور بچے کو جین کر اس کی مٹاؤ کو ترپانا چاہتا ہے۔"

"بیٹی! یہ ان کا مسئلہ ہے۔ میں نے شہنشاہ کی جیت کو ہار میں بدلنے اور اپنی آسانی کا پلڑا بھاری رکھنے کے لیے یہ تدبیر سوچی ہے کہ....."

"بابا! آپ کی تدبیر بہت اچھی ہوگی، لیکن آپ اسے آزما نہیں سکیں گے۔ اس کا وقت گزر چکا ہے۔"

"تم میری بات کیوں کاٹ دیتی ہو۔ جب تم میری تدبیر نہیں

قدموں اور گاڑی کے پیروں کے نشانات بارش میں دھلتے جاتے ہیں۔

شیلہ دروازے پر دستک دے رہی ہے۔ کئی بار دستک دینے کے بعد وہ داشتہ دروازہ کھولتی ہے اور شیلہ کو دیکھ کر گھبرا جاتی ہے۔ سائینسٹر لگے ہوئے ریو اور کو دیکھتے ہوئے پیچھے ہٹنے لگتی ہے۔

شیلہ دروازے کو بند کرتے ہوئے کہتی ہے ”میں نے شام کے وقت د منیت کو تم سے فون پر بات کرتے سنا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا آج تمہارے ساتھ سادھن من بھانوں منائے گا۔ کہاں ہے وہ؟“

داشتہ پریشان ہو کر بیڈ روم کی طرف دیکھتی ہے۔ شیلہ کہتی ہے ”تم نے بھی کو بت بھی میں اس مرد کو برسوں سے سمجھتی ہوں۔ وہ ایسے موسم میں پی پی کمرہ ہوش ہو جاتا ہے چلو۔“

داشتہ ریو اور کے نشانات پر چلتی ہوئی بیڈ روم میں آتی ہے۔ وہاں د منیت رائے بستر پر غافل پڑا ہے۔ قالین پر شراب کی خالی بوتل پڑی ہے۔ شیشے کا گلاس ٹوٹ گیا ہے۔ شیلہ اس عورت سے کہتی ہے ”چلو بستر جاؤ۔“

وہ سہم کر بستر پر آتی ہے۔ اسی وقت شیلہ اسے گولی مارتی ہے۔ وہ ایک سی گولی بین ذرا تڑپ کر مر جاتی ہے۔ اس کے سینے سے ابلی ہو کر لہو بستر پر پھیلا ہوا د منیت رائے کے پاس آ رہا ہے۔ شیلہ ریو اور سے سائینسٹر نکال کر اسے اپنے گریبان میں چھپا رہی ہے اور ریو اور کے دستے کو ساڑی کے آٹھلے سے صاف کر کے اسے د منیت رائے کے ہاتھ میں پھڑا رہی ہے۔

وہ ریو اور د منیت رائے کی ایک ٹمٹھی میں آگیا ہے۔ شیلہ قالین پر بیٹھ گئی ہے۔ اپنی ساری انار کر اس سے وہ تمام جگہیں پوچھتی جا رہی ہے جہاں سے گزر کر بیڈ روم میں آئی تھی۔

دوسرے کمرے میں قالین نہیں ہے وہ نیگے فرش کو پوچھتی ہوئی بیوٹی دروازے تک آتی ہے۔ دروازے کے جس حصے کو ہاتھ لگا کر بند کیا تھا اس حصے کو بھی پوچھ کر ساڑی سے دروازے کو پکڑ کر اسے کھولتے ہوئے برآمدے میں آگئی ہے۔ بارش کی تیز پوچھاڑ سے برآمدے کا فرش بھگ رہا ہے۔ وہاں قدموں کے نشانات خود ہی مٹ گئے ہیں۔ وہ کار میں آکر بیٹھ گئی ہے اور وہاں سے جا رہی ہے۔

ایک گھنٹے بعد پولیس والے اس مکان میں داخل ہو گئے ہیں۔ انہوں نے قاتل کو مختل کے ساتھ ایک سی بستر پر دیکھا ہے۔ قاتل کو مدوشی سے ہوش میں لا کر اسے آواز قتل کے ساتھ گرفتار کر لیا ہے۔

.....

جانتی ہو کہ میں کیا کرنے والا ہوں تو یہ کیسے کہتی ہو کہ کچھ کرنے کا وقت گزر چکا ہے۔ میں کل تمہیں دکھاؤں گا جب د منیت رائے یہاں آئے گا تو.....“

”وہ نہیں آئے گا باپ۔“

اس نے پھر باپ کی بات کاٹی۔ باپ نے غصے سے کہا ”کیوں نہیں آئے گا کیا وہ مر گیا ہے، جبکہ ابھی وہ کئی سال جئے گا۔“

وہ اپنے دھیمے اور ٹھنڈے لہجے میں بولی ”وہ زندہ ہے مگر نہیں آئے گا۔“

چپے چپے سر نہانے کہا ”شی تارا! میری آنکھوں کا تارا! ہمیں بتاؤ وہ کیوں نہیں آئے گا؟“

وہ پانچ مارے بیٹھی تھی۔ اس نے دونوں ہاتھ دونوں ٹھنڈوں پر رکھ کر آنکھیں بند کر لیں۔ پھر گہری سانس لے کر بولی ”اوم نیٹے وائے میرا علم کہ رہا ہے، جسد پور ٹاٹا میں موسلا دھار بارش ہو رہی ہے۔ رات کا وقت ہے۔ د منیت رائے اپنی ایک داشتہ کے مکان میں شراب پی رہا ہے۔“

وہ بولتے بولتے رک گئی۔ آنکھیں کھول کر باپ اور بھائی کو دکھا۔ پھر آنکھیں بند کرتے ہوئے کہا ”د منیت رائے سے بہت دور اس کی بیوی شیلہ اپنے بیڈ روم میں ہے۔ وہ سوچ رہی ہے۔ جی کبھی میرا نہیں ہو گا۔ مجھے طلاق دے کر دوسری کو لے آئے گا۔ میرے بچے کو مجھ سے جچین لے گا۔ میں ہر طرح سے ہار رہی ہوں۔ جی بھی اس کی دولت بھی اور اپنا بیٹا بھی.....“

”شیلہ سوچ رہی ہے۔ عورت اتنی کمزور بھی نہیں ہوتی کہ چپ چاپ اپنا سب کچھ ہار جائے۔ میں ایک تنکا نہیں ہاؤں گی۔ سب کچھ جیت لوں گی۔“

”شیلہ الماری کے پاس آئی ہے اور اسے کھول کر ایک بھرا ہوا ریو اور نکال رہی ہے۔ وہ ریو اور اس کے پی د منیت رائے کا ہے۔“

”وہ باہر پوسٹ میں آگئی ہے۔ اپنی کار میں بیٹھ کر احاطے سے باہر جا رہی ہے۔ باؤل کرج رہے ہیں۔ بلبلیاں چمک رہی ہیں۔ دھواں دار بارش کی وجہ سے راستے دیران ہیں۔ اگاؤ کا راہ گیر دکھائی دیتے ہیں۔ کوئی اسے دیکھنے اور بچانے والا نہیں ہے۔“

”اس نے ایک مکان کے سامنے کار روک دی ہے۔ کار کا دروازہ کھول کر تیز بارش میں بھٹکتی ہوئی مکان کے برآمدے میں آگئی ہے اور وائیں بائیں دور تک دیکھ رہی ہے۔ آدھی رات کے بعد محلہ خالی خالی سا ہو گیا ہے۔ مکانوں کی کھڑکیاں اور دروازے بند ہیں۔ ایسی رادوات کے لیے موسم ہر سات نہایت سازگار ہوتا ہے۔ لوگ گھروں میں چپے رہتے ہیں۔ واردات کرنے والے کے